JAMIA AHMADIYYA LIBRARY
No. GD.12774
RABWAH
روح العرفان
مرزا عبد الحق

نام کتاب ________ رُوح العرفان

مؤلف ________ میرزا عبدالحق ایڈووکیٹ سرگودھا

ناشر ________ 〃 〃 〃 〃

مطبع ________ ضیاء الاسلام ربوہ

تعداد ________ ۵۰۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء خیر الاوّلین والآخرین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث مبارک ہے کہ ابن مریم نازل ہوگا تو یُفِیضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَهُ اَحَدٌ (بخاری پارہ ۱۳) یعنی وہ اس قدر مال تقسیم کرے گا کہ کوئی اسے قبول نہیں کرے گا۔ "ابن مریم" سے مراد تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اگلی حدیث میں واضح کر دی کہ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ یعنی وہ اُمّت محمدیّہ میں سے ہی ان کا امام ہوگا اور آسمان سے نہیں اُترے گا۔ "افاضۂ مال" سے بھی ظاہری مال و دولت مراد نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کے لینے سے کوئی شخص تھکتا نہیں بلکہ اور زیادہ کا طالب ہوتا ہے۔ اس سے مراد معارف و دقائقِ روحانیہ ہیں جنہیں خدا کا مسیح (علیہ السّلام) اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام خود اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:-

"اور ایک پھل قوتِ ایمانی کا اسرار حقّہ و معارف دینیہ کا ذخیرہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس عاجز کو نصیب ہوا ہے۔ پس جو شخص اس عاجز کی تالیفات پر نظر ڈالے گا یا اس عاجز کی صحبت میں رہے گا اس پر یہ حقیقت آپ ہی کھل جائے گی کہ کس قدر خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو دقائق و حقائق دینیہ سے حصّہ دیا ہے۔" (ازالۂ اوہام ص۱۱۹ طبع اوّل)

"میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔" (ازالۂ اوہام ص۵۶۳)

"اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلّم حقیقی کے کوئی نہیں جو اس وجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے بہت سا خزانہ قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کریگا یہانتک کہ لوگ قبول کرتے کرتے تھک جائیں گے اور "لَا یقبلہ احدٌ" کا مصداق بن جائیں گے اور

ہر ایک طبیعت اپنے ظرف کے مطابق پُر ہو جائے گی۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۸۰)

"جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے ہیں جن کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دونگا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۸۵۶)

ان اسرارِ حقہ اور معارف دینیہ کی حد درجہ کثرت۔ اس آسمانی روح کی آواز اور اس محبت الٰہی اور محبتِ رسول کی انتہاء گہرائیاں آپ کو حضور علیہ السلام کی تصنیف فرمودہ اسّی سے زیادہ کتابوں میں ایسی ملیں گی کہ ان کی نظیر نہیں۔ ان میں سے کچھ اقتباس اس کتاب میں دیئے گئے ہیں۔

حضورؑ کی کُتب میں سے بیس ۲۰ کے قریب نہایت فصیح عربی زبان میں ہیں۔ ان کے اقتباسات کا ترجمہ بھی ساتھ دے دیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر کتب کا ترجمہ موجود نہیں اس لئے جو ترجمہ خاکسار نے خود کیا ہے اس کے ساتھ "ترجمہ از خاکسار" کے الفاظ بڑھا دیئے ہیں۔ اسی طرح بعض عبارتوں کے شروع میں مشارٌ الیہ کو ظاہر کرنے کے لئے ایک دو لفظ بریکٹ میں دے کر "از مؤلف" درج کر دیا ہے تاکہ یہ الفاظ حضور علیہ السلام کی طرف سے نہ سمجھے جائیں۔

ہر صفحہ پر حاشیہ کے نوٹ خاکسار کی طرف سے ہیں جو اقتباس کے خلاصہ کے طور پر ہیں۔ متن کے اندر جو کچھ ہے خالصاً حضور علیہ السلام کے مبارک الفاظ ہیں۔

یہ اقتباسات اشاعتِ کُتب کی ترتیب سے دیئے گئے ہیں جو "براہین احمدیہ حصہ اوّل" سے شروع ہو کر "پیغامِ صلح" تک ہیں۔ اس کے بعد حضور کی طرف سے شائع کردہ اشتہارات میں سے اقتباس درج کئے گئے ہیں۔ یہ اشتہارات حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے دس ۱۰ جلدوں میں شائع کئے ہوئے ہیں۔

ان اقتباسات کا ایک حصّہ یہ عاجز پہلے کتابی شکل میں "اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلب صافی کے آئینہ میں" کے نام سے شائع کر چکا ہے بلیکن وہ کتاب ہذا کے دسویں حصّہ کے قریب ہے۔ وہ سارے اقتباس بھی اس میں اپنی اپنی جگہ پر شامل کر دیئے گئے۔ اس طرح سے یہ کتابِ پہلی مختصر کتاب کی جلد دوم نہیں بلکہ ان اقتباسات کا مکمّل مجموعہ ہے اور اس کا نام اپنی حقیقت

کے لحاظ سے "رُوح العرفان" رکھا گیا ہے۔

یہ اقتباسات اس عاجز نے کوئی پچاس سال پہلے ایک رجسٹر میں نقل کئے تھے۔ لیکن ایک بڑی کتاب ہو جانے کی وجہ سے انہیں شائع کرنے کا موقعہ نہ مل سکا اگرچہ خود اپنی تقاریر اور مضامین میں ان سے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے استفادہ کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بے پایاں فضل وکرم سے اس کتاب کو ہدایت اور وصول الی اللہ کا ذریعہ بنائے اور اس عاجز کے لئے بخشش کا موجب کرے۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین

والسّلام

خاکسار

مرزا عبد الحق ایڈووکیٹ سرگودھا

۲۵ ـــ ۱ ـــ ۱۹۸۱ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ، نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

فہرست مضامین

براہین احمدیہ حصہ اوّل تا چہارم ۱ تا ۵۹

آسمانی فیصلہ

نشان آسمانی

آئینہ کمالاتِ اسلام

برکات الدعا

حجتہ الاسلام

تحفہ بغداد

کراماتُ الصادقین

شہادت القرآن

حمامة البشرٰی (عربی) ۱۹۶ تا ۲۰۴

نور الحق (عربی حصہ اوّل) (۲۰۵) تا ۲۱۱

نور الحق حصہ دوم (عربی) ۲۱۳

اتمام الحجۃ (عربی و اردو) ۲۱۴ تا ۲۱۸

سرّ الخلافہ (عربی) ۲۱۹ تا ۲۳۳

انوار الاسلام ۲۳۴ تا ۲۳۹

سراج منیر ۳۰۱ تا ۳۰۷

تحفہ قیصریہ ۳۰۸ تا ۳۰۹

حجۃ اللہ (عربی) ۳۱۰ تا ۳۱۷

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ۳۱۸ تا ۳۲۴

کتاب البریہ ۳۲۶ تا ۳۳۵

راز حقیقت

کشف الغطاء

ایام الصلح

۲- کمال صدیقیت۔ فہم قرآن اور اعلیٰ درجہ کے
معارف۔ ان کی سرشت سراسر نور ہوکر اپنی
طرف کھینچتی ہے۔ صدق کے مراتب:۔
پہلا مرتبہ۔ دنیا سے نفرت اور ہر ایک لغو
امر سے طبعی کراہت۔ دوسرا درجہ۔ انس اور
شوق اور رجوع الی اللہ۔ تیسرا درجہ۔ تبدل اعظم
اور انقطاع اتم اور محبت ذاتیہ اور فنافی اللہ۔
چوتھا درجہ۔ روح حق کا انسان میں حلول کرنا
اور تمام پاک سچائیوں اور اعلیٰ درجہ کے معارف
کا نفس پر وارد ہونا۔ مقام نفحات الٰہیہ۔ ۴۰۶
۳- تیسرا کمال مرتبہ شہادت گویا خدا کو اپنی
آنکھ سے دیکھ لینا۔ ۴۰۸
۴- چوتھا کمال صالحین کا مرتبہ۔ تمام گندے اور
تلخ مواد دور ہونے کی وجہ سے ذکر الٰہی میں اعلیٰ درجہ کی لذت آنے ۴۰۸
یہ چار مراتب ہیں جن کو طلب کرنا ہر ایک
ایماندار کا فرض ہے۔ ۴۰۸
دنیا دار اور دنیا طلبی کی فطرت کے لوگ
دل کے سخت کمزور اور بودے ہوتے
ہیں۔ اسی کمزوری کے دو نتائج مصیبت
کے وقت کمر کا ٹوٹ جانا اور کامیابی کے
وقت تکبر اور بے جا شیخی کا پیدا ہونا۔

روحانی طاقت والے لوگ خدا سے ایک
ابدی نور پاکر دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال کو
نہایت حقیر خیال کر لیتے ہیں۔ ۴۰۹
دعاؤں کی قبولیت کے لئے کس روحانی
حالت کی ضرورت ہے۔ "
ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
ابراہیم علیہ السلام کی خو اور طبیعت پر آئے تھے۔
اس کی کسی قدر تفصیل۔ ۴۱۰
گندوں کو کبھی نصرت الٰہی نہیں ملتی۔ (اشعار اردو) ۴۱۲
اپنی صداقت میں کسی آسمانی نشان کے ظاہر ہونے
کے لئے دعا۔ دیکھ میری روح نہایت توکل کے
ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ
پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ میری
روح تیرے نام سے اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار
بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ میری روح عاشق
کی طرف دوڑتی ہے۔ ۴۱۲
اپنی جماعت کے لئے اطلاع۔ مندرجہ بالا
اشتہار شائع کرنے سے غرض۔ صبر اور تقویٰ
اور عفو اور درگذر کی وصیت۔ ہمارا حق ہے
کہ ستائے جانے کے وقت ہم خدا کے
آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات

کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں ۴۱۷
اھدنا الصراط المستقیم
صراط الذین انعمت علیہم
سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنی ترقی
ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار
کمال چاہیں۔ ان چار کمالات کی تعریف۔ ۴۲۰

تحفہ غزنویہ ۴۲۲ ۴۲۳

تو اس قادر خدا سے جو ایک قطرہ
سے انسان بنا دیتا ہے اور [illegible] و
میٹھے بیج سے باغ کیوں تعجب کرتا ہے
کہ وہ میرے جیسے کو مسیحا بنا دے۔
یا ایک گدا کو شہنشاہ کر دے۔ اپنی
حالت۔ وہ خدا وفاداروں سے
وفاداری کرتا ہے۔ (اشعار فارسی) ۴۲۲

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ۴۲۴ تا ۴۲۷

وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے
وہی قادر اور قدوس خدا میرے "
پر تجلی فرما ہوا ہے۔ وہ اکیلا ہے اس
کا کوئی شریک نہیں۔ ۴۲۴

مسیح کے وقت مذہبی جنگوں کا خاتمہ
ہوگا۔ مسیح کی دعا اس کا حربہ ہوگا اور
اس کی عقد ہمت اس کی تلوار ہوگی۔
جماعت کو نصیحت۔ شر سے پرہیز اور ۴۲۶
بنی نوع کی ہمدردی۔ دلوں کو بغضوں اور کینوں
سے پاک کرنا۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ
سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں
پر غالب رہے۔ انسانی نفس کے سفید
ہونے کی تدبیر۔ دھوبی کی مثال۔

لجۃ النور ۴۲۸ تا

اس زمانہ میں مفاسد کی انتہا۔ لوگوں نے
اللہ کے حقوق غیروں کو دے دیئے۔ محبت
کا خلق اللہ نے انسان میں اپنے لئے پیدا کیا
لیکن انہوں نے اس گوہر کو غیر محل میں رکھا۔
محبت کا تقاضا کیا ہوتا ہے۔ ۴۲۸
اللہ تعالیٰ کی برکات کا ذکر جب نسب
وجاہت۔ اولاد۔ معارف و علوم۔ زر
زمین۔ محبت الٰہی عشاق اور نامیوں کی طمع
کشوف والہامات۔ استجابت دعا۔ خوارق
کرامات۔ ادب کی نیکی وغیرہ۔ ۴۳۰

دین کی مصائب پر انتہائی درد۔ خداکی
اشعاع
طرف سے جذب اور رعب کا دیا جانا۔ ۴۷۱

میرا مرتبہ خدا کے نزدیک ظاہری اعمال
اور اقوال کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی علم اور
استدلال کی وجہ سے بلکہ اس مخفی چیز کی وجہ
سے جو میرے دل میں ہے۔ ۴۷۳

قرآنی تعلیم موت کی طرف بلاتی ہے یموت
کی حالت کی تشریح جو عبودیت کے مراتب
کی انتہا ہے۔ ۴۷۴

اور یہ شروع سے مقدر تھا کہ مسیح موعود
اس تعلیم کی کامل اشاعت کرے تاکہ سعیدوں
پر موت سے پہلے ایک موت وارد کرے۔ ۴۷۶

لوگوں پر مصیبت کے وقت مسیح موعود کی
اپنے رب کے حضور چیخ و پکار اور بلکنا۔ 〃

اعجاز المسیح (عربی) ۴۷۹ تا ۴۹۷

عجز حقیقی اور اللہ تعالیٰ کی معیت دائمی
کا ذکر۔ خدا کی قسم میں اپنے نفس کو کچھ
نہیں سمجھتا مگر ایک مردہ خاک آلودہ
یا ایک گھر ویران شدہ۔ ۴۷۹

صلحاء کی بعض خصوصیات۔ علم۔
مختلف انعام بصیرت۔ صائب رائے۔ فہم
عقل۔ روشن کلام۔ حسن باطن سے آراستہ
نفس۔ نیکی کی طرف لے جانے والی توفیق۔
غیر اللہ سے مستغنی کرنے والا الہام۔ ۴۸۰

صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور
بعض چیزیں جو وہ اس کی طرف سے دیئے
جاتے ہیں۔ ہدایت۔ کلام اللہ کے معارف۔
سکینۃ۔ ذہانت۔ وقار۔ گمراہی سے بچاؤ۔
حفاظت۔ ہر رنگ کی تائید۔ معرفت۔ تکمیل
نفس۔ اللہ نور ہے اور نور کی طرف ہی
جھکتا ہے۔ ولی قرآن سے نکلتا ہے اور
قرآن ولی سے۔ ۴۸۱

جسکو قرآن کا علم اور بیان نہیں دیا گیا
وہ شیطان یا مثیل شیطان ہے اور اس
نے رحمان کو نہیں پہچانا۔ ۴۸۲

تعلق باللہ۔ میرا ایک حال ہے جسکو حالات
متغیر نہیں کر سکتے اور ایک رب ہے
جس کی جناب سے امیدیں رد نہیں کی جاتیں۔ ۴۸۴

فتح مکروں سے نہیں بلکہ احکم الحاکمین
کی طرف سے تصبیب ہوتی ہے۔ یقیناً میری
دعا پتھر کو پگھلا دیتی ہے۔ ۴۸۵

سالکوں کا سلوک کامل نہیں ہوتا مگر بعد اس
کے کہ ان کے دلوں پر ربوبیت کی عزت اور
عبودیت کی ذلت کا غلبہ ہو جائے۔ ۴۸۵

انبیاء علیہم السلام کن خصوصیات کی وجہ سے
اشرف العالمین ہوتے ہیں۔ مکارم کو
پھیلانا۔ اخلاق کو آراستہ کرنا۔ اپنوں اور
بیگانوں کے لئے نیکی کا ارادہ کرنا نیکی کو
پھیلانا اور بدی کو جڑ سے کاٹنا۔ امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ شہوات کو
بہائم کی طرح روندنا۔ اللہ کی طرف توجہ
کرنا۔ اموال سے قطع تعلق۔ اپنی تمام قوت
کے ساتھ اللہ کی اطاعت کے لئے کھڑے
ہونا۔ شیطان کی ذریت پر حملہ۔ ترک دنیا۔
اپنی گردن کو خدا کے حضور ڈال دینا۔
نیند ان کی آنکھوں میں نہیں آتی۔ اللہ کی
محبت اور قوم کے لئے دعاؤں میں رات
گذارتے ہیں۔ ۴۸۶

بندہ اپنے رب کی حمد تمام اوقات میں کب
کرتا ہے اور اس کے ساتھ اپنے تمام
ذرات کے ساتھ محبت کب کرتا ہے۔ ۴۸۸

عبادت کی حقیقت اس کی عظمت کو دیکھ
کر کامل تذلل اختیار کرنا اور اس کی
ثنا کرنا اور اس کی محبت کو سب پر اختیار
کر لینا ہے۔ بہترین عبادت نمازوں
کی محافظت ہے۔ ۴۸۹

تحصیل ہدایت کے تین طریق:۔ (۱) دلائل کا کھنا
(۲) باطن کی صفائی کرنا۔ (۳) اللہ کی طرف منقطع
ہو جانا اور اس سے خالص محبت کرنا۔ انبیاء
محبت کی رسیوں سے اللہ کی طرف کھینچے گئے ہیں
جو نور کا سمندر ہے۔ ۴۹۱

میں نے جو کچھ لکھا ہے اللہ کی مدد سے لکھا ہے۔
اس کے احسانات کا ذکر۔ اس کی محبت نے
مجھے متوالا بنا دیا ہے۔ میری نگاہ میں دنیا کی قدر۔
کلام میں تاثیر کیسے پیدا ہوتی ہے۔ میری قلم
اس مولا کو خوش کرنے کے لئے تراشی گئی ہے۔ ۴۹۲

اللہ کے حضور ایک دعا۔ اے میرے رب میرے دل
پر نازل ہو اور میرے فنا کے بعد میرے گریبان
سے ظاہر ہو۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے ہلاک
کر دے۔ تو میری شراب اور راحت اور
جنت اور ڈھال ہے۔ نبی کریم کے لئے دعا۔ ۴۹۵

الھدیٰ (عربی) ۴۹۸ تا ۵۰۰

روحانی اور ربانی بندوں کی سیرت۔

ان کی نیتیں بڑی ہیں اور ان کی غفلت کم۔ وہ رحمان کے عاشق اور اس کی راہ میں مست ہیں وہ مشکلات کے وقت اپنے رب کے حضور ان آنسوؤں کے ساتھ جاتے ہیں جو دیگچی کے بھاپ سے بھی زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ ۴۹۸

آسمان سے کبھی نور نہیں اُترتا مگر اس دل پر جو فنا کی آگوں سے جلایا گیا ہو اور پھر اس کو ایسی محبت دی گئی ہو جس نے اسے سرشار کر دیا ہو ۵۰۰

نزول المسیح

۵۰۱ تا ۵۲۰

جماعت کو نصیحت۔ "تکبر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے"۔ تکبر کیا چیز ہے۔ ۵۰۱

خدا کی تازہ وحی اور اس کے نشانات نے مجھ میں وہ یقین اور بصیرت اور معرفت کا نور پیدا کیا جو مجھے اس تاریک دنیا سے ہزاروں کوس دور تر کھینچ کر لے گیا۔ ۵۰۲

ان تازہ معجزات سے خدا تعالیٰ نبوت کی عمارت کی مرمت کر رہا ہے۔ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا اس کا پہلا ایمان بھی قائم نہیں رہیگا۔ خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں۔ ۵۰۳

اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ تم نے کیونکر پہچانا اور یقین کیا کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہیں وہ خدا کا کلام ہے حدیث النفس یا شیطانی القا نہیں تو میری روح اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے۔ آگے نہایت لطیف اور تفصیل جواب ہے۔ اس کا یقین اس کے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے۔ وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بن جاتا ہے۔ وہ کشش جس نے میرے دل پر کام کیا۔ کلام اللہ کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھے کہاں تک پہنچا دیا۔ مقام محبت۔ ۵۰۴

نجات کے دو ذریعے۔ یا تو براہ راست شرف مکالمہ حاصل ہو یا ایسے شخص کا ہم صحبت ہو۔ گناہ کی وجہ۔ ۵۰۸

یقین کی برکات۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دنیا کی دولت پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پرواہ ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔

مخاطبین سے ایک سوال محبتِ الٰہی اور ترکِ دُنیا کے متعلق۔ ۵۰۹

یقین کی برکات۔ مکالمات کی حالت میں معرفت میں ترقی۔ خدا کی دوری پر صبر نہ کر سکنا۔ تمام برکات اور یقین کی کنجی قطعی اور یقینی کلام ہے۔ ۵۱۰

خدا پر یقین کے نتائج۔ اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے۔ خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلالہ ہے ۵۱۱

کلام الٰہی کے کرشمے۔ عشقِ الٰہی۔ کوئے جاناں میں راہ کس وقت ملتا ہے۔ اس راہ راست کے سوار کو کہاں تلاش کرنا چاہیئے۔ وہ یار تذلل کے ساتھ ملتا ہے۔ غم اور وفاداری کی ضرورت۔ اگر کسی کو محبت ہے تو وہ فرقت برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا کے پانے کے لئے فنا اور موت کی ضرورت۔ الہام الٰہی سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔ عاشقوں کے دل میں قرار نہیں ہوتا ریزہ ریزہ ہو کر اپنا نقش مٹا ڈالنا۔ عشق الٰہی کا کرشمہ۔ یہ جہاں مردار کی طرح ہے۔ (اشعار فارسی) ۵۱۳

تمام انعاما سے بڑا انعام وحی الٰہی کا انعام ہے۔ ۵۱۸

سب سے بڑھ کر انعام مکالمات الٰہی کا ہے جس سے انسان خدا شناسی میں پوری ترقی کرتا ہے۔ تقویٰ۔ گناہ سے بیزاری اور خدا کی محبت اور وفا اور توکل اور اس کے خوف میں سب سے بڑھ جانا۔ ۵۱۸

انسان گناہ سے پاک کس طرح ہو سکتا ہے۔ ۵۱۹

یقین تک پہنچانے کے لئے ایک ہی انتظام ہے اور وہ خدا کا قول ہے جس کی تائید اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے۔ ۵۲۰

خدا سے مالی مدد اور انصار کی دعا اور اس کی قبولیت۔ ۵۲۰

کار مشکل کا اندیشہ ہونے کے وقت دعا اور اس کی قبولیت۔ ۵۲۰

کشتی نوح

۵۲۱ تا ۵۴۵

احمدیوں کے ساتھ خدا کی خاص حمایت۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کیلئے یقین اور محبت اور انقطاع کی ضرورت۔ ۵۲۱

جماعت کے لئے تعلیم۔ ۵۲۲

حقیقی نجات وہ ہے جو اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے ۵۲۶

جماعت کے لئے تعلیم۔

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کیلئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کیلئے سخت غمگین ہوجاتے۔ غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے نہ بن جاؤ۔ اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ انسان راستباز کب بنتا ہے۔ دوسری قومیں خدا کو چھوڑ کر بھی کیوں کامیاب ہو رہی ہیں۔ ۵۲۸

وحی کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آ جائے گا۔ مبارک وہ جو خدا کیلئے اپنے نفس سے جنگ کرتا ہے۔ ۵۳۴

سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔ ۵۳۶

صدق اور راستی اور محبت ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرو۔ اور مکالمہ کی تمنا نہ کرو۔ شرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے۔ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔ ۵۳۷

حقیقی اخلاقِ فاضلہ اوپر سے بذریعہ روح القدس آتے ہیں۔ روح القدس تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ جب تک روح القدس تم میں داخل نہ ہو تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہو۔ ۵۳۷

میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ ۵۳۸

احادیثِ نبویہ پر پورے کاربند رہو۔ ۵۳۹

اے خدا کے طالب بندو کان کھولو اور سنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔ یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں خدا کے حسن میں گھستی۔ ۵۳۹

بلند پرواز کبوتر تو جو آسمان کی فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ نماز کیا چیز ہے۔ ۵۴۱

دن چڑھنے سے پہلے تضرع کرو۔ ″

امیروں اور بادشاہوں کو خطاب ۵۴۲

عورتوں کو کچھ نصیحت۔ ″

خاتمہ نصائح کی غرض خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی۔ ″

تم کامل متقی بنو۔ اپنے مال سے بھی سلسلہ کی خدمت کرو۔ ۵۴۳

اعجاز احمدی ۵۴۶ تا ۵۵۶

بے قراری (شعر اردو) ۵۴۶

محبتِ الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کا جلال چاہنا۔ مجھے تمام علوم خدا سے ملے ہیں۔ میں اللہ کی گود میں پرورش پاتا ہوں۔ تعلّی اور تکبّر سے دوری۔ میں مسیح موعود اور امام قائم ہوں۔ دین کا درد۔ دین کی مصائب پر دل کا گداز ہونا۔ زمین پر ایک قوم ہے کہ ان کی دعا تلواروں کی طرح ہے۔ (اشعار عربی)۔ ۵۴۶

مواہب الرحمٰن (عربی) ۵۵۷ تا ۵۸۹

اسباب کا سلسلہ چند واسطوں کے بعد ختم ہوجاتا ہے اور پھر خالص امر کا مرتبہ آجاتا ہے اور اللہ اکیلا رہ جاتا ہے۔ اور اسباب مٹا دیئے جاتے ہیں خالص قدرت کا کسی قدر نقشہ۔ تمہارا رب کامل قدرت رکھتا ہے۔

اسباب شرک کی بڑی جڑ ہیں۔ ہم حدِ اعتدال تک رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتے۔ ۵۵۷

اللہ تعالیٰ کا تصرف تام اسباب کے ساتھ اور بغیر اسباب کے ۵۵۹

خدا کی سنت تحدید اور شمار سے بلند تر ہے۔ اپنے دوستوں کے لئے وہ عام عادات کو ترک کر دیتا ہے۔ جب وہ تضرع اور ابتہال کے ساتھ اس کی طرف جاتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے اور ہر عذاب سے ان کو نجات دیتا ہے۔ محبت کی چکی سے پیسے ہوئے لوگ۔ ۵۶۱

آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ ۵۶۴

اصل چیز خدا کا خالص امر ہے اور اسباب تو سایہ کی طرح ہیں۔ ۵۶۵

اللہ سے تعلق اور اس کی محبت اور مدد پر بھروسہ۔ ″

معرفت تامہ اور خوف کے بعد محبت کی سلطنت آتی ہے۔ گناہوں سے نجات اللہ کی رویت کے بغیر نہیں ہوتی۔ دنیا ایک ملعون چیز ہے اور اس کے طالب پر کس طرح رحم کیا جائے گا۔ ۵۶۶

نسیم دعوت

سناتن دھرم

تذکرۃ الشہادتین

اردو حصہ

ایک قدم سے ایک بیابان کو طے کرنے والا۔ دلستان موت کو چاہتا ہے۔ دنیا جائے فانی ہے۔ اس سے دل نہ لگانا۔ خدا کے عاشقوں کی حالت۔ (اشعار فارسی) ۶۰۲

اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح۔ اسباب پرستی کا شرک۔ تکبر کی پلیدی۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو۔ اسلام کی حقیقت۔ قرآن اور حدیث۔ احمدیہ جماعت کا غلبہ ہو گا۔ صدق اور ایمان پر قائم رہو۔ جن کے دل خدا کے خوف سے پگھلتے ہیں انہی کے ساتھ خُدا ہوتا ہے۔ ۶۰۳

جو صدق اور وفا اور محبت الٰہیہ سے رنگین ہوتے ہیں خدا کو ان کا ساتھ دینا پڑتا ہے۔ خدا کے خاص بندوں میں محبت الٰہی اور صدق اور وفا کا ایک خاص الخاص نُور۔ آستانۂ الٰہی پر رُوح کا گرنا۔ ۶۰۶

درد گردہ کی بیماری سے دُعا کرنے پر خارق عادت صحت۔ ۶۰۷

ایک ضروری امر اپنی جماعت کی توجہ کے لئے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف صاحب مرحوم کی جانفشانی سے جماعت کے متعلق امید بڑھنا۔ لنگر خانہ کے لئے مالی مدد قابلِ تعریف ہے۔

بڑی غلطی انسان کی دُنیا پرستی ہے۔ رات کو اٹھ کر زمین پر گرنا اور رونا۔ زنا کرنے والی آنکھوں اور پاخانہ سے بدتر دلوں سے خدا اور اس کے رسول کی بیزاری۔ درحقیقت تبدیل یافتہ اور پاک دل ہو جاؤ۔ ورنہ کتّے سے مشابہت۔ ۶۰۸

عربی حصّہ

مجھے دُعا کا حربہ دیا گیا ہے حقیقتِ دُعا۔ ۶۱۳

اللہ تعالیٰ نے قضاء و قدر کو مضطر اور درد مند کی دُعا کے ساتھ معلّق کیا ہے۔ بہتے ہوئے آنسوؤں اور انگاروں پر لوٹتے ہوئے دل کے ساتھ۔ قبولیتِ دُعا کا مقام کس کو حاصل ہوتا ہے۔ تم اس کی تمنا دروازہ سے باہر رہ کر نہ کرو۔ اسرار کھلنے کے لئے شرائط۔ خدا کے کلمات لذیذہ سے جذب الی اللہ۔ سب سے زیادہ معرفت بڑھانے والی چیز دُعا اور اس پر وحی۔ صالحین کے لئے پہلی چیز دنیا سے علیحدگی اور ربّ العالمین کی طرف انقطاع ہوتا ہے اور یہی کمر توڑنے والا مرحلہ ہے۔ دُعا ایک بیج ہے جس کو اللہ تضرع کی آبپاشی سے نشو و نما دیتا ہے۔ ۶۱۴

اللہ نے مجھے بھیجا ہے تا وہ اپنے وجود پر دلیل قائم کرے۔ مَیں اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہوں۔ ۶۲۰

اللہ میری سوزش اور غم کی وجہ سے جلن کو دیکھتا ہے۔ دُنیا ملعون ہے ۶۲۱

شہرت اور عزّت سے نفرت ۶۲۲

وحی کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع۔ محبت الٰہی مضبوط ہتھیں۔ وہ اللہ کی چادر کے نیچے ڈھکے رہتے ہیں۔ وہ دُنیا اور ما فیہا سے سخت کراہت کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی خوشبو اور اس کی محبتِ ذاتی سے بھر جاتے ہیں۔ ان کو محبّت کی آگ فنا کر دیتی ہے۔ وہ اللہ کے حضور جم کر بیٹھتے ہیں۔ وہ جاگنے والی آنکھ اور عفیف دل کے ساتھ روتے ہیں صبح اور شام۔ وہ راتیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں گذارتے ہیں۔ وفا کے عہد کو مضبوط کرتے ہیں اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ ۶۲۳

علامات المقربین۔

وہ اپنے ربّ کے حضور منقطع ہو کر آجاتے ہیں۔ عیش و عشرت نہیں چاہتے۔ ۶۳۲

کبھی پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ آگے ہی بڑھتے ہیں دعاؤں میں سستی سے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ قریب ہوتا ہے کہ اپنی دُعاؤں میں مر جائیں۔ اللہ کی رضا میں غائب ہو جاتے ہیں۔ دُنیا ان کے دلوں میں ایک ذرہ نہیں رہتی اور وہ ہر آن نُور سے دھوئے جاتے ہیں۔ بلاؤں کے سمندر میں تیرتے ہیں۔ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ذکر میں تیرتے ہیں۔ حاملہ عورتوں کی طرح چیختے ہیں۔ بیعت کرنے والوں کی تربیت کرتے ہیں اور ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

اللہ پر توکل۔ ۶۳۵

وہ آلائشوں سے پاک کئے جاتے ہیں۔ اپنے ربّ کے امر کے بغیر ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے۔ اس چہرہ کی وجہ سے ترکِ دُنیا لغو سے پرہیز۔ مغموم زندگی۔ وہ اللہ کا شکر کرتے ہیں۔ گو ان کو کچھ نہ دیا جائے اور اللہ کی محبت میں خوش رہتے ہیں۔ تو ان میں سستی نہیں دیکھے گا۔ ۶۴۱

اللہ کے راستہ میں حد درجہ تیزی سے دوڑتے ہیں اور تکان محسوس نہیں کرتے۔ وہ تنگیٔ معیشت سے عذاب نہیں دیئے جاتے۔ حسنِ استقامت کی چمک۔ ۶۴۵

اس کی لقا کو ہر چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور ہجر کے خوف سے پگھلتے ہیں۔ وہ ایک قوم ہے جن کا تعلق خدا کے ساتھ شدید ہوتا ہے شرابِ طہور پیتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان کے دل نور سے بھر دیئے جاتے ہیں۔ وہ خدائے غفار کے ہاتھوں سے صاف کی ہوئی اور نچوڑی ہوئی ایک قوم ہے۔ ۶۴۵

ان کے سینوں میں ایک آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔ اس جلیل اور جبار کے حرم میں ان کا ٹھکانا ہوتا ہے۔ پس حرم میں داخل شدہ کو کس طرح آگ میں ڈال دیا جائے۔ اللہ ان کو مکالمات اور مخاطبات سے عزت بخشتا ہے۔ تو ان کو جاگتا خیال کرتا ہے حالانکہ وہ وصال کے بستر میں سوئے ہوئے ہیں۔ ۶۵۰

وہ اللہ کے نور میں غائب ہو جاتے ہیں۔ وہ دُنیا کو مُردے کی طرح سمجھتے ہیں جس کا گوشت بدبودار ہو گیا ہو۔ ان کے سینے نور سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور ان کے دل سرور سے۔ وہ اس عہد کو نہیں بدلتے جو انہوں نے اللہ سے باندھا ہوتا ہے۔ اور وہ خود بدل دیئے جاتے ہیں۔ آفات کے وقت ان کی کیفیت اور خدا کے حضور رونا چلّانا۔ ۶۵۵

وہ مُردار دُنیا کو کتوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

وہ لوگوں کو ان کے غموں سے نجات دلاتے ہیں۔ ان کی دُعائیں دوسروں کے متعلق کیوں سُنی جاتی ہیں۔ ۶۵۷

سیرۃ الابدال (عربی)

۶۵۹ تا ۶۸۴

اس محبوب کے لئے میرا گوشت جوڑوں سے علیحدہ ہُوا۔ ۶۵۹ دنیا کی مثال۔ کامل تقویٰ اہلِ عرفان کے نزدیک موت ہی ہے کسی انسان کا رعب ان کے دلوں کو نہیں پکڑتا۔ وہ اس رب کی الوہیت میں پڑ جاتے ہیں۔ ان کے اقبال کی خبر پہلے دی جاتی ہے۔ غلبہ اور کامیابی۔ ۶۵۹

دُنیا کے امور کو کراہت سے کرتے ہیں۔ باوقار اور مستحکم ستون۔ وہ اپنی زندگی آنسو بہانے اور رونے میں گذارتے ہیں۔ شہوات کے بھیڑیے سے بچتے ہیں۔ تقویٰ پر مداومت۔ استغفار، غنا اور مسکینی۔ تو ان کے آنسو پے در پے آتے دیکھے گا۔ مصیبت سے پہلے اطلاع۔ ۶۶۱

ترکِ خواہشات۔ معرفت کی چمک۔ ریا نہیں کرتے۔ جب کوئی سخت مصیبت ان کو کچلنا چاہتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ وہ اللہ کے شیر ہوتے ہیں۔ وہ زمین میں چرواہے ہوتے ہیں جب کسی بھیڑیے کو دیکھتے ہیں تو اپنی بھیڑوں کو بلا لیتے ہیں۔ ۶۶۵

ان پر پے در پے غم آتے ہیں۔ ان کے جذبات ایک ایک کر کے سب نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ صرف رُوح باقی رہ جاتی ہے۔ اللہ ان سے غموں کی شدت دُور کرتا ہے۔ ان کی نظر میں دنیا کی حیثیت (تفصیل)۔ ۶۶۶

دنیا کا کوئی حصہ ذرہ برابر ان میں نہیں رہتا۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ آخرت کے لئے کرتے ہیں۔ ان کو تازہ بتازہ معارف دیئے جاتے ہیں۔ وہ رزق دیئے جاتے ہیں بغیر مشقت کے اور بغیر تلاشِ اسباب میں زیادتی کے اس اللہ کی طرف سے جو صالحین کا متولی ہے۔ اللہ ان کے دلوں میں معرفت تامہ کی پیاس لگا دیتا ہے۔ وہ اللہ کی محبت سے بھر دیئے جاتے ہیں۔ ایک بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلود کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ تو ان کو فیضان کے وقت بہت دودھ دینے والی اونٹنی کی طرح پائے گا۔ اللہ لوگوں کی نجات ان کی محبت اور عنایت سے وابستہ کر دیتا ہے۔ ۶۷۲

وہ حضرتِ عزت کا دروازہ نہیں چھوڑتے اور اس سے دُور نہیں ہوتے۔ اللہ کی محبت ان کے دلوں سے پیوست ہو جاتی ہے اور وہ اپنے دلوں کو اپنے محبوب کے ساتھ بٹ دیتے ہیں۔

اپنی زبان کی محافظت کرتے ہیں۔ ان کی گردنوں میں محبتِ الٰہی کی رسی ہوتی ہے۔ وہ جنت کی طلب اللہ کی لقاء کے لئے کرتے ہیں۔ تو ان کی ہمت کو بلند دیکھے گا تاکہ وہ رب الکونین کے حکموں کی جلدی سے تعمیل کریں۔ ان کا کلام شراب کی طرح۔ وہ دنیا سے ایک تاگے کے برابر لیتے ہیں۔ صرف اللہ کی محبت جڑ کی طرح ان میں رہ جاتی ہے۔ محبت کی وجہ سے علوم کا دیا جانا۔ ۶۷۶

ان کی کلام میں روح اور معرفت۔ وہ سلوک کا پیالہ سارے کا سارا پی جاتے ہیں بوجہ اس کے کہ وہ اللہ کے حضور فقیروں کی طرح گر جاتے ہیں اور بہت حریص ہوتے ہیں۔ ان کی محبت کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے نفسوں کا ڈنک نکال دیا گیا۔ اللہ ان کے دلوں کو اپنے غیر سے روک دیتا ہے اور اپنی محبت میں محو کر دیتا ہے۔ محبتِ الٰہی ان کا کھانا ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے محبوب کیلئے رواں آنسوؤں کے ساتھ روتے ہیں۔ ان کے آنسو پانی سے بھی زیادہ رواں ہوتے ہیں۔ اللہ ان کے ایک ایک ذرہ کو کھا جاتا ہے۔ اور وہ محبت کے ہونٹوں کے ساتھ کھائے جاتے ہیں۔ ۶۷۸

الوصیّۃ ۷۷۲ تا ۷۷۶

چشمہ مسیحی۔ ۷۷۷ تا ۷۸۵

تجلیات الٰہیہ ۷۸۶ تا ۷۸۹

قادیان کے آریہ اور ہم ۷۹۰ تا ۷۹۴

حقیقۃ الوحی۔ ۷۹۵ تا ۸۷۹

چشمۂ معرفت

پیغامِ صلح

اشتہارات

ایک وقت آئے گا کہ سوتے کا پہاڑ بھی پیسہ کے برابر نہیں ہوگا۔ تم مال اور خدا دونوں سے محبت نہیں کر سکتے۔ خدمت کے لئے بلانے میں خدا کے فرستادہ کا احسان۔ بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ تم جائدادیں دے کر بھی مت خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔ یہ ادب کے خلاف ہے۔ ۹۶۸

کرم دین کے بے جا الزاموں پر تکلیف۔ ۹۷۲

الوصیت ۔ مصیبت کے وقت تقویٰ کی تاکید۔ خدا بڑا رحیم و کریم ہے۔ رونے والوں پر اس کا غصہ تھم جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو۔ ایسی حالت بناؤ کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ دعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔

صبر کی تاکید۔ دردناک دعاؤں میں لگ جاؤ کہ گویا مر ہی جاؤ۔ ۹۷۳

جماعت کو نصائح۔ اس قدر توبہ اور استغفار کرو کہ گویا مر ہی جاؤ۔ ۹۷۶

جو شخص میری دی ہوئی روحانی غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔ ۹۷۸

غافل اور بے قید انسان سے ایک بکری بہتر ہے۔ ۹۷۹

مومن کون لوگ ہوتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ نرمی کرو اور دعا میں لگے رہو۔ تقویٰ طہارت اور خشیت۔ خدا کا استغناء۔ ″

میرے آنے کی اصل غرض۔ ۹۷۹

محض سلسلہ میں داخل ہونا کافی نہیں۔ کامل ایمان کی ضرورت۔

نہایت دردمندانہ نصائح۔ ۹۸۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

براہین احمدیہ حصہ اول تا چہارم

سبحانك ما اقوى برهانك العظمة كلها لك القدرة كلها لك العالم كله ضعيف والقوة كلها لك انت الاحد الصمد الذى توحد فى وجوب وجوده وتفرد فى فضله وجوده جلت حكمتك وتجلت حجتك وتمت نعمتك وعمت رحمتك و تنزه ذاتك عن كل منقصة ونقصان وتعالىٰ شانك من جميع ما يشان انت الموّحد المتفرد بجلال ذاته وكمال صفاته المنزه عن شوائب النقص وسماته نحمدك على ما تفضلت علينا بتنزيل كتاب لاريب فيه ولا خطأً ولا نسيان وكشفت به على نفوسنا الخاطئة المخطئة سبيل الحق والعرفان فانت هديتنا بالفضل والجود والاحسان وما كنا لنهتدى لولا هداك يا رحمٰن

ونسئلك ان تصلى على رسولك النبى الامى الذى نجيتنا به من سُبُل الضلالة والطغيان واخرجتنا به من ظلمات الدجى والحرمان الذى ظهر دينه الحق على كل دين من الاديان وتقدست ملته عن كلّ شرك و بدعة وعدوان وسبقت شرعته فى

کل معرفة وحکمة وبرھان ھو العبد المخلص الذی اصطفیته لمحبتك وتوحیدك وجعلت احب الیه من نفسه ذکر تقدیسك وتمجیدك ارسلته رحمة للعالمین وحجّة علی المنکرین و سراجًا منیرًا للسالکین وداعیًا الی اللّٰه للطالبین و بشیرًا ومبشرًا للمومنین وانسانًا کاملًا للناظرین جاء بکتاب محیط علی القوانین الحکمیة ویھدی الی جمیع السعادات الدینیة اکمل کثیرًا من الناس فی القوی النظریة والعملیة فجعلھم المتحلین بالاخلاق المرضیة الالٰھیة والمتخلین عن الادناس البشریة السفلیة فاصبحوا بتعلیمه المترقین فی العلوم الحقیقیة الیقینیة والمتلذذین بالمحبة الربّانیة الاحدیة والمستعدّین لحظیرة القدس و التجلّیات القدوسیة اللھم فصلّ علیه وعلی جمیع اخوانه من الرسل والنبیین و آله الطیّبین الطاھرین واصحابه الصالحین الصدیقین۔"

(صـ۳۳ براہین احمدیہ حصہ اوّل طبع اوّل تا چہارم)

(ترجمہ از خاکسار) پاک ہے تو۔ تیرا برہان کیسا مضبوط ہے۔ عظمت تیرے لئے ہے اور قدرت تمام تیرے لئے ہے۔ عالم سارا ضعیف ہے اور قوت سب تیرے لئے ہے۔ تو ایک اور بے نیاز ہے جو کہ اپنے وجود میں اکیلا ہے اور اپنے فضل اور بخشش میں منفرد ہے۔ تیری حکمت عظیم الشان ہے اور تیری حجت روشن ہے اور تیری نعمت کامل ہے اور تیری رحمت عام ہے اور تیری ذات ہر کمی اور نقصان سے پاک ہے اور تیری شان ہر عیب سے بلند تر ہے تو اکیلا اور منفرد ہے اپنی ذات کے جلال میں اور اپنی صفات کے

کمال میں جو نقص سے پاک ہیں۔ ہم تیری حمد کرتے ہیں اس احسان کی وجہ سے کہ تُو نے ایک ایسی کتاب اتاری جس میں کوئی ہلاکت نہیں اور نہ ہی کوئی خطا اور نسیان ہے۔ اور اس کتاب کے ذریعے تُو نے ہم پر ہمارے خطا کرنے والے نفوس کے لئے حق اور عرفان کا راستہ ظاہر کیا۔ پس تُو نے ہی اپنے فضل اور بخشش اور احسان سے ہمیں ہدایت دی اور ہماری کہاں طاقت تھی کہ ہم ہدایت پا سکتے اگر تیری ہدایت نہ ہوتی اے رحمان۔

اور ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ تو درود بھیج اپنے رسول امی پر کہ جس کے ذریعے تو نے ہم کو گمراہی اور سرکشی کے راستوں سے نجات دی اور جس کے ذریعے تو نے ہمیں اندھا پن اور محرومی کے اندھیروں سے نکالا۔ وہ جس کا دین حق سب دینوں پر غالب آیا اور جس کی ملت ہر ایک شرک اور بدعت اور زیادتی سے پاک ہوئی اور جس کی شریعت ہر ایک معرفت اور حکمت اور برہان میں سبقت لے گئی۔ وہ مخلص بندہ جس کو تُو نے اپنی محبت اور توحید کے لئے چن لیا۔ اور جس کے لئے تو نے اپنی تقدیس اور تمجید کو اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب بنا دیا۔ جس کو تو نے سب جہانوں کے لئے رحمت اور منکروں کے لئے حُجّت بنا کر بھیجا۔ اور سالکوں کے لئے روشن سورج اور طالبوں کے لئے اللہ کی طرف بلانے والا اور مومنوں کے لئے بشیر اور ناظرین کے لئے انسانِ کامل بنا کر بھیجا۔ وہ ایسی کتاب لایا جو قوانین حکمیہ پر محیط ہے اور تمام دینی سعادتوں کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اس نے مکمل کیا بہت سے لوگوں کو نظری اور عملی طاقتوں میں۔ پس ان کو خدا تعالیٰ کے پسندیدہ اخلاق سے آراستہ کیا۔ اور سفلی انسانی آلائشوں سے پاک کیا۔ پس وہ ہو گئے اس کی تعلیم سے حقیقی اور یقینی علوم میں ترقی کرنے والے اور حضرت احدیت کی محبت میں لذت حاصل کرنے والے۔ اور وہ جنت کے اور قدوسیت کی تجلیات کے قابل ہو گئے۔ اے اللہ تو اس پر درود بھیج اور اس کے سب بھائیوں پر رسولوں میں سے اور نبیوں میں سے اور اس کی پاک اور طاہر آل پر اور اس کے صالح اور صدیق صحابہ پر۔

ترست ایمن کند ز ترس و خطر — ہر کہ عارف ترست ترساں تر
خلق جوید پناہ و سایۂ کس — واں پناہِ ہمہ تو ہستی و بس
ہست یادت کلیدِ ہر کارے — خاطرے بے تو خاطر آزارے
ہر کہ نالد بدرگہت بہ نیاز — بختِ گم کردہ را بیابد باز
لُطف تو ترکِ طالباں نکند — کس بکارِ رہت زیاں نکند
ہر کہ باذاتِ تو سرے دارد — پُشت بر رُوئے دیگرے دارد
ذاتِ پاکت بس ست یارِ یکے — دل یکے جان یکے نگار یکے
اے خداوندِ من گناہم بخش — سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم — پاک کُن از گناہِ پنہانم
دلستانی و دلربائی کُن — بہ نگاہے گرہ کشائی کُن
در دو عالم مرا عزیز توئی — و آنچہ میخواہم از تو نیز توئی

(براہینِ احمدیہ حصہ اوّل تا چہارم ص ۶، ۷)

درود اور سلام حضرت سید الرسل محمد مصطفےٰ اور ان کی آل و اصحاب پر کہ جس سے خدا نے ایک عالم گم گشتہ کو سیدھی راہ پر چلایا اور وہ مربی اور نفع رساں کہ جو بھولی ہوئی خلقت کو پھر راہِ راست پر لایا۔ وہ محسن اور صاحب احسان کہ جس نے لوگوں کو شرک اور بتوں کی بلا سے چھڑایا۔ وہ نور اور نور افشان کہ جس نے توحید کی روشنی کو دنیا میں پھیلایا۔ وہ حکیم اور معالج زمان کہ جس نے بگڑے ہوئے دلوں کا راستی پر قدم جمایا۔ وہ کریم اور کرامت نشان کہ جس نے مردوں کو زندگی کا پانی پلایا۔ وہ رحیم اور مہربان کہ جس نے امت کے لئے غم کھایا اور درد اُٹھایا۔ وہ شجاع اور پہلوان جو ہم کو موت کے مونہہ سے نکال کر لایا۔ وہ حلیم اور بے نفس انسان کہ جس نے بندگی میں سر جھکایا اور اپنی ہستی کو خاک سے ملایا۔ وہ کامل موحّد اور

بحرِ عرفان کہ جس کو صرف خدا کا جلال بھایا اور غیر کو اپنی نظر سے گرایا۔ وہ معجزۂ قدرتِ رحمان کہ جو امی ہو کر سب پر علوم حقانی میں غالب آیا اور ہر ایک قوم کو غلطیوں اور خطاؤں کا ملزم ٹھہرایا۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے — آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشقِ یارِ ازل — آنکہ روحش واصلِ آں دلبرے
آنکہ مجذوبِ عنایاتِ حق ست — ہمچو طفلے پروریدہ در برے
آن رخِ فرخ کہ یک دیدارِ او — زشت رو رامیکند خوش منظرے
آن دلِ روشن کہ روشن کردہ است — صد درونِ تیرہ را چوں اخترے
آن مبارک پے کہ آمد ذاتِ او — رحمتے زاں ذاتِ عالم پرورے
احمدِ آخر زمان کز نورِ او — شد دلِ مردم زخورِ تاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال — واز لآلے پاک تر در گوہرے
بہرِ حق داماں زغیرش برفشاند — ثانئ او نیست در بحر و برے
پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل — بر میاں بستہ زشوکت خنجرے

خواجہ و مر عاجزاں را بندۂ — بادشاہ و بے کساں را چاکرے
آں ترحّمہا کہ خلق از وے بدید — کس ندیدہ در جہاں از مادرے
از شرابِ شوقِ جاناں بیخودی — در سرش بر خاک بنہادہ سرے
ناتواناں را برحمت دستگیر — خستہ جاناں را بشفقت غمخورے
حسنِ رویش بہ زماہ و آفتاب — خاکِ کویش بہ زمشک و عنبرے
آفتاب و مہ چہ میماند بدو — در دلش از نورِ حق صد نیّرے
یک نظر بہتر زعمرِ جاوداں — گر فتد کس را براں خوش پیکرے
منکہ از حُسنش ہمی دارم خبر — جان فشانم گر دہد دل دیگرے

یادِ آں صورت مرا از خود برد — ہر زماں مستم کند از ساغرے
می پریدم سوئے کوئے او مدام — من اگر میداشتم بال و پرے
لالہ و ریحاں چہ کار آید مرا — من سرے دارم بآں روے و سرے
خوبیٔ او دامن دل می کشد — سُوکشانم می برد زور آورے

سالکاں را نیست غیراز وے امام — رہرواں را نیست جُز وے رہبرے
جائے او جائے کہ طیرِ قدس را — سوزد از انوار آں بال و پرے

او چہ میدارد بمدح کس نیاز — مدحِ او خود فخرِ ہر مدحت گرے

اے خداوندم بنامِ مصطفےٰ — کش شدے در ہر مقامے ناصرے
دستِ من گیر از رہِ لطف و کرم — در مہم باش یار و یاورے
تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من — ہمچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

(براہین احمدیہ حصہ اول تا چہارم ملخص از صہ ۸ تا صہ ۱۶)

رہا یہ فکر کہ اس قدر روپیہ کیونکر میسّر آوے گا سو اس سے تو ہمارے دوست ہم کو مت ڈراویں اور یقین کرکے سمجھیں جو ہم کو اپنے خدائے قادر مطلق اور اپنے مولا کریم پر اس سے زیادہ تر بھروسہ ہے کہ جو ممسک اور خسیس لوگوں کو اپنی دولت کے ان صندوقوں پر بھروسہ ہوتا ہے جس کی تالی ہر وقت ان کی جیب میں رہتی ہے۔ سو وہی قادر توانا اپنے دین اور اپنی وحدانیت اور اپنے بندوں کی حمایت کے لئے آپ مدد کرے گا۔ الم تعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر ”

(براہین احمدیہ طبع اول حصہ دوم صہ ۹)

مخلوقِ خدا کی ہدایت کیلئے درد اور غم

بدل دردے کہ دارم از برائے طالبانِ حق — نمی گردد بیاں آں درد از تقریر کوتاہم
دل و جانم چناں مستغرق اندر فکر اوشان است — کہ نے از دل خبر دارم نہ از جانِ خود آگاہم

غمِ خلق خدا صرف از زباں خوردن چہ کارست ایں — گرش صد جاں بیا ریزیم ہنوزش عذر میخواہم
چو شام پُر غبار و تیرہ حالِ عالمے بینم — خدا بر وے فرود آرد دعاہائے سحر گاہم

(براہین احمدیہ حصہ دوم صہ ۸۵)

قرآن کریم کی تعریف

آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقانِ مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقاید ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں۔ جس کی تعلیمات ہر ایک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں۔ جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے۔ جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذاتِ پاک حضرت باری تعالیٰ پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا دیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر ایک اصول کی حقیقت پر دلائل واضح بیان کرکے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقاید اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھلاتا ہے جس کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر ایک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آجکل پھیلا ہوا ہے۔ اس کی

تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دلی اور بصیرت قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے اور عقل کے اجمال کو تفصیل دینے والا اور اس کے نقصان کا جبر کرتے والا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم طبع اوّل ص۹۱، ۹۲)

جن مقدسوں کو خدا نے اپنی خاص مصلحت اور ذاتی ارادہ سے مقتدا اور پیشوا قوموں کا بنایا اور جن روشن جوہروں کو اس نے دنیا پر چمکا کر ایک عالم کو ان کے ہاتھ سے نور خدا پرستی اور توحید کا بخشا جن کی پر زور تعلیمات سے شرک اور مخلوق پرستی جو ام الخبائث ہے اکثر حصول زمین سے معدوم ہو گئی اور درخت ذکر وحدانیت الٰہی کا جو سوکھ گیا تھا پھر سرسبز اور شاداب اور خوشحال ہو گیا۔ اور عمارت خدا پرستی کی جو گر پڑی تھی پھر اپنے مضبوط چٹان پر بنائی گئی۔ جن مقبولوں کو خدا نے اپنے خاص سایۂ عاطفت میں لے کر ایسے عجائب طور پر تائید کی کہ وہ کروڑوں مخالفوں سے نہ ڈرے اور نہ تھکے اور نہ گھٹے اور نہ ان کی کارروائیوں میں کچھ تنزل ہوا اور نہ ان پر کچھ بلا آئی جب تک کہ انہوں نے راستی کو ہر یک موذی سے امن میں رہ کر زمین پر قائم نہ کر لیا ایسے مقبولانِ الٰہی کی نسبت زبان درازی کرنا نہایت درجہ کی ناپاکی اور نا اہلی اور ہٹ دھرمی ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ دوم طبع اوّل ص۱۰۲)

وحی الٰہی وہ خدا کی پاک کلام ہے کہ جس میں منزّل علیہ کی طہارت تامہ اور قابلیت کاملہ شرط ہے کیونکہ جو شخص طرح طرح کے اغشیۂ جسمانی اور اہویۂ نفسانی سے محجوب ہے اس میں اور مبداء پاک میں پرلے درجہ کی دُوری واقعہ ہے کہ جس سے وہ قابل افاضۂ الہام الٰہی ہرگز نہیں ٹھہر سکتا۔ پس جب تک ایک نفس کو ہر ایک قسم کی نالائق باتوں سے تنزّہ تام حاصل نہ ہو جائے تب تک وہ نفس قابلیت فیضان وحی کی پیدا نہیں کرنا

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۰۵ حاشیہ)

چونکہ وہ (انبیاء علیہم السلام) راستی اور صداقت کے درخت تھے اس لئے وہ غیبی مدد سے دم بدم نشو و نما پکڑتے گئے اور معاندین کی مخالفانہ تدبیروں سے کچھ بھی ان کا نقصان نہ ہوا بلکہ وہ ان لطیف اور خوشنما پودوں کی طرح جو مالک کے جی کو بھاتے ہیں اور بھی بڑھتے پھولتے گئے یہاں تک کہ وہ بڑے بڑے سایہ دار اور پھل دار درختوں کی مانند ہو گئے اور دور دور کے روحانی اور حقانی آرام کے ڈھونڈنے والے پرندوں نے آ کر ان میں بسیرا لیا اور مخالفوں کی کچھ بھی پیش نہ گئی اور گو بد اندیشوں نے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے ایڑیاں رگڑیں مکاریاں اور عیاریاں دکھلائیں پر آخر مرغ گرفتار کی طرح پھڑپھڑا کے رہ گئے۔ پس جب کہ ہاتھوں سے ان مقدس لوگوں کا نقصان نہ ہو سکا تو صرف زبان کے ہتک آمیز الفاظ سے کب ہو سکتا ہے یہ وہ برگزیدہ قوم ہے کہ جن کے اقبال کی انتہا کے زمانہ میں آزمائش ہو چکی ہے۔ وہ اقبال نہ بت پرستوں کے روکنے سے رکا اور نہ کسی اور مخلوق پرست کی مزاحمت سے بند رہا نہ تلوار کی دھار اس شان و شوکت کو کاٹ سکی۔ نہ تیروں کی تیزی اس میں کچھ رخنہ ڈال سکی۔ وہ جلال ایسا چمکا جو اس کا حسد کتنوں کا لہو پی گیا۔ وہ تیر ایسا برسا جو اس کا چھوٹنا کئی کلیجوں کو کھا گیا۔ وہ آسمانی پتھر جس پر پڑا اسے پیس ڈالتا رہا۔ اور جو شخص اس پر پڑا وہ آپ ہی پسا گیا۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۱۳، ۱۱۴)

خیال کرنا چاہیئے کہ کس استقلال سے آنحضرتؐ اپنے دعوئ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے اخیر دم تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دُکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جاتے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دنیوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم بھی نہیں گزرتا تھا بلکہ نبوت کا دعوےٰ کرنے سے از دست اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ

خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ اور برباد ہو گیا۔ بارہا زہر دی گئی اور جو خیر خواہ تھے وہ بد خواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانۂ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔ اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا کوئی عمارت نہ بنائی کوئی بارگاہ تیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا۔ کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا۔ بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری میں خرچ ہوتا رہا اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ اور پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سارے فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے مخالف بنا لیا۔ جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی کیونکہ ان کو طرح طرح کی مخلوق پرستی اور پیر پرستی اور بد اعمالیوں سے روکا حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا گیا کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا حضرت عیسیٰ کو نہ خدا نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مِل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے۔ کیونکہ ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات کا صرف توحید ٹھہرائی گئی۔ اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب تے مخالفت پہ کمر باندھ لی اور سب کے دِل ٹوٹ گئے ......

آنحضرتؐ اعلےٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جاں باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں

نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہو گا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولا کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۱۶ تا ۱۲۰)

نبی کریمؐ کا علمی معجزہ اور حضورؐ کے ساتھ خدا کی تائید

کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بے کس امی یتیم تنہا غریب ایسے زمانہ میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی۔ ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بندی کر دی۔ اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے۔ فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی۔

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۲۵)

عشقِ الٰہی اور اس کا نتیجہ

دل یکے جاں یکے نگار یکے — درحقیقت بس است یار یکے

ترکِ جاں پیشش اندکے باشد — ہر کہ او عاشقِ یکے باشد

روئے او باشدش ز ریحاں بہ — کوئے او باشدش ز بستاں بہ

دیدن دلبرش ز صد جاں بہ — ہرچہ دلبر بدو کند آں بہ

پا بہ زنجیرِ پیشِ دلدارے   بہ زِ ہجراں وسیر گلزارے
ہر کہ دارد یکے دلآرامے   جُز بوصلش نیابد آرامے
شب بہ بستر تپد زِ فرقتِ یار   ہمہ عالم بخواب واو بیدار
تا نہ بیند صبوری اش ناید   ہر دمش سیلِ عشق بربابد
در دلِ عاشقاں قرار کجا   توبہ کردن ز روئے یار کجا
حُسنِ جاناں بگوشِ خاطر شاں   گفت رازے کہ گفتنش نتواں
کام یابان وزیں جہاں ناکام   زِیرکاں دُور تر پریدہ ز دام
ریزہ ریزہ شُد آبگینۂ شاں   بوئے دلبر دمد زِ سینۂ شاں
گر بر آرند شعلہ ہائے دروں   دود خیزد زِ تُربتِ مجنوں
نے زِ سر ہوش نے زِ پا خبرے   در سرِ دلستاں بخاک سرے

ترکِ کوئے حق از وفا دُور ست   دل بغیرے مدہ کہ غیوّر ست

(براہین احمدیہ حصہ دوم ص۱۳۲ ملخص)

حضرت مسیح موعودؑ کا توکل علی اللہ

اور اس قدر ہم نے برعایت ظاہر لکھا ہے ورنہ اگر کوئی مدد نہیں کرے گا یا کم توجہی سے پیش آئے گا حقیقت میں وہ آپ ہی ایک سعادت عظمیٰ سے محروم رہے گا اور خدا کے کام رُک نہیں سکتے اور نہ کبھی رُکے۔ جن باتوں کو قادر مطلق چاہتا ہے وہ کسی کی کم توجہی سے ملتوی نہیں رہ سکتیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۵)

انسان کا مدارِ نجات

مدار نجات کا اس بات پر ہے کہ انسان اپنے مولا کریم کی جانب کو تمام دُنیا اور اس کے

محبت الٰہی کا غلبہ
خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذتِ وصال اور اس کی جزا سزا اور اس کی آلاء نعماء کی نسبت یقینِ کامل کی ضرورت

عیش و عشرت اور اس کے مال و متاع اور اس کے تمام تعلقات پر یہاں تک کہ اپنے نفس پر بھی مقدم سمجھے اور کوئی محبت خدا کی محبت پر غالب ہونے نہ پاوے۔ لیکن انسان پر یہ بلا وارد ہے کہ وہ برخلاف اس طریقہ کے جس پر اس کی نجات موقوف ہے۔ ایسی چیزوں سے دِل لگا رہا ہے جن سے دِل لگانا خدا سے دِل ہٹانے کو مستلزم ہے اور دِل بھی ایسا لگایا ہوا ہے کہ یقینی طور پر سمجھ رہا ہے کہ تمام راحت اور آرام میرا انہی تعلقات میں ہے اور نہ صرف سمجھ رہا ہے بلکہ وہ لذات بہ یقینِ کامل اس کے لئے مشہود اور محسوس ہیں جن کے وجود میں اس کو ایک ذرہ شک نہیں۔ پس ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی لذّتِ وصال اور اس کی جزا و سزا اور اس کی آلاء و نعماء کی نسبت ایسا ہی یقین کامل نہ ہو جیسا اس کو اپنے گھر کی دولت پر اور اپنے صندوق کے گنے ہوئے روپوں پر اور اپنے ہاتھ کے لگائے ہوئے باغوں پر اور اپنی زرخرید یا موروثی جائداد پر اور اپنی آزمودہ اور چشیدہ لذتوں پر اور اپنے دلآرام دوستوں پر حاصل ہے تب تک خدا کی طرف دلی جوش سے رجوع لانا محال ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۴۹ حاشیہ)

الہامِ الٰہی کی ضرورت اور اس کے فوائد

حضرات! تم خوب سوچ کر دیکھ لو کہ الہام کے بغیر نہ یقین کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن نہ توحید خالص پر قائم ہونا ممکن نہ جذباتِ نفسانیہ پر غالب آنا حیزِ امکان میں داخل ہے۔ وہ الہام ہی ہے جس کے ذریعے سے خدا کی نسبت ہے کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ اور تمام دنیا ہست ہست کر کے اس کو پکار رہی ہے۔ وہ الہام ہی ہے جو ابتداء سے دلوں میں جوش ڈالتا آیا کہ خدا موجود ہے۔ وہی ہے جس سے پرستاروں کو پرستش کی لذت آئی ہے ایمانداروں کو خدا کے وجود اور عالم آخرت پر تسلّی ملتی ہے۔ وہی ہے جس سے کروڑہا عارفوں نے بڑی استقامت اور جوشِ محبتِ الٰہیہ سے اس مسافر خانہ کو چھوڑا۔

وہی ہے جس کی صداقت پر ہزارہا شہیدوں نے اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ ہاں وہی ہے جس کی قوت جاذبہ سے بادشاہوں نے فقر کا جامہ پہن لیا۔ بڑے بڑے مالداروں نے دولت مندی پر درویشی اختیار کر لی۔ اسی کی برکت سے لاکھوں امی اور ناخواندہ اور بوڑھی عورتوں نے بڑے پرجوش ایمان سے کوچ کیا۔ وہی ایک کشتی ہے جس نے بارہا یہ کام کر دکھایا کہ بے شمار لوگوں کو ورطۂ مخلوق پرستی اور بدگمانی سے نکال کر ساحلِ توحید اور یقین کامل تک پہنچا دیا۔ وہی آخری دم کا یار اور نازک وقت کا مددگار ہے لیکن فقط عقل کے پردے سے جس قدر دین کو ضرر پہنچا ہے وہ کچھ پوشیدہ نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۵۷ حاشیہ طبع اوّل)

توحید کی تعریف

توحید اس بات کا نام ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کو شرکت بالغیر سے منزّہ سمجھیں اور جو کام اس کی قوت اور طاقت سے ہونا چاہیئے وہ کام دوسرے کی طاقت سے انجام پذیر ہو جانا روا نہ رکھیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۵۸ حاشیہ)

شرک کیا ہے،

یہی تو شرک ہے کہ خدا کے احسانات اور انعامات کو دوسرے کی طرف سے سمجھا جاوے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۶۰ حاشیہ)

الہام اور عقل کا جوڑ۔ عقل کو الہام کی ضرورت

خداوند کریم نے جیسا ہر یک چیز کا باہم جوڑ باندھ دیا ہے ایسا ہی الہام اور عقل کا باہم جوڑ مقرر کیا ہے اس حکیم مطلق کا عام طور پر بھی قانون قدرت پایا جاتا ہے کہ جب تک ایک چیز اپنے جوڑ سے الگ ہے تب تک اس کے جوہر چھپے رہتے ہیں۔ بلکہ اکثر اوقات نفع کی جگہ ضرر ہوتا ہے۔ ایسا ہی عقل کا حال ہے کہ علمِ دین میں اس کے نیک آثار تب مترتب ہوتے ہیں جب وہ جوڑ یعنی الہام اس کے ساتھ شامل ہو جائے ورنہ اپنے جوڑ کے بغیر ڈائن ہو کر ملتی ہے۔ سارا گھر نگلنے کو تیار ہو جاتی ہے۔ سارا شہر سنسان و ویران کرنا چاہتی ہے۔ پر جب جوڑ میسّر آگیا تب تو چشم بد دُور کیا ہی پاک صورت اور پاک سیرت ہے جس گھر میں رہے مالا مال کر دے جس کے پاس جائے اس کی نحوستیں اتار دے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۶۱ حاشیہ)

الہام سے عشق اور سوز پیدا ہوا خدا تعالیٰ کا فیض حاصل کرنے کیلئے عجز و نیاز اور بکا اور تذلل کی ضرورت

عشق از الہام آمد در جہاں   درد از الہام شد آتش فشاں
شوق و اُنس و الفت و مہر و وفا   جملہ از الہام مے دار وضیا

—

تا نیائی پیش حق چوں طفلِ خُرد   ہست جامِ تو سراسر پُر ز دُرد
شرط فیضِ حق بود عجز و نیاز   کس ندیدہ آب بر جائے فراز
حق نیازے جوید آنجا ناز نیست   از پرِ خود تا درش پرواز نیست
عاجزاں را پرورد ذاتِ اجل   سرکشاں محروم و مردود ازل
دُور شو از کبر تا رحم آیدش   بندگی کن بندگی می بایدش
زندگی در مُردنِ عجز و بکاست   ہر کہ افتادست او آخر بخاست
عاقل آں باشد کہ جوید یار را   و از تذلّل ہا بر آرد کار را

—

آں گروہے بیں کہ از خود فانی اند   جاں فشاں بر گفتۂ ربانی اند
فارغ افتادہ زنام و عزّ و جاہ   دل ز کف و از فرق افتادہ کلاہ
دُور تر از خود بہ یار آمیختہ   آبرو از بہرِ روئے ریختہ

تا تو زار و عاجز و مضطر نہٗ   لائقِ فیضانِ آں رہبر نہٗ

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۶۳ حاشیہ تا ۱۶۶ ملخص)

ہر ایک فردِ بشر

عقل تقویٰ اور

محبت الٰہیہ میں ترقی

کرسکتا ہے۔

ہر ایک فردِ بشر بشرطیکہ نرا مخبط الحواس اور مسلوب العقل نہ ہو عقل میں. تقوٰے میں محبت الٰہیہ میں ترقی کرسکتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۷۰ حاشیہ)

نفوس ناقصہ کا

علاج توبہ و

استغفار گناہ

کا کفارہ

مغفرت خدا کا

دائمی خاصہ ہے۔

ہاں خدا نے ان (نفوس ناقصہ یعنی کمزور طبائع) کا ایک علاج بھی رکھا ہے۔ وہ کیا ہے؟ توبہ و استغفار اور ندامت یعنی جبکہ برا فعل جو ان کے نفس کا تقاضا ہے ان سے صادر ہو. یا حسب خاصہ فطرتی کوئی برا خیال آوے تو اگر وہ توبہ و استغفار سے اس کا تدارک چاہیں تو خدا اس گناہ کو معاف کردیتا ہے۔ جب وہ بار بار ٹھوکر کھانے سے بار بار نادم اور تائب ہوں تو وہ ندامت اور توبہ اس آلودگی کو دھو ڈالتی ہے۔ یہی حقیقی کفارہ ہے جو اس فطرتی گناہ کا علاج ہے. اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے اشارہ فرمایا ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (جزو ۵) یعنی جس سے کوئی بدعملی ہو جائے یا اپنے نفس پر کسی نوع کا ظلم کرے اور پھر پشیمان ہو کر خدا سے معافی چاہے تو وہ خدا کو غفور و رحیم پائے گا۔ اس لطیف اور پر حکمت عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جیسے لغزش اور گناہ نفوس ناقصہ کا خاصہ ہے جو ان سے سرزد ہوتا ہے اس کے مقابلہ پر خدا کا ازلی اور ابدی خاصہ مغفرت و رحم ہے اور اپنی ذات میں وہ غفور و رحیم ہے یعنی اس کی مغفرت سرسری اور اتفاقی نہیں بلکہ وہ اس کی ذات قدیم کی صفتِ قدیم ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے اور جوہرِ قابل پر اس کا فیضان چاہتا ہے۔ یعنی جب کوئی بشر بروقت صدور لغزش و گناہ بہ ندامت و توبہ

خدا کی طرف رجوع کرے تو وہ خدا کے نزدیک اس قابل ہو جاتا ہے کہ رحمت اور مغفرت کے ساتھ خدا اس کی طرف رجوع کرے اور یہ رجوع الٰہی بندۂ نادم اور تائب کی طرف ایک یا دو مرتبہ میں محدود نہیں بلکہ یہ خدا تعالےٰ کی ذات میں خاصۂ دائمی ہے اور جب تک کوئی گنہگار توبہ کی حالت میں اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ خاصہ اس کا ضرور اس پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۶۳ حاشیہ طبع اول)

[illegible] رسالت الٰہی

[illegible] لوگ پاسکتے

[illegible] مبدء قدیم

[illegible] اتصال تام

[illegible] کے لئے

[illegible] اس قدوس

[illegible] کا ہمکلام

[illegible] بننے کے لئے

[illegible] قسم کی قابلیت

[illegible] نورانیت شرط

[illegible] ہے۔

پس ظاہر ہے کہ جن افراد بشریہ میں وہ کمالِ تام موجود نہیں ایسے لوگ کسی حالت میں مرتبۂ رسالتِ الٰہی نہیں پاسکتے۔ بلکہ یہ مرتبہ قسام ازل سے انہیں کو ملا ہوا ہے جن کے نفوسِ مقدسہ حجبِ ظلمانی سے بکلی پاک ہیں۔ جن کو اغشیہ جسمانی سے بغایت درجہ آزادگی ہے۔ جن کا تقدس و تنزہ اس درجہ پر ہے جس کے آگے خیال کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ وہی نفوس تامہ کاملہ وسیلۂ ہدایت جمیع مخلوقات ہیں اور جیسے حیات کا فیضان تمام اعضاء کو قلب کے ذریعہ سے ہوتا ہے ایسا ہی حکیم مطلق نے ہدایت کا فیضان انہیں کے ذریعہ سے مقرر کیا ہے۔ کیونکہ وہ کامل مناسبت جو مفیض اور مستفیض میں چاہیئے وہ صرف انہیں کو عنایت کی گئی ہے۔ اور یہ ہرگز ممکن نہیں کہ خداوند تعالےٰ جو نہایت تجرد و تنزہ میں ہے۔ ایسے لوگوں پر افاضۂ انوار وحیٔ مقدس اپنے کا کرے۔ جن کی فطرت کے دائرہ کا اکثر حصہ ظلمانی اور دود آمیز ہے۔ اور نیز نہایت تنگ اور منقبض اور جن کی طبائعِ خبیثہ کدوراتِ سفلیہ میں منغمس اور آلودہ ہیں۔ اگر ہم اپنے تئیں آپ ہی دھوکا نہ دیں۔ تو بے شک ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ مبدء قدیم سے اتصالِ تام پانے کے لئے اور اس قدوس اعظم کا ہمکلام بننے کے لئے ایک ایسی خاص قابلیت اور نورانیت شرط ہے کہ جو اس مرتبۂ عظیم کی قدر اور شان کے لائق ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ ہر ایک شخص جو عین نقصان اور فرومائیگی اور آلودگی کی حالت میں ہے اور صدہا حجب ظلمانیہ میں محجوب ہے وہ

باوصف اپنی پست فطرتی اور دون ہمتی کے اس مرتبہ کو پا سکتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۷۶-۱۷۵ حاشیہ طبع اول)

نور وحی کے نازل ہونے کا فلسفہ

نور وحی کے نازل ہونے کا یہی فلسفہ ہے کہ وہ نور پر ہی وارد ہوتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۸۰ حاشیہ طبع اول)

نور وحی کیلئے نور قلب اور نور عقل کی ضرورت ہے،

جب تک نورِ قلب و نورِ عقل کسی انسان میں کامل درجہ پر نہ پائے جائیں تب تک وہ نورِ وحی ہرگز نہیں پاتا۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۸۳ حاشیہ)

خدا کے بندوں کو زیادہ تر نفع پہنچانے والا وہی شخص ہوتا ہے جو الہام اور عقل کا جامع ہو۔

خدا کے بندوں کو زیادہ تر نفع پہنچانے والا وہی شخص ہوتا ہے جو الہام اور عقل کا جامع ہو۔ اور اس میں یہ لیاقت ہوتی ہے کہ ہر ایک طور کی طبیعت اور ہر قسم کی فطرت اس سے مستفیض ہو سکے۔ مگر جو شخص صرف براہین منطقیہ کے زور سے راہ راست کی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ اگر اس کی مغز زنی پر کچھ ترتیبِ اثر بھی ہو تو صرف انہی خاص طبیعتوں پر ہوگا کہ جو بوجہ تعلیم یافتہ و لائق و فائق ہونے کے اُس کی عمیق و دقیق باتوں کو سمجھتے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۹۵ حاشیہ)

قرآن شریف کی اعلیٰ درجہ کی تاثیریں۔

قرآن شریف کی اعلےٰ درجہ کی تاثیروں کو بھی دیکھئے کہ کس قوت سے اس نے وحدانیت الٰہی کو اپنے سچے متبعین کے دلوں میں بھرا ہے۔ اور کس عجیب طور سے اس کی عالی شان تعلیموں نے صدہا سالوں کی عادات راسخہ اور ملکاتِ ردیہ کا قلع قمع کر کے اور ایسی

رسوم قدیمہ کو جو طبیعتِ ثانی کی طرح ہو گئی تھیں دلوں کے رگ و ریشہ کو اٹھا کر وحدانیت الٰہی کا شربت عذب کروڑہا لوگوں کو پلا دیا ہے۔ وہی ہے جس نے اپنا کار نمایاں اور نہایت عمدہ اور دیرپا نتائج دکھلا کر اپنی بے نظیر تاثیر کی رو بدو شہادت سے بڑے بڑے معاندوں سے اپنی لاثانی فضیلتوں کا اقرار کرایا۔ یہاں تک کہ سخت بے ایمانوں اور سرکشوں کے دلوں پر بھی اس کا اس قدر اثر پڑا کہ جس کو انہوں نے قرآن شریف کی عظمتِ شان کا ایک ثبوت سمجھا اور بے ایمانی پر اصرار کرتے کرتے آخر اس قدر انہیں بھی کہنا پڑا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (جزو ۲۶) ہاں وہی ہے جس کی زبردست کششوں نے ہزارہا درجہ عادت سے بڑھ کر ایسا خدا کی طرف خیال دلایا کہ لاکھوں خدا کے بندوں نے خدا کی وحدانیت پر اپنے خون سے مہریں لگا دیں۔ ایسا ہی ہمیشہ سے بانی کار اور ہادی اس کام کا الہام ہی چلا آیا ہے جس سے انسانی عقل نے نشوونما پایا۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۱۹۶ حاشیہ)

انسان کو حرکت دینے کے لئے خدا کے کلام اور اس کے وعدوں کی ضرورت

انسان کی کوششوں کو حرکت دینے والے اور انسان کے دل میں کامل جوش پیدا کرنے والے خدا کے وعدے ہیں۔ انہیں پر نظر کر کے عقلمند انسان اس دنیا کی محبت کو چھوڑتا ہے اور ہزاروں پیوندوں اور تعلقوں اور زنجیروں سے خدا کے لئے الگ ہو جاتا ہے۔ وہی وعدے ہیں کہ جو ایک آلودہ حرص و ہوا کو یکبارگی خدا کی طرف کھینچ لاتے ہیں۔ جبھی کہ ایک شخص پر یہ بات کھل جاتی ہے کہ خدا کا کلام برحق ہے اور اس کا ہر ایک وعدہ ضرور ایک دن ہونے والا ہے تو اسی وقت دنیا کی محبت اس پر سرد ہو جاتی ہے۔ ایک دم میں وہ کچھ اور ہی چیز ہو جاتا ہے اور کسی اور ہی مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۰۳ حاشیہ۔)

جس نے انسان کو اپنے تقرب کی استعداد بخشی اور اپنی محبت اور عشق کے جذبات سے بیقرار کردیا وہ اپنے طالب کو کلام سے محروم نہیں رکھ سکتا۔ انسان کا خدا کی محبت کے بے انتہا دریا میں ڈوبنا اور پھر کسی مقام میں بس نہ کرنا

جس کریم اور رحمان نے افرادِ کاملہ بنی آدم کے دِل میں اپنی معرفت کے لئے بے انتہا جوش ڈال دیا اور ایسا اپنی محبت اور اپنی انس اور اپنے شوق کی طرف کھینچا کہ وہ بالکل اپنی ہستی سے کھوئے گئے تو اس صورت میں یہ تجویز کرنا کہ خدا ان کا ہمکلام ہونا نہیں چاہتا اس قول کے مساوی ہے کہ گویا ان کا تمام عشق اور محبت ہی عبث ہے اور ان کے سارے جوش یک طرفہ خیالات ہیں لیکن خیال کرنا چاہیئے کہ ایسا خیال کس قدر بے ہودہ ہے۔ کیا جس نے انسان کو اپنے تقرب کی استعداد بخشی اور اپنی محبت اور عشق کے جذبات سے بے قرار کردیا اس کے کلام کے فیضان سے اس کا طالب محروم رہ سکتا ہے! کیا یہ صحیح ہے کہ خدا کا عشق اور خدا کی محبت اور خدا کے لئے بے خود اور محو ہو جانا یہ سب ممکن اور جائز ہے اور خدا کی شان میں کچھ حارج نہیں مگر اپنے محب صادق کے دل پر خدا کا الہام ہونا غیر ممکن اور ناجائز ہے اور خدا کی شان میں حارج ہے۔ انسان کا خدا کی محبت کے بے انتہا دریا میں ڈوبنا اور پھر کسی مقام میں بس نہ کرنا اس بات پر شہادتِ قاطع ہے کہ اس کی عجیب الخلقت روح خدا کی معرفت کے لئے بنائی گئی ہے۔ . . . . .

جس حکیم مطلق نے انسان کی ساری سعادت اس میں رکھی ہے کہ وہ اسی دنیا میں الوہیت کی شعاعوں کو کامل طور پر دیکھے تا اس زبردست کشش سے خدا کی طرف کھینچا جائے پھر ایسے کریم اور رحیم کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ انسان کو اپنی سعادت مطلوبہ اور اپنے مرتبۂ فطریہ تک پہنچانا نہیں چاہتا یہ حضرات برہمو کی عجب عقلمندی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۰۹ حاشیہ)

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے جوشوں اور دردوں اور ان کی عاشقانہ سعی اور سرگرمی کو ضائع نہیں کرتا بقدر پیاس ان کو پانی دیتا ہے بلا شبہ وہ اپنے طالبوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور انہیں لدنی علم میں نور یقین تک پہنچاتا ہے۔

جس خدا نے اپنے بندوں کے دلوں میں لدنی علم کو حاصل کرنے کے لئے سخت جوش ڈالا ہے اور ان کو پوری معرفت اور پوری بصیرت اور پورے نور تک پہنچنے کے لئے اپنے غیبی جذبات سے بے قرار کر دیا ہے وہ خداوند کریم ایسا نہیں ہے کہ ان کے جوشوں اور

ان کے دردوں اور ان کی عاشقانہ سعی اور سرگرمی کو ضائع کرے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ جس قدر اس نے بھوک بھڑکادی اس قدر روٹی عطا نہ کرے اور جس قدر پیاس لگادی اس قدر پانی نہ پلاوے۔ ایک اس کے لئے مرتا ہے اور اس کی معرفت کو جان سے زیادہ چاہتا ہے اور اپنی جان کی ساری طاقتوں سے اور اپنے وجود کی تمام قوتوں سے اس کی طرف دوڑتا ہے۔ کیا خدا اس پر رحم نہیں کرتا۔ کیا وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ کیا اس کی دعائیں قبولیت کے لائق نہیں۔ کیا اس کی فریادیں کبھی خدا تک نہیں پہنچ سکتیں۔ کیا خدا اسے ناکامی کی حالت میں ہلاک کر دے گا کیا وہ ہزاروں دردوں کے ساتھ قبر میں اترے گا اور خدا اس کا علاج نہیں کرے گا۔ کیا وہ مولا کریم اسے ردّ کر دے گا اور چھوڑ دے گا۔ کیا خدا اپنے صادق اور فرمانبردار طالب کو اپنے نبیوں کا راہ نہیں دکھلائے گا۔ اور اپنی خاص نعمت سے متمتع نہیں کرے گا۔ بلاشبہ وہ اپنے طالبوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جو لوگ اس کی طرف دوڑتے ہیں وہ ان کی طرف ان سے بہت زیادہ دوڑتا ہے۔ جو لوگ اس کا قرب پالیتے ہیں۔ وہ ان سے بہت ہی قریب ہو جاتا ہے۔ وہ ان کی آنکھیں ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اور ان کے کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں۔ اب تم آپ ہی سوچو کہ جس کی آنکھیں اور کان وہ عالم الغیب ہے کیا ایسا شخص اپنے لدنی علم میں نور یقین تک نہیں پہنچے گا اور ظنوں میں ڈوبا رہے گا۔ تم یقیناً سمجھو کہ صادقوں کے لئے اسی قدر اس کے دروازے کھل جاتے ہیں جس قدر ان کے صدق کا اندازہ ہے۔ اس کے خزائن میں کمی نہیں۔ اس کی ذات میں بخل نہیں۔ اس کے فضلوں کا کوئی انتہا نہیں اور ترقیات معرفت کی کوئی حد نہیں۔ ہاں پہلے اس نے اظہار علی الغیب کی نعمت اور علم لدنی یقینی قطعی کی دولت اپنے برگزیدہ رسولوں کو دی۔ مگر پھر تعلیم دے کر اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تمام سچے طالبوں کو خوشخبری دی کہ وہ اپنے رسول مقبول صلعم کی متابعت سے اس علم ظاہری اور باطنی تک پہنچ سکتے ہیں کہ جو بالاصالت خدا کے نبیوں کو دیا گیا۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۲۹ تا ص۲۳۱ حاشیہ در حاشیہ)

الہام الٰہی سے ذوق اور معرفت

بندہ کا دعا کرنا اور خدا کا اپنی الوہیت کی تجلّی سے ہر یک دعا کا جواب دینا یہ ایک ایسا امر ہے کہ گویا اسی عالم میں بندہ اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالم اس کے لئے بلا تفاوت یکساں ہو جاتے ہیں جب بندہ اپنی کسی حاجت کے وقت بار بار اپنے مولیٰ کریم سے کوئی عقدہ پیش آمدہ دریافت کرتا ہے اور عرض حال کے بعد حضرت خداوند کریم سے جواب پاتا ہے اسیطرح کہ جیسے ایک انسان دوسرے انسان کی بات کا جواب دیتا ہے اور جواب ایسا ہوتا ہے کہ نہایت فصیح اور لطیف الفاظ میں بلکہ کبھی کسی ایسی زبان میں ہوتا ہے کہ جس سے وہ بندہ نا آشنا محض ہے اور کبھی امور غیبیہ پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو مخلوق کی طاقتوں سے باہر ہیں اور کبھی اس کے ذریعہ سے مواہب عظیمہ کی بشارت ملتی ہے اور منازلِ عالیہ کی خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ اور قربِ حضرت باری کی مبارکبادی دی جاتی ہے اور کبھی دنیوی برکتوں کے بارے میں پیشگوئی ہوتی ہے تو اُن کلماتِ لطیفہ و بلیغہ کے سننے سے کہ جو مخلوق کی قوتوں سے نہایت بلند اور اعلیٰ ہوتے ہیں جس قدر ذوق اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کو وہی بندہ جانتا ہے جس کو یہ نعمت عطا ہوتی ہے۔ فی الحقیقت وہ خدا کو ایسا ہی شناخت کر لیتا ہے جیسے کوئی شخص تم میں سے اپنے پکّے اور پرانے دوست کو شناخت کرتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۳۷۔ ص۲۳۸ حاشیہ در حاشیہ)

آنحضرتؐ کے کمالات قدسیہ کی بلندی۔ رسول کریمؐ کی برکتیں کس طرح حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اس جگہ یہ وسوسہ دل میں نہیں لانا چاہیئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ امتی اُس رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہو سکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو مگر اے طالبِ حق ارشدک اللہ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اس کے نور اور اس کی قبولیت

کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم اور لاجواب کرتی رہیں اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افرادِ امتِ محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گزرے ہوتے ہیں خدا ان کو فانی اور ایک مصفا شیشہ کی طرح پاکر اپنے رسول مقبول کی برکتیں ان کے وجودِ بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے۔ اور جو کچھ منجانب اللہ ان کی تعریف کی جاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات ان سے ظہور پذیر ہوتی ہیں حقیقت میں مرجع ان تمام تعریفوں کا اور مصدر کامل ان تمام برکات کا رسول کریمؐ ہی ہوتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۲ ۲۴۳ حاشیہ در حاشیہ)

حضرت مسیح موعودؑ کا عجز

سو یہ دو فائدے بزرگ ہیں جن کی وجہ سے اُس مولیٰ کریم نے کہ جو سب عزتوں اور تعریفوں کا مالک ہے۔ اپنے ایک عاجز بندہ اور مشت خاک کی تعریفیں کیں ورنہ در حقیقت ناچیز خاک کی کیا تعریف۔ سب تعریفیں اور تمام نیکیاں اُسی ایک کی طرف راجع ہیں کہ جو رب العالمین اور حیّ القیوم ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم ص۲۴۶ حاشیہ در حاشیہ)

براہین احمدیہ کے متعلق رؤیا

اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء عیسوی میں یعنی اسی زمانے کے قریب کہ جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیلِ علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اُس وقت اِس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو دیکھ کر

عربی زبان میں پوچھا کہ تُو نے اُس کتاب کا کیا نام رکھا ہے۔ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر کُھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔ غرض آنحضرتؐ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی۔ اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مبارک مرفق تک شہد سے بھر گیا۔ تب ایک مُردہ کہ جو دروازہ سے باہر پڑا تھا آنحضرت کے معجزہ سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آکھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ اور آنحضرتؐ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کُرسی پر جلوس فرما رہے تھے۔ پھر خلاصۂ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دُوں کہ جو نئے سرے سے زندہ ہوا۔ اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دے دی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت اونچی ہو گئی۔ اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دینِ اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ تب اُسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹ حاشیہ در حاشیہ)

مسلمان کی خواب نہایت راست اور منکشف ہوتی ہے اور کامل مسلمان کو بہت ہی کم اتفاق ہوتا ہے کہ اس کی خواب بے اصل اور اضغاث احلام میں داخل ہو۔ کیونکہ وُہ پاک دِل اور پاک مذہب ہے اور حضرتِ احدیت سے سچا رابطہ رکھتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۶۰ حاشیہ در حاشیہ)

(دہم) امت حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم میں آسمانی نوروں اور روحانی برکتوں کا ایک دریا بہتا ہوا دیکھتے ہیں اور انوارِ الٰہیہ کو بارش کی طرح برستے ہوئے مشاہدہ کرتے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۶۰ حاشیہ در حاشیہ)

واضح ہو کہ قرآن شریف میں دو طور کا معجزہ ہمیشہ کے لئے رکھا گیا ہے۔ ایک اعجازِ کلام قرآن دوم اعجازِ اثرِ کلام قرآن۔ یہ دونوں اعجاز ایسے بدیہی ہیں کہ اگر کسی کا نفس اعراض صوری یا معنوی سے محجوب نہ ہو تو فی الفور وہ اس نورِ صداقت کو بچشم خود مشاہدہ کرے گا۔ اعجازِ کلام قرآن کے بیان پر تو یہ ساری کتاب مشتمل ہے اور بعض قسم کے اعجاز حاشیہ نمبر ۱۱ میں لکھے بھی گئے ہیں۔ اعجازِ اثرِ کلام قرآن کی نسبت ہم یہ ثبوت رکھتے ہیں کہ آج تک کوئی صدی ایسی نہیں گزری جس میں خدائے تعالیٰ نے مستعد اور طالب حق لوگوں کو قرآن شریف کی پوری پوری پیروی کرنے سے کامل روشنی تک نہیں پہنچایا۔ اور اب بھی طالبوں کے لئے اس روشنی کا نہایت وسیع دروازہ کھلا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف کسی گزشتہ صدی کا حوالہ دیا جائے۔ جس طرح سچّے دین اور ربانی کتاب کے حقیقی تابعداروں میں روحانی برکتیں ہونی چاہئیں اور اسرارِ خاصہ الٰہیہ سے ملہم ہونا چاہیئے وہی برکتیں اب بھی جوئیندوں کے لئے مشہود ہو سکتی ہیں۔ جس کا جی چاہے صدقِ قدم سے رجوع کرے اور دیکھے

اور اپنی عاقبت کو درست کر لے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہر یک طالب صادق اپنے مطلب کو پائے گا۔ اور ہر یک صاحب بصارت اس دین کی عظمت کو دیکھے گا۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صہ ۲۶۱، صہ ۲۶۲ حاشیہ درحاشیہ)

ہمارا خداوند کریم کہ جو دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو خوب جانتا ہے۔ اس بات پر گواہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصّہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نقص نکال سکے یا بمقابلہ اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرّہ بھر کوئی ایسی خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو۔ تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو تیار ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صہ ۲۶۸ حاشیہ درحاشیہ)

از نورِ پاک قرآں صبحِ صفا دمیدہ ۔۔۔ بر غنچہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ۔۔۔ وایں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
یوسف بقعرِ چاہے محبوس ماند تنہا ۔۔۔ وایں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ
از مشرقِ معانی صدہا دقائق آورد ۔۔۔ قدِّ ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
کیفیتِ علومش دانی چہ شان دارد ۔۔۔ شہدیست آسمانی از وحیِ حق چکیدہ
آں نیّرِ صداقت چوں رو بعالم آورد ۔۔۔ ہر بوم شب پرستی در کنجِ خود خزیدہ
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی ۔۔۔ تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوبِ من توئی بس ۔۔۔ زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

نُور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا ۔۔۔ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا ۔۔۔ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے ۔۔۔ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا

(براہین احمدیہ حصہ سوم صہ ۲۷۳ حاشیہ درحاشیہ)

اس کی (قرآن کریم کی) کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان اندرونی آلودگیوں سے بکلّی پاک ہو کر حضرتِ اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے اور انوار قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عنایاتِ الٰہیّہ اس قدر اُس پر احاطہ کر لیتی ہیں کہ جب وہ مشکلات کے وقت دُعا کرتا ہے تو کمالِ رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اس کا جواب دیتا ہے اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اگر وہ ہزار مرتبہ ہی اپنے مشکلات اور ہجوم غموں کے وقت میں سوال کرے تو ہزار ہا مرتبہ ہی اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے نہایت فصیح اور لذیذ اور متبرک کلام میں محبت آمیز جواب پاتا ہے اور الہام الٰہی بارش کی طرح اُس پر برستا ہے اور وہ اپنے دل میں محبت الٰہیہ کو ایسا بھرا ہوا پاتا ہے جیسا ایک نہایت صاف شیشہ ایک لطیف عطر سے بھرا ہوتا ہے اور انس اور شوق کی ایک ایسی پاک لذّت اس کو عطا کی جاتی ہے کہ جو اس کے سخت سے سخت نفسانی زنجیروں کو توڑ کر اور اس دخانستان سے باہر نکال کر محبوب حقیقی کی ٹھنڈی اور دلآرام ہوا سے اُس کو ہر دم اور ہر لحظہ تازہ زندگی بخشتی رہتی ہے۔ پس وہ اپنی وفات سے پہلے ہی ان عنایات الٰہیہ کو بچشم خود دیکھ لیتا ہے جن کے دیکھنے کے لئے دوسرے لوگ بعد مرنے کے اُمیدیں باندھتے ہیں۔ اور یہ سب نعمتیں کسی راہبانہ محنت اور ریاضت پر موقوف نہیں بلکہ صرف قرآن شریف کے کامل اتباع سے دی جاتی ہیں اور ہر یک طالبِ صادق ان کو پا سکتا ہے۔ ہاں ان کے حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجۂ کامل محبت بھی شرط ہے۔ تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان ان نوروں

ہیں سے بقدرِ استعدادِ خود حصہ پالیتا ہے کہ جو کامل طور پر نبی اللہ کو دی گئی ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۰۱ حاشیہ در حاشیہ)

تحققِ نجات کے لئے یہ علاماتِ خاصہ ہیں کہ انقطاع الی اللہ اور غلبہ حُبِّ الٰہی اس قدر کمال کے درجہ تک پہنچ جائے کہ اس شخص کی صحبت اور توجہ اور دعا سے بھی با طور دوسرے ذی استعداد لوگوں میں پیدا ہو سکیں۔ اور خود وہ اپنی ذاتی حالت میں ایسا منوّر الباطن ہو کہ اس کی برکات طالبِ حق کی نظر میں بدیہی الظہور ہوں اور اس میں وہ تمام خصوصیات اور مخاطبات حضرتِ احدیت پائی جائیں کہ جو مقربین میں پائی جاتی ہیں۔ ....

خداوند تعالیٰ نے اہل اللہ کو ایسی فطرت بخشی ہے کہ ان کی نظر اور صحبت اور توجہ اور دعا اکسیر کا حکم رکھتی ہے بشرطیکہ شخص مستفیض میں قابلیت موجود ہو اور ایسے لوگ صرف پیشگوئیوں سے نہیں بلکہ اپنے خزائنِ معرفت سے اپنی توکّل خارق عادت سے اپنی کامل محبت سے اپنے انقطاعِ تام سے اپنے صدق اور ثبات سے اپنے انس باللہ اور شوق اور ذوق سے اور اپنے غلبہ خشوع اور خضوع سے اور اپنے تزکیہ نفس سے اور اپنی ترک محبتِ دنیا سے اور اپنی کثیر الوجود برکتوں سے کہ جو بارش کی طرح برستی ہیں اور اپنے مؤید من اللہ ہونے سے اور اپنی بے مثل استقامت اور اعلیٰ درجہ کی وفاداری اور لاثانی تقویٰ اور طہارت اور عظیم الشان ہمّت اور انشراحِ صدر سے شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور پیشگوئیاں ان کا اصل منصب نہیں ہے بلکہ وہ اس غرض سے ہے کہ تا وہ اُن برکتوں کو جو ان پر اور ان کے متعلقین پر وارد ہونے کو ہیں قبل از وقوع بیان کر کے توجّہ خاص حضرتِ احدیت پر یقین دلائیں اور نیز وہ مخاطبات اور مکالمات جو حضرتِ احدیت کی طرف سے ان کو ہوتے ہیں ان کی صحت اور منجانب اللہ ہونے پر ایک قطعی اور یقینی حجّت پیش کریں۔ اور ایسے انسان جن کو یہ سب برکاتِ قدسیہ بکثرت عطا ہوتی

ہیں ان کی نسبت خدا کی قدرت اور حکمتِ قدیمہ کے قانون میں یہی قرار پایا ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کے سچے اور پاک عقائد ہوں اور جو سچے مذہب پر ثابت اور مستقیم ہوں اور حضرتِ احدیت سے غایت درجہ کا اتصال اور دُنیا و مافیہا سے غایت درجہ کا انقطاع رکھتے ہوں۔ ایسے لوگ کبریتِ احمر کا حکم رکھتے ہیں اور ان کی فطرت کو ربّانی انوار اور حقانی مذہب لازم ہے .... وہ آفتاب اور چاند کی طرح آسمانی نور ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۰۳ تا ۳۰۵ حاشیہ در حاشیہ)

اہل اللہ کا وجود خلق اللہ کیلئے ایک رحمت ہوتا ہے ان کی صحبت میں فوائد۔

غرض اہل اللہ کا وجود خلق اللہ کے لئے ایک رحمت ہوتا ہے۔ اور جس طرح اِس جائے اسباب میں قانون قدرت حضرت احدیت کا یہی ہے کہ جو شخص پانی پیتا ہے وُہی پیاس کی درد سے نجات پاتا ہے اور جو شخص روٹی کھاتا ہے وُہی بھوک کے دکھ سے خلاصی حاصل کرتا ہے۔ اِسیطرح عادتِ الٰہیہ جاری ہے کہ امراض روحانی دُور کرنے کے لئے انبیاءؑ اور ان کے کامل تابعین کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھہرا رکھّا ہے۔ انہیں کی صحبت میں دِل تسلّی پکڑتے ہیں اور بشریت کی آلائشیں روبہ کمی ہوتی ہیں اور نفسانی ظلمتیں اٹھتی ہیں اور محبتِ الٰہی کا شوق جوش مارتا ہے اور آسمانی برکات اپنا جلوہ دکھاتی ہیں اور بغیر ان کے ہرگز یہ باتیں حاصل نہیں ہوتیں۔ پس یہی باتیں ان کی شناخت کی علاماتِ خاصہ ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۰۶ حاشیہ در حاشیہ)

نبی کریمؐ کی اتباع میں نعمتیں

وہ لوگ کہ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خُدا کے رسول مقبولؐ پر صدق دلی سے ایمان لاتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں اور اس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام مقدسوں اور تمام ان چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں۔ یا

آئندہ ہوں۔ بہتر اور پاک تر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اُن نعمتوں سے اب تک حصہ پاتے ہیں۔ اور جو شربت موسےٰ اور مسیح کو پلایا گیا وہی شربت نہایت کثرت سے نہایت لطافت سے نہایت لذّت سے پیتے ہیں اور پی رہے ہیں۔ اسرائیلی نور اُن ہی روشن ہیں۔ بنی لیعقوب کے پیغمبروں کی اُن میں برکتیں ہیں۔ سبحان اللہ ثم سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ، اللہ کیا عظیم الشان نُور ہے جس کے ناچیز خادم جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت۔ جس کے احقر سے احقر چاکر مراتبِ مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللھم صل علی نبیك و حبیبك سید الانبیاء و افضل الرسل وخیر المرسلین وخاتم النبیین محمد و اٰلہٖ و اصحابہ وبارك وسلّم۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صہ ۲۴۵ تا صہ ۲۴۷ حاشیہ)

انبیاء کی زندگی کے دو حصے - ایک مصائب کا حصہ اور اس میں وفاداری صبر، صدق قدم جوانمردی اور استقامت کا

سو خدا تعالےٰ ان (انبیاء) کی نورانی عمر کو دو حصہ پر منقسم کر دیتا ہے۔ ایک حصہ تنگیوں اور مصیبتوں میں گزرتا ہے اور ہر طرح سے دُکھ دیئے جاتے ہیں اور ستائے جاتے ہیں تا وہ اعلیٰ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں کہ جو بجز سخت تر مصیبتوں کے ہرگز ظاہر اور ثابت نہیں ہو سکتے تاگر ان پر وہ سخت تر مصیبتیں نازل نہ ہوں تو یہ کیونکر ثابت ہو کہ وہ ایک ایسی قوم ہے کہ مصیبتوں کے پڑنے سے اپنے مولیٰ سے بے وفائی نہیں کرتے بلکہ اور بھی آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ اور خداوند کریم کا شکر کرتے ہیں کہ اُس نے سب چھوڑ کر انہیں پر نظر عنایت کی اور انہیں کو اس لائق سمجھا کہ اس کے لئے اور اس کی راہ میں ستائے جائیں۔ سو خدا تعالےٰ ان پر مصیبتیں نازل کرتا ہے تا ان کا صبر، ان کا صدق قدم ان کی مردمی، ان کی استقامت، ان کی وفاداری، ان کی فتوت شعاری لوگوں پر ظاہر کر کے الاستقامت فوق الکرامت کا مصداق ان کو ٹھہراوے۔ کیونکہ کامل صبر بجز کامل مصیبتوں کے ظاہر نہیں ہو سکتا اور اعلیٰ درجہ کی استقامت اور ثابت قدمی بجز اعلیٰ درجے کے زلزلے کے معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ مصائب حقیقت میں انبیاء اور اولیاء کے لئے روحانی نعمتیں ہیں جن سے دنیا میں ان کے اخلاقِ فاضلہ جن میں وہ بے مثل و مانند ہیں ظاہر ہوتے ہیں اور آخرت میں ان کے درجات کی ترقی ہوتی ہے۔ اگر خدا ان پر یہ مصیبتیں نازل نہ کرتا تو یہ نعمتیں بھی ان کو حاصل نہ ہوتیں۔ اور نہ عوام پر ان کے شمائل حسنہ کما حقہٗ کھلتے بلکہ دوسرے لوگوں کی طرح اور ان کے مساوی ٹھہرتے۔ اور گو اپنی چند روزہ عمر کو کیسی ہی عشرت اور راحت میں بسر کرتے پر آخر ایک دن اس دار فانی سے گزر جاتے اور اس صورت میں نہ وہ عیش اور عشرت ان کی باقی رہتی، نہ آخرت کے درجاتِ عالیہ حاصل ہوتے، نہ دنیا میں ان کی وہ فتوت اور جوانمردی اور وفاداری اور شجاعت شہرہ آفاق ہوتی جس سے وہ ایسے ارجمند ٹھہرے جن کا کوئی مانند نہیں اور ایسے یگانہ ٹھہرے جن کا کوئی ہم جنس نہیں اور ایسے فرد الفرد ٹھہرے جن کا کوئی ثانی نہیں اور ایسے غیب الغیب ٹھہرے جن تک کسی ادراک کی رسائی نہیں اور ایسے کامل اور بہادر ٹھہرے کہ گویا ہزارہا شیر ایک قالب میں ہیں اور ہزارہا پلنگ ایک بدن میں۔ جن کی قوت اور طاقت سب کی نظروں سے بلند تر ہو گئی اور جو تقرب کے اعلیٰ درجات تک پہنچ گئے۔

اور دوسرا حصہ انبیاء اور اولیاء کی عمر کا فتح میں، اقبال میں، دولت میں بمرتبہ کمال ہوتا ہے تا وہ اخلاق ان کے ظاہر ہو جائیں کہ جن کے ظہور کے لئے فتح مند ہونا، صاحب اقبال ہونا، صاحب دولت ہونا، صاحب اختیار ہونا، صاحب اقتدار ہونا، صاحب طاقت ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے دُکھ دینے والوں کے گناہ بخشنا

اور اپنے ستانے والوں سے درگزر کرنا اور اپنے دشمنوں سے پیار کرنا اور اپنے بداندیشوں کی خیر خواہی بجالانا، دولت سے دل نہ لگانا، دولت سے مغرور نہ ہونا، دولتمندی میں امساک اور بخل اختیار نہ کرنا اور کرم اور جود اور بخشش کا دروازہ کھولنا اور دولت کو ذریعہ نفس پروری نہ ٹھہرانا۔ اور حکومت کو آلۂ ظلم و تعدی نہ بنانا۔ یہ سب اخلاق ایسے ہیں کہ جن کے ثبوت کے لئے صاحب دولت اور صاحب طاقت ہونا شرط ہے .... اس بارے میں سب سے اوّل قدم حضرت خاتم الرسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمال وضاحت سے یہ دونوں حالتیں وارد ہوگئیں۔ اور ایسی ترتیب سے آئیں کہ جس سے تمام اخلاقِ فاضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثل آفتاب کے روشن ہوگئے۔ اور مضمون اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا بہ پایہ ثبوت پہنچ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا دونوں طور پر علی وجہ الکمال ثابت ہونا تمام انبیاء کے اخلاق کو ثابت کرتا ہے کیونکہ آنجناب نے ان کی نبوّت اور ان کی کتابوں کو تصدیق کیا اور ان کا مقرب الی اللہ ہونا ظاہر کر دیا ہے۔ .... حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے مکّہ والوں اور دوسرے لوگوں پر بکلی فتح پاکر اور ان کو اپنی تلوار کے نیچے دیکھ کر پھر ان کا گناہ بخش دیا اور صرف انہیں چند لوگوں کو سزا دی جن کو سزا دینے کے لئے حضرت احدیت کی طرف سے قطعی حکم وارد ہو چکا تھا ...... اور حقانی صبر آنحضرت ؐ کا جو ایک زمانہ دراز تک آنجناب نے ان کی سخت سے سخت ایذاؤں پر کیا تھا آفتاب کی طرح ان کے سامنے روشن ہوگیا .... اور جو اخلاق کرم اور جُود اور سخاوت اور ایثار اور فتوت اور شجاعت اور زھد اور قناعت اور اعراض عن الدنیا کے متعلق تھے وہ بھی آنحضرت کی ذاتِ مبارک میں ایسے روشن اور تاباں اور درخشاں ہوئے کہ مسیح کیا بلکہ دُنیا میں آنحضرت سے پہلے کوئی

بھی ایسا نبی نہیں گزرا جس کے اخلاق ایسی وضاحتِ تامہ سے روشن ہوگئے ہوں کیونکہ خدا تعالےٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آپ پر کھول دیئے سو آنجناب نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبّہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی۔ نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی۔ بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کرکے دکھلائی اور وہ جو دلآزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ جو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں۔ پر آنحضرتؐ نے اپنے پاک ہاتھوں کو دنیا سے ذرا آلودہ نہ کیا۔ اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا اور اس دن سے جو ظہور فرمایا اس دن تک جو اپنے رفیق اعلےٰ سے جاملے بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلے پر معرکہ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا خالصًا خدا کے لئے کھڑے ہوکر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۵۱ تا ۲۶۱ حاشیہ)

اگر تم خدا کے خواہاں ہو تو اٹھو کہ خدا تمہیں ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

سو بھائیو! اگر تم خدا کے خواہاں ہو، اگر تم یقین کے طالب ہو، اگر تمہارے دل میں دنیا کی محبت نہیں تو اُٹھو اور سجداتِ شکر کرو کہ خدا تمہاری جماعت کو فراموش نہیں کرتا۔ وہ تمہیں ضائع کرنا نہیں چاہتا تا تم اس کے حضور میں شکر گزار ٹھہرو۔ خدا کے نشانوں کو تحقیر کی نظر سے مت دیکھو کہ یہ تمہارے لئے خطرناک ہے۔ خدا کی نعمتوں کو ردّ مت کرو کہ یہ اس کے سخط کا موجب ہے۔ دنیا سے دل مت لگاؤ کہ یہی سب نخوتوں اور حسدوں اور خود پسندیوں کا اصل ہے۔ خدا کی آیات سے مونہہ مت پھیرو کہ اس کا انجام اچھا نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۶۷ حاشیہ در حاشیہ)

قرآن کریم تمام صداقتوں کا جامع ہے اور تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ہے

اور وہ کتاب (جس کی صحت یقینی ہے) وہی عالی شان اور مقدس کتاب ہے جس کا نام فرقان ہے جو حق اور باطل میں فرق بین دکھلاتی ہے اور ہر یک قسم کی غلطیوں سے مبرّا ہے۔ جس کی پہلی صفت یہی ہے ذالك الكتاب لاريب فيه اسی نے ہم پر ظاہر کیا ہے کہ خدا حق کے طالبوں کو مراتبِ یقینیہ سے محروم رکھ کر ہلاک کرنا نہیں چاہتا بلکہ اس رحیم و کریم نے ایسا اپنے ضعیف اور ناقص بندوں پر احسان کیا ہے کہ جس کام کو عقل ناقص انسان کی نہیں کر سکتی تھی اُس نے وہ کام آپ کر دکھایا ہے اور جس درخت بلند تک بشر کا کوتہ ہاتھ نہیں پہنچتا تھا اس کے پھلوں کو اس نے اپنے ہاتھ سے نیچے گرایا ہے اور حق کے طالبوں کو اور سچائی کے بھوکے اور پیاسوں کو یقین کامل اور قطعی کا سامان عطا کر دیا ہے۔ اور جو دینی صداقتوں کے ہزار ہا دقائق ذرات کی طرح روحانی آسمان کے دور دراز فضاؤں میں منتشر تھے اور جو زندگی کا پانی شبنم کی طرح متفرق طور پر انسانی سرشت کے ظلمات میں اور اس کی عمیق در عمیق استعدادات میں مخفی اور محتجب تھا جس کو منصۂ شہود ظہور لانا اور ناپیدا کنار فضاؤں سے ایک جگہ اکٹھا کرنا انسانی عقل کی طاقتوں سے باہر تھا اور بشر کی ضعیف قوتوں کے پاس کوئی ایسا باریک اور غیب نما آلہ نہ تھا کہ جس کے ذریعہ سے انسان ان ادق اور پوشیدہ ذرّات حقیقت کو کہ جن کو باستیفاء دیکھنے کے لئے بصارت وفا نہیں کرتی تھی اور جمع کرنے کے لئے عمر فرصت نہیں دیتی تھی آسانی سے دریافت اور حاصل کر لیتا۔ ان سب لطائفِ حکمت و دقائق معرفت کو اس کامل کتاب نے بلا تفاوت و بلا نقصان و بلا سہو و بلا نسیان خدائی کی قدرت اور قوت سے اور ربانیت کی طاقت اور حکومت سے ہمارے سامنے لا رکھا ہے تاہم اس پانی کو پی کر بچ جائیں اور موت کے گڑھے میں نہ پڑیں۔ اور پھر کمال یہ کہ اس جامعیت سے اکٹھا کیا ہے کہ کوئی دقیقہ دقائق صداقت سے اور کوئی لطیفہ لطائفِ حکمت سے باہر نہیں رہا۔ اور نہ کوئی ایسا امر داخل ہوا کہ جو کسی صداقت کے

مبائن اور منافی ہو۔ چنانچہ ہم نے منکرین کو ملزم اور رسوا کرنے کے لئے جابجا بصراحت لکھ دیا ہے اور باآوازِ بلند سنا دیا ہے کہ اگر کوئی برہمو قرآن شریف کے کسی بیان کو خلافِ صداقت سمجھتا ہے یا کسی صداقت سے خالی خیال کرتا ہے تو اپنا اعتراض پیش کرے ہم خدا کے فضل اور کرم سے اس کے وہم کو ایسا دُور کر دیں گے کہ جس بات کو وہ اپنے خیالِ باطل میں ایک عیب سمجھتا تھا اُس کا ہنر ہونا اس پر آشکارا ہو جائے گا۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۸۱، ص۲۸۲ حاشیہ)

سچی آزادی کیا چیز ہے

سچی آزادی وہ ہے کہ انسان کو ہر یک نوع کی غلطی اور شکوک اور شبہات سے نجات ہو کر مرتبہ یقین کامل کا حاصل ہو جائے اور اپنے مولیٰ کریم کو اسی دنیا میں دیکھ لے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۸۵ حاشیہ)

دنیا طلبی کا مرض

جس حالت میں جیفۂ دنیا کے پیچھے تمہارے پیٹ میں اتنی کھلبلی پڑی ہوئی ہے کہ اس کے حصول کے جوش میں ہزار ہا کوس کا سفر خشکی و تری میں کرتے ہو تو کیا عالم معاد تمہاری نظر میں کچھ چیز نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۹۱ حاشیہ۔)

خدا کے کلام کی تاثیر

جب کوئی آدمی خدا کے کلام پر پورا پورا ایمان لاتا ہے اور کوئی اعراض صوری یا معنوی درمیان نہیں ہوتا تو خدا کا کلام اس کو بڑے بڑے گردابوں میں سے بچا لیتا ہے اور سخت سخت جذبات نفسانی کا مقابلہ کرتا ہے اور بڑے بڑے پُر دہشت حادثوں میں صبر بخشتا ہے

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۹۳ حاشیہ)

انسان کی توجہ الی اللہ میں جو روکیں پیش آتی ہیں ان کے دور کرنے کے لئے خدا کے کلام کی ضرورت

جب انسان خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے تو صدہا موانع اس کو اس توجہ سے روکتے ہیں کبھی اس دنیا کی لذت یاد ہوتی ہے کبھی ہم مشربوں کی صحبت دامن کھینچتی ہے، کبھی اس راہ کی تکالیف ڈراتی ہیں کبھی قدیمی عادات اور ملکاتِ راسخہ سنگِ راہ ہو جاتی ہیں، کبھی ننگ کبھی نام کبھی ریاست کبھی حکومت اس راہ سے روکنا چاہتی ہے، اور کبھی یہ سارے ایک لشکر کی طرح ایک جگہ فراہم ہو کر اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اپنے فوائد نقد کی خوبیاں پیش کرتے ہیں۔ پس ان کے اتفاق اور اژدہام میں ایک ایسا زور پیدا ہو جاتا ہے کہ خیالات خود تراشیدہ ان کی مدافعت نہیں کر سکتے بلکہ ایک دم بھی ان کے مقابلہ پر ٹھہر نہیں سکتے۔ ایسے جنگ کے موقعہ میں خدا کے کلام کی پرزور بند وقیں درکار ہیں تاکہ مخالف کی صف کو ایک ہی فیر میں اڑا دیں۔ کیا کوئی کام یک طرفہ بھی ہو سکتا ہے۔ پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ خدا ایک پتھر کی طرح ہمیشہ خاموش رہے اور بندہ وفاداری میں صدق میں صبر میں خود بخود بڑھتا جائے اور صرف یہی ایک خیال کہ آسمان اور زمین کا البتہ کوئی خالق ہوگا اس کو ہمیشہ کی قوت دے کر عشق کے میدانوں میں آگے سے آگے کھینچتا چلا جائے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۲۹۲ حاشیہ)

محض عقل کو ماننے والوں میں نقائص۔ ان کے بالمقابل اہل اللہ کی برکات اور وفاداری اور صدق

اس جگہ یہ بھی یاد رہے کہ اکیلی عقل کو ماننے والے جیسے علم اور معرفت اور یقین میں ناقص ہیں ویسا ہی عمل اور وفاداری اور صدق قدم میں بھی ناقص اور قاصر ہیں۔ اور اُن کی جماعت نے کوئی ایسا نمونہ قائم نہیں کیا جس سے یہ ثبوت مل سکے کہ وہ بھی اُن کروڑہا مقدس لوگوں کی طرح خدا کے وفادار اور مقبول بندے ہیں کہ جن کی برکتیں ایسی دُنیا میں ظاہر ہوئیں کہ ان کے وعظ اور نصیحت اور دعا اور توجہ اور تاثیر صحبت سے صدہا لوگ پاک روش اور باخدا ہو کر ایسے اپنے مولی کی طرف جھک گئے

کہ دنیا و مافیہا کی کچھ پرواہ نہ رکھکر اور اس جہان کی لذتوں اور راحتوں اور خوشیوں اور شہرتوں اور فخروں اور مالوں اور ملکوں سے بالکل قطع نظر کر کے اس سچائی کے راستہ پر قدم مارا جس پر قدم مارنے سے ان میں سے سینکڑوں کی جانیں تلف ہوئیں، ہزارہا سر کاٹے گئے، لاکھوں مقدسوں کے خون سے زمین تر ہو گئی، پر باوجود ان سب آفتوں کے انہوں نے ایسا صدق دکھایا کہ عاشق دل دادہ کی طرح پابہ زنجیر ہو کر ہنستے رہے اور دُکھ اٹھا کر خوش ہوتے رہے اور بلاؤں میں پڑ کر شکر کرتے رہے اور اسی ایک کی محبت میں وطنوں سے بے وطن ہو گئے اور عزت سے ذلت اختیار کی اور آرام سے مصیبت کو سر پر لے لیا اور تونگری سے مفلسی قبول کر لی اور ہر یک پیوند و ربط اور خویشی سے غریبی اور تنہائی اور بے کسی پر قناعت کی اور اپنے خون کے بہانے سے اور اپنے سروں کے کٹانے سے اور اپنی جانوں کے دینے سے خُدا کی ہستی پر مُہریں لگا دیں اور کلام الٰہی کی سچی متابعت کی برکت سے وہ انوار خاصہ ان میں پیدا ہو گئے کہ جو ان کے غیر میں کبھی نہیں پائے گئے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۳۰۱، ص ۳۰۲ حاشیہ)

عشاق کی خو عجز و نیاز ہوتی ہے۔ کوئے جاناں میں کس وقت راہ ملتا ہے

خوئے عشاق عجز ہست و نیاز — نشنیدیم عشق و کبر انباز
گر بجوئی سوارِ ایں راہ راست — اندر آنجا بجو کہ گرد بخاست
اندر آنجا بجو کہ زور نماند — خود نمائی و کبر و شور نماند
فانیاں را جہانیاں نرسند — جانیاں را زبانیاں نرسند
خلق و عالم ہمہ بشور و شر اند — عشق بازاں بعالمِ دگر اند
تا نہ کارِ دلت بجاں برسد — چوں پیامت ز دلستاں برسد
تا نہ از خود روی جُدا گردی — تا نہ قربانِ آشنا گردی

تا نیائی ز نفسِ خود بیروں تا نہ گردی برائے او مجنوں
تا نہ خاکت شود لبسانِ غبار تا نہ گردد غبارِ تو خوں بار
تا نہ خونت چکد برائے کسے تا نہ جانت شود فدائے کسے
چوں دہندت بکوئے جاناں راہ خود کن از رہِ صدق وسوز ونگاہ

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۱۶ حاشیہ)

اللہ تعالیٰ کی جود اور بخشش اور رحمت کا تقاضا کہ انسان کی مدد اپنے کلام سے کرتا ہے

کیا یہ ممکن ہے کہ وہ میرے دل کو ایک دریا کی پیاس لگا کر پھر مجھ کو ایک ناچیز قطرہ پر جو قلت معرفت کی بدبو سے بھرا ہوا ہے روک رکھے۔ کیا اس کے جود اور بخشش اور رحمت اور قدرت کا یہی تقاضا ہے؟ کیا اس کی قادریت یہیں تک ہے، کہ جو کچھ عاجز بندہ اپنے طور پر ہاتھ پاؤں مار کر خدا کے وجود کی نسبت کوئی ڈھکونسلہ اپنے دل میں قائم کرے اسی پر اس کی معرفت کو ختم کرا دے اور اپنی الوہیت کی خاص قوتوں سے اس کو معرفتِ حقانی کے عالم کا سیر نہ کرا دے۔ تو جب طالب حق ایسے سوالات اپنے دل سے کرے گا تو ضرور وہ اپنے دل سے یہی محکم جواب پاوے گا کہ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی بے انتہا بخششوں کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے عاجز بندہ کی آپ دستگیری کرے۔ گم گشتہ کو آپ راہ دکھاوے۔ کمزور کا آپ ہاتھ پکڑے۔ کیا ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ قادر ہو کر، رحیم ہو کر، کریم ہو کر، حیّ ہو کر، قیوم ہو کر اپنی طرف سے ہمیشہ خاموشی اختیار کرے اور بندہ جاہل اور نابینا اس کی جستجو میں آپ ٹکریں مارتا پھرے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۲۵ حاشیہ)

سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف کا ایک بزرگ خاصہ

سورۃ فاتحہ اور قرآن شریف میں ایک اور خاصہ بزرگ پایا جاتا ہے کہ جو اسی کلام پاک سے خاص ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کو توجہ اور اخلاص سے پڑھنا دل کو صاف کرتا ہے

اور ظلمانی پردوں کو اٹھاتا ہے اور سینے کو منشرح کرتا ہے اور طالب حق کو حضرتِ احدیت کی طرف کھینچ کر ایسے انوار اور آثار کا مورد کرتا ہے کہ جو مقربانِ حضرتِ احدیت میں ہونی چاہیئے۔ اور جن کو انسان کسی دوسرے حیلہ یا تدبیر سے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۳۸ حاشیہ)

انسان کی دعا اور استمداد کو اس کی کامیابی میں بہت دخل ہے دلی صدق اور پورے اخلاص کی ضرورت سچی عبودیت کا تقاضا دعا ہے۔

اس حکیم مطلق نے قدیم سے انسان کے لئے یہ قانون قدرت مقرر کر دیا ہے کہ اس کی دعا اور استمداد کو کامیابی میں بہت سا دخل ہے۔ جو لوگ اپنی مہمات میں دلی صدق سے دعا مانگتے ہیں اور ان کی دعا پورے پورے اخلاص تک پہنچ جاتی ہے تو ضرور فیضانِ الٰہی ان کی مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتا ہے۔ ہر یک انسان جو اپنی کمزوریوں پر نگاہ کرتا ہے اور اپنے قصوروں کو دیکھتا ہے وہ کسی کام پر آزادی اور خود بینی سے ہاتھ نہیں ڈالتا بلکہ سچی عبودیت اس کو یہ سمجھاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ جو متصرف مطلق ہے اس سے مدد طلب کرنی چاہیئے۔ یہ سچی عبودیت کا جوش ہر یک ایسے دل میں پایا جاتا ہے کہ جو اپنی فطرتی سادگی پر قائم ہے اور اپنی کمزوری پر اطلاع رکھتا ہے۔ .... اس انکساری اور فروتنی کی وجہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدا کی قوت سے قوت اور خدا کی طاقت سے طاقت اور خدا کے علم سے علم پاوے اور اپنی مرادات میں کامیابی حاصل کرے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۵۵ حاشیہ)

قیوم عالم سے سہارا طلب کرنے والے کو سہارا دیا جاتا ہے

خداوند کریم کہ جو فی الحقیقت قیوم عالم ہے اور جس کے سہارے پر سچ مچ اس عالم کی کشتی چل رہی ہے اس کی عادتِ قدیمہ کے رُو سے یہ صداقت قدیم سے چلی آتی ہے کہ جو لوگ اپنے تئیں حقیر اور ذلیل سمجھ کر اپنے کاموں میں اس کا سہارا طلب کرتے ہیں اور اس کے نام سے اپنے کاموں کو شروع کرتے ہیں تو وہ ان کو اپنا سہارا دیتا ہے جب

اس مبدأ فیض سے مدد چاہنا عبودیت اور نیستی کا تقاضا ہے توحید فی الاعمال۔ بچوں کی سی سادگی۔

وہ ٹھیک ٹھیک اپنی عاجزی اور عبودیت سے رو بخدا ہو جاتے ہیں۔ تو اس کی تائیدیں ان کے شاملِ حال ہو جاتی ہیں۔ غرض ہر یک شاندار کام کے شروع میں اس مبدءِ فیوض کے نام سے مدد چاہنا کہ جو رحمان و رحیم ہے ایک نہایت ادب اور عبودیت اور نیستی اور فقر کا طریقہ ہے اور ایسا ضروری طریقہ ہے کہ جس سے توحید فی الاعمال کا پہلا زینہ شروع ہوتا ہے جس کے التزام سے انسان بچوں کی سی عاجزی اختیار کر کے ان نخوتوں سے پاک ہو جاتا ہے کہ جو دنیا کے مغرور دانش مندوں کے دلوں میں بھری ہوتی ہیں اور پھر اپنی کمزوری اور امدادِ الٰہی پر یقین کامل کر کے اس معرفت سے حصہ پالیتا ہے کہ جو خاص اہل اللہ کو دی جاتی ہے۔ اور بلاشبہ جس قدر انسان اس طریقہ کو لازم پکڑتا ہے، جس قدر اس پر عمل کرنا اپنا فرض ٹھہرا لیتا ہے، جس قدر اس کے چھوڑنے میں اپنی ہلاکت دیکھتا ہے اسی قدر اس کی توحید صاف ہوتی ہے اور اُسی قدر عُجب اور خود بینی کی آلائشوں سے پاک ہوتا جاتا ہے اور اُسی قدر تکلف اور بناوٹ کی سیاہی اُس کے چہرہ پر سے اُٹھ جاتی ہے اور سادگی اور بھولا پن کا نور اس کے مونہہ پر چمکنے لگتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۳۵۶ حاشیہ)

توکل علی اللہ۔ توحید کا انتہائی مقام

جو لوگ طلب کرتے ہیں وہی پاتے ہیں اور جو ڈھونڈتے ہیں انہیں کو ملتا ہے۔ جو لوگ کسی کام کے شروع کرنے کے وقت اپنے ہُنر یا عقل یا طاقت پر بھروسا رکھتے ہیں اور خدائے تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتے وہ اس ذاتِ قادر مطلق کا کہ جو اپنی قیومی کے ساتھ تمام عالم پر محیط ہے کچھ قدر شناخت نہیں کرتے ... ... اپنے تئیں ہیچ اور لاشئے سمجھ کر قادر مطلق کی طاقتِ عظمیٰ کے نیچے آپڑنا عبودیت کے مراتب کی آخری حد ہے اور توحید کا انتہائی مقام ہے جس سے فنا اتم کا چشمہ جوش مارتا ہے اور انسان اپنے نفس اور اس کے ارادوں سے بالکل کھویا جاتا ہے اور سچے دل سے

خدا کے تصرف پر ایمان لاتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۳۵۷ حاشیہ)

اس قیوم عالم کے فیوض حاصل کرنے کا طریق

جس قدر درحقیقت وہ قیوم عالم اپنی علت العلل ہونے کی وجہ سے ہمارے ظاہر اور ہمارے باطن اور ہمارے اوّل اور ہمارے آخر اور ہمارے فوق اور ہمارے تحت اور ہمارے یمین اور ہمارے یسار اور ہمارے دل اور ہماری جان اور ہمارے رُوح کی تمام طاقتوں پر احاطہ کر رہا ہے وہ ایک ایسا مسئلہ دقیق ہے جس کے کُنہ تک عقول بشریہ پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ ... ... غرض قیوم عالم کے فیوض حاصل کرنے کا یہی طریق ہے کہ اپنی ساری قوت اور زور اور طاقت سے اپنا بچاؤ طلب کیا جائے ... ... ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ ہم لوگ کس حالتِ ضعف اور ناتوانی میں پڑے ہوئے ہیں اور بغیر خدا کی مددوں کے کیسے نکمے اور ناکارہ ہیں۔ اگر ایک ذات متصرف مطلق ہر لحظہ اور ہر دم ہماری خبرگیران نہ ہو اور پھر اس کی رحمانیت اور رحیمیت ہماری کارسازی نہ کرے تو ہمارے سارے کام تباہ ہو جائیں بلکہ ہم آپ ہی فنا کا راستہ لیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۳۵۸، ص۳۵۹ حاشیہ)

خدا تعالیٰ دعا کو ضرور سنتا ہے۔ شرائطِ دعا

خدا تعالیٰ ان دعاؤں کو کہ جو خلوص کے ساتھ کی جائیں ضرور سنتا ہے اور جس طرح مناسب ہو مدد چاہنے والوں کے لئے مدد بھی کرتا ہے۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کی استمداد اور دعا میں خلوص نہیں ہوتا۔ نہ انسان دلی عاجزی کے ساتھ امداد الٰہی چاہتا ہے اور نہ اس کی روحانی حالت درست ہوتی ہے بلکہ اس کے ہونٹوں میں دعا اور اس کے دل میں غفلت یا ریاء ہوتی ہے۔ یا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خدا اس کی دعا کو سُن تو لیتا ہے

اور اس کے لئے جو کچھ اپنی حکمت کاملہ کی رُو سے مناسب اور اصلح دیکھتا ہے عطا بھی فرماتا ہے۔ لیکن نادان انسان خدا کی ان الطافِ خفیہ کو شناخت نہیں کرتا اور بباعث اپنے جہل اور بے خبری کے شکوہ اور شکایت شروع کر دیتا ہے اور اس آیت کے مضمون کو نہیں سمجھتا عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یعنی یہ ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُری سمجھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے اچھی ہو۔ اور ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو دوست رکھو اور وہ اصل میں تمہارے لئے بُری ہو۔ اور خدا چیزوں کی اصل حقیقت کو جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۶۰ حاشیہ)

طالب کیلئے بشارت

کوئی ایسا نہیں جس نے اس کو (خدا) کو طلب کیا اور نہ پایا

عاشق کہ شد کہ بحالش نظر نہ کرد — اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(براہین احمدیہ حصہ صفحہ ۳۴۸ حاشیہ)

فیضان اخص کیا ہے اور کن کو ملتا ہے

یہ فیضان (فیضانِ اخص یا مالکیت یوم الدین) تجلیاتِ عظمٰی کا مظہر ہے جن میں شرط ہے کہ محسن حقیقی کا جمال بطورِ عریاں اور بمرتبہ حق الیقین مشہود ہو اور کوئی مرتبہ شہود اور ظہور اور یقین کا باقی نہ رہ جائے۔ اور کوئی پردہ اسبابِ معتادہ کا درمیان نہ ہو۔ اور ہر یک دقیقہ معرفتِ تامہ کا ممکن قوت سے حیزِ فعل میں آجائے۔ اور نیز فیضان بھی ایسا منکشف اور معلوم الحقیقت ہو کہ اس کی نسبت آپ خدا نے یہ ظاہر کر دیا ہو کہ وہ ہر یک امتحان اور ابتلاء کی کدورت سے پاک ہے اور

نیز اس فیضان میں وہ اعلیٰ اور اکمل درجہ کی لذتیں ہوں جن کی پاک اور کامل کیفیت انسان کے دل اور روح اور ظاہر اور باطن اور جسم اور جان اور ہر یک روحانی اور بدنی قوت پر ایسا اکمل اور ابقیٰ احاطہ رکھتی ہو کہ جس پر عقلاً اور خیالاً اور وہماً زیادت متصور نہ ہو .... ہاں اس فیضانِ اخص سے ان کامل انسانوں کو اسی زندگی میں کچھ حظ پہنچتا ہے کہ جو سچائی کی راہ پر کامل طور پر قدم مارتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں اور خواہشوں سے الگ ہو کر بکلی خُدا کی طرف جھک جاتے ہیں کیونکہ وہ مرنے سے پہلے مرتے ہیں اور اگرچہ بظاہر صورت اس عالم میں ہیں لیکن درحقیقت وہ دوسرے عالم میں سکونت رکھتے ہیں۔ پس چونکہ وہ اپنے دِل کو اِس دنیا کے اسباب سے منقطع کر لیتے ہیں اور عاداتِ بشریت کو توڑ کر اور بیکبارگی غیر اللہ سے منہ پھیر کر وہ طریق جو خارق عادت ہے اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے خداوندِ کریم بھی ان کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کرتا ہے اور بطور خارق عادت ان پر اپنے وہ انوار خاصہ ظاہر کرتا ہے کہ جو دوسروں پر بجز موت کے ظاہر نہیں ہو سکتے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۳۶۹ حاشیہ)

ربوبیت تامہ اور قدرت کاملہ غیر محدود ہے

ربوبیت تامہ اور قدرت کاملہ وہ ہے کہ جو اس ذاتِ غیر محدود کی طرح غیر محدود ہے اور کوئی انسانی قاعدہ اور قانون اس پر احاطہ نہیں کر سکتا۔

(" صفحہ ۲۰۱ حاشیہ)

اللہ تعالیٰ کا تصرف اپنی مخلوق پر

بلاشبہ اس کا پُر زور ہاتھ ذرّہ ذرّہ پر قابض ہے اور کسی مخلوق کا قیام اور بقا اپنی مستحکم پیدائش کے موجب سے نہیں بلکہ اسی کے سہارے اور آسرے سے ہے اور اس کی ربانی طاقتوں کے آگے بے شمار

میدان قدرتوں کے پڑے ہیں۔

(〃 〃 ص ۴۰۵ 〃)

رحمتِ خاصہ کن کے شامِل حال ہوتی ہے

خُدا کے قانون میں یہی انتظام مقرر ہے کہ رحمتِ خاصہ انہیں کے شامِل حال ہوتی ہے کہ جو رحمت کے طریق کو یعنی دعا اور توحید کو اختیار کرتے ہیں۔

(〃 〃 ص ۴۷۲)

خدا تعالےٰ کن کو اپنی تائید سے محروم رکھتا ہے

خدا تعالےٰ اپنے قواعدِ مقررہ کے ساتھ ہر یک انسان سے مناسبِ حال معاملہ کرتا ہے اور جو شخص سُستی اور تکاسل سے اس کے لئے کوشش کرنا چھوڑ دیتا ہے ایسے لوگوں کے بارہ میں قدیم سے اُس کا یہی قاعدہ مقرر ہے کہ وہ اپنی تائید سے ان کو محروم رکھتا ہے۔

(〃 ص ۴۷۴ 〃)

دعا میں دِلی جوش پیدا کرنے والی چیزیں

(دعا میں) دِلی جوش پیدا کرنے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک خدا کو کامل اور قادر اور جامع صفاتِ کاملہ خیال کر کے اس کی رحمتوں اور کرموں کو ابتدا سے انتہا تک اپنے وجود اور بقا کے لئے ضروری دیکھنا اور تمام فیوض کا مبدء اسی کو خیال کرنا دوسرے اپنے تئیں اور اپنے تمام ہم جنسوں کو عاجز اور مفلس اور خدا کی مدد کا محتاج یقین کرنا۔ یہی دو امر ہیں جن سے دعاؤں میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اور جو جوش دلانے کے لئے کامل ذریعہ ہیں۔ .... جو لوگ دعا کی کیفیت سے کسی قدر چاشنی حاصل رکھتے ہیں انہیں خوب معلوم ہے کہ بغیر پیش ہونے ان دونوں محرکوں کے دعا ہو ہی نہیں سکتی اور بجز ان کے آتشِ شوقِ الٰہی دعا میں اپنے

شعلوں کو بلند نہیں کرتا۔

(〃 〃 ص ۴۷۷ 〃)

حقیقی دعا۔ انسان کی مکدر ہستی کا نشان باقی نہیں رہتا۔ فنا فی اللہ کی صورت۔

اور بلاشبہ یہ دونوں تصور ایسے ہیں کہ جب دعا کرنے کے وقت دل میں جم جاتے ہیں تو یکایک انسان کی حالت کو ایسا تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک متکبر ان سے متاثر ہو کر روتا ہوا زمین پر گر پڑتا ہے اور ایک گردن کش سخت دل کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی کل ہے جس سے ایک غافل مُردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ ... ... اسی کے ذریعہ سے انسان ایک ایسے عالمِ بے خودی میں پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی مکدر ہستی کا نشان باقی نہیں رہتا اور صرف ایک ذاتِ عظمیٰ کا جلال چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور وہی ذات رحمتِ کُل اور ہر یک ہستی کا ستون اور ہر یک درد کا چارہ اور ہر یک فیض کا مبدء دکھائی دیتی ہے۔ آخر اس سے ایک صورت فنا فی اللہ کی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جس کے ظہور سے نہ انسان مخلوق کی طرف مائل رہتا ہے نہ اپنے نفس کی طرف نہ اپنے ارادہ کی طرف اور بالکل خدا کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور اُس ہستی حقیقی کی شہود سے اپنی اور دوسری مخلوق چیزوں کی ہستی کالعدم معلوم ہوتی ہے اِس حالت کا نام خدا نے صراطِ مستقیم رکھا ہے جس کی طلب کے لئے بندہ کو تعلیم فرمایا اور کہا اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

(〃 ص ۴۸۱-۸۲ حاشیہ)

ترقیاتِ قرب کا شروع۔ اوسط درجہ اور انتہا

ترقیاتِ قربت کا شروع اس نقطہ سیر سے ہے کہ جب سالک اپنے نفس پر ایک موت قبول کر کے اور سختی اور آزار کشی کو روا رکھ کر ان تمام نفسانی خواہشوں سے خالصًا للہ دست کش ہو جائے کہ جو اس میں اور اس کے مولیٰ کریم میں جُدائی ڈالتی ہیں اور

اُس کے مونہہ کو خدا کی طرف سے پھیر کر اپنی نفسانی لذّات اور جذبات اور عادات اور خیالات اور ارادات اور نیز مخلوق کی طرف پھیرتے ہیں اور ان کے خوفوں اور امیدوں میں گرفتار کرتے ہیں اور ترقیات کا اوسط درجہ وہ ہے کہ جو جو ابتدائی درجہ میں نفس کشی کے لئے تکالیف اٹھائی جاتی ہیں۔ اور حالت معتادہ کو چھوڑ کر طرح طرح کے دُکھ سہنے پڑتے ہیں وہ سب آلام صورتِ انعام میں ظاہر ہو جائیں اور بجائے مشقّت کے لذت اور بجائے رنج کے راحت اور بجائے تنگی کے انشراح اور بشاشت نمودار ہو۔ اور ترقیات کا اعلیٰ درجہ وہ ہے کہ سالک اس قدر خدا اور اُس کے ارادوں اور خواہشوں سے اتحاد اور محبت اور یک جہتی پیدا کر لے کہ اُس کا تمام اپنا عین واثر جاتا رہے اور ذات اور صفاتِ الٰہیہ بلا شائبہ ظلمت اور بلا توہم حالیّت و محلیّت اس کے وجود آئینہ صفت میں منعکس ہو جائیں اور فنا اتم کے آئینہ کے ذریعہ سے جس نے سالک میں اور اس کی نفسانی خواہشوں میں غایت درجہ کا بُعد ڈال دیا ہے انعکاسِ ربّانی ذات اور صفات کا نہایت صفائی سے دکھائی دے۔

(ر ۔ ص۴۹۳ تا ص۴۹۷ حاشیہ)

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ جس کے یہ معنے ہیں کہ اے خدا ہم کو راہ راست پر قائم کر اور ہر یک طور کی کجی اور بے راہی سے نجات بخش۔ اور یہ کامل استقامت اور راست روی جس کو طلب کرنے کا حکم ہے نہایت سخت کام ہے اور اوّل دفعہ میں اس کا حملہ سالک پر ایک شیر ببر کی طرح ہے جس کے سامنے موت نظر آتی ہے۔ پس اگر سالک ٹھہر گیا اور اس موت کو قبول کر لیا تو پھر بعد اس کے کوئی ایسی سخت موت نہیں اور خدا اِس سے زیادہ تر کریم ہے کہ

پھر اس کو یہ جلتا ہوا دوزخ دکھاوے۔ غرض یہ کامل استقامت وہ فنا ہے کہ جس سے کارخانہ وجود بندہ کو بکلّی شکست پہنچتی ہے .... اسی حد تک اولیاء اللہ کی کوششیں اور سالکین کی محنتیں ختم ہو جاتی ہیں اور پھر بعد اس کے خاص مواہب سماوی ہیں جن میں بشری کوششوں کو کچھ دخل نہیں بلکہ خود خدائے تعالےٰ کی طرف سے عجائبات سماوی کی سیر کرانے کے لئے غیبی سواری اور آسمانی بُراق عطا ہوتا ہے۔

(ر ۔ ص۱۱-۵۱۰)

حالت بقا اور اسکی کیفیت

اور دوسری ترقی کہ جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے دوسرا قدم ہے اس آیت میں تعلیم کی گئی ہے جو فرمایا ہے صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ یعنی ہم کو ان لوگوں کی راہ دکھلا جن پر تیرا انعام اکرام ہے۔ اس جگہ واضح رہے کہ جو لوگ منعم علیہم ہیں اور خدا سے ظاہری و باطنی نعمتیں پاتے ہیں شدائد سے خالی نہیں ہیں بلکہ اس دارالابتلاء میں ایسی ایسی شدتیں اور صعوبتیں ان کو پہنچتی ہیں کہ اگر وہ کسی دوسرے کو پہنچتیں تو مدد ایمانی اس کی منقطع ہو جاتی۔ لیکن اس جہت سے ان کا نام منعم علیہم رکھا گیا ہے کہ وہ بباعث غلبۂ محبت آلام کو بزنگ انعام دیکھتے ہیں اور ہر یک رنج یا راحت جو دوست حقیقی کی طرف سے ان کو پہنچتی ہے، بوجہ مستیٔ عشق اس سے لذت اٹھاتے ہیں۔ پس یہ ترقی فی القرب کی دوسری قسم ہے جس میں اپنے محبوب کے جمیع افعال سے لذت آتی ہے اور جو کچھ اس کی طرف سے پہنچے انعام ہی انعام نظر آتا ہے اور اصل موجب اِس حالت کا ایک محبتِ کامل اور تعلقِ صادق ہوتا ہے جو اپنے محبوب سے ہو جاتا ہے اور یہ ایک موہبت خاص ہوتی ہے جس میں حیلہ اور تدبیر کو کچھ دخل نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے آتی ہے اور جب آتی ہے تو پھر سالک ایک دوسرا

رنگ پکڑ لیتا ہے اور تمام بوجھ اُس کے سر سے اتارے جاتے ہیں۔ ... ... اِس حالت کا نام بقا ہے ... ... اور اس مرتبہ کا نام سیر فی اللہ ہے کیونکہ اس مرتبہ میں ربوبیت کے عجائبات سالک پر کھولے جاتے ہیں اور جو ربانی نعمتیں دوسروں سے مخفی ہیں اُن کا اُس کو سیر کرایا جاتا ہے۔ کشوف صادقہ سے متمتع ہوتا ہے اور مخاطبات حضرت احدیت سے سرفرازی پاتا ہے اور عالمِ ثانی کے باریک بھیدوں سے مطلع کیا جاتا ہے اور علوم اور معارف سے وافر حصہ دیا جاتا ہے۔ غرض ظاہری و باطنی نعمتوں سے بہت کچھ اس کو عطا کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس درجۂ یقین کامل تک پہنچتا ہے کہ گویا مدبّر حقیقی کو بچشم خود دیکھتا ہے۔ ... ...

انسان کا انتہائی کمال محبتِ ذاتی

اور تیسری ترقی جو قربت کے میدانوں میں چلنے کے لئے انتہائی قدم ہے اس آیت میں تعلیم کی گئی ہے۔ جو فرمایا ہے غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں انسان کو خدا کی محبت اور اس کے غیر کی عداوت سرشت میں داخل ہو جاتی ہے اور بطریق طبیعت اس میں قیام پکڑتی ہے۔ اور صاحب اس مرتبہ کا اخلاق الٰہیہ سے ایسا ہی بالطبع پیار کرتا ہے کہ جیسے وہ اخلاق حضرت احدیت میں محبوب ہیں اور محبتِ ذاتی حضرتِ خداوندِ کریم کی اِس قدر اس کے دِل میں آمیزش کر جاتی ہے کہ اُس کے دِل سے محبتِ الٰہی کا منفک ہونا مستحیل اور ممتنع ہوتا ہے۔ اور اگر اس کے دِل کو اور اس کی جان کو بڑے بڑے امتحانوں اور ابتلاؤں کے سخت صدمات کے پیچ میں دے کر کوفتہ کیا جائے اور نچوڑا جائے تو بجز محبت الٰہیہ کے اور کچھ اس کے دل اور جان سے نہیں نکلتا۔ اُسی کے درد سے لذت پاتا ہے اور اسی کو واقعی اور حقیقی طور پر اپنا دلآرام سمجھتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں تمام ترقیاتِ قرب ختم ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے اس انتہائی کمال کو پہنچ جاتا ہے کہ جو فطرتِ بشری کے لئے مقدر ہے۔ (ے ص۵۱۱ تا ص۵۲۳ حاشیہ)

نبی کریمؐ کی متابعت کا نتیجہ۔ اور اپنی حالت

خداوند کریم نے اسی رسول مقبول کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرارِ مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیمن متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

جمال ہم نشیں در من اثر کرد وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(گ ص۵۴۰)

فرقان مجید کی روحانی تاثیر۔ تعلق باللہ کی کیفیت

فرقان مجید باوجود ان تمام کمالات بلاغت و فصاحت و احاطۂ حکمت و معرفت ایک روحانی تاثیر اپنی ذاتِ بابرکات میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کا سچا اتباع انسان کو مستقیم الحال اور منور الباطن اور منشرح الصدر اور مقبولِ الٰہی اور قابلِ خطاب حضرتِ عزت بنا دیتا ہے اور اس میں وہ انوار پیدا کرتا ہے اور وہ فیوضِ غیبی اور تائیداتِ لاریبی اُس کے شاملِ حال کر دیتا ہے کہ جو اغیار میں ہرگز پائی نہیں جاتیں اور حضرتِ احدیت کی طرف سے وہ لذیذ اور دلآرام کلام اس پر نازل ہوتا ہے جس سے اس پر دمبدم کھلتا جاتا ہے کہ وہ فرقانِ مجید کی سچی متابعت سے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی سے ان مقامات تک پہنچایا گیا ہے کہ جو محبوبان الٰہی کے لئے خاص ہیں اور ان ربانی خوشنودیوں اور مہربانیوں سے بہرہ یاب ہو گیا ہے جن سے وہ کامل ایماندار بہرہ یاب تھے جو اُس سے پہلے گذر چکے ہیں اور نہ صرف مقال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر بھی ان تمام محبتوں کا ایک صافی چشمہ اپنے پُرصدق دل میں بہتا ہوا دیکھتا ہے

اور ایک ایسی کیفیت تعلق باللہ کی اپنے منشرح سینے میں مشاہدہ کرتا ہے جس کو الفاظ کے ذریعہ سے اور نہ کسی مثال کے پیرایہ میں بیان کر سکتا ہے اور انوار الہی کو اپنے نفس پر بارش کی طرح برستے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ انوار کبھی اخبار غیبیہ کے رنگ میں اور کبھی علوم و معارف کی صورت میں اور کبھی اخلاق فاضلہ کے پیرایہ میں اس پر اپنا پرتو ڈالتے رہتے ہیں۔ یہ تاثیرات فرقان مجید کی سلسلہ وار چلی آتی ہیں اور جب سے کہ آفتاب صداقت ذات بابرکات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آیا اُسی دم سے آج تک ہزارہا نفوس جو استعداد اور قابلیت رکھتے تھے متابعت کلام الہی اور اتباع رسول مقبول سے مدارجِ عالیہ مذکورہ بالا تک پہنچ چکے ہیں اور پہنچتے جاتے ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ اِس قدر ان پر پے در پے اور علی الاتصال تلطفات و تفضلات وارد کرتا ہے اور اپنی حمایتیں اور عنایتیں دکھلاتا ہے کہ صافی نگاہوں کی نظر میں ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ منظوران نظر احدیت سے ہیں۔ جن پر لطف ربانی کا ایک عظیم الشان سایہ اور فضل یزدانی کا ایک جلیل القدر پیرایہ ہے اور دیکھنے والوں کو صریح دکھائی دیتا ہے کہ وہ انعاماتِ خارقِ عادت سے سرفراز ہیں اور کراماتِ عجیب اور غریب سے ممتاز ہیں اور محبوبیت کے عطر سے معطر ہیں اور مقبولیت کے فخروں سے مفتخر ہیں اور قادر مطلق کا نور ان کی صحبت میں ان کی توجہ میں ان کی ہمت میں ان کی دعا میں ان کی نظر میں ان کے اخلاق میں ان کی طرزِ معیشت میں ان کی خوشنودی میں ان کے غضب میں ان کی رغبت میں ان کی نفرت میں ان کی حرکت میں ان کے سکون میں ان کے نطق میں ان کی خاموشی میں اُن کے ظاہر میں ان کے باطن میں ایسا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ایک لطیف اور مصفّا شیشہ ایک نہایت عمدہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اور ان کے فیض صحبت اور ارتباط اور محبت سے وہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں کہ جو ریاضتِ شاقہ سے حاصل نہیں ہو سکتیں اور ان کی نسبت ارادت اور عقیدت پیدا کرنے سے ایمانی حالت ایک دوسرا رنگ پیدا کر لیتی ہے اور نیک

اخلاق کے ظاہر کرنے میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور شوریدگی اور امارگی نفس کی روبکمی ہونے لگتی ہے اور اطمینان اور حلاوت پیدا ہوتی جاتی ہے اور بقدر استعداد اور مناسبت ذوقِ ایمانی جوش مارتا ہے اور انس اور شوق ظاہر ہوتا ہے اور التذاذ بذکر اللہ بڑھتا ہے اور ان کی صحبت طویلہ سے بہ ضرورت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی ایمانی قوتوں میں اور اخلاقی حالتوں میں اور انقطاع عن الدنیا میں اور توجہ الی اللہ میں اور محبتِ الٰہیہ میں اور شفقت علی العباد میں اور وفا اور رضا اور استقامت میں اُس عالی مرتبہ پر ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہیں دیکھی گئی۔ اور عقل سلیم فی الفور تسلیم کر لیتی ہے کہ وہ بند اور زنجیر ان کے پاؤں سے اتارے گئے ہیں جن میں دوسرے لوگ گرفتار ہیں اور وہ تنگی اور انقباض اُن کے سینے سے دور کیا گیا ہے جس کے باعث سے دوسرے لوگوں کے سینے منقبض اور کوفتہ خاطر ہیں۔

متبعینِ قرآن شریف پر انعامات کی تفصیل علوم و معارف

متبعین قرآن شریف کو جو انعامات ملتے ہیں اور جو مواہب خاصہ ان کے نصیب ہوتے ہیں اگرچہ وہ بیان اور تقریر سے خارج ہیں مگر ان میں سے کئی ایک ایسے انعاماتِ عظیمہ ہیں جن کو اس جگہ مفصل طور پر بغرض ہدایت طالبین بطور نمونہ لکھنا قرین مصلحت ہے چنانچہ وہ ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

ازاں جملہ علوم و معارف ہیں جو کامل متبعین کو خوانِ نعمت فرقانیہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ جب انسان فرقان مجید کی سچی متابعت اختیار کرتا ہے اور اپنے نفس کو اس کے امر نہی کے بکلی حوالہ کر دیتا ہے اور کامل محبت اور اخلاص سے اس کی ہدایتوں پر غور کرتا ہے اور کوئی اعراضِ صوری یا معنوی باقی نہیں رہتا تب اس کی نظر اور فکر کو حضرتِ فیاض مطلق کی طرف سے ایک نور عطا کیا جاتا ہے اور ایک لطیف عقل اس کو بخشی جاتی ہے جس سے عجیب غریب لطائف اور نکات علم الٰہی کے جو کلام الٰہی میں پوشیدہ ہیں اس پر کھلتے ہیں اور ابر نیساں کے رنگ میں معارفِ دقیقہ

اُس کے دِل پر برستے ہیں۔ وہی معارفِ دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے سے موسوم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے یُؤْتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ .....

اور باوجودیکہ ان میں سے اکثروں کی سرشت پر امیت غالب ہوتی ہے اور علوم رسمیہ کو باستیفا حاصل نہیں کیا ہوتا لیکن نکات اور لطائف علم الٰہی میں اس قدر اپنے ہمعصروں سے سبقت لے جاتے ہیں کہ بسا اوقات بڑے بڑے مخالف ان کی تقریروں کو سن کر یا اُن کی تحریروں کو پڑھکر اور دریائے حیرت میں پڑ کر بلا اختیار بول اُٹھتے ہیں کہ اُن کے علوم و معارف ایک دوسرے عالم سے ہیں جو تائیداتِ الٰہی کے رنگ خاص سے رنگین ہیں۔ ....

ازاں جملہ ایک عصمت بھی ہے جس کو حفظ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عصمت بھی فرقان مجیدؐ کے کامل تابعین کو بطور خارق عادت عطا ہوتی ہے اور اس جگہ عصمت سے مراد ہماری یہ ہے کہ وہ ایسی نالائق اور مذموم عادات اور خیالات اور اخلاق اور افعال سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جن میں دوسرے لوگ دن رات آلودہ اور ملوّث نظر آتے ہیں اور اگر کوئی لغزش بھی ہو جائے تو رحمت الٰہیہ جلد تر ان کا تدارک کر لیتی ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ عصمت کا مقام نہایت نازک اور نفس امارہ کے مقتضیات سے نہایت دُور پڑا ہوا ہے جس کا حاصل ہونا بجز توجہ خاص الٰہی کے ممکن نہیں مثلاً اگر کسی کو یہ کہا جائے کہ وہ صرف ایک کذب اور دروغگوئی کی عادت سے اپنے جمیع معاملات اور بیانات اور حرفوں اور پیشوں میں قطعی طور پر باز رہے تو یہ اس کے لئے مشکل اور ممتنع ہو جاتا ہے۔ بلکہ اگر اس کام کے کرنے کے لئے کوشش اور سعی بھی کرے تو اس قدر موانع اور عوائق اس کو پیش آتے ہیں کہ بالآخر خود اس کا یہ اصول ہو جاتا ہے کہ دنیاداری

میں جھوٹ اور خلاف گوئی سے پرہیز کرنا ناممکن ہے مگر ان سعید لوگوں کے لئے جو سچی محبت اور پرجوش ارادت سے فرقان مجید کی ہدایتوں پر چلنا چاہتے ہیں صرف یہی امر آسان نہیں کیا جاتا کہ وہ دروغگوئی کی قبیح عادت سے باز رہیں بلکہ وہ ہر ناکردنی اور ناگفتنی کے چھوڑنے پر قادرِ مطلق سے توفیق پاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے ایسی تقریبات شنیعہ سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے جن سے وہ ہلاکت کے ورطوں میں پڑیں کیونکہ وہ دنیا کا نور ہوتے ہیں اور ان کی سلامتی میں دنیا کی سلامتی اور ان کی ہلاکت میں دنیا کی ہلاکت ہوتی ہے۔ اسی جہت سے وہ اپنے ہر یک خیال اور علم اور فہم اور غضب اور شہوت اور خوف اور طمع اور تنگی اور فراخی اور خوشی اور غمی اور عُسر اور یُسر میں تمام نالائق باتوں اور فاسد خیالوں اور نادرست علموں اور ناجائز عملوں اور بے جا فہموں اور ہر یک افراط تفریط نفسانی سے بچائے جاتے ہیں اور کسی مذموم بات پر ٹھہرنا نہیں پاتے کیونکہ خود خداوند کریم ان کی تربیت کا متکفل ہوتا ہے اور جس شاخ کو ان کے شجرۂ طیبہ میں خشک دیکھتا ہے اس کو فی الفور اپنے مربیانہ ہاتھ سے کاٹ ڈالتا ہے۔ اور حمایت الٰہی ہر دم اور ہر لحظہ ان کی نگرانی کرتی رہتی ہے۔ ....

مقامِ توکّل

ازاں جملہ ایک مقام توکل ہے۔ جس پر نہایت مضبوطی سے ان کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے غیر کو وہ چشمۂ صافی ہرگز میسّر نہیں آسکتا بلکہ انہیں کے لئے وہ خوشگوار اور موافق کیا جاتا ہے۔ اور نورِ معرفت ایسا ان کو تھامے رہتا ہے کہ وہ بسا اوقات طرح طرح کی بے سامانی میں ہو کر اور اسباب عادیہ سے بکلّی اپنے تئیں دور پاکر پھر بھی ایسی بشاشت اور انشراح خاطر سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسی خوشحالی سے دنوں کو کاٹتے ہیں کہ گویا ان کے پاس ہزار ہا خزائن ہیں۔ ان کے چہروں پر تونگری کی تازگی نظر آتی ہے اور صاحب دولت ہونے کی مستقل مزاجی دکھائی دیتی ہے اور تنگیوں کی

حالت میں بکمال کشادہ دلی اور یقینِ کامل اپنے مولیٰ کریم پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ سیرتِ ایثار ان کا مشرب ہوتا ہے اور خدمتِ خلق ان کی عادت ہوتی ہے اور کبھی انقباض ان کی حالت میں راہ نہیں پاتا اگرچہ سارا جہان ان کا عیال ہو جائے اور فی الحقیقت خدا تعالےٰ کی ستاری مستوجب شکر ہے جو ہر جگہ ان کی پردہ پوشی کرتی ہے۔ اور قبل اس کے جو کوئی آفت فوق الطاقت نازل ہو ان کو دامنِ عاطفت میں لے لیتی ہے۔ کیونکہ ان کے تمام کاموں کا خدا تعالےٰ متولی ہوتا ہے جیسا کہ اس نے آپ ہی فرمایا ہے وَ هُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۔ لیکن دوسروں کو دنیاداری کے دل آزار اسباب میں چھوڑا جاتا ہے۔ ... ...

ازاں جملہ ایک مقام محبت ذاتی کا ہے جس پر قرآن شریف کے کامل متبعین کو قائم کیا جاتا ہے اور ان کے رگ و ریشہ میں اس قدر محبتِ الٰہیہ تاثیر کر جاتی ہے۔ کہ ان کے وجود کی حقیقت بلکہ ان کی جان کی جان ہو جاتی ہے اور محبوبِ حقیقی سے ایک عجیب طرح کا پیار ان کے دلوں میں جوش مارتا ہے اور ایک خارقِ عادت انس اور شوق ان کے قلوبِ صافیہ پر مستولی ہو جاتا ہے کہ جو غیر سے بکلّی منقطع اور برگشتہ کر دیتا ہے اور آتشِ عشقِ الٰہی ایسی افروختہ ہوتی ہے کہ جو ہم صحبت لوگوں کو اوقاتِ خاصہ میں بدیہی طور پر مشہود اور محسوس ہوتی ہے بلکہ اگر محبانِ صادق اس جوشِ محبت کو کسی حیلہ اور تدبیر سے پوشیدہ رکھنا بھی چاہیں تو یہ ان کے لئے غیر ممکن ہو جاتا ہے۔ جیسے عشاقِ مجازی کے لئے بھی یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ اپنے محبوب کی محبت کو جس کے دیکھنے کے لئے دن رات مرتے ہیں اپنے رفیقوں اور ہم صحبتوں سے چھپائے رکھیں بلکہ وہ عشق جو ان کے کلام اور ان کی صورت اور ان کی آنکھ اور ان کی وضع اور ان کی فطرت میں گھس گیا ہے اور ان کے بال بال سے مترشح ہو رہا ہے وہ ان کے چھپانے سے ہرگز چھپ ہی نہیں

سکتا۔ اور ہزار چھپائیں کوئی نہ کوئی نشان اس کا نمودار ہو جاتا ہے اور سب سے بزرگ تر ان کے صدق قدم کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے محبوبِ حقیقی کو ہر یک چیز پر اختیار کر لیتے ہیں اور اگر آلام اس کی طرف سے پہنچیں تو محبت ذاتی کے غلبہ سے برنگ انعام ان کو مشاہدہ کرتے ہیں اور عذاب کو شربتِ عذب کی طرح سمجھتے ہیں۔ کسی تلوار کی تیز دھار ان میں اور ان کے محبوب میں جدائی نہیں ڈال سکتی۔ اور کوئی بلیہ عظمیٰ ان کو اپنے اس پیارے کی یادداشت سے روک نہیں سکتے۔ اسی کو اپنی جان سمجھتے ہیں اور اسی کی محبت میں لذت پاتے اور اسی کی ہستی کو ہستی خیال کرتے ہیں۔ اور اسی کے ذکر کو اپنی زندگی کا ماحصل قرار دیتے ہیں۔ اگر چاہتے ہیں تو اسی کو، اگر آرام پاتے ہیں تو اسی سے۔ تمام عالم میں اسی کو رکھتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں۔ اسی کے لئے جیتے ہیں۔ اسی کے لئے مرتے ہیں۔ عالم میں رہ کر پھر بے عالم ہیں اور باخود ہو کر پھر بے خود ہیں۔ نہ عزت سے کام رکھتے ہیں نہ نام سے نہ اپنی جان سے نہ اپنے آرام سے بلکہ سب کچھ ایک کے لئے کھو بیٹھتے ہیں اور ایک کے پانے کے لئے سب کچھ دے ڈالتے ہیں۔ لایدرک آتش سے جلتے جاتے ہیں اور کچھ بیان نہیں کر سکتے کہ کیوں جلتے ہیں۔ اور تفہیم اور تفہم سے صُمٌّ بُكْمٌ ہوتے ہیں اور ہر یک مصیبت اور ہر یک رسوائی کے سہنے کو طیار رہتے ہیں اور اس سے لذت پاتے ہیں۔

عشق است کہ بر آتشِ سوزاں بنشاند — عشق است کہ بہ خاک مذلت غلطاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند — کس بہرِ کسے سر ندہد جان نہ فشاند

اخلاقِ فاضلہ

ازاں جملہ اخلاقِ فاضلہ ہیں جیسے سخاوت، شجاعت، ایثار، علو ہمت، وفورِ شفقت، حلم، حیا، مودت۔ یہ تمام اخلاق بھی بوجہ احسن اور انسب انہیں سے صادر ہوتے ہیں ... ...

عبودیت

اور منجملہ ان عطیات کے ایک کمالِ عظیم جو قرآن شریف کے کامل تابعین کو دیا جاتا ہے عبودیت ہے یعنی وہ باوجود بہت سے کمالات کے ہر وقت نقصانِ ذاتی اپنا پیش نظر رکھتے ہیں اور بشہودِ کبریائی حضرت باری تعالیٰ ہمیشہ تذلل اور نیستی اور انکسار میں رہتے ہیں اور اپنی اصل حقیقت کو ذلّت اور مفلسی اور ناداری اور پر تقصیری اور خطا داری سمجھتے ہیں اور ان تمام کمالات کو جو ان کو دیئے گئے ہیں اس عارضی روشنی کی مانند سمجھتے ہیں جو کسی وقت آفتاب کی طرف سے دیوار پر پڑتی ہے جس کو حقیقی طور پر دیوار سے کچھ بھی علاقہ نہیں ہوتا اور لباس مستعار کی طرح معرضِ زوال میں ہوتی ہے۔ پس وہ تمام خیر و خوبی خدا ہی میں محصور رکھتے ہیں اور تمام نیکیوں کا چشمہ اسی کی ذاتِ کامل کو قرار دیتے ہیں اور صفاتِ الٰہیہ کے کامل شہود سے ان کے دل میں حق الیقین کے طور پر بھر جاتا ہے کہ ہم کچھ چیز نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے وجود اور ارادہ اور خواہش سے بکلی کھوئے جاتے ہیں اور عظمتِ الٰہی کا پر جوش دریا ان کے دلوں پر ایسا محیط ہو جاتا ہے کہ ہزارہا طور کی نیستی ان پر وارد ہو جاتی ہے اور شرک خفی کے ہر یک رگ و ریشہ سے بکلی پاک اور منزہ ہو جاتے ہیں۔

معرفت و خداشناسی

اور منجملہ ان عطیات کے ایک یہ ہے کہ ان کی معرفت اور خداشناسی بذریعہ کشوفِ صادقہ اور علوم لدنیہ و الہامات صریحہ و مکالمات و مخاطبات حضرتِ احدیت و دیگر خوارق عادت بدرجہ اکمل و اتم پہنچائی جاتی ہے یہاں تک کہ ان میں اور عالم ثانی میں ایک نہایت رقیق اور شفاف حجاب باقی رہ جاتا ہے جس میں سے ان کی نظر عبور کر کے واقعاتِ اخروی کو اسی عالم میں دیکھ لیتی ہے۔ ... . اور ایک لذیذ اور مبارک

کلام الٰہی

کلام سے ایسی تسلّی اور تشفی اس کو عطا ہوتی ہے اور خوشنودی حضرت باری تعالیٰ سے مطلع کیا جاتا ہے جس سے بندہ مکروہاتِ دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑی قوت پاتا ہے۔ گویا صبر اور استقامت کے پہاڑ اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح بذریعہ کلام اعلیٰ درجہ کے علوم اور معارف بھی بندہ کو سکھلائے جاتے ہیں۔ ... ...

ایک عظیم الشان نور

ان کے شامل حال ایک عظیم الشان نور ہوتا ہے جس کے مشاہدہ کے سبب سے طالبِ صادق بدیہی طور پر ان کو شناخت کر سکتا ہے۔ اور حقیقت میں وہی ایک نور ہے جو ان کے ہر یک قول اور فعل اور حال اور قال اور عقل اور فہم اور ظاہر اور باطن پر محیط ہو جاتا ہے اور صدہا شاخیں اس کی نمودار ہو جاتی ہیں اور رنگارنگ کی صورتوں میں جلوہ فرماتا ہے۔ وہی نور شدائد اور مصائب کے وقتوں میں صبر کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور استقامت اور رضا کے پیرایہ میں اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔ تب یہ لوگ جو اس نور کے مورد ہیں آفاتِ عظیمہ کے مقابلہ پر جبالِ راسیات کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور جن صدمات کی ادنیٰ مس سے ناآشنا لوگ رونے اور چلانے ہیں بلکہ قریب بہ مرگ ہو جاتے ہیں ان صدمات کے سخت زور آور حملوں کو یہ لوگ کچھ چیز نہیں سمجھتے اور فی الفور حمایت الٰہی کنار ملاطفت میں ان کو کھینچ لیتی ہے اور کوئی خامی اور بے صبری ان سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ محبوبِ حقیقی کے ایلام کو برنگ انعام دیکھتے ہیں اور بکشادگی سینہ و انشراح خاطر اس کو قبول کرتے ہیں بلکہ اس سے متلذذ ہوتے ہیں۔ کیونکہ طاقتوں اور قوتوں اور صبروں کے پہاڑ ان کی طرف نزول کئے جاتے ہیں اور محبت الٰہیہ کی پر جوش موجیں غیر کی یاد داشت سے ان کو روک لیتی ہیں۔ پس اُن سے ایک ایسی برداشت ظہور میں آتی ہے کہ جو خارق عادت ہے اور جو کسی بشر سے بلاتائید الٰہی ممکن نہیں۔ اور ایسا ہی وہ نُور حاجات کے وقتوں میں قناعت کی صورت میں ان پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ سو دنیا کی خواہشوں سے ایک عجیب طور کی برودت ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے کہ بدبودار چیز کی طرح دُنیا کو سمجھتے ہیں اور یہ دنیوی لذات جن کے حظوظ پر دنیادار لوگ فریفتہ ہیں دلبشوق تمام ان کے جویاں اور ان کے زوال سے سخت ہراساں ہیں یہ اُن کی نظر میں بغایت درجہ ناچیز ہو جاتے ہیں اور تمام سرور اپنا اسی میں پاتے ہیں کہ مولیٰ حقیقی کی وفا اور محبت اور رضا سے دل بھرا رہے اور اسی کے ذوق اور شوق اور انس سے

اوقات معمور ہیں۔ اس دولت سے بیزار ہیں کہ جو اس کی خلافِ مرضی ہے اور اس عزت پر خاک ڈالتے ہیں جس میں مولیٰ کریم کی ارادت نہیں۔ اور ایسا ہی وہ نور کبھی فراست کے لباس میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی قوتِ نظریہ کی بلند پروازی میں اور کبھی قوتِ عملیہ کی حیرت انگیز کارگزاری میں کبھی حلم اور رفق کے لباس میں اور کبھی درشتی اور غیرت کے لباس میں۔ کبھی سخاوت اور ایثار کے لباس میں۔ کبھی شجاعت اور استقامت کے لباس میں۔ کبھی کسی خُلق کے لباس میں اور کبھی کسی خلق کے لباس میں۔ اور کبھی مخاطباتِ حضرتِ احدیت کے پیرایہ میں اور کبھی کشوفِ صادقہ اور علاماتِ واضحہ کے رنگ میں یعنی جیسا موقعہ پیش آتا ہے اس موقعہ کے مناسبِ حال وہ نور حضرت واہب الخیر کی طرف سے جوش مارتا ہے۔ نور ایک ہی ہے اور یہ تمام اس کی شاخیں ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۴۱ تا ص ۴۵۸ حاشیہ در حاشیہ)

درود شریف کی برکات

ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہو گیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ آبِ زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تُو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(” ص ۵۰۲ ”)

استعداد کو ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔

خُدا کی نظرِ عمیق ہر ایک انسان کی استعداد کے گہراؤ تک پہنچی ہوئی ہے۔ وہ صاحب استعداد کو اپنی استعداد ظاہر کرنے سے کبھی محروم نہیں رکھتا اور ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص خدا کے علم میں استعداد معرفت اور ولایت یا نبوت اور رسالت کی رکھتا ہے اور پھر بعض حوادث ارضی کے باعث سے یا جنگلی پیدائش ہونے کی وجہ سے وہ اسی حالت میں مر جائے اور

خدا اس کو اس مرتبۂ اقصیٰ تک نہ پہنچا دے جس تک پہنچنے کے لئے اس کو استعداد دی گئی تھی۔

(” ص ۳۶۹ تا ص ۳۷۱)

انسانی عقل کی کمزوری۔ الہام کی ضرورت

بلکہ ایسے دھوکے (کہ محض عقل انسان کے لئے کافی ہے) ان لوگوں کو لگے ہوئے ہیں جنہوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ ہماری حقیقی نجات کس درجہ عرفان پر موقوف ہے اور طاقت الٰہی ہمارے روح پر کہاں تک کام کر سکتی ہے۔ اور خدا کے بے نہایت فضل سے کس درجہ قربت اور شناخت پر ہم پہنچ سکتے ہیں اور وہ کس درجہ تک ہمارے آگے سے حجاب اٹھا سکتا ہے۔ ... . حقانی معرفت کی راہ میں بے شمار راز ہیں جن کو انسان کی کمزور اور دود آمیز عقل دریافت نہیں کر سکتی اور قیاسی طاقت بباعث اپنی نہایت ضعف کے الوہیت کے بلند اسرار تک ہرگز پہنچ نہیں سکتی۔

(” ص ۵۵۹ و ص ۵۶۰)

سُرمہ چشم آریہ

عشقِ الٰہی

حُسنِ تو غنی کند ز ہر حسن — مہر تو بخود کشد ز ہر یار
آنکس کہ بہ بند عشقت اُفتاد — دیگر نہ شنید پندِ اغیار
عشقِ تو بہ نقد جان خریدیم — تا دم نہ زند دگر خریدار

(سرمہ چشم آریہ طبع اوّل صـ۲ نظم سے ملخص)

حُسنِ الٰہی

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدءُ الانوار کا — بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا — کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمالِ یار کا
اس بہارِ حُسن کا دل میں ہمارے جوش ہے — مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف — جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں — ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک — اس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا
خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اِس حُسن کی — ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا
چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے — ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا
آنکھ کے اندھوں کو حائل ہوگئے سو سو حجاب — ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اک تیغِ تیز — جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں — تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(سرمہ چشم آریہ طبع اوّل صـ۴)

خوارق کی حقیقت۔ آنحضرت کا وجود سراپا معجزہ تھا۔

پس امر خارق عادت کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جو پاک نفس لوگ عام طریق وطرزِ انسانی سے ترقی کر کے اور معمولی عادات کو پھاڑ کر قرب الٰہی کے میدانوں میں آگے قدم رکھتے ہیں تو خدا تعالےٰ حسبِ حالت ان کے ایک ایسا عجیب معاملہ ان سے کرتا ہے کہ وہ عام حالاتِ انسانی پر خیال کرنے کے بعد ایک امر خارقِ عادت دکھائی دیتا ہے اور جس قدر انسان اپنی بشریت کے وطن کو چھوڑ کر اور اپنے نفس کے حجابوں کو پھاڑ کر عرصاتِ عشق و محبت میں دُور تر چلا جاتا ہے اُسی قدر یہ خوارق نہایت صاف اور شفاف اور روشن و تاباں ظہور میں آتے ہیں جب تزکیہ نفسِ انسانی کمالِ تام کی حالت پر پہنچتا ہے اور اس کا دل غیر اللہ سے بالکل خالی ہوجاتا ہے اور محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے تمام اقوال و افعال و اعمال و حرکات و سکنات و عبادات و معاملات و اخلاق جو انتہائی درجہ پر اس سے صادر ہوتے ہیں وہ سب خارقِ عادت ہی ہوجاتے ہیں۔ سو بمقابل اس کے ایسا ہی معاملہ باری تعالےٰ کا بھی اُس مبدّل تام سے بطور خارقِ عادت ہی ہوتا ہے۔ سو چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبدّل تام اور سید المبدلین امام المطہرین تھے جن کو قادرِ مطلق نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا تھا اس لئے تمام سراپا وجود ان کا حقیقت میں معجزہ ہی تھا۔

(ا گ صـ۲۰، ۲۱ حاشیہ)

فیضانِ وحی صفائی باطن کے مطابق ہوتا ہے۔

پاک اعمال اور پاک حالتوں کی کیفیت۔

فیضانِ وحی حسبِ استعداد و حالتِ صفوت و اخلاقِ فاضلہ و ملکاتِ صالحہ وحی یاب ہوا کرتا ہے اور اسی کی طرف ایک روحانی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے یعنی یہ کہ وہ پاک کلام بہت سے فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ اُترا ہے۔ سو ظاہری فرشتے تو معلوم ہی ہیں مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور شوق و ذوق سے بھری ہوئی وارداتیں اور دردِ دل اور جوشِ محبت اور صدق و صفا و تبتل و وفا و توکل و رضا و نیستی و فنا اور شورش ہائے عشقِ مولیٰ ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں جو قادرِ مطلق نے اپنے اس محبوب افضل الرسل کے وجود میں اکمل واتم طور پر پیدا کئے تھے۔ اور پھر اسی کے اتباع سے ہر یک مومن کامل کے دل میں بھی باذنہٖ تعالےٰ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگرچہ عام مومنوں میں بھی جو ابھی حالتِ کمالیہ تک نہیں پہنچے ان کا تخم پایا جاتا ہے۔ لیکن وہ تخم اس چھپی ہوئی آگ کی طرح ہے جو افروختہ آگ کا کام نہیں دے سکتی جیسے ظاہر ہے کہ انڈا مرغ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ بیج درخت کا حکم رکھتا ہے اور اگرچہ ہر یک زمین کے نیچے پانی ہے لیکن بجز بہت سی جان کنی اور محنت اور مدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہیں سکتا۔ اسی طرح آتشِ شوقِ الٰہی جب تک اپنے کمال اشتعال کی حالت میں نہ آئے تب تک اُس کے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ کامل طور پر افروختہ ہو جاتی ہے اور چاروں طرف سے بھڑک اُٹھتی ہے تب وہ دخلِ شیطان سے محفوظ رکھنے کے لئے فرشتوں کا کام دیتی ہے اور ملائک حفاظت میں شمار کی جاتی ہے۔ پاک اعمال اور پاک حالتیں اور پاک وارداتیں اور پاک جوش اور پاک زور اور پاک حزن اور پاک اخلاقی ظہور جب اپنے اشتعال اور کمال کی حالت میں ہوں تو اُن نیک اور ہوشیار چوکیداروں کی طرح ہیں جو اپنے مالک کے محل کے دروازوں پر چاروں طرف دن رات پہرہ کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ سو ہر چند اُس محل کے سارے دروازے کھلے ہیں (یعنی ہر ایک قسم کی قوتیں اور استعدادیں) مگر بباعث تقید محافظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیزوں کے کوئی نابکار چیز اندر نہیں جا سکتی۔ اور اگر کتّا یا چور اندر جانے

آنحضرتؐ کی افضلیت پاک تر اور معصوم تر۔

قرآن شریف کی اتباع سے برکاتِ الٰہی کا نزول۔ حبِ الٰہی اور اس کے نتائج

کا ارادہ کرتا ہے تو پکڑا جاتا ہے اور مار کھاتا ہے۔ ... ...

غرض وحی الٰہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدا تعالےٰ کی صفاتِ کمالیہ کا چہرہ حسبِ صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی و انشراحِ صدری و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشقِ الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفا تھے اس لئے خدائے جلشانہٗ نے ان کو عطرِ کمالاتِ خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔

(سرمہ چشم آریہ طبع اول صفحہ ۲۱ تا ۲۳ حاشیہ)

لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکاتِ الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہیں ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذتِ وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے وجودوں کو ہاونِ مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حبِ الٰہی کے اور کچھ نہیں۔ دُنیا ان سے ناواقف اور وہ دُنیا سے دُور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات اُن سے خارقِ عادت ہیں اور انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار

کرتا ہے اور ان کی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر ایک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔

(۶ ص۱۳۱ حاشیہ)

خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا کنارہ لا یدرک ہے

تمام خوشیاں عارفوں کی اور تمام راحتیں غمزدوں کی اسی میں ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا کنارہ لا یُدرک ہے۔

(〃 ص۱۸)

ایمان۔ ایقان یا علم الیقین۔ عرفان یا عین الیقین۔ اطمینان یا حق الیقین یا فلاح یا نجات۔

سو جاننا چاہیئے کہ ایمان اُس اقرار لسانی اور تصدیقِ قلبی سے مُراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقوائے اور دُور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنّی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اس طرف غلبہ اور رجحان پاکر بغیر انتظارِ کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی انشراح سے قبولیت و تسلیم ظاہر کی جائے لیکن جب ایک خبر کی صحت پہ وجوہِ کاملہ قیاسیہ اور دلائل کافیہ عقلیہ مل جائیں تو اس بات کا نام ایقان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں علم الیقین بھی کہتے ہیں اور جب خدا تعالیٰ خود اپنے خاص جذبہ اور موہبت سے خارق عادت کے طور پر انوار ہدایت کھولے اور اپنے آلاء و نعماء سے آشنا کرے اور لدنّی طور پر عقل اور علم عطا فرما دے اور ساتھ اس کے ابواب کشف اور الہام بھی منکشف کر کے عجائباتِ الوہیت کا سیر کرا دے اور اپنے محبوبانہ حسن و جمال پر اطلاع بخشے تو اس مرتبہ کا نام عرفان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں عین الیقین اور ہدایت اور بصیرت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور جب ان تمام مراتب کی شدتِ اثر سے عارف کے دل میں ایک ایسی کیفیت حالی عشق اور محبت کی باذنہٖ تعالیٰ پیدا

ہو جائے کہ تمام وجود عارف کا اس کی لذت سے بھر جائے اور آسمانی انوار اس کے دل پر بکلی احاطہ کر کے ہر یک ظلمت و قبض و تنگی کو درمیان سے اٹھا دیں یہاں تک کہ بوجہ کمال رابطۂ عشق و محبت و بباعث انتہائی جوشِ صدق و صفا کے بلا اور مصیبت بھی محسوس اللذّت و مدرک الحلاوت ہو تو اس درجہ کا نام اطمینان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں حق الیقین اور فلاح اور نجات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ مگر یہ سب مراتب ایمانی مرتبہ کے بعد ملتے ہیں اور اس پر مترتب ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنے ایمان میں قوی ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان سب مراتب کو پا لیتا ہے لیکن جو شخص ایمانی طریق کو اختیار نہیں کرتا اور ہر یک صداقت کے قبول کرنے سے اول قطعی اور یقینی اور نہایت واشگاف ثبوت مانگتا ہے اس کی طبیعت کو اس راہ سے کچھ مناسبت نہیں اور وہ اس لائق ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس قادر غنی بے نیاز کے فیوض حاصل کرے۔

(۶ ص۲۵ تا ص۳۱)

ایمان کے بعد ترقی کا طریق

جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالتِ علمی میں ترقی چاہتا ہے تو خدا تعالیٰ خود اس کا متولی ہو کر اور آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر درجۂ ایمان سے درجۂ عین الیقین تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ بعد استقامت و مجاہدات و ریاضات و تزکیہ و تصفیہ نفس ملتا ہے پہلے نہیں۔

(۶ ص۳۶ ، ۳۷ حاشیہ)

الہام اور کشف سے بندہ کی دستگیری

جب عقل انسانی اپنی حد مقررہ تک چل کر آگے قدم رکھنے سے رہ جاتی ہے تو اُس جگہ خدا تعالیٰ اپنے صادق اور وفادار بندوں کو کمال عرفان اور یقین تک پہنچانے کی غرض سے الہام اور کشف سے دستگیری فرماتا ہے اور جو منزلیں بذریعہ عقل طے کرنے سے رہ گئی تھیں

کرتا ہے اور ان کی در و دیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی و جسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔

(ع ص ۱۳ حاشیہ)

خدا تعالے کی قدرتوں کا کنارہ لا یدرک ہے

تمام خوشیاں عارفوں کی اور تمام راحتیں غمزدوں کی اسی میں ہیں کہ خدا تعالے کی قدرتوں کا کنارہ لایُدرک ہے۔

(〃 ص ۱۸)

ایمان۔ ایقان یا علم الیقین۔ عرفان یا عین الیقین۔ اطمینان یا حق الیقین یا فلاح یا نجات۔

سو جاننا چاہیئے کہ ایمان اُس اقرار لسانی اور تصدیقِ قلبی سے مُراد ہے جو تبلیغ و پیغام کسی نبی کی نسبت محض تقوٰے اور دُور اندیشی کے لحاظ سے صرف نیک ظنّی کی بنیاد پر یعنی بعض وجوہ کو معتبر سمجھ کر اور اس طرف غلبہ اور رجحان پاکر بغیر انتظارِ کامل اور قطعی اور واشگاف ثبوت کے دلی انشراح سے قبولیت و تسلیم ظاہر کی جائے لیکن جب ایک خبر کی صحت پر وجوہِ کاملہ قیاسیہ اور دلائل کافیہ عقلیہ مل جائیں تو اس بات کا نام ایقان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں علم الیقین بھی کہتے ہیں اور جب خدا تعالےٰ خود اپنے خاص جذبہ اور موہبت سے خارق عادت کے طور پر انوار ہدایت کھولے اور اپنے آلاء و نعماء سے آشنا کرے اور لدنّی طور پر عقل اور علم عطا فرماوے اور ساتھ اس کے ابواب کشف اور الہام بھی منکشف کرکے عجائبات الوہیت کا سیر کرادے اور اپنے محبوبانہ حسن و جمال پر اطلاع بخشے تو اس مرتبہ کا نام عرفان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں عین الیقین اور ہدایت اور بصیرت کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے اور جب ان تمام مراتب کی شدتِ اثر سے عارف کے دل میں ایک ایسی کیفیت حالی عشق اور محبت کی باذنہٖ تعالےٰ پیدا

ہو جائے کہ تمام وجود عارف کا اس کی لذّت سے بھر جائے اور آسمانی انوار اس کے دل پر بکلّی احاطہ کرکے ہر یک ظلمت و قبض و تنگی کو درمیان سے اٹھادیں یہاں تک کہ بوجہ کمال رابطۂ عشق و محبت و بباعث انتہائی جوشِ صدق و صفا کے بلا اور مصیبت بھی محسوس اللذّت و مدرک الحلاوت ہو تو اس درجہ کا نام اطمینان ہے جس کو دوسرے لفظوں میں حق الیقین اور فلاح اور نجات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ مگر یہ سب مراتب ایمانی مرتبہ کے بعد ملتے ہیں اور اس پر مترتب ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنے ایمان میں قوی ہوتا ہے وہ رفتہ رفتہ ان سب مراتب کو پالیتا ہے لیکن جو شخص ایمانی طریق کو اختیار نہیں کرتا اور ہر یک صداقت کے قبول کرنے سے اول قطعی اور یقینی اور نہایت واشگاف ثبوت مانگتا ہے اس کی طبیعت کو اس راہ سے کچھ مناسبت نہیں اور وہ اس لائق ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس قادر غنی بے نیاز کے فیوض حاصل کرے۔

(ع ص ۲۵ تا ۳۱)

ایمان کے بعد ترقی کا طریق

جب کوئی نیک بندہ ایمان پر محکم قدم مارتا ہے اور پھر دعا اور نماز اور فکر اور نظر سے اپنی حالتِ علمی میں ترقی چاہتا ہے تو خدا تعالے خود اس کا متولی ہو کر اور آپ اس کا ہاتھ پکڑ کر درجۂ ایمان سے درجۂ عین الیقین تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ بعد استقامت و مجاہدات و ریاضات و تزکیہ و تصفیہ نفس ملتا ہے پہلے نہیں۔

(ع ص ۳۶ ، ۳۷ حاشیہ)

الہام اور کشف سے بندہ کی دستگیری

جب عقل انسانی اپنی حد مقررہ تک چل کر آگے قدم رکھنے سے رہ جاتی ہے تو اُس جگہ خدا تعالے اپنے صادق اور وفادار بندوں کو کمال عرفان اور یقین تک پہنچانے کی غرض سے الہام اور کشف سے دستگیری فرماتا ہے اور جو منزلیں بذریعہ عقل طے کرنے سے رہ گئی تھیں

اب وہ بذریعۂ کشف اور الہام طے ہو جاتی ہیں اور سالکین مرتبۂ عین الیقین بلکہ حق الیقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی سنت اللہ اور عادت اللہ ہے جس کی رہنمائی کے لئے تمام پاک نبی دنیا میں آئے ہیں اور جس پر چلنے کے بغیر کوئی شخص سچی اور کامل معرفت تک نہیں پہنچا مگر کم بخت خشک فلسفی کو کچھ ایسی جلدی ہوتی ہے کہ وہ یہی چاہتا ہے کہ جو کچھ کھلنا ہے وہ عقلی مرتبہ پر ہی کھل جائے۔

(ء ص۴۰)

خداشناسی کا بنیادی مسئلہ

خداشناسی کے لئے یہ بڑا بھاری بنیادی مسئلہ ہے کہ خدائے ذوالجلال کی قدرتیں اور حکمتیں بے انتہا ہیں۔

(سرمہ چشم آریہ طبع اول ص۴۲)

خدا اور بندہ میں بہت جلد جدائی ڈالنے والی چیزیں

میری رائے میں فلسفیوں سے بڑھ کر اور کسی قوم کی دلی حالت خراب نہ ہوگی۔ خدا میں اور بندہ میں وہ چیز جو بہت جلد جدائی ڈالتی ہے وہ شوخی اور خود بینی اور متکبری ہے سو وہ اس قوم کے اصول کو ایسی لازم پڑی ہوئی ہے کہ گویا انہیں کے حصہ میں آگئی ہے۔

(ء ص۵۵)

انسان کا گھمنڈ اور غرور کب ٹوٹتا ہے

واقعی جتنا انسان عجائبات غیر متناہیہ حضرت باری جلشانہٗ پر اطلاع پاتا ہے اتنا ہی غرور اور گھمنڈ اس کا ٹوٹ جاتا ہے۔

(ء ص۵۵)

خوارق کب

قدیم قانون حضرت احدیت جل شانہٗ اسی طور پر چلا آتا ہے کہ جیسے جیسے انسان کا بھروسا

ظاہر ہوتے ہیں

خدا تعالیٰ پر بڑھتا ہے ایسا ہی اُس طرف سے الوہیت کی قدرتوں کے چمکار اور اس کی کرنیں زیادہ سے زیادہ اس پر پڑتی ہیں اور جیسے جیسے اس طرف سے ایک پاک اور کامل تعلق ہوتا جاتا ہے ایسا ہی اس طرف سے بھی کامل اور طیّب برکتیں ظاہر و باطن پر اترتی ہیں اور جیسی جیسی محبت الٰہی کی موجیں عاشق صادق کے دل سے اُٹھتی ہیں ایسا ہی اس طرف سے بھی ایک نہایت صاف اور شفاف دریا   محبت کا زور سے چھوٹتا ہے اور دائرہ کی طرح اس کو اپنے اندر گھیر لیتا ہے۔ اور اپنے الٰہی زور سے کھینچ کر کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ ... ...

تبدیل یافتہ روح کے آثار محبت الٰہی کی موجیں۔

... خوارق کی کل جس سے عجائبات قدرتیہ حرکت میں آتی ہیں انسان کی تبدیل یافتہ رُوح ہے اور وہ سچی تبدیلی یہاں تک آثار نمایاں دکھاتی ہے کہ بعض اوقات ایک ایسے طور سے شوق محبت دل پر استیلا پکڑتا ہے اور عشق الٰہی کے پر زور جذبات اور صدق اور یقین کی سخت کششیں ایسے مقام پر انسان کو پہنچا دیتی ہیں کہ اس عجیب حالت میں اگر وہ آگ میں ڈالا جائے تو آگ اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتی اگر وہ شیروں اور بھیڑیوں اور ریچھوں کے آگے پھینک دیا جائے تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتے کیونکہ اس وقت وہ صدق اور عشق کے کامل اور قوی تجلیات سے بشریت کے خواص کو پھاڑ کر کچھ اور ہو جاتا ہے اور جس طرح لوہے کے ظاہر و باطن پر آگ مستولی ہو کر اس کو اپنے رنگ میں لے آتی ہے اسی طرح یہ بھی آتش محبت الٰہی کے ایک سخت استیلا سے کچھ کچھ اس طاقت عظمیٰ کے خواص ظاہر کرنے لگتا ہے جو اس پر محیط ہو گئی ہے۔ ... ...

ذرّہ عبودیت پر ربوبیت کی چادر۔

انسانی روح کے تعلقات جو درپردہ اپنے رب کریم سے نہایت نازک اور لایدرک طور پر واقعہ ہیں وہ اسی نقطہ پر آکر کھلتے ہیں اور اسی نقطہ پر ایک طرفۃ العین کے لئے بندہ کے ہاتھ خدا کے ہاتھ اور اس کی آنکھیں خدا کی آنکھیں اور اس کی زبان خدا کی زبان کہلاتی ہے اور ربوبیت کی چادر ذرّہ عبودیت پر پڑ کر اس کو اپنے انوار میں متواری اور اپنی پر زور موجوں کے نیچے گم کر دیتی ہے۔ فلسفیوں کی پُر غرور روحیں اس انتہائی مرتبہ کے دریافت کرنے سے

بے نصیب گئیں اور خدا نے دجل نے دل کے غریب اور سادہ لوگوں کو یہ حالتیں دکھادیں اور ان پر وارد کردیں وَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ خدا تعالےٰ کی ذات میں بہت سی عجائب رحمتیں اور بہت سی نادر وفاداریاں ہیں مگر کھلے کھلے طور پر انہیں پر ظاہر ہوتی ہیں کہ جو لوگ اسی کے ہو جاتے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں اور اس ایک کے پانے کے لئے بہتوں کی جُدائی اختیار کرتے ہیں خاک میں گرتے ہیں ناو پکڑلے۔ نام و ننگ سب کھو دیتے ہیں تا وہ راضی ہو جائے رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ اَدْخِلْنَا فِیْ عِبَادِكَ الْمُخْلَصِیْنَ ۔ اٰمِیْن ۔

جنسِ نام و ننگِ و عزت راز دامان ریختیم ۔ یار آمیز و مگر باما بہ خاک آمیختیم
دل بدادیم از کف و جان در رہے انداختیم ۔ از پئے وصلِ نگارے حیلہ ہا انگیختیم

(ا ص ٥٨ تا ص ٦٠)

نجات کی اصل حقیقت

مکتی اور نجات کی اصل حقیقت یہی ہے کہ انسان ماسوائے اللہ کی محبت سے مونہہ پھیر کر پرمیشر کی محبت میں ایسا محو ہو جائے کہ جس طرح عاشق اپنے محبوب کے دیکھنے سے لذت اٹھاتا ہے۔ ایسا ہی اپنے محبوب حقیقی کے تصور سے لذت اٹھائے اور محبت بجز معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور قاعدہ کی بات ہے کہ موجب محبت کے دو ہی امر ہیں یا حُسن یا احسان پس جب انسان بہ باعث اپنی کامل معرفت کے خدا تعالےٰ کے حسن و احسان پر اطلاع کامل طور پر پاتا ہے تو لامحالہ اس سے کامل محبت پیدا ہو جاتی ہے اور کامل محبت سے لذت ملتی ہے۔ پس اسی جہان سے بہشتی زندگی عارف کی شروع ہو جاتی ہے اور وہی معرفت اور محبت عالم آخرت میں سرور دائمی کا موجب ہو جاتی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں نجات سے تعبیر کرتے ہیں۔

(ر ص ٩٣)

بندہ کا عملِ اعظم

عمل اعظم بندہ کا یہی ہے کہ وُہ وفاداری سے ایمان لاتا ہے اور بے انتہا وفاداری کی نیت سے تکالیف مالی و جانی اُٹھانے کے لئے ہر وقت مُستعد رہتا ہے۔ ... ... پرمیشر بمنزلہ خریدار کے نہیں ہے تا یہ کہا جائے کہ جس قدر اُس نے کوئی چیز لی اُسی قدر اس نے دام بھی دے دیئے بلکہ یہ معاملہ محبت و عشق کا ہے۔

(ر ص ٩٤)

راستبازوں کا طریق تواضع فروتنی اور استغفار

راستبازوں اور مقدسوں نے طریقِ تواضع اور فروتنی اور استغفار کو لازم پکڑا اور کبھی دعوٰے نہیں کیا کہ میں بکلّی نیک اور بے گناہ ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے کہا کہ اے نیک استاد تو آپ نے یہ پیارا اور دلکش جواب دیا کہ میں نیک نہیں ہوں۔ یعنی ایک گنہگار آدمی ہوں مجھے تو کیوں نیک کہتا ہے۔ سبحان اللہ معرفت الٰہی انہیں پاک لوگوں کے حصہ میں آئی تھی جنہوں نے کیسے ہی تقدس کی حالت میں بھی اپنے تئیں بے گناہ اور نیک نہیں سمجھا اور حقیقت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی گناہ نہیں کہ اپنے تئیں بے گناہ خیال کیا جاوے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ گناہ انسان کی سرشت کو ایک لازم غیر منفک ہے جس کا تدارک صرف رحمت اور مغفرت الٰہی کر سکتی ہے نہ کوئی اور چیز اور اگر خدا تعالےٰ ہر یک گناہ پر سزا دینے لگے اور استغفار اور توبہ قبول نہ ہو اور فضل شامل حال نہ ہو تو بندہ کبھی نجات نہیں پا سکتا۔

(ر ص ١٠٦)

انسان ترقیات غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے

انسان ترقیاتِ غیر محدود کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ عیبِ بخل و امساک سے بکلّی پاک ہے۔

(ر ص ١٢٨ حاشیہ)

قربِ الٰہی کی تین قسمیں اور ان کی تشبیہ

جاننا چاہیئے کہ قربِ الٰہی کی تین قسمیں تین قسم کی تشبیہہ پر موقوف ہیں جن کی تفصیل سے مراتب ثلاثہ قرب کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ اوّل قسم قُرب کی خادم اور مخدوم کی تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَالذین اٰمنوا اشد حبا للّٰہ

پہلی قسم کا قرب

یعنی مومن جن کو دوسرے لفظوں میں بندہ فرماں بردار کہہ سکتے ہیں سب چیزوں سے زیادہ اپنے مولیٰ سے محبت رکھتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جیسے ایک نوکر با اخلاص و باصفا و باوفا بوجہ مشاہدہ احسانات متواترہ و انعامات متکاثرہ وکمالات ذاتیہ اپنے آقا کی اس قدر محبت و اخلاص و یک رنگی میں ترقی کر جاتا ہے جو بوجہ ذاتی محبت کے جو اُس کے دِل میں پیدا ہو جاتی ہے اپنے آقا سے ہم طبیعت و ہم طریق ہو جاتا ہے اور اس کی مرادات کا ایسا ہی طالب اور خواہاں ہوتا ہے جیسے آقا خود اپنی مرادات کا خواہاں ہے، اسی طرح بندہ وفادار کی حالت اپنے مولیٰ کریم کے ساتھ ہوتی ہے یعنی وہ بھی اپنے خلوص اور صدق وصفا میں ترقی کرتا کرتا اس درجہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اپنے وجود سے بکلی محو و فنا ہو کر اپنے مولیٰ کریم کے رنگ میں مل جاتا ہے۔ .... سو یہ مقام ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جن کے سینے محبت غیر سے بالکل منزّہ و صاف ہو جاتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی رضامندی کو ڈھونڈنے کے لئے ہر ایک وقت جان قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ ... . قرب کی دوسری قسم ولد اور والد کی

دوسری قسم کا قرب

تشبیہ سے مناسبت رکھتی ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے فاذکروا اللّٰہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرًا۔ یعنی اپنے اللہ جل شانہٗ کو ایسے دِلی جوش محبت سے یاد کرو جیسا باپوں کو یاد کیا جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مخدوم اس وقت باپ سے مشابہ ہو جاتا ہے جب محبت میں غایت درجہ شدت واقع ہو جاتی ہے اور حُب جو ہر یک کدورت اور غرض سے مصفّا ہے دِل کے تمام پردے چیر کر دل کی جڑھ میں اس طرح سے بیٹھ جاتی ہے کہ گویا اس کی جز ہے تب

جس قدر جوش محبت اور پیوند شدید اپنے محبوب سے ہے وہ سب حقیقت میں مادر زاد معلوم ہوتا ہے۔ اور ایسا طبیعت سے ہمرنگ اور اس کی جز ہو جاتا ہے کہ سعی اور کوشش کا ذریعہ ہرگز یاد نہیں رہتا اور جیسے بیٹے کو اپنے باپ کا وجود تصور کرنے سے ایک روحانی نسبت محسوس ہوتی ہے ایسا ہی اِس کو بھی ہر وقت باطنی طور پر اس نسبت کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ .... غرض اس درجہ میں محبت کمال لطافت تک پہنچ جاتی ہے اور مناسبت اور مشابہت بال بال میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ .....

تیسری قسم کا قرب۔

تیسری قسم کا قرب ایک ہی شخص کی صورت اور اس کے عکس سے مشابہت رکھتا ہے یعنی جیسے ایک شخص آئینہ صاف و وسیع میں اپنی شکل دیکھتا ہے تو تمام شکل اس کی معہ اپنے تمام نقوش کے جو اس میں موجود ہیں عکسی طور پر اس آئینہ میں دکھائی دیتی ہے ایسا ہی اس قسمِ ثالث قرب میں تمام صفات الٰہیہ صاحب قُرب کے وجود میں بہ تمام تر صفائی منعکس ہو جاتی ہیں۔ .... سو جب کہ نفس پاک محمدی اپنے شدّت قرب

نبی کریمؐ کی حالت قرب۔

اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وتر کی حد سے آگے بڑھا اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اس ناپیدا کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذرّہ بشریت گم ہو گیا۔

(سرمہ چشم آریہ طبع اوّل ص۲۰۵ تا ص۲۲۴ حاشیہ)

معرفت الٰہی کیلئے خدا کی ہمکلامی کی ضرورت

صراطِ مستقیم پر چلنے سے طالبِ صادق الہام الٰہی پا سکتا ہے کیونکہ اوّل تو اس پر تجربہ ذاتی شاہد ہے ماسوائے اس کے ہر یک عاقل سمجھ سکتا ہے کہ اس دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کوئی معرفت الٰہی کا اعلیٰ رُتبہ نہیں ہے کہ انسان اپنے رب کریم جل شانہٗ سے ہمکلام ہو جائے۔ یہی درجہ ہے جس سے روحیں تسلّی پاتی ہیں اور سب شکوک و شبہات دُور ہو جاتے ہیں اور اسی درجہ صافیہ پر پہنچ کر انسان اس دقیقۂ معرفت کو

پالیتا ہے جس کی تحصیل کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے اور در اصل نجات کی کنجی اور ہستی موہوم کا عقدہ کشا یہی درجہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے اور کھُل جاتا ہے کہ خالق حقیقی کو اپنی مخلوق ضعیف سے کس قدر قرب واقعہ ہے ... . جب کوئی دلی صفائی سے خدا تعالےٰ کو ڈھونڈے گا اور اس سے پوری پوری صلح کرلے گا اور درمیان کے حجاب اُٹھائے گا تو ضرور اسے پائے گا اور جب واقعی اور سچے اور کامل طور پر پائے گا تو ضرور خُدا اس سے ہمکلام ہوگا۔

(ص ۱۹۱ و ۱۹۲)

جلال و عظمتِ الٰہی کا تقاضا

صرف یہی بات نہیں کہ بندہ اپنی حالت میں آزاد ہے اور اپنے لئے بندگی کرتا ہے اور پرمیشر کو اس سے کچھ تعلق نہیں بلکہ جلال اور عظمت الٰہی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بندہ شرطِ بندگی بجالاوے اور نیک راہوں کو اختیار کرے اور اس کی الوہیت بالطبع تقاضا کرتی ہے کہ اُس کے آگے عبودیت کے آثار ظاہر ہوں اور اس کی کاملیت ذاتی جوش سے یہ چاہتی ہے کہ جو نقصان سے خالی نہیں ہے اس کے آگے تذلل کرے۔

(ص ۲۱۷)

مذہب کی جڑ اور اس کی شاخیں اور اس کے پھول اور پھل

مذہب کی جڑ خداشناسی اور معرفت نعماء الٰہی ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اس کا پھل برکاتِ روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو رب اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا مثمر ہے۔

کمالیتِ محبت کمالیتِ معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبتِ ذاتیہ پیدا ہو جاتی ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا

دن ہوتا ہے اور وہی ساعت نئے عالم کی پہلی ساعت ہوتی ہے۔

(ص ۲۳۳)

پرستش کی جڑ تلاوتِ کلامِ الٰہی ہے

پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سُنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے۔

(ص ۲۳۵)

قرآن شریف اور نبی کریمؐ کی پیروی پر فلاحِ آخرت موقوف ہے

میری یہ حالت ہے کہ جیسے ایک شیشہ عطر خالص سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میرا دلِ اس یقین سے بھرا ہوا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام قرآن شریف تمام برکات دینیہ کا مجموعہ ہے اور فی الحقیقت خدا تعالےٰ سب موجودات کا موجد اور تمام ارواح اور اجسام کا پیدا کنندہ اور ہر قسم کی خیر اور نیکی اور فیض کا مبدء ہے اور اس کا پاک رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم سچا و صادق و کامل نبی ہے جس کی پیروی پر فلاح موقوف ہے۔

(ص ۲۵۳)

صادق لوگ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصائب میں ڈالے جاتے ہیں

ہر ایک مومن اور پاک باطن اپنے ذاتی تجربہ سے اِس بات کا گواہ ہے کہ جو لوگ صدق دِل سے اپنے مولیٰ کریم جلشانہ سے کامل وفاداری اختیار کرتے ہیں وہ اپنے ایمان اور صبر کے اندازہ پر مصیبتوں میں ڈالے جاتے ہیں اور سخت سخت آزمائشوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان کو بد باطن لوگوں سے بہت کچھ رنج دہ باتیں سننی پڑتی ہیں۔ اور انواع و اقسام کی مصائب و شدائد کو اٹھانا پڑتا ہے اور نا اہل لوگ طرح طرح کے منصوبے اور رنگا رنگ کے بہتان ان کے حق میں باندھتے ہیں۔ اور ان کے نابود کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں یہی عادت اللہ

ان لوگوں سے جاری ہے جن پر اس کی نظر عنایت ہے۔ غرض جو اس کی نگاہ میں راستباز اور صادق ہیں وہ ہمیشہ جاہلوں کی زبان اور ہاتھ سے تکلیفیں اٹھاتے چلے گئے ہیں۔ سو چونکہ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے اس لئے اگر ہم بھی خویش بیگانہ سے کچھ آزار اٹھائیں تو ہمیں شکر بجالانا چاہیئے اور خوش ہونا چاہیئے کہ ہم اس محبوب حقیقی کی نظر میں اس لائق تو ٹھہرے کہ اس کی راہ میں دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں۔

(اشتہار محک اخیار و اشرار۔ سرمہ چشم آریہ کے آخر میں ص ۱)

شحنۂ حق

نجات کی جڑ
ماسوی اللہ
سے انقطاع۔
عشق کا غلبہ

نجات کی جڑ اور اس کا اصل نور جس سے یہ روشنی پیدا ہوتی ہے یہی ہے کہ ماسوی اللہ سے انقطاعِ کلّی ہو کر خدا تعالےٰ سے ایسا سچا تعلق پیدا ہو جائے کہ وہ محبت اور عشق کے غلبہ سے ہر یک چیز پر بلکہ اپنی جان پر بھی مقدم ہو جائے اور آرام اور انس اور شوق اور دِل کی خوشی اُسی سے اور اسی کے ساتھ ہو۔ اور جیسا کہ وہ حقیقت میں واحد لاشریک ہے ایسا ہی پیار کی نظر سے بھی اپنی عظمت اور جلال اور ساری کامل صفتوں میں واحد لاشریک ہی نظر آوے۔ یہ نور نجات ہے جو اسی دنیا سے محبِ صادق کے ساتھ جاتا ہے اور اس کے وجود میں جان کی طرح داخل ہو کر ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔

(شحنہ حق طبع اوّل ص ۱۶ و ص ۱۶)

اپنی صداقت
پر یقین کامل
توکل علی اللہ

کوئی چیز ایسی چھپی ہوئی نہیں جو آخر ظاہر نہ ہو۔ پس اگر ہم درحقیقت فریب پر ہیں تو یہی فریب ہمیں ہلاک کرے گا۔ لیکن اگر ہم راستی پر ہیں اور وہ جو ہمارے دل کو دیکھ رہا ہے اور وہ اس میں کچھ فریب نہیں پاتا تو اگر آریوں کے پہلے اور آریوں کے پچھلے اور آریوں کے زندے اور آریوں کے مُردے بلکہ تمام اوّلین آخرین مخالف ہمارے نابود کرنے

کے لئے جمع ہو جائیں تو ہمیں ہرگز نابود نہیں کر سکتے۔ جب تک ہمارے ہاتھ سے وہ کام انجام پذیر نہ ہو جائے جس کے لئے اللہ جل شانہٗ نے ہمیں مامور کیا ہے۔ سو آریوں کے افترا اور بہتان اور قتل کرنے کی دھمکیاں سب ہیچ اور بے اثر ہیں جن سے ہم ڈرتے نہیں اگر ان کا حسد سے یہ خیال ہو کہ لوگ ان کی طرف کیوں رجوع کرتے ہیں ان کو کسی تدبیر سے بند کرنا چاہیئے تو انہیں سمجھنا چاہیئے کہ لوگ درحقیقت کچھ چیز ہی نہیں اور نہ ہماری لوگوں پر نظر ہے۔ ایک ہی ہے جو ان کو کھینچ کر لاتا ہے اور نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم بدظن لوگوں سے ہرگز نہیں ڈرتے اور اگر بدظن لوگ اتنے ہو جائیں کہ دنیا میں سما نہ سکیں تو وہ درحقیقت اپنا نقصان کریں گے نہ ہمارا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہماری نظر میں تمام دنیا بجز اس ایک کے یا اُس کے خالص محبوں کے جتنے اور لوگ ہیں خواہ وہ بادشاہ ہیں یا امیر ہیں یا وزیر ہیں یا راجے ہیں یا نواب ہیں ایک مرے ہوئے کیڑے کی مانند بھی نہیں۔

(ے ص۲۹)

فتح اسلام

تجدید دین کی پاک کیفیت

تجدید دین وہ پاک کیفیت ہے کہ اوّل عاشقانہ جوش کے ساتھ اس پاک دل پر نازل ہوتی ہے کہ جو مکالمۂ الٰہی کے درجہ تک پہنچ گیا ہو۔ پھر دوسروں میں جلد یا دیر سے اس کی سرایت ہوتی ہے۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کی طرف سے مجددیت کی قوت پاتے ہیں وہ نرے استخواں فروش نہیں ہوتے بلکہ وہ واقعی طور پر نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور روحانی طور پر آنجناب کے خلیفہ ہوتے ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں ان تمام نعمتوں کا وارث بناتا ہے جو نبیوں اور رسولوں کو دی جاتی ہیں اور ان کی باتیں از قبیل جوشیدن ہوتی ہیں نہ از قبیل کوشیدن۔ اور وہ حال سے بولتے ہیں نہ مجرد قال سے۔ اور خدا تعالیٰ کے الہام کی تجلّی ان کے دلوں پر ہوتی ہے اور وہ ہر ایک مشکل کے وقت روح القدس سے سکھلائے جاتے ہیں اور ان کی گفتار اور کردار میں دنیا پرستی کی ملونی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ بکلی مصفّا کئے گئے ہیں اور بتمام وکمال کھینچے گئے ہیں۔

(فتح اسلام طبع اوّل ص۹ حاشیہ)

مسیح موعود کی آمد

اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جس کا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بے شمار روحیں اس کے شوق میں

سچائی کی فتح کا وقت آگیا ہے قربانیوں کی ضرورت

سفر کر گئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اس کی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اُٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اس کو بار بار بیان کروں گا اور اس کے اظہار سے میں رُک نہیں سکتا کہ میں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کر دیا جائے۔ میں اسی طرح بھیجا گیا ہوں جس طرح سے وہ شخص بعد کلیم اللہ مرد خدا کے بھیجا گیا تھا جس کی روح ہیروڈیس کے عہد حکومت میں بہت تکلیفوں کے بعد آسمان کی طرف اُٹھائی گئی۔ ... ... دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ یہ انسان کی بات نہیں خدا تعالٰے کا الہام اور ربِ جلیل کا کلام ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان حملوں کے دن نزدیک ہیں مگر یہ حملے تیغ و تبر سے نہ ہوں گے اور تلواروں اور بندوقوں کی حاجت نہیں پڑے گی بلکہ روحانی اسلحہ کے ساتھ خدا تعالٰے کی مدد اترے گی اور یہودیوں سے سخت لڑائی ہوگی۔ وہ کون ہیں؟ اس زمانہ کے ظاہر پرست لوگ جنہوں نے بالاتفاق یہودیوں کے قدم پر قدم رکھا ہے۔ ان سب کو آسمانی سیف اللہ دو ٹکڑے کرے گی اور یہودیت کی خصلت مٹا دی جائے گی۔ اور ہر ایک حق پوش دجال دنیا پرست یک چشم جو دین کی آنکھ نہیں رکھتا حجت قاطعہ کی تلوار سے قتل کیا جائے گا اور سچائی کی فتح ہوگی اور اسلام کے لئے پھر اس تازگی اور روشنی کا دن آئے گا جو پہلے وقتوں میں آچکا ہے اور وہ آفتاب اپنے پورے کمال کے ساتھ چڑھے گا جیسا کہ پہلے چڑھ چکا ہے۔ لیکن ابھی ایسا نہیں۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے چڑھنے سے روکے رہے جب تک کہ محنت اور جانفشانی سے ہمارے جگر خون نہ ہو جائیں اور ہم سارے آراموں کو اس کے ظہور کے لئے نہ کھو دیں۔ اور اعزاز اسلام کے لئے ساری ذلتیں قبول نہ کر لیں۔ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ مانگتا ہے۔ وہ کیا ہے ہمارا اسی راہ میں مرنا۔ یہی موت ہے جس پر اسلام کی زندگی مسلمانوں کی زندگی اور زندہ خدا کی تجلی موقوف ہے۔ (۱ ۔ ۱۰ ۔ ۱۱ ۔)

کسرِ صلیب

سو میں صلیب کے توڑنے اور خنزیروں کے قتل کرنے کے لئے بھیجا ہوں۔ میں آسمان سے اترا ہوں ان پاک فرشتوں کے ساتھ جو میرے دائیں بائیں تھے جن کو میرا خدا جو میرے ساتھ ہے میرے کام کے پورا کرنے کے لئے ہر ایک مستعد دل میں داخل کرے گا بلکہ کر رہا ہے اور اگر میں چپ بھی رہوں اور میری قلم لکھنے سے رُکی بھی رہے تب بھی وہ فرشتے جو میرے ساتھ اترے ہیں اپنا کام بند نہیں کر سکتے اور ان کے ہاتھ میں بڑی بڑی گرزیں ہیں جو صلیب توڑنے اور مخلوق پرستی کی ہیکل کچلنے کے لئے دی گئی ہیں۔

(فتح اسلام طبع اول ۱۷)

عجز اور خاکساری

اے حضرت مجھے دنیا کی کسی حکمت اور دانائی کا دعوٰی نہیں۔ اس جہان کی دانائیوں اور چالاکیوں کو میں کیا کروں کہ وہ روح کو منوّر نہیں کر سکتیں۔ اندرونی غلاظتوں کو وہ دھو نہیں سکتیں۔ عجز اور خاکساری کو پیدا نہیں کر سکتیں بلکہ زنگ پر زنگ چڑھاتی اور کفر پر کفر بڑھاتی ہیں۔ میرے لئے یہ بس ہے کہ عنایت الٰہی نے میری دستگیری کی اور وہ علم بخشا کہ مدارس سے نہیں بلکہ آسمانی معلم سے ملتا ہے۔

(۱ ۔ ص ۔ حاشیہ)

میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون!

میرا دوست کون ہے اور میرا عزیز کون؟ وہی جو مجھے پہچانتا ہے؛ صرف وہی جو مجھ پر یقین رکھتا ہے کہ میں بھیجا گیا ہوں اور مجھے اس طرح قبول کرتا ہے جس طرح وہ لوگ قبول کئے جاتے ہیں جو بھیجے گئے ہوں۔ دنیا مجھے قبول نہیں کر سکتی کیونکہ میں دُنیا میں سے نہیں ہوں۔ مگر جن کی فطرت کو اُس عالم کا حصّہ دیا گیا ہے وہ مجھے قبول کرتے ہیں اور کریں گے۔ جو مجھے چھوڑتا ہے وہ اس کو چھوڑتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اور جو مجھ سے پیوند کرتا ہے وہ اس سے کرتا ہے جس کی طرف سے میں آیا ہوں۔ میرے ہاتھ میں ایک چراغ ہے

جو شخص میرے پاس آتا ہے ضرور وہ اس روشنی سے حصہ لے گا۔ جو شخص وہم اور بدگمانی سے دُور بھاگتا ہے وہ ظلمت میں ڈال دیا جائے گا۔ اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچالے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے ہر طرف سے اس کو موت درپیش ہے اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی۔ مجھ میں کون داخل ہوتا ہے وہی جو بدی کو چھوڑتا ہے اور نیکی کو اختیار کرتا ہے اور کجی کو چھوڑتا اور راستی پر قدم مارتا ہے اور شیطانوں کی غلامی سے آزاد ہوتا اور خدا تعالےٰ کا ایک بندہ مطیع بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ایسا کرتا ہے وہ مجھ میں ہے اور میں اس میں ہوں۔ مگر ایسا کرنے پر فقط وہی قادر ہوتا ہے جس کو خدا تعالےٰ نفس مزکی کے سایہ میں ڈال دیتا ہے۔ تب وہ اس کے نفس کی دوزخ کے اندر اپنا پیر رکھدیتا ہے تو وہ ایسا ٹھنڈا ہو جاتا ہے کہ گویا اس میں کبھی آگ نہیں تھی تب وہ ترقی پہ ترقی کرتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کی روح اس میں سکونت کرتی ہے اور ایک تجلی خاص کے ساتھ رب العالمین کا استوا اس کے دل پر ہوتا ہے۔ تب پرانی انسانیت اس کی جل کر ایک نئی اور پاک انسانیت اس کو عطا کی جاتی ہے اور خدا تعالےٰ بھی ایک نیا خدا ہو کر نئے اور خاص طور پر اس سے تعلق پکڑتا ہے اور بہشتی زندگی کا تمام پاک سامان اسی عالم میں اس کو مل جاتا ہے

(ر ح ۵۹)

توضیح مرام

نبی کریمؐ کا اعلیٰ ترین مقام

واضح ہو کہ وہ (آنحضرتؐ کا درجہ) ایک اعلیٰ مقام اور برتر مرتبہ ہے جو اس ذات کامل الصفات پر ختم ہو گیا ہے جس کی کیفیت کو پہنچنا بھی کسی دوسرے کا کام نہیں چہ جائیکہ وہ کسی کو حاصل ہو سکے۔

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم — آنچناں از خود جُدا شد کز میاں افتاد میم

زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد — پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم

بوئے محبوبِ حقیقی مید مد زاں روئے پاک — ذاتِ حقانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال — چوں دلِ احمد نمی بینم دگر عرشِ عظیم

منتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار — صد بلا را میخورم از ذوقِ آں عین النعیم

از عنایاتِ خداوند از فضلِ آں داورِ پاک — دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم

آں مقام و رتبتِ خاصش کہ بر من شد عیاں — گفتمے گر دیدمے طبعِ دریں راہِ سلیم

در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود — ایں تمنّا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

آنحضرتؐ کا درجہ عالیہ

اب آنحضرتؐ کے درجہ عالیہ کی شناخت کے لئے اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ مراتب قرب و محبت باعتبار اپنے روحانی درجات کے تین قسم پر منقسم ہیں۔ سب

محبت الٰہی کے تین درجے

سے ادنے درجہ جو درحقیقت وہ بھی بڑا ہے یہ ہے کہ آتش محبت الٰہی لوح قلب انسانی کو گرم تو کرے اور ممکن ہے کہ ایسا گرم کرے کہ بعض آگ کے کام اس محرور سے ہو سکیں لیکن یہ کسر باقی رہ جائے کہ اس متاثر میں آگ کی چمک پیدا نہ ہو۔ اس درجہ کی محبت پر جب خدا تعالیٰ کی محبت کا شعلہ واقع ہو تو اس شعلہ سے جس قدر روح میں گرمی پیدا ہوتی ہے اس کو سکینت و اطمینان اور کبھی فرشتہ و ملک کے لفظ سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا درجہ محبت کا وہ ہے جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں جس میں دونوں محبتوں کے ملنے سے آتش محبت الٰہی لوحِ قلبِ انسان کو اس قدر گرم کرتی ہے کہ اس میں آگ کی صورت پر ایک چمک پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس چمک میں کسی قسم کا اشتعال یا بھڑک نہیں ہوتی فقط ایک چمک ہوتی ہے جس کو روح القدس کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تیسرا درجہ محبت کا وہ ہے جس میں ایک نہایت افروختہ شعلہ محبت الٰہی کا انسانی محبت کے مستعد فتیلہ پر پڑ کر اس کو افروختہ کر دیتا ہے اور اس کے تمام اجزاء اور تمام رگ و ریشہ پر استیلا پکڑ کر اپنے وجود کا اتم اور اکمل مظہر اس کو بنا دیتا ہے اور اس حالت میں آتش محبت الٰہی لوح قلب انسان کو نہ صرف ایک چمک بخشتی ہے بلکہ معاً اس چمک کے ساتھ تمام وجود بھڑک اٹھتا ہے اور اس کی لوئیں اور شعلے اردگرد کو روزِ روشن کی طرح روشن کر دیتے ہیں اور کسی قسم کی تاریکی باقی نہیں رہتی اور پورے طور پر اور تمام صفات کاملہ کے ساتھ وہ سارا وجود آگ ہی آگ ہو جاتا ہے اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کے جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اس کو روح الامین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر ایک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القویٰ بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقتِ وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں۔ اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہائی درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رأیٰ ما رأیٰ کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے کیونکہ

اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے۔ اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو ملی ہے جو انسانِ کامل ہے جس پر تمام سلسلہ انسانیت کا ختم ہو گیا ہے اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچا ہے۔

(توضیح مرام طبع اوّل صـ۲۳ تا صـ۲۶)

انا عرضنا الامانة میں امانت سے مراد

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًاۙ یعنی ہم نے اپنی امانت کو جس سے مراد عشق و محبت الٰہی اور مورد ابتلا ہو کر پھر پوری اطاعت کرنا ہے آسمان کے تمام فرشتوں اور زمین کی تمام مخلوقات اور پہاڑوں پر پیش کیا جو بظاہر قوی ہیکل چیزیں تھیں سو ان سب چیزوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس کی عظمت کو دیکھ کر ڈر گئیں مگر انسان نے اس کو اٹھا لیا کیونکہ انسان میں یہ دو خوبیاں تھیں ایک یہ کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفس پر ظلم کر سکتا تھا۔ دوسری یہ خوبی کہ وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اس درجہ تک پہنچ سکتا تھا جو غیر اللہ کو بکلی فراموش کر دے۔

(توضیح مرام طبع اوّل صـ۴۸)

فرشتہ کی تاثیر انسانی نفس پر اس کی دو قسمیں

ہر ایک فرشتہ کی تاثیر انسان کے نفس پر دو قسم کی ہوتی ہے۔ اوّل وہ تاثیر جو رحم میں ہونے کی حالت میں باذنہ تعالیٰ مختلف طور کے تخم پر مختلف طور کا اثر ڈالتی ہے۔ پھر دوسری وہ تاثیر جو بعد تیاری وجود کے اس وجود کی مخفی استعدادوں کو اپنے کمالات ممکنہ تک پہنچانے کے لئے کام کرتی ہے۔ اس دوسری تاثیر کو جب وہ نبی یا کامل ولی کے متعلق ہو وحی کے نام سے

موسوم کیا جاتا ہے۔ اور یوں ہوتا ہے کہ جب ایک مستعد نفس اپنے نورِ ایمان اور نورِ محبت کے کمال سے مبدءِ فیوض کے ساتھ دوستانہ تعلق پکڑ لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی زندگی بخش محبت اس کی محبت پر پرتَوہ انداز ہو جاتی ہے تو اس حد اور اس وقت تک جو کچھ انسان کو آگے قدم رکھنے کے لئے مقدور حاصل ہوتا ہے یہ دراصل اس پنہانی تاثیر کا اثر ظاہر ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے فرشتہ نے انسان کے رحم میں ہونے کی حالت میں کی ہوتی ہے پھر بعد اس کے جب انسان اس پہلی تاثیر کی کشش سے یہ مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہی فرشتہ از سرِ نو اپنا اثر نور سے بھرا ہوا اس پر ڈالتا ہے مگر یہ نہیں کہ اپنی طرف سے بلکہ وہ درمیانی خادم ہونے کی وجہ سے اس نالی کی طرح جو ایک طرف سے پانی کو کھینچتی اور دوسری طرف اس پانی کو پہنچا دیتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا نورِ فیض اپنے اندر کھینچ لیتا ہے۔ پھر عین اس وقت میں کہ جب انسان بوجہ اقتران محبتین روح القدس کی نالی کے قریب اپنے تئیں رکھ دیتا ہے۔ معاً اس نالی میں سے فیضِ وحی اس کے اندر گر جاتا ہے۔

(ا ص ۶۸، ۶۹)

خدا تعالیٰ کا مخلوقات پر تصرف

اصل حقیقت یہ ہے کہ خدائے عزوجل کے ساتھ اس کی تمام مخلوقات اور جمیع عالموں کا جو علاقہ ہے وہ اس علاقہ سے مشابہ ہے جو جسم کو جان سے ہوتا ہے اور جیسے جسم کے تمام اعضاء روح کے ارادوں کے تابع ہوتے ہیں اور جس طرف روح جھکتی ہے اُسی طرف وہ جھک جاتے ہیں یہی نسبت خدا تعالیٰ اور اس کی مخلوقات میں پائی جاتی ہے۔

(گ ص ۷۳)

یہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کیلئے اعضا کی طرح ہے۔

حکیم مطلق نے میرے پر یہ رازِ سربستہ کھول دیا ہے کہ یہ تمام عالم مع اپنے جمیع اجزاء کے اس علت العلل کے کاموں اور ارادوں کی انجام دہی کے لئے سچ مچ اس

اعضاء کی طرح واقع ہے جو خود بخود قائم نہیں بلکہ ہر وقت اس روحِ اعظم سے قوت پاتا ہے۔ جیسے جسم کی تمام قوتیں جان کی طفیل سے ہی ہوتی ہیں۔

(ر ص ۷۴)

خدا تعالیٰ کی محبت کا بندہ کے دل پر نزول اور اس کا نتیجہ۔ الہام کس طرح ہوتا ہے۔

جب خدا تعالیٰ محبت کرنے والے دل کی طرف محبت کے ساتھ رجوع کرتا ہے تو حسب قاعدہ مذکورہ بالا جس کا ابھی بیان ہو چکا ہے جبرئیل کو بھی جو سانس کی ہوا یا آنکھ کے نور کی طرح خدا تعالیٰ سے نسبت رکھتا ہے اس طرف ساتھ ہی حرکت کرنی پڑتی ہے۔ یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی جنبش کے ساتھ ہی وہ بھی بلا اختیار و بلا ارادہ اُسی طور سے جنبش میں آ جاتا ہے کہ جیسا کہ اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری امر ہے۔ پس جب جبرئیلی نور خدا تعالیٰ کی کشش اور تحریک اور نفخۂ نورانیہ سے جنبش میں آ جاتا ہے تو معاً اس کی ایک عکسی تصویر جس کو روح القدس کے ہی نام سے موسوم کرنا چاہیئے محبِ صادق کے دل میں منقش ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت صادقہ کا ایک عرض لازم ٹھہر جاتی ہے۔ تب یہ قوت خدا تعالیٰ کی آواز سننے کے لئے کان کا فائدہ بخشتی ہے اور اس کے عجائبات کے دیکھنے کے لئے آنکھوں کی قائم مقام ہو جاتی ہے اور اس کے الہامات زبان پر جاری ہونے کے لئے ایک ایسی محرک حرارت کا کام دیتی ہے جو زبان کے پہیہ کو زور کے ساتھ الہامی خط پر چلاتی ہے اور جب تک یہ قوت پیدا نہ ہو اس وقت تک انسان کا دل اندھے کی طرح ہوتا ہے اور زبان اس ریل کی گاڑی کی طرح ہوتی ہے جو چلنے والے انجن سے الگ پڑی ہو۔

(ر ص ۷۸، ۷۹)

ازالہ اوہام

مسیح موعودؑ کا زندگی بخش جام

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مسیح کے ہاتھ سے زندہ ہونے والے مر گئے مگر جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔ وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے مونہہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مِل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا۔

(ازالہ اوہام ص۲، ص۳ طبع اوّل)

مسیح موعودؑ کا نزول عین ضرورت کے وقت

خُدا تعالیٰ نے بڑی ضرورت کے وقت تمہیں یاد کیا۔ قریب تھا کہ تم کسی مہلک گڑھے میں جا پڑتے مگر اس کے باشفقت ہاتھ نے جلدی سے تمہیں اُٹھا لیا۔ سو شکر کرو اور خوشی سے اچھلو جو آج تمہاری تازگی کا دن آگیا۔

(ایضاً ص۴)

تہذیبِ حقیقی

دراصل تہذیبِ حقیقی کی راہ وہی راہ ہے جس پر انبیاء علیہم السّلام نے قدم مارا ہے جس میں

درشت الفاظ کا برمحل استعمال بھی ضروری ہے

سخت الفاظ کا داروئے تلخ کی طرح گاہ گاہ استعمال کرنا حرام کی طرح نہیں سمجھا گیا بلکہ ایسے درشت الفاظ کا اپنے محل پر بقدرِ ضرورت و مصلحت استعمال میں لانا ہر ایک مبلغ اور واعظ کا فرض وقت ہے جس کے ادا کرنے میں کسی واعظ کا سُستی اور کاہلی اختیار کرنا اس بات کی نشانی ہے کہ غیر اللہ کا خوف جو شرک میں داخل ہے اس کے دِل پر غالب اور ایمانی حالت اس کی ایسی کمزور اور ضعیف ہے جیسے ایک کیڑے کی جان کمزور اور ضعیف ہوتی ہے۔

(ایضاً ص۳۴)

مسیح موعودؑ کی ایک علامت خاصہ۔ جواہراتِ علوم وحقائق ومعارف

مسیح کے نام پر جو پیشگوئی ہے اس کی علامات خاصہ درحقیقت دو ہی ہیں۔ ایک یہ کہ جب وہ مسیح آئے گا تو مسلمانوں کی اندرونی حالت کو جو اس وقت لغایت درجہ بگڑی ہوئی ہوگی اپنی صحیح تعلیم سے درست کر دے گا اور اُن کے روحانی افلاس اور باطنی ناداری کو بکلّی دور فرما کر جواہراتِ علوم وحقائق ومعارف اُن کے سامنے رکھدے گا یہاں تک کہ وہ لوگ اس دولت کو لیتے لیتے تھک جائیں گے اور ان میں سے کوئی طالبِ حق روحانی طور پر مفلس اور نادار نہیں رہے گا بلکہ جس قدر سچائی کے بھُوکے اور پیاسے ہیں ان کو بکثرت طیب غذا صداقت کی اور شربت شیریں معرفت کا پلایا جائے گا اور علوم حقّہ کے موتیوں سے ان کی جھولیاں پُر کر دی جائیں گی اور جو مغز اور لب لباب قرآن شریف کا ہے اس عطر کے بھرے ہوئے شیشے ان کو دیئے جائیں گے۔

(ایضاً ص۷۹، ص۸۰)

ہیبت اور رعب صرف سچّوں میں ہوا کرتا ہے۔

ذرہ سوچتے نہیں کہ کیا یہ ہیبت اور رعب باطل میں ہوا کرتا ہے کہ تمام دنیا کو مقابلہ کے لئے کہا جائے اور کوئی سامنے نہ آسکے کیا وہ شجاعت و استقامت جھوٹوں میں بھی کسی نے دیکھی ہے جو ایک عالم کے سامنے اس جگہ ظاہر کی گئی ہے۔ اگر انہیں شک

ہے تو مخالفین اسلام کے جس قدر پیشوا اور واعظ اور معلّم ہیں اُن کے دروازہ پر جائیں اور اپنے ظنون فاسدہ کا سہارا دے کر انہیں میرے مقابلہ پر روحانی امور کے موازنہ کے لئے کھڑا کریں۔ پھر دیکھیں کہ خدا تعالےٰ میری حمایت کرتا ہے یا نہیں۔

(؍؍ ص۱۱۶)

مسیح موعودؑ کی شان اور عظمت۔

اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ جو بات اس عاجز کی دعا کے ذریعہ سے رد کی جائے وہ کسی اور ذریعہ سے قبول نہیں ہو سکتی اور جو دروازہ اس عاجز کے ذریعہ سے کھولا جائے وہ کسی اور ذریعہ سے بند نہیں ہو سکتا۔

(؍؍ ص۱۱۸ حاشیہ)

مسیح موعودؑ کی برکات۔

(مسیح موعود کے وقت میں) نیکوں کی قوتوں میں خارق عادت طور پر الہامات اور مکاشفات کا چشمہ صاف صاف طور پر بہتا نظر آئے گا اور یہ بات شاذ و نادر ہوگی کہ مومن کی خواب جھوٹی نکلے

(؍؍ ص۱۲۱)

مسیح موعودؑ کا تعلق باللہ اور مرتبۂ قرب

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر — از باغباں بترس کہ من شاخِ مثمرم
عشقش بتار و پود دل من درون شد است — مہرش شد است در رہ دیں مہر انورم
راز محبت من او فاش گر شدے — بسیار تن کہ جاں بفشاندے بریں درم
ابنائے روزگار ندانند رازِ من — من نور خود نہفتہ ز چشمان شپرم
ہر لحظہ میخوریم زجام وصالِ دوست — ہر دم انیس یار علیٰ رغم منکرم
بادِ بہشت بر دلِ پُر سوزِ من وزد — صد نکہتِ لطیف دمد دُودِ مجمرم

بد بوئے حاسداں نرساند زیانِ من — من ہر زماں ز نافۂ یادش معطّرم
کارم ز قرب یار بجائے رسیدہ است — کانجا ز فہم و دانش اغیار برترم
پائم ز لطفِ یار بجنّت خزیدہ است — واز فضل آں حبیب بدستست ساغرم
جوشِ اجابتش کہ بوقتِ دعا بود — زاں گونہ زاریم نشنید است مادرم
ہر سوئے و ہر طرف رُخِ آں یار بنگرم — آں دیگرے کجاست کہ آید بخاطرم
امروز قوم من نشناسد مقامِ من — روزے بگریہ یاد کند وقتِ خوشترم
لطف است و فضل او کہ نوازد وگرنہ من — کرمم نہ آدمی صدف استم نہ گوہرم
زانگونہ دست او دلم از غیر خود کشید — گوئی کسے نبود دگر در تصوّرم
واللہ کہ ہمچو کشتیٔ نوحم ز کردگار — بیدولت آنکہ دور بماند زلنگرم

(؍؍ ملخص از نظم ص۱۵۰ تا ص۱۲۸)

رسولِ کریمؐ کا احسان

وہ رسول کریم (مادر و پدرم فدائے او باد) جس نے ہمیں لا الٰہ الا اللہ سکھا کر تمام غیر اللہ کی طاقتیں ہمارے پیروں کے نیچے رکھدیں اور ایک زبردست معبود کا دامن پکڑا کر ہماری نظر میں ماسوا کا قدر ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی کمتر کر دیا۔

(؍؍ ص۲۳۱)

نبیوں اور صدیقوں کا خدا کی راہ میں وقف ہونا

اگر بہشت میں داخل ہونا کامل ایمان کامل اخلاص کامل جانفشانی پر موقوف ہے تو بلاشبہ نبیوں اور صدیقوں سے اور کوئی بڑھ کر نہیں۔ جن کی تمام زندگی خدا تعالےٰ کے لئے وقف ہو جاتی ہے اور جو خدا تعالےٰ کی راہ میں ایسے فدا ہوتے ہیں کہ بس مر ہی رہتے ہیں اور تمنّا رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی راہ میں شہید کئے جائیں اور پھر زندہ ہوں اور پھر شہید کئے جائیں اور پھر زندہ ہوں اور پھر شہید کئے جائیں۔

(؍؍ ص۳۹۴)

الہام الٰہی کی ضرورت اور اس کا انسانی ترقیات سے تعلق

اب رہی یہ بات کہ الہام بے اصل اور بے سود اور بے حقیقت چیز ہے جس کا ضرر اس کے نفع سے بڑھ کر ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ ایسی باتیں وہی شخص کرے گا جس نے کبھی شراب طہور کا مزہ نہیں چکھا اور نہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ سچا ایمان اس کو حاصل ہو بلکہ رسم اور عادت پر خوش ہے۔ اور کبھی نظر اس طرف اٹھا کر نہیں دیکھتا کہ مجھے خداوند کریم پر یقین کہاں تک حاصل ہے اور میری معرفت کا درجہ کس حد تک ہے اور مجھے کیا کرنا چاہیئے تاکہ میری اندرونی کمزوریاں دُور ہوں اور میرے اخلاق اور اعمال اور ارادہ میں ایک زندہ تبدیلی پیدا ہو جائے اور مجھے وہ عشق اور محبت حاصل ہو جائے جس کی وجہ سے میں بآسانی سفرِ آخرت کر سکوں اور مجھ میں ایک نہایت عمدہ قابل ترقی مادہ پیدا ہو جائے۔

کامل عرفان کے لئے مکالمہ الٰہیہ کی ضرورت

بے شک یہ بات سب کے فہم میں آسکتی ہے کہ انسان اپنی اس غافلانہ زندگی میں جو سرِ دم تحت الثریٰ کی طرف کھینچ رہی ہے اور علاوہ اس کے تعلقات زن و فرزند اور ننگ و ناموس کے بوجھل اور بھاری پتھر کی طرح ہر لحظہ نیچے کی طرف لے جا رہے ہیں ایک بالائی طاقت کا ضرور محتاج ہے جو اس کو سچی بینائی اور سچا کشف بخش کر خدا تعالیٰ کے جمال باکمال کا مشتاق بنا دیوے۔ سو جاننا چاہیئے کہ وہ بالائی طاقت الہام ربانی ہے جو عین دکھ کے وقت میں سرور پہنچاتا ہے اور مصائب کے ٹیلوں اور پہاڑوں کے نیچے بڑے آرام اور لذت کے ساتھ کھڑا کر دیتا ہے۔ وہ دقیق در دقیق وجود جس نے عقلی طاقتوں کو خیرہ کر رکھا ہے اور تمام حکیموں کی عقل اور دانش کو سکتہ میں ڈال دیا ہے وہ الہام ہی کے ذریعہ سے کچھ اپنا پتہ دیتا ہے اور انا الموجود کہہ کر سالکوں کے دلوں کو تسلی بخشتا ہے اور سکینت نازل کرتا ہے اور انتہائی وصول کی ٹھنڈی ہوا سے جان نیم مردہ کو تازگی بخشتا ہے یہ بات تو سچ ہے کہ قرآن کریم ہدایت دینے کے لئے کافی ہے مگر قرآن کریم جس کو ہدایت کے چشمہ تک پہنچاتا ہے اس میں پہلی علامت یہی پیدا ہو جاتی

ہے کہ مکالمہ طیبہ الٰہیہ اس سے شروع ہو جاتا ہے جس سے نہایت درجہ کی انکشافی معرفت اور چشم دید برکت و نورانیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ عرفان حاصل ہونا شروع ہو جاتا ہے جو مجرّد تقلیدی اٹکلوں یا ڈھکوسلوں سے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کیونکہ تقلیدی علوم محدود مشتبہ ہیں اور عقلی خیالات ناقص و ناتمام ہیں اور ہمیں ضرور حاجت ہے کہ براہِ راست اپنے عرفان کی توسیع کریں کیونکہ جس قدر ہمارا عرفان ہوگا اُسی قدر ہم میں ولولہ شوق جوش مارے گا۔ کیا ہمیں باوجود ناقص عرفان کے کامل ولولہ و شوق کی کچھ توقع ہے؟ نہیں کچھ بھی نہیں۔ سو حیرت اور تعجب ہے کہ وہ لوگ کیسے بدفہم ہیں جو ایسے ذریعہ کاملہ وصولِ حق سے اپنے تئیں مستغنی سمجھتے ہیں جس سے روحانی زندگی وابستہ ہے۔

روحانی علوم اور معارف اسی سے ملتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ روحانی علوم اور روحانی معارف صرف بذریعہ الہامات و مکاشفات ہی ملتے ہیں اور جب تک ہم وہ درجہ روشنی کا نہ پالیں تب تک ہماری انسانیت کسی حقیقی معرفت یا حقیقی کمال سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتی۔ صرف کوّے کی طرح یا بھیڑی کی طرح ایک نجاست کو ہم حلوہ سمجھتے رہیں گے اور ہم میں ایمانی فراست بھی نہیں آئے گی۔ صرف لومڑی کی طرح داؤ پیچ بہت یاد ہوں گے۔

انسان یقینی معرفت کیلئے پیدا کیا گیا ہے جو اس کی نجات کا مدار ہے۔ یہ صرف بذریعہ الہام الٰہی ملتا ہے

ہم ایک بڑے بھاری مطلب کے لئے جو یقینی معرفت ہے پیدا کئے گئے ہیں اور وہی معرفت ہماری نجات کا مدار بھی ہے جو ہر ایک خبیث اور مغشوش طریق سے ہمیں آزادی بخش کر ایک پاک اور شفاف دریا کے کنارے پر ہمارا منہ رکھ دیتی ہے اور وہ صرف بذریعہ الہام الٰہی ہمیں ملتی ہے۔ جب ہم اپنے نفس سے بکلّی فنا ہو کر دردمند دل کے ساتھ لایُدرک وجود میں ایک گہرا غوطہ مارتے ہیں تو ہماری بشریت الوہیت کے دربار میں پڑنے سے عند العود کچھ آثار و انوار اس عالم کے ساتھ لے آتی ہے۔ سو جس چیز کو اس دنیا کے لوگ

بنظرِ حقارت دیکھتے ہیں وہ درحقیقت وہی ایک چیز ہے جو مدت کے جدا شدہ کو ایک دم میں اپنے محبوب سے ملاتی ہے۔ وہی ہے جس سے عشاقِ الٰہی تسلّی پاتے ہیں اور طرح طرح کی نفسانی قیدوں سے یک بار اپنا پیر باہر نکال لیتے ہیں جب تک وہ سچی روشنی دلوں پر نازل نہ ہوگی ہرگز ممکن ہی نہیں کہ کوئی دِل منوّر ہو سکے۔

خدا تعالیٰ کا حقیقی مکالمہ کوئی معمولی چیز نہیں اس کا ملہم پر اثر

اس جگہ بعض دلوں میں بالطبع یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ اکثر لوگ الہام کا دعوےٰ کرتے ہیں بلکہ فقرات الہامیہ سناتے بھی رہتے ہیں لیکن اُن کی معرفت میں کچھ بھی ترقی نظر نہیں آتی اور معمولی بشریت سے ان کی عرفانی حالت کا درجہ بڑھا ہوا معلوم نہیں دیتا بلکہ وہی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور فطرتی تاریکی اور پستی ان میں دکھائی دیتی ہے اور ان کے اخلاقی یا ذہنی یا روحانی قوٰی میں کوئی امر عام عادت سے بڑھ کر نظر نہیں آتا۔ پھر کیونکر ایسے لوگوں کو ہم ملہم سمجھیں اور اس چشمہ فیض کا ہمکلام مان لیویں جس کے قرب اور شرف مکالمت سے خارق عادت تبدیلی پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ کم سے کم اس قدر تبدیلی کہ بعض باتیں اس ملہم میں ایسی ہوں کہ دوسروں میں پائی نہ جائیں۔

سو جاننا چاہیئے کہ درحقیقت ایسے لوگ واقعی طور پر ملہم نہیں ہوتے بلکہ ایک قسم کے ابتلاء میں مبتلاء ہوتے ہیں جس کو وہ اپنی نادانی سے الہام سمجھ لیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا حقیقی اور واقعی طور پر مکالمہ کچھ تھوڑی سی بات نہیں۔ جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک تاریکی میں بیٹھے ہوئے آدمی کے لئے ناگہانی طور پر آفتاب کی طرف کھڑکی کھل جائے تو یک دفعہ اس کی حالت بدل جاتی ہے اور کیونکر آسمانی روشنی اس کے حواس پر کام کر کے ایک تبدیل شدہ زندگی اس کے لئے پیدا کر دیتی ہے۔ اور کیونکر تاریکی سے جو بالطبع افسردگی کی موجب ہے باہر نکل کر ایک سرور و ذوق اس کے دِل میں اور ایک روشنائی اس کی آنکھوں میں اور ایک استقامت اس کی حالت میں پیدا ہو جاتی ہے۔ سو یہی حالت اُس کھڑکی کی ہے جو

آسمان کی طرف سے کھلتی ہے اور بہت ہی کم لوگ ہیں جو واقعی اور حقیقی طور پر اُس کو پاتے ہیں اور تم انہیں خارق عادت علامتوں سے شناخت کرو گے۔

(ازالہ اوہام ص ۴۲۹ تا ۴۳۴ طبع اوّل)

مسیح موعودؑ کے کلام سے مُردوں کا زندہ ہونا

ایسا ہی یہ عاجز بھی (باقی نبیوں کی طرح) خالی نہیں آیا بلکہ مُردوں کے زندہ ہونے کے لئے بہت سا آبِ حیات خدا تعالےٰ نے اس عاجز کو بھی دیا ہے بے شک جو شخص اس میں سے پیئے گا زندہ ہو جائے گا۔ بلاشبہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے کلام سے مُردے زندہ نہ ہوں اور اندھے آنکھیں نہ کھولیں اور مجذوم صاف نہ ہوں تو میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں آیا۔

(〃 ص ۴۴۲ 〃)

خدا تعالیٰ کے خالص دوستوں کی علامتیں

خدا تعالیٰ کے خالص دوستوں کی یہ علامتیں ہیں کہ

خالص محبت

۱۔ ایک خالص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے جس کا اندازہ کرنا اس جہان کے لوگوں کا کام نہیں۔

خوفِ خدا

۲۔ ان کے دلوں پر ایک خوف بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ دقائق اطاعت کی رعایت رکھتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ یارِ قدیم آزردہ ہو جائے۔

استقامت

۳۔ ان کو خارق عادت استقامت دی جاتی ہے کہ اپنے وقت پر دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔

دشمن پہ غضبِ الٰہی۔

۴۔ جب ان کو کوئی بہت ستاتا ہے اور باز نہیں آتا تو اُن کے لئے غضب اس ذاتِ قوی کا جو ان کا متولی ہے یک دفعہ بھڑکتا ہے۔

دوست کیلئے

۵۔ جب ان سے کوئی بہت دوستی کرتا ہے اور سچی وفاداری اور اخلاص کے ساتھ

رحمت الٰہی

ان کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس پر ایک خاص رحمت نازل کرتا ہے۔

قبولیت دُعا

۶۔ ان کی دعائیں بہ نسبت اوروں کے بہت زیادہ قبول ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ شمار نہیں کر سکتے کہ کس قدر قبول ہوئیں۔

اظہار علی الغیب

۷۔ ان پر اکثر اسرار غیب ظاہر کئے جاتے ہیں اور وہ باتیں جو ابھی ظہور میں نہیں آئیں ان پر کھولی جاتی ہیں اگرچہ اور مومنوں کو بھی سچی خوابیں اور سچے مکاشفات معلوم ہو جاتے ہیں مگر یہ لوگ تمام دنیا سے نمبر اول پر ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی تو.لیت

۸۔ خدا تعالیٰ خاص طور پر ان کا متولی ہو جاتا ہے اور جس طرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے اس سے بھی زیادہ نگاہِ رحمت اُن پر رکھتا ہے۔

مصیبت میں معیت الٰہی

۹۔ جب اُن پر کوئی بڑی مصیبت کا وقت آتا ہے تو اس وقت دو طور میں سے ایک طور کا ان سے معاملہ ہوتا ہے یا خارق عادت طور پر اس مصیبت سے رہائی دی جاتی ہے اور یا ایک ایسا صبر جمیل عطا کیا جاتا ہے جس میں لذّت اور سرور اور ذوق ہو۔

اخلاقی حالت

۱۰۔ ان کی اخلاقی حالت ایک ایسے اعلیٰ درجہ کی کی جاتی ہے جو تکبر اور نخوت اور کمینگی اور خود پسندی اور ریاکاری اور حسد اور بخل اور تنگ دلی سب دور کی جاتی ہے اور انشراح صدر اور بشاشت عطا کی جاتی ہے۔

توکل

۱۱۔ ان کی توکل نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے اور اس کے ثمرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

اعمال صالح کی قوت

۱۲۔ اُن کو اعمالِ صالحہ کے بجالانے کی قوت دی جاتی ہے جو دوسرے ان میں کمزور ہوتے ہیں۔

ہمدردی خلق کا جوش

۱۳۔ ان میں ہمدردی خلق اللہ کا مادہ بہت بڑھایا جاتا ہے اور بغیر توقع کسی اجر اور بغیر

خیال کسی ثواب کے انتہائی درجہ کا جوش ان میں خلق اللہ کی بھلائی کے لئے ہوتا ہے اور خود بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اس قدر جوش کس غرض سے ہے کیونکہ یہ امر فطرتی ہوتا ہے۔

کامل وفاداری

۱۴۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ ان لوگوں کو نہایت کامل وفاداری کا تعلق ہوتا ہے اور ایک عجیب مستی جانفشانی کی اُن کے اندر ہوتی ہے اور ان کی روح کو خدا تعالیٰ کی روح کے ساتھ وفاداری کا ایک راز ہوتا ہے جس کو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ اس لئے حضرتِ احدیت میں ان کا ایک مرتبہ ہوتا ہے جس کو خلقت نہیں پہچانتی۔ وہ چیز جو خاص طور پر ان میں زیادہ ہے اور جو سرچشمہ تمام برکات کا ہے اور جس کی وجہ سے یہ ڈوبتے ہوئے پھر نکل آتے ہیں اور موت تک پہنچ کر پھر زندہ ہو جاتے ہیں اور ذلتیں اٹھا کر پھر تاج عزّت دکھا دیتے ہیں اور مہجور اور اکیلے ہو کر پھر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں وہ یہی راز وفاداری ہے جس کے رشتہ محکم کو نہ تلواریں منقطع کر سکتی ہیں اور نہ دنیا کا کوئی بلوہ اور خوف اور مفسدہ اس کو ڈھیلا کر سکتا ہے۔ السلام علیہم من اللہ وملائکتہ ومن الصلحاء اجمعین۔

علم قرآن

۱۵۔ پندرھویں علامت ان کی علمِ قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کے معارف اور حقائق و لطائف جس قدر ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں دوسرے لوگوں کو ہرگز نہیں دیئے جاتے۔ یہ لوگ وہی مطہّرون ہیں جن کے حق میں اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔

تاثیر

۱۶۔ ان کی تقریر و تحریر میں اللہ جل شانہٗ ایک تاثیر رکھ دیتا ہے جو علماء ظاہری کی تحریروں تقریروں سے نرالی ہوتی ہے اور اس میں ایک ہیبت اور عظمت پائی جاتی ہے اور بشرطیکہ حجاب نہ ہو دلوں کو پکڑ لیتی ہے۔

ہیبت اور

۱۷۔ ان میں ایک ہیبت بھی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے۔

کیونکہ خدا تعالیٰ ایک خاص طور پر اُن کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کے چہروں پر عشقِ الٰہی کا ایک نُور ہوتا ہے جو شخص اس کو دیکھ لے اُس پر نارِ جہنم حرام کی جاتی ہے۔ اُن سے ذنب اور خطا بھی صادر ہو سکتا ہے مگر اُن کے دلوں میں ایک آگ ہوتی ہے جو ذنب اور خطاء کو بھسم کر دیتی ہے اور ان کی خطا ٹھہرنے والی چیز نہیں بلکہ اس چیز کی مانند ہے جو ایک تیز چلنے والے پانی میں بہتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ سو اُن کا نکتہ چین ہمیشہ ٹھوکر کھاتا ہے۔

چہروں پر عشقِ الٰہی کا نُور

۱۸- خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرتا اور ذلت اور خواری کی مار اُن پر نہیں مارتا کیونکہ وہ اس کے عزیز اور اس کے ہاتھ کے پودے ہیں۔ ان کو اس لئے بلندی سے نہیں گراتا کہ تا ہلاک کرے بلکہ اس لئے گراتا ہے کہ تا ان کا خارقِ عادت طور پر بچ جانا دکھاوے۔ ان کو اس لئے آگ میں دھکا نہیں دیتا تا ان کو جلا کر خاکستر کر دیوے بلکہ اس لئے دھکا دیتا ہے تا لوگ دیکھ لیویں کہ پہلے تو آگ تھی مگر اب کیا خوشنما گلزار ہے۔

خدا تعالیٰ ان کو ضائع نہیں کرتا۔

۱۹- ان کو موت نہیں دیتا جب تک وہ کام پورا نہ ہو جاوے جس کے لئے وہ بھیجے گئے ہیں اور جب تک پاک دلوں میں ان کی قبولیت نہ پھیل جائے تب تک البتہ سفرِ آخرت ان کو پیش نہیں آتا۔

ان کا کام پورا کرتا ہے

۲۰- اُن کے آثارِ خیر باقی رکھے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک ان کی اولاد اور ان کے جانی دوستوں کی اولاد پر خاص طور پر نظرِ رحمت رکھتا ہے اور ان کا نام دنیا سے نہیں مٹاتا۔

ان کے آثار باقی رکھے جاتے ہیں

(ازالہ اوہام ص۶۴۳ تا ص۶۴۴ طبع اوّل)

اور میں بڑے دعوے اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان

اپنی سچائی اور فتح کا یقین

فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی رُوح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور اُبال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں۔

(ص۵۶۳)

عزیزاں بے خلوص و صدق نکشایند راہے را   مصفّا قطرہ باید کہ تا گوھر شود پیدا

اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو۔ خدا ہمیں اور تمہیں اُن باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ آج تم تھوڑے ہو اور تحقیر کی نظر سے دیکھے گئے ہو اور ایک ابتلاء کا وقت تم پر ہے اسی سنت اللہ کے موافق جو قدیم سے جاری ہے۔ ہر ایک طرف سے کوشش ہوگی کہ تم ٹھوکر کھاؤ اور تم ہر طرح سے ستائے جاؤ گے اور طرح طرح کی باتیں تمہیں سننی پڑیں گی اور ہر ایک جو تمہیں زبان یا ہاتھ سے دُکھ دے گا وہ خیال کرے گا کہ اسلام کی حمایت کر رہا ہے۔ اور کچھ آسمانی ابتلاء بھی تم پر آئیں گے تا تم ہر طرح سے آزمائے جاؤ۔ سو تم اس وقت سن رکھو کہ تمہارے فتح مند اور غالب ہو جانے کی یہ راہ نہیں کہ تم اپنی خشک منطق سے کام لو یا تمسخر کے مقابل پر تمسخر کی باتیں کرو۔ یا گالی کے مقابل پر گالی دو۔ کیونکہ اگر تم نے یہی راہیں اختیار کیں تو تمہارے دل سخت ہو جائیں گے اور تم میں صرف باتیں ہی باتیں ہوں گی جن سے خدا تعالیٰ نفرت کرتا ہے اور کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ سو تم ایسا نہ کرو کہ اپنے پر دو لعنتیں جمع کر لو ایک خلقت کی اور

ان دوستوں کے لئے جو سلسلہ بیعت میں داخل ہیں نصیحت کی باتیں

دوسری خدا کی بھی۔

یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالےٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دُشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالےٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اِس کا اُس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقوےٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں۔ اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقوےٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالےٰ کی طرف قدم اُٹھاؤ۔ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔

ہم کیونکر خدا کو راضی کر سکتے ہیں۔

سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر ایک خیر اور شر کا بیج پہلے دِل میں ہی پیدا ہوتا ہے اگر تیرا دِل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہو گی اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دِل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔

انکسار اور اخلاص۔

سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔

اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو

پھر بعد اس کے کوشش کرو اور نیز خدا تعالےٰ سے قوت اور ہمت مانگو کہ تمہارے دلوں کے پاک ارادے اور پاک خیالات اور پاک جذبات اور پاک خواہشیں تمہارے اعضاء اور تمہارے قوٰی کے ذریعہ سے ظہور پذیر اور تکمیل پذیر ہوں تا تمہاری نیکیاں

پاک عمل

کمال تک پہنچیں۔ کیونکہ جو بات دِل سے نکلے اور دِل تک ہی محدود رہے وہ تمہیں کسی مرتبہ تک نہیں پہنچا سکتی۔ خدا تعالےٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔ اور یاد رکھو کہ قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں اور اس نے تمہارے ہر ایک عضو اور ہر ایک قوت اور ہر ایک وضع اور ہر ایک حالت اور ہر ایک عمر اور ہر ایک مرتبہ فہم اور مرتبہ فطرت اور مرتبہ سلوک اور مرتبہ انفراد اور اجتماع کے لحاظ سے ایک نورانی دعوت تمہاری کی ہے۔ سو تم اس دعوت کو شکر کے ساتھ قبول کرو اور جس قدر کھانے تمہارے لئے تیار کئے گئے ہیں وہ سارے کھاؤ اور سب سے فائدہ حاصل کرو۔ جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا۔

قرآن کریم پر عمل

اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جؤا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہو گا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔ پر جو غریبی سے گردن جھکاتا ہے وہ موت سے بچ جائے گا۔ دنیا کی خوشحالی کی شرطوں سے خدا تعالےٰ کی عبادت مت کرو کہ ایسے خیال کے لئے گڑھا درپیش ہے بلکہ تم اس لئے اُس کی پرستش کرو کہ پرستش ایک حق خالق کا تم پر ہے۔ چاہیئے پرستش ہی تمہاری زندگی ہو جائے اور تمہاری نیکیوں کی فقط یہی غرض ہو کہ وہ محبوب حقیقی اور محسن حقیقی راضی ہو جاوے۔ کیونکہ جو اس سے کمتر خیال ہے وہ ٹھوکر کی جگہ ہے۔

غریبی سے گردن جھکاؤ

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ وہ بڑی مراد ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کُنجی ہے۔ اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تُو ایک رسم ادا کر رہا ہے

خدا بڑی دولت ہے

بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہر وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضا کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔ تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔ اور نماز میں بہت دعا کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔

سچائی اختیار کرو

سچائی اختیار کرو۔ سچائی اختیار کرو کہ وہ دیکھ رہا ہے کہ تمہارے دل کیسے ہیں۔ کیا انسان اس کو بھی دھوکہ دے سکتا ہے۔ کیا اس کے آگے بھی مکاریاں پیش جاتی ہیں۔ نہایت بدبخت آدمی اپنے فاسقانہ افعال اس حد تک پہنچاتا ہے کہ گویا خدا نہیں۔ تب وہ بہت جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔

دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے۔

عزیزو! اس دنیا کی مجرّد منطق ایک شیطان ہے اور اس دنیا کا خالی فلسفہ ایک ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بے باکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون و چرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقوےٰ کے اعلےٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔

آنکھوں کی حفاظت۔ دلی پاکیزگی۔

قرآن شریف انجیل کی طرح تمہیں صرف یہ نہیں کہتا کہ نامحرم عورتوں یا ایسوں کو جو عورتوں کی طرح محلِ شہوت ہو سکتے ہیں شہوت کی نظر سے مت دیکھو بلکہ اس کی کامل تعلیم کا منشا یہ ہے کہ تو بغیر ضرورت نامحرم کی طرف نظر مت اٹھا نہ شہوت سے اور نہ بغیر شہوت بلکہ چاہیئے کہ تو آنکھیں بند کر کے اپنے تئیں ٹھوکر سے بچا دے تا تیری دلی پاکیزگی میں کچھ فرق نہ آوے۔ سو تم اپنے مولیٰ کے اس حکم کو خوب یاد رکھو اور آنکھوں کے زنا سے اپنے تئیں بچاؤ اور اس ذات کے غضب سے ڈرو جس کا غضب ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔

کانوں کی حفاظت

قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے کہ تو اپنے کانوں کو بھی نامحرم عورتوں کے ذکر سے بچا اور ایسا ہی

ہر یک ناجائز ذکر سے۔

ناانصافی پر ضد مت کرو۔

مجھے اس وقت اس نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق کے خون کی طرف قدم اُٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پہ ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلہ حق سے تمہارا مونہہ پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیئے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔

باہم بخل اور کینہ چھوڑ دو۔

باہم بُخل اور کینہ اور حسد اور بغض اور بے مہری چھوڑ دو۔ اور ایک ہو جاؤ۔ قرآن شریف کے بڑے حکم دو ہی ہیں۔ ایک توحید و محبت و اطاعت باری عز اسمہٗ۔ دوسری ہمدردی اپنے بھائیوں اور اپنے بنی نوع کی۔ اور ان حکموں کو اس نے تین درجہ پر منقسم کیا ہے جیسا کہ استعدادیں بھی تین ہی قسم کی ہیں اور وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی پہلے طور پر اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تم اپنے خالق کے ساتھ اس کی اطاعت میں عدل کا طریق مرعی رکھو ظالم نہ ہو۔ پس جیسا کہ درحقیقت بجز اس کے کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں کوئی بھی محبت کے لائق نہیں کوئی بھی توکل کے لائق نہیں کیونکہ بوجہ خالقیت اور قیومیت و ربوبیت خاصہ کے ہر یک حق اُسی کا ہے۔ اسیطرح تم بھی اس کے ساتھ کسی کو اس کی پرستش میں اور اس کی محبت میں اور اس کی ربوبیت میں شریک مت کرو۔ اگر تم نے اس قدر کر لیا تو یہ عدل ہے جس کی رعایت تم پر فرض تھی۔

عدل سے مراد۔

احسان کا درجہ

پھر اگر اس پہ ترقی کرنا چاہو تو احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اس کی عظمتوں کے

ایسے قائل ہو جاؤ اور اس کے آگے اپنی پرستشوں میں ایسے متادب بن جاؤ اور اس کی محبت میں ایسے کھوئے جاؤ کہ گویا تم نے اسکی عظمت اور جلال اور اس کے حُسنِ لازوال کو دیکھ لیا ہے۔

ایتاء ذی القربیٰ کا درجہ

بعد اس کے ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلف اور تصنع دُور ہو جائے اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور تمہاری محبت اس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی پیاری ماں سے محبت رکھتا ہے۔

اور دوسرے طور پر جو ہمدردی بنی نوع سے متعلق ہے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو اور اپنے حقوق سے زیادہ اُن سے کچھ تعرض نہ کرو اور انصاف پر قائم رہو۔

اور اگر اس درجہ سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تُو اپنے بھائی کی بدی کے مقابل نیکی کرے اور اُس کی آزار کی عوض میں تُو اس کو راحت پہنچاوے۔ اور مروّت اور احسان کے طور پر دستگیری کرے۔

پھر بعد اس کے ایتاءِ ذی القربیٰ کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیر خواہی بجالاوے اس سے کوئی اور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدّت قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابت انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلّف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکر گزاری یا دعا یا اور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔

اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے خاص طور پر محبت رکھو۔

عزیزو! اپنے سلسلہ کے بھائیوں سے جو میری اس کتاب میں درج ہیں باستثناء

اس شخص کے کہ بعد اس کے خدا تعالیٰ اس کو ردّ کر دیوے خاص طور سے محبت رکھو اور جب تک کسی کو نہ دیکھو کہ وہ اس سلسلہ سے کسی مخالفانہ فعل یا قول سے باہر ہو گیا تب تک اس کو اپنا ایک عضو سمجھو۔ لیکن جو شخص مکّاری سے زندگی بسر کرتا ہے اور اپنی بدعہدیوں یا کسی قسم کے جور و جفا سے اپنے کسی بھائی کو آزار پہنچاتا ہے یا وساوس و حرکاتِ مخالف عہد بیعت سے باز نہیں آتا وہ اپنی بدعملی کی وجہ سے اس سلسلہ سے باہر ہے۔ اس کی پرواہ نہ کرو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو۔

چاہیئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالےٰ کی بزرگی تم پر قائم ہو۔ اگر قرآن و حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو۔ اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دُکھ اٹھاؤ۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

(ازالہ اوہام ۸۲۵ تا ۸۳۵ طبع اوّل)

بیعت کی غرض

یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ کہ جو اوّل حالت میں تکلّف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور برکت توجہ صادقین و جذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اس کا جز بن جائے۔ اور مشکوٰتی نور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالےٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع معلوم ہوتی ہے جیسی وہ خود خدا تعالےٰ کی نظر میں بُری و مکروہ ہے اور

انقطاع حقیقی

نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر یک موجود کو

کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔

(صہ ۸۲۵ حاشیہ)

جماعت کے لئے وصیت

اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے اور حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر اُن کا قدر کرے۔ اُن سے جلد صلح کر لیوے اور دلی غبار کو دُور کر دیوے اور صاف باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرا کینہ اور بغض اُن سے نہ رکھے۔ لیکن اگر کوئی عمدًا ان شرائط کی خلاف ورزی کرے جو اشتہار ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء میں مندرج ہیں اور اپنی بے باکانہ حرکات سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاوے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے لئے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ اُن نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نا اتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کے لئے تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ

اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے۔ اور اس قدوس اور جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگی کے ازالہ کے لئے رات دن کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالےٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور روح خبیث کی تکفیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہ تعالےٰ کاہل اور سست نہیں ہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے۔ غافل نہیں ہوں گا۔ بلکہ اُن کی زندگی کے لئے موت تک سے دریغ نہیں کروں گا اور اُن کے لئے خدا تعالےٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح اُن کے تمام وجود میں دوڑ جائے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اُن کے لئے کہ جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے۔ ایسا ہی ہو گا کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن و صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہو گا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما

اس جماعت کے قیام سے خدا تعالےٰ نے کیا ارادہ فرمایا ہے

دے گا۔ یہاں تک کہ اُن کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس
چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی پھیلائیں گے
اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو
ہر یک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک
ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔
اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر یک طاقت اور
قدرت اسی کو ہے فالحمد لہ اولاً و اخرًا وظاھرًا وباطنًا
اسلمنا لہٗ ھو مولٰنا فی الدنیا والاخرۃ نعم
المولٰی و نعم النصیر

(ازالہ اوہام ص ۸۴۸ تا ص ۸۵۲ طبع اوّل)

مسیح موعودؑ کے خزانے

جو مجھے دیا گیا ہے وہ محبت کے ملک کی بادشاہت اور معارف الٰہی کے خزانے
ہیں جن کو بفضلہ تعالیٰ اس قدر دوں گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔

(" ص ۸۵۶ ")

مسیح سے مراد

مسیح السماء آسمان سے اُترتا ہے اور اس کا خیال آسمان کو مسح کر کے
آتا ہے۔

(" ص ۸۶۹ ")

مکالمہ الٰہی کے لائق انسان

جب انسان کی روح نفسانی آلائشوں سے پاک ہو کر اور اسلام کی واقعی حقیقت سے
کامل رنگ پکڑ کر خدا تعالیٰ کی بے نیاز جناب میں رضا اور تسلیم کے ساتھ پوری پوری

کے لائق انسان کب ہوتا ہے۔

وفاداری کو لے کر اپنا سر رکھ دیتی ہے اور ایک سچی قربانی کے بعد جو فدائے نفس و مال و
عزت و دیگر لوازم محبوبہ نفس سے مُراد ہے محبت اور عشق مولیٰ کے لئے کھڑی ہو جاتی
ہے اور تمام حجبِ نفسانی جو اُس میں اور اُس کے رب میں دُوری ڈال رہے ہوں معدوم
اور زائل ہو جاتے ہیں اور ایک انقلابِ عظیم اور سخت تبدیلی اس انسان کی صفات
[illegible] کی اخلاقی حالت اور اس کی زندگی کے تمام جذبات میں پیدا ہو کر ایک نئی پیدائش
اور نئی زندگی ظہور میں آجاتی ہے اور اس کی نظر شہود میں وجود غیر بکلّی معدوم ہو جاتا ہے
تب ایسا انسان اس لائق ہو جاتا ہے کہ مکالمہ الٰہی سے بکثرت مشرف ہو۔ اور مکالمہ الٰہی
کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ محدود اور مشتبہ معرفت سے انسان ترقی کر کے اس درجہ شہود پر
پہنچتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو اس نے دیکھ لیا ہے۔ سو یہ وہ مقام ہے جس پر تمام مقامات
معرفت و خداشناسی کے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور یہی وہ آخری نقطہ کمالات بشریہ کا ہے
جس سے بڑھ کر عرفان کے پیاسوں کے لئے اس دُنیا میں ہرگز میسّر نہیں آسکتا۔

مکالمہ الٰہی کا فائدہ

(" ص ۹۱۲ ")

عجز، انکسار اور توکل کی انتہا

بخدا یہ سچ اور بالکل سچ ہے اور قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری
جان ہے کہ درحقیقت مجھ میں کوئی علمی اور عملی خوبی یا ذہانت اور دانش مندی کی لیاقت
نہیں اور میں کچھ بھی نہیں۔ ایک غیب میں ہاتھ ہے جو مجھے تھام رہا ہے اور ایک
پوشیدہ روشنی ہے جو مجھے منوّر کر رہی ہے اور ایک آسمانی روح ہے جو مجھے طاقت
دے رہی ہے۔ پس جس نے نفرت کرنا ہے کرے تا مولوی صاحب (مولوی محمد حسین
بٹالوی) خوش ہو جائیں۔ بخدا میری نظر ایک ہی پر ہے جو میرے ساتھ ہے اور
غیر اللہ ایک مری ہوئی کیڑی کے برابر بھی میری نظر میں نہیں۔

(" آخری صفحے)

آسمانی فیصلہ

بیعت کرنے سے غرض

تمام مخلصین داخلین سلسلہ بیعت اس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دُنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفر آخرت مکروہ معلوم نہ ہو لیکن اس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا اگر خدا تعالےٰ چاہے تو کسی برہان یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقین کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔

(آسمانی فیصلہ ص۱)

تعلق باللہ توکّل۔

اے میرے مولیٰ اور اے میرے پیارے آقا میں نے اس شخص[1] کی تمام سخت باتوں اور لعنتوں اور گالیوں کا جواب تیرے پر چھوڑا۔ اگر تیری یہی مرضی ہے تو جو کچھ تیری مرضی وہ میری مرضی ہے مجھے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں چاہیئے کہ تو راضی ہو۔ میرا دل تجھ سے پوشیدہ نہیں۔ تیری نگاہیں میری تہہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اگر مجھ میں کچھ فرق ہے تو نکال ڈال اور اگر تیری نگاہ میں مجھ میں کچھ بدی ہے تو میں تیرے ہی منہ کی اس سے پناہ مانگتا ہوں اے میرے پیارے ہادی! اگر میں نے ہلاکت کی راہ اختیار کی ہے تو مجھے اس سے بچا

[1] - محمد حسین بٹالوی

اور وہ کام کرا کہ جس میں تیری رضامندی ہو۔ میری رُوح بول رہی ہے کہ تو میرے لئے ہے اور ہو گا جب سے کہ تو نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور جب سے کہ تُو نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ انی مہین من اراد اھانتک اور جب سے کہ تُو نے دلجوئی اور نوازش کی راہ سے مجھے کہا کہ انت منّی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق تو اُسی دم سے میرے قالب میں جان آگئی تیری دلآرام باتیں میرے زخموں کی مرہم ہیں تیرے محبت آمیز کلمات میرے غم رسیدہ دل کے مفرح ہیں۔ میں غموں میں ڈوبا ہوا تھا تُو نے مجھے بشارتیں دیں۔ میں مصیبت زدہ تھا تو نے مجھے پوچھا۔ پیارے میرے لئے یہ خوشی کافی ہے کہ تو میرے لئے اور میں تیرے لئے ہوں۔

(ایضاً ص۹)

مقبولانِ الٰہی کی برکات کی وسعت

اگرچہ کوئی شخص اپنی مرادات کے لئے بُت کی طرف رجوع کرے یا اور دیوتاؤں کی طرف یا اپنی تدابیر کی طرف لیکن درحقیقت خدا تعالیٰ کا پاک قانون قدرت یہی ہے کہ یہ تمام امور مقبولوں کے ہی اثر وجود سے ہوتے ہیں اور ان کے انفاس پاک سے اور ان کی برکات سے یہ جہان آباد ہو رہا ہے انہیں کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور انہیں کی برکت سے دُنیا میں امن رہتا ہے اور وبائیں دُور ہوتی ہیں اور فساد مٹائے جاتے ہیں۔ اور انہیں کی برکت سے دُنیا دار لوگ اپنی تدابیر میں کامیاب ہوتے ہیں اور انہیں کی برکت سے چاند نکلتا اور سورج چمکتا ہے وہ دنیا کے نور ہیں۔ جب تک وہ اپنے وجود نوعی کے لحاظ سے دنیا میں ہیں دُنیا منور ہے اور ان کے وجود نوعی کے خاتمہ کے ساتھ ہی دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ حقیقی آفتاب و ماہتاب دُنیا کے وہی ہیں۔

وہ دنیا کے نُور ہیں۔

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ بنی آدم کی مرادات بلکہ زندگی کا مدار وہی لوگ ہیں اور بنی آدم کیا ہر یک مخلوق کے ثبات اور قیام کا مدار اور مناط وہی ہیں اگر وہ نہ ہوں تو پھر دیکھو

کہ بتوں سے کیا حاصل ہے اور تدبیروں سے کیا فائدہ ہے یہ ایک نہایت باریک بھید ہے جس کے سمجھنے کے لئے صرف اِس دنیا کی عقل کافی نہیں بلکہ وہ نُور درکار ہے ۔ جو عارفوں کو ملتا ہے ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔۔ جو لوگ خاص طور پر ارادت اور عقیدت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ نہ صرف اُس کی برکت سے دُنیا کی مرادات پاتے ہیں بلکہ اپنا دین بھی درست کر لیتے ہیں اور اپنے ایمانوں کو قوی کر لیتے ہیں اور اپنے رب کو پہچان لیتے ہیں اور اگر وہ وفاداری سے مومن کامل کے زیرِ سایہ پڑے رہیں اور درمیان سے بھاگ نہ جائیں تو بکثرت آسمانی نشانوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

(ر گ ص ۱۸، ب ۱۶)

عجز:

میری اس میں کیا کسرِ شان ہے اگر کوئی مجھے کتّا کہے یا کافر اور دجّال کر کے پکارے ۔ درحقیقت حقیقی طور پر انسان کی کیا عزّت ہے صرف اُس کے نُور کے پرتو پڑنے سے عزّت حاصل ہوتی ہے ۔ اگر وہ مجھ پر راضی نہیں اور مَیں اُس کی نگاہ میں بُرا ہوں تو پھر کتے کی طرح کیا ہزار درجہ کتّوں سے بدتر ہوں ؎

گر خُدا از بندہ خوشنود نیست — ہیچ حیوانے چو او مردود نیست

گر سگِ نفسِ دُنی را پروریم — از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتریم

اے خدا اے طالباں را رہنما — اے کہ مہرِ تو حیاتِ رُوحِ ما

بر رضائے خویش کن انجامِ ما — تا برآید دردِ و عالم کامِ ما

خلق و عالم جملہ در شور و شراند — طالبانت در مقامِ دیگراند

آں یکے را تو دہی بخشش بدل — واں دِگر را میگذاری پا بگِل

چشم و گوش و دل زِ تو گیرد ضیا — ذاتِ تو سرچشمۂ فیضِ و ہدیٰ

(آسمانی فیصلہ ص ۲، ۲۵)

خدا سے ڈرو اور ہمیشہ دُعا کرتے رہو۔

پس خدا تعالےٰ سے ڈرو اور ہمیشہ دعا کرتے رہو کہ وہ محض اپنے فضل سے تمہارے دلوں کو حق پر قائم رکھے اور لغزش سے بچاوے ۔ اپنی استقامتوں پر بھروسہ مت کرو کیا استقامت میں فاروق رضی اللہ عنہ سے کوئی بڑھ کر ہوگا جن کو ایک ساعت کے لئے ابتلا پیش آگیا تھا اور اگر خدا تعالےٰ کا ہاتھ ان کو نہ تھامتا تو خدا جانے کیا حالت ہو جاتی ۔

(ر ص ۳۵، ۳۶)

نشانِ آسمانی

سچائی کی روح

اور یاد رکھو کہ اگر کوئی میرے لئے کسی قسم کا خدا تعالےٰ پر افترا کرے گا اور کوئی خواب یا کوئی الہام یا کشف میرے خوش کرنے کے لئے مشہور کر دے گا تو میں اس کو کتوں سے بدتر اور سوروں سے ناپاک تر سمجھتا ہوں۔ اور دونوں جہانوں میں اُس سے بیزار ہوں کیونکہ اُس نے ایک ذلیل خلق کے لئے اپنے عزیز مولیٰ کو جھوٹ بول کر ناراض کر دیا۔

(نشانِ آسمانی ص ۲)

توکل علی اللہ

اور اس عاجز کا کاروبار کسی انسان کی شہادت پر موقوف نہیں۔ جس نے مجھے بھیجا ہے وہ میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں میرے لئے وہی پناہ کافی ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندہ کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنے فرستادہ کو برباد نہیں کرے گا۔

(نشانِ آسمانی ص ۲)

انسان کو

ایک اور نکتہ ہے جو کلامِ الٰہی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب

روح اللہ اور کلمۃ اللہ کب کہا جاتا ہے

انسان خدا تعالیٰ کے جذبات سے ہدایت پاکر دن بدن حق اور حقانیت کی طرف ترقی کرتا ہے اور نفس اور نفسانی امور کو چھوڑتا جاتا ہے تو آخر انتہائی نقطہ اس کے تصفیہ نفس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ بکلی ظلمتِ نفس اور جذباتِ نفسانیہ سے باہر آکر اور جسم کو جو تخت گاہِ نفس ہے ادخنہ جسمانیہ سے دھوکر ایک مصفا قطرہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ خدا تعالےٰ کی نظر میں فقط ایک روح مجرد ہوتا ہے جو گدازشِ نفس کے بعد باقی رہ جاتا ہے اور اطاعتِ کاملہ مولیٰ میں ملائک سے ایک مشابہت پیدا کر لیتا ہے تب اس مقام پر پہنچ کر عنداللہ اس کا حق ہوتا ہے جو اس کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا جائے۔

(نشانِ آسمانی ص ۸)

مسیح موعودؑ کی پیروی میں برکات

جو لوگ اس (مسیح موعودؑ) کے ساتھ بدل و جان ہو جائیں گے خدا تعالےٰ ان کے گناہ بخش دے گا اور دین میں استقامت عطا کرے گا اور وہی اسلام کی دنیوی ترقی کا بھی پودہ ٹھہریں گے کہ خدا ان کو نشو ونما دے گا اور ان کی ذریت میں برکت رکھے گا۔

(نشانِ آسمانی ص ۱۶)

خدا سے کون لوگ پیار کرتے ہیں۔

جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار — خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب — اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار — اسے دے چکے مال و جاں بار بار
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے — لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے

(ص ۴۷)

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

(" ")

آئینہ کمالاتِ اسلام

عشقِ الٰہی اور اس کا نتیجہ

محبتِ تو دوائے ہزار بیماری است | بروئے تو کہ رہائی دریں گرفتاری است
پناہِ روئے تو جستن نہ طورِ مستان است | کہ آمدن بہ پناہت کمالِ ہشیاری است
متاعِ مہرِ رُخِ تو نہاں نخواہم داشت | کہ نفیہ داشتنِ عشقِ تو زغداری است
بداں سرم کہ سر و جاں فدائے تو بکنم | کہ جاں بیار سپردن حقیقتِ یاری است

(آئینہ کمالات اسلام صہ طبع اول)

ایک نہایت پُرمعرفت دعا

ربّ کن بفضلك قُوّتی ونور بصری ومافی قلبی وقبلة حیاتی و مماتی. واشغفنی محبّة و آتنی حبّاً لا یزید علیه احد من بعدی رب فتقبل دعوتی و اعطنی منیتی وصافنی وعافنی واجذبنی وقدنی و ایّدنی و وفقنی و زکنی و نورنی واجعلنی جمیعًا لك وکن لی جمیعًا رب تعال الیّ من کلّ بابٍ. وخلّصنی من کُلّ حجابٍ. و اسقنی من کُلّ شراب واعزّنی فی هیجاء

النفس وجذباتها. واحفظنی من مهالك البین وظلماتها. ولا تکلنی الی نفسی طرفة عین واعصمنی من سیاتها واجعل الیك رفعی و صعودی وادخل فی کل ذرة من ذرات وجودی واجعلنی من الذین لهم مسبح فی بحارك ومَسْرَحٌ فی ریاض انوارك و رضاء تحت مجاری اقدارك وباعد بینی وبین اغیارك. ربّ بفضلك وبنور وجهك ارنی جمالك و اسقنی زلالك واخرجنی من کل انواع الحجاب والغبار ولاتجعلنی من الّذین نکسوا فی الظلمة والاستتار وتناهوا عن البرکات والاشراقات والانوار وانقلبوا بعقل الناقص وجدهم الناکص من دارالنعیم الی دارالبوار وارزقنی امحاض الطاعة لوجهك وسجود الدوام فی حضرتك واعطنی همّةً تحلّ فیها عین عنایتك واعطنی شیئًا لا تعطیه الا لوحیدٍ من المقبولین وانزل علی رحمةً لا تنزلها الا علی فرید من المحبوبین ربِّ احی الاسلام بجهدی و همّتی ودعائی وکلامی واعذنی سحنته وحبره وسبره ومزق کل معاند وکبره رب ارنی کیف تحی الموتیٰ ارنی وجوها ذوی الشمائل الایمانیة ونفوسًا ذوی الحکمة الیمانیة وعیونًا باکیة

من خوفك وقلوبا مقشعرة عند ذكرك واصلا
نقيا يرجع الى الحق والصواب و يتبياء ظلال
المجاذيب والاقطاب

(ترجمہ از خاکسار) اے میرے رب! تُو ہو جا اپنے فضل سے میری قوت اور میری آنکھوں
کا نور اور جو کچھ کہ میرے دل میں ہے اور میری زندگی اور موت کا قبلہ اور مجھے محبت میں
محو کر دے اور ایسی محبت دے کہ میرے بعد کوئی اس میں بڑھ نہ سکے۔ اے میرے رب
میری دعا کو قبول کر اور میری مراد دے اور مجھے صاف کر اور عافیت میں دے آ اور
مجھے اپنی طرف کھینچ لے اور مجھے خود چلا اور میری تائید کر اور مطابقت کر اور مجھے پاک کر
اور منور کر اور مجھے سارے کا سارا اپنا بنالے اور خود بھی سب میرا ہو جا۔ اے میرے رب
میری طرف ہر دروازے سے آ اور ہر حجاب سے خلاصی بخش اور ہر ایک شراب مجھے پلا اور نفس
کے ہیجان اور اس کے جذبات کے وقت میرے لئے کافی ہو جا اور مجھے جدائی کے خطرات
اور اس کی ظلمتوں سے محفوظ رکھ اور مجھے لحظہ بھر بھی نفس کی طرف جھکنے نہ دے اور مجھے
اس کی بدیوں سے بچا اور مجھے اپنی طرف بلند کر اور میرے وجود کے ہر ایک ذرّہ میں داخل
ہو جا اور مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو تیرے سمندروں میں تیرتے ہیں اور تیرے انوار کے
باغوں میں ان کی چراگاہیں ہیں اور تیری قضا و قدر سے راضی ہیں۔ اور میرے اور اپنے غیر کے
درمیان دُوری ڈال دے۔ اے میرے رب تجھے تیرے فضل اور چہرے کے نُور کی قسم
کہ مجھے اپنا جمال دکھا اور اپنا شفاف پانی پلا اور مجھے ہر قسم کے حجاب اور غبار سے نکال
لے اور مجھے ان لوگوں میں سے نہ بنا جو ظلمت میں اوندھے کئے گئے اور برکتوں اور
روشنیوں اور نوروں سے دُور ہو گئے اور عقل ناقص کے ساتھ لوٹے۔ اور مجھے اپنے چہرہ
کی خالص اطاعت اور اپنے حضور میں دائمی سجدہ عنایت فرما۔ اور مجھے ایسی ہمت دے
جس میں تیری عنایت کا چشمہ بہہ رہا ہو۔ اور مجھے ایسی چیز دے جو تو اپنے

مقبولوں میں سے صرف ایک کو دیتا ہے۔ اور مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تو اپنے محبوبوں
میں سے صرف ایک پر نازل کرتا ہے۔ اے میرے رب تو میری کوشش اور ہمت اور دعا اور
کلام سے اسلام کو زندہ کر۔ اور میرے ذریعے اس کی خوبصورتی کو ظاہر کر۔ اور ہر ایک دشمن
اور اس کے کبر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اے میرے رب تو مجھے دکھا کہ تو کس طرح مُردوں
کو زندہ کرتا ہے۔ مجھے ایسے مونہہ دکھا جو ایمانی شمائل رکھنے والے ہوں اور ایسے لوگ جو
حکمت یمانی رکھنے والے ہوں اور ایسی آنکھیں جو تیرے خوف سے رونے والی ہوں اور ایسے
دل جو تیرے ذکر کے وقت کانپ جانے والے ہوں اور ایسے خالص فطرت رکھنے والے جو
حق اور صواب کی طرف لوٹنے والی ہو اور مجذوبوں اور قطبوں کے سائے کے پیچھے چلنے
والی ہو۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام طبع اوّل ص ۵ - ۶)

دعا کے بعد بشاراتِ الٰہی اور ان میں سرورکی شدت محبت الٰہی

فسمع الله دعائی و تضرعی والتجائی وبشرنی
بفتوحات من عنده۔ و تائیداتٍ من جُنده
وقال لا تخف انّنی معك و ماشٍ مع مشيك
انت منی بمنزلة لا يعلم الخلق وجدتك ما
وجدتك۔ انی مهين من اراد اهانتك وانی معين
من اراد اعانتك۔ انت منی و سرك سری انت
مرادی و معی انت وجيه فی حضرتی اخترتك
لنفسی۔ هذا ما بشرنی ربّی و ملجائی عند
ربی و والله لو اطاعنی ملوك الارض كلهم وفتحت
علی خزائن العالمِ كلها ما سرّنی كسروری من ذالك

ربِّ انی ملئت من آلائک۔ و اشربت من بحار نعمائک
ربّ بلّغ شکوی الیٰ ارجاءِ سمائک۔ وتعالِ وادخل
فی قلبی بجمیع ضیائک۔ انی اٰثرتک و رسولک
علیٰ سوائک و انسلخت من نفسی وجئت راغباً
فی رضائک۔ ولک ھٰذہ اشعاری وانت محبوبی و
شعاری و دثاری۔

(ترجمہ از خاکسار) پس اللہ نے میری دعا اور عاجزی اور التجا سُن لی اور مجھے اپنی طرف سے فتوحات اور اپنے لشکر کی تائیدات سے بشارت دی اور کہا کہ تو کوئی خوف نہ کر میں تیرے ساتھ ہوں اور چلنے والا ہوں تیرے چلنے کے ساتھ۔ تو مجھے ایسا پیارا ہے کہ اس کو لوگ نہیں جان سکتے۔ میں نے تجھے پایا جو پایا۔ میں اس کو ذلیل کروں گا جو تیرے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے اور میں اس کو مدد دوں گا جو تیری مدد کا ارادہ کرے۔ تو مجھ سے ہے اور تیرا بھید میرا بھید ہے اور تو میری مُراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چُن لیا ہے یہ ہے جو میرے رب نے مجھے بشارت دی۔ جو میری ضرورت کے وقت میری پناہ ہے۔ اور خدا کی قسم اگر تمام جہان کے بادشاہ میرے ماتحت ہو جاتے اور سب عالم کے خزانے مجھے دے دیئے جاتے تو مجھے وہ لذت نہ آتی جو اس سے آئی۔ اے میرے رب میں تیری نعمتوں سے بھر گیا ہوں اور تیری نعماء کے سمندروں سے پلایا گیا ہوں۔ اے میرے رب میرے شکر کو آسمان کے کناروں تک پہنچا۔ اور آ اور میرے دل میں تمام روشنی کے ساتھ داخل ہو جا۔ میں نے تجھے اور تیرے رسول کو تیرے غیر پر چُن لیا ہے۔ اور میں اپنے نفس سے باہر آگیا ہوں اور میں تیری رضا میں راغب ہو کر آیا ہوں۔ اور تیرے لئے میرے یہ شعر ہیں۔ اور تو میرا محبوب اور میرا باہر کا کپڑا اور میرے اندر کا کپڑا ہے۔

ننگ و نام و عزتِ دُنیا ز داماں ریختیم | یار آمیز د مگر با ما بخاک آمیختیم
دل بداد یم ازکف و جاں در رہے انداختیم | وازپئے وصلِ نگاری حیلہ ہا انگیختیم

(آئینہ کمالات اسلام طبع اوّل صلا)

ذکر الٰہی کی شراب۔ حفاظتِ الٰہی

ھو ربّی و رحمتہ تکفینی وله حیاتی ومماتی وتجھیزی و تکفینی۔ ھو حِبّی کثیر السماح یاتینی و یسقینی کاساتِ راحٍ ذکرہ شرابٌ یزیل الاحزان۔ وحُبّہ شئ اسر اھل الصلاح لن نفصل ما وصلناله ولو قطِّعنا بالسیوف والرماح۔ وانظروا الی اٰثار رحمتہ و اٰیاتِ قبولیّتہ ان القوم یسعون لِاعدامی وھو یربّی عودی والقوم یمکر لقطع اصلی وھدم بنیانی وھو یُنمی افنانی و اغصانی۔ والقوم یرید اطرادی و تحقیری و توھینی وھو یکرمنی و یبشرنی بمراتب و یُدنینی

(ترجمہ از خاکسار) وہ میرا رب ہے اور اس کی رحمت میرے لئے کافی ہے اور اسی کے لئے میری زندگی اور میری موت اور میری تجہیز اور میری تکفین ہے وہ میرا محبوب ہے بہت بخشش والا۔ وہ میرے پاس آتا ہے اور مجھے شراب کے پیالے پلاتا ہے۔ اس کا ذکر ایک ایسی شراب ہے جو غموں کو دُور کر دیتی ہے اور اس کی محبت ایک ایسی چیز ہے جس نے نیکوں کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے ہم اس چیز سے ہرگز علیحدہ نہیں ہوں گے جس کا وصل اس کے لئے اختیار کیا اگرچہ ہم تلواروں اور نیزوں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں اور اس کی رحمت اور قبولیت کے نشانوں کی طرف

دیکھ کہ قوم تو میرے برباد کرنے کے لئے کوشاں ہے اور وہ میرے مضبوط تنے کو بڑھاتا ہے اور قوم تو میری جڑھ کاٹنے کی تدبیر کرتی ہے اور میری عمارت کو ڈھانے کی اور وہ میری شاخوں کی پرورش کرتا ہے اور قوم تو مجھے دھتکارنا اور میری تحقیر اور توہین چاہتی ہے اور وہ مجھے بلند کرتا ہے اور مجھے اعلیٰ مراتب کی بشارتیں دیتا ہے اور مجھے اپنے قرب کرتا ہے ۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۱۷)

رسول کریمؐ کی مدح

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار
آن مقامِ قُرب کو دارد بدلدارِ قدیم کس نداند شانِ آں از واصلان کردگار
آن عنایت ہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو کس بخواب ہم ندیدہ مثل آں اندر دیار
سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقان آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار

از ہمہ چیزے فزوں تر در ہمہ نوعِ کمال آسمانہا پیشِ اوجِ ہمتِ او ذرہ وار
مظہرِ نورے کہ پنہاں بود از عہدِ ازل مطلع شمسے کہ بود از ابتدا در استتار

ہر رگ و تار وجودش خانۂ یارِ ازل ہر دم و ہر ذرہ اش پر از جمالِ دوستدار
حُسنِ روئے او بہ از صد آفتاب و ماہتاب خاکِ کوئے او بہ از صد نافۂ مُشکِ تتار

جان خود دادن پئے خلقِ خدا در فطرتش جاں نثارِ خستہ جاناں بیدلاں را غمگسار

کس چہ میداند کز اں نالہ ہا باشد خبر کاں شفیعے کرد از بہر جہاں در کُنجِ یار
من نمیدانم چہ دردے بود و اندوہ و غمے کاندراں غارے در آوردش حزین و دلفگار

نے ز تاریکی توحش نے ز تنہائی ہراس نے ز مُردن غم نہ خوفِ کژدمے نے بیم مار
کشتۂ قوم و فدائے خلق و قربانِ جہاں نے بجسمِ خویش میلش نے بہ نفسِ خویش کار
نعرہ ہا پُر درد میزد از پئے خلقِ خدا شد تضرع کارِ او پیشِ خدا لیل و نہار
سخت شورے بر فلک افتاد زاں عجز و دُعا قدسیاں را نیز شد چشم از غم آں اشکبار
آخر از عجز و مناجات و تضرعِ کردنش شد نگاہِ لطفِ حق بر عالمِ تاریک و تار

زندہ آں شخصے کہ نوشد جُرعۂ از چشم ات زیرک آں مردیکہ کرد است اتباعت اختیار

بے تو ہرگز دولتِ عرفاں نمی یابد کسے گرچہ میرد در ریاضت ہائے و جہدِ بیشمار
تکیہ بر اعمالِ خود بے عشقِ رویت ابلہی است غافل از رویت نہ بیند روئے نیکی زینہار
در دمے حاصل شود نورے ز عشقِ روئے تو کاں نباشد سالکاں را حاصل اندر روزگار

خوشتر از دورانِ عشقِ تو نباشد ہیچ دور خوبتر از وصف و مدحِ تو نباشد ہیچ کار

دل اگر خوں نیست از ہجرت چہ چیز است آں دلے ور نثارِ تو نگردد جان کجا آید بکار

یا نبی اللہ نثارِ روئے محبوبِ تو ام وقفِ راہت کردہ ام ایں سر کہ بر دوش است بار
تا بمن نورِ رسولِ پاک را بنمودہ اند عشقِ او در دل ہمی جوشد چو آب از آبشار
آتشِ عشق از دمِ من ہمچو برقے می جہد یک طرف اے ہمدمانِ خام از گردِ جوار
بر سرِ وحدا است دل تا دید روئے او بخواب اے براں روئے و سرش جان و سر و رویم نثار
صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن و آں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار

بینم انوارِ خدا در روئے تو اے دلبرم ۔۔۔ مستِ عشقِ روئے تو بینم دلِ ہر ہوشیار

—

ہر کسے دارد سرے با دلبرے اندر جہاں ۔۔۔ من فدائے روئے تو اے دلستانِ گلعذار

—

زندگانی چیست جاں کردن براہِ تو فدا ۔۔۔ رستگاری چیست در بند تو بودن صید وار

—

یا رسول اللہ بروئیت عہد دارم استوار ۔۔۔ عشقِ تو دارم از آں روزیکہ بودم شیرخوار

—

در دو عالم نسبتے دارم بتو از بس بزرگ ۔۔۔ پرورش دادی مرا خود ہمچو طفلے در کنار

—

نے زفردوسم حکایت کن نہ از آلامِ نار ۔۔۔ بجز غمِ دینِ محمد ﷺ میزیم شوریدہ وار

(آئینہ کمالات اسلام ملخص از صـ ۲۳ تا صـ ۲۹)

اتباع نبوی میں گرم جوش فطرت بخش۔ اشاعت اسلام کا جوش۔ عاشقانہ روح۔

اور میری حالت جو ہے وہ خداوند کریم خوب جانتا ہے اس نے مجھ پر کامل طور پر اپنی برکتیں نازل کی ہیں اور اتباع نبوی میں ایک گرم جوش فطرت بخش کر مجھے بھیجا ہے کہ تا حقیقی متابعت کی راہیں لوگوں کو سکھلاؤں اور ان کو اس علمی و عملی ظلمت سے باہر نکالوں جو بوجہ کم توجہی ان پر محیط ہو رہی ہے۔ میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میری روح میں کچھ زیادہ سرمایۂ علوم کسبیہ ہے بلکہ میں اپنی ہیچمدانی اور کم لیاقتی کا سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اقرار کرتا ہوں لیکن ساتھ اِس کے میں اِس اقرار کو بھی مخفی نہیں رکھ سکتا کہ میرے جیسے ہیچ اور ذلیل اور اُمی کو خود خداوند کریم نے اپنے کنارِ تربیت میں لے لیا اور ان سچی حقیقتوں اور کامل معارف سے مجھے آگاہ کر دیا کہ اگر میں

تمام غور و فکر کرنے والوں سے ہمیشہ زیادہ غور و فکر کرتا رہتا اور با ایں ہمہ ایک لمبی عمر بھی پاتا تب بھی ان حقائق اور معارف تک ہرگز پہنچ نہ سکتا۔ میں اس مولیٰ کریم کا اس وجہ سے بھی شکر کرتا ہوں کہ اس نے ایمانی جوش اسلام کی اشاعت میں مجھکو اس قدر بخشا ہے کہ اگر اس راہ میں مجھے اپنی جان بھی فدا کرنی پڑے تو میرے پر یہ کام بفضلہ تعالیٰ کچھ بھاری نہیں۔ اگرچہ میں اس دنیا کے لوگوں سے تمام امید قطع کر بیٹھا ہوں مگر خدا تعالیٰ پر میری امیدیں نہایت قوی ہیں۔ سو میں جانتا ہوں کہ اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر پھر بھی میں اکیلا نہیں وہ مولیٰ کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔ اُسی کے فضل سے مجھکو یہ عاشقانہ رُوح ملی ہے کہ دُکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کے لئے خدمت بجا لاؤں ......

اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو ورنہ اگر انسان ساری دُنیا کا بھی مالک ہو جائے اور اس قدر وسعتِ معاش حاصل ہو کہ تمام سامانِ عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں وہ سب عیش اسے حاصل ہوں پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام صـ ۳۴ تا صـ ۳۶)

خدا تعالیٰ پر کس کا ایمان مستحکم ہو سکتا ہے۔

خدا تعالیٰ پر اسی شخص کا ایمان مستحکم ہو سکتا ہے جس کا اس کی کتاب پر ایمان مستحکم ہو اور اس کی کتاب پر تبھی ایمان مستحکم ہو سکتا ہے کہ جب بغیر حاجت منقول معجزات کے کہ جو اب آنکھوں کے سامنے بھی موجود نہیں ہیں خود خدا تعالیٰ کا پاک کلام اعلیٰ درجہ کا معجزہ اور معارف و حقائق کا ایک ناپیدا کنار دریا نظر آوے۔

(ـ ـ صـ ۳۵)

دل کو باریک بھید کب عطا کئے جاتے ہیں

یہ سنت اللہ ہے کہ جب تک کوئی باریک احتیاط کے ساتھ اعمال صالحہ بجا نہ لاوے تب تک باریک بھید اس کے دل کو عطا نہیں کئے جاتے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص ۴۸)

نبی کریمؐ کی توہین پر درد و غم

اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے ہیں اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریمؐ کی کی گئی دکھا۔

(ص ۵۱، ۵۲)

خدا کی مدد پر یقین۔ خدا کا پودہ

وہ اپنے بندہ کا مددگار ہوگا اور اس درخت کو کبھی نہیں کاٹے گا جس کو اس نے اپنے ہاتھ سے لگایا۔ کیا کوئی تم میں سے اپنے اس پودہ کو کاٹ سکتا ہے جس کے پھل لانے کی اس کو توقع ہے۔ پھر وہ جو دانا و بینا اور ارحم الراحمین ہے وہ کیوں اپنے اس پودہ کو کاٹے جس کے پھلوں کے مبارک دنوں کی وہ انتظار کر رہا ہے۔

(ص ۵۲)

خدا کو ملنے کی راہ

بدہ از چشم خود آبے درختانِ محبّت را ۔۔۔ مگر روزے دہندت میوہائے پُرحلاوت را

بہ نخوت ہا نمی آید بدست آں دامن پاکش ۔۔۔ کسے عزت ازو یابد کہ سوزد رختِ عزت را

اگر خواہی رہِ مولیٰ زلافِ علم خالی شو ۔۔۔ کہ رہ ندہند در کویش اسیرِ کبر و نخوت را

منہ دل در تنعمہائے دنیا گر خدا خواہی ۔۔۔ کہ میخواہد نگارِ من تہیدستانِ عشرت را

مصفا قطرۂ باید کہ تا گوہر شود پیدا ۔۔۔ کجا بیند دلِ ناپاک روئے پاک حضرت را

(الہامی) نمی باید مرا یک ذرہ عزت ہائے ایں دنیا ۔۔۔ (الہامی) منہ از بہرِ ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

ہمہ خلق و جہاں خواہد برائے نفسِ خود عزت ۔۔۔ خلافِ من کہ میخواہم ہمہ جا و ہا بار ذلت را

ہمہ در دورِ ایں عالم امان و عافیت خواہند ۔۔۔ چہ افتاد ایں سرِ ما را کہ میخواہد مصیبت را

مرا ہر جا کہ می بینم رُخِ جاناں نظر آید ۔۔۔ درخشد در خور و در ماہ بنماید ملاحت را

حریصِ غربت و عجزم ازاں روزیکہ دانستم ۔۔۔ کہ جا در خاطرش باشد دلِ مجروحِ غربت را

اگر از روضۂ جان و دلِ من پردہ بردارند ۔۔۔ بہ بینی اندراں آں دلبرِ پاکیزہ طلعت را

فروغِ نورِ عشقِ او ز بام و قصرِ ما روشن ۔۔۔ مگر بیند کسے آں را کہ میدارد بصیرت را

نگاہِ رحمتِ جاناں عنایتہا بمن کردست ۔۔۔ وگرنہ چوں منی کے یابد آں رشد و سعادت را

(آئینہ کمالات اسلام ملحض از ۵۵ تا ۵۷)

اسلام کے معنے

(اسلام کے معنے) اعتقادی اور عملی طور پر محض خدا تعالیٰ کا ہو جاوے۔ اعتقادی طور پر اس طرح سے کہ اپنے تمام وجود کو درحقیقت ایک ایسی چیز سمجھ لے جو خدا تعالیٰ کی شناخت اور اس کی اطاعت اور اس کے عشق اور محبت اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

اور "عملی" طور پر اس طرح سے کہ خالصاً للہ حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق اور ہر یک خداداد توفیق سے وابستہ ہیں بجا لاوے مگر ایسے ذوق و

شوق وحضور سے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے معبود حقیقی کے چہرہ کو دیکھ رہا ہے۔

(ے صـ ۵۸)

اسلام کی حقیقت کب متحقق ہوتی ہے؟

اسلام کی حقیقت تب کسی میں متحقق ہو سکتی ہے کہ جب اس کا وجود معہ اپنے تمام باطنی و ظاہری قویٰ کے محض خدا تعالیٰ کے لئے اور اس کی راہ میں وقف ہو جاوے اور جو امانتیں اس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں پھر اُسی معطیِ حقیقی کو واپس دی جائیں اور نہ صرف اعتقادی طور پر بلکہ عمل کے آئینہ میں بھی اپنے اسلام اور اُس کی حقیقت کاملہ کی ساری شکل دکھلائی جاوے یعنی شخص مدعیِ اسلام یہ ثابت کر دیوے کہ اُس کے ہاتھ اور پیر اور دل اور دماغ اور اس کی عقل اور اس کا فہم اور اس کا غضب اور اس کا رحم اور اس کا حلم اور اس کا علم اور اس کی تمام روحانی اور جسمانی قوتیں اور اس کی عزت اور اس کا مال اور اس کا آرام اور سرور اور جو کچھ اس کا سر کے بالوں سے پیروں کے ناخنوں تک باعتبار ظاہر و باطن کے ہے یہاں تک کہ اُس کی نیات اور اُس کے دِل کے خطرات اور اس کے نفس کے جذبات سب خدا تعالیٰ کے ایسے تابع ہو گئے ہیں کہ جیسے ایک شخص کے اعضاء اُس شخص کے تابع ہوتے ہیں۔ غرض یہ ثابت ہو جائے کہ صدق قدم اِس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ جو کچھ اس کا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہو گیا ہے اور تمام اعضاء اور قویٰ الٰہی خدمت میں ایسے لگ گئے ہیں کہ گویا وہ جوارح الحق ہیں۔

(ے ر ۵۹ صـ ۶۰)

اسلام کی حقیقت — اس لقب سے کون ملقب ہو سکتا ہے

اسلام کی حقیقت نہایت ہی اعلیٰ ہے اور کوئی انسان کبھی اس شریف لقب اہلِ اسلام سے حقیقی طور پر ملقب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ اپنا سارا وجود معہ اس کی تمام

قوتوں اور خواہشوں اور ارادوں کے حوالہ بخدا نہ کر دیوے اور اپنی انانیت سے مع اُس کے جمیع لوازم کے ہاتھ اٹھا کر اُسی کی راہ میں نہ لگ جاوے۔ پس حقیقی طور پر اُسی وقت کسی کو مسلمان کہا جائے گا جب اس کی غافلانہ زندگی پر ایک سخت انقلاب وارد ہو کر اس کے نفس امارہ کا نقش ہستی معہ اس کے کے تمام جذبات کے یک دفعہ مٹ جائے اور پھر اس موت کے بعد محسن للہ ہونے کی نئی زندگی اس میں پیدا ہو جائے اور وہ ایسی پاک زندگی ہو جو اس میں بجز طاعتِ خالق اور ہمدردیٔ مخلوق کے اور کچھ بھی نہ ہو۔

خالق کی طاعت اِس طرح سے کہ اس کی عزت وجلال اور یگانگت ظاہر کرنے کے لئے بے عزتی اور ذلّت قبول کرنے کے لئے مستعد ہو اور اس کی وحدانیت کا نام زندہ کرنے کے لئے ہزاروں موتوں کے قبول کرنے کے لئے تیار ہو اور اس کی فرمانبرداری میں ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو بخوشی خاطر کاٹ سکے اور اُس کے احکام کی عظمت کا پیار اور اس کی رضا جوئی کی پیاس گناہ سے ایسی نفرت دلادے کہ گویا وہ کھا جانے والی ایک آگ ہے یا ہلاک کرنے والی ایک زہر ہے یا بھسم کر دینے والی ایک بجلی ہے جس سے اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بھاگنا چاہیئے۔ غرض اس کی مرضی ماننے کے لئے اپنے نفس کی سب مرضیات چھوڑ دے اور اس کے پیوند کے لئے جانکاہ زخموں سے مجروح ہونا قبول کر لے اور اس کے تعلق کا ثبوت دینے کے لئے سب نفسانی تعلقات توڑ دے۔

اور خلق اللہ کی خدمت اس طرح سے کہ جس قدر خلقت کی حاجات ہیں اور جس قدر مختلف وجوہ اور طرق کی راہ سے قسّامِ ازل نے بعض کو بعض کا محتاج کر رکھا ہے ان تمام امور میں محض للہ اپنی حقیقی اور بے غرضانہ اور سچی ہمدردی سے جو اپنے وجود سے صادر ہو سکتی ہے ان کو نفع پہنچاوے اور ہر یک مدد کے محتاج کو اپنی خداداد قوت سے مدد دے اور ان کی دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کے لئے

نور لگاوے۔

... سو یہ عظیم الشان للّٰہی طاعت و خدمت جو پیار اور محبت سے ملی ہوئی اور خلوص اور حقیقت نامہ سے بھری ہوئی ہے یہی اسلام اور اسلام کی حقیقت اور اسلام کا لبِّ لباب ہے جو نفس اور خلق اور ہوا اور ارادہ سے موت حاصل کرنے کے بعد ملتا ہے

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۶۱ و ص۶۲)

مرتبہ لقا کیا ہے اور کب حاصل ہوتا ہے

(مرتبہ لقا پر) یہ شخص شدتِ اتصال کی وجہ سے خدائے عزّ و جل کے رنگ سے ظلّی طور پر رنگین ہو جاتا ہے اور تجلیاتِ الٰہیہ اس پر دائمی قبضہ کر لیتے ہیں۔ اور محبوبِ حقیقی حجب حائلہ کو درمیان سے اٹھا کر نہایت شدید قُرب کی وجہ سے ہم آغوش ہو جاتا ہے اور جیسا کہ وہ خود مبارک ہے ایسا ہی اس کے اقوال و افعال و حرکات اور سکنات اور خوراک اور پوشاک اور مکان اور زمان اور اس کے جمیع لوازم میں برکت رکھ دیتا ہے تب ہر ایک چیز جو اس سے مس کرتی ہے بغیر اس کے جو یہ دعا کرے برکت پاتی ہے اس کے مکان میں برکت ہوتی ہے اس کے دروازوں کے آستانے برکت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اس کے گھر کے دروازوں پر برکت برستی ہے جو ہر دم اس کو مشاہدہ ہوتی ہے اور اس کی خوشبو اس کو آتی ہے جب یہ سفر کرے تو خدا تعالیٰ مع اپنی تمام برکتوں کے اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جب یہ گھر میں آوے تو ایک دریا نُور کا ساتھ لاتا ہے۔ غرض یہ عجیب انسان ہوتا ہے جس کی کُنہ بجز خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ فنا فی اللہ کے درجہ کے تحقق کے بعد یعنی اُس درجہ کے بعد جو اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ کے مفہوم کو لازم ہے جس کو صوفی فنا کے نام سے اور قرآن کریم استقامت کے اسم سے موسوم کرتا ہے درجہ

بقا اور لقا کا بلا توقف پیچھے آنے والا ہے یعنی جبکہ انسان خلق اور ہوا اور ارادہ سے بکلی خالی ہو کر فنا کی حالت کو پہنچ گیا تو اِس حالت کے راسخ ہونے کے ساتھ ہی بقا کا درجہ شروع ہو جاتا ہے مگر جب تک یہ حالت راسخ نہ ہو اور خدا تعالیٰ کی طرف بکلّی جھک جانا ایک طبعی امر نہ ٹھہر جائے تب تک مرتبہ بقا کا پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ مرتبہ صرف اسی وقت پیدا ہوگا جب ہر یک اطاعت کا تصنّع درمیان سے اُٹھ جائے اور ایک طبعی روئیدگی کی طرح فرمانبرداری کی سبز سبز اور لہراتی ہوئی شاخیں دِل سے جوش مار کر نکلیں اور واقعی طور پر سب کچھ جو اپنا سمجھا جاتا ہے خدا تعالیٰ کا ہو جائے اور جیسے دوسرے لوگ ہوا پرستی میں لذت اٹھاتے ہیں اس شخص کی تمام کامل لذتیں پرستش اور یادِ الٰہی میں ہوں اور بجائے نفسانی ارادوں کے خدا تعالیٰ کی مرضیات جگہ پکڑ لیں۔

پھر جب یہ بقا کی حالت بخوبی استحکام پکڑ جائے اور سالک کے رگ و ریشہ میں داخل ہو جائے اور اس کا جزو بدن بن جائے اور ایک نُور آسمان سے اترتا ہوا دکھائی دے جس کے نازل ہونے کے ساتھ ہی تمام پردے دُور ہو جائیں اور نہایت لطیف اور شیریں اور حلاوت سے ملی ہوئی ایک محبت دل میں پیدا ہو جو پہلے نہیں تھی اور ایک ایسی خنکی اور اطمینان اور سکینت اور سرورِ دل کو محسوس ہو کہ جیسے ایک نہایت پیارے دوست مدت کے بچھڑے ہوئے کے یک دفعہ ملنے اور بغل گیر ہونے سے محسوس ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے روشن اور لذیذ اور مبارک اور سرور بخش اور فصیح اور معطّر اور مبشرانہ کلمات اٹھتے اور بیٹھتے اور سوتے اور جاگتے اس طرح پر نازل ہونے شروع ہو جائیں کہ جیسے ایک ٹھنڈی اور دل کش اور پُر خوشبو ہوا ایک گلزار پر گزر کر آتی اور صبح کے وقت چلنی شروع ہوتی اور اپنے ساتھ ایک سُکر اور سرور لاتی ہے اور انسان خدا تعالیٰ کی طرف ایسا کھینچا جائے کہ بغیر اس کی محبت اور عاشقانہ

تصوّر کے جی نہ سکے اور نہ یہ کہ مال اور جان اور عزّت اور اولاد اور جو کچھ اُس کا ہے قربان کرنے کے لئے تیار ہو بلکہ اپنے دِل میں قربان کر ہی چکا ہو اور ایسی ایک زبردست کشش سے کھینچا گیا ہو جو نہیں جانتا کہ اُسے کیا ہو گیا اور نورانیت کا بشدّت اپنے اندر انتشار پاوے. جیسا کہ دن چڑھا ہوا ہوتا ہے اور صدق اور محبت اور وفا کی نہریں بڑے زور سے چلتی ہوئی اپنے اندر مشاہدہ کرے اور لحظہ بہ لحظہ ایسا احساس کرتا ہو کہ گویا خدا تعالےٰ اس کے قلب پر اُترا ہوا ہے۔ جب یہ حالت اپنی تمام علامتوں کے ساتھ محسوس ہو تب خوشی کرو اور محبوبِ حقیقی کا شکر بجا لاؤ کہ یہی وہ انتہائی مقام ہے جس کا نام لقار کھا گیا ہے۔

اِس آخری مقام میں انسان ایسا احساس کرتا ہے کہ گویا بہت سے پاک پانیوں سے اُس کو دھو کر اور نفسانیت کا بکلّی رگ و ریشہ اُس سے الگ کر کے نئے سر سے اس کو پیدا کیا گیا۔ اور پھر رب العالمین کا تخت اُس کے اندر بچھایا گیا اور خدائے پاک و قدوس کا چمکتا ہوا چہرہ اپنے تمام دلکش حسن و جمال کے ساتھ ہمیشہ کے لئے اُس کے سامنے موجود ہو گیا ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۶۹ تا ۷۱)

نہایت اصفیٰ اور اجلیٰ محبت پر خدا تعالےٰ کی کامل محبت کا نزول

جو مرتبہ بقا اور لقا کا پاکر اس لائق ٹھہر جاتے ہیں کہ اُن کی نہایت اصفیٰ اور اجلیٰ محبت پر خدا تعالےٰ کی کامل محبت اپنی برکات کے ساتھ نازل ہو۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۷۲)

بندہ کی محبت کے اندازہ پر الٰہی محبت نازل ہوتی ہے

خدا تعالےٰ ایک ذرّہ محبتِ خالصہ کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ انسان کی محبت پر اس کی محبت نازل ہوتی ہے اور اُسی مقدار پر روح القدس کی چمک پیدا ہوتی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کا ایک بندھا ہوا قانون ہے کہ ہر ایک محبت کے اندازہ پر الٰہی محبت نزول کرتی

رہتی ہے اور جب انسانی محبت کا ایک دریا بہہ نکلتا ہے تو اس طرف سے بھی ایک دریا نازل ہوتا ہے اور جب وہ دونوں دریا ملتے ہیں تو ایک عظیم الشان نور اُن میں سے پیدا ہوتا ہے جو ہماری اصطلاح میں رُوح القدس سے موسوم ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۷۸، ۷۹ حاشیہ)

خدا تعالےٰ کی قیومیت کا عمل۔ اس کے براہ راست نازل نہ ہونے کی وجہ

لیکن ایک عارفانہ نظر کے ساتھ ضرور کُھل جائے گا کہ ہم اپنی ان تمام حرکات و سکنات اور سب کاموں میں غیبی مدد کے ضرور محتاج ہیں اور خدا تعالیٰ کی قیومیت ہمارے نُطفہ میں ہمارے علقہ میں ہمارے مضغہ میں ہمارے جنین میں اور ہماری ہر ایک حرکت میں اور سکون میں اور قول میں اور افعال میں غرض ہماری تمام مخلوقیّت کے لوازم میں کام کرتی ہے مگر وہ قیومیّت بوجہ ہمارے محجوب بالنفس ہونے کے براہِ راست ہم پر نازل نہیں ہوتی کیونکہ ہم میں اور اس ذات الطف اللطائف اور اعلیٰ اور اغنیٰ اور نور الانوار میں کوئی مناسبت درمیان نہیں۔

(؍ ص۱۷۱، ۱۷۲ حاشیہ)

آنحضرت کا قرب

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کے قبضہ سے ایک دم جُدا نہیں ہوتے تھے۔

(؍ ص۱۱۴ طبع اوّل)

متقی کا مردانگی کے ساتھ اپنے تئیں آگ میں ڈالنا۔

متقی اس دنیا میں جو دار الابتلا ہے انواع و اقسام کے پیرایہ میں بڑی مردانگی سے اس نار میں اپنے تئیں ڈالتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنی جانوں کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ میں گراتے ہیں اور طرح طرح کے آسمانی قضا و قدر بھی نار کی شکل میں ان پر وارد ہوتے ہیں۔ وہ ستائے جاتے ہیں اور دُکھ دیئے جاتے ہیں اور اس قدر بڑے بڑے زلزلے ان پر آتے ہیں کہ ان کے ماسوا کوئی ان زلازل کی برداشت نہیں کر سکتا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۱۴۴)

تقوٰی سے جاہلیت ہرگز جمع نہیں ہو سکتی ہاں فہم اور ادراک حسب مراتب تقوٰی کم و بیش ہو سکتا ہے۔ ... بڑی اور اعلیٰ درجہ کی کرامت جو اولیاء کو دی جاتی ہے جن کو تقوٰی میں کمال ہوتا ہے وہ یہی دی جاتی ہے کہ ان کے تمام حواس اور عقل اور فہم اور قیاس میں نور رکھا جاتا ہے اور ان کی قوتِ کشفی نور کے پانیوں سے ایسی صفائی حاصل کر لیتی ہے کہ جو دوسروں کو نصیب نہیں ہوتی۔ ان کے حواس نہایت باریک بین ہو جاتے ہیں اور معارف اور دقائق کے پاک چشمے اُن پر کھولے جاتے ہیں اور فیض سائغ ربّانی ان کے رگ و ریشہ میں خون کی طرح جاری ہو جاتا ہے۔

تقوٰی اور جاہلیت ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔

(آئینہ کمالات اسلام صـ ۱۷۸ طبع اوّل)

حقیقتِ اسلامیہ کی تحصیل کے وسائل۔

بعد اس کے واضح ہو کہ اگرچہ قرآن کریم نے حقیقتِ اسلامیہ کی تحصیل کے لئے بہت سے وسائل بیان فرمائے ہیں۔ مگر درحقیقت ان سب کا مآل دو قسم پر ہی جا ٹھہرتا ہے۔ اوّل یہ کہ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اس کی مالکیت تامہ اور اُس کی قدرت تامہ اور اس کی حکومت تامہ اور اس کے علم تام اور اس کے حساب تام اور نیز اس کے واحد لاشریک اور حیّ قیوم اور حاضر ناظر ذوالاقتدار اور ازلی ابدی ہونے میں اور اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور جمیع جلال اور کمال کے ساتھ یگانہ ہونے میں پورا پورا یقین آجائے یہانتک کہ ہر ایک ذرہ اپنے وجود اور اس تمام عالم کے وجود کا اس کے تصرف اور حکم میں دکھائی دے۔ اور ھو القاھر فوق عبادہٖ کی تصویر سامنے آجاوے اور نقش راسخ بیدہ ملکوت السمٰوٰت والارض کا جلی قلم کے ساتھ دل میں لکھا جائے یہاں تک کہ اُس کی عظمت اور ہیبت اور کبریائی تمام نفسانی جذبات کو اپنی قہری شعاعوں سے مضمحل اور خیرہ کر کے اُن کی جگہ لے لے اور ایک دائمی رُعب اپنا دل پر جما دیوے اور اپنے قہری حملہ سے نفسانی سلطنت کے تخت کو خاک مذلّت میں پھینک دیوے

اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیوے اور اپنے خوفناک کرشموں سے غفلت کی دیواروں کو گرا دے اور تکبر کے میناروں کو توڑ دے اور ظلمتِ بشری کی حکومتیں وجود انسانی کی دارالسلطنت سے بکلی اٹھا دیوے اور جو جذبات نفس امّارہ کی طبیعت انسانی پر حکومت کرتے تھے اور باعزّت سمجھے گئے تھے اُن کو ذلیل اور خوار اور ہیچ اور بے مقدار کر کے دکھلا دیوے۔

دوم یہ کہ اللہ جلشانہٗ کے حسن و احسان پر اطلاع وافر پیدا کرے کیونکہ کامل درجہ کی محبت یا تو حسن کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے اور اللہ جلشانہٗ کا حسن اس کی ذات اور صفات کی خوبیاں ہیں۔ اور خوبیاں یہ ہیں کہ وہ خیر محض ہے اور مبداء ہے جمیع فیضوں کا اور مصدر ہے تمام خیرات کا اور جامع ہے تمام کمالات کا اور مرجع ہے ہر ایک امر کا اور موجد ہے تمام وجودوں کا اور علت العلل ہے ہر ایک مؤثر کا جس کی تاثیر یا عدم تاثیر ہر ایک وقت اس کے قبضہ میں ہے اور واحد لاشریک ہے، اپنی ذات میں اور صفات میں اور اقوال میں اور افعال میں اور اپنے تمام کمالوں میں اور ازلی اور ابدی ہے اپنے جمیع صفاتِ کاملہ کے ساتھ۔ بڑا ہی نیک اور بڑا ہی رحیم باوجود قدرت کاملہ سزا دہی کے ہزاروں برسوں کی خطائیں یک دم کے رجوع میں بخشنے والا بڑا ہی حلیم اور بُردبار اور پردہ پوش کروڑہا نفرت کے کاموں اور مکروہ گناہوں کو دیکھنے والا اور پھر جلد نہ پکڑنے والا۔ اگر اُس کا روحانی جمالی تمثّل کے طور پر ظاہر ہو تو ہر ایک دل پروانہ کی طرح اُس پر گرے، پر اس نے اپنا جمال غیروں سے چھپایا اور انہیں پر ظاہر کیا جو صدق سے اس کو ڈھونڈتے ہیں۔ اس نے ہر ایک خوبصورت چیز پر اپنے حُسن کا پرتوہ ڈالا۔ اگر آفتاب ہے یا ماہتاب یا وہ ستارے جو چمکتے ہوئے نہایت پیارے معلوم ہوتے ہیں یا خوبصورت انسانوں کے منہ جو دلکش اور ملیح دکھائی دیتے ہیں یا وہ تازہ اور تر بتر اور خوشنما پھول جو اپنے رنگ اور بُو اور آب و تاب سے دلوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں یہ سب درحقیقت ظلّی طور پر اُس حُسن لازوال سے ایک ذرّہ کے موافق حصّہ لیتے ہیں۔ وہ حُسنِ

ظن اور وہم اور خیال نہیں بلکہ یقینی اور قطعی اور نہایت روشن ہے جس کے تصوّر سے تمام نظریں خیرہ ہوتی ہیں اور پاک دل اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

(؍ ص۱۸۰ تا ۱۸۳)

فنافی اللہ ہونے کا بچہ کب پیدا ہوتا ہے

بیضۂ بشریت جب تک چھ سو حکموں کو سر پر رکھ کر جبریل کے (چھ سو) پروں کے نیچے نہ آوے اس میں فنافی اللہ ہونے کا بچہ پیدا نہیں ہوتا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۱۹۶)

نبی کریمؐ کی پیروی میں برکات

اور جو شخص اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے وہ بلاشبہ قبر میں سے اُٹھایا جاتا ہے اور ایک روحانی زندگی اس کو بخشی جاتی ہے نہ صرف خیالی طور پر بلکہ آثار صحیحہ صادقہ اس کے ظاہر ہوتے ہیں اور آسمانی مددیں اور سماوی برکتیں اور روح القدس کی خارق عادت تائیدیں اس کے شامل حال ہو جاتی ہیں اور وہ تمام دُنیا کے انسانوں میں سے ایک متفرد انسان ہو جاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالے اُس سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے اسرار خاصہ اس پر ظاہر کرتا ہے اور اپنے حقائق و معارف کھولتا ہے اور اپنی محبت اور عنایت کے چمکتے ہوئے علامات اس میں نمودار کر دیتا ہے اور اپنی نصرتیں اُس پر اُتارتا ہے اور اپنی برکات اس میں رکھ دیتا ہے اور اپنی ربوبیت کا آئینہ اس کو بنا دیتا ہے اس کی زبان پر حکمت جاری ہوتی ہے اور اس کے دِل سے نکاتِ لطیفہ کے چشمے نکلتے ہیں اور پوشیدہ بھید اس پر آشکار کئے جاتے ہیں۔ اور خدا تعالے ایک عظیم الشان تجلّی اس پر فرماتا ہے اور اس سے نہایت قریب ہو جاتا ہے اور وہ اپنی استجابت دعاؤں اور اپنی قبولیتوں میں اور فتح ابواب معرفت میں اور انکشاف اسرار غیبیہ میں اور نزول برکات میں سب سے اوپر اور سب پر غالب رہتا ہے۔

(؍ ص۲۲۱ و ۲۲۲)

وحی الٰہی سے خدا تعالےٰ کا چہرہ نظر آتا ہے۔

وہ وحی جس کا ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے جس کی بابرکت آوازیں ہم نے اپنے کانوں سے سنی ہیں وہ بلاشبہ انسان کی فطرت سے مافوق اور الوہیت کی زبردست طاقتیں اپنے اندر رکھتی ہے جس کے دیکھنے سے گویا خدا تعالےٰ کا چہرہ دیکھتے ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۷۱ حاشیہ)

مسیح موعودؑ اسلام کی کشتی ہے

اسی طوفان کے وقت خدا تعالےٰ نے اِس عاجز کو مامور کیا اور فرمایا واصنع الفلک باعیننا و وحینا یعنی تو ہمارے حکم سے اور ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی تیار کر۔ اس کشتی کو اس طوفان سے کچھ خطرہ نہ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ اس پر ہوگا سو وہ خالص اسلام کی کشتی یہی ہے جس پر سوار ہونے کے لئے میں لوگوں کو بلاتا ہوں۔ اگر آپ جاگتے ہو تو اُٹھو اور اس کشتی میں جلد سوار ہو جاؤ کہ طوفان زمین پر سخت جوش کر رہا ہے اور ہر ایک جان خطرہ میں ہے۔

(؍ ص۲۶۱، ص۲۶۲ حاشیہ)

ایمان کی طاقت اور اسکی برکتیں

بھائیو یقیناً سمجھو کہ نجات ایمان سے وابستہ ہے اور ایمان امور مخفیہ سے وابستہ ہے۔ اگر حقائق اشیاء مستور نہ ہوتی تو ایمان نہ ہوتا اور اگر ایمان نہ ہوتا تو نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوتا۔ ایمان ہی ہے جو رضاء الٰہی کا وسیلہ اور مراتب قرب کا زینہ اور گناہوں کا زنگ دھونے کے لئے ایک چشمہ ہے اور ہمیں جو خدا تعالےٰ کی طرف حاجت ہے اس کا ثبوت ایمان ہی کے ذریعے سے ملتا ہے کیونکہ ہم اپنی نجات کے لئے اور ہر ایک دکھ سے راحت پانے کے لئے خدا تعالےٰ کے محتاج ہیں اور وہ نجات صرف ایمان سے ہی ملتی ہے۔ کیا دُنیا کا عذاب اور کیا آخرت کا دونوں کا علاج ایمان ہے۔ جب ہم ایمان کی قوت سے ایک مشکل کا حل ہو جانا غیر ممکن نہیں دیکھتے تو وہ مشکل ہمارے لئے حل کی جاتی ہے۔ ہم ایمان ہی کی قوت سے خلاف قیاس اور بعید از عقل مقاصد بھی پا لیتے ہیں۔ ایمان ہی کی قوت سے

کرامات ظاہر ہوتی ہیں اور خوارق ظہور میں آتی ہیں اور انہونی باتیں ہو جاتی ہیں۔ پس ایمان ہی سے پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے۔ خدا فلسفیوں سے پوشیدہ رہا اور حکیموں کو اس کا کچھ پتہ نہ لگا مگر ایمان ایک عاجز دلق پوش کو خدا تعالیٰ سے ملا دیتا ہے اور اس سے باتیں کرا دیتا ہے مومن اور محبوب حقیقی میں قوتِ ایمانی دلالہ ہے۔ یہ قوت ایک مسکین، ذلیل، خوار، مردودِ خلائق کو قصرِ مقدس تک جو عرش اللہ ہے پہنچا دیتی ہے اور تمام پردوں کو اٹھاتی اٹھاتی دلآرام ازلی کا چہرہ دکھا دیتی ہے۔ سو اُٹھو ایمان کو ڈھونڈو اور فلسفہ کے خشک اور بے سود ورقوں کو جلاؤ کہ ایمان سے تم کو برکتیں ملیں گی۔ ایمان کا ایک ذرّہ فلسفہ کے ہزار دفتر سے بہتر ہے۔ اور ایمان سے صرف آخری نجات نہیں بلکہ ایمان دنیا کے عذابوں اور لعنتوں سے بھی چھڑا دیتا ہے اور رُوح کے تحلیل کرنے والے غموں سے ہم ایمان ہی کی برکت سے نجات پاتے ہیں۔ وہ چیز ایمان ہی ہے جس سے مومن کامل سخت گھبراہٹ اور قلق اور کرب اور غموں کے طوفان کے وقت اور اس وقت کہ جب ناکامی کے چاروں طرف سے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں اور اسبابِ عادیہ کے تمام دروازے مقفل اور مسدود نظر آتے ہیں مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔ ایمان کامل سے سارے استبعاد جاتے رہتے ہیں اور ایمان کو کوئی چیز ایسا نقصان نہیں پہنچاتی جیسا کہ استبعاد۔ اور کوئی ایسی دولت نہیں جیسا کہ ایمان۔ دنیا میں ہر ایک ماتم زدہ ہے مگر ایماندار دُنیا میں ہر ایک سوزش اور حرقت اور جلن میں گرفتار ہے مگر مومن۔ اے ایمان! کیا ہی تیرے ثمرات شیریں ہیں۔ کیا ہی تیرے پھول خوشبودار ہیں۔ سبحان اللہ کیا عجیب تجھ میں برکتیں ہیں۔ کیا ہی خوش نور تجھ میں چمک رہے ہیں۔ کوئی ثریا تک نہیں پہنچ سکتا مگر وہی جس میں تیری کششیں ہیں۔ خدا تعالیٰ کو یہی پسند آیا کہ اب تو آوے اور فلسفہ جاوے۔ ولا راد لفضلہ۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۰ تا ۲۷۳)

اسلام کے ثمرات۔ طرح طرح کی برکات۔ مکاشفات و الہامات۔ بشریت کے اسباب حجابوں کا دُور ہو جانا۔

اب ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اس کی کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کی اعلیٰ تجلیات تمام حجب سے مبرا ہو کر اُس کی طرف رُخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ احکام اور وہ عقاید جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفاتِ صحیحہ اور الہامات یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور متعلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملّت حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوتِ الٰہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کامل حاصل کرے اور اس کی زبان اور اس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے۔ اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمّت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگدلی اور خسّت اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور رداءت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلی اس سے دور کر کے اس کی جگہ ربّانی اخلاق کا نُور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلّی مبدّل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے سنتا اور خدا تعالیٰ سے دیکھتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدا تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اُس کا غضب خدا تعالیٰ کا غضب اور اس کا رحم خدا تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ کہ بطور ابتلاء کے۔ اور وہ زمین پر حجّت اللہ اور امان اللہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل

ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلّی اور سکینت بخشتے ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۲۶ تا ۲۳۰)

مکالمہ الٰہیہ کا مرتبہ عالیہ حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا چاہیئے،

اس جگہ ہر ایک سچے طالب کے دل میں بالطبع یہ سوال پیدا ہو گا کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے کہ تا یہ مرتبہ عالیہ مکالمہ الٰہیہ حاصل کر سکوں۔ پس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک نئی ہستی ہے جس میں نئی قوتیں نئی طاقتیں نئی زندگی عطا کی جاتی ہے اور نئی ہستی پہلی ہستی کی فنا کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جب پہلی ہستی ایک سچی اور حقیقی قربانی کے ذریعہ جو فدائے نفس اور فدائے عزّت و مال و دیگر لوازم نفسانیہ سے مُراد ہے لُکلی جاتی رہے تو یہ دوسری ہستی فی الفور اُس کی جگہ لے لیتی ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ پہلی ہستی کے دُور ہونے کے نشان کیا ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب پہلے خواص اور جذبات دُور ہو کر نئے خواص اور نئے جذبات پیدا ہوں اور اپنی فطرت میں ایک انقلاب عظیم نظر آوے اور تمام حالتیں کیا اخلاقی اور کیا ایمانی اور کیا تعبدی ایسی ہی بدلی ہوئی نظر آویں کہ گویا ان پر اب رنگ ہی اور ہے۔ غرض جب اپنے نفس پر نظر ڈالے تو اپنے تئیں ایک نیا آدمی پاوے اور ایسا ہی خدا تعالےٰ بھی نیا ہی دکھائی دے اور شکر اور صبر اور یادِ الٰہی میں نئی لذتیں پیدا ہو جائیں جن کی پہلے کچھ بھی خبر نہیں تھی اور بدیہی طور پر محسوس ہو کہ اب اپنا نفس اپنے ربّ پر بکلّی متوکل اور غیر سے بکلّی لاپرواہ ہے اور تصورِ وجود حضرت باری اس قدر اُس کے دل پر استیلا پکڑ گیا ہے کہ اب اس کی نظر شہود میں وجودِ غیر بکلّی معدوم ہے اور تمام اسباب ہیچ ذلیل اور بے قدر نظر آتے ہیں اور صدق اور وفا کا مادہ اس قدر جوش میں آگیا ہے کہ ہر ایک مصیبت کا تصوّر کرنے سے وہ مصیبت آسان معلوم ہوتی ہے اور نہ صرف تصوّر بلکہ مصائب کے وارد ہونے سے بھی

ہر ایک درد پُر رنگ لذّت نظر آتا ہے۔ تو جب یہ تمام علامات پیدا ہو جائیں تو سمجھنا چاہیئے کہ اب پہلی ہستی پر بکلّی موت آگئی۔

اِس موت کے پیدا ہو جانے سے عجیب طور کی قوتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وہ باتیں جو دوسرے کہتے ہیں پر کرتے نہیں اور وہ راہیں جو دوسرے دیکھتے ہیں پر چلتے نہیں اور وہ بوجھ جو دوسرے جانچتے ہیں پر اُٹھاتے نہیں اِن سب اُمور شاقہ کی اس کو توفیق دی جاتی ہے کیونکہ وُہ اپنی قوت سے نہیں بلکہ ایک زبردست الٰہی طاقت اس کی اعانت اور امداد میں ہوتی ہے جو پہاڑوں سے زیادہ اُس کو استحکام کی رُو سے کر دیتی ہے اور ایک وفادار دلِ اس کو بخشتی ہے تب خدا تعالےٰ کے جلال کے لئے وہ کام اُس سے صادر ہوتے ہیں اور وہ صدق کی باتیں ظہور میں آتی ہیں کہ انسان کیا چیز ہے اور آدم زاد کیا حقیقت ہے کہ خود بخود ان کو انجام دے سکے۔ وہ بکلّی غیر سے منقطع ہو جاتا ہے اور ماسوا اللہ سے دونوں ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور سب تفاوتوں اور فرقوں کو درمیان سے دور کر دیتا ہے اور وہ آزمایا جاتا ہے اور دُکھ دیا جاتا ہے اور طرح طرح کے امتحانات اس کو پیش آتے ہیں اور ایسی مصائب اور تکالیف اس پر پڑتی ہیں کہ اگر وہ پہاڑوں پر پڑتیں تو انہیں نابود کر دیتیں اور اگر وہ آفتاب اور ماہتاب پر وارد ہوتیں تو وہ بھی تاریک ہو جاتے۔ لیکن وہ ثابت قدم رہتا ہے اور وہ تمام سختیوں کی بڑی انشراح صدر سے برداشت کر لیتا ہے اور اگر وہ ہاونِ حوادث میں پیسا بھی جائے اور غبار سا کیا جائے تب بھی بغیر انی مع اللہ کے اور کوئی آواز اس کے اندر سے نہیں آتی۔ جب کسی کی حالت اس نوبت تک پہنچ جاوے تو اس کا معاملہ اس عالم سے وراء الوراء ہو جاتا ہے

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۳۳ تا ۳۳۷)

مکالمہ الٰہیہ کیلئے استعداد قریبہ کب پیدا ہوتی ہے۔

ایک عارف اور کامل انسان اس وقت مکالمہ الٰہیہ کے لئے نہایت ہی استعداد قریبہ رکھتا ہے جب وہ دردمند ہوکر آستانۂ الٰہی پر گرتا ہے اور ہر ایک طرف سے منقطع ہوکر اس موافقت اور مصادقت کو جو اس کے رگ و ریشہ میں رچی ہوئی ہے ایک تازہ اور نیا جوش دیتا ہے اور دردناک روح کے ساتھ خداتعالیٰ کی مدد کے لئے التجا کرتا ہے۔ تب خداتعالیٰ اس کی سنتا ہے اور اسے تودد اور محبت کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اس پر رحم کرتا ہے اور اس کی دعاؤں کو اکثر قبول فرمالیتا ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۳۳ تا ۲۳۷)

مومن پر قبولیتِ دعا کا فضل۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ مومن پر خداتعالیٰ کے فضلوں میں سے یہ ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے جو اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کی درخواستیں گو کیسے ہی مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر بہ پایۂ اجابت پہنچتی ہیں۔ اور دراصل ولایت کی حقیقت یہی ہے جو ایسا قرب اور وجاہت حاصل ہوجائے جو بہ نسبت اوروں کے بہت دعائیں قبول ہوں۔

(؍؍ ص۲۴۲)

مومن کی دعا ضرور قبول کی جاتی ہے

مومن کی دُعا ضرور قبول کی جاتی ہے اور اگر قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبّانہ مکالمہ کے اس پر اطلاع دی جاتی ہے۔ خداتعالیٰ جو تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے سب سے زیادہ رحمت مومن پر ہی کرتا ہے اور ہر ایک مصیبت کے وقت اسے سنبھالتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور اگر تمام دُنیا ایک طرف ہو اور مومن ایک طرف تو فتح مومن کو ہی دیتا ہے۔ اور اس کی عمر اور عافیت کے دن بڑھاتا ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہوجائے اور ناپدید ہوجائے پر وہ دشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے اور اس کی

کرامت کیا چیز ہے۔

بددعائیں اسی کے سر پر مارتا ہے۔ پر مومن کی دعا کو قبول کرلیتا ہے اور اس کی دعاؤں کو قبول کرکے وہ خوارق دکھلاتا ہے جن سے دنیا حیران ہوجاتی ہے۔ کرامت کیا چیز ہے؟ مومن کی دعا جو قبول ہوکر ایک نہایت مشکل اور لعبید از عقل کام کو پورا کردیتی ہے اور تمام خلقت کو ایک حیرت میں ڈالتی ہے۔ پھر کیونکر کہا جائے کہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ نادان ہے وہ شخص جو ایسا خیال کرتا ہے۔ بے وقوف ہے وہ فلسفی جو ایسا سمجھتا ہے۔ یہ دعوے بے دلیل نہیں اس پر میرے پاس کھلے کھلے دلائل اور نہایت روشن براہین ہیں۔ پھر جو اپنی آنکھوں پر پٹی باندھتا ہے تا آفتاب نظر نہ آوے وہ کیونکر روشنی کو دیکھ سکتا ہے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۲۴۴، ۲۴۵)

صرف اسلام ہی ایک سچا مذہب ہے۔ اسلام کے ماننے سے نُور کے چشمے۔ کلامِ الٰہی اور دعاؤں کی قبولیت

اب واضح ہو کہ خداتعالیٰ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ میں صرف اِسلام کو سچا مذہب سمجھتا ہوں اور دوسرے مذاہب کو باطل اور سراسر دروغ کا پتلا خیال کرتا ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے ماننے سے نُور کے چشمے میرے اندر بہہ رہے ہیں اور محض محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے وہ اعلیٰ مرتبہ مکالمہ الٰہیہ اور اجابت دعاؤں کا مجھے حاصل ہوا ہے کہ جو بجز سچے نبی کے پیرو کے اور کسی کو حاصل نہیں ہوسکے گا۔ اور اگر ہندو اور عیسائی وغیرہ اپنے باطل معبودوں سے دُعا کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی ان کو وہ مرتبہ مِل نہیں سکتا اور وہ کلامِ الٰہی جو دوسرے ظنی طور پر اس کو مانتے ہیں میں اس کو سُن رہا ہوں اور مجھے دکھلایا اور بتلایا گیا ہے اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے اور جو کچھ ملا ہے اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں کیونکہ وہ باطل پر ہیں۔

(؍؍ ص۲۷۵، ۲۷۶)

عربی زبان اور قرآن کریم کا علم حاصل کرنے کی ضرورت

اگر اُن کو (فقراء سجادہ نشین وغیرہ) اللہ جلشانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہوتی تو وہ ضرور جدّوجہد سے وہ زبان حاصل کرتے جس میں خدا تعالےٰ کا پیارا اور پُرحکمت کلام نازل ہوا ہے اور اگر خدا تعالےٰ کی اُن پر رحمت سے نظر ہوتی تو ضرور ان کو اپنا پاک کلام سمجھنے کے لئے توفیق عطا کرتا اور اگر اُن کو قرآن کریم سے سچّا تعشق ہوتا تو وہ سجادہ نشینی کی خانقاہوں کو آگ لگاتے اور بعیت کرنے والوں سے بہزار دلِ بے زار ہو جاتے اور سب سے اوّل علم قرآن کریم حاصل کرتے۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۶۰)

اہلِ حق کا انقطاع الی اللہ

ان الذین وجدوا الحق فھم قومٌ یقطعون تعلق الاشیاء مع وجود تعلقھا و یتبتّلون الی اللہ بنھج کانہ لا عرس لھم ولا غرس ولا عنس لھم ولا فرس ویؤثرون اللہ علی کل ولدٍ و اھلٍ و مالٍ فھم الموفقون

(ترجمہ از خاکسار) تحقیق وہ لوگ جنہوں نے حق کو پا لیا وہ قوم ہیں جو سب چیزوں سے اپنے تعلقات منقطع کر دیتے ہیں اور اللہ کی طرف کامل طور پر جھک جاتے ہیں ایسے طریق سے کہ گویا نہ ان کی بیوی ہے نہ زمین نہ اونٹنی نہ گھوڑا۔ اور خدا کو ہر بیٹے اور اہل اور مال پر اختیار کر لیتے ہیں۔ وہی اللہ کی طرف سے توفیق یافتہ ہیں۔

(" صفحہ ۳۹۱)

اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے والوں کی علامات

فطوبیٰ للذین یُصبغون وھم قوم شغفھم

اللہ حبا وطھرھم نفسًا و زکّٰھم وجلّٰھم ورفعھم الیہ فھم فی ذکر حِبّھم دائمون جذبوا الی الحق بکل قلوبھم وفنوا فی ذکر محبوبھم و بذلوا روحھم وقضوا نحبھم وصاروا بکل وجودھم للہ وھم عن انفسھم منقطعون۔ ما بقی تحت ردائھم الا اللہ تحسبھم باقین موجودین و ھم فانون۔ جرّدوا سیوفًا حدیدۃ علی انفسھم سفاکین وانسلخوا منھا کما ینسلخ الحیّۃ من جلدھا ویری اللہ صدقھم و وفاءھم وھم عن اعین الناس غائبون اعجب الملائکۃ سلمھم و اسلامھم وثباتھم و تعلقھم بحبھم وجھال الناس علیھم یضحکون۔

(ترجمہ از خاکسار) پس خوشخبری ہے ان کے لئے جو اللہ کے رنگ میں رنگین کیئے جاتے ہیں۔ وہ ایک قوم ہوتی ہے جن کو خدا کی محبت محو کر دیتی ہے اور ان کے نفسوں کو پاک اور جلیل القدر کر دیتی ہے اور ان کو اپنی طرف اٹھا لیتی ہے پس وہ اپنے محبوب کے ذکر میں ہمیشگی اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کی طرف اپنے سارے دِل کے ساتھ کھینچے جاتے ہیں اور اپنے محبوب کے ذکر میں فنا ہو جاتے ہیں اور اپنی روحوں کو خرچ کر دیتے ہیں اور اپنی قربانی کو پورا کرتے ہیں اور اپنے سارے وجود کے ساتھ اللہ کے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے نفسوں سے کاٹ دیئے

جاتے ہیں۔ ان کی چادر کے نیچے سوائے اللہ کے کچھ نہیں رہتا۔ تو سمجھتا ہے کہ وہ موجود ہیں حالانکہ وہ فنا ہو چکے ہیں۔ وہ سفاکانہ طور پر تیز تلواریں اپنے نفسوں پر کھینچتے ہیں اور ان نفسوں میں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے سانپ کینچلی میں سے۔ اور اللہ ان کے صدق اور وفا کو دیکھتا ہے اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے ہیں۔ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ثابت قدمی اور ان کا محبوب سے تعلق فرشتوں کو بھی تعجب میں ڈال دیتا ہے لیکن جاہل لوگ ان پر ہنستے ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صـ ۳۹۴ ، ۳۹۵)

اصل ولایت قبولیتِ دعا میں ہے۔

اعلموا ان الولایة کلها فی اجابة الدعاء ولا معنی للولایة الا المقبولیة فی حضرة الکبریاء۔

(ترجمہ از خاکسار) اور جان لو کہ ولایت ساری کی ساری قبولیت دعا میں ہے اور ولایت کے کچھ معنے نہیں سوائے اللہ کے حضور قبولیت کے۔

(ر صـ ۳۹۹)

مرسلین کی حالت ان میں اللہ کی روح سکونت پذیر ہو جاتی ہے اور ان کو معارف قرآن دیئے جاتے ہیں

الا یعلمون انّ الذین یُرسلون من لدن ربهم لا یحتاجون الی بیعة احد۔ وهم من ربهم یتعلمون و کل علم منه یاخذون به یبصرون وبه یسمعون وبه ینطقون لیسکن فیهم روح الله فهم بروحه یتکلمون۔ و به ینورون کُلّ من سَلِمَ

نَظْمَ فطرته۔ وبه یفیضون وبه یطلعون علی کنوز العلم۔ و یقیمون حجة الله علی کل من لجّ بانکار الحق وجحوده و من الله ینصرون۔ یودع الله صدورهم معارف القران ویظهرهم علی نوادر وقائع الزمان۔ و یعطیهم شیئًا مالا یعطی غیرهم وهم من غیرهم یمیّزون۔ و یهب لهم ملکًا لا ینبغی لاحد من بعدهم وهم بعنایاته یخصصون۔

(ترجمہ از خاکسار) کیا وہ نہیں جانتے کہ جو لوگ خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں وہ کسی کی بیعت کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کی طرف سے ہی سکھلائے جاتے ہیں اور سب علم وہ اسی سے لیتے ہیں اسی سے وہ دیکھتے ہیں اور اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں۔ ان میں اللہ کی روح سکونت رکھتی ہے پس وہ اس روح سے بولتے ہیں اور اسی سے ہر ایک سلیم الفطرت کو منوّر کرتے ہیں اور اسی سے افاضہ کرتے ہیں اور اسی سے علم کے خزانوں پر اطلاع پاتے ہیں اور اللہ کی حجّت منکرین پر قائم کرتے ہیں۔ اور اللہ سے وہ مدد دیئے جاتے ہیں۔ اللہ ان کے سینوں کو قرآن کے معارف سے بھر دیتا ہے۔ اور ان کو کئی عجیب و غریب واقعات کی خبریں دیتا ہے اور ان کو ایسی چیز دیتا ہے جو ان کے سوا کو نہیں دیتا اور وہ غیروں سے تمیز کیئے جاتے ہیں اور ان کو ایسا ملک دیتا ہے کہ ان کے سوا اس کے لائق کوئی نہیں ہوتا اور وہ اللہ کی عنایت سے مخصوص کیئے جاتے ہیں۔

(ر صـ ۴۰۶ ، ۴۱۰)

جاتے ہیں۔ ان کی چادر کے نیچے سوائے اللہ کے کچھ نہیں رہتا۔ تو سمجھتا ہے کہ وہ موجود ہیں حالانکہ وہ فنا ہو چکے ہیں۔ وہ سفا کانہ طور پر تیز تلواریں اپنے نفسوں پر کھینچتے ہیں اور ان نفسوں میں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جیسے سانپ کینچلی میں سے۔ اور اللہ ان کے صدق اور وفا کو دیکھتا ہے اور وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوتے ہیں۔ ان کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ثابت قدمی اور ان کا محبوب سے تعلق فرشتوں کو بھی تعجب میں ڈال دیتا ہے لیکن جاہل لوگ ان پر ہنستے ہیں۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صـ۳۹۴، ۳۹۵)

اصل ولایت قبولیتِ دعا میں ہے۔

اعلموا ان الولایۃ کلھا فی اجابۃ الدعاء ولا معنی للولایۃ الا المقبولیۃ فی حضرۃ الکبریاء۔

(ترجمہ از خاکسار) اور جان لو کہ ولایت ساری کی ساری قبولیت دعا میں ہے اور ولایت کے کچھ معنے نہیں سوائے اللہ کے حضور قبولیت کے۔

(ر صـ۳۹۹)

مرسلین کی حالت ان میں اللہ کی روح سکونت پذیر ہو جاتی ہے اور ان کو معارف قرآن دیئے جاتے ہیں

الا یعلمون انّ الذین یُرسلون من لدن ربھم لا یحتاجون الی بیعۃ احد۔ وھم من ربھم یتعلمون و کل علم منہ یاخذون بہ یبصرون وبہ یسمعون وبہ ینطقون لیسکن فیھم روح اللّٰہ فھم بروحہ یتکلمون۔ و بہ ینورون کُلَّ من سَلِمَ نُظُمَ فطرتہٖ۔ وبہ یفیضون وبہ یطلعون علیٰ کنوز العلم۔ و یقیمون حجۃ اللّٰہ علی کل من لجّ بانکار الحق وجحودہ و من اللّٰہ ینصرون۔ یودع اللہ صدورھم معارف القران ویظھرھم علی نوادر وقائع الزمان۔ و یعطیھم شیئًا ما لا یعطی غیر ھم وھم من غیرھم یمیّزون۔ و یھب لھم ملکًا لا ینبغی لاحد من بعدھم وھم بعنایاتہ یخصصون۔

(ترجمہ از خاکسار) کیا وہ نہیں جانتے کہ جو لوگ خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں وہ کسی کی بیعت کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کی طرف سے ہی سکھلائے جاتے ہیں اور سب علم وہ اسی سے لیتے ہیں اسی سے وہ دیکھتے ہیں اور اسی سے سنتے ہیں اور اسی سے بولتے ہیں۔ ان میں اللہ کی روح سکونت رکھتی ہے پس وہ اس روح سے بولتے ہیں اور اسی سے ہر ایک سلیم الفطرت کو منوّر کرتے ہیں اور اسی سے افاضہ کرتے ہیں اور اسی سے علم کے خزانوں پر اطلاع پاتے ہیں اور اللہ کی حجّت منکرین پر قائم کرتے ہیں۔ اور اللہ سے وہ مدد دیئے جاتے ہیں۔ اللہ ان کے سینوں کو قرآن کے معارف سے بھر دیتا ہے۔ اور ان کو کئی عجیب و غریب واقعات کی خبریں دیتا ہے اور ان کو ایسی چیز دیتا ہے جو ان کے سوا کو نہیں دیتا اور وہ غیروں سے تمیز کیئے جاتے ہیں اور ان کو ایسا ملک دیتا ہے کہ ان کے سوا اس کے لائق کوئی نہیں ہوتا اور وہ اللہ کی عنایت سے مخصوص کیئے جاتے ہیں۔

(ر صـ۴۰۹، ۴۱۰)

مسیح موعودؑ کی صدق کی علامات استجابت دعا نصرت بمکالمات الٰہیہ وغیرہ۔

ومن آیات صدقی انہ یجیب دعواتی
ویتولی حاجاتی ویبارک فی افعالی وکلماتی ویوالی
من والانی و یعادی من عادانی و ینبئنی مما
یکتمون واِنّہ سمع کثیرا من بکائی و
رفعنی اذا خورت امامہ و اجاب ادعیۃً لا استطیع
احصاءھا واحسن مثوای ومنّ علیّ بآلاءٍ لیست
لی الفاظ لبیانہا و اتم علی رحمۃ فی الدنیا
والآخرۃ وجعلنی من الذین ینصرون وخاطبنی
وقال یا احمدی انت مرادی ومعی۔ انت منی
بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان
و تعرف بین الناس انت منی بمنزلۃ لا
یعلمہا الخلق۔ فکلمنی بکلمات لوکانت
لی الدنیا کلہا ما اسرنی کما اسرتنی ھذہ الکلمات
المحبوبۃ فروحی فداء سبیلہ ھو ولی فی
الدنیا والآخرۃ ما اصابنی ظمأ ولا نصب
ولا مخمصۃ الا اتانی لنصرتی واری آلائہ
وارادۃً تترا علیّ کالذین لا یستحسرون

(ترجمہ از خاکسار) اور میرے صدق کی علامات میں سے یہ ہے کہ وہ میری دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور میری حاجتوں کو پورا کرتا ہے اور میرے افعال اور کلمات میں برکت رکھ دیتا ہے اور میرے دوست کا دوست ہوتا ہے اور میرے دشمن کا دشمن اور ظاہر کرتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں۔ اور اس نے

میرا اکثر رونا سنا اور جب میں اس کے سامنے گرا اس نے مجھے اونچا کیا اور میری اتنی دعائیں قبول کیں کہ میں ان کو گن نہیں سکتا اور مجھ پر اپنی کامل رحمت دنیا اور آخرت میں کی اور مجھے ان میں سے بنایا جو مدد دیئے جاتے ہیں۔ اور اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا اے میرے احمد تو میری مُراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ تو مجھے ایسا پیارا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔ پس وہ وقت قریب ہے کہ تو مدد دیا جائے اور لوگوں میں پہچانا جائے۔ تو مجھے ایسا ہے کہ اس کو خلق نہیں جانتی۔ پس میرے رب نے مجھ سے ایسے کلمات میں کلام کیا کہ اگر مجھے ساری دُنیا بھی دے دی جاتی تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی کہ ان محبوب کلمات سے۔ پس میری روح اس کے راستے میں فدا ہے۔ وہ میرا دل ہے دنیا میں اور آخرت میں۔ مجھے کبھی پیاس اور تکلیف اور بھوک نہیں پہنچی مگر یہ کہ وہ میری مدد کے لئے آیا اور میں اس کی پے درپے نعمتیں دیکھتا ہوں ان لوگوں کی طرح جو تھکتے نہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۴۸۳، ۴۸۴)

دُنیا سے بے تعلقی اور آخرت کی طرف جذب

ایتہا الملیکۃ الکریمۃ انا امرء جذبہ اللہ
تعالیٰ من الدنیا الی الاخرۃ وما اسئلہ من
ھذہ الدنیا الارغیفین و کوزۃ ماءٍ وصرف
قلبی من اھواءٍ لا ارید علواً ولا مزیۃ
فی الدنیا ولا زینتہا و ارید ان اکون بالذین
یبسط لہم سُرر فی الجنۃ و من نعمائہا
یرزقون۔ وفی ریاض حظیرۃ القدس یرتعون۔
ایتہا الملیکۃ انا احد من المسلمین رزقنی

الله عرفانه و اعطانی نوره وضیاءه ولمعانه
واظهر علیّ ملکوت السمٰوٰت وحببها الی بالی
وارانی ملک الارض وکرّهه الی قلبی و صرفہ
عنه خیالی۔ فالیوم هو فی اعینی کجیفة اوانتن
منها وکذا کل زینة الحیٰوة الدنیا والمال والبنون

(آئینہ کمالات اسلام صـ۵۳۴، ۵۳۵)

(ترجمہ از خاکسار) اے ملکہ میں ایک شخص ہوں جس کو اللہ نے دُنیا سے آخرت کی طرف کھینچ لیا ہے اور اس دنیا کے متعلق میں اس سے سوال نہیں کرتا سوائے دو روٹیوں اور ایک کوزہ پانی کے لئے۔اس نے میرا دل خواہشات سے پھیر دیا ہے اور میں دنیا میں کوئی بڑائی نہیں چاہتا اور نہ ہی اس کی مرتبت اور نہ زینت۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں ہو جاؤں جن کے لئے جنت میں تخت بچھائے جاتے ہیں اور اس کی نعمتیں دئیے جاتے ہیں اور جنت کے باغوں میں پرورش پاتے ہیں۔

اے ملکہ میں ایک مسلمان ہوں جس کو اللہ نے اپنا عرفان دیا اور اپنا نور عطا کیا اور اپنی روشنی اور چمک دی اور اس نے میرے سامنے آسمانوں کی بادشاہت رکھی اور اس کو میرے دل کے لئے محبوب کیا اور اس نے مجھے زمین کی بادشاہت دکھائی اور اس کو میرے دل کے لئے مکروہ کیا اور اس سے میرے خیال کو پھیر دیا۔ پس آج وہ میری نظر میں مردار کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ بدبودار۔ اور اسی طرح دنیا کی ہر ایک زینت اور مال اور بیٹے۔

حضرت مسیح موعودؑ

ولما ترعرعتُ و وضعتُ قدمی فی الشباب قرأتُ

کا جوانی میں تحصیل علوم۔ روحانی لوگوں کو پسند رکھنا اور قرآن کی طرف میلان

قلیلا من الفارسیة و نبذة من رسائل الصرف
والنحو وعدة من علوم تعمیقیه وشیئًا
یسیرًا من کتب الطب۔ وکان ابی عرّافًا
حاذقًا و کانت له ید طولیٰ فی هذا الفن
فعلمنی من بعض کتب هذه الصناعة و
اطال القول فی الترغیب لکسب الکمال
فیها فقرأت ماشاء الله ثم لم اجد قلبی
الیه من الراغبین وکذالک لم یتفق لی
التوغل فی علم الحدیث والاصول والفقه الّا
کطلّ من الوبل۔ وما وجدت بالی مائلا الی
ان اشمّر عن ساق الجِدّ لتحصیل تلک
العلوم۔ واستحصل ظواهر اسنادها او
اقیم کالمحدثین سلسلة الاسانید لکتب
الحدیث وکنت احب زمرة الروحانیین وکنت
اجد قلبی مائلاً الی القرآن و دقائقها
ونکاتها و معارفها و کان القرآن قد شغفنی
حبًا ورایت انه یعطینی من انواع المعارف و
اصناف الاثمار لا مقطوعة ولا ممنوعة ورأیت
انه یقوی الایمان ویزید فی الیقین و والله
انه درة یتیمة ظاهره نور و باطنه نور
وفوقه نور و تحته نور و فی کل لفظه

قرآن کریم کے حسن کا نقشہ

وكلمته نور - جنّة روحانية ذللت قطوفها
تذليلا و تجرى من تحتها الانهار - كل
ثمرة السعادة توجد فيه و كل قبس يقتبس
منه و من دونه خرط القتاد - موارد فيضه
سايغة فطوبى للشاربين - و قد قذف فى
قلبى انوار منه ماكان لى ان استحصلها
بطريق آخر و والله لولا القرآن ماكان لى لطف
حياتى - رايتُ حسنه ازيد من مائة الف يوسف
فملت اليه اشد ميلى و اُشرب هو فى قلبى -
هو ربّانى كما يربى الجنين - وله فى قلبى اثر
عجيب - وحسنه يراودنى عن نفسى و انى
ادركت بالكشف ان حظيرة القدس تسقى بماء
القرآن وهو بحر مواج من ماء الحيات من
شرب منه فهو يحيي بل يكون من المحيين -
و والله انى ارى وجهه احسن من كل شئ وجه
افرغ فى قالب الجمال والبس من الحسن حلة
الكمال و انى اجده كجميل رشيق القد اسيل
الخد اعطى له نصيب كامل من تناسب الاعضاء
واسبغت عليه كل ملاحة بالاستيفاء وكل
نور و كل نوع الضياء وضئ اعطى له حظ
تام من كل ما ينبغى فى المحبوبين من

الاعتدالات المرضية والملاحات المتخطفة كمثل
حور العيون و بلج الحواجب ولهب الخدود
وهيف الخصور و شنب الثغور وثلج المباسم
و شمم الانوف و سقم الجفون وترف البنان
والطرر المزينة و كل ما يصبى القلوب ويسر
الاعين و يُستملح فى الحسين ... ...

فالحمد لله ثم الحمد لله انه انالنى حظاً
وافرًا من انواره و ازال املاقى من درره واشبع
بطنى من اثماره و منح بى من النعم الظاهرة
والباطنة وجعلنى من المجذوبين وكنت شابًا و
قد اشخت و ما استفتحت بابًا الا فتحتوما
سألت من نعمة الا اعطيت و ما استكشفت من
امرٍ الا كشفت وما ابتهلت فى دعاءٍ الا اجيبت
و كل ذالك من حبى بالقرآن وحبّ سيّدى و
امامى سيد المرسلين - اللهم صل وسلم عليه
بعدد نجوم السموات و ذرات الارضين - و من
اجل هذا الحبّ الذى كان فى فطرتى كان الله
معى من اوّل امرى حين ولدت وحين كنت ضريعًا
عند ظئرى وحين كنت اقرأ فى المتعلمين -
وقد حبب الى منذ دنوت العشرين ان انصر
الدين واجادل البراهمة والقسيسين

(ملخص از آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۵ تا ۵۴۹)

(ترجمہ از خاکسار) اور جب میں نشو و نما پا گیا اور میں نے جوانی میں قدم رکھا تو میں نے کسی قدر فارسی پڑھی اور کسی قدر صرف نحو کے رسالے اور کچھ عام علوم اور تھوڑی سی طب۔ اور میرے والد بڑے حاذق طبیب تھے اور اس فن کے ماہر تھے پس انہوں نے اس فن کی بعض کتابیں مجھے پڑھائیں اور مجھے بار بار اس کے ذریعے مال کمانے کی ترغیب دیتے۔ پس میں نے پڑھا جس قدر کہ خدا تعالےٰ نے چاہا پھر میں نے اپنا دل اس میں راغب نہ دیکھا۔ اور اس طرح سے مجھے علم حدیث اور اصول فقہ میں توغل کا اتفاق بھی نہ ہوا سوائے کسی قدر کے۔ اور میں نے اپنے دل کو مائل نہ دیکھا کہ ان علوم کی تحصیل کے لئے کوشش کروں اور ان کی ظاہری سند ہی حاصل کروں اور محدثین کی طرح اسناد کا سلسلہ حدیث کی کتابوں کا قائم کروں۔ اور میں روحانی زندگی کو پسند کرتا تھا اور اپنے دل کو قرآن کی طرف مائل پاتا تھا اور اس کے دقائق اور نکات اور معارف کی طرف۔ اور قرآن سے مجھے انتہائی محبت تھی اور میں دیکھتا تھا کہ گویا وہ مجھے قسم قسم کے معارف اور قسم قسم کے پھل جو کہ ختم ہونے والے نہ تھے دیتا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ وہ ایمان کو مقوی کرتا ہے اور یقین میں بڑھاتا۔ اور خدا کی قسم وہ ایک نایاب موتی ہے جس کا ظاہر بھی نور ہے اور باطن بھی نور ہے اور اوپر اور نیچے بھی نور ہے اور اس کے ہر ایک لفظ اور کلمے میں نور ہے وہ ایک روحانی باغ ہے جس کے پھل قریب کئے گئے ہیں اور جس میں نہریں چل رہی ہیں ہر ایک سعادت کا پھل اس میں موجود ہے اور ہر ایک ضرورت اس میں پوری ہے اور اس کے علاوہ سب کانٹے ہیں۔ اس کے فیض کے چشمے لذیذ ہیں پس خوشخبری ہے پینے والوں کے لئے۔ اور میرے دل میں اس کے انوار ڈالے گئے جو کہ ممکن نہ تھا کہ میں کسی اور طریق سے حاصل کر سکتا۔ اور خدا کی قسم اگر قرآن نہ ہوتا تو مجھے زندگی کا کوئی لطف نہ آتا۔ میں نے اس کا حسن لاکھ یوسف سے بھی بڑھ کر دیکھا۔ پس میں اس کی طرف شدید طور پر جھک گیا اور اس

کی محبت میرے دل میں رچ گئی۔ اس نے میری اس طرح تربیت کی جس طرح کہ بچے کی کی جاتی ہے۔ میرے دل میں اس کا عجیب اثر تھا اور اس کا حسن مجھے بے خود کرتا تھا۔ اور میں نے کشف میں دیکھا کہ جنت قرآن کے پانی سے سیراب کی جاتی ہے اور وہ ایک موجیں مارنے والا زندگی کے پانی کا سمندر ہے جو اس سے پیئے وہ زندہ ہو جاتا ہے بلکہ زندہ کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی قسم میں اس کا چہرہ ہر چیز سے زیادہ خوبصورت دیکھتا ہوں۔ ایک چہرہ ہے جو کہ جمال کے قالب میں ڈھالا گیا ہے اور کمال کے لباس میں ملبوس کیا گیا ہے اور میں اس کو ایک حسین خوبصورت قد اور نرم رخسارے والا پاتا ہوں جس کے تمام اعضاء کمال تناسب رکھتے ہیں اور ان میں کمال درجہ کی ملاحت رکھی گئی ہے اور ہر ایک نور اور چمک۔ اور اس کو ہر ایک اعتدال پورے طور پر دیا گیا ہے جو محبوبین میں چاہیئے۔ اور تمام ملاحتیں جو کہ وارفتہ کر دیتی ہیں جیسا کہ خوبصورت آنکھیں اور ابھرے ہوئے ابرو اور روشن رخسارے اور پتلی کمر اور چمکیلے دانت اور فراخ لب اور اونچا ناک اور پیارے پلکیں اور نازک انگلیاں اور خوبصورت اطراف اور ہر وہ چیز جو دلوں کو لبھا لیتی اور آنکھوں کو خوش کرتی ہے اور حسینوں میں ملاحت پیدا کرتی ہے۔

پس خدا کا شکر ہے اور سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے کہ اس نے مجھے اس کے بہت سے انوار دیئے اور میرے فقر کو اس کے موتیوں سے دور کیا اور میرے پیٹ کو اس کے پھلوں سے بھرا اور ظاہری اور باطنی نعمتیں بھی مجھ پر کیں اور مجھے مجذوبوں میں سے بنایا۔ اور میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوں لیکن میں نے کوئی دروازہ نہیں کھٹکھٹایا جو میرے لئے کھولا نہ گیا ہو۔ اور میں نے کوئی نعمت نہیں مانگی جو مجھے دی نہ گئی ہو اور میں نے کسی امر کے متعلق معلوم کرنا نہ چاہا کہ وہ مجھے بتایا نہ گیا ہو۔ اور میں کسی دعا میں نہ رویا مگر وہ منظور نہ کی گئی ہو۔ اور یہ سب کچھ میری قرآن کی محبت کی وجہ سے اور نبی کریمؐ

کے عشق کی وجہ سے ہے جو کہ میرا آقا اور امام اور سید المرسلین ہے۔ اے اللہ تو اس
پہ درود بھیج آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذرات کے برابر۔ اور اس کی محبت
کی وجہ سے جو کہ میری فطرت میں تھی اللہ شروع دن سے کہ میں پیدا ہوا میرے ساتھ تھا اور
جب کہ دودھ پینے والا ہوا اور جب کہ طالب علم ہوا اور جب میں بیس سال کی عمر کے قریب
پہنچا تو میرے لئے محبوب کیا گیا کہ میں دین کی نصرت کروں اور ہندوؤں اور عیسائیوں
سے جہاد کروں۔

انصار دیئے جانے کے لئے دعا۔ دعا کیسے قبول ہوتی ہے

وکنت اصرخ فی لیلی و نہاری و اقول
یا رب من انصاری یا رب من انصاری انی فرد
مہین۔ فلما تواتر رفع ید الدعوات و امتلاء
منہ جو السمٰوٰت اجیب تضرعی و فارت رحمۃ
رب العالمین۔

(ترجمہ از خاکسار) اور میں رات اور دن چلاتا تھا اور کہتا تھا اے میرے رب میرا
کون مددگار ہے اے میرے رب میرا کون مددگار ہے۔ میں اکیلا اور ذلیل ہوں۔
جب میرے ہاتھ متواتر دعاؤں کے ساتھ اٹھے اور آسمانوں کا خلا اس سے بھر گیا تو میرا رونا
قبول کیا گیا اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۸۱)

استجابت دعا ربانی حکمتوں کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جس سے روحانی لوگ مخصوص کئے گئے ہیں

اعلم ان استجابۃ الدعا سر من اسرار
حکمۃ ربانیۃ خصص بہا حزب الروحانین
و قد جرت عادۃ اللہ انہ یسخّر عالم

الموالید و تاثیرات اجرام السماء و قلوب الناس
عند دعوات اولیاءہ المقربین۔ فربما یستحیل
الہواء الوبی من عقد ہممہم الی صالحۃ
طیبۃ و الصالحۃ الی فاسدۃ و بائیۃ۔ و
والقلوب القاسیۃ الی طبائع لینۃ متحنّنۃ
والمتحننۃُ الی قاسیۃ غلیظۃ باذن المتصرف
فی السماء والارضین۔ و اذا اشتدت حاجۃ ولی اللہ
الی ظہور شئ معدوم و یتوجہ لظہورہ
باستغراق تام فیحدث ہذا الشئ بعقد
ہمتہ۔ وکذالک اذا توجہ الولی لاعدام الموجود
فاذا ہو من المعدومین۔ وذالک اصل الخوارق
لا تحسہا حاسۃ حکماء الظاہر ولا یذوق طعمہا
عقول الفلسفیّین۔ و ان للاولیاء حواسًا آخر
تتنزل من تلقاء الحق۔ فاذ ارزقوا من تلک الحواس
فیتحلون بحلل مبتکرۃ و یسمعون اغنیۃ
جدیدۃ ما سمعت اذنٌ نظیرہا فی العالمین۔ یصفّی
عقولہم بکمال الصفاء و یوتون علم ذرایع
الاستنباط و الاجتہاد یعجب العقول دقۃ غموضہا
ویکفر بہا کل غبیّ غیر ذہین۔ وکان اللہ معہم
فی کل حالہم وکانت یدہ علی مہماتہم و
افعالہم اذا غلقوا بابًا فی الارض فتغلق فی السماء

واذا فتحوا فتنفتح فی الافلاک دارت السمٰوٰت
بدورۃ عزیمتہم وقلّب الامور بتقلیب ہممہم
و یُری اللہ خلقہ عزتہم و وجاہتہم لیرغّب
المتفطنین الیہم والسعیدین۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۹۸ ، ۵۹۹)

(ترجمہ از خاکسار) تو جان لے کہ استجابت دعا ربانی حکمتوں کے بھیدوں میں سے ایک
بھید ہے جس سے روحانی لوگ مخصوص کئے گئے ہیں اور خدا کی سنت اس طرح سے
ہے کہ وہ اس عالم کو اور آسمان کے اجرام کو اور لوگوں کے دلوں کو ان اولیاء کی
دعاؤں سے مسخر کر دیتا ہے۔

پس بسا اوقات ردی ہوا ان کی عقد ہمت سے پاک اور صالح ہو جاتی ہے اور صالح
ہوا فاسد اور وبائی ہو جاتی ہے اور سخت دل نرم ہو جاتے ہیں اور نرم سخت ہو
جاتے ہیں اس کے اذن کے ساتھ جو آسمان اور زمینوں میں متصرف ہے۔ اور جب
ولی اللہ کی حاجت زیادہ ہو جاتی ہے کسی معدوم چیز کے ظہور کے لئے اور وہ اس
کے ظہور کے لئے توجہ کرتا ہے کامل توجہ کے ساتھ تو وہ چیز اس کی عقد ہمت سے پیدا ہو
جاتی ہے اور اسیطرح جب ولی اللہ کسی موجود چیز کو فنا کرنے کے لئے متوجہ ہوتا ہے
تو وہ فنا ہو جاتی ہے اور یہی معجزات کی اصل ہے جس کو حکمائے ظاہر محسوس نہیں کر سکتے
اور نہ ہی فلسفیوں کی عقلوں نے اس کا مزا چکھا ہے۔ اور اولیاء کے لئے دوسرے حواس
ہوتے ہیں جو اللہ کی طرف سے آتے ہیں۔ اور جب ان کو حواس دیئے جاتے ہیں تو
وہ نئے لباس پہنائے جاتے ہیں اور نئی سریلی آوازیں سنتے ہیں جن کی نظیر اس جہان
میں کسی کے کانوں نے نہیں سنی ہوتی۔ ان کی عقلیں کمال درجہ کی صفا کی جاتی ہیں اور
ان کو استنباط کے ذرائع اور اجتہاد کا علم دیا جاتا ہے ان کی باریکی عقلوں کو تعجب میں

ڈالتی ہے اور غبی اور بلید ان کا انکار کرتا ہے اور اللہ ان کے ساتھ ہر ایک حال میں ہوتا
ہے اور اس کا ہاتھ ان کے کاموں میں ہوتا ہے۔ جب وہ کوئی دروازہ زمین میں بند کرتے
ہیں تو وہ آسمان میں بند ہو جاتا ہے اور جب کسی کو کھولتے ہیں تو آسمانوں میں کھل جاتا ہے۔
آسمان ان کی عزیمت کے ساتھ چکر لگاتا ہے اور کام ان کی ہمتوں کے ساتھ بدلتے ہیں
اور اللہ خلقت کو ان کی عزت اور وجاہت دکھلاتا ہے تاکہ ذہین اور سعید لوگوں کو اس کی
طرف راغب کرے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر کا اظہار

والحمد للّٰہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً
ہو ولی فی الدنیا و الآخرۃ انطقنی روحہ
وحرکتنی یدہ فکتبت مکتوبی ہذا بفضلہ
و ایماءہ و القاءہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ وھو
القادر فی السماء والارضین۔ ربّ کتبتُ ہذا المکتوب
بقوتک و حولک و نفحات الہامک فالحمد لک
یا رب العالمین۔ انت محسنی و منعمی و ناصری
و ملہمی و نور عینی و سرور قلبی وقوۃ
اقدامی امرت و انا شاکر نعمائک بحالی و
قالی وکلامی۔ یشکرک عظامی فی قبری و عجاجی
فی جدثی۔ و روحی فی السماء۔ غلبت نعمتک علیٰ
شکری و استغرقت فی نعمائک عینی و اذنی
وجنانی و راسی و جوارحی وظاہری و باطنی
و انت لی حصن حصین۔ اعوذبک من آفات الارض

والسماء ومن کل حاسد صواغ باللسان ورواغ من
الحق الحیان۔ ومن کل لسان سلیط وغیظ
مستشیط ومن کل ظلمة و ظلام ومن کل
من یکون من المسیرة الیك من المانعین۔ و
اخر دعوانا ان الحمد لله رب العٰلمین۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۸۹، ۵۹۰)

(ترجمہ از خاکسار) اور اللہ ہی کی تعریف ہے پہلے اور پیچھے اور ظاہر اور باطن
میں وہ میرا ولی ہے دنیا اور آخرت میں۔ اسی کی روح نے مجھے بلایا اور اسی کے ہاتھ
نے مجھے حرکت دی۔ پس میں نے یہ مکتوب اس کے فضل اور ایما اور القا سے لکھا
کوئی طاقت اس کے بغیر نہیں۔ اور وہ آسمان اور زمین میں قادر ہے۔ اے میرے
رب میں نے یہ مکتوب تیری قوت اور طاقت اور الہام سے لکھا پس سب تعریف
تیرے لئے ہے اے رب العالمین تو میرا محسن اور منعم اور ناصر اور ملہم ہے اور
میری آنکھ کا نور اور میرے دل کا سرور اور میرے قدموں کی طاقت۔ میں مروں گا
اس حال میں کہ میں تیری نعمتوں کا اپنے حال اور قال اور کلام سے شکر گزار ہوں گا۔
میری ہڈیاں قبر میں بھی تیرا شکر کریں گی اور میری خاک بھی۔ اور میری روح آسمان میں۔
تیری نعمتیں میرے شکر پر غالب آگئیں۔ اور تیری نعمتوں میں میری آنکھیں اور کان اور
دل اور سر اور اعضاء اور میرا ظاہر اور باطن سب غرق ہوگئے اور تو میرے لئے
مضبوط قلعہ ہے۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں زمین کی آفات سے اور آسمان کی
آفات سے اور ہر ایک حاسد سے اور ہر ایک تیز زبان سے اور سخت غضب سے
اور ہر ایک ظلمت اور اندھیرے سے اور ہر اس چیز سے جو تیری طرف آنے
میں روک ہوتی ہے اور ہماری آخری پکار یہی ہے کہ سب تعریف اللہ کے لئے

ہے جو رب العالمین ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۸۹، ۵۹۰)

شرک کے بعد تکبر جیسی کوئی بلا نہیں۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔
یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک
موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۸)

والسماء ومن کل حاسد صواغ باللسان ورواغ من
الحق الحیان۔ ومن کل لسان سلیط وغیظ
مستشیط ومن کل ظلمۃ و ظلام ومن کل
من یکون من المسیرۃ الیک من المانعین۔ و
اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۸۹، ۵۹۰)

(ترجمہ از خاکسار) اور اللہ ہی کی تعریف ہے پہلے اور پیچھے اور ظاہر اور باطن
میں وہ میرا ولی ہے دنیا اور آخرت میں۔ اسی کی روح نے مجھے بلایا اور اسی کے ہاتھ
نے مجھے حرکت دی۔ پس میں نے یہ مکتوب اس کے فضل اور ایما اور القا سے لکھا
کوئی طاقت اس کے بغیر نہیں۔ اور وہ آسمان اور زمین میں قادر ہے۔ اے میرے
رب میں نے یہ مکتوب تیری قوت اور طاقت اور الہام سے لکھا پس سب تعریف
تیرے لئے ہے اے رب العالمین تو میرا محسن اور منعم اور ناصر اور ملہم ہے اور
میری آنکھ کا نور اور میرے دل کا سرور اور میرے قدموں کی طاقت۔ میں مروں گا
اس حال میں کہ میں تیری نعمتوں کا اپنے حال اور قال اور کلام سے شکر گزار ہوں گا۔
میری ہڈیاں قبر میں بھی تیرا شکر کریں گی اور میری خاک بھی۔ اور میری روح آسمان میں۔
تیری نعمتیں میرے شکر پر غالب آگئیں۔ اور تیری نعمتوں میں میری آنکھیں اور کان اور
دل اور سر اور اعضاء اور میرا ظاہر اور باطن سب غرق ہوگئے اور تو میرے لئے
مضبوط قلعہ ہے۔ میں تیری پناہ چاہتا ہوں زمین کی آفات سے اور آسمان کی
آفات سے اور ہر ایک حاسد سے اور ہر ایک تیز زبان سے اور سخت غضب سے
اور ہر ایک ظلمت اور اندھیرے سے اور ہر اس چیز سے جو تیری طرف آنے
میں روک ہوتی ہے اور ہماری آخری پکار یہی ہے کہ سب تعریف اللہ کے لئے

ہے جو رب العالمین ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۸۹، ۵۹۰)

شرک کے بعد تکبر جیسی کوئی بلا نہیں۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ قیامت کے دن شرک کے بعد تکبر جیسی اور کوئی بلا نہیں۔
یہ ایک ایسی بلا ہے جو دونوں جہان میں انسان کو رسوا کرتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا رحم ہر ایک
موحد کا تدارک کرتا ہے مگر متکبر کا نہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۸)

برکات الدعاء

دُعا اور اسکی تاثیر

جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔ تب اس کی رُوح اُس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوتِ جذب جو اُس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہٗ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً اگر بارش کے لیے دعا ہے تو بعد استجابت دُعا کے وہ اسباب طبعیہ جو بارش کے لئے ضروری ہوتے ہیں اس دعا کے اثر سے پیدا کئے جاتے ہیں اور اگر قحط کے لئے بد دُعا ہے تو قادر مطلق مخالفانہ اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ بات ارباب کشف اور کمال کے نزدیک بڑے بڑے تجارب سے ثابت ہو چکی ہے کہ کامل کی دعا میں ایک قوتِ تکوین پیدا ہو جاتی ہے یعنی باذنہٖ تعالیٰ وہ دعا عالم سفلی اور علوی میں تصرف کرتی ہے اور عناصر اور اجرامِ فلکی

اور انسانوں کے دلوں کو اُس طرف لے آتی ہے جو طرف مؤید مطلوب ہے۔ خدا تعالیٰ کی پاک کتابوں میں اس کی نظیریں کچھ کم نہیں ہیں بلکہ اعجاز کی بعض اقسام کی حقیقت بھی دراصل استجابتِ دُعا ہی ہے اور جس قدر ہزاروں معجزات انبیاء سے ظہور میں آئے یا جو کچھ کہ اولیاء ان دنوں تک عجائب کرامات دکھلاتے رہے اس کا اصل اور منبع یہی دُعا ہے اور اکثر دعاؤں کے اثر سے ہی طرح طرح کے خوارق قدرتِ قادر کا تماشا دکھلا رہے ہیں۔ وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا! وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دُنیا میں شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہٖ بعدد ھمہ وغمہ وحزنہٖ لھٰذہ الامۃ وانزل علیہ انوار رحمتک الی الابد۔ اور میں اپنے ذاتی تجربہ سے بھی دیکھ رہا ہوں کہ دعاؤں کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم التاثیر نہیں جیسی کہ دُعا ہے۔

(برکات الدعا صفحہ ۹)

دُعا کی شرائط

یہ بھی یاد رہے کہ دُعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص

اپنے لئے دُعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دُنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلافِ مصلحتِ الٰہی بھی نہ ہو ... ... اور بجز اس کے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اس وقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو اور جس کے لئے دُعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے ان میں استعداد قریبہ پیدا نہ ہو تب تک توقع اثرِ دعا امید موہوم ہے۔

(برکات الدعا ص۱۰)

دُعا کا اثر یقینی ہے

بلاشبہ ایک مومن کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دُور ہونے اور مرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں۔

(برکات الدعا ص۱۱)

نبیوں کے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا تھا۔

دعا منجملہ اسباب عادیہ کے ہے جس پر ایک لاکھ سے زیادہ نبی اور کئی کروڑ ولی گواہی دیتے چلے آئے ہیں۔ اور نبیوں کے ہاتھ میں بجز دعا کے اور کیا تھا۔

(؍؍ ص۱۲)

وحی کے نزول کے وقت کیفیت

سو اے عزیز سیّد مجھے اس جل شانہٗ کی قسم ہے کہ یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وحی آسمان سے دل پر ایسی گرتی ہے جیسی کہ آفتاب کی شعاع دیوار پر۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ جب مکالمہ الٰہیہ کا وقت آتا ہے تو اوّل یک دفعہ مجھ پر ایک ربودگی طاری ہوتی ہے۔ تب میں ایک تبدیل یافتہ چیز کی مانند ہو جاتا ہوں اور میری حس اور میرا ادراک اور ہوش گو بگفتن باقی ہوتا ہے مگر اس وقت میں پاتا ہوں کہ گویا ایک وجود شدید الطاقت

نے میرے تمام وجود کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے اور اس وقت احساس کرتا ہوں کہ میری ہستی کی تمام رگیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔

(برکات الدعا ص۱۶ ب)

وحی کے وقت تصرف الٰہی

میں نے دیکھا ہے کہ وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے اور بعض دفعہ یہ تصرف ایسا قوی ہوتا ہے کہ مجھ کو اپنے انوار میں ایسا دبا لیتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ میں اُس کی طرف ایسا کھینچا گیا ہوں کہ میری کوئی قوّت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس تصرف میں کھلا اور روشن کلام سُنتا ہوں۔ بعض وقت ملائکہ کو دیکھتا ہوں اور سچائی میں جو اثر اور ہیبت ہوتی ہے مشاہدہ کرتا ہوں اور وہ کلام بسا اوقات غیب کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے اور ایسا تصرف اور اخذ خارجی ہوتا ہے جس سے خدا تعالےٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ اب اِس سے انکار کرنا ایک کھلی کھلی صداقت کا خون کرنا ہے۔

(؍؍ ص۲۱ ب)

انسان کامل خدا تعالےٰ کی رُوح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے

اس دقیقہ کو دُنیا کی عقل نہیں سمجھ سکتی کہ انسان کامل خدا تعالےٰ کی رُوح کا جلوہ گاہ ہوتا ہے اور کبھی کامل انسان پر ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ وہ اس جلوہ کا عین وقت ہوتا ہے تو اُس وقت ہر ایک چیز اس سے ایسی ڈرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ سے۔ اس وقت اس کو درندہ کے آگے ڈال دو، آگ میں ڈال دو وہ اس سے کچھ بھی نقصان نہیں اُٹھائے گا کیونکہ اُس وقت خدا تعالےٰ کی رُوح اس پر ہوتی ہے اور ہر ایک چیز کا عہد ہے کہ اس سے ڈرے۔ یہ معرفت کا ایک اخیری بھید ہے جو بغیر صحبت کاملین سمجھ میں نہیں آسکتا چونکہ یہ نہایت دقیق اور پھر نہایت درجہ نادر الوقوع ہے اس لئے ہر ایک فہم اس فلاسفی سے

لیکن آں روئے حسین از غافلاں ماند نہاں　　عاشقے باید کہ بردارند از بہرش نقاب

دامن پاکش زنخوت ہا نمی آید بدست　　ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب

از دعا کن چارۂ آزار انکار دعا　　چوں علاج مے زمے وقت خمار و التہاب

(برکات الدعا ص۲۷-۲۸)

آگاہ نہیں۔ مگر یہ یاد رکھو کہ ہر ایک چیز خدا تعالےٰ کی آواز سنتی ہے ہر ایک چیز پر خدا تعالےٰ کا تصرف ہے۔ اور ہر ایک چیز کی تمام ڈوریاں خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی حکمت ایک بے انتہا حکمت ہے جو ہر ایک ذرّہ کی جڑھ تک پہنچی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک چیز میں اتنی ہی خاصیتیں ہیں جتنی اس کی قدرتیں ہیں۔ جو شخص اس بات پر ایمان نہیں لاتا وہ اس گروہ میں داخل ہے جو ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ کے مصداق ہیں۔ اور چونکہ انسانِ کامل مظہر اتم تمام عالم کا ہوتا ہے اس لئے تمام عالم اسکی طرف وقتاً فوقتاً کھینچا جاتا ہے۔ وہ روحانی عالم کا ایک عنکبوت ہوتا ہے اور تمام عالم اُس کی تاریں ہوتی ہیں اور خوارق کا یہی سرّ ہے۔

(برکات الدعا ص۲۶، ۲۷ حاشیہ)

خدا تعالےٰ کے وجود کا فائدہ۔ قبولیتِ دعا اور کلامِ الٰہی

لوگ سیّد صاحب کے خراب عقیدوں سے نجات پاکر پھر اپنے عظیم الشان خدا تعالےٰ کو پہچان لیں گے اور محبت سے اس کی طرف رجوع کریں گے اور دعا کے وقت اس کی رحمتوں سے نا امید نہیں ہوں گے اور ہاتھ اٹھانے کے وقت لذّت اٹھائیں گے اور خدا تعالےٰ کے وجود کا فائدہ بھی تو یہی ہے کہ ہماری دعائیں سُنے اور آپ اپنے وجود سے ہمیں خبر دے نہ کہ ہم ہزار ہزار تکلیف سے ایک بُت کی طرح ایک فرضی خدا دل میں قائم کریں جس کی ہم آواز نہیں سُن سکتے اور اس کی نمایاں قدرت کا کوئی جلوہ نہیں دیکھ سکتے۔ یقیناً سمجھو کہ وہ قادر خدا موجود ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ وما غلت ایدیہ بل یداہ مبسوطتان ینفق کیف یشاء و یفعل ما یرید وھو علی کلّ شئ قدیر۔ و اٰخر دعوانا الحمد للّٰہ رب العالمین۔

روئے دلبر از طلبگاراں نمی دارد حجاب　　می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب

حُجّۃ الاسلامُ

خدا تعالیٰ کی محبت انسان سے مکالمہ الٰہیہ سے حقیقی معرفت ملتی ہے

خدا تعالیٰ کی محبت (انسان سے) یہ ہے کہ پہلے تو ان کے دلوں پر سے پردہ اٹھائے جس پردہ کی وجہ سے انسان اچھی طرح خدا تعالیٰ کے وجود پر یقین نہیں رکھتا اور دُھندلی سی اور تاریک معرفت کے ساتھ اس کے وجود کا قائل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات امتحان کے وقت اس کے وجود سے ہی انکار کر بیٹھتا ہے۔ اور یہ پردہ اٹھایا جانا بجز مکالمہ الٰہیہ کے اور کسی صورت سے میسّر نہیں آسکتا۔ پس انسان حقیقی معرفت کے چشمہ میں اس دن غوطہ مارتا ہے جس دن خدا تعالیٰ اس کو مخاطب کر کے **انا الموجود** کی اس کو آپ بشارت دیتا ہے۔

(حجۃ الاسلام تمہید)

اسلام کی ایک زبردست خاصیّت

اسلام میں یہ ایک زبردست خاصیت ہے کہ وہ ظلمت سے نکال کر اپنے نور میں داخل کرتا ہے جس نور کی برکت سے مومن میں کھلے کھلے آثار قبولیت پیدا ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا شرف مکالمہ میسّر آجاتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی محبت کی نشانیاں اس میں ظاہر کر دیتا ہے۔

(حجۃ الاسلام ص ۲)

تحفہ بغداد

(عربی)

قتل کی دھمکی دینے والے کو جواب۔ خدا کی محبت کا پیالہ پینے والوں کی حالت

أیہا الأخ الصالح! اسرك الله وزعاك و حفظك وحماك، وفتح عينك و هداك. لا تخوفنی من سيف بتار ولا رمح ولا نار وقد قتلنا قبل سيفك بسيف لا تعلمه وذقنا طعم نار لا تعرفها وانا ان شاء الله بعد ذلك من المنعمين۔ ایها العزیز! ان الذین أخلصوا قلوبهم لله وأسلموا وجوههم لله وشربوا كأسا من حب الله فلا يضيعهم الله ربهم ولا يتركهم مولٰهم ولو عاداهم كل. ورق الاشجار، وكل قطرة البحار وكل ذرة الاحجار و كل ما فی العالمین۔ بل الذین يطيعونه ولا يبتغون الا مرضاته هم قوم لا يحزنهم الا فراقه و اذا وجدوا ما ابتغوا فلا يبقى لهم همّ ولا غم بعد ذلك ولو قتلوا او أحرقوا ولا يضرهم سب قوم ولا لعن

فوقة و یجعل الله کل لعنة برکة علیہم وکل سب رحمة فی حقہم۔ الا یعلم ربنا ما فی صدورنا۔

(تحفہ بغداد ص۶)

(ترجمہ از خاکسار) اے نیک بھائی خدا تجھے خوش رکھے اور تیری حفاظت کرے اور حمایت کرے اور تیری آنکھ کھولے اور تجھے ہدایت دے۔ تو مجھے تیز تلوار سے نہ ڈرا۔ اور نہ ہی نیزے اور آگ سے۔ اور تحقیق ہم قتل کیے گئے ہیں تیری تلوار سے پہلے ایک تلوار کے ساتھ جس کو تو نہیں جانتا اور ہم نے ایک آگ کا مزہ چکھا ہے جس کو تو نہیں پہچانتا۔ اور اس کے بعد ہم انشاء اللہ منعمین میں سے ہوں گے۔ اے عزیز بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دلوں کو خدا کے لئے خالص کر دیا اور اپنے چہروں کو اس کا فرمانبردار بنا دیا اور اللہ کی محبت کا پیالہ پیا۔ اللہ ان کو ضائع نہیں کرے گا کیونکہ وہ ان کا رب ہے اور ان کو ان کا مولیٰ نہیں چھوڑے گا اگرچہ تمام درختوں کے پتے اور سمندر کے قطرے اور پتھروں کے ذرات اور جو کچھ جہانوں میں ہے ان کا دشمن ہو جائے۔ بلکہ وہ لوگ جو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی مرضی کے سوا کچھ نہیں چاہتے ان کو کوئی چیز غم میں نہیں ڈالتی مگر اس کا فراق اور جب وہ پالیتے ہیں جس کی تلاش میں ہوتے ہیں تو ان کے لئے کوئی ہم اور غم باقی نہیں رہتا اگرچہ وہ قتل کئے جائیں یا جلائے جائیں اور ان کو کسی کی گالی اور لعن ضرر نہیں پہنچاتی اور اللہ ان پر ہر ایک لعنت کو برکت کر دیتا ہے اور ہر ایک گالی کو ان کے حق میں رحمت کر دیتا ہے۔ کیا ہمارا رب ہمارے دلوں کو نہیں جانتا؟

اپنی صداقت پر یقین

و واللہ انی صادق و لست من المفترین۔ و واللہ

انی لست حاطب الدنیا الدنیة و جیفتہا۔ فیاحسرة علی الظانین ظن السوء ویاحسرة علی المسرفین۔

(ترجمہ از خاکسار) اور خدا کی قسم میں سچا ہوں اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کی قسم میں کمینی دنیا اور اس کے مردار کا جمع کرنے والا نہیں ہوں۔

پس افسوس ہے بدظنی کرنے والوں پر اور افسوس ہے حد سے بڑھنے والوں پر۔

اپنی مثال۔ محبوب کے قرب کے لئے کیا کچھ کیا۔

انما مثلی کمثل رجل آثر حبا علی کل شیء و تبتل الیہ و سعی فی میادین الاقتراب واقتعد للقائہ غارب الاغتراب و ترک تراب الوطن وصحبة الأتراب و قصد مدینة حبیبہ و ذھب و ترک لحبہ البیت والفضة والذھب وترک النفس لمحبوبہ حتی صار کالفانین۔ و بعزة اللہ وجلالہ انی آثرت وجہ ربی علی کل وجہ وبابہ علی کل باب و رضاءہ علی کل رضاء۔ ولعزتہ انہ معی فی کل وقتی و انا معہ فی کل حین وآثرت دولة الدین وھی تکفینی ولو لم یکن حبة لتجھیزی و تکفینی، و انی منعم مع ید الاملاق وفارغ من الأنفس والآفاق وشغفنی ربی حبا و أشرب فی قلبی وجہہ وانا منہ بمنزلة لایعلمہا احد من العالمین۔

تحفہ بغداد ص۱۵

(ترجمہ از خاکسار) تحقیق میری مثال ایک ایسے شخص کی مثال ہے جس نے محبت کو ہر چیز پر چن لیا ہو اور خدا کی طرف پورا جھک گیا ہو اور قرب کے میدانوں میں سعی کرتا ہو اور اس کے ملنے کے لئے وطن سے دوری کے کندھے پر سوار ہوا ہو۔ اور وطن کی مٹی کو اور ہم عمروں کی صحبت کو چھوڑا ہو۔ اور اپنے محبوب کے شہر کا قصد کیا ہو لوہ اور چلا ہو اور اسکی محبت کے لئے گھر اور چاندی اور سونے کو چھوڑا ہو اور اپنے محبوب کے لئے اپنے نفس کو ترک کیا ہو یہاں تک کہ فانیوں کی طرح ہو گیا ہو۔

اور خدا کی عزت اور جلال کی قسم کہ میں نے اپنے رب کے چہرے کو ہر چہرے پر ترجیح دی اور اس کے دروازے کو سب دروازوں پر چن لیا اور اسکی رضا کو سب رضاؤں پر اختیار کیا۔ اور اس کی عزت کی قسم کہ وہ میرے ساتھ ہے ہر وقت اور میں اس کے ساتھ ہوں تمام وقتوں میں۔ میں نے دین کی دولت کو پسند کر لیا اور وہ میرے لئے کافی ہے اگرچہ میری تجہیز اور تکفین کے لئے بھی کوئی حبہ نہ ہو۔ اور میں باوجود مفلسی کے منعم ہوں اور نفس اور باقی چیزوں سے فارغ ہوں۔ اور میرے رب نے مجھے انتہائی محبت دی ہے اور میرے دل میں یہ محبت رچ گئی ہے اور میں اس کے نزدیک ایسا درجہ رکھتا ہوں کہ اس کو دنیا میں کوئی نہیں جانتا۔

(تحفہ بغداد ص۱۵)

کرامات الصادقین

عبودیت کی حقیقت

وحقیقة التعبد تعظیم المعبود بالتذلل التام والاحتذاء بمثاله والانصباغ بصبغه والخروج من النفس والانانیة کالفانین۔ وسره ان العبد قد خلق کالمریض والعلیل والعطشان وشفاءه و تسکین غلته وارواء کبده فی ماء عبادة اللّٰہ فلا یبرأ ولا یرتوی الا اذا یثنی الیه انصبابه ویفرط صبابه ویسعی الیه کالمستسقین۔ ولا یطهر قویحته ولا یلبد عجاجته ولا یجلی مجاجته الا ذکر اللّٰہ۔ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب۔

(کرامات الصادقین ص۵، طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) اور عبودیت کی حقیقت یہ ہے کہ اس معبود کی تعظیم پورے تذلل کے ساتھ بجا لائے اور اس جیسا بنے اور اس کے رنگ میں رنگین ہو۔ اور نفس اور انانیت سے باہر نکل آئے فانیوں کی طرح۔ اور اس کا بھید یہ ہے کہ انسان مریض اور بیمار اور پیاسے کی طرح بنایا گیا ہے۔ اور اس کی شفا اور اس کی

پیاس کا علاج اور اس کے جگر کی سیرابی اللہ کی عبادت کے پانی ہی ہے۔ پس وہ تندرست نہیں ہوتا اور نہ ہی سیراب ہوتا ہے مگر جب وہ خدا کی طرف انتہائی درجے کا جھک جاتا ہے اور پیاسوں کی طرح اس کی طرف دوڑتا ہے اور اس کی فطرت کو پاکیزہ نہیں کرتا اور اس کی غبار کو نہیں دھوتا اور اس کے تھوک کو شیریں نہیں کرتا مگر اللہ کا ذکر۔ خبردار ہو کر اللہ کے ذکر سے ہی دل مطمئن ہوتے ہیں۔

(کرامات الصادقین ص۵، طبع اول)

خدا کی صفت ربوبیت کا تقاضا بندہ کی طرف سے

فان العبد اذا سمع ان الله یربی العالمین کلها ومامن عالم الا هو مربیه. ورای نفسه امّارة بالسوء فتضرع واضطر و التجأ الی بابه و تعلق باهدابه و دخل فی مادبه برعایت آدابه لیدرکه بالربوبیة و یحسن الیه وهو خیر المحسنین. فان الربوبیة صفة تعطی کل شیٔ خلقه المطلوب لوجوده ولایغادره کالنا قصین۔

(ترجمہ از خاکسار) بے شک بندہ جب سنتا ہے کہ اللہ ہی ہے جو تمام جہانوں کی پرورش کرتا ہے اور کوئی عالم نہیں جس کی وہ پرورش نہیں کرتا اور اپنے نفس کو بدی کی تحریک کرنے والا دیکھتا ہے تو وہ تضرع اختیار کرتا ہے اور اضطرار کے ساتھ اس کے دروازے کی طرف جاتا ہے اور اس کے آستانے کو پکڑ لیتا ہے اور اس کے دسترخوان میں داخل ہو جاتا ہے آداب کی رعائت سے تاکہ وہ اپنی ربوبیت کے ساتھ اس کو آلے اور اس پر احسان کرے اور وہ بہتر احسان کرنے

والا ہے۔ کیونکہ ربوبیت ایک ایسی صفت ہے جو ہر چیز کو اس کا مطلوبہ وجود دیتی ہے اور اس کو ناقصوں کی طرح نہیں رہنے دیتی۔

(کرامات الصادقین ص۷۵، ۷۶)

بندہ حقیقت ایمان کو کب پہنچتا ہے۔ انسان نفس کی شرارتوں سے کب نجات پاتا ہے

والعبد لا یبلغ حقیقة الایمان من غیر ان یفهم حقیقة الاخلاص و یقوم علیها۔ ولا یکون مخلصًا و عنده علی وجه الارض شیٔ یتکأ علیه او یخافه او یحسبه من الناصرین۔ ولا ینجو احد من غوائل النفس وشرورها الا بعد ان یتقبله الله باخلاصه و یعصمه بفضله و حوله وقوته و یذیقه من شراب الروحانیین لانّها خبیثة وقد انتهت الی غایة الخبث وصارت منشأ الاهویة المضلة الردیئة۔ فعلم الله تعالیٰ عباده ان یفزوا الیه بالدعاء عائذًا من شرورها و دواهیها لیدخلهم فی زمر المحفوظین۔

(ترجمہ از خاکسار) بندہ حقیقت ایمان تک نہیں پہنچتا جب تک کہ حقیقتِ اخلاص کو نہ سمجھ لے اور اس پر قائم نہ ہو جائے۔ اور کوئی مخلص نہیں ہوتا جب تک کہ روئے زمین پر کوئی ایسی چیز ہو جس پر اسے بھروسہ ہو اور وہ اس سے ڈرتا ہو یا اس کو اپنے مددگاروں سے خیال کرتا ہو اور کوئی نفس کی شرارتوں سے نجات نہیں پاتا جب تک کہ اللہ اس کے اخلاص کو قبول نہ کرے اور اس کو اپنے فضل اور طاقت اور قوت سے نہ بچائے۔ اور روحانی شراب اس کو نہ چکھائے کیونکہ نفس خبیث ہے،

اور انتہا درجے کی خباثت رکھتا ہے اور گری ہوئی اور ردّی اور گمراہ کن خواہشیں اس سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس اللہ نے اپنے بندوں کو سکھایا کہ وہ اس کی طرف بھاگیں دعا کے ساتھ نفس کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہوئے تاکہ وہ انہیں محفوظین کے زمرے میں داخل کرے۔

(کرامات الصادقین ص۸۲ طبع اوّل)

ہدایت پر ثابت قدمی کس طرح نصیب ہوتی ہے

ان الثّبات علی الہداية لایکون الا بدوام الدعاء والتضوع فی حضرة اللّٰہ۔

(ترجمہ از خاکسار) ہدایت پر ثابت قدمی نہیں ہوتی مگر مستقل دعاؤں اور اللہ کے حضور تضرع سے۔

(" ص۸۲)

اللہ کے انعام سے مراد

والانعام الذی اشار اللّٰہ الیہ عبادہ ھو تبتل العبد الی اللہ واحماؤ ودادہ ودوام اسعادہ و رجوع اللہ الیہ ببرکاتہ والھاماتہ واستجاباتہ وجعلہ طوداً من اطوادہ وادخالہ فی عبادہ المحفوظین وقولہ یا نار کونی بردًا سلامًا علی ابراھیم وجعلہ من الطیبین الطاھرین۔

(ترجمہ از خاکسار) اور وہ انعام جس کا اللہ نے اپنے بندوں کے لئے اشارہ کیا ہے تبتل الی اللہ اور اس کی محبت کی گرمی ہے اور نیکی پر دوام اور اللہ کا رجوع اپنے بندے کی طرف اپنی برکتوں اور الہامات اور استجابتوں کے ساتھ اور اس کو اپنے بڑے پہاڑوں میں سے پہاڑ بنا دینا ہے اور اس کو

اپنے محفوظ بندوں میں داخل کر دینا اور اس کا کہنا کہ اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا۔ اور اس کو پاکیزہ اور پاک لوگوں میں سے بنا دینا۔

(کرامات الصادقین ص۸۳ طبع اوّل)

سعید وہ ہے جو دُعا سے نہ تھکے

وفی السورة اشارة الی ان السعید ھو الذی کان فیہ جیش الدعاء لا یعیا ولا یلغب ولا یعبس ولا ییئس و یثق بفضل ربہ الی ان تدرکہ عنایة اللّٰہ فیکون من الفائزین

(ترجمہ از خاکسار) اور سورۃ فاتحہ میں اشارہ ہے کہ سعید وہ ہوتا ہے جس میں دعا کا جوش ہو۔ نہ وہ تھکے نہ درماندہ ہو نہ اس میں ملالت پیدا ہو اور نہ وہ مایوس ہو۔ اور وہ اللہ کے فضل پر بھروسہ رکھے یہاں تک کہ عنایت الٰہی اس کو پالے اور وہ فائزین میں ہو جاوے۔

(کرامات الصادقین ص۸۳)

اللہ کی صفات بندے کے ایمان کے مطابق اپنا اثر ظاہر کرتی ہیں۔

وفی السورة اشارة الی انّ صفات اللّٰہ تعالی موثرة بقدر ایمان العبد بھا۔ و اذا توجہ العارف الی صفة من صفات اللّٰہ تعالی والبصر یبصر روحہ و امن ثم امن ثم امن حتّی فنی فی ایمانہ فتدخل روحانیة ھذہ الصفة فی قلبہ وتاخذ منہ فیری السالک باللہ فارغًا من غیر الرحمان وقلبہ مطمئن بالایمان وعیشہ

حلوا بذكر المنان ويكون من المستبشرين۔
فتتجلى تلك الصفة له وتستوى عليه حتى
يكون قلب هذا العبد عرش هذه الصفة
و ينصبغ القلب بصبغها بعد ذهاب الصبغ
النفسانية و بعد كونه من الفانين۔

(ترجمہ از خاکسار) اور سورہ فاتحہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات بندے کے ایمان کے مطابق اپنا اثر ظاہر کرتی ہیں۔ اور جب عارف اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کی طرف توجہ کرتا ہے اور اس کو اپنی روح کی آنکھ کے ساتھ دیکھتا ہے اور ایمان لاتا ہے پھر ایمان لاتا ہے پھر ایمان لاتا ہے یہاں تک کہ اپنے ایمان میں فنا ہو جاتا ہے تو اس صفت کی روحانیت اس کے دل میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کو پکڑتی ہے پس سالک اپنے دل کو غیر اللہ سے فارغ دیکھتا ہے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی اس منان کے ذکر کے ساتھ شیریں ہو جاتی ہے۔ اور وہ بشارت دیئے گیوں میں سے ہو جاتا ہے۔ پس وہ صفت اس کے لئے تجلی کرتی ہے تاکہ وہ اس پر پوری طرح قائم ہو جائے۔ اور اس بندے کا دل اس صفت کا عرش ہو جاتا ہے اور اس کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہے نفسانی رنگ کے جانے کے بعد اور اس کے فانیوں میں سے ہو جانے کے بعد۔

(کرامات الصادقین ص۸۴)

اللہ تعالےٰ کی رحمت کا سمندر کب جوش مارتا ہے

فانّ عبدًا من عباد الله اذا اقتدى هدى
المهتدين و تبع سنن الكاملين و تاهب
للانصباغ بصبغ المهديين وعطف اليهم

بجميع ارادته و قوته و جنانه وادى شرط
السلوك بحسب امكانه و شَفَع الاقوال
بالاعمال والمقال بالحال و دخل فى الذين يتعاطون
كاس المحبة للقادر ذى الجلال و يقتدحون
زِناد ذكر الله بالتضرع والابتهال ويبكون
مع الباكين فهنالك يفور بحر رحمة الله ليطهره
من الاوساخ والادران ولترويه بافاضة التهتان
ثم ياخذيده و يرقيه الى اعلىٰ مراتب الارتقاء
والعرفان ويدخله فى الذين خلوا من قبله
من الصلحاء والاولياء والرسل والنبيين فيعطى
كمالاً كمثل كمالهم وجمالاً كمثل جمالهم و
جلالاً كمثل جلالهم۔

(ترجمہ از خاکسار) تحقیق جب اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہدایت یافتوں کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے اور کاملوں کی سنتوں کی پیروی کرتا ہے اور تیار ہو جاتا ہے ہدایت یافتوں کے رنگ سے رنگین ہونے کے لئے اور اپنے تمام ارادوں اور قوت اور دل کے ساتھ ان کی طرف جھکتا ہے اور سلوک کی شرط کو اپنی طاقت کے مطابق پورا کرتا ہے اور اقوال کے ساتھ اعمال کو ملاتا ہے اور مقال کے ساتھ حال کو شامل کرتا ہے اور ان میں شامل ہوتا ہے جو قادر ذو الجلال کی محبت کا پیالہ پیتے ہیں اور ذکر اللہ کے پتھر میں سے تضرع اور زاری سے آگ نکالتے ہیں اور رونے والوں کے ساتھ روتے ہیں۔ پس اس وقت اللہ تعالےٰ کی رحمت کا سمندر جوش میں آتا ہے تاکہ اس کو ہر قسم کی میل و کچیل سے صاف کر دے اور زور کی بارش سے اس کو

سیراب کرے پھر اس کا ہاتھ پکڑے اور اس کو ترقی اور عرفان کے اعلیٰ مرتبوں پر لے جائے اور اس کو ان لوگوں میں داخل کرے جو اس سے پہلے صلحاء اور اولیاء اور رسول اور نبی گزر چکے ہیں پس وہ ان کے کمال جیسا کمال دیا جاتا ہے اور ان کے جمال جیسا جمال دیا جاتا ہے۔

(کرامات الصادقین ص۸۵)

صراط مستقیم کی حقیقت

و اما حقیقة الصراط المستقیم التی اریدت فی الدین القویم فهی ان العبد اذا احبّ ربه المنّان وکان راضیًا بمرضاته و فوض الیه الروح والجنان و اسلم وجهه لله الذی خلق الانسان وما دعا الا ایاه وصافاه و ناجاه و سئله الرحمة والحنان و تنبه من غشیه واستقام فی مشیه و خشی الرحمان وشغفه الله حبا و اعان و قوّی الیقین والایمان فمال العبد الی ربه بکل قلبه و اربعه و عقله وجوارحه وارضه وحقله و اعرض عما سواه وما بقی له الا ربه و ما تبع الا هواه وجاءه بقلب فارغ عن غیره و ما قصد الا الله فی سبل سیره وتاب من کل ادلال واغترار بمال و ذی مال و حضر حضرة الرب کالمساکین ووذر العاجلة والغاها واحبّ الآخرة و ابتغاها وتوکّل علی الله

وکان لِلّٰه وفنٰی فی الله وسعی الی الله کالعاشقین فهذا هو الصراط المستقیم الذی هو منتهی سیر السالکین و مقصد الطالبین العابدین وهذا هو النور الذی لایحل الرحمة الا بعد حلوله ولا یحصل الفلاح الا بعد حصوله وهذا هو المفتاح الذی ینا جی السالک منه بذات الصدور و تنفتح علیه ابواب الفراسة و یجعل محدثًا من الله الغفور۔ و من ناجا ربَّه ذات بُکرة بهذا الدعاء بالاخلاص و امحاض النیة و رعایة شرائط الاتقاء والوفاء فلا شك انه یحل محل الاصفیاء و الاحباء و المقربین۔ و من تاوَّه آهة الثکلان فی حضرة الرب المنان وطلب استجابة هذا الدعاء من الله الرحمان خاشعا مبتهلا و عیناه تذرفان فیستجاب دعاءه و یکرم مثواه و یعطی له هداه و تُقوّیٰ له عقیدته بالدلائل المنیرة کالیاقوت و یقوی له قلبه الذی کان اوهن من بیت العنکبوت و یوفق لتوسعة الزرع ودقایق الورع فیدعیٰ الی قرِی الروحانیین ومطائب الربانین و یکون فی کلّ حال غالبًا علی دواء المغلوب و یقوده برعایة الشرع

حيث يشاء كاشجع راكب على اطوع مركوب
ولا يبغى الدنيا ولا يتعنى لاجلها ولا يسجد
لعجلها و يتولاه اللهُ وهو يتولى الصالحين
وتكون نفسه مطمئنة ولا تبقى كالمبيد
المضل ولا تحملق حملقة الباز المطل۔ و
يرى مقاصد سلوكه كالكرام ولا تكون سحبه
كالجهام بل يشرب كل حين من ماء معين
وحث الله عباده على ان يسئلوه ادامة ذلك
المقام والتثبّت عليه والوصول الى هذا المرام لانه
مقام رفيع و مرام منيع لا يحصل لاحد الا
بفضل ربه لا بجهد نفسه۔ فلا بد من ان
يضطر العبد لتحصيل هذه النعمة الى حضرة
العزة و يسئله انجاح هذه المنية بالقيام
والركوع والسجدة والتمرغ على ترب المذلة
باسطًا ذيل الراحة ومعترضا للاستماحة
كالسائلين المضطرين۔ وجملة غير المغضوب
عليهم اشارة الى رعاية حسن الاداب والتادب
مع رب الارباب۔ فان للدعاء آدابًا ولا يعرفها
الّا من كان توابا ومن لا يبالى الاداب فيغضب
الله عليه اذا اصرّ على الغفلة ولا تاب۔ فلا
يرىٰ من دعائه الا العقوبة والعذاب فلاجل

ذلك قلّ الفائزون فى الدعا وكثر الهالكون
لحجب العجب والغفلة والرياء وان اكثر الناس
لا يدعون الا وهم مشركون و الى غير الله
متوجهون۔ بل الى زيد و بكر ينظرون فالله
لا يقبل دعاء المشركين و يتركهم فى بيداءهم
تائهين و ان حيوة الله قريب من المنكسرين۔
وليس الداعى الذى ينظر الى اطراف وانحاء
ويختلب بكل برق وضياء ويريد ان يترع
كمه وكوبه بوسايل الاصنام و يعلو كل ربوة
راغبًا فى حبوة و يبغى معشوق المرام ولو
بتوسل اللئام والفاسقين۔ بل الداعى الصادق
هو الذى يتبتل الى الله تبتيلا ولا يسئل
غيره فتيلا و يجئ الله كالمنقطعين المستسلمين۔
ويكون الى الله سيره ولا يعبأ بمن هو غيره
ولو كان من الملوك والسلاطين۔ والذى يكب
على غيره ولا يقصد الحق فى سيره فهو ليس
من الداعين الموحدين بل كزاملة الشياطين۔
فلا ينظر الله الى طلاوة كلماته و ينظر الى خبثة
نيّاته و انما هو عند الله مع حلاوة لسانه
وحسن بيانه كمثل روث مفضض او كنيف
مبيض۔ قد آمنت شفتاه و قلبه من الكافرين۔

دعائے آداب
ہوتے ہیں آداب
کی تفصیل.
آداب کو ملحوظ
نہ رکھ کر انسان
مغضوب علیہ
ہوجاتا ہے

فاولئك الذين غضب الله عليهم ....

فالحاصل ان دعاء اهدنا الصراط المستقيم ينجي الانسان من كل اود ويظهر عليه الدين القويم ويخرجه من بيت فقر الى رياض الثمر والرياحين ومن زاد فيه الحاحًا زاد الله صلاحًا والنبيون آنسوا منه انس الرحمان فما فارقوا الدعاء طرفة عين الى آخر الزمان.

(کرامات الصادقین ص۹۱ تا ۹۴ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) اور حقیقت صراطِ مستقیم جو اس دین قویم میں ارادہ کی گئی ہے یہ ہے کہ بندہ جب اپنے رب سے جو نہایت درجہ احسان کرنے والا ہے محبت کرتا ہے اور اس کی رضا پر راضی ہو جاتا ہے اور اپنی روح اور دل اس کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنا چہرہ اس اللہ کے ماتحت کر دیتا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور نہیں پکارتا مگر اس کو اور اس سے خالص تعلق پیدا کرتا ہے اور اس سے رحمت اور مہربانی مانگتا ہے اور اپنی بے ہوشی سے جاگتا ہے اور اپنی چال میں استقامت پیدا کرتا ہے اور رحمان سے ڈرتا ہے اور اللہ کی محبت اس میں رچ جاتی ہے تو وہ مدد دیتا ہے اور یقین اور ایمان بڑھاتا ہے پس بندہ اپنے رب کی طرف اپنے سارے دل اور ساری حاجت اور ساری عقل اور سارے اعضاء اور ساری زمین اور ساری کھیتی کے ساتھ جھکتا ہے اور اس کے غیر سے اعراض کرتا ہے اور اس کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی اور اس کی خواہش کے سوا کسی اور خواہش کی پیروی نہیں کرتا اور کس کے پاس ایسے دل کے ساتھ آتا ہے جو اس کے غیر سے خالی ہوتا ہے اور صرف اللہ کا قصد کرتا ہے اپنی سیر میں اور ہر قسم

کے مال وغیرہ کے تکبر سے توبہ کرتا ہے اور رب کے حضور مسکینوں کی طرح حاضر ہوتا ہے اور دُنیا کو کلی طور پر چھوڑ دیتا ہے اور آخرت کو پسند کرتا ہے اور اسی کو تلاش کرتا ہے اور اسی پر توکل کرتا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہو جاتا ہے
اور اللہ میں فنا ہو جاتا ہے اور عاشقوں کی طرح اللہ کی طرف دوڑتا ہے پس یہی وہ صراطِ مستقیم ہے جو کہ سالکوں کے سلوک کی انتہا ہے اور خدا کے طالبوں کا مقصد ہے اور یہی وہ نور ہے جس کے نازل ہونے کے بعد خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے اور فلاح نہیں ملتی مگر اس کے ملنے کے بعد اور یہی وہ چابی ہے جس کے ذریعے سالک اپنے رب سے باتیں کر لیتا ہے اور اس پر فراست کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور غفور کی طرف سے وہ محدث بنا دیا جاتا ہے اور جو ایک صبح بھی علیحدہ ہوتا ہے اپنے رب کے پاس اس دعا کے ساتھ اخلاص اور خالص نیت اور تقوٰے اور وفا کی شرطوں کو پورا کرتے ہوئے۔ پس ضرور وہ برگزیدہ اور محبوب اور مقرب لوگوں کی جگہ ہو جاتا ہے۔ اور جو رب منان کے حضور اس طرح کی آہیں بھرتا ہے جیسے وہ عورت جس کا بچہ مر گیا ہو اور اللہ جو کہ رحمان ہے اس سے دعا کی قبولیت چاہتا ہے خضوع اور خشوع کے ساتھ اور اس کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں پس اس کی دُعا قبول کی جاتی ہے اور اس کا ٹھکانا معزز کیا جاتا ہے اور اس کو ہدایت دی جاتی ہے اور اس کا عقیدہ اس کے لئے مضبوط کیا جاتا ہے روشن دلائل کے ساتھ جو کہ یاقوت کی طرح ہیں۔ اور اس کے دل کو جو مکڑی کے گھر کی طرح کمزور ہوتا ہے مضبوط کیا جاتا ہے۔ اور اس کو ہاتھ کی وسعت اور تقوٰے کے دقائق دئیے جاتے ہیں۔ اور روحانی لوگوں کی دعوت اور روحانی لوگوں کے کھانوں کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اور ہر حال میں وہ خواہشات پر غالب ہوتا ہے اور اس کو شرع کے مطابق جس طرح چاہتا ہے چلاتا ہے جیسے کوئی نہایت فرمانبردار گھوڑے پر بہادر کی طرح سوار ہوتا ہے۔ اور وہ دُنیا کو نہیں

چاہتا اور نہ اس کی خاطر تکلیف اٹھاتا ہے اور نہ اس کے بچھڑے کو سجدہ کرتا ہے
اور اللہ اس کا متولی ہو جاتا ہے اور وہ صالح لوگوں کا ہمیشہ ہی متولی ہے۔ اور اس کا نفس
مطمئن ہو جاتا ہے اور ہلاک اور گمراہ کرنے والا نہیں رہتا اور نہ ہی باز کی طرح آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے۔ اور وہ اپنے سلوک کے مقاصد کو بزرگوں کی طرح دیکھتا ہے اور
اس کے بادل خشک نہیں ہوتے بلکہ وہ ہر وقت رواں اور صاف پانی سے پیتا ہے۔
اور اللہ نے ترغیب دی ہے کہ وہ اس مقام پہ مداومت اور اس پہ ثابت قدمی اور اس
مقصد تک پہنچنے کے لئے دعا مانگتے رہیں کیونکہ یہ بڑا بلند مقام ہے اور
اعلیٰ مقصد ہے جو اللہ کے فضل کے سوا حاصل نہیں ہوتا اور محض نفس کی کوشش
سے نہیں ملتا۔ پس ضروری ہے کہ بندہ ہمیشہ اس کے حاصل کرنے کے لئے حضرت
عزت کے حضور مضطر رہے اور اس سے اس مقصد میں کامیابی چاہے قیام اور
رکوع اور سجدے کے ساتھ اور خاک مذلت پہ لوٹنے کے ساتھ، اپنے
ہاتھ کو پھیلاتا ہوا اور بخشش اور عطا کو طلب کرتا ہوا مضطر سائلوں کی
طرح۔ اور غیر المغضوب علیہم کا جملہ حسن آداب کی رعایت اور رب الارباب کے ساتھ
پوری موافقت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ دعا کے لئے بعض آداب ہوتے
ہیں اور نہیں ان کو جانتا مگر وہ جو بار بار خدا کی طرف جھکنے والا ہے۔ اور جو ان آداب
کی پرواہ نہیں کرتا اس پر اللہ کا غضب ہوتا ہے جب وہ غفلت پر اصرار کرتا ہے
اور رجوع نہیں کرتا۔ پس وہ اپنی دعا کا نتیجہ سوائے عقوبت اور عذاب کے کچھ نہیں
دیکھتا۔ اسی وجہ سے دعا میں کامیاب کم لوگ ہوتے ہیں اور اکثر ہلاک ہو جاتے
ہیں عجب اور غفلت اور ریاء کے پردوں کی وجہ سے۔ اور اکثر لوگ ایسی حالت میں
دعا کرتے ہیں کہ وہ مشرک اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں بلکہ زید اور بکر کی طرف دیکھتے
ہیں (یعنی قضائے حاجات کے لئے) پس اللہ بھی مشرکین کی دعا قبول نہیں کرتا اور ان کو جنگلوں میں بھٹکتے ہوئے

چھوڑ دیتا ہے اور اللہ کی زندگی ٹوٹے ہوئے دل رکھنے والوں کے قریب ہے۔ اور صحیح
دعا کرنے والا وہ شخص نہیں جو ادھر ادھر دیکھتا ہے اور ہر ایک بجلی اور روشنی پہ فریفتہ
ہو جاتا ہے اور اپنے چلو اور پیالے کو بتوں کے وسیلے سے بھرنا چاہتا ہے۔ اور
عطیے کی خاطر ہر ٹیلے پہ چڑھتا ہے اور اپنی خواہشات کے معشوق کو چاہتا ہے خواہ وہ
کمینوں اور فاسقوں کے توسل سے ملے۔ بلکہ صادق (سچا) دعا کرنے والا وہ ہے جو اللہ
کی طرف کامل طور پر جھک جاتا ہے اور اس کے غیر سے ایک ذرہ نہیں مانگتا
اور اللہ کے پاس منقطع اور فرمانبردار ہو کر آ جاتا ہے۔ اور اس کا چلنا اللہ کی طرف ہوتا
ہے اور اس کے غیر کی مطلق پرواہ نہیں کرتا خواہ وہ بادشاہوں اور سلاطین سے ہو۔ وہ جو
دوسرے کی طرف گرتا ہے اور اپنے چلنے میں حق کا قصد نہیں کرتا وہ موحد دعا کرنے
والوں میں سے نہیں بلکہ شیطانوں کے رفیق کی طرح ہے اور خدا اس کے الفاظ
کی خوبصورتی کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ اس کی خبث نیت کی طرف دیکھتا ہے۔ اور وہ اللہ
کے نزدیک باوجود زبان کی مٹھاس اور خوبصورت بیان کے گوبر کی طرح ہوتا ہے جس
پہ کہ ملمع کیا ہوا ہو یا پاخانے کی طرح جس کے اوپر سفیدی پھیری گئی ہو۔ اس کے
ہونٹ تو ایمان لاتے ہیں اور اس کا دل کافر ہوتا ہے۔ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب
ہوتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اھدنا الصراط المستقیم کی دعا انسان
کو ہر ایک کجی سے بچاتی ہے اور اس پر حقیقی دین ظاہر کرتی ہے اور اس کو فقر و
فاقہ کے گھر سے نکال کر پھلدار اور پھولدار باغوں میں لے جاتی ہے۔ اور جو اس میں
الحاح اختیار کرتا ہے اللہ اس کو نیکی میں بڑھاتا ہے۔ اور نبیوں نے اسی سے رحمان
کی محبت پائی ہے اور وہ اس دعا سے اپنی موت تک ایک لمحہ کے لئے بھی علیحدہ
نہ ہوئے۔

(کرامات الصادقین ص۹۱ تا ۹۴ طبع اوّل)

ایاک نعبد و ایاک نستعین کی دعا سے مراد اور اس کا نتیجہ خدا کی محبت اور قرب

فیجد ذاته عظیم الشان فی القدرة ویجد
عظمة صفاته خارجة من الاحاطة فیسعی الی
بابه ویبادر الی جنابه قائلا ایاك نعبد و ایاك
نستعین فیجمع فی هذا الکلام انکسار
العبد وجلال رب العالمین. فهذا الاجتماع
المبارك یقطع عرق الاسترابة و یکون سببا
قویًا للاستجابة فیکون الداعی من المقبولین
بل ممن لا یشقی بهم جلیس ولا یقربهم
غُول ولا تلبیس ولا یخیب فیهم مظنون و
ترفع حجبهم فلا یطوی دونهم مکنون
فیطلع علی ماحلك فی صدور الناس وعلی امور
سماویة متعالیة علی طور العقل والقیاس
و یدخل فی اهل السرّ والقرب والمکلمین
و یکون له الرب الکریم کالخل الودود والخدن
المودود بل اقرب من کل قریب واحب من کل
حبیب۔ و یکون کلامه اعلیٰ من کل شربة
و الهامه الذمن کل لذة و یدخل الله
فی القلب و یشغفه حبًّا و ینظر الی المحب
فیجعله لُبًّا و یصبغه بصبغ المتبتلین
و یانیه منه البرهان والنور واللمعان والعلم
و العرفان فلا یسعه الکتمان ولو اختفی فی

مغارة الارضین۔ فسبحان ربنا رب الاولین والآخرین

(کرامات الصادقین صفحہ ۱۰ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) پس بندہ اس کی ذات کو قدرت میں عظیم الشان اور اس کی صفات کی
عظمت کو احاطہ سے باہر پاتا ہے پس وہ اس کے دروازے کی طرف
بھاگتا ہے اور اس کی جناب کی طرف جلدی سے جاتا ہے ایاک نعبد
و ایاک نستعین کہتا ہوا۔ اس کلام میں بندے کا انکسار اور ربّ
العالمین کا جلال جمع کیا گیا ہے اور یہ مبارک اجتماع شک و شبہ کی رگ
کو کاٹ ڈالتا ہے اور اس کی قبولیت کے لئے قریب کا سبب ہو جاتا ہے
اور دعا کرنے والا مقبولوں میں سے ہو جاتا ہے جن کا ہم نشین بے نصیب نہیں
جاتا۔ اور ہلاکت اور اشتباہ ان کے قریب نہیں جاتا۔ اور ان
کے حجاب اٹھا دیئے جاتے ہیں اور ان کے سامنے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں رہتی۔
لوگوں کے دلوں میں جو باتیں شبہ ڈالتی ہیں وہ ان پر اطلاع پا لیتا ہے اور
عقل اور قیاس سے بالا اور سماوی باتوں سے باخبر کیا جاتا ہے اور سِر اور قرب
والے لوگوں میں داخل کیا جاتا ہے جن سے خدا کلام کرتا ہے اور اس کے لئے
رب کریم نہایت محبت کرنے والے دوست کی طرح ہو جاتا ہے بلکہ قریبیوں سے قریب
تر اور سب دوستوں سے محبوب تر۔ اور اس کی کلام ہر ایک شربت سے میٹھی ہو جاتی
ہے اور اس کا الہام ہر ایک لذت سے زیادہ لذیذ۔ اللہ اس کے دل میں داخل
ہو جاتا ہے اور اس میں رچ جاتا ہے اور وہ محب کی طرف دیکھتا ہے اور
اس کو مغز (خالص) بنا دیتا ہے اور منقطع لوگوں کے رنگ سے رنگین کر دیتا ہے۔
اور اس سے دلائل اور نور اور چمک اور علم اور عرفان نکلتے ہیں۔ وہ مخفی نہیں رہ
سکتا اگرچہ اس کو کسی غار میں چھپا دیا جائے۔ پس پاک ہے ہمارا رب جو پہلوں اور

پچھلوں سب کا رب ہے۔ (ء صفہ ۱۰)

سلوک کا معاملہ کب تکمیل ہوتا ہے

فحاصل الآیات ان امر السلوک لا یتمم ابدًا ولا یکون وسیلة للنجات الا بعد کمال الاخلاص وکمال الجهد وکمال فهم لهدایات

(کرامات الصادقین صفہ ۱۰۴ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) ان آیات (سورۃ فاتحہ) کا ماحصل یہ ہے کہ سلوک کا معاملہ کبھی مکمل نہیں ہوتا اور نجات کا وسیلہ نہیں بنتا مگر اخلاص اور انتہائی کوشش اور ہدایتوں کے پورے فہم کے بعد۔

شہادت القرآن

رحمت الٰہی کی وسعت

وُہ جس کو چاہتا ہے چُن لیتا ہے اور مُشتِ خاک کو افلاک تک پہنچا سکتا ہے۔

(شہادت القرآن صفہ ۱۷)

صحابہ کا صدقِ ایمانی اور اس کی وجہ

صاف ظاہر ہے کہ جو کچھ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمانی صدق دکھلایا اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں اور اپنی آبروؤں کو اسلام کی راہوں میں نہایت اخلاص سے قربان کیا اس کا نمونہ اور صدیوں میں تو کُجا خود دوسری صدی کے لوگوں یعنی تابعین میں بھی نہیں پایا گیا۔ اس کی کیا وجہ تھی! یہی تو تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس مرد صادق کا منہ دیکھا تھا جس کے عاشق اللہ ہونے کی گواہی کفار قریش کے منہ سے بھی بے ساختہ نکل گئی اور روز کی مناجاتوں اور پیار کے سجدوں کو دیکھ کر اور فنا فی الاطاعت کی حالت اور کمال محبت اور دلدادگی کی منہ پر روشن نشانیاں اور اس پاک منہ پہ نور الٰہی برستا مشاہدہ کر کے کہتے تھے عشق محمد علی ربہٖ کہ محمد اپنے رب پہ عاشق ہو گیا ہے۔ اور پھر صحابہ نے صرف وہ صدق اور وہ اخلاص ہی نہیں دیکھا بلکہ اس پیار کے مقابل پر جو ہمارے سید و مولیٰ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے

دل سے ایک دریا کی طرح جوش مارتا تھا خدا تعالیٰ کے پیار کو بھی تائیدات خارق عادت کے رنگ میں مشاہدہ کیا تب ان کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہے اور ان کے دل بول اُٹھے کہ وُہ خدا اس مرد کے ساتھ ہے۔ انہوں نے اس قدر عجائبات الٰہیہ دیکھے اور اس قدر نشان آسمانی مشاہدہ کئے کہ ان کو کچھ بھی اس بات میں شک نہ رہا کہ فی الحقیقت ایک اعلیٰ ذات موجود ہے جس کا نام خُدا ہے اور جس کے قبضہ قدرت میں ہر ایک امر ہے اور جس کے آگے کوئی بات بھی انہونی نہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے وہ کام صدق وصفا کے دکھلائے اور وہ جانفشانیاں کیں کہ انسان کبھی نہیں کر سکتا جب تک اس کے تمام شک وشبہ دُور نہ ہو جائیں۔

(شہادت القرآن صفحہ ۵۰)

صادق حقیقی کون ہیں

صادق وہ ہیں جنہوں نے صدق کو علیٰ وجہ البصیرت شناخت کیا اور پھر اس پہ دل وجان سے قائم ہو گئے اور یہ اعلیٰ درجہ بصیرت کا بجز اس کے ممکن نہیں کہ سماوی تائید شامل حال ہو کر اعلیٰ مرتبہ حق الیقین تک پہنچا دیوے پس ان معنوں کر کے صادق حقیقی انبیا اور رسل اور محدث اور اولیاء کاملین مکملین ہیں جن پہ آسمانی روشنی پڑی اور جنہوں نے خدا تعالیٰ کو اسی جہان میں یقین کی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

(شہادت القرآن صفحہ ۵۱)

صراط الذین انعمت علیہم میں انعام سے مُراد

اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کا انعام جو انبیاء پر ہوا تھا جس کے مانگنے کے اس دُعا میں حکم ہے (یعنی اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم میں) اور وہ درم اور دینار کی قسم میں سے نہیں بلکہ وہ

انوار اور برکات اور محبت اور یقین اور خوارق اور تائید سماوی اور قبولیت اور معرفت تامہ کاملہ اور وحی اور کشف کا انعام ہے۔

(شہادت القرآن صفحہ ۵۶)

مسیح موعودؑ کی حالت انقطاع الی اللہ۔

اب میری حالت یہ ہے کہ بعد وفات پا جانے ان عزیزوں اور بزرگوں کے خُدا تعالیٰ نے میرے دل کو دنیا سے پھیر دیا اور میں نے چاہا کہ خدا تعالیٰ سے میرا معاملہ کامل طور کی سچائی اور صدق اور محبت سے ہو سو اس نے میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دیا مگر نہ میری کوشش سے بلکہ اپنے فضل سے۔ تب میں نے چاہا کہ جہاں تک میرے لئے ممکن ہے معرفت اور محبت الٰہی میں ترقی کروں اور صحیح طور پر معلوم کروں کہ خدا کون ہے اور اس کی رضا کن باتوں میں ہے۔

(شہادت القرآن صفحہ ب)

اپنی جماعت کو نصیحت۔ اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو مقدم ٹھہراؤ

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام مقدم نہ ٹھہراوے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضعف اور بیماری کے زمین پہ سوتا ہے اور میں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پہ قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پہ بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر میں نہ اٹھوں اور محبت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرش زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کوئی سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں

سخت گوئی کے مقابلہ پہ صبر

بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں ... ... میں اپنے ساتھ ان لوگوں کو کیا سمجھوں جن کے دل میرے ساتھ نہیں جو اس کو نہیں پہنچانتے جس کو میں نے پہچانا ہے اور نہ اس کی عظمتیں اپنے دلوں میں بٹھاتے ہیں اور نہ ٹھٹھوں اور بے راہیوں کے وقت خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور کبھی نہیں سوچتے کہ ہم ایک زہر کھا رہے ہیں جس کا بالضرور نتیجہ موت ہے۔ درحقیقت وہ ایسے ہیں جن کو شیطانی راہیں چھوڑنا منظور نہیں۔ یاد رہے کہ جو میرے راہ پر چلنا نہیں چاہتا وہ مجھ میں سے نہیں اور اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور جو میرے مذہب کو قبول کرنا نہیں چاہتا بلکہ اپنا مذہب پسندیدہ سمجھتا ہے وہ مجھ سے ایسا دُور ہے جیسا کہ مغرب مشرق سے۔ وہ خطا پر ہے کہ سمجھتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ہوں۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔ ظاہری رویت تو حیوانات میں بھی موجود ہے مگر انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے جب کہ باطنی رویت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی

کوئی سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے۔

غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے

آنکھوں کو پاک کرو

کی طرف جھک جائے۔ سو تم اپنی آنکھوں کے لئے نہ صرف چارپایوں کی بینائی بلکہ حقیقی بینائی ڈھونڈو اور اپنے دلوں سے دنیا کے بُت باہر پھینکو کہ دنیا دین کی مخالف ہے۔ جلد مروگے اور دیکھوگے کہ نجات انہی کو ہے کہ جو دُنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔ میں کہتے کہتے ان باتوں کو تھک گیا۔ اگر تمہاری یہی حالتیں ہیں تو پھر تم میں اور غیروں میں فرق ہی کیا ہے لیکن یہ دل کچھ ایسے ہیں کہ توجہ نہیں کرتے اور ان آنکھوں سے مجھے بینائی کی توقع نہیں لیکن خدا اگر چاہے۔ اور میں تو ایسے لوگوں سے اس دُنیا اور آخرت میں بیزار ہوں۔ اگر میں صرف اکیلا کسی جنگل میں ہوتا تو میرے لئے ایسے لوگوں کی رفاقت سے بہتر تھا جو خدا تعالیٰ کے احکام کو عظمت سے نہیں دیکھتے اور اس کے جلال اور عزت سے نہیں کانپتے۔ اگر انسان بغیر حقیقی راست بازی کے صرف منہ سے کہے کہ میں مسلمان ہوں یا اگر ایک بھوکا صرف زبان پر روٹی کا نام لاوے تو کیا فائدہ۔ ان طریقوں سے نہ وہ نجات پائے گا اور نہ وہ سیر ہو گا۔ کیا خدا تعالیٰ دلوں کو نہیں دیکھتا۔ کیا اس علیم و حکیم کی گہری نگاہ انسان کی طبیعت کے پاتال تک نہیں پہنچتی۔ پس اے نادانو! خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کو نہیں بلکہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے اور مجھے ان لوگوں سے کیا کام جو سچے دل سے دینی احکام اپنے سر پر نہیں اُٹھا لیتے۔ اور رسول کریمؐ کے پاک جوئے کے نیچے صدق دل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راست بازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار ہونا نہیں چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں

جلد مروگے اور دیکھوگے کہ نجات انہی کو ہے کہ جو دُنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔

بڑا سمجھتے ہیں اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزّت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اِس جہان میں باہر نہیں وہ اُس جہان میں بھی کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنے نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دُور کردیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا ہو اور ایک سچّا عہد اپنے خدا سے کرلیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شے ہے۔ جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقوٰی پہنچتی ہے ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے

کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے

شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے باہر رہو

تکبر تمام شرارتوں کی جڑ ہے

دل کی فروتنی کا سجدہ

کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالے میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کرکے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کردے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالے کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کردے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔

(شہادت القرآن ص۴ آخری)

کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے

بڑا سمجھتے ہیں اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔ مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزّت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے رب کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔ سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات تیار کی گئی ہے۔ جو شخص شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے اِس جہان میں باہر نہیں وہ اُس جہان میں بھی کبھی باہر نہیں ہوگا۔ میں کیا کروں اور کہاں سے ایسے الفاظ لاؤں جو اس گروہ کے دلوں پر کارگر ہوں۔ خدایا مجھے ایسے لفظ عطا فرما اور ایسی تقریریں الہام کر جو ان دلوں پر اپنے نور ڈالیں اور اپنی تریاقی خاصیت سے ان کی زہر کو دُور کردیں۔ میری جان اس شوق سے تڑپ رہی ہے کہ کبھی وہ بھی دن ہو کہ اپنی جماعت میں بکثرت ایسے لوگ دیکھوں جنہوں نے درحقیقت جھوٹ چھوڑ دیا ہو اور ایک سچّا عہد اپنے خدا سے کرلیا کہ وہ ہر ایک شر سے اپنے تئیں بچائیں گے۔ اور تکبّر سے جو تمام شرارتوں کی جڑ ہے بالکل دُور جا پڑیں گے اور اپنے رب سے ڈرتے رہیں گے۔ مگر ابھی تک بجز خاص چند آدمیوں کے ایسی شکلیں مجھے نظر نہیں آتیں۔ ہاں نماز پڑھتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ نماز کیا شے ہے۔

شرارت اور تکبر اور خود پسندی اور غرور اور دنیا پرستی اور لالچ اور بدکاری کی دوزخ سے باہر رہو

تکبر تمام شرارتوں کی جڑ ہے

دل کی فروتنی کا سجدہ

جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتی ہے ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔ دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے اپنے وجود سے دست بردار ہو۔ سو افسوس ہزار افسوس کہ ان باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دم زندگی ہے

کئے جاؤں گا اور دعا یہی ہے کہ خدا تعالےٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کرکے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہوگی اور خدا میری دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ ہاں میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالےٰ کے علم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی منحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے منحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔

(شہادت القرآن ص۴ آخری)

حمامة البشریٰ

(عربی)

اولیاء اللہ کی حالت قرب محبت الٰہی۔ لطیف علوم محفوظیت صبر شجاعت جان اللہ کے ذکر میں استغراق وغیرہ

ان اولیاء الله قوم یحبّهم الله ویحبونه ولهم بربهم تعلقات قویة وله الیهم توجهات عجیبة و عنایات لطیفة و بینهم وبین الله اسرار لا یعلمها الا حبهم۔ فیحبهم الله حبا عجیبًا و یعادی من عاداهم و یوالی من والاهم ولا یدری احد لِمَ احبّهم لِم تلك المرتبة ولم اَتم لهم وظائف الوداد كلها ولم صاروا من المحبوبین۔

وقد جرت عادة الله تعالیٰ انه یفیض الحق علی قلوبهم ویجری لطائف العلوم فی خواطرهم و یطهر فكرتهم ینقّح حكمتهم و یعطی لهم علم تبصر العواقب و اتقاء مواضع المعاطب و یقود كل خیر الیهم و یطرد كل شر منهم و یطلعهم علی معارف

كتابه و علوم نبیه، و یربیهم من عنده و یهدیهم الی صراطه و ینعم علیهم بنعماءه الظاهرة والباطنة و یحفظهم من مقامات مزلة الاقدام ویجعلهم من المحفوظین ویجعلهم من حماة صورة الاسلام و یشرح صدورهم ویوجههم الی حضرته التی هی مبدأ الفیوض فیأتیهم الفیض فی كل یوم غضا طریا وینفسح فی صدورهم من ذلك الفیض الالٰهی انواع لوامع والناس یعملون الخیرات تطبّعًا وهم طباعا و لا تصدر الاعمال الصالحة منهم تكلفا بل تقتضیها فطرتهم السلیمة وتجری فیها ارادات الصلاح كفوران العین و لا یتكاءدهم من الاعمال الشاقة ما یتكاءد غیرهم، تراهم كالجبال عند الاوجال وتتبین شجاعتهم عند تبین الاهوال، یتحلون بمحاسن الاخلاق و یتخلّون مما یسِمّ بالاخلاق، یصبرون تحت مجاری الاقدار حبًا و مواطاة لا لتنوه الاقدار و یطیعون ربهم ببذل الروح واقتحام الاخطار ابتغاء لمرضاة الله لا لارتفاع الاخطار، لا یریدون ملل الخلائق ولا تجد فیهم سوء الطبع وتوشین الخلائق،

الراحمون المحسنون الی عباد الله، مآل الامل
وثمال الیتامی والارامل یبعدون عن کل
کدورة وظلام و عن الهیئة الظلمانیة،
ویملئون من الانوار والجواهر الایمانیة
و یصیر صحن صدورهم مسعی للاوابد
الروحانیة و یجزون امام السدة الربانیة و
تغرق ارواحهم فی بحار حضرته ساجدین،
ویخرجون من النفس والهوی والارادة ولایدرون
النفس ولذاتها و یقلبهم الله یمینا و شمالا
حکمة من عنده و یجدد لهم اراداتٍ بعد
فناء الارادات النفسانیة کلها، ثم یوسلهم
الی عباده رحمة منه فیدعون الناس الی الخیر
والصلاح والسعادة والنجاح، فالذین یقبلونهم
ویتبعونهم و یحذون حذوهم فی کل اعمالهم
و اقوالهم وحرکاتهم و سکناتهم ولا یفارقون
اظلالهم ولا یخرجون عما أمروهم فینالون
السعادة و یفوزون فوز السعداء و یرضون الله و
رسوله و یکونون مبارکین۔

(حمامة البشریٰ صالف)

(ترجمہ از خاکسار) تحقیق اولیاء اللہ ایک ایسی قوم ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے
اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے تعلقات اپنے رب کے ساتھ بہت

قوی ہوتے ہیں اور اس کی توجہ ان کی طرف عجیب ہوتی ہے اور اسی کی عنایات لطیف
اور ان کے اور اللہ کے درمیان ایسے بھید ہوتے ہیں جن کو سوائے ان کے محبوب کے
اور کوئی نہیں جانتا۔ پس اللہ ان سے عجیب محبت کرتا ہے اور ان کے دشمنوں کا
دشمن ہو جاتا ہے اور ان کے دوستوں کا دوست اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیوں ان
سے اس حد تک محبت کرتا ہے اور کیوں ان کے لئے محبت کے وظیفے پورے کرتا ہے
اور کیوں وہ اس کے محبوبوں میں ہو جاتے ہیں۔

اور اللہ تعالےٰ کی عادت یہی ہے کہ وہ ان کے دلوں میں حق کا فیضان جاری
کرتا ہے اور لطیف علوم ان کی طبائع میں ڈالتا ہے اور ان کے فکروں کو پاک کرتا
ہے اور ان کی حکمت کو صاف کرتا ہے اور ان کو نتائج کے جانچنے اور ہلاکت کی جگہوں
سے بچنے کا علم عطا فرماتا ہے۔ اور ہر ایک نیکی ان کی طرف لاتا ہے اور ہر ایک بدی
ان سے دور کرتا ہے۔ اور ان کو اپنی کتاب کے معارف اور اپنے نبی کے علوم سے واقف
کرتا ہے اور اپنے پاس سے ان کی تربیت کرتا ہے اور اپنے راستے کی طرف ان کو
ہدایت دیتا ہے اور ان کو ظاہری اور باطنی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور ہر پھسلنے کی جگہ
سے محفوظ رکھتا ہے اور محفوظین کے طبقے میں داخل کرتا ہے اور ان کو اسلام کے
حامیوں میں سے بناتا ہے اور ان کے دلوں کو کھولتا ہے اور ان کو اپنی جناب کی
طرف متوجہ کرتا ہے جو کہ فیوض کا منبع ہے۔ پس فیض ان کے پاس ہر روز تازہ بتازہ
آتے ہیں۔ اور اس الٰہی فیض سے ان کے دلوں میں قسم قسم کی چمک پھیلتی ہے۔ باقی
لوگ طبائع پر زور ڈال کر نیکی کرتے ہیں اور وہ طبعی طور پر۔ اور ان سے اعمال
صالح تکلف سے سرزد نہیں ہوتے بلکہ ان کی سلیم فطرت ان کا تقاضا کرتی ہے
اور ان کی فطرت میں اصلاح کے ارادے چشمے کی طرح ابلتے ہیں۔
خطرات کے وقت تو ان کو پہاڑوں کی طرح مضبوط دیکھے گا

اوران کی شجاعت مصائب کے وقت ظاہر ہوتی ہے. وہ اعلٰے اخلاق سے مزین ہوتے
ہیں. اور ردی اخلاق سے خالی ہوتے ہیں. اور قضاو قدر کے جاری ہونے کے وقت
محبت اور موافقت کی وجہ سے صبر کرتے ہیں نہ کہ مجبوری کی وجہ سے. اور اپنے رب کی
اطاعت کرتے ہیں اپنی تمام روح کے ساتھ اور تمام خطرات کو برداشت کر کے محض
اللہ کی رضا جوئی کے لئے نہ کہ خطرات کو دور کرنے کے لئے   اور
تو ان ہی سوئے طبع اور   نہ پائے گا. وہ اللہ کے بندوں پر رحم کرنے
والے اور احسان کرنے والے ہوتے ہیں. وہ امیدگاہ ہوتے ہیں اور یتیموں اور بیوؤں
کی پناہ. اور وہ ہر ایک کدورت اور اندھیرے سے دور کئے جاتے ہیں اور ہر ایک
ظلمانی حالت سے. اور وہ ایمانی جواھر اور انوار سے بھر دئیے جاتے ہیں. اور
ان کا صحنِ سینہ روحانی غرائب کی جولان گاہ ہو جاتا ہے. اور وہ ربانی دہلیز پر گرے
رہتے ہیں. اور ان کی روحیں حضرت باری کے سمندروں میں ڈوبی رہتی ہیں سجدہ کرتی ہوئیں
وہ نفس اور خواہشات اور ارادہ سے باہر نکل آتے ہیں اور نفس اور اس کی لذات کو
نہیں جانتے. اللہ ہی ان کو اپنی حکمت کے ماتحت دائیں اور بائیں پھراتا ہے. اور ان
کے لئے نئے ارادے بناتا ہے ان کے سارے کے سارے نفسانی ارادوں کے فنا
ہو جانے کے بعد. پھر ان کو رحمت کے طور پر بندوں کی طرف بھیجتا ہے. پس وہ لوگوں کو
نیکی اور بھلائی اور سعادت اور کامیابی کی طرف بلاتے ہیں. جو لوگ ان کو قبول کرتے ہیں
اور ہر ایک عمل اور قول اور حرکت اور سکون میں ان کے قدم بقدم چلتے ہیں اور ان کے
سایوں سے جدا نہیں ہوتے اور ان کے احکام سے نہیں نکلتے پس وہ سعادت حاصل کر لیتے
ہیں اور سعید لوگوں جیسے کامیاب ہو جاتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کو
راضی کر لیتے ہیں اور مبارک لوگوں میں سے ہو جاتے ہیں۔

وكذالك قال عزوجل ومن يتق الله يجعل له مخرجًا
ويرزقه من حيث لا يحتسب ۔
و انت تعلم ان الذين يصلون مقامات الكمال
من الاتقاء وخوف هجر الرب لا يبقى لهم هم و
اهتمام فى فكر الرزق الذى هو حظ الجسم اعنى
الخبز و اللحم و انواع الطعام والشراب والالبسة،
بل ينهضون لاكتساب الاموال الروحانية و يجذب
قلبهم و روحهم و شوقهم الى المولى والى رزق
يزيدهم يقينًا و معرفة و يدخلهم فى
الواصلين، ولا يريدون الدنيا و شهواتها و
لذاتها وماكان اعظم مراداتهم الدنيا ولا
ان ياكلوا و يشربوا و يتلفوا اعمارهم فى
الخضم والقضم و يعيشوا كالمترفين۔ فالرزق
الذى هو مراد رجال اولى التقوى انما هو فيض
الغيب من الكشف والالهام والمخاطبات ليبلغوا
مراتب اليقين كلها و يدخلوا فى عباد الله
العارفين۔ فقد وعد الله لهم وقال من يتق
الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لايحتسب
و اما الذين يظنون ان الرزق منحصر فى
التنعمات الجسمانية فقد اخطأوا خطأً كبيرا
و ما تدبروا فى القرآن حق التدبر وكانوا من الغافلين

اولیاء اللہ کو دنیوی رزق کے ہم وغم سے فراغت ہوتی ہے اور وہ اپنے مولا کی طرف جذب کئے جاتے ہیں۔ کشوف اور مکالمات کا رزق

(ترجمہ از خاکسار) اور اسیطرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو اللہ کا تقوےٰ اختیار کرے گا وہ اس کے لئے کوئی راستہ نکال دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا۔ اور تو جانتا ہے کہ جو لوگ اتقاء کے کمال درجہ پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے رب کی جدائی سے ڈرتے ہیں ان کو کوئی غم اور فکر اس رزق کے متعلق نہیں رہتا جو کہ جسم کا حصہ ہے یعنی روٹی اور گوشت اور قسم قسم کے کھانے اور پینے اور لباس۔

بلکہ وہ روحانی مالوں کے کمانے کے لئے مستعد رہتے ہیں۔ اور ان کا دل اور روح اور شوق ان کو مولا کی طرف کھینچتا ہے اور ایسے رزق کی طرف جو ان کو یقین اور معرفت میں بڑھاتا ہے اور ان کو واصلین میں داخل کر دیتا ہے۔ اور وہ دنیا اور اس کی شہوتوں اور اس کی لذات کو نہیں چاہتے اور ان کی بڑی مراد دنیا نہیں ہوتی اور نہ ہی یہ کہ وہ کھائیں اور پیئیں اور اپنی عمروں کو کھانے اور چابنے میں ضائع کر دیں اور عیاشوں کی طرح زندگی گزاریں بلکہ وہ رزق جو کہ متقی لوگوں کا مقصود ہوتا ہے وہ اللہ کے فیوض کشف اور الہام اور مخاطبات کے رنگ میں ہوتے ہیں تا کہ وہ یقین کے مراتب تمام کے تمام حاصل کر لیں اور عارف لوگوں میں داخل ہو جائیں۔ پس ان کے لئے اس نے وعدہ فرمایا ہے اور کہا ہے کہ جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اس کے لئے راستہ نکال دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جو اس کے وہم وگمان میں بھی نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ رزق صرف جسمانی تنعم ہیں انہوں نے بہت غلطی کھائی ہے اور قرآن پر غور نہیں کیا جیسا کہ غور کرنے کا حق ہے اور غافلوں میں سے ہو گئے۔

(حمامۃ البشریٰ ص۸۰ طبع اول)

توکل علی اللہ۔ وفا۔

فان کان ربی یخذلنی فمن ذا الذی یعزنی
و ان کان یعزنی فمن ذا الذی یخذلنی فکل امری

فی ید ربی۔ ان کان لی عنده قدر فیھب سترا
یمتد و الا فیترکنی بوجه یسود۔ فلا اعلم
غیره احدًا الذی یھلکنی أو کان من المنجین۔
وارجو فضله وانتظر نصرته وھو ربی منّ علی
و أتم علی نعمته۔ یعلم ما فی قلبی وھو ارحم
الراحمین۔ و انی وضعت فی نفسی أن اموت علی بابه
ولا ابرحها فی کل حال من الفتح والھزیمة حتی
یاتینی نصر منه ومن ینصر الا اللہ وھو
نعم المولی و نعم النصیر۔

(حمامۃ البشریٰ ص۹۲ طبع اول)

(ترجمہ از خاکسار) پس اگر میرا رب مجھے ذلیل کرے تو اور کون ہے جو مجھے عزت دے سکے۔ اور اگر وہ مجھے عزت دے تو اور کون ہے جو مجھے ذلیل کر سکے۔ پس میری ہر ایک بات میرے رب کے ہاتھ میں ہے۔ اگر اس کے نزدیک میرا کوئی مرتبہ ہے تو وہ مجھے ایسا پردہ بخشے گا جو ڈھانکنے کے لئے کافی ہوگا ورنہ وہ مجھے سیاہ چہرے کے ساتھ چھوڑ دے گا (یعنی ذلت میں) میں اس کے سوا اور کسی کو نہیں جانتا جو مجھے ہلاک کر سکے یا نجات دینے والوں سے ہو۔ اور میں اس کے فضل کا امیدوار ہوں اور اسی کی مدد کا منتظر ہوں۔ وہ میرا رب ہے جس نے مجھ پر احسان کیا اور اپنی نعمت کو مجھ پر تمام کیا۔ وہ جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اور میں نے اپنے دل میں ٹھان لی ہے کہ میں اسی کے دروازے پر مروں گا اور کسی حالتِ کامیابی و نامرادی میں اس سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت میرے

پاس آجائے اور اللہ کے سوا کون مدد کرسکتا ہے۔ وہ کیا اچھا یار و مددگار ہے۔

(حمامۃ البشریٰ ص۹۴)

نورُ الحق حصہ اوّل

اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا کبھی خسارے میں نہیں رہتا بخشش کے لئے انتہائی جدوجہد کی ضرورت

و من يعمل مثقال ذرة خيرًا يراه ويبارك
الله فى ماله و اهله و عياله و ما تنفقون
فى سبيل الله فهو عائد اليكم فى الدنيا
والآخرة ولا ترون خسرا فان اعطيتم يذرًا
فلكم زراعة و ان اعطيتم قطرة فلكم
بحر فضلا من عند الله و الله لا يضيع اجر
المحسنين - ام حسبتم ان تغفروا و يرضى
عنكم ربكم و لما يجدكم ساعين لمرضاته
والطائعين كالمخلصين - ايها الرجال اتقوا الله
وكونوا من الذين يوثرونه على انفسهم واعلموا
ان الله مع المتقين - انما اموالكم و اولادكم
فتنة و ينظر الله اتحبونه او تحبون شيئًا
اخرى و ستبعدون عن هذه اللذات ولا تبقى
هذه المجالس و نظارتها ثم ترجعون الى الله

و تسئلون عما عملتم و عما جاهدتم فی سبله فقوموا ایها الناس قوموا سریعًا ولا تقعدوا مع المترفین۔

ترجمہ: اور جو شخص ایک ذرہ کے موافق بھی بھلائی کرے گا وہ اس کا اجر پائے گا اور خدا اس کے مال اور اہل اور عیال میں برکت دے گا اور جو کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہاری طرف دُنیا اور آخرت میں پھر لوٹ کر واپس آئے گا اور تم نقصان نہیں اٹھاؤ گے۔ پس اگر تم ایک بیج دو گے تو تمہارے لئے ایک زراعت ہوگی اگر قطرہ دو گے تو تمہارے لئے دریا ہوگا اور خدا نیکو کاروں کا کبھی اجر ضائع نہیں کرتا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یونہی بخشے جاؤ اور خدا تم سے راضی ہو جائے اور ہنوز اُس نے تم کو اپنی رضامندی کی راہوں میں سرگرم نہ پایا ہو اور تم فرمانبردار اور مخلص اس کی نظر میں نہ ٹھہرے ہو اے لوگو خدا سے ڈرو اور ان لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو خدا کو اپنے نفسوں پر مقدم کر لیتے ہیں اور یقیناً جانو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش کی جگہ ہیں۔ اور خدا دیکھتا ہے کہ تم اس سے پیار کرتے ہو یا دوسری چیزوں سے اور وہ وقت آتا ہے کہ تم ان لذتوں سے دور کر دیئے جاؤ گے اور یہ مجلسیں باقی نہیں رہیں گی اور نہ اُن کے دیکھنے والے پھر تم خدا تعالےٰ کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اور تم سے تمہارے اعمال کا سوال ہوگا اور یہ کہ تم نے اس کی راہ میں کیا کیا کوششیں کیں پس اٹھو اے لوگو اٹھو وقت جاتا ہے جلد اٹھو اور آرام پسندوں کے ساتھ مت بیٹھو

(نور الحق حصہ اوّل ص۲۰، ۲۱ طبع اوّل)

اعلائے کلمہ اسلام کی اہمیت

و ان انفس القربات اعلاء کلمۃ الاسلام وھذا وقتہ فلا تضیعوا وقتکم و قوموا کالخادمین

(ترجمہ) اور سب الٰہی عملوں سے جو خدا تعالےٰ کی قربت کے لئے کئے جاتے ہیں کلمہ اسلام کی بلندی چاہنا زیادہ ثواب کا موجب ہے پس اپنے وقتوں کو ضائع مت کرو اور خادموں کی طرح اٹھ کھڑے ہو

(نور الحق حصہ اوّل ص۲۱ طبع اوّل)

پاک بننے اور جیفہ دنیا سے بچنے کی نصیحت

ایّھا النّاس زکوا نفوسکم و طھروا صدورکم ولا تفرحکم جیفۃ الدنیا و شحومھا ولا تجلبکم الیھا کلابھا ولا تموتوا الا مسلمین مطھرین۔ ولا تتقوا لعن المخلوق فانہ سھل ھین واتقوا لعن اللاعن الذی یسود الوجوہ لعنہ ویلقی فی ھوۃ السافلین ھذا ما اوصیناکم فتذکروا ما اوصینا واشھدوا انا بلغنا واللہ خیر الشاھدین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ترجمہ:- اے لوگو اپنے نفسوں کو صاف کرو اور اپنے سینوں کو پاک بناؤ اور تمہیں دُنیا کا مُردار اور اس کی چربی بے ہودہ خوش نہ کرے اور اور اس کے کتے تمہیں اس گوشت کی طرف نہ کھینچیں اور بجز پاک مسلمان ہونے کی حالت کے مت مرو۔ اور خلقت کی لعنت سے مت ڈرو کیونکہ وہ سہل اور آسان ہے اور اس خدا کی لعنت سے ڈرو جس کی لعنت موہنوں کو کالا کر دیتی

و تسئلون عما عملتم و عما جاھدتم فی
سبله فقوموا ایها الناس قوموا سولیعًا
ولا تقعدوا مع المترفین۔

ترجمہ: اور جو شخص ایک ذرہ کے موافق بھی بھلائی کرے گا وہ اس
کا اجر پائے گا اور خدا اس کے مال اور اہل اور عیال میں برکت دے گا اور جو
کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہاری طرف دنیا اور آخرت میں پھر لوٹ کر
واپس آئے گا اور تم نقصان نہیں اٹھاؤ گے۔ پس اگر تم ایک بیج دو گے تو تمہارے لئے
ایک زراعت ہو گی اگر قطرہ دو گے تو تمہارے لئے دریا ہو گا اور خدا نیکو کاروں کا
کبھی اجر ضائع نہیں کرتا۔ کیا تم جانتے ہو کہ یونہی بخشے جاؤ اور خدا تم سے راضی
ہو جائے اور ہنوز اس نے تم کو اپنی رضامندی کی راہوں میں سرگرم نہ پایا ہو اور تم
فرمانبردار اور مخلص اس کی نظر میں نہ ٹھہرے ہو اے لوگو خدا سے ڈرو اور ان لوگوں کی
طرح ہو جاؤ جو خدا کو اپنے نفسوں پر مقدم کر لیتے ہیں اور یقیناً جانو کہ خدا پرہیزگاروں
کے ساتھ ہے۔ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش کی جگہ ہیں۔ اور خدا دیکھتا ہے
کہ تم اس سے پیار کرتے ہو یا دوسری چیزوں سے اور وہ وقت آتا ہے کہ تم ان
لذتوں سے دور کر دیئے جاؤ گے اور یہ مجلسیں باقی نہیں رہیں گی اور نہ اُن کے
دیکھنے والے پھر تم خدا تعالےٰ کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے اور تم سے تمہارے
اعمال کا سوال ہو گا اور یہ کہ تم نے اس کی راہ میں کیا کیا کوششیں کیں پس اٹھو
اے لوگو اٹھو وقت جاتا ہے جلد اٹھو اور آرام پسندوں کے ساتھ مت بیٹھو

(نور الحق حصہ اول ص۲۰، ۲۱ طبع اول)

اعلائے کلمہ اسلام کی اہمیت

و ان انفس القربات اعلاء کلمۃ الاسلام وھذا
وقته فلا تضیعوا وقتکم و قوموا کالخادمین

(ترجمہ) اور سب الٰہی عملوں سے جو خدا تعالےٰ کی قربت کے لئے کئے جاتے
ہیں کلمہ اسلام کی بلندی چاہنا زیادہ ثواب کا موجب ہے پس اپنے وقتوں کو ضائع مت
کرو اور خادموں کی طرح اٹھ کھڑے ہو

(نور الحق حصہ اول ص۲۱ طبع اول)

پاک بننے اور جیفہ دنیا سے بچنے کی نصیحت

ایُّھَا النَّاسُ زکوا نفوسکم و طھروا صدورکم
ولا تفرحکم جیفۃ الدنیا و شحومھا ولا تجلبکم
الیھا کلابھا ولا تموتوا الا مسلمین مطھرین۔
ولا تتقوا لعن المخلوق فانه سھل ھین
واتقوا لعن اللاعن الذی یسود الوجوہ لعنه
و یلقی فی ھوۃ السافلین ھذا ما اوصیناکم
فتذکروا ما اوصینا واشھدوا انا بلغنا
واللہ خیر الشاھدین۔ وآخر دعونا ان الحمد
للہ رب العالمین۔

ترجمہ:- اے لوگو اپنے نفسوں کو صاف کرو اور اپنے سینوں کو پاک
بناؤ اور تمہیں دنیا کا مردار اور اس کی چربی بے ہودہ خوش نہ کرے اور
اور اس کے کتے تمہیں اس گوشت کی طرف نہ کھینچیں اور بجز پاک مسلمان ہونے
کی حالت کے مت مرو۔ اور خلقت کی لعنت سے مت ڈرو کیونکہ وہ سہل اور
آسان ہے اور اس خدا کی لعنت سے ڈرو جس کی لعنت مونہوں کو کالا کر دیتی

ہے اور نیچے گرنے والوں کے گڑھوں میں ڈالتی ہے۔ ہماری یہ نصیحت ہے
سو اس نصیحت کو یاد رکھو اور گواہ رہو کہ ہم نے نصیحت کو پہنچا دیا۔ اور خدا سب
گواہوں سے بہتر ہے۔ اور آخری دعوت ہماری یہی ہے کہ تمام تعریفیں خدا کو
ہیں جو تمام عالموں کا رب ہے۔

(نور الحق حصہ اول صـ۲۲ طبع اوّل)

والد صاحب اور بھائی صاحب کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا انقطاع الی اللہ

ولکنی ماکنت ذا خصب و نعمة و سعة
و ثروة ولا ذا املاك و ارضين. بل تبتلت
الی الله بعد ارتحالهما و لحقت بقوم منقطعين
وجذبنی ربی اليه و احسن مثوای واسبغ
علی من نعماء الدين و فادنی من تدنسات
الدنيا الی حظيرة قدسه و اعطانی ما اعطانی
وجعلنی من الملهمين المحدثين. فما كان
عندی من مال الدنيا و خيلها و افراسها
غير انی اعطيت جياد الاقلام و رزقت جواهر
الكلام و اعطيت من نور يؤمننی العثار و
يبين لی الآثار فهذه الدولة الالٰهية
السماوية قد اغنتنی وجبرت عيلتی و
اضاءتنی و نورت ليلتی و ادخلتنی فی
المنعمين.

(صـ۲۹ ؎)

ترجمہ: لیکن میں صاحب مال اور صاحب املاک نہیں تھا۔ بلکہ میں ان کی وفات
کے بعد اللہ جلشانہٗ کی طرف جھک گیا اور ان میں جا ملا جنہوں نے دنیا کا تعلق
توڑ دیا۔ اور میرے رب نے اپنی طرف مجھے کھینچ لیا اور مجھے نیک جگہ دی اور
اپنی نعمتوں کو مجھ پر کامل کیا اور مجھے دُنیا کی آلودگیوں اور مکروہات سے نکال کر اپنی
مقدس جگہ میں لے آیا اور مجھے اس نے دیا جو کچھ دیا اور مجھے ملہموں اور محدثوں
میں سے کر دیا۔ سو میرے پاس دنیا کا مال اور دنیا کے گھوڑے اور دنیا کے سوار
تو نہیں تھے بجز اس کے کہ عمدہ گھوڑے قلموں کے مجھکو عطا کئے گئے اور کلام کے
جواہر مجھ کو دیئے گئے اور وہ نور مجھ کو عطا ہوا جو مجھے لغزش سے بچاتا
اور راست روی کے آثار مجھ پر ظاہر کرتا ہے۔ پس اس الٰہی اور آسمانی دولت
نے مجھے غنی کر دیا۔ اور میرے افلاس کا تدارک کیا اور مجھے روشن کیا اور میری رات
کو منور کر دیا اور مجھے منعموں میں داخل کیا۔

ہم دنیا کی بادشاہت کے طالب نہیں

انا لسنا طالبی ملکوت الارض ولا نريد امارة
هٰذه الدنيا و زينتها الفانية۔ ان نريد الا
ملکوت السماء التی لا تنفد ولا تفنی ولا
تنقضی بالموت۔ ولا نطلب قهر الناس بالحكومة
والسياسة والقضاء بل نطلب عزيمة قاهرة
الاهواء فی الرضاء المولٰی الذی هو احكم الحاكمين.

ترجمہ:۔ ہم دنیا کی بادشاہت کے طالب نہیں اور نہ ہم دنیا کی امیری کو چاہتے
ہیں اور نہ ہم اس دار فانی کی زینت کے خواہش مند ہیں۔ ہم صرف اس آسمانی بادشاہت
کو چاہتے ہیں جس کا انجام نہیں اور نہ کبھی وہ زوال پذیر ہے اور نہ مرنے سے دُور

ہو سکتی ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ حکومت اور سیاست اور فرمانروائی کے ساتھ
لوگوں کو مغلوب کریں بلکہ ہم ایسے عزم کے طالب ہیں جو رضائے مولی الحکم الحکمین
کے لئے نفسانی جذبات پر غالب ہو۔

(نور الحق حصہ اوّل صہ ۳۹ طبع اوّل)

خدا تعالیٰ سے تعلق محبت الٰہی۔

وکفّرنی عدو الحق حمقاً   فقلت اخسأ یرانی من ھدانی

اور ایک سچ کے دشمن نے مجھے کافر ٹھہرایا سو میں نے کہا دفع ہو جس نے مجھے ہدایت دی وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

صو ارمه علیّ مسلّلات   و انی نحو وجه الحبّ رانی

اُس دشمن کی تلواریں میرے پر کھینچی ہوئی ہیں۔ اور میں اپنے پیارے اللہ کی طرف دیکھ رہا ہوں

و انی قد وصلت ریاض حُبیّ   ویطلبنی خصیمی فی المحانی

اور میں اپنے پیارے کے باغوں میں پہنچا ہوا ہوں اور دشمن مجھے جنگلوں میں تلاش کر رہا ہے

هویت الحب حتی صار روحی   وارانی جِنانی فی جَنانی

میں نے اس پیارے سے محبت کی یہاں تک کہ وہ میری جان ہو گیا اور میرا بہشت اُس نے میرے دل ہی میں دکھا دیا

بوجه الحبّ لست حریص ملك   کفانی ما اری نفسی کفانی

اس پیارے کی قسم ہے کہ میں کسی ملک کا حریص نہیں اور یہ میرے لئے کافی ہے کہ میں اپنے نفس کو فنا کی حالت میں دیکھتا ہوں

عمود الخشب لا ابغی لسقفی   وحبی صارلی مثل البوان

میں لکڑی کے ستون اپنی چھت کے لئے نہیں چاہتا اور میرا پیار میرے لئے ایسا ہو گیا ہے جیسا کہ ستون

ورثنا المجد من ذی المجد حقاً   وصُبّغنا بمحبوب مقانی

ہم نے بزرگی کو خدائے ذوالمجد سے پایا اور اس ملنے والے پیارے کے رنگ سے ہم رنگے گئے

دخلت النار حتی صرت نارًا   ونخلی فاق افکار الافانی

میں آگ میں داخل ہوا یہاں تک کہ میں آگ ہی ہو گیا اور میری کھجور گھات پات کے فکروں سے بہت بلند رتبہ ہو گئی

خموری منتقاة غیر کدر   مُشعشعة بماء الاقتران

اور میری شراب ایک چنی ہوئی شراب و مصفّا ہے جس میں الٰہی محبت کا پانی ملایا گیا ہے

ولست موارياً عن عین ربی   و ان الله خلاقی یرانی

اور میں اپنے رب کی آنکھ سے پوشیدہ نہیں ہوں اور خدا جو میرا پروردگار ہے مجھے دیکھ رہا ہے

یُدَھدِہ راس کذاب غیورٌ   ویھلکه کصید مُستھان

وہ جھوٹے کے سر کو خاک میں رلاتا ہے کیونکہ غیرت مند ہے اور اس کو اس شکار کی طرح ہلاک کرتا ہے جو سراسیمہ اور سرگردان ہو

و انا الناظرون الی قدیر   قریب قادرٍ حبٍّ مُدانی

اور ہم اس قدیر کی طرف دیکھ رہے ہیں جو قریب اور قادر ہے اور جو بندہ اور اُس کے دل میں حائل ہو جاتا ہے

و انا الشاربون کئوس جدٍّ   و انا الکاسرون فئوس خانی

اور ہم پُر حکمت باتوں کے پیالے پیتے ہیں اور ہم فضول گو کے تیروں کو توڑ رہے ہیں

و انا الواصلون قصور مجد   و انا فاصلون من الادانی

اور ہم بزرگی کے محلوں تک پہنچ گئے ہیں اور ہم نے ادنیٰ لوگوں سے جدائی اختیار کر لی ہے۔

واُبدرنا من الرحمان بدر   فنحن المبدرون ولا نمانی

اور ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک چاند نکلا ہے سو ہم چاند کو پانے والے ہیں اور انتظار کرنے والے نہیں

ونحن الفائزون کمال فوز   و نحن المنعمون ولا نعانی

اور ہم کمال کامیابی کو پہنچ گئے ہیں اور ہم نعمتوں میں وقت بسر کرتے ہیں۔ اور سختی نہیں اٹھاتے

(نور الحق صہ ۶۸ - ۶۹)

نور الحق حصہ دوم

دُعا بلا کو ردّ کرتی ہے

وھذا من سنۃ اللہ ان الدعاء یرد البلاء ولا یلتقی دعاء و بلاء الا و ان الدعاء یغلب باذن اللہ اذا ما خرج من شفتی الاوابین فطوبی للداعین۔

ترجمہ: اور یہ خدا تعالےٰ کی سنّت ہے کہ وہ دعا کے ساتھ بلا کو ردّ کرتا ہے اور دعا اور بلا کبھی دونوں جمع نہیں ہوتیں مگر دعا باذن الٰہی بلا پر غالب آتی ہے جب ایسے لبوں سے نکلتی ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ سو دعا کرنے والوں کو خوشخبری ہو۔

(نور الحق حصہ دوم ص۳۶ طبع اوّل)

دین میں عالی ہمت اور صاحب غیرت ہونا بلندی کی

وان اللہ اذا اراد ان یعلی قوماً فیجعل لھم ھمماً فی الدین وغیرۃ للصراط المتین

ترجمہ: اور خدا تعالےٰ جس وقت ارادہ فرماتا ہے کہ کسی قوم کو بلندی

بخشے تو ان کو دین میں عالی ہمت اور صاحب غیرت کر دیتا ہے۔

(" ص۵۲ ")

فلا واللہ لست ککافرینا ۔ فدت نفسی نبیاً ذا المقام

واصبانی النبی بحسن وجہ ۔ اری قلبی لہ کالمستہام

و ذکر المصطفیٰ روح لقلبی ۔ وصار لمہجتی مثل الطعام

ترجمہ: پس یہ بات نہیں اور بخدا میں کافر نہیں میری جان اس نبی پر قربان ہے جو صاحب مقام محمود ہے۔

اور میرا دل نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کھینچ لیا اور میں اپنے دل کو اس کے لئے سراسیمہ دیکھتا ہوں۔

اور نبی کریمؐ کا ذکر میرے دل کیلئے آرام ہے۔ اور میری جان کے مثل طعام کے ہے

(نور الحق حصہ دوم ص۶۰ طبع اوّل)

اتمام الحجۃ

واقسم بعلّام المخفیات ومعین الصادقین والصادقات انی من اللّٰہ رب الکائنات تترعد الارض من عظمتہ و تنشق السماء من ھیبتہ وماکان لکاذب ملعون ان یعیش عمرًا مع فریتہ فاتقوا اللہ وجلال حضرتہ۔ الم یبق فیکم ذرۃ من التقوی انسیتم وعظ کف اللسان وخوف العقبیٰ یا ایھا الظانون ظن السوء تعالوا ولا تفروا من الضوء یا قوم انی من اللہ انی من اللہ انی من اللہ واشھد ربی انی من اللہ او من باللہ وکتابہ الفرقان و بکل ما ثبت من سید الانس و نبی الجان و قد بعثت علی راس المائۃ لاجدد الدین و انور وجہ الملۃ واللہ علی ذلک شھید و یعلم من ھو شقی و سعید۔

خدا کی قسم ہی صادق اور مامور من اللہ ہوں۔ حالتِ قرب

فاتقوا اللہ یا معشر المستعجلین الیس فیکم رجل من المتخشعین. اتصولون علی الاسود و لاتمیزون المقبول من المردود و فی الامۃ قوم یلحقون بالافراد و یکلمھم ربھم بالمحبۃ والوداد و یعادی من عاداھم و یوالی من والاھم و یطعمھم و یسقیھم و یکون فیھم و علیھم ولھم و یحاطون من رب العالمین لھم اسرار من ربھم لا یعلمھا غیرھم و یشرب قلبھم ھوی المحبوب و یوصلون الی المطلوب بنور باطنھم و یترک ظاھرھم فی الملومین فطوبی لفتی یاتم باٰباءھم وتنکسر جبابرۃ مکرہ فی جنابھم و یسرج جواد الصدق لصحبتہ الصادقین۔

(اتمام الحجۃ صـ۱۳ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) اور میں غیبوں کے جاننے والے اور صادقوں کے مددگار کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس کائنات کے رب کی طرف سے ہوں جس کی عظمت سے زمین کانپتی ہے اور جس کی ہیبت سے آسمان پھٹتا ہے اور کسی کاذب کے لئے ممکن نہیں کہ وہ باوجود اپنے جھوٹ کے ایک لمبی عمر زندہ رہے پس تم اللہ اور اس کے جلال سے ڈرو۔ کیا تم میں ایک ذرہ تقویٰ باقی نہیں رہا کیا تم زبان کو روکنے اور عاقبت کے خوف کی وعظیں بھول گئے ہو۔ اے بدگمانو آؤ اور اس روشنی سے نہ بھاگو۔ اے میری قوم میں اللہ کی طرف سے ہوں

اور یقیناً میں اسی کی طرف سے ہوں اور اسی کی طرف سے ہوں۔ اور میں اپنے رب کو گواہ ٹھہراتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں۔ میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور قرآن مجید پر اور ہر اس بات پر جو نبی کریمؐ سے ثابت ہو۔ اور میں صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ دین کی تجدید کروں اور ملّت کے چہرہ کو منوّر کروں اور خدا اس پر گواہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ کون شقی ہے اور کون سعید ہے۔ پس اسے جلد باذن اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ کیا تم میں کوئی شخص خدا سے ڈرنے والا نہیں۔ کیا تم شیروں پر حملہ کرتے ہو اور مقبول اور مردود میں فرق نہیں کرتے۔ اور اس امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو منفرد کئے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ ان کا رب محبت سے کلام کرتا ہے اور اس سے دشمنی کرتا ہے جو ان سے دشمنی کرتے ہیں اور اس سے دوستی کرتا ہے جو ان سے دوستی کریں اور ان کو خود کھلاتا اور پلاتا ہے اور ان کے اندر اور ان کے باہر اور ان کے لئے ہو جاتا ہے اور وہ رب العالمین سے گھیرے جاتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب سے ایسے بھید ہوتے ہیں کہ ان کا غیر انہیں نہیں جانتا۔ اور ان کا دل محبوب کے عشق سے لبریز ہوتا ہے اور وہ مقصد حقیقی تک پہنچائے جاتے ہیں۔ ان کا باطن منوّر کیا جاتا ہے اور ان کا ظاہر ملامت کئے گیوں میں چھوڑا جاتا ہے۔ پس خوشخبری ہے اس کے لئے جو ان کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے اور اس کے مکر کی مورتیں ان کے حضور ٹوٹ جاتی ہیں اور وہ ان کی صحبت اختیار کرتا ہے۔

انسان کی پرستش کرنا سخت ظلم ہے انسان کے مدارجِ قرب

انسان کی پرستش کرنا سخت ظلم ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کیا ہیں۔ صرف ایک عاجز انسان اور اگر خدا تعالےٰ نے چاہے تو ایک دم میں کروڑہا ایسے بلکہ ہزارہا درجہ ان سے بہتر پیدا کر دے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کر رہا ہے۔ مشتِ خاک کو منوّر کرنا اس کے نزدیک کچھ حقیقت نہیں۔ جو شخص صاف دل

کا کوئی انتہا نہیں۔

سے اور کامل محبت سے اس کی طرف آئے گا بے شک وہ اس کو اپنے خاص بندوں میں داخل کرے گا۔ انسان قرب کے مدارج میں کہاں تک پہنچ سکتا ہے اس کا کچھ انتہا بھی ہے ہرگز نہیں۔ اے مُردوں کے پرستارو زندہ خدا موجود ہے اگر اس کو ڈھونڈو گے پاؤ گے اگر صدق کے پیروں کے ساتھ چلو گے تو ضرور پہنچو گے یہ نامردوں اور مخنثوں کا کام ہے کہ انسان ہو کر اپنے جیسے انسان کی پرستش کرنا۔ اگر ایک کو باکمال سمجھتے ہو تو کوشش کرو کہ ویسے ہی ہو جاؤ نہ یہ کہ اس کی پرستش کرو۔

(انجام آتھم صفحہ ۲۸ طبع اوّل)

محبانِ الٰہی کی ایذا دہی حماقت ہے اللہ کا ان سے تعلق

الا ان لله عبادا يحبهم و يحبونه آثرهم و ملأ قلوبهم من حبه و حب مرضاته فنسوا انفسهم استغراقا فی محبة ذاته و صفاته فلا تعلق همتك بايذاء قوم لا تعرفهم و منازلهم و انك لا تنظر اليهم الا كعمين۔ انهم خرجوا من خلق كان مشابه خلق وجودك وسعوا الى مقامٍ اعلى و تباعدوا عن حدودك و وصلوا مكانا لا تصل اليها انظارك ولا تدركها افكارك و نزلوا بمنزلة لا يعلمها الا رب العالمين۔ فلا تدخل فی اقوالهم كمجترئين ولا تتحرك بسوء الظنون و قلة الادب معهم كمعتدين فيعاديك ربك وتلحق بالخاسرين۔

(انجام آتھم صفحہ ۳۰ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) خبردار رہو کہ اللہ کے ایسے بندے بھی ہوتے ہیں کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ ان کو چن لیتا ہے اور ان کے دل اپنی رضامندی سے بھر دیتا ہے۔ پس وہ اس کی ذات اور صفات کی محبت میں غرق ہو کر اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہیں۔ پس تو اس قوم کی ایذاء کے لئے کمر نہ باندھ کہ تو ان کو اور ان کے مرتبے کو نہیں پہچانتا اور تو ان کی طرف صرف اندھوں کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ اس خلق سے نکل گئے ہیں جو تیرے وجود کی خلق سے مشابہ ہے اور کوشش کر کے ایک اعلےٰ مقام پر چلے گئے ہیں اور تیری حدود سے دور ہو گئے ہیں اور ایسی جگہ پہنچ گئے ہیں کہ جہاں تیری نظریں نہیں پہنچتیں اور نیز فکر اس کو سمجھ نہیں سکتا اور ایسے مقام پر نازل ہو گئے ہیں کہ جس کو سوائے رب العالمین کے اور کوئی نہیں جانتا پس تو ان کے اقوال میں دلیری سے داخل نہ ہو اور ان پر بدظنی نہ کر اور ان کے ساتھ بے ادبی سے پیش نہ آ حد سے گزرنے والوں کی طرح ورنہ نیز رب تیرا دشمن ہو جائیگا اور تو خسارہ پانے والوں سے مل جائے گا۔

سر الخلافہ

(عربی)

ایہا الاعزة اعلموا رحمکم اللہ انی امرء علّمت من حضرة اللہ القدیر ویسونی ربی لکل دقیقة ونجانی من اعتیاص المسیر وعافانی وصافانی و اسرانی من بیت نفسی الی بیتہ العظیم الکبیر فلما وصلت القبلة الحقیقة بعد قطع البواری والبحار و تشرفت بطواف بیتہ المختار وخصصنی لطف ربی بتجدید المدارك و ادراك الاسرار وکان ربی خدنی وودی و استودعنہ کل وجودی و اخذت من لدنہ کل علم من الدقائق والاسرار۔ و صبغت منہ فی جمیع الانظار والافکار۔ صرفت عنان التوجہ الی کل نزاع کان بین فِرق القوم والملّة۔

(سر الخلافہ طبع اول صـ۲)

اپنا ذکر مجھے اللہ نے اپنی طرف سے علم دیا اور مجھے میرے نفس کے گھر سے نکال کر اپنے گھر میں داخل کیا۔

(ترجمہ از خاکسار) اے عزیزو جان لو اللہ تم پر رحم کرے کہ میں ایک شخص

ہوں جس کو اللہ قدیر نے اپنی جناب سے سکھایا اور ہر ایک باریک راہ پر مجھے
چلایا اور راستے کی مشکلات سے مجھے بچایا اور میری حفاظت کی اور مجھے صاف کیا اور
مجھے میرے اُنس کے گھر سے اپنے گھر کی طرف لے گیا جو عظیم اور کبیر ہے۔ پس جب
میں جنگل اور سمندر طے کر کے حقیقی قبلہ تک پہنچا اور اس کے مختار گھر کے طواف سے مشرف
ہوا اور میرے رب نے مجھے مخصوص کیلئے حواس کے ساتھ اور مجھے پوشیدہ اسرار سکھائے۔
اور میرا رب میرا دوست ہے اور میرا محبوب ہے اور میں نے اپنا سارا وجود اس کے سپرد کر دیا
ہے اور میں نے اس سے حاصل کیا سب دقائق اور اسرار کا علم اور میری سب نظر اور
فکر اسی کے رنگ سے رنگین کی گئی تو میں نے اپنی توجہ ان جھگڑوں کی طرف پھیری جو
اس قوم کے مختلف فرقوں میں ہیں۔

فلما عرفت عود شجرتهم وخبيثة حقيقتهم
اعرضت عنهم و حبب الى الا نزوادو فى
قلبى اشياء وكنت اتنوع فى حضرة قاضى
الحاجات ليزيدنى علماً فى هذه الخصومات
فلعلمت رشدا من الكريم الحكيم و هديت الى الحق
من الله العليم ۔ و اخذت عن رب الكائنات
و ما اخذت عن المحدثات ۔ ولا يكمل رجل فى
مقام العلم و صحة الاعتقادات الا بعد ما يلقى
العلوم من لدن خالق السموات ولا يعصم
من الخطاء الا بفضل الكبير من حضرة الكبرياء
ولا يبلغ احد الى حقيقة الامور ولو فنى العمر

مجھے وہ علم دیا گیا جو عرفان کی نسیم کے بعد ملتا ہے پھر خارق عادت فہم اور نور دیا گیا۔

فيها الى الدهور الا بعد هبوب نسيم العرفان
من الله الرحمٰن وهو المعظم الاعظم والحكيم
الاعلم يدخل من يشاء فى رحمته و يجعل من
يشاء من العارفين ۔ وكذالك منّ الله على ورزقنى
من العلوم النخب وجعل لى نورًا يتبع
الشياطين كالشهب و اخرجنى من ليلة حالكة
الجلباب الى نهار ما غشا قطعة من الرباب و
طرد كل مانع عن الباب فاصبحت بفضله من المحفوظين
واعطيت من فهم يخرق العادة و من نور
ينير الفطرة و من اسرار تحجب الطالبين ۔ وصبغ
الله علومى بلطائف التحقيق وصفاها كرحيق
الرحيق وكل قضية قضايها وجدانى ارانيها
الله فى كتابه ليزيد اطمينانى ويقوّى ايمانى
فاحاطت عينى ظهر الآيات وبطنها وظعانيها
وقطينها و اعطيت فراسة المحدثين واعطانى
ربى انواع منهم جديد لكل زكى و سعيد ليصلح
المفاسد الجديدة ويهدى الطبائع السعيدة
و من يهدى الاهو وهو ارحم الراحمين ۔

(سر الخلافہ صفحہ ۹ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) جب میں نے ان کی اصلیت اور پوشیدہ حقیقت کو جان
لیا تو میں ان سے علیحدہ ہو گیا اور مجھے پوشیدگی محبوب کی گئی اور میرے دل میں بہت

سی باتیں تھیں۔ اور میں نے اس قاضی الحاجات کے حضور میں تضرع کی تاکہ وہ میرے علم کو زیادہ کرے ان جھگڑوں میں پس مجھے اس کریم اور حکیم نے رشد سکھایا اور میں اس اللہ علیم کی طرف سے ہدایت دیا گیا اور میں نے سب علم رب کائنات سے حاصل کیے اور فانی اشیاء سے نہیں لیا۔ اور کسی شخص کا علم مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے اعتقاد درست ہوتے ہیں مگر بعد اس کے کہ وہ آسمانوں کے پیدا کرنے والے کی طرف سے علوم دیا جائے اور کوئی خطا سے محفوظ نہیں رکھتا مگر فضلِ کبیر جو حضرت کبریاء کی طرف سے آتا ہے اور کوئی حقیقت امور کو نہیں پہچانتا گو ساری عمر ضائع کر دے مگر اللہ رحمان کی طرف سے عرفان کی نسیم چلنے کے بعد۔ اور وہی عظمت دینے والا اور عظمت والا ہے اور حکیم ہے اور سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عارفین میں سے بناتا ہے اور اسی طرح سے اللہ نے مجھ پر احسان فرمایا ہے اور مجھے چیدہ علوم دیئے اور مجھے نور عطا کیا جو شیطانوں کے پیچھے گرنے والے ستاروں کی طرح جاتا ہے اور وہ مجھے شدید اندھیری رات سے نکال کر ایسے دن میں لے گیا جس کو بادلوں نے ڈھانپا نہیں اور اس نے دروازے سے سب پردے دُور کئے اور میں خدا کے فضل سے محفوظ لوگوں میں سے ہو گیا۔ اور مجھے ایک خارق عادت فہم دیا گیا اور فطرت کو منور کرنے والا نور دیا گیا اور طالبوں کو تعجب میں ڈالنے والے اسرار دیئے۔ اور اللہ نے میرے علوم کو اعلیٰ لطائف کے ساتھ رنگین کیا اور ان کو صفا کیا خوشبو (یا مصفا شراب) کی طرح صفا کرنا اور ہر ایک فیصلہ جو میری طبیعت نے کیا اللہ نے مجھے اپنی کتاب میں دکھایا تاکہ میرے اطمینان کو زیادہ کرے اور میرے ایمان کو قوی کرے۔ پس میری آنکھوں نے احاطہ کیا آیات کے ظاہر کا اور باطن کا اور ان کے باہر کا اور ان کے اندرونے کا اور مجھے محدثین کی فراست دی گئی۔ اور میرے رب نے

مجھے تازہ بتازہ فہم دیا ہر ایک پاکیزہ اور سعید فطرت والے کے لئے تاکہ تازہ بتازہ فسادات کی اصلاح کرے اور نیک طبائع کو ہدایت کرے اور اس کے سوا کون ہدایت کر سکتا ہے اور وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

وان الفضل بید اللّٰہ یوتیہ من یشاء من اعتلق بذیلہ مع کمال میلہ فان اللہ لن یضیعہ ولو عاداہ کل ما فی العالمین ولا یری طالبہ خسرًا ولا عسرًا ولا یذر اللہ الصادقین

(سر الخلافہ صفحہ ۲۴ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) اور تحقیق فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جو اس کے دامن سے وابستہ ہو جاتا ہے کمال جھکنے کے ساتھ تو اللہ اس کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ گو دنیا میں سب اس کے دشمن ہو جائیں۔ اور اس کا طالب خسارہ اور تنگی نہیں دیکھتا اور اللہ صادقوں کو نہیں چھوڑتا۔

(ایضاً صفحہ ۳۱)

جو اللہ کے دامن کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے کمال جھکنے کے ساتھ تو اللہ اس کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔

حضرت ابوبکرؓ کی حالت تبتل و تضرع

(حضرت ابوبکرؓ) کان بکاءا ومن المبتلین وکان من عادتہ التضرع والدعاء والاطراح بین یدی المولی والبکاء والتذلل علی بابہ والاعتصام باعتابہ وکان یجتھد فی الدعاء فی السجدۃ ویبکی عند التلاوۃ ولا شک انہ فخر الاسلام والمرسلین۔ (ایضاً صفحہ ۳۱)

(ترجمہ از خاکسار) وہ (حضرت ابوبکرؓ) بہت گریہ وزاری کرنے والے تھے اور اللہ کی طرف پورے طور پر منقطع تھے اور ان کی عادت تضرع اور دعا اور اپنے رب کے سامنے آپنے آپ کو ڈال دینے کی تھی اور اس کے دروازے پر رونے اور تذلل کی اور اس کی دہلیز کو پکڑنے کی۔ اور سجدہ میں بہت دعا کرتے تھے اور تلاوت کے وقت روتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ وہ فخر اسلام اور مرسلین تھے۔

(سر الخلافہ صـ ۳۱ طبع اوّل)

حضرت ابوبکرؓ نے دنیوی تعلقات قطع کر دیئے تھے اور محبت الٰہی سے پر ہو گئے تھے

نفض التعلقات الدنيوية ونبذ العلق الجسمانية وانصبغ بصبغ المحبوب وترك كل مراد للواحد المطلوب وتجردت نفسه عن كدورات الجسد وتلونت بلون الحق الاحد وغابت فى مرضات رب العالمين. واذا تمكن الحبُّ الصادق الالٰهى من جميع عروق نفسه وجذر قلبه وذرات وجوده وظهرت انواره فى افعاله واقواله وقيامه وقعوده سمى صديقًا واعطى علمًا غضًا طريًا وعميقًا من حضرة خيرالواهبين. ... ... وكان مشربه رضى الله عنه التوكل على رب الارباب وقلة الالتفات الى الاسباب۔

(ایضاً صـ ۳۲)

(ترجمہ از خاکسار) انہوں (حضرت ابوبکرؓ) نے دنیوی تعلقات توڑ دیئے تھے اور جسمانی علاقہ کو پھینک دیا تھا اور محبوب کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے

اور اس ایک محبوب کے لئے سب مرادیں چھوڑ دی تھیں اور اپنے نفس کو جسم کی آلائشوں سے علیحدہ کر لیا تھا اور اس احد کا رنگ اختیار کر لیا تھا اور رب العالمین کی مرضی میں غائب ہو گئے تھے۔ اور اللہ تعالٰی کی سچی محبت ان کی رگ و ریشہ میں اور ان کے دل میں اور ان کے وجود کے ذرّات میں رچ گئی تھی۔ اور اس کے انوار ان کے افعال اور اقوال اور ان کے کھڑا ہونے اور بیٹھنے میں ظاہر ہوتے تھے اور ان کا نام صدیق رکھا گیا تھا اور ان کو تازہ بتازہ اور گہرے علوم دیئے جاتے تھے کس سب سے بہتر بخشش کرنے والے کی طرف سے۔ اور ان کا مشرب رب الارباب پر توکل اور اسباب کی طرف التفات تھا۔

اہل معرفت حضرت عزت میں گرے رہتے ہیں پس ان کی روحیں ان دقائق تک پہنچتی ہیں جن تک دنیا میں کوئی نہیں پہنچتا۔

وتنكشف هذه الحقائق منجردة عن الالبسة على نفوس ذوى العرفان فان اهل المعرفة يسقطون بحضرة العزة فتمس روحهم دقائق لا تمسها احد من العالمين. فكلماتهم كلمات ومن دونهما خرافات. ولكنهم يتكلمون باعلى الاشارة حتى يتجاوزون نظر النظارة فيكفرهم كل غبى من عدم فهم العبارة فانهم قوم منقطعون لا يشابههم احد ولا يشابهون احدا ولا يعبدون الا احدا ولا ينظرون الى المتلاعبين. كفلهم الله كرجل كفل يتيمًا ففوّضه الى مرضعة حتى صار فطيمًا ثم رباه وعلمه تعليمًا ثم جعله وارث ورثاءه ومنّ عليه منًّا عظيمًا فتبارك

الله خير المحسنين۔

(سر الخلافہ صہ۳۳، صہ۳۴)

(ترجمہ از خاکسار) اور یہ حقائق صاحب عرفان نفوس پر تمام پردوں سے علیحدہ کر کے کھولے جاتے ہیں کیونکہ اہل معرفت حضرت عزت میں گرے رہتے ہیں پس ان کی روحیں ان دقائق تک پہنچتی ہیں جن تک دنیا میں کوئی نہیں پہنچتا۔ پس کلمات تو ان کے کلمات ہوتے ہیں اور ان کے علاوہ سب فضول باتیں ہوتی ہیں۔ وہ اعلیٰ اشاروں پہ کلام کرتے ہیں یہاں تک کہ دیکھنے والوں کی نظروں سے دور چلے جاتے ہیں پس ہر ایک غبی ان کی عبارت نہ سمجھنے کی وجہ سے ان کو کافر ٹھہراتا ہے کیونکہ وہ ایک قوم ہوتی ہے جو دنیا سے منقطع ہو جاتی ہے۔ نہ وہ کسی کے مشابہ ہوتے ہیں اور نہ کوئی ان کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور وہ نہیں پرستش کرتے مگر ایک کی۔ اور کھیل تماشوں میں گرفتار لوگوں کی طرف نظر نہیں کرتے۔ اللہ ان کا اسیطرح سے کفیل ہو جاتا ہے جیسا کوئی یتیم کا کفیل ہوتا ہے اور اس کو دودھ پلانے والی کے سپرد کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بڑا ہو جاتا ہے اور پھر اس کی تربیت کرتا ہے اور اس کو تعلیم دیتا ہے اور اس کو اپنے وارثوں کا وارث بناتا ہے اور اس پر بہت احسان کرتا ہے پس مبارک ہے وہ جو سب سے بہتر احسان کرنے والا ہے۔

نصرت الٰہی کے لئے ایک دعا

سئمنا تکالیف التطاول من عدا ۔۔۔ تمادت لیالی الجور یا رب فانصر
و انت رحیم ذو حنان و رحمة ۔۔۔ فنج عبادك من وبال مدمّر
رایتَ الخطایا فی امور کثیرة ۔۔۔ و اسرافنا فاغفر وايد وعزّر
وانت کریم الوجه مولی مجامل ۔۔۔ فلا تطرد الغلمان بعد التخیّر
و جئناك كالموتی فاحی امورنا ۔۔۔ ونستغفرنك مستغيثين فاغفر

الی ای باب یا الٰهی تَرُدُّنی ۔۔۔ انترکنی فی کف خصم مُخَسِّرِی
الٰهی. فدتك النفسُ انت مقاصدی ۔۔۔ تعال بفضل من لدنك وبشِّر
اَعُرِضت عنی لا تکلم رحمة ۔۔۔ وقد کنت من قبل المصائب مُخبری
وکیف اظن زوال حبك طَرفةً ۔۔۔ و یا طِرقلبی حبك المتکثّرِ
وجدت السعادة کلها فی اطاعةٍ ۔۔۔ فَوَفِّقْ لآخرمن خلوصٍ وَيَسِّرِ
الٰهی بوجهك ادرك العبد رحمة ۔۔۔ تعالَ اِلیٰ عبدٍ ذلیلٍ مُکفَّرِ
ومن قبل هذا کنت تسمع دعوتی ۔۔۔ وقد کنت فی المضمار تُوسی وَمازری
الٰهی اغثنی یا الٰهی اَمِدَّنی ۔۔۔ و بشِّر بمقصودی حنانًا وخبِّر
اَرِنی بنورك یا ملاذی و ملجائی ۔۔۔ نعوذ بوجهك من ظلامٍ مُدَعثِرِ
وخذ رب من عاد الصلاح ومفسدا ۔۔۔ ونزّل علیه الرجز حقًّا ودَمِّرِ
وکن ربّ حنّانا کما کنت دائمًا ۔۔۔ وان کنت قد غادرت عهدًا فذکَرِ
و انك مولیٰ راحم ذو کرامة ۔۔۔ فبعّد عن الغلمان یوم النشوّر
اری لیلة لیلاء ذات مخافة ۔۔۔ فنَجِّ وبشّرنا بیوم عبقری
وفرّج کروبی یا کریمی ونجّنی ۔۔۔ ومزّق خصیمی یا الٰهی وعفّر
ولیست علیك رموز امری بغمة ۔۔۔ وتعرف مستوری وتدری مُعَفِّرِی
زلالك مطلوب فاخرج عیونه ۔۔۔ جلا لك مقصود فایّد وَاَظهِرِ
وجدناك رحمانا فما الهم بعده ۔۔۔ نعوذ بنورك من زمان مکوّرِ
واخر دعوانا ان الحمد کلّه ۔۔۔ لرب کریم قادر و مُیَسِّرِ

(سر الخلافہ طبع اوّل صہ۶۱، ۶۲)

(ترجمہ از خاکسار):-
ہم دشمنوں کی لمبی تکالیف سے تھک گئے ہیں ظلم کی راتیں لمبی ہو گئی ہیں اے میرے رب تو میری مدد فرما

تو رحیم ہے اور بہت شفقت اور رحمت والا ہے پس تو اپنے بندے کو ہلاک کرنے والی مصیبت سے بچا۔

تو نے بہت سے امور میں ہماری خطائیں دیکھیں اور ہمارے اسراف دیکھے پس تو بخش دے اور تائید اور نصرت فرما۔

تو وجہ کریم والا ہے اور احسان کرنے والا مولیٰ ہے۔ پس تو اپنے غلاموں کو چننے کے بعد دھتکار نہ۔

ہم تیرے پاس مُردوں کی طرح آئے ہیں پس تو ہمارے امور کو زندہ کر اور ہم تیری بخشش چاہتے ہیں فریاد کرتے ہوئے پس تو بخشش فرما۔

اے میرے اللہ تو مجھے دھتکار کر اور کس دروازے پر بھیجے گا۔ کیا تو مجھے نقصان کرنے والے دشمن کے قبضہ میں دے گا۔

اے میرے اللہ میری جان تجھ پہ فدا ہو تو میرا مقصد ہے تو اپنے فضل سے میرے پاس آجا اور بشارت دے کیا تو نے مجھ سے اعراض کر لیا ہے کہ تو رحمت سے کلام نہیں فرماتا اور ان مصائب سے تو پہلے تو مجھے خبر کر دیا کرتا تھا۔

اور میں کس طرح گمان کروں تیری محبت میں کمی ایک لمحہ بھر حالانکہ میرا دل تیری بے انتہا محبت سے پُر ہے۔

میں نے تمام سعادت اطاعت میں پائی پس کو خلوص عنایت کر۔

اے میرے اللہ تو اس بندہ پر رحم فرما۔ اور اس ذلیل بندے کے پاس آ جس کو کافر ٹھہرایا گیا ہے۔

اور اس سے پہلے تو میری دعاؤں کو سنتا تھا۔ اور لڑائی میں میری ڈھال اور پناہ ہوتا تھا۔

اے میرے اللہ میری فریاد سن اور اے میرے اللہ میری مدد فرما اور از راہ شفقت میرے مقصود کی مجھے بشارت دے مجھے روشن کر دے اپنے نور سے اے میری پناہ اور ملجاء ہم تیرے چہرے کے طفیل ہر سخت اندھیرے سے پناہ مانگتے ہیں۔

اے میرے رب ہر سرکشی کے دشمن اور مفسد کو پکڑ لے۔ اور اس پر واقعی ہی عذاب نازل فرما اور اس کو ہلاک کر اور اے میرے رب تو اسی طرح سے مہربان ہو جس طرح تو ہمیشہ پہلے تھا اور اگر میں نے کوئی عہد توڑا ہے تو مجھے یاد دلا دے۔

اور بے شک تو مولا ہے رحم کرنے والا کرامتوں والا پس تو اپنے غلاموں سے یہ سختی کا دن دور رکھ

میں سخت اندھیری اور خوفناک رات دیکھتا ہوں۔ تو ہمیں روشن دن کی بشارت اور مبارکباد دے۔

اور اے کریم میرے غموں کو دور کر اور مجھے نجات دے۔ اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر اے میرے اللہ اور ان کو مٹا دے۔

اور میرے بھید تجھ پر پوشیدہ نہیں ہیں اور تو میری اندرونی باتیں اور میرے گہرے رازوں کو جانتا ہے

تیرے صاف پانی کی ضرورت ہے پس تو اس کے چشمے نکال تیرا اصل مقصود ہے پس تو تائید فرما اور اس کو ظاہر کر۔

ہم نے تجھے رحمان پایا پس اب کیا غم ہے اور ہم تیرے نور سے تاریک زمانہ سے پناہ مانگتے ہیں۔

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام کی تمام تعریفیں اس رب کریم قادر اور مشکلوں کے آسان کرنے والے کے لئے ہیں۔

کتب فی قلوبھم الایمان وحیل بینھم وبین شھواتھم فلا یتبعون النفس الا الحق وخروا علیٰ حضرۃ اللّٰہ متضرعین۔ وبنوا لمحبوبھم بنیانا فی قلوبھم وبرزوا لہ متبتلین۔

(سر الخلافہ ۹۷)

(ترجمہ از خاکسار) ان کے دلوں میں ایمان گاڑا جاتا ہے اور ان کے اور ان کی خواہشات کے درمیان پردے حائل کر دیئے جاتے ہیں۔ پس وہ نفس کی پیروی نہیں کرتے سوائے حق کے اور اللہ کے حضور تضرع کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے دلوں میں اپنے محبوب کا گھر بناتے ہیں اور اس کے لئے خالص ہو کر نکلتے ہیں۔

الا عرفان نفس کی پیروی نہیں کرتے اور اللہ کے حضور تضرع کرتے ہوئے گر جاتے ہیں

واما عباد اللّٰہ الصادقون وعشاقہ المخلصون

س کے

فهم يصلون الى لب الحقائق و دهن الدقايق
و يغرس الله فی قلوبهم شجرة عظمته ودوحة
جلاله وعزته فيعيشون بمحبته ويموتون
لمحبته واذا جاء وقت الحشر فيقومون من
القبور فی محبته. قوم فانون و لله موجعون
و الی الله متبتلون و بتحريكه يتحركون و
بانطاقه ينطقون و بتبصيره يبصرون و
بامائته يعادون او يوالون. الايمان ايمانهم
والعرب مكانهم. ستروا فی ملاحف غيرة الله
فلا يعرفهم احد من المحجوبين. يعرفون
بالايات وخرق العادات والتائيدات من ربهم
يتولاهم و انعم عليهم بانواع الانعامات يدركهم
عند كل مصيبة و ينصروهم فی كل معركة
بنصر مبين. انهم تلاميذ الرحمٰن والله كان
لهم كالقزابل للصبيان. فيكون كل حركتهم
من يد القدرة ومن محرك غاب من اعين
البرية ويكون كل فعلهم خارقا للعادة ويفوقون
الناس فی جميع انواع السعادة فصبرهم كرامة
وصدقهم كرامة و وفاءهم كرامة ورضاءهم
كرامة و حلمهم كرامة وعلمهم كرامة و
حياءهم كرامة و دعاءهم كرامة وكلماتهم

اس کی محبت میں ہی زندہ رہتے ہیں اور اس کی محبت ہی میں مرتے ہیں اور حشر کے وقت اس کی محبت میں ہی اٹھیں گے

ان کا صبر اور صدق اور وفا اور رضا اور علم اور حلم اور حیا اور دعا اور کلمات اور عادات اور ثبات سب کرامت ہوتے ہیں

كرامة وعباداتهم كرامة وثباتهم كرامة
وينزلون من الله بمنزلة لا يعلمها الخلق
وانهم قوم لا يشقی جليسهم ولا يرد انيسهم
ونجد ريّا المحبوب فی مجالسهم ونسيم البركات
فی محافلهم ان كنت لست اخشم ومن المحرومين
وينزل بركات علی جدراتهم و ابوابهم واحبابهم
فتراها ان كنت لست من قوم عمين.
... ... وانی امرء ما ابالی رفعة هذه
الدنيا و خفضها و رفعها و خفضها بل احنّ
الی الفقر و المترَبة حنين الشحيح الی الذهب
والفضة و اتوق الی التذلل توقان السقيم
الی الدواء و ذی الخصاصة الی اهل الثراء و
اتوكل علی الله احسن الخالقين.
وانی قبلت انی اذل الناس وانی اجهل الناس
كما هو فی قلوبكم ولكن كيف ارد فضل ارحم
الراحمين

(سر الخلافہ طبع اوّل ص ٦٦ ، ٦٩)

(ترجمہ از خاکسار) اور اس کے جو صادق بندے اور مخلص عاشق ہوتے ہیں وہ حقائق کے مغز اور دقائق کی چکنائی تک پہنچتے ہیں اور اللہ ان کے دلوں میں اپنی عظمت کا درخت اور اپنے جلال اور عزت کا تناور بوٹا لگا دیتا ہے پس وہ اسی کی محبت میں زندہ رہتے ہیں اور اسی کی محبت میں مرتے ہیں اور حشر کے وقت

میں ایک شخص ہوں جو اس دنیا کی رفعت اور پستی کی پرواہ نہیں رکھتا بلکہ فقر اور گرد آلودگی کی طرف انتہائی شوق رکھتا ہوں۔

اسی کی محبت میں قبروں سے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ایک قوم ہوتی ہے جو فانی ہو جاتی ہے اور اللہ کے لیے ہر زخم برداشت کرتی ہے اور اللہ کی طرف خالص ہو کر جاتی ہے اور اس کی تحریک سے حرکت کرتی ہے اور اس کے بلانے سے بولتی ہے اور اس کے دکھانے سے دیکھتی ہے اور اس کے اشارے سے عداوت یا دوستی کرتی ہے۔ ایمان ان کا ایمان ہوتا ہے وہ اللہ کی غیرت کے پردوں میں چھپ جاتے ہیں پس محجوبوں میں سے کوئی ان کو شناخت نہیں کرتا۔ وہ نشانات اور خرق عادات اور اپنے رب کی تائیدات سے پہچانے جاتے ہیں جو ان کا دوست ہوتا ہے اور ان پر قسم قسم کے انعامات کرتا ہے اور ہر مصیبت میں ان کا ساتھ دیتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کھلی کھلی مدد کرنا۔ وہ رحمان کے شاگرد ہوتے ہیں اور اللہ ان کے لئے نوزائیدہ بچوں کی پالنے والی ماؤں کی طرح ہوتا ہے۔ پس ان کی ہر ایک حرکت قدرت کے ہاتھ سے ہوتی ہے اور اس حرکت دینے والے کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اور ان کا ہر ایک فعل خارق عادت ہوتا ہے اور ہر ایک سعادت میں لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ پس ان کا صبر بھی کرامت ہوتا ہے اور ان کا صدق بھی کرامت ہوتا ہے اور ان کی وفا بھی کرامت ہوتی ہے اور ان کی رضا بھی کرامت ہوتی ہے اور ان کا حلم بھی کرامت ہوتا ہے اور ان کا علم بھی کرامت ہوتا ہے اور ان کی حیا بھی کرامت بھی ہے اور ان کی دعا بھی کرامت ہوتی ہے اور ان کے کلمات بھی کرامت ہوتے ہیں اور ان کی عادات بھی کرامت ہوتی ہیں اور ان کا استقلال بھی کرامت ہوتا ہے اور وہ خدا کے ایسا نزدیک ہوتے ہیں کہ خلقت اس کو نہیں جانتی۔ وہ ایک قوم ہے کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی شقی نہیں ہوتا اور جن کا دوست بھی رد نہیں کیا جاتا۔ تو اس محبوب کی خوشبو ان کی مجلسوں میں پائے گا اور برکات کی نسیم ان کی محفلوں میں اگر تو سونگھنے کی قوت رکھتا ہے اور محروموں میں

سے نہیں ہے۔ اور برکات ان کی دیواروں اور ان کے دروازوں اور ان کے دوستوں پر نازل ہوتی ہیں اور تو ان کو دیکھ سکتا ہے اگر تو اندھا نہیں ... ...

اور میں ایک شخص ہوں جو اس دنیا کی بلندی اور اس کی رفعت اور بڑائی کی پرواہ نہیں رکھتا بلکہ فقر اور گرد آلودگی کی طرف انتہائی شوق رکھتا ہوں جیسا کہ ایک بخیل سونے اور چاندی کی طرف رکھتا ہے اور میں تذلل کا مشتاق ہوں جیسا کہ بیمار دوائی کا مشتاق ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ خسیس فراخی کا۔ اور میں اللہ پر توکل کرتا ہوں جو احسن الخالقین ہے۔ ... ... اور میں قبول کرتا ہوں کہ میں سب لوگوں سے زیادہ ذلیل ہوں اور سب سے زیادہ جاہل ہوں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو لیکن میں اس ارحم الراحمین کے فضل کو کس طرح رد کروں۔

انوار الاسلام

اب آنکھیں کھولو اور اندھے مت بن جاؤ اور غور سے دیکھو کہ کیا ان تمام فریق نے ہاویہ اور ذلت کا کچھ مزہ چکھا یا اب تک بے لوث اور بالکل محفوظ ہے اور اگر اس فریق میں سے افراد کثیرہ نے ہاویہ کا مزہ چکھ لیا ہے تو کیوں اس پیشگوئی کی عظمت کے قائل نہیں ہوتے بھلا بتاؤ کہ مزہ چکھنے سے باہر کون رہا۔ جلدی مت کرو ایک عمیق فکر کے ساتھ سوچو اور زیادہ تر افسوس ان بعض لوگوں پر ہے کہ اس فتح نمایاں پر انہوں نے پوری بشاشت ظاہر نہیں کی۔ میں ایسے لوگوں کو مطلع کرتا ہوں کہ یہ تو فتح ہے اور کامل فتح اور اس سے کوئی انکار نہیں کرے گا مگر خبیث القلب لیکن صادق تو ابتلاؤں کے وقت بھی ثابت قدم رہتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ آخر خدا ہمارا ہی حامی ہوگا۔ اور یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور

صادق ابتلاؤں کے وقت ثابت قدم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پہ بھروسہ۔ میری روح ہلاک ہونیوالی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ ہمت اور صدق

حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔

اے نادانو اور اندھو مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ضائع کرے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہو۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے ؎

من نہ آنستم کہ روز جنگ بینی پشت من   آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے۔ مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُرخار بادیہ درپیش ہیں جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے سبّ و شتم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور ان کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں۔ کیا ہم

خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے۔ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہو سکتے مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں جدا ہو جائیں ان کو وداع کا سلام۔ لیکن یاد رکھیں کہ بدظنی اور قطع تعلق کے بعد اگر پھر کسی وقت جھکیں تو اس جھکنے کی عند اللہ ایسی عزت نہیں ہو گی جو وفادار لوگ عزت پاتے ہیں کیونکہ بدظنی اور غداری کا داغ بہت ہی بڑا داغ ہے۔

اکنوں ہزار عذر بیاری گناہ را   مر شوے کردہ را نبود زیب دختری

(انوار الاسلام طبع اول صفحہ ۲۱، ۲۲)

ہمارا انجام کیا ہوگا۔

ہمارا انجام کیا ہوگا

بجز خدا کے انجام کون بتلا سکتا ہے اور بجز اس غیب دان کے آخری دنوں کی کس کو خبر ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ بہتر ہو کہ یہ شخص ذلت کے ہلاک ہو جائے اور حاسد کی تمنا ہے کہ اس پر کوئی ایسا عذاب پڑے کہ اس کا کچھ بھی باقی نہ رہے لیکن یہ سب لوگ اندھے ہیں اور عنقریب ہے کہ ان کے بد خیالات اور بد ارادے انہیں پر پڑیں۔ اس میں شک نہیں کہ مفتری بہت جلد تباہ ہو جاتا ہے اور جو شخص کہے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں حالانکہ نہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہے وہ بہت بری موت سے مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابل عبرت ہوتا ہے لیکن جو صادق اور اس کی طرف سے ہیں وہ مر کر بھی زندہ ہو جایا کرتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے فضل کا ہاتھ ان پر ہوتا ہے اور سچائی کی روح ان کے اندر ہوتی ہے۔ اگر وہ آزمائشوں سے کچلے جائیں اور پیسے جائیں اور خاک

کے ساتھ ملائے جائیں اور چاروں طرف سے ان پر لعن و طعن کی بارشیں ہوں اور ان کے تباہ کرنے کے لئے سارا زمانہ منصوبہ کرے تب بھی وہ ہلاک نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے! اس سچے پیوند کی برکت سے جو ان کو محبوب حقیقی سے ہوتا ہے خدا ان پر سب سے زیادہ مصیبتیں نازل کرتا ہے مگر اس لئے نہیں کہ تباہ ہو جائیں بلکہ اس لئے کہ تا زیادہ سے زیادہ پھل اور پھول میں ترقی کریں۔ ہر ایک جوہر قابل کے لئے یہی قانون قدرت ہے کہ اوّل صدمات کا تختہ مشق ہوتا ہے مثلاً اس زمین کو دیکھو جب کسان کئی ماہ تک اپنی قلبہ رانی کا تختہ مشق رکھتا ہے اور ہل چلانے سے اس کا جگر پھاڑتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ زمین جو پتھر کی طرح سخت اور درشت معلوم ہوتی تھی سرمہ کی طرح پس جاتی ہے اور ہوا اس کو ادھر ادھر اڑاتی ہے اور پریشان کرتی رہتی ہے اور وہ بہت ہی خستہ شکستہ اور کمزور معلوم ہوتی ہے اور ایک انجان سمجھتا ہے کہ کسان نے چنگی بھلی زمین کو خراب کر دیا ہے اور بیٹھنے اور لیٹنے کے لائق نہ رہی لیکن اس دانا کسان کا فعل عبث نہیں ہوتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ اس زمین کا اعلیٰ جوہر بجز اس درجہ کی کوفت کے نمودار نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کسان اس زمین میں بہت عمدہ قسم کے دانے تخم ریزی کے وقت بکھیر دیتا ہے اور وہ دانے خاک میں مل کر اپنی شکل اور حالت میں قریب مٹی کے ہو جاتے ہیں اور ان کا وہ رنگ و روپ سب جاتا رہتا ہے لیکن وہ دانا کسان اس لئے ان کو مٹی میں نہیں پھینکتا کہ وہ اس کی نظر میں ذلیل ہیں۔ نہیں بلکہ دانے اس کی نظر میں نہایت ہی بیش قیمت ہیں۔ بلکہ وہ اس لئے ان کو مٹی میں پھینکتا ہے کہ تا ایک ایک دانہ ہزار ہزار دانہ ہو کر نکلے اور وہ بڑھیں اور پھولیں اور ان میں برکت پیدا ہو اور خدا کے بندوں کو نفع پہنچے۔ پس اسی طرح وہ حقیقی کسان کبھی اپنے خاص بندوں کو مٹی میں پھینک دیتا ہے اور لوگ ان کے اوپر چلتے ہیں اور پیروں کے نیچے کچلتے ہیں اور ہر ایک طرح سے ان کی ذلت ظاہر ہوتی ہے۔ تب تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانے سبزہ کی شکل

پر ہو کر نکلتے ہیں اور ایک عجیب رنگ اور آب کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں جو ایک دیکھنے والا تعجب کرتا ہے۔ یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ وہ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں۔ اور ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے اور دکھ دئیے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتی ہیں۔ اور بدظنیاں بڑھ جاتی ہیں یہاں تک کہ بہتوں کے خیال و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ جو شخص ان کو دکھ دیتا ہے اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے۔ پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضے سے کچھ قبض طاری ہو تو خدا تعالیٰ اس کو ان الفاظ سے تسلّی دیتا ہے کہ صبر کر جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔ پس وہ صبر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنی مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے تب غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ سو اوّل نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور اخیر میں اس کی نوبت آتی ہے اسی طرح خداوند کریم نے بارہا مجھے سمجھایا کہ ہنسی ہو گی اور ٹھٹھا ہو گا اور لعنتیں کریں گے اور بہت ستائیں گے لیکن آخر نصرت الٰہی تیرے شامل ہو گی اور خدا دشمنوں کو مغلوب اور شرمندہ کرے گا۔ چنانچہ براہین احمدیہ میں بھی بہت سا حصہ الہامات کا انہی پیشگوئیوں کو بتلا رہا ہے اور مکاشفات بھی یہی بتلا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک کشف میں مَیں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور وہ کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں۔ تب مَیں نے اس کو کہا کہ تم کہاں سے آئے تو اس نے عربی زبان میں جواب دیا کہ جئت من حضرۃ الوتر یعنی میں اس کی طرف سے آیا ہوں جو اکیلا ہے۔ تب میں اس

ایک کشف۔

کو ایک طرف خلوت میں لے گیا اور کہا کہ لوگ پھرتے جاتے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے تو اس نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تب میں اس حالت سے منتقل ہو گیا۔ لیکن یہ سب امور درمیانی ہیں اور جو خاتمہ امر پر مقدر ہو چکا ہے وہ یہی ہے کہ بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخر کار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہو گا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی۔ اور فرمایا کہ میں زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کر دوں گا۔ اور یاد رہے کہ یہ الہامات اس واسطے نہیں لکھے گئے کہ ابھی کوئی ان کو قبول کر لے۔ بلکہ اس واسطے کہ ہر ایک چیز کے لئے ایک موسم اور وقت ہے۔ پس جب ان الہامات کے ظہور کا وقت آئے گا اس وقت یہ تحریر مستعد دلوں کے لئے زیادہ تر ایمان اور تسلّی اور یقین کا موجب ہو گی۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(انوار الاسلام طبع اوّل ص ۵۰ تا ۵۲)

منن الرحمٰن

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر

وما ذاق هذا اول آلائه بل انى نشأت فى نعمائه وانه والانى وربانى وآتانى و نولانى وكفلنى وصافانى ونجانى وعافانى وجعلنى من المحدثين المامورين

(ترجمہ از خاکسار) اور اس مضمون کا سمجھانا اس کی پہلی نعمت نہیں تھی بلکہ میں نے تو اس کی نعمتوں ہی میں پرورش پائی ہے۔ اور اس نے مجھے دوست رکھا اور میری پرورش کی اور مجھے دیا اور میرا متولی اور متکفل ہوا اور مجھ سے خالص دوستی کی اور مجھے نجات دی اور مجھے عافیت دی اور مجھے محدثین مامورین میں سے بنایا۔

(منن الرحمٰن صہ۴ طبع اوّل)

کونسی روحیں فنا کی چکی سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کی جاتی ہیں۔

و اعلم ان القدم الحقيقى لا يوجد الا فى ذى الجلال و الاكرام و يدور رحى الفناء على الارواح و الاجسام. و احديته تقتضى فناء الغير فى بعض الايام الا الذين دخلوا فى دار الله و غسلوا ببحار الله و حفت بهم انوار الله و ازيل اثر الغير بآثار الله و ماتوا و هم كانوا فانين فى حب رب العالمين فاولئك الذين لا يذوقون الموت بعد موتتهم الاولى رحمة من ربهم الاعلى فلا يرون المًا ولا بلوى و يبقون فى جنة الله خالدين و يعطيهم الله حياةً من حياته و كمالات من كمالاته ولا تفنيهم غيرته بما احاطت عليهم احديته. فطوبى للذين ضلوا فى حب مولى قوىّ متين۔

(ترجمہ از خاکسار) اور جان لو کہ حقیقی قدامت سوائے خدائے ذوالجلال کے اور کسی چیز میں نہیں اور فنا کی چکی روحوں اور جسموں پر چلتی ہے اور اس کی احدیت بعض ایام میں غیر کی نیستی چاہتی ہے بجز ان لوگوں کے جو اللہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور خدا تعالیٰ کے دریاؤں سے غسل دیئے گئے اور انوار الٰہی نے ان کو گھیر لیا اور اللہ کے نقش سے باقیوں کا نقش مٹایا گیا اور وہ فوت ہوئے اس حال میں کہ وہ اس رب العالمین کی محبت میں فنا تھے۔ پس وہی لوگ ہیں جو اس پہلی موت کے بعد اور کسی موت کا مزہ نہیں چکھتے بوجہ اپنے ربِ اعلیٰ کی رحمت کے۔ پس نہیں وہ دیکھتے کوئی درد اور مصیبت اور اللہ کی جنت میں ہمیشہ ہمیش رہتے ہیں۔ اور اللہ ان کو اپنی زندگی سے زندگی دیتا ہے اور اپنے کمالات سے کمالات دیتا ہے اور اس کی غیرت ان کو فنا نہیں کرتی کیونکہ اس کی احدیت ان پر مستولی ہو جاتی ہے۔ پس خوشخبری ہے ان کے لئے جو اس قوی اور زبردست آقا کی محبت میں کھوئے گئے۔

(منن الرحمٰن صہ۶۱ طبع اوّل)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر محبتِ الٰہی۔

يا من احاط الخلق بالآلاء   نثنى عليك وليس حول ثناء
انظر الى برحمة وعطوفة   يا ملجئ يا كاشف الغماء
انت الملاذ وانت كهف نفوسنا   فى هذه الدنيا وبعد فناء
انا رائينا فى الظلام مصيبة   فارحم وانزلنا بدار ضياء
تعفوا عن الذنب العظيم بتوبة   تنجى رقاب الناس من اعياء
انت المراد وانت مطلب مهجتى   وعليك كل توكلى ورجائى
اعطينى كاس المحبة ريقها   فشربت روحاً على روحاء
انى اموت ولا يموت محبتى   يدرى بزكوك فى التراب ندائى
ماشاهدت عينى كمثلك محسناً   يا واسع المعروف ذا النعماء
انت الذى قد كان مقصد مهجتى   فى كل رشح القلم والإملاء
لما رئيت كمال لطفك والندى   ذهب البلاء فما اُحسّ بلائى
انى تركت النفس مع جذباتها   لما اتانى طالب الطلباء
متنا بموت لايراه عدونا   بعدت جنازتنا من الاحياء
لولم يكن رحم المهيمن كافلى   كادت تعفينى سيول بكائى
نتلو ضياء الحق عند وضوحه   لسنا بمتاع الدجى ببراء
نفسى نأت عن كل ما هو مظلم   فانخت عند منورى وجنائى
لما رأيت النفس سد محجتى   اسلمتها كالميت فى البيداء
انى شربت كئوس موت للهدىٰ   فرأيت بعد الموت عين بقائى
فتدت مرادلتى بزمن لذاذة   فوجدتها فى فرقةٍ وصلاء
لولا من الرحمٰن مصباح الهدىٰ   كانت زجاجتنا بغير صفاء
انى ارىٰ فضل الكريم احاطنى   فى النشأة الاخرى وفى الابداء

الله اعطانى حدائق علمه   لولا العناية كنت كالسفهاء
وقد اقتضت زفرات موضى مقدمى   فحضرت حمّالاً كئوس شفاء
الله خلاقى ومهجة مهجتى   حِبٌّ فدته النفس كل فداء
وله التفرد فى المحامد كلها   وله علاء فوق كل علاء
فانهض له ان كنت تعرف قدره   واسبق ببذل النفس والإعداء
غلبت على قلبى محبة وجهه   حتى رميت النفس بالالغاء
وارى الوداد انار باطنى   وارى التعشق لاح فى سيمائى
ما بقى فى قلبى سواه تصور   غمرت ايادى الله وجه رجائى
هوجاء الفتنه اثارت حرّتى   ففرا اجانى صولة الهوجاء
ابرى الهموم بمشرفية فضله   والله كافٍ لى ونعم الراعى

نبی کریمؐ سے خطاب اور حضورؐ کی مدح

مَن مُخبر عن ذلتى ومصيبتى   مولائى ختم الرسل اهل رياء
يا طيب الاخلاق والاسماء   جئناك مظلومين من جهلاء
ان المحبة لاتضاع وتشترى   انّا نحبّك يا ذكاء سخاء
انت الذى جمع المحاسن كلها   انت الذى قد جاء للاحياء
انت الذى ترك الهدون لربه   ونخير المولىٰ على الحوباء
ياكنز نِعَم الله والآلاء   يسعىٰ اليك الخلق لِلارکاء
يا بدر نور الله والعرفان   تهوى اليك قلوب اهل صفاء
ياشمسنا يا مبدأ الانوار   نورت وجه المدن والبيداء
انى ارىٰ وجهك المتهلل   شاناً يفوق شيون وجه ذكاء
انى رأيت الوجه وجه محمد   وجه كبدر الليلة البلماء

ضاهت اياةُ الشمس لبعض ضياءه　　فاذا رأيت فهاج منه بكائی

(منن الرحمٰن ص ۲۵ تا ۲۷ طبع اوّل)

(ترجمہ از خاکسار) اے وہ جس نے تمام مخلوقات کا احاطہ اپنی نعمتوں سے کیا ہوا ہے۔ ہم تیری ثناء کرتے ہیں گو ثناء کرنے کی طاقت نہیں۔

تو میری طرف رحمت اور مہربانی سے دیکھ۔ اے میری پناہ اور اے تاریکیوں کے دُور کرنے والے۔

تو ہماری پناہ اور ہماری نفسوں کی حفاظت کی جگہ ہے اس دنیا میں اور فنا کے بعد۔

ہم نے ظلمت میں مصیبت دیکھی۔ پس تو رحم فرما اور ہمیں روشنی کی جگہ لے جا

تو توبہ سے بڑے بڑے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور لوگوں کی گردنیں بڑے بوجھوں سے نکال دیتا ہے۔

تو میری مراد اور میری جان کا مقصود ہے اور تجھی پر میرا تمام توکل اور امید ہے۔

تو نے مجھے اپنی محبت کا بہترین پیالہ دیا۔ پس میں نے زندگی بخش گھونٹ خوب پیئے۔

میں تو مر جاؤں گا لیکن میری محبت نہیں مرے گی۔ مٹی میں بھی میری آواز تیرے ذکر کے ساتھ پائی جائے گی۔

میں نے تیرا جیسا محسن نہیں دیکھا۔ اے بے انتہا احسان کرنے والے۔

تو ہی میری جان کا مقصود رہا ہے۔ ہر ایک تحریر کے وقت۔

جب میں نے تیری کمال مہربانی اور بخشش دیکھی تو مصائب جاتی رہیں اور ان کا احساس رہا۔

میں نے اپنے نفس کو معہ اس کے تمام جذبات کے چھوڑ دیا جس وقت وہ میرے پاس بہت بڑا طالب بن کر آیا۔

ہم ایک ایسی موت مر گئے ہیں جس کو ہمارے دشمن نہیں دیکھتے۔ ہمارا جنازہ زندہ لوگوں سے دور چلا گیا ہے۔

اگر اس مہیمن کا رحم میری کفالت نہ کرتا تو میرے رونے کی تواریں میری ہستی کی بنیاد کو ڈھا دیتیں۔

ہم دھوپ کے پیچھے چلتے ہیں جب وہ روشن ہو جاتی ہے ہم تاریکی کی خریداری سے بیزار ہیں۔

میرا نفس ہر اندھیرے سے دُور ہے۔ میں نے اپنے روشن کرنے والے کے پاس اپنے اونٹ جھکائے ہیں۔

جب میں نے نفس کو اپنے راستے میں روک دیکھا تو میں اس سے علیحدہ ہو گیا جیسا کہ جنگل میں پھینکا ہوا مُردہ۔

میں نے ہدایت کے لئے موت کے بہت سے پیالے پئے اور موت کے بعد میں نے بقا کا چشمہ دیکھا۔

میری لذت کے زمانہ کی مرادیں جاتی رہیں۔ پھر میں نے ان کو جدائی اور سوزش میں پایا۔

اگر خدا کی طرف سے ہدایت کا چراغ روشن نہ ہوتا۔ تو ہمارے چراغ روشن ہونے سے رہ جاتے۔

میں دیکھتا ہوں کہ اس کریم کے فضل نے میرا احاطہ کیا ہوا ہے آخر میں بھی اور شروع میں بھی۔

اللہ نے مجھے اپنے علم کے باغ دیئے ہیں اور اگر اس کی عنایت نہ ہوتی تو میں بیوقوفوں جیسا ہوتا

مریضوں کی چیخ و پکار نے میرے آنے کا تقاضا کیا پس میں شفا کے پیالے اٹھاتا ہوا حاضر ہو گیا۔

اللہ میرا پیدا کرنے والا ہے اور میری جان کی جان ہے وہ محبوب ہے جس پر نفس بالکل فدا ہو گیا ہے۔

وہ اپنے صفات میں یگانہ ہے اور اس کے لئے سب بلندیاں ہیں۔

پس تو اس کے لئے اُٹھ اگر تو اس کی قدر پہچانتا ہے اور اس پر اپنے نفس کو پورے طور پر فدا کر دے۔

اس کے چہرے کی محبت میرے دل پر غالب آ گئی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے نفس کو فضول کی طرح پھینک دیا۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ محبت نے میرے باطن در باطن کو روشن کر دیا ہے اور عشق میرے

چہرے پر چمکتا ہے۔

میرے دل میں اس کے سوا اور کوئی خیال باقی نہیں رہا۔ اللہ کی نعمتوں نے میری امیدوں کے چہرہ کو ڈھانپ لیا۔

اس کی محبت کی آندھی نے میری خاک کو اڑا دیا۔ میرا دل اس آندھی کے حملہ پر قربان ہو گیا۔

میں اپنے غموں کو اس کے فضل کی تیز تلواروں سے کاٹتا ہوں۔ اور اللہ میرے لئے کافی ہے اور بہت ہی اچھا رکھوالا ہے۔

نبی کریم ؐ سے خطاب اور حضور ؐ کی مدح۔

کون ہے جو میری اس تذلیل کی اور مصیبت کی خبر اس آقا کو دے جو ختم رسل اور فضل والا ہے۔

اے پاکیزہ اخلاق اور صفات والے۔ ہم تیرے پاس جاہلوں کے ہاتھوں ظلم رسیدہ ہو کر آئے ہیں۔

محبت ضائع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی فروخت کی جا سکتی ہے۔ اے سخاوت کے سورج ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں۔

تو ہی ہے جس نے سب خوبیوں کو اپنے اندر جمع کیا ہے۔ تو ہی ہے جو مُردوں کو زندہ کرنے کے لئے آیا۔

تو ہی ہے جس نے مداہنہ اپنے رب کی خاطر چھوڑ دیا اور باوجود دکھوں کے اپنے مولیٰ کو ترجیح دی۔

اے اللہ کی نعمتوں کے خزانے۔ مخلوق تیری طرف پناہ لینے کے لئے دوڑتی ہے

اے اللہ کے نور اور عرفان کے چاند۔ پاک لوگوں کے دل تیری طرف جھکتے ہیں۔

اے ہمارے سورج اور انوار کے مبداء۔ تو نے شہروں اور بیابانوں کو منور کر دیا

میں تیرے روشن چہرہ میں ایک ایسی شان دیکھتا ہوں جو سورج کی شان سے بھی زیادہ ہے۔

میں اس چہرے کو دیکھتا ہوں جو محمد کا چہرہ ہے۔ وہ چہرہ جو چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔

سورج کی روشنی اس سے کسی قدر مشابہت رکھتی ہے۔ میں نے جب اس کو دیکھا تو میں بہت رویا۔ (محبت کی وجہ سے)۔

(منن الرحمٰن صفحہ ۲۵ تا ۲۷ طبع اوّل)

ضیاء الحق

دنیا سے دل لگانا شقاوت کی علامت ہے

دل چرا بندی دریں دنیائے دُوں — ناگہاں خواہی شدن زیں جا بروں
از پئے دنیا بریدن از خدا — بس ہمیں باشد نشانِ اشقیاء
چوں شود بخشائش حق بر کسے — دل نمے ماند بدنیا نش بسے

شرک سے پرہیز کی نصیحت

ہیچ مخلوقے خدائے خود مگیر — کے شود یک کرمکے چوں آں قدیر
پیش او لرزد زمین و آسماں — پس تو مشت خاک را مثلش مداں

فانی گروہ کی حالت

آں گروہِ حق کہ از خود فانی اند — آب نوش از چشمہ فرقانی اند
فارغ افتادہ زنام عزّ و جاہ — دل ز کف و از فرق افتادہ کلاہ
دور تر از خود بیار آمیختہ — آبرو از بہر روئے ریختہ
از بروں چوں اجنبی دل پُرز یار — کس نداند راز شاں جز کردگار
دیدنِ شاں میدہد یاد از خدا — صدق ورزاں درجناب کبریا
آں ہمہ را بود نزلِ رہ برے — ہر یکے زاں در شدہ ہمچوں دُرّے
آں ہمہ زاں دلبرے جاں یافتند — جاں چہ باشد روئے جاناں یافتند

چشم شاں شد پاک از شرک و فساد — شد دل شاں منزلِ رب العباد
سیّد شاں آنکہ نامش مصطفےٰ است — رہبرِ ہر زمرۂ صدق و صفا است
مے درخشد روئے حق در روئے او — بوئے حق آید زبام و کوئے او
ہر کمالِ رہبری بروے تمام — پاک رُوی و پاک رُویاں را امام
اے خدا اے چارۂ آزار ما — کن شفاعت ہائے او در کار ما
ہر کہ مہرش در دل و جانش فتد — ناگہاں جانے دراں جانش فتد

(ضیاء الحق صـ۲ تا ۶ طبع اوّل)

نور القرآن حصّہ اوّل

مغفرت کی حقیقت

اکثر نادان عیسائی مغفرت کی سچی حقیقت نہ دریافت کرنے کی وجہ سے یہ خیال کر لیتے ہیں کہ جو شخص مغفرت مانگے وہ فاسق اور گنہگار ہوتا ہے مگر مغفرت کے لفظ پر غور کرنے کے بعد صاف طور پر سمجھ آجاتا ہے کہ فاسق اور بدکار وہی ہے جو خدا تعالےٰ سے مغفرت نہیں مانگتا۔ کیونکہ جب کہ ہر ایک سچی پاکیزگی اسی کی طرف سے ملتی ہے اور وہی نفسانی جذبات کے طوفان سے محفوظ اور معصوم رکھتا ہے تو پھر خدا تعالےٰ کے راستباز بندوں کا ہر ایک طرفۃ العین میں یہی کام ہونا چاہیئے کہ وہ اس حافظ اور عاصم حقیقی سے مغفرت مانگا کریں۔ اگر ہم جسمانی عالم میں مغفرت کا کوئی نمونہ تلاش کریں تو ہمیں اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں مِل سکتی کہ مغفرت اس مضبوط اور ناقابل[1] بند کی طرح ہے جو ایک طوفان اور سیلاب کے روکنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔ پس چونکہ تمام زور تمام طاقتیں خدا تعالےٰ کے لئے مسلّم ہیں اور انسان جیسا کہ جسم کے رو سے کمزور ہے روح کے رُو سے بھی ناتواں ہے اور اپنے شجرہ پیدائش کے لئے ہر ایک وقت اس لازوال ہستی سے آبپاشی چاہتا ہے جس کے فیض کے بغیر یہ جی نہیں سکتا اس لئے استغفار مذکورہ معانی کے رو سے اس کے لازم حال پڑا ہے اور جیسا کہ چاروں طرف درخت اپنی ٹہنیاں چھوڑتا

[1] کتابت میں یہاں کوئی لفظ چھوٹا ہوا ہے۔

چھوڑتا ہے گویا اردگرد کے چشمہ کی طرف اپنے ہاتھوں کو پھیلاتا ہے کہ اے چشمہ میری مدد کر اور میری سرسبزی میں کمی نہ ہونے دے اور میرے پھلوں کا وقت ضائع ہونے سے بچا یہی حال راستبازوں کا ہے ... . مغفرت لُغت کی رو سے ایسے ڈھانکنے کو کہتے ہیں جس سے کسی آفت سے بچنا مقصود ہے۔ مثلاً پانی درختوں کے حق میں ایک مغفرت کرنے والا عنصر ہے یعنی ان کے عیبوں کو ڈھانکتا ہے یہ بات سوچ لو کہ اگر کسی باغ کو برس دو برس بالکل پانی نہ ملے تو اس کی کیا شکل نکل آئے گی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس کی خوبصورتی بالکل دور ہو جائے گی اور سرسبزی اور خوشنمائی کا نام و نشان نہ رہے گا اور وہ وقت پر کبھی پھل نہیں لائے گا اور اندر ہی اندر جل جائے گا اور پھول بھی نہیں آئیں گے بلکہ اس کے سرسبز اور نرم نرم لہلہاتے ہوئے پتے چند روز ہی خشک ہو کر گر جائیں گے اور خشکی غالب ہو کر مجذوم کی طرح آہستہ آہستہ اس کے تمام اعضا گرنے شروع ہو جائیں گے۔ یہ تمام بلائیں کیوں اس پر نازل ہوں گی؟ اس وجہ سے کہ وہ پانی جو اس کی زندگی کا مدار تھا اس نے اس کو سیراب نہیں کیا۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ یعنی پاک کلمہ پاک درخت کی مانند ہے۔ پس جیسا کہ کوئی عمدہ اور شریف درخت بغیر پانی کے نشوونما نہیں کر سکتا اسی طرح راستباز انسان کے کلمات طیبہ جو اس کے منہ سے نکلتے ہیں اپنی پوری سرسبزی دکھلا نہیں سکتے اور نہ نشوونما کر سکتے ہیں جب تک وہ پاک چشمہ ان کی جڑوں کو استغفار کے نالے میں بہ کر تر نہ کرے۔ سو انسان کی روحانی زندگی استغفار سے ہے جس کے نالے میں ہو کر حقیقی چشمہ انسانیت کی جڑوں تک پہنچتا ہے اور خشک ہونے اور مرنے سے بچا لیتا ہے۔

(نور القرآن صفحہ ۲۰، ۲۱ طبع اوّل)

ست بچن

اگرچہ اس غیب الغیب کا وجود اس آگ سے بھی زیادہ مخفی ہے جو پتھر دل اور ہر ایک جسم میں پوشیدہ ہے مگر تاہم کبھی کبھی اس وجود کی دنیا پر چمکار پڑتی رہتی ہے۔ ہر ایک چیز میں عنصری آگ ہوتی ہے مگر دلوں میں خدا تعالےٰ نے اپنی ذات کی شناخت کی ایک آگ رکھی ہے۔ جب کبھی بے انتہا دردمندی کی چقماق سے وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے تو دل کی آنکھوں سے وہ غیر مرئی ذات نظر آ جاتی ہے اور نہ صرف یہی بلکہ جو لوگ اس کو سچے دل سے ڈھونڈتے ہیں اور جو روحیں ایک نہایت درجہ کی پیاس کے ساتھ اس کے آستانہ کی طرف دوڑتی ہیں ان کو وہ پانی لقدر طلب ضرور پلایا جاتا ہے۔ جس نے اپنی قیاسی اٹکلوں سے خدا تعالےٰ کو پہچانا اس نے کیا پہچانا۔ درحقیقت پہچاننے والے وہی ہیں جن پر خدا تعالےٰ نے آپ ارادہ کرکے اپنا چہرہ ظاہر کر دیا ہے۔ سو ایسے پہچاننے والے کبھی خوارق کے ذریعہ سے بھی اللہ تعالےٰ کی طرف کھینچے جاتے ہیں تاکہ ان کی کمزوریاں دُور ہو جاویں اور ان کا دل یقین سے بھر جاوے۔

دلوں میں خدا تعالیٰ کی ذات کی شناخت کی آگ۔ بے انتہا دردمندی کی چقماق سے یہ آگ بھڑک اُٹھتی ہے۔

(ست بچن ص ۳۷، ۳۸ طبع اوّل)

عشاقِ الٰہی کی حالتِ صدق اور دیوانگی۔

جو عشاقِ اُس ذات کے ہوتے ہیں
وہ ایسے ہی ڈر ڈر کے جاں کھوتے ہیں

وہ اُس یار کو صدق دکھلاتے ہیں
اسی غم میں دیوانہ ہو جاتے ہیں

وہ، ہاں اس کی راہ میں فدا کرتے ہیں
وہ ہر لحظہ سو سو طرح مرتے ہیں

وہ کھوتے ہیں سب کچھ بصدق و صفا
مگر اُس کی ہو جائے حاصل رضا

یہ دیوانگی عشق کا ہے نشاں
نہ سمجھے کوئی اس کو جز عاشقاں

غرض جوشِ الفت سے مجذوب وار
یہ نانک نے چولا بنایا شعار

مگر اُس سے راضی ہو وہ دلستاں
کہ اُس بن نہیں دل کو تاب و تواں

خدا کے جو ہیں وہ یہی کرتے ہیں!
وہ لعنت سے لوگوں کی کب ڈرتے ہیں

وہ ہو جاتے ہیں سارے دلدار کے
نہیں کوئی ان کا بجز یار کے

وہ جاں دینے سے بھی نہ گھبراتے ہیں
کہ سب کچھ وہ کھو کر اسے پاتے ہیں

وہ دلبر کی آواز بن جاتے ہیں
وہ اس جاں کے ہمراز بن جاتے ہیں

وہ ناداں جو کہتا ہے در بند ہے
نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے

نہیں عقل اس کو نہ کچھ غور ہے
اگر وید ہے یا کوئی اور ہے

الہام الٰہی کی ضرورت۔

نہ جانا کہ الہام ہے کیمیا
اسی سے تو ملتا ہے گنج لقا

اسی سے تو عارف ہوئے بادہ نوش
اسی سے تو آنکھیں کھلیں اور گوش

یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا
یہی ایک چشمہ ہے اسرار کا

اسی سے ملے اُن کو نازک علوم
اسی سے تو ان کی ہوئی جگ میں دھوم

خدا پر خدا سے یقیں آتا ہے
وہ باتوں سے ذات اپنی سمجھاتا ہے

کوئی یار سے جب لگاتا ہے دل
تو باتوں سے لذت اٹھاتا ہے دل

کہ دلدار کی بات ہے اک غذا
مگر تو ہے منکر تجھے اس سے کیا

کرے۔ یاد رہے چند روز ہیں جس نے سمجھنا ہو وہ سمجھ لیوے۔ اے سونے والو جاگو اور اگر رات ہے تو دن کا انتظار مت کرو اور اگر دن ہے تو رات کے منتظر مت رہو کہ پیچھے سے بے فائدہ رونا ہوگا اور دل کو جلا دینے والی حسرتیں کبھی منقطع نہیں ہوں گی۔

(ء نوٹ ص۶۱ ء)

پاکیزگی خدا ہی سے ملتی ہے۔ ورنہ انسان ہیچ محض ہے۔ خدا تعالے اپنا خاص مقرب کن کو بناتا ہے۔

حقیقی چشمہ پاکی اور پاکیزگی کا خدا تعالے کی ذات ہی ہے۔ اور راست بازوں کو پاکی اور پاکیزگی خدا سے ہی ملتی ہے۔ ورنہ انسان کی حقیقت پر اگر نظر کریں تو وہ ایک ناکارہ بوند سے پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ ہیچ محض ہے مگر اللہ تعالے کی عنایتیں اس کے مقبول بندوں کو پاک کرتی ہیں۔ خدا تعالے کا تمام وجود انسان کے فائدہ کے لئے ہے لہذا خدا تعالے کی پاکی بھی انسان کے پاک بنانے کے لئے ہے۔ جس طرح دریا میں بار بار غسل کرنے سے کسی کے بدن پر میل باقی نہیں رہ سکتی اسی طرح جو لوگ خدا تعالے کے ہی ہو جاتے ہیں اور اس کے سچے فرمانبردار بن کر دریائے رحمت الٰہی میں داخل ہو جاتے ہیں بلاشبہ وہ بھی پاک ہو جاتے ہیں۔ مگر ایک اور قوم بھی ہے جو مچھلیوں کی طرح اس دریا میں پیدا ہوتی ہے اور اسی دریا میں ہمیشہ رہتی ہے اور ایک دم بھی دریا کے بغیر جی نہیں سکتی: وہ وہی لوگ ہیں جو پیدائشی پاک ہیں اور ان کی فطرت میں عصمت ہے۔ انہیں کا نام نبی اور رسول اور پیغمبر ہے۔ خدا تعالے دھوکا کھانے والا نہیں وہ انہیں کو اپنا خاص مقرب بناتا ہے جو مچھلیوں کی طرح اسکی محبت کے دریا میں ہمیشہ فطرتاً تیرنے والے ہیں اور اس کے ہو رہتے ہیں اور اسی کی اطاعت میں فنا ہو جاتے ہیں۔

(ست بچن ص۸۵، ۸۶ طبع اوّل)

وہ ہے مہربان و کریم و قدیر ۔۔۔ قسم اُس کی۔ اس کی نہیں ہے نظیر
جو ہوں دل سے قربان رب جلیل ۔۔۔ نہ نقصاں اُٹھاویں نہ ہوویں ذلیل
اسی سے تو نانک ہوا کامیاب ۔۔۔ کہ دل سے تھا قربان عالی جناب

باوا نانک رح کا عشق الٰہی

محبت کی تھی سینہ میں اِک خلش ۔۔۔ لئے پھرتی تھی اس کو دل کی تپش
کبھی شرق میں اور کبھی غرب میں ۔۔۔ رہا گھومتا قلق اور کرب میں
پرندے بھی آرام کر لیتے ہیں ۔۔۔ مجانین بھی یہ کام کر لیتے ہیں
مگر وہ تو اِک دم نہ کرتا قرار ۔۔۔ ادا کر دیا عشق کا کاروبار
کسی نے یہ پوچھی تھی عاشق سے بات ۔۔۔ وہ نسخہ بتا جس سے جاگے تو رات
کہا نیند کی ہے دوا سوز و درد ۔۔۔ کہاں نیند جب غم کرے چہرہ زرد
وہ آنکھیں نہیں جو کہ گریاں نہیں ۔۔۔ وہ خود دل نہیں جو کہ بریاں نہیں
تو انکار سے وقت کھوتا ہے کیا ۔۔۔ تجھے کیا خبر عشق ہوتا ہے کیا
مجھے پوچھو اور میرے دل سے یہ راز ۔۔۔ مگر کون پوچھے بجز عشق باز
جو برباد ہونا کرے اختیار ۔۔۔ خدا کے لئے ہے وہی بختیار
جو اس کے لئے کھوتے ہیں پاتے ہیں ۔۔۔ جو مرتے ہیں وہ زندہ ہو جاتے ہیں

(ست بچن ص۶۲، ۴۹ طبع اوّل)

دنیا کی بے ثباتی۔ مجاہدات کی ضرورت۔

چاہیئے کہ ہر ایک سستی کا مارا دنیا میں غرق نام کا مسلمان بلکہ مولوی اس مرد خدا (باوا نانک رح) کی سرگرمی کی طرف خیال کرکے عبرت پکڑے اور مرنے سے پہلے متنبہ ہو جائے کہ پھر یہ موقعہ دوسری مرتبہ ہرگز نہیں ملے گا کہ دنیا میں آوے اور خدا تعالے کے راضی کرنے کے لئے دل و جان سے مجاہدات

دنیا کی مونوں اور ذلتوں سے کون رہائی پاتا ہے۔

سو یہ موتیں اور ذلتیں جو دنیا پرستوں پر آتی ہیں ان موتوں کے خوف سے وہ لوگ رہائی پا جاتے ہیں جو کہ خود رضائے الٰہی میں فانی ہو کر روحانی طور پر موت قبول کر لیتے ہیں۔

(ست بچن صہ ۱۰۵ طبع اوّل)

کرامت کیا ہے۔

یہ بات اللہ جلشانہٗ کی عادت میں داخل ہے کہ جب ایک انسان اپنے دل سے اپنی جان سے اپنے تمام وجود سے اس کی طرف جھک جاتا ہے اور اپنی زندگی کا اصل مقصد اسی کو ٹھہراتا ہے اور غیر سے قطع تعلق کرتا ہے اور اس کی محبت سے بھر جاتا ہے تو پھر وہ قادر و کریم و رحیم خدا ایک خاص طور سے اس سے تعلق پکڑتا ہے اور ایک ایسے نئے رنگ میں اس پر تجلی فرماتا ہے جس سے دنیا غافل ہوتی ہے سو جو کچھ اس کے کامل اخلاص اور کامل صدق اور کامل وفا کی پاداش میں عنایت الٰہی وقتاً فوقتاً اس کی عزت ظاہر کرتی ہے مثلاً مشکلات کے وقت میں اس کی دستگیری فرماتی ہے اور ناقدر شناسوں پر اس کا قدر و منزلت کھول دیتی ہے اور اس کے دوستوں پر فضل اور احسان کا پرتوہ ڈالتی ہے اور اس کے موذی دشمنوں کو قہر کے ساتھ پکڑتی ہے اور اس کو معارف اور دقائق سے حصہ بخشتی ہے اور اس کی قبولیت کو دنیا پر پھیلا دیتی ہے اور اس کے قول اور فعل میں برکت رکھ دیتی ہے اور اس کے ہر ایک بوجھ کی آپ متکفل ہو جاتی ہے اور عجیب طور پر اس کی تمام حاجتوں کو پورا کر دیتی ہے تو ان تمام صورتوں کا نام کرامت ہے اور جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو خدا اس کا ہو جاتا ہے اور جب خدا اس کا ہو جاتا ہے تو بہتوں کو جو اس کے نیک بندے ہیں اس کی طرف رجوع دیتا ہے۔

(ست بچن صہ ۱۳۵ طبع اوّل)

اسلام کی جڑ اور اصل حقیقت

صبر اور استقامت کے ساتھ تمام راست بازی کی راہوں کو پورا کرنا اور پاک اور بے لوث زندگی اختیار کرنا یہی اسلام کی جڑ اور اصل حقیقت ہے۔

(ست بچن صہ ۱۳۶ طبع اوّل)

انسانی محبت کی کوئی انتہا نہیں۔

انسانی محبت اور خوف اور عداوت کا کوئی انتہا نہیں۔ انسانی محبت رفتہ رفتہ عشق تک پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ محبت انسان کے دل میں اس قدر گھر کر جاتی ہے کہ اس کے دل کو چیر کر اندر چلی جاتی ہے اور کبھی اس کو دیوانہ سا بنا دیتی ہے اور نہ صرف محبوب تک ہی محدود رہتی ہے بلکہ انسان اپنے محبوب کے دوستوں سے بھی محبت کرتا ہے اور اس کے شہر سے بھی محبت کرتا ہے جس میں وہ رہتا ہے اور ان اوضاع اور اطوار سے بھی محبت کرتا ہے جو محبوب میں پائے جاتے ہیں اور اس ملک سے بھی محبت کرتا ہے جہاں محبوب رہتا ہے۔

(ست بچن صہ ۱۲۶، ۱۲۷ طبع اوّل)

اسلام کیا چیز ہے۔

اسلام کیا چیز ہے؟ یہی کہ ہم اس سفلی زندگی کو کھو دیں اور نابود کر دیں اور ایک نئی اور پاک زندگی میں داخل ہوں۔ اور یہ ناممکن ہے جب تک ہمارے تمام قویٰ خدا کی راہ میں قربان نہ ہو جائیں۔ اسلام پر قدم مارنے سے نئی زندگی ملتی ہے اور وہ انوار اور برکات حاصل ہوتے ہیں کہ اگر میں بیان کروں تو مجھے شک ہے کہ اجنبی لوگوں میں سے کوئی ان پر اعتبار بھی کرے گا۔ خدا ہے اور اس کی ذات پر ایمان لانا اور درحقیقت اسی کا ہو جانا یہی راہ ہے جس کا نام اسلام ہے لیکن اس راہ پر قدم وہی مارتا ہے جس کے دل میں اس زندہ خدا کا خوف ایک قوی اثر ڈالتا ہے۔

(ست بچن صہ ۱۵۰، ۱۵۱ طبع اوّل)

اسلامی اصول کی فلاسفی

نفس مطمئنہ کی کیفیت

پھر ایک تیسرا چشمہ ہے جس کو روحانی حالتوں کا مبدأ کہنا چاہیئے۔ اس سرچشمہ کا نام قرآن شریف نے نفس مطمئنہ رکھا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے يَآ اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ فَادْخُلِىْ فِىْ عِبَادِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ یعنی اے نفس آرام یافتہ جو خدا سے آرام پا گیا اپنے خدا کی طرف واپس چلا آ۔ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے بندوں میں مل جا اور میرے بہشت کے اندر آجا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں نفس تمام کمزوریوں سے نجات پاکر روحانی قوتوں سے بھر جاتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے ایسا پیوند کر لیتا ہے کہ بغیر اس کے جی بھی نہیں سکتا اور جس طرح پانی اوپر سے نیچے کی طرف بہت اور بسبب اپنی کثرت کے اور نیز روکوں کے دور ہونے سے بڑے زور سے چلتا ہے اسی طرح وہ خدا کی طرف بہتا چلا جاتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے وہ نفس جو خدا سے آرام پا گیا اس کی طرف واپس چلا آ۔ پس وہ اسی زندگی میں نہ موت کے بعد ایک عظیم الشان تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اسی دنیا میں نہ دوسری جگہ ایک بہشت اس کو ملتا ہے اور جیسا کہ اس آیت میں لکھا ہے کہ تو اپنے رب کی طرف یعنی پرورش کرنے والے کی طرف واپس آ ایسا ہی اس وقت یہ خدا سے پرورش پاتا ہے اور خدا کی محبت اس کی غذا ہوتی ہے۔ اور اسی زندگی بخش چشمہ سے پانی پیتا ہے اس لئے موت سے نجات پاتا ہے جیسا کہ دوسری

جگہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا یعنی جس نے ارضی جذبات سے اپنے نفس کو پاک کیا وہ بچ گیا اور نہیں ہلاک ہوگا مگر جس نے ارضی جذبات میں جو طبعی جذبات ہیں اپنے تئیں چھپا دیا وہ زندگی سے ناامید ہو گیا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۵، ۶)

روحانیت کب ملتی ہے۔ خدا کا ہو جانے والے کی نشانی

روحانیت ہر ایک خلق کو محل اور موقع پر استعمال کرنے کے بعد اور پھر خدا کی راہوں میں وفاداری کے ساتھ قدم مارنے سے اور اسی کا ہو جانے سے ملتی ہے جو اس کا ہو جاتا ہے اس کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس کے بغیر جی ہی نہیں سکتا۔ عارف ایک مچھلی ہے جو خدا کے ہاتھ سے ذبح کی گئی اور اس کا پانی خدا کی محبت ہے۔

(ص ۱۷، ۱۸)

عفت۔ دل کو پاک رکھنے کا طریق۔

اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیئے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے تمدنی زندگی میں غضِ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ وہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خلق کے رنگ میں آجائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خلق ہے جس کو احسان اور عفت کہتے ہیں۔

(ص ۲۲)

کافور کی ملونی۔

جو لوگ حقیقی نیکی کرنے والے ہیں ان کو وہ جام پلائے جائیں گے جن کی ملونی کافور کی ہوگی یعنی دنیا کی سوزشیں اور حسرتیں اور ناپاک خواہشیں ان کے دل سے دور

کر دی جائیں گی۔ کافور کفر سے مشتق ہے اور کَفَر لغت عرب میں دبانے اور ڈھانکنے کو کہتے ہیں: مطلب یہ کہ ان کے ناجائز جذبات دبائے جائیں گے اور وہ پاک باطن ہو جائیں گے اور معرفت کی خنکی ان کو پہنچے گی۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۵۹)

شجاعت کیا ہے

حقیقی شجاعت کی جڑھ صبر اور ثابت قدمی ہے اور ہر ایک جذبہ نفسانی یا بلا جو دشمنوں کی طرح حملہ کرے اس کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنا اور بزدل ہو کر بھاگ نہ جانا یہی شجاعت ہے۔

(، ص ۶۲)

اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کیا ہے۔ بہشتی زندگی کا نقشہ

عبادت بطور غذا ہو جاتی ہے۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت انسان کی اس دنیوی زندگی میں یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذّت اس کی خدا میں ہی ہو جائے۔ یہی وہ حالت ہے جس کو دوسرے لفظوں میں بہشتی زندگی کہا جاتا ہے۔ اس حالت میں انسان اپنے کامل صدق اور صفا اور وفا کے بدلہ میں ایک نقد بہشت پا لیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی بہشت موعود پر نظر ہوتی ہے اور یہ بہشت موجود میں داخل ہوتا ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان سمجھتا ہے کہ وہ عبادت جس کا بوجھ اس کے سر پر ڈالا گیا ہے وہ حقیقت وہی ایک ایسی غذا ہے جس سے اس کی روح نشو ونما پاتی ہے۔ اور جس پر اس کی روحانی زندگی کا بڑا بھاری مدار ہے اور اس کے نتیجے کا حصول کسی دوسرے جہان پر موقوف نہیں ہے ... ... اس درجہ پر پہنچ کر وقت آ جاتا ہے کہ انسان پوری فلاح حاصل کرے۔ اب تمام نفسانی جذبات خود بخود افسردہ ہونے لگتے ہیں اور روح پر ایک ایسی طاقت افزا ہوا چلنے لگتی ہے جس سے انسان پہلی کمزوریوں کو ندامت کی نظر سے دیکھتا ہے اس وقت انسانی سرشت

پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے اور عادات میں ایک تبدل عظیم پیدا ہوتا ہے اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت ہی دُور جا پڑتا ہے۔ دھویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے اور خُدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل میں لکھ دیتا ہے اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل سے باہر پھینک دیتا ہے۔ سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آ جاتی ہے اور فطرت کے تمام برجوں پر راست بازی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور حق کی فتح ہوتی ہے اور باطل بھاگ جاتا ہے اور اپنے ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دل پر خُدا کا ہاتھ ہوتا ہے اور ہر ایک قدم خدا کے زیرِ سایہ چلتا ہے .... نفس لوامہ کے مرتبہ پر انسان کا یہ حال ہوتا ہے کہ بار بار توبہ کرتا ہے بلکہ بسا اوقات اپنی صلاحیت سے نا امید ہو جاتا ہے اور اپنے مرض کو ناقابل علاج سمجھ لیتا ہے اور ایک مدت تک ایسا ہی رہتا ہے اور پھر جب وقت مقدر پورا ہو جاتا ہے تو رات یا دن کو یک دفعہ ایک نور اس پر نازل ہوتا ہے اور اس نور میں الٰہی قوت ہوتی ہے۔ اس نور کے نازل ہونے کے ساتھ ہی ایک عجیب تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور غیبی ہاتھ کا ایک قوی تصرف محسوس ہوتا ہے اور ایک عجیب عالم سامنے آ جاتا ہے۔ اس وقت انسان کو پتہ لگتا ہے کہ خُدا ہے اور آنکھوں میں وہ نور آ جاتا ہے جو پہلے نہیں تھا۔

خدا کی راہ میں صراط مستقیم کیا ہے۔ دعا کے ساتھ کامل استقامت کی ضرورت۔

... ... ہم اس حی و قیوم کو محض اپنی ہی تدبیروں سے ہرگز نہیں پا سکتے۔ بلکہ اس راہ میں صراط مستقیم صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی زندگی مع اپنی تمام قوتوں کے خُدا تعالےٰ کی راہ میں وقف کر کے پھر خدا کے وصال کے لئے دعا میں لگے رہیں تا خُدا کو خدا ہی کے ذریعے سے پاویں۔ اور سب سے پیاری دعا جو عین محل اور موقع سوال کا ہمیں سکھاتی ہے اور فطرت کے روحانی جوش کا نقشہ ہمارے سامنے رکھتی ہے۔ وہ دعا ہے جو خدائے کریم نے اپنی پاک کتاب قرآن شریف میں یعنی سورہ فاتحہ میں

ہمیں سکھائی ہے ... . یہ آیات (سورہ فاتحہ) سمجھا رہی ہیں کہ خدا تعالےٰ کے انعامات جو دوسرے لفظوں میں فیوض کہلاتے ہیں انہی پر نازل ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کو خدا کی راہ میں قربانی دے کر اور اپنا تمام وجود اس کی راہ میں وقف کر کے اور اسکی رضا میں محو ہو کر پھر اس وجہ سے دعا میں لگے رہتے ہیں کہ تا جو کچھ انسان کو روحانی نعمتوں اور خدا کے قرب اور وصال اور اس کے مکالمات اور مخاطبات میں سے مل سکتا ہے وہ سب ان کو ملے۔ اور اس دعا کے ساتھ اپنے تمام قوےٰ سے عبادت بجالاتے ہیں اور گناہ سے پرہیز کرتے اور آستانہ الٰہی پر پڑے رہتے ہیں اور جہاں تک ان کے لئے ممکن ہے اپنے تئیں بدی سے بچاتے ہیں۔ اور غضب الٰہی کی راہوں سے دور رہتے ہیں۔ سو چونکہ وہ ایک اعلےٰ ہمت اور صدق کے ساتھ خدا کو ڈھونڈتے ہیں اسی لئے اس کو پالیتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی پاک معرفت کے پیالوں سے سیراب کئے جاتے ہیں۔ اس آیت میں جو استقامت کا ذکر فرمایا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچا اور کامل فیض جو روحانی عالم تک پہنچاتا ہے کامل استقامت سے وابستہ ہے۔ اور کامل استقامت سے مراد ایک ایسی حالت صدق و وفا ہے جس کو کوئی امتحان ضرر نہ پہنچا سکے یعنی ایسا پیوند ہو جس کو نہ تلوار کاٹ سکے۔ نہ آگ جلا سکے اور نہ کوئی دوسری آفت نقصان پہنچا سکے۔ عزیزوں کی موتیں اس سے علیحدہ نہ کر سکیں۔ پیاروں کی جدائی اس میں خلل انداز نہ ہو سکے۔ بے آبروئی کا خوف کچھ رعب نہ ڈال سکے۔ ہولناک دکھوں سے مارا جانا ایک ذرہ دل کو نہ ڈرا سکے۔ سو یہ دروازہ نہایت تنگ ہے اور یہ راہ نہایت دشوار گزار ہے۔ کس قدر مشکل ہے۔ آہ! صد آہ!!

اسی کی طرف اللہ جلشانہٗ ان آیات میں اشارہ فرماتا ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ

اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔

یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہاری برادری اور تمہارے وہ مال جو تم نے محنت سے کمائے ہیں اور تمہاری سوداگری جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری حویلیاں جو تمہارے دل پسند ہیں۔ خدا سے اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لڑانے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم اس وقت تک منتظر رہو کہ جب تک خدا اپنا حکم ظاہر کرے اور خدا بدکاروں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھائے گا۔

خدا کی نظر میں بدکار کون ہے۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کی مرضی کو چھوڑ کر اپنے عزیزوں اور اپنے مالوں سے پیار کرتے ہیں وہ خدا کی نظر میں بدکار ہیں وہ ضرور ہلاک ہوں گے کیونکہ انہوں نے غیر کو خدا پر مقدم رکھا۔ یہی وہ تیسرا مرتبہ ہے جس میں وہ شخص باخدا بنتا ہے کیونکہ جو اس کے لئے ہزاروں بلائیں خریدے اور خدا کی طرف ایسے صدق اور اخلاص سے جھک جائے کہ خدا کے سوا کوئی اس کا نہ رہے گویا سب مر گئے۔ پس سچ تو یہ ہے کہ جب تک ہم خود نہ مریں زندہ خدا نظر نہیں آ سکتا۔ خدا کے ظہور کا وہی دن ہوتا ہے کہ جب ہماری جسمانی زندگی پر موت آوے۔ ہم اندھے ہیں۔ جب تک غیر کے دیکھنے سے اندھے نہ ہو جائیں۔ ہم مردہ ہیں جب تک خدا کے ہاتھ میں مردہ کی طرح نہ ہو جائیں۔ جب ہمارا منہ ٹھیک ٹھیک اس کے محاذات پر پڑے گا تب وہ واقعی استقامت جو تمام نفسانی جذبات پر غالب آتی ہے۔ ہمیں حاصل ہو گی۔ اس سے پہلے نہیں اور یہی وہ استقامت ہے جس سے نفسانی زندگی پر موت آجاتی ہے۔ ہماری استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ

مُحسِنٌ ۔ یعنی یہ کہ قربانی کی طرح میرے آگے گردن رکھدو۔ ایسا ہی ہم اس وقت درجہ استقامت حاصل کریں گے کہ جب ہمارے وجود کے تمام پُرزے اور ہمارے نفس کی تمام قوتیں اسی کے کام میں لگ جائیں اور ہماری موت اور ہماری زندگی اسی کے لئے ہو جائے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قُلْ اِنَّ صَلوٰتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ یعنی کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا زندہ رہنا اور میرا مرنا سب خدا کے لئے ہے۔ اور جب انسان کی محبت خدا کے ساتھ اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کا مرنا اور جینا اپنے لئے نہیں بلکہ خدا ہی کے لئے ہو جائے۔ تب وہ خدا جو ہمیشہ سے پیار کرنے والوں کے ساتھ پیار کرتا آیا ہے اپنی محبت کو اس پر اتارتا ہے اور دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ جس کو دنیا نہیں پہچانتی اور نہ سمجھ سکتی ہے۔ اور ہزاروں صدیقوں اور برگزیدوں کا اسی لئے خون ہوا کہ دنیا نے ان کو نہیں پہچانا وہ اسی لئے مکار اور خود غرض کہلائے کہ دُنیا ان کے نورانی چہرہ کو دیکھ نہ سکی۔ جیسا کہ فرماتا ہے یَنْظُرُوْنَ اِلَیْکَ وَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ یعنی وہ جو منکر ہیں تیری طرف دیکھتے تو ہیں مگر تو انہیں نظر نہیں آتا۔ غرض جب وہ نور پیدا ہوتا ہے تو اس نور کی پیدائش کے دن سے ایک زمینی شخص آسمانی ہو جاتا ہے۔ وہ جو ہر ایک وجود کا مالک ہے اس کے اندر بولتا ہے اور اپنی الوہیت کی چمکیں دکھلاتا ہے اور اس کے دل کو جو پاک محبت سے بھرا ہوا ہے اپنا تخت گاہ بناتا ہے۔ اور جب ہی سے کہ یہ شخص ایک نورانی تبدیلی پاکر ایک نیا آدمی ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے لئے ایک نیا خدا ہو جاتا ہے اور نئی عادتیں اور نئی سنتیں ظہور میں لاتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ نیا خدا ہے یا عادتیں نئی ہیں مگر خدا کی عام عادتوں سے وہ الگ عادتیں ہوتی ہیں۔ جو دنیا کا فلسفہ ان سے آشنا نہیں۔ اور یہ شخص جیسا کہ اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے

خدا کی محبت کب نازل ہوتی ہے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ۔ یعنی انسانوں میں وہ اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں۔ وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے۔ ایسا ہی وہ شخص جو روحانی حالت کے اس مرتبہ تک پہنچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بیچ دیتا ہے اور جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعتِ خالق اور خدمتِ مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں ایسے شوق و ذوق و حضورِ دل سے بجالاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوبِ حقیقی کو دیکھ رہا ہے اور ارادہ اس کا خدا تعالےٰ کے ارادہ سے ہمرنگ ہو جاتا ہے۔ اور تمام لذت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر جاتی ہے اور تمام اعمالِ صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذذ اور احتظاظ کی کشش سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ وہ نقد بہشت ہے جو روحانی انسان کو ملتا ہے اور وہ بہشت جو آئندہ ملے گا وہ درحقیقت اسی کے اظلال و آثار ہے جس کو دوسرے عالم میں قدرتِ خداوندی جسمانی طور پر متمثل کر کے دکھلائے گی۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۹۸ تا ۹۸ ملخص)

تمام دکھوں سے کون نجات پاتا ہے؟

زنجبیلی شربت خدا تعالےٰ کے حسن و جمال کی تجلی ہے جو روح کی غذا ہے۔ جب اس تجلّی سے انسان قوت پکڑتا ہے تو پھر بلند اور اونچی گھاٹیوں پر چڑھنے کے لائق ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی راہ میں ایسی حیرتناک سختی کے کام دکھلاتا ہے کہ جب

زنجبیلی شربت

تک یہ عاشقانہ گرمی کسی کے دل میں نہ ہو ہرگز ایسے کام دکھلا نہیں سکتا۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۰۲)

خدا کو سچے دل سے نہ ڈھونڈنے والوں پر دنیاداری کی بلائیں۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ سَلٰسِلَ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا

یعنی ہم نے منکروں کے لئے جو سچائی کو قبول کرنا نہیں چاہتے زنجیریں تیار کر دی ہیں۔ اور طوق گردن اور ایک افروختہ آگ کی سوزش۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ سچے دل سے خدا تعالیٰ کو نہیں ڈھونڈتے ان پر خدا کی طرف سے رجعت پڑتی ہے۔ وہ دنیا کی گرفتاریوں میں ایسے مبتلا رہتے ہیں کہ گویا پابہ زنجیر ہیں۔ اور زمینی کاموں میں ایسے نگوسار ہوتے ہیں کہ گویا ان کی گردن میں ایک طوق ہے جو ان کو آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانے دیتا۔ اور ان کے دلوں میں حرص و ہوا کی ایک سوزش لگی ہوئی ہوتی ہے کہ یہ مال حاصل ہو جائے اور یہ جائداد مل جائے اور فلاں ملک ہمارے قبضہ میں آجائے اور فلاں دشمن پر ہم فتح پائیں۔ اس قدر روپیہ ہو۔ اتنی دولت ہو۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ ان کو نالائق دیکھتا ہے اور برے کاموں میں مشغول پاتا ہے اس لئے یہ تینوں بلائیں ان کو لگا دیتا ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۰۲، ۱۰۳)

نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جانا ہے۔

نیک بندوں کو خدا کا دیدار اسی جہان میں ہو جاتا ہے اور وہ اسی جگ میں اپنے پیارے کا درشن پا لیتے ہیں جس کے لئے وہ سب کچھ کھوتے ہیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۰۴)

تکبر اور خودبینی

وہ (زقوم) ایک درخت ہے جو جہنم کی جڑھ میں سے نکلتا ہے یعنی تکبر اور خودبینی

دوزخ کی جڑھ ہے۔

سے پیدا ہوتا ہے۔ یہی دوزخ کی جڑھ ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۱۰۷)

خدا کے ساتھ کامل تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ اسلام اور دعائے فاتحہ۔

اب ہم پھر اصل مطلب کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ روحانی اور کامل تعلق پیدا ہونے کا ذریعہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے اسلام اور دعائے فاتحہ ہے یعنی اوّل اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کر دینا اور پھر اس دعا میں لگے رہنا جو سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ تمام اسلام کا مغز یہ دونوں چیزیں ہیں۔ اسلام اور دعائے فاتحہ۔ دنیا میں خدا تک پہنچنے اور حقیقی نجات کا پانی پینے کے لئے یہی ایک ذریعہ ہے۔ بلکہ یہی ایک ذریعہ ہے جو قانون قدرت نے انسان کی اعلیٰ ترقی اور وصال الٰہی کے لئے مقرر کیا ہے اور وہی خدا کو پاتے ہیں کہ جو اسلام کے مفہوم کی روحانی آگ میں داخل ہوں اور دعائے فاتحہ میں لگے رہیں۔

اسلام کیا چیز ہے۔

اسلام کیا چیز ہے۔ وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے۔ ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے۔ بجلی کی آگ کی طرح ایک آگ ہمارے اندر سے نکلتی ہے اور ایک آگ اوپر سے ہم پر اترتی ہے۔ ان دونوں شعلوں کے ملنے سے ہماری تمام ہوا و ہوس اور غیر اللہ کی محبت بھسم ہو جاتی ہے۔ اور ہم اپنی پہلی زندگی سے مر جاتے ہیں۔ اس حالت کا نام قرآن شریف کی رو سے اسلام ہے۔ اسلام سے ہمارے نفسانی جذبات کو موت آتی ہے اور پھر دعا سے ہم ازسرنو زندہ رہتے ہیں۔

دوسری زندگی کے لئے الہام الٰہی کا ہونا ضروری

اس دوسری زندگی کے لئے الہام الٰہی کا ہونا ضروری ہے۔ اسی مرتبہ پر پہنچنے کا نام لقاء الٰہی ہے۔ یعنی خدا کا دیدار اور خدا کا درشن ہے۔ اس درجہ پر پہنچ کر انسان کو وہ اتصال ہوتا ہے کہ

بے لقائے الٰہی کا مرتبہ

گویا وہ اس کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کو قوت دی جاتی ہے اور اس کے تمام حواس اور تمام اندرونی قوتیں روشن کی جاتی ہیں اور پاک زندگی کی کشش بڑے زور سے شروع ہو جاتی ہے۔ اسی درجہ پر آکر خدا انسان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور زبان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ بولتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ حملہ کرتا ہے۔ اور کان ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور پیر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ اسی درجہ کی طرف اشارہ ہے جو خدا تعالےٰ فرماتا ہے ید اللہ فوق ایدیھم یہ اس کا ہاتھ خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے اور ایسا ہی فرماتا ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی یعنی جو تو نے چلایا تو نے نہیں بلکہ خدا تعالےٰ نے چلایا۔ غرض اس درجہ پہ خدا تعالےٰ کے ساتھ کمال اتحاد ہو جاتا ہے اور خدا تعالےٰ کی پاک مرضی روح کے رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی ہے اور اخلاقی طاقتیں جو کمزور تھیں اس درجہ میں محکم پہاڑوں کی طرح نظر آتی ہیں۔ عقل اور فراست نہایت لطافت پر آجاتی ہے۔ یہ معنے اس آیت کے ہیں جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَ اَیَّدَھُم بِرُوحٍ مِّنہُ اس مرتبہ میں محبت اور عشق کی نہریں ایسے طور سے جوش مارتی ہیں جو خدا تعالےٰ کے لئے مرنا اور خدا تعالیٰ کے لئے ہزاروں دکھ اٹھانا اور بے آبرو ہونا ایسا آسان ہو جاتا ہے کہ گویا ایک ہلکا سا تنکا توڑنا ہے۔ خدا تعالےٰ کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور نہیں جانتا کہ کون کھینچ رہا ہے۔ ایک غیبی ہاتھ اس کو اٹھائے پھرتا ہے اور خدا تعالےٰ کی مرضیوں کو پورا کرنا اس کی زندگی کا اصل الاصول ٹھہر جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں خدا بہت ہی قریب دکھائی دیتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے نَحنُ اَقرَبُ اِلَیہِ مِن حَبلِ الوَرِیدِ یعنی ہم اس سے اس کی رگ جان سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔ ایسی حالت میں اس مرتبہ کا آدمی ایسا ہوتا ہے کہ جس طرح پھل پختہ ہو کر خود بخود درخت پر سے گر جاتا ہے اسی طرح

اس مرتبہ کے آدمی کے تمام تعلقات سفلی کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اس کا اپنے خدا تعالیٰ سے ایک گہرا تعلق ہو جاتا ہے۔ اور وہ مخلوق سے دور چلا جاتا اور خدا تعالےٰ کے مکالمات اور مخاطبات سے شرف پاتا ہے۔ اس مرتبہ کے حاصل کرنے کے لئے اب بھی دروازے کھلے ہیں جیسا کہ پہلے کھلے ہوئے تھے اور اب بھی خدا کا فضل یہ نعمت ڈھونڈنے والوں کو دیتا ہے جیسا کہ پہلے دیتا تھا۔ مگر یہ راہ محض زبان کی فضولیوں کے ساتھ حاصل نہیں ہوتی اور فقط بے حقیقت باتوں اور لاف سے یہ دروازہ نہیں کھلتا۔ چاہنے والے بہت ہیں مگر پانے والے بہت کم۔ اس کا کیا سبب ہے۔ یہی ہے کہ یہ مرتبہ سچی سرگرمی سچی جانفشانی پر موقوف ہے۔ باتیں قیامت تک کیا کرو کیا ہو سکتا ہے۔ صدق سے اس آگ پر قدم رکھنا جس کے خوف سے اور لوگ بھاگتے ہیں اس راہ کی پہلی شرط ہے۔ اگر عملی سرگرمی نہیں تو لاف زنی ہیچ ہے۔

یہ مرتبہ سچی سرگرمی اور سچی جانفشانی پر موقوف ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۰۹ تا ۱۱۲)

غیر متناہی ترقیات۔

خدا تعالےٰ نے انسان کو غیر متناہی ترقیات کے لئے پیدا کیا ہے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۲۴)

خدا تعالےٰ کے محب موت سے نہیں مرتے۔

جو لوگ خدا تعالےٰ کے محب ہیں وہ موت سے نہیں مرتے کیونکہ ان کا پانی اور ان کی روٹی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

(" ص ۱۲۶)

مغفرت کے اصل معنے۔

مغفرت کے اصل معنے یہ ہیں نا ملائم اور ناقص حالت کو نیچے دبانا اور ڈھانکنا ... جو شخص کسی عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا اور پھر ہمیشہ کے لئے استغفار

اپنی عادت نہیں پکڑتا وہ کیڑا ہے نہ انسان۔ اور اندھا ہے نہ سوجاکھا۔ اور ناپاک ہے نہ طیب۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

انسان کی قوتوں کا اصل مقصود خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔

اب ہم مختصر طور پر صرف یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ اندرونی اور بیرونی اعضاء دیئے گئے ہیں یا جو کچھ قوتیں عنایت ہوئی ہیں اصل مقصود ان سے خدا کی معرفت اور خدا کی پرستش اور خدا کی محبت ہے۔ اسی وجہ سے انسان دنیا میں ہزاروں شغلوں کو اختیار کر کے پھر بھی بجز خدا کے اپنی سچی خوشحالی کسی میں نہیں پاتا۔ بڑا دولتمند ہو کر بڑا عہدہ پا کر بڑا تاجر بن کر بڑی بادشاہی تک پہنچ کر۔ بڑا فلاسفر کہلا کر آخر ان دنیوی گرفتاریوں سے بڑی حسرتوں کے ساتھ جاتا ہے اور ہمیشہ دل اس کا دنیا کے استغراق سے اس کو ملزم کرتا رہتا ہے ... ... جب ہم انسان کی قوتوں کو ٹٹولتے ہیں کہ ان میں اعلیٰ سے اعلیٰ کونسی قوت ہے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ خدائے اعلیٰ و برتر کی اس میں تلاش پائی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ چاہتا ہے کہ خدا کی محبت میں ایسا گداز اور محو ہو کہ اس کا اپنا کچھ بھی نہ رہے سب خدا کا ہو جائے۔

(؍ صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹)

کمال استقامت۔

یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرض خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ

ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوسرے دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔ نہ اس وقت خدا کی بشارتوں کے طالب ہوں کہ وقت نازک ہے اور باوجود سراسر بیکس اور کمزور ہونے کے اور کسی تسلی کے نہ پانے کے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور ہرچہ بادا باد کہہ کر گردن کو آگے رکھ دیں اور قضاء و قدر کے آگے دم نہ ماریں اور ہرگز بے قراری اور جزع فزع نہ دکھلاویں جب تک کہ آزمائش کا حق پورا ہو جائے۔ یہی استقامت ہے جس سے خدا ملتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی رسولوں اور نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی خاک سے اب تک خوشبو آ رہی ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہٗ اس دعا میں اشارہ فرماتا ہے: اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے خدا ہمیں استقامت کی راہ دکھلا، وہی راہ جس پر تیرا انعام و اکرام مترتب ہوتا ہے اور تو راضی ہو جاتا ہے اور اسی طرف اس دوسری آیت میں اشارہ فرمایا ربنا افرغ علینا صبرًا وتوفنا مسلمین اے خدا اس مصیبت میں ہمارے دل پر وہ سکینت نازل فرما جس سے صبر آ جائے اور ایسا کر کہ ہماری موت اسلام پر ہو۔ جاننا چاہیئے کہ دکھوں اور مصیبتوں کے وقت میں خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے دل پر ایک نور اتارتا ہے جس سے وہ قوت پا کر نہایت اطمینان سے مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں اور حلاوت ایمانی سے ان زنجیروں کو بوسہ دیتے ہیں جو اس کی راہ میں ان کے پیروں میں پڑیں۔ جب باخدا آدمی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں اور موت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے رب کریم سے خواہ نخواہ جھگڑا شروع نہیں کرتا کہ مجھے ان بلاؤں سے بچا کیونکہ اس وقت عافیت کی دعا میں اصرار کرنا خدا تعالیٰ سے لڑائی اور موافقت تامہ کے مخالف ہے بلکہ سچا محب بلا کے اترنے سے اور آگے قدم رکھتا ہے اور ایسے وقت میں جان کو ناچیز

سمجھ کر اور جان کی محبت کو الوداع کہہ کر اپنے مولیٰ کی مرضی کا بکلی تابع ہو جاتا ہے اور اس کی رضا چاہتا ہے۔ اس کے حق میں اللہ جلشانہٗ نے فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ

یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اس کے عوض میں خدا کی مرضی خرید لیتا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت خاص کے مورد ہیں۔ بغرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اس کی یہی روح ہے جو بیان کی گئی جس کو سمجھنا ہو سمجھ لے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۵)

کامل معرفت کے لئے الہام کی ضرورت۔

عالم ثانی کے بارے میں ہمارا علم الہیات تب عین الیقین کی حد تک پہنچتا ہے کہ جب خود بلاواسطہ ہم الہام پاویں۔ خدا کی آواز کو اپنے کانوں سے سنیں اور خدا کے صاف اور صحیح کشفوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ ہم بے شک کامل معرفت کے حاصل کرنے کے لئے بلاواسطہ الہام کے محتاج ہیں۔ ... ... کیا خدا کے سچے عاشقوں اور حقیقی دلدادوں کا دل نہیں چاہتا کہ اس محبوب حقیقی کے کلام سے لذت حاصل کریں۔ کیا جنہوں نے خدا کے لئے تمام دنیا کو برباد کیا۔ دل کو دیا۔ جان کو دیا۔ وہ اس بات پر راضی ہو سکتے ہیں کہ صرف ایک دھندلی سی روشنی میں کھڑے رہ کر مرتے رہیں اور اُس آفتاب صداقت کا منہ نہ دیکھیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۶۴، ۱۶۵)

الہام محض فضل ہے

الہام محض فضل ہے اور فضیلت کے وجود میں اس کو دخل نہیں بلکہ فضیلت اس صدق اور اخلاص اور وفاداری کے قدر پر ہے جس کو خدا جانتا ہے۔ ہاں الہام بھی اگر اپنی بابرکت شرائط کے ساتھ ہو تو وہ بھی ان کا ایک پھل ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۶۹)

زندہ اور پاک الہام کا سلسلہ کب حاصل ہوتا ہے۔

مگر یہ درجہ کہ الہام بطور موہبت ہو اور زندہ اور پاک الہام کا سلسلہ ایسے بندہ سے خدا کو حاصل ہو اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ ہو یہ کسی کو نہیں ملتا بجز ان لوگوں کے جو ایمان اور اخلاص اور اعمالِ صالح میں ترقی کریں اور نیز اس چیز میں جس کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔ سچا اور پاک الہام الوہیت کے بڑے بڑے کرشمے دکھلاتا ہے۔ بارہا ایک نہایت چمکدار نور پیدا ہوتا ہے اور ساتھ اس کے پُرشوکت اور ایک چمکدار الہام آتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ ملہم اس ذات سے باتیں کرتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ دنیا میں خدا کا دیدار یہی ہے کہ خدا سے باتیں کرے۔ مگر اس ہمارے بیان میں انسان کی وہ حالت داخل نہیں ہے جو کسی کی زبان پر بے ٹھکانہ کوئی لفظ یا فقرہ یا شعر جاری ہو اور ساتھ اس کے کوئی مکالمہ اور مخاطبہ نہ ہو بلکہ ایسا شخص خدا کے امتحان میں گرفتار ہے۔ کیونکہ خدا اس طریق سے بھی سست اور غافل بندوں کو آزماتا ہے کہ کبھی کوئی فقرہ یا عبارت کسی کے دل پر یا زبان پر جاری کی جاتی ہے اور وہ شخص اندھے کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہیں جانتا کہ وہ عبارت کہاں سے آئی ہے۔ خدا سے یا شیطان سے۔ سو ایسے فقرات سے استغفار لازم ہے لیکن اگر ایک صالح اور نیک بندہ کو بے حجاب مکالمہ الٰہی شروع ہو جائے اور مخاطبہ اور مکالمہ کے طور پر ایک کلام روشن، لذیذ، پر معنی، پر حکمت۔ پوری شوکت کے ساتھ اس کو سنائی دے۔ اور کم سے کم بارہا اس کو ایسا اتفاق ہوا ہو کہ خدا میں اور اس میں عین بیداری میں دس مرتبہ سوال و جواب ہوا ہو۔ اس نے سوال کیا۔ خدا نے جواب دیا۔ پھر اسی وقت عین بیداری میں اُس نے کوئی اور عرض کی۔ خدا نے اس کا بھی جواب دیا پھر گزارش عاجزانہ کی۔ خدا نے اس کا بھی جواب عطا فرمایا۔ ایسا ہی دس مرتبہ تک خدا میں اور اس میں باتیں ہوتی رہیں۔ اور خدا نے بارہا ان مکالمات میں اس کی دعائیں منظور کی ہوں۔ عمدہ عمدہ معارف پر اس کو اطلاع دی ہو۔ آنے والے واقعات کی اس کو خبر دی ہو اور اپنے پرہنہ مکالمہ سے بار بار کے سوال و جواب میں اس کو مشرف کیا ہو تو ایسے شخص کو خدا تعالیٰ

کا بہت شکر ادا کرنا چاہیئے اور سب سے زیادہ خدا کی راہ میں فدا ہونا چاہیئے کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اپنے تمام بندوں میں سے اُسے چُن لیا اور اُن صدیقوں کا اُس کو وارث بنا دیا جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ نعمت نہایت ہی نادر الوقوع اور خوش قسمتی کی بات ہے جس کو ملی۔ اس کے بعد جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے۔

اس مرتبہ اور مقام کے لوگ اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ اور ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا اور اس کے اندر بولتا ہے وہ اس کے دل میں اپنا تخت بناتا ہے اور اس کے اندر سے اسے آسمان کی طرف کھینچتا ہے اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں۔ افسوس اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتا ہوتا کہاں تک پہنچ جاتا ہے ... ... اس مرتبہ پر خدا تعالےٰ وہ تعلقات اس بندہ سے ظاہر کرتا ہے کہ گویا اپنی الوہیت کی چادر اس پر ڈال دیتا ہے۔ اور ایسا شخص خدا کے دیکھنے کا آئینہ بن جاتا ہے۔ یہی بھید ہے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ غرض یہ بندوں کے لئے انتہائی تنبیہ ہے اور اس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں۔ اور پوری تسلی ملتی ہے۔

مجھے یہ مرتبہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ حاصل ہے۔

مَیں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا مَیں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مِل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ

دیکھیں اور جو میں نے سُنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دُور ہو جاتے ہیں۔ وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اُٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۷۰ تا ۱۷۴)

کا بہت شکر ادا کرنا چاہیئے۔ اور سب سے زیادہ خدا کی راہ میں فدا ہونا چاہیئے کیونکہ خدا نے محض اپنے کرم سے اپنے تمام بندوں میں سے اُسے چُن لیا اور اُن صدیقوں کا اُس کو وارث بنا دیا جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ یہ نعمت نہایت ہی نادر الوقوع اور خوش قسمتی کی بات ہے جس کو ملی۔ اس کے بعد جو کچھ ہے وہ ہیچ ہے۔

اس مرتبہ اور مقام کے لوگ اسلام میں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ اور ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا اور اس کے اندر بولتا ہے وہ اس کے دل میں اپنا تخت بناتا ہے اور اس کے اندر سے اسے آسمان کی طرف کھینچتا ہے اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں۔ افسوس اندھی دنیا نہیں جانتی کہ انسان نزدیک ہوتا ہوتا کہاں تک پہنچ جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس مرتبہ پر خدا تعالے وہ تعلقات اس بندہ سے ظاہر کرتا ہے کہ گویا اپنی الوہیت کی چادر اس پر ڈال دیتا ہے۔ اور ایسا شخص خدا کے دیکھنے کا آئینہ بن جاتا ہے۔ یہی بھید ہے جو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ غرض یہ بندوں کے لئے انتہائی تنبیہ ہے اور اس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں۔ اور پوری تسلی ملتی ہے۔

میں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر میں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی میں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی میں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا میں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ میں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ

مجھے یہ مرتبہ مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ حاصل ہے۔

دیکھیں۔ اور جو میں نے سُنا ہے وہ سُنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔ وہ کامل علم کا ذریعہ جس سے خدا نظر آتا ہے۔ وہ میل اتارنے والا پانی جس سے تمام شکوک دُور ہو جاتے ہیں۔ وہ آئینہ جس سے اس برتر ہستی کا درشن ہو جاتا ہے خدا کا وہ مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ جس کی روح میں سچائی کی طلب ہے وہ اُٹھے اور تلاش کرے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر روحوں میں سچی تلاش پیدا ہو اور دلوں میں سچی پیاس لگ جائے تو لوگ اس طریق کو ڈھونڈیں اور اس راہ کی تلاش میں لگیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۷۰ تا ۱۷۴)

انجام آتھم

خدا سے حقائق اور معارف کا دیا جانا

مجھ کو خدا نے بہت سے معارف اور حقائق بخشے اور اس قدر میری کلام کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ جب تک انسان خدا تعالےٰ کی طرف سے پورا تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں دی جاتی۔

(انجام آتھم ص۴۹)

ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا۔

کون اس کو قبول کر سکتا ہے کہ وہ پاک ذات جس کے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے۔ اس لمبے عرصہ تک اس جھوٹے کو چھوڑ دے جس کی نظیر دنیا کے سلسلہ میں مل ہی نہیں سکتی۔ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا۔ یعنی اس سے ظالم کون ہے جو خدا تعالےٰ پر جھوٹ باندھے۔ بے شک مفتری خدا تعالےٰ کی لعنت کے نیچے ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ پر افترا کرنے والا جلد مارا جاتا ہے

سو ایک تقویٰ شعار آدمی کے لئے یہ کافی تھا کہ خدا نے مجھے مفتریوں کی طرح ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ میرے ظاہر اور باطن اور میرے جسم اور میری روح پر احسان کئے جن کو میں شمار نہیں کر سکتا۔ میں جوان تھا جب خدا کی وحی اور الہام کا دعوےٰ کیا اور اب میں بوڑھا ہو گیا

اور ابتدائے دعویٰ پر بیس برس سے بھی زیادہ عرصہ گزر گیا۔ بہت سے میرے دوست اور عزیز جو مجھ سے چھوٹے تھے فوت ہو گئے اور مجھے اس نے عمر دراز بخشی اور ہر ایک مشکل میں میرا متکفل اور متولی رہا۔ پس کیا ان لوگوں کے یہی نشان ہوا کرتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ پر افترا باندھتے ہیں۔

(انجام آتھم ص۵۰)

صداقت کے ثبوت کیلئے مباہلہ کا چیلنج۔

اب اے مخالف مولویو اور سجادہ نشینو! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اور اگرچہ یہ جماعت بہ نسبت تمہاری جماعتوں کے تھوڑی سی اور فِئَۃ قلیلۃ ہے اور شاید اس وقت تک چار ہزار یا پانچ ہزار سے زیادہ نہ ہوگی۔ تاہم یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودہ ہے۔ خدا اس کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ وہ راضی نہیں ہوگا جب تک کہ اس کو کمال تک نہ پہنچا دے۔ اور وہ اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کے گرد احاطہ بنائے گا اور تعجب انگیز ترقیات دے گا۔ کیا تم نے کچھ کم زور لگایا۔ پس اگر یہ انسان کا کام ہوتا تو کبھی کا یہ درخت کاٹا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہ رہتا۔

اسی نے مجھے حکم دیا ہے کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں تا جو راستی کا دشمن ہے وہ تباہ ہو جائے اور جو اندھیرے کو پسند کرتا ہے وہ عذاب کے اندھیرے میں پڑے۔ پہلے میں نے کبھی ایسے مباہلہ کی نیت نہیں کی اور نہ چاہا کہ کسی پر بد دعا کروں۔ عبد الحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا۔ آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا مگر میں نے اس کے حق میں کوئی بد دعا نہیں کی۔ لیکن اب میں بہت ستایا گیا اور دکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دجال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ کذاب اور

مفتری سمجھا گیا۔ میں ان کے اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ میں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکارا گیا۔ میری تکفیر میں آپ لوگوں نے ایسی کمر باندھی کہ گویا آپ کو کچھ بھی شک میرے کفر میں نہیں۔ ہر ایک نے مجھے گالی دینا اجر عظیم کا موجب سمجھا اور میرے پر لعنت بھیجنا اسلام کا طریق قرار دیا۔ پر ان سب تلخیوں اور دکھوں کے وقت خدا میرے ساتھ تھا۔ ہاں وہی تھا جو ہر ایک وقت مجھکو تسلّی اور اطمینان دیتا رہا۔ کیا ایک کیڑا ایک جہان کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے۔ کیا ایک ذرّہ تمام دنیا کا مقابلہ کرے گا۔ کیا ایک دروغ گو کی ناپاک روح یہ استقامت رکھتی ہے۔ کیا ایک ناچیز مفتری کو یہ طاقتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

سو یقیناً سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے۔ بہتر تھا کہ تم خدا تعالےٰ کے سامنے روتے اور ایک ترساں اور ہراساں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے اور پھر یقین کی پیروی کرتے نہ شک اور وہم کی۔

(انجام آتھم ص۶۴، ۶۵)

اللہ تعالےٰ نے مجھے اس صدی کے سر پر مجدد بنا کر بھیجا ہے معارف اور علم اور الہام کا دیا جانا۔

فاعلموا یا معشر الکرام وجموع اولی الابصار والافہام انّ اللہ قد بعثنی مجددًا علیٰ راس ھذہ المائۃ واختص عبدًا لمصالح العامۃ واعطانی علومًا ومعارف تجب لاصلاح ھذہ الامۃ ووھب لی من لدنہ علمًا حیًا لاتمام الحجۃ علی الکفرۃ الفجرۃ واعطانی ثمرًا غضًا طریًا لتغذیۃ جیاع الملۃ وکاسًا دھاقًا لعطاشی الھدایۃ والمعرفۃ وجعلنی امامًا لکل من یرید صلاح نفسہ ویحب رضاء ربہٖ وجعلنی من المکلمین

اللہ نے میرا نام مسیح ابن مریم رکھا ہے۔

الملھمین۔ واکمل علیّ نعمہ واتمّ تفضلہ وسمانی المسیح ابن مریم بالفضل والرحمۃ۔ وقدر بینی وبینہ تشابہ الفطرۃ کالجوھرین من المادۃ الواحدۃ ووھب لی علومًا مقدسۃً نقیّۃً ومعارف صافیۃ جلیۃ وعلمنی مالم یعلم غیری من المعاصرین۔ وصبّ فی قلبی مالم یحیطوا بہا علمًا ونورًا لم یمسّہ احدٌ منھم وجعلنی من المنعمین

اللہ تعالےٰ کی نعمتوں کا ذکر۔ اسرار۔ روح، کلمات اور محبت وغیرہ کا دیا جانا۔

ومن اجلّ آلائہ انہ استنود عنی سرّہ الذی یکشف للاولیاء والروحَ الذی لا ینفخ الا فی اھل الاصطفاء واعطانی کلمًا یعطی لِاھل الموالاۃ والولاء وصافانی ووافانی وشرح صدری واتم بدری واخبرنی باکثر ماھو مزمعٌ علیہ فی سابق علمہٖ وصبغنی بصبغۃ حُبّہٖ وھدانی طرق اسلامہ وسلمہ واخرجنی من المحجوبین۔ ومن آلائہ انہ وفّقنی لفعل الخیرات وھدانی الی الصٰلحٰت الطیّبٰت واجری لطائف قلبی فاحسن اجرائھا وزکّی ینابیعھا وماءھا واتم نورھا وصفائھا وطہّر مجراھا وفناءھا وبدّل ارضی غیر الارض وجعلنی من المطھرین

اس نے مجھے اپنے چہرہ کی محبت انتہا درجہ کی دی میں نے یہ

ومن آلائہ انہ وھب لی حبّ وجھہ حُبًّا جمًّا وصدقًا اکمل واتم وسئلتہ ان یھب لی حبًا لا یزید علیہ احدٌ من بعدی فَاَعْلَمُ منہ انہ استجاب دعوتی واعطانی منیتی واحاطنی فضلًا ورحمًا فالحمد للہ احسن المحسنین۔ الحمد للہ الذی اذھب

عنی الحزن واعطانی مالم یعط احد من العالمین۔ وما قلت ھذا من عند نفسی بل قلت ما قال علی السمٰوٰت ربی وما کان لی ان اتکبّر و ارفع نفسی ان اللہ لا یحب المستکبرین۔ بل ھذا الہام من حضرۃ العزۃ واراد من العالمین ما ھو فی زماننا من الکائنات الموجودۃ فی الارضین۔ ومن آلائہ انہ علّمنی القرآن ورزقنی منہ معارف تجاوز الحدّ والحسبان لاذکر الغافلین المنھمکین فی ھموم الدنیا الدنیۃ وانذر قومًا ما انذر آباءھم فی الایام السابقہ ولاقیم الحجۃ علی المجرمین۔

ومن آلائہ انہ خاطبنی وقال انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی وقال انت منی بمنزلۃ لایعلمھا الخلق وقال انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی۔ وقال یا احمدی انت مرادی و معی۔ یحمدک اللہ من عرشہ۔ و قال انت عیسی الذی لایضاع وقتہ۔ کمثلک درٌّ لا یضاع جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ وقال قل انی امرت و انا اول المومنین۔ وقال اصنع الفلک باعیننا و وحینا ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ یداللہ فوق ایدیھم۔ وقال وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

(انجام آتھم صـ۷۵ تا ۷۸)

باتیں اپنی طرف سے نہیں کہیں۔

اس نے مجھے علم قرآن دیا۔

بعض الہامات جن میں انتہائی قرب کا اظہار ہے۔

(ترجمہ از خاکسار) پس جان لو اے بزرگو اور عقلمندو کہ اللہ نے مجھے اس صدی کے سر پہ مجدد بنا کر بھیجا ہے۔ اور لوگوں کے فائدے کے لئے ایک بندے کو چُن لیا ہے

اور اس نے مجھے وہ علوم اور معارف دیئے ہیں جن کی اس امت کو ضرورت تھی اور اُس نے مجھے کافروں اور فاجروں پر اتمام حجت کے لئے زندہ علم دیا ہے اور تازہ بتازہ پھل ملّت کے بھوکوں کے لئے دیئے ہیں۔ اور بھرے ہوئے پیالے ہدایت اور معرفت کے پیاسوں کے لئے عنایت کئے ہیں۔ اور اس نے مجھے امام بنایا ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنے نفس کی اصلاح چاہتا ہے اور اپنے رب کی رضا کو پسند رکھتا ہے۔ اور اس نے مجھے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف کیا۔ اس نے اپنی نعمتیں مجھ پہ کامل کیں اور اپنے فضل پورے کئے اور میرا نام اپنے فضل اور رحمت سے مسیح ابن مریم رکھا۔ اور مجھ میں اور اس میں فطرت کی ایسی مشابہت رکھی جیسا کہ ایک ہی مادہ سے دو جوہر ہوتے ہیں۔ اور اس نے مجھے پاکیزہ اور صاف علوم دیئے اور خالص اور اعلیٰ درجے کے معارف دیئے اور مجھے وہ کچھ سکھایا جو اس زمانہ میں اور کسی کو نہ سکھایا۔ اور میرے دل میں ایسی چیز ڈالی جس کا احاطہ علم نہیں کر سکتا۔ اور مجھے وہ نور عطا کیا جس کو اور کسی نے نہ چھوا۔ اور مجھے الہام والوں میں سے بنایا۔ اور اسکی عظیم الشان نعمتوں سے یہ ہے کہ اُس نے مجھے وہ اسرار دیئے جو اولیاء پر منکشف ہوتے ہیں اور وہ روح دی جو صرف اہل اصطفاء میں پھونکی جاتی ہے۔ اور مجھے وہ کلمات عطا کئے جو دوستوں کو دیئے جاتے ہیں۔ اس نے مجھے صاف کیا اور پاک کیا اور میرے سینہ کو کھولا اور میرے چاند کو پورا کیا اور مجھے ان باتوں کی خبر دی جو اس کے ارادہ ازلی میں تھیں۔ اور اس نے مجھے اپنی محبت کے رنگ سے رنگین کیا اور اپنی فرمانبرداری کی راہیں سکھائیں اور مجھے محجوبوں میں سے نکال دیا۔ اور اسکی نعمتوں میں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے نیکیوں کی توفیق دی اور نیک اور پاک کاموں کی طرف ہدایت کی اور میرے دل کے لطائف کو جاری اور خوب جاری کیا۔ اور اس کے چشموں اور پانی کو پاک کیا اور اس کے نور اور صفائی کو پورا کیا اور اس کی نالیوں اور صحن کو پاکیزہ کیا اور اس نے میری زمین کو ایک اور زمین کے ساتھ بدل دیا اور مجھے مطہرین میں سے بنایا۔

اور اسکی نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے اپنے چہرے کی محبت دی اور کمال درجے کی
محبت دی اور اکمل اور اتم صدق دیا۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ وہ مجھے ایسی محبت
دے کہ میرے بعد اس سے زیادہ کسی کو نہ مل سکے۔ پس مجھے اس سے معلوم ہوا ہے کہ اس
نے میری دعا کو قبول کر لیا ہے اور میری مراد مجھے دی ہے اور اپنے فضل اور رحم کے ساتھ
میرا احاطہ کیا ہے۔ پس تمام تعریف اس اللہ ہی کے لئے ہے جو سب محسنوں سے زیادہ احسان
کرنے والا ہے۔ سب تعریف اسی کے لئے ہے جس نے میرا غم دُور کیا اور مجھے وہ کچھ دیا
جو کسی اور کو اس جہان میں نہ دیا گیا۔ اور میں نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ وہی کہا ہے جو
میرے رب نے آسمان پر کہا۔ اور میری یہ طاقت نہ تھی کہ میں تکبر کرتا اور اپنے نفس کو بڑا بناتا۔
اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ حضرت عزت کی طرف سے الہام ہے

اور اسکی نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے
مجھے قرآن سکھایا اور اس کے معارف دئیے جو حد اور حساب سے باہر ہیں تاکہ میں غافلوں
کو جو اس ذلیل دنیا کے غموں میں منہمک ہیں یاد دلاؤں۔ اور اس قوم کو ڈراؤں جن کے
باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تاکہ میں مجرموں پر حجت قائم کروں۔

اور اس کی نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ تو میری جناب میں
وجیہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چن لیا۔ اور فرمایا کہ تو مجھے ایسا پیارا ہے کہ خلق اس کو
نہیں جانتی۔ اور کہا کہ تُو مجھے ایسا پیارا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ اور کہا کہ اے
میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ اللہ عرش سے تیری تعریف کرتا
ہے اور کہا تو عیسٰے ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع
نہیں کیا جاتا۔ اللہ کا بہادر تمام انبیاء کے لباسوں میں۔ اور فرمایا کہ تو کہہ مجھے مامور کیا گیا
ہے اور میں سب سے اوّل مومن ہوں۔ اور فرمایا کہ میری آنکھوں کے سامنے اور میری وحی کے
ماتحت کشتی بنا۔ جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا

ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اور فرمایا نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام جہانوں
کے لئے رحمت۔

اللہ تعالیٰ جس کو پیار کرتا ہے چن لیتا ہے۔

الیس اللہ بقادر علی ان یجتبی مثلی بعنایتہٖ و
یعطی درایۃ من درایتہ و للہ اسرارٌ فی انبائہ وحکم
تحت قضائہٖ۔ و ان فی اقوالہ حکم روحانیۃ تضل
عندھا عقول الفلاسفۃ۔ ولا یظھر علی غیبہ احدًا
الا الذی طھّرہ بید القدرۃ۔

(انجام آتھم صفحہ ۸۴، ۸۵)

(ترجمہ از خاکسار) کیا اللہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ اپنی عنایت سے میرے جیسے
کو بھی چن لے اور اپنی عقل سے عقل دے۔ اور اللہ کے اس کی خبروں میں اسرار ہوتے
ہیں اور اس کی قضا میں حکمتیں ہوتی ہیں۔ اور اس کے اقوال میں روحانی حکمتیں ہوتی ہیں
جن سے فلاسفروں کی عقلیں کوتاہ رہتی ہیں۔ اور وہ غیب کی خبریں نہیں ظاہر کرتا مگر ان پر
جن کو اپنی قدرت کے ہاتھ سے پاک کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان کو دی جاتی ہیں جو نعمتوں کو چھوڑ کر مصیبتوں کو اختیار کر لیتے ہیں

ولا یلقّی نعماءہ الا الذی اختار الشدائد علی النعماء
وآثر الآلام علی الآلاء وصبر علی اتواح الباساء لرضاء رب
العالمینؐ۔ فالذین وصلوا ھذہ السعادۃ۔ و بلغوا الشرف
والسیادۃ فھم قومان عند الربّ المنّان۔ منھم قوم
یجاھدون فی اللہ باموالھم و انفسھم ویؤتون
فی سبیل اللہ کل احبھم و انفسھم ویشرون

وہ اپنے نفس کی لذتوں میں زیادتی نہیں کرتے۔

نفوسهم ابتغاء مرضات الله ويؤثرون على انفسهم ولوكان بهم خصاصة ويبيتون لربهم سجدًا و قيامًا و باكين ولا يفرطون فی حظ انفسهم بل ينفقون اموالهم فی مواضی الله و يعيشون كالفقراء والمساكين۔ وقوم آخرون يتولى الله امر نجاتهم ويفعل بهم امورًا ماكان لهم ان يفعلوها لنجاة انفسهم فيصب عليهم مصائب و شدائد وانواع النائبات ويبتليهم بنقص من الاموال والانفس والثمرات ثم يرحمهم بذالك وينزل عليهم صلوته و انواع البركات كما ينزل على اهل الباقيات الصالحات و يلحقهم بقوم محبوبين وتحسب تلك الآفات عبادة منهم ومجاهدة من عند انفسهم بما صبروا عليها مستقيمين۔

(انجام آتھم ص ۱۲۴، ۱۲۵)

(ترجمہ از خاکسار) اور اس کی نعمتیں نہیں دی جاتیں مگر اس کو جو نعمتوں کو چھوڑ کر مصیبتوں کو اختیار کرے۔ اور آسائش پر درد کو ترجیح دے۔ اور ہر قسم کی مصائب پر صبر کرے رب العالمین کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔ پس وہ لوگ جو اس سعادت تک پہنچ جاتے ہیں اور اس شرف اور سرداری کو حاصل کر لیتے ہیں وہ دو قسم کے ہوتے ہیں اس نہایت درجہ احسان کرنے والے رب کے نزدیک۔ ان میں سے ایک تو وہ ہیں جو اللہ کے راستے میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں اپنی محبوب سے محبوب اور پیاری سے پیاری چیزوں کو دے ڈالتے ہیں۔ اور اپنے نفوس کو اللہ کی رضا جوئی میں خرچ کر دیتے ہیں اور اس کو اپنے نفسوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ گو ان پر

تنگی بھی ہو۔ اور راتیں اپنے رب کے لئے سجدہ میں اور قیام میں روتے ہوئے گزارتے ہیں۔ اور اپنے نفسوں کی لذت حاصل کرنے میں زیادتی نہیں کرتے بلکہ اپنے اموال کو اللہ کی رضا جوئی میں خرچ کرتے ہیں اور فقراء اور مساکین کی طرح رہتے ہیں۔ اور ایک دوسری قسم کے لوگ ہوتے ہیں جن کی نجات کا اللہ متولی ہو جاتا ہے اور ان کے لئے ایسے کام کرتا ہے کہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ خود اپنے نفسوں کی نجات کے لئے وہ کام کریں۔ پس وہ ان پر مصائب اور شدائد اور قسم قسم کی تکالیف ڈالتا ہے اور ان کو اموال اور انفس اور ثمرات کی کمی سے آزماتا ہے۔ پھر اسی وجہ سے ان پر رحم کرتا ہے اور اپنی خاص رحمتیں اور قسم قسم کی برکات ان پر نازل کرتا ہے جیسا کہ وہ نیک لوگوں پر نازل کرتا ہے اور ان کو محبوب قوم کے ساتھ شامل کر دیتا ہے۔ اور ان آفات کو ان کی طرف سے عبادت اور ان کے نفسوں کا مجاہدہ خیال کر لیتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اس پر استقامت اختیار کی۔

یہ دنیا ایک آنکھ کی جھپک کی طرح ہے۔

وما هذه الدنيا الا طرفة عين تنقضى مرارتها وحلاوتها وتنعدم نضارتها وطراوتها۔ ولا تبقى لذتها ولا عقوبتها فلا تتمايل عليها عين العارفين هٰذا مما الهمنی ربی فخذها وكن من الشاكرين۔

(انجام آتھم ص ۱۲۶ حاشیہ)

(ترجمہ از خاکسار) اور یہ دنیا ایک آنکھ کی جھپک کی طرح ہے جس کی ترشی اور مٹھاس دونوں گزر جاتی ہیں اور جس کی تازگی اور طراوت معدوم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی لذت اور عقوبت باقی نہیں رہتی۔ پس اس پر عارفوں کی آنکھ مائل نہیں ہوتی۔ یہ وہ چیز ہے جو میرے رب نے میرے دل میں ڈالی۔ پس تو اس کو پکڑ لے اور شکر کرنے والوں میں سے ہو۔

اپنے صحابہ کا ذکر۔

وکم من العلماء والصلحاء اتبعونی مع کمال العلم والخبرة. وکفّروا ولعنوا واوذوا بانواع الفریة والتهمة فاستقاموا بما اشرق لهم نور الحق والمعرفة. وصدّقوا قولی مستیقنین. و امنوا مصدقین غیر مرتابین. والّفوا کتبًا و رسائل لیعلم الناس انهم من الشاهدین. و تری نور الصدق یتلألأ فی جباههم. وتخرج کلم الحکم من افواههم والاستقامة تترشح من سموتهم. والزهادة یشاهد فی وجوههم. لا یجترؤن علی المحارم ویخافون رب العالمین. وتتنزل علیهم سکینة کل حین. زکی الله جوهر نفوسهم وزاد عرفانهم وجلّی مراة ایمانهم وسقاهم کاس صدق وعفة. واعطاهم انواع علم ومعرفة وادخلهم فی عباده الصالحین. فقاموا لله لاطاعتی. وترکوا ارادتهم لارادتی. وخالفوا لی ازواجهم واحبابهم. وابنائهم وآبائهم وجاؤنی تائبین. انهم من قوم اثنی علیهم ربی والهمنی وقال تری اعینهم تفیض من الدمع یصلون علیک. ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان فامنا ربنا فاکتبنا مع الشهدین فهم منی وانا منهم الا قلیل من الغافلین. فانهم لحقوا بنا بالسنتهم لا بقلوبهم.

(انجام آتھم ص ۱۴۰، ۱۴۱)

(ترجمہ از خاکسار) اور کتنے علماء اور صلحاء ہیں جنہوں نے باوجود اپنے علم وفضل

کے میری اتباع کی۔ اور وہ کافر ٹھہرائے گئے اور ان پر لعنت کی گئی اور قسم قسم کے جھوٹ اور تہمت سے ایذا دیئے گئے۔ پس انہوں نے استقامت اختیار کی بوجہ اس کے کہ حق اور معرفت کا نور ان کے لئے چمک اٹھا اور انہوں نے میری بات کی یقین کے ساتھ تصدیق کی۔ اور مصدق ہو کر ایمان لائے اور شک نہ کیا اور انہوں نے کتابیں اور رسالے لکھے تا کہ لوگ جان لیں کہ وہ شاہدین میں سے ہیں۔ اور تو صدق کا نور ان کی پیشانیوں میں چمکتا ہوا دیکھتا ہے۔ اور حکمت کے کلمات ان کے منہ سے نکلتے ہیں اور استقامت ان کے چہروں سے ٹپکتی ہے اور پرہیزگاری ان کے مونہوں سے نظر آتی ہے۔ وہ حرام چیزوں پر جرأت نہیں کرتے اور رب العالمین سے ڈرتے ہیں۔ ان پر ہر وقت فرشتے اترتے ہیں۔ اللہ نے ان کے نفوس کے جوہروں کو پاک کیا اور ان کے عرفان کو زیادہ کیا اور ان کے ایمان کے شیشے کو صاف کیا اور ان کو صدق اور عفت کا پیالہ پلایا اور ان کو قسم قسم کا علم و معرفت دیا اور ان کو اپنے صالح بندوں میں داخل کیا۔ پس وہ اللہ کی خاطر میری اطاعت پر کمربستہ ہو گئے اور میرے لئے اپنا ارادہ چھوڑ دیا اور میرے لئے اپنی ازواج اور احباب اور بیٹوں اور باپوں کی مخالفت کی اور میرے پاس تائب ہو کر آئے۔ وہ لوگ ہیں جن کی میرے رب نے تعریف کی ہے اور مجھے الہام کیا اور فرمایا تو ان کی آنکھوں کو آنسوؤں سے ڈبڈباتی دیکھتا ہے وہ تجھ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو ایمان کے لئے پکارتا ہے پس ہم ایمان لائے اے ہمارے رب۔ پس تو ہمیں شاہدوں میں لکھ لے۔ پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں سوائے تھوڑوں کے جو غافل ہیں وہ ہم سے اپنی زبانوں سے ملے ہیں نہ کہ اپنے دلوں سے۔

وقد تفردت بفضل الله بکشوف صادقه ورؤیا

اللہ تعالیٰ نے

مجھے کشوف صادقہ اور رؤیا صالحہ اور کلماتِ الٰہیہ سے مخصوص کیا ہے

صالحة و مكالمات الٰهية وكلمات الهامية وعلوم نافعة وزادني ربي بسطة في العلم والدين و ارسلني مجددًا لهذه المائة و سمّاني عيسٰى نظرًا على المفاسد الموجودة فان اكثرها من قوم مسيحيين.

میری صحبت میں رہنے والے کو عجائبات دکھائے جائیں گے

ومن جاءني بقلب سليم ونية صحيحة واخلاص تام وارادةٍ صادقة ومكث عندي الى مدة فيكشف الله عليه سري في صحبتي ويراه من بعض آيات وعجائب لإرادة منزلتي .... والحق والحق اقول ان احدًا من الناس لايراني الا بعد ترك الاهواء والاماني. وليس مني من يقول ابنائي و نسواني. وبيتي و بستاني وانه من المحجوبين.

(انجام آتھم صفحہ ۱۴۲، ۱۴۳)

(ترجمہ از خاکسار) اور میں خدا کے فضل سے کشوف صادقہ اور رؤیا صالحہ اور مکالمات الٰہیہ اور علوم نافعہ سے مخصوص کیا گیا ہوں اور میرے رب نے مجھے علم اور دین زیادہ دیا اور مجھے اس صدی کے لئے مجدد بنا کر بھیجا۔ اور اس زمانہ کے مفاسد کو مدنظر رکھتے ہوئے میرا نام عیسےٰ رکھا کیونکہ اکثر فساد مسیحی قوم سے ہیں۔

اور جو شخص میرے پاس قلب سلیم اور صحت نیت اور کامل اخلاص اور سچی ارادت کے ساتھ آئے گا اور میرے پاس کچھ مدت ٹھہرے گا تو اس پر میرا بھید ظاہر کر دے گا اور اس کو بعض نشان اور عجائبات میرا مرتبہ ظاہر کرنے کے لئے دکھائے گا۔ اور میں سچی اور بالکل سچی بات کہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھے نہیں دیکھ سکتا مگر اپنی خواہشات کو ترک کر کے اور وہ شخص میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتا جو یہ کہے کہ میرے بیٹے اور عورتیں اور گھر اور باغ

ہیں اور وہ محجوبوں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین۔

وما اخشى الخلق و مكائدهم واتبع الحق ولا اتّبع زوائدهم. واني واثق بما وعد ربي وهو موئل كل املي وارجي ان الارض والسماء تتغيران والصيف والشتاء ينقلبان ولكن لا يتغير قول الرحمان ولا ينقلب مشيته بمكر الانسان وان محاربيه من الخاسرين.

(انجام آتھم صفحہ ۱۴۵)

(ترجمہ از خاکسار) اور میں مخلوق اور ان کے مکروں سے نہیں ڈرتا اور میں حق کی پیروی کرتا ہوں اور ان کے زوائد کی پیروی نہیں کرتا۔ اور میں اپنے رب کے وعدوں پر پورا یقین رکھتا ہوں اور وہی میری تمام امیدوں اور حاجتوں کا آسرا ہے۔ زمین اور آسمان بدل جاتے ہیں۔ اور گرمیاں اور سردیاں چکر لگاتی ہیں لیکن رحمان کا قول نہیں بدلتا اور اس کی مشیت انسانوں کے مکر سے نہیں ٹلتی۔ اور اس سے جنگ کرنے والے خسارہ پاتے ہیں۔

موت کو یاد رکھو اور غفلت سے کام نہ لو۔ دنیا عارضی چیز ہے۔

واذكروا الموت ولا تغفلوا. واذكروا آباءكم الغابرين اتظنون انكم تتركون في الدنيا ولذاتها ولا تقادون الى الحاقة و مجازاتها ولا تساقون الى مالك يوم الدين .... اعلموا ان فضل الله معي و ان روح الله ينطق في نفسي فلا يعلم سري ودخلة امري الا ربّي. هوالذي انزل علي وجعلني من المنورين.

(انجام آتھم صفحہ ۱۴۶)

(ترجمہ از خاکسار) اور موت کو یاد کرو اور غفلت نہ کرو۔ اور اپنے باپ دادوں کو یاد کرو جو گزر چکے ہیں۔ کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم دنیا اور اس کی لذتوں میں چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ اور تم قیامت اور اس کی جزا سزا کی طرف نہیں کھینچے جاؤ گے اور مالک یوم الدین کی طرف نہیں دھکیلے جاؤ گے ....
جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے اندر بولتی ہے پس میرے بھید اور اندرونی باتوں کو کوئی نہیں جانتا مگر میرا رب ہی ہے جو مجھ پر اترا اور مجھے روشن لوگوں میں سے بنایا۔

ولی فی حضرة المولیٰ مقام	وشان قد تباعد من خیال
وصافانی ووافانی حبیبی	و اروانی بکاسات الوصال
ارانی الحب موتی بعد موتی	وانأی تربتی فبدا زلالی
وجدنا ما وجدنا بعد وجد	واقبالی اتیٰ بعد الزوال
اذا انکرت من نفسی بصدقٍ	فوافانی حبیبی روح بالی
اطعت النور حتی صرت نورًا	ولا یدری خصیم سرّ حالی
وخیر الزاد تقوی القلب للّٰہ	فخذ ایّاہ قبل الارتحال

(انجام آتھم صفحہ ۲۰۹، ۲۱۰)

(ترجمہ از خاکسار) اور میرا اس مولا کی جناب میں ایسا مقام اور شان ہے جو خیال سے دُور تر ہے۔
اور میرے دوست نے مجھ سے خالص محبت کی اور میرے پاس آیا اور مجھے وصال کے پیالوں سے سیراب کیا۔
محبت نے مجھے موت پر موت دکھائی۔ اور میری مٹی کو دور کر دیا پس آب زلال ظاہر ہو گیا۔
ہم نے جو کچھ پایا غم کے بعد پایا۔ اور میرا اقبال زوال کے بعد آیا۔
جب میں نے صدق کے ساتھ اپنے نفس سے انکار کر دیا۔ تو اس وقت میرا حبیب میری جان کا آرام میرے پاس آیا۔

میں نے نور کی اطاعت کی یہاں تک کہ میں نور ہو گیا۔ اور دشمن میرے حال کا بھید نہیں جانتا۔
اور بہترین زاد اللہ کے لئے دل کا تقویٰ ہے پس اس کو مضبوطی سے پکڑ لے موت سے پہلے۔

حقیقی فقراء اور عارفین

ومن ادعیٰ انه من الواصلین والفقراء العرفاء ولیس من عارفی هذه اللسان (ای العربیة) کالادباء ففقره لیس فقر سید الکونین بل هو سواد الوجه فی الدارین ولا تعجب بهذا البیان. ولا تغضب قبل العرفان فان الذی یدعی محبة الفرقان کیف یصدء ذهنه فی هٰذه اللسان وکیف تتقاصر مع دعاوی المحبة و شوق الجنان وکیف یمکن ان لا یتجلی لقلبه لطف الرحمان ولا یعلّمه الله لسان نبیه بالامتنان. ثم انها معیار لحب الرسول والفرقان. فان الذی احب العربیة فبحب الرسول والفرقان احبها و من ابغضها فببغض الرسول والفرقان ابغضها. فان المحبین یُعرفون بالعلامات وادنی درجة الحب ان تحتلك للمضاهات حتی توثر طرق المحبوب و تجعلها من المحبوبات. ومن لم یعرف هذا الذوق فانه من الکاذبین فی مشرب العاشقین. ومن احب الفرقان و سیدنا خاتم الانبیاء کما هو شرط المحبة والوفاء فما اظن ان یبقیٰ فی العربیة کالجهلاء. بل یقوده حبه الی اعلیٰ مراتب الکمال ویسبق کل سابق فی المقال و یصیر نطقه کالدرة البیضاء ویضمّخ کلامه

بطیب عجیب و یودع انواع الصفاء۔ ففکر کالمحبین۔ ولولا الحب لما اعطیتھا۔ فمن الحب لقیتھا۔ فھٰذا اٰیۃ حبی من ارحم الرحمین۔ والحمد للّٰہ علٰی ما اعطٰی وھو خیر المنعمین۔

(انجام آتھم ص۲۶۵، ۲۶۶)

(ترجمہ از خاکسار) اور جس نے دعوٰی کیا کہ وہ واصلین میں سے ہے اور فقراء اور عارفوں میں سے ہے اور وہ اس زبان (یعنی عربی) کے عارفوں میں سے نہیں ادیبوں کی طرح تو اس کا فقر سید الکونین کے فقر کی طرح نہیں بلکہ اس کا منہ دونوں جہانوں میں کالا ہے اور اس بیان سے تعجب نہ کر اور نہ ہی غضب میں آجانے سے پہلے۔ کیونکہ جو شخص دعوٰی کرتا ہے قرآن کی محبت کا تو اس کا ذہن اس زبان میں کیسے کند ہو سکتا ہے۔ اور کس طرح اس میں کمی رہ سکتی ہے باوجود محبت کے دعووں اور دلی محبت کے۔ اور کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کے قلب پر رحمان کا لطف تجلی نہ کرے اور اللہ اس کو بطور احسان اپنے نبی کی زبان نہ سکھائے۔ پھر یہ رسول کریمؐ اور فرقان مجید کی محبت کا معیار ہے۔ کیونکہ جس نے عربی سے محبت کی اس نے رسول اور قرآن کی وجہ سے اس سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے رسول اور فرقان کے ساتھ بغض کی وجہ سے اس سے بغض رکھا۔ محبت کرنے والے بعض علامتوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ اور محبت کا ادنٰی درجہ یہ ہے کہ تجھے مشابہت پیدا کرنے کے لئے تحریص دلاتی ہے۔ یہاں تک کہ محبوب کے طریق تجھے پسند آجاتے ہیں اور تو ان کو محبوب بنا لیتا ہے۔ جو اس ذوق کو نہیں پہچانتا وہ عاشقوں کے مشرب میں کافر ہے۔ اور جو فرقان اور رسول کریم سے کما حقہ محبت اور وفا کرتا ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ عربی میں جاہل رہے۔ پس اس کی محبت اس کو کمال کے مراتب کی طرف لے جائے گی۔ اور سخن میں

ہر سبقت کرنے والے سے سبقت لے جائے گا اور اس کا نطق چمکدار موتیوں کی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کا کلام ایک عجیب خوشبو سے معطر ہو جائے گا اور اس میں ہر قسم کی صفائی رکھدی جائے گی۔ پس دوستوں کی طرح غور کر۔ اور اگر محبت نہ ہوتی تو میں اس زبان کا علم حاصل نہ کر سکتا۔ پس محبت کی وجہ سے ہی میں یہ دیا گیا۔ پس یہ محبت کی علامت ہے اس ارحم الراحمین کی طرف سے۔ اور خدا کے لئے ہی سب تعریف ہے اس کی وجہ سے جو اس نے دیا اور وہ بہترین انعام کرنے والا ہے۔

میرا علم اس رحمان کی طرف سے ہے نہ کہ عقل سے۔ اللہ تعالےٰ کی نعماء کا ذکر۔

علمی من الرحمٰن ذی الآلاء ۔۔۔ باللّٰہ حزتُ الفضل لا بدھاء

کیف الوصول الی مدارج شکرہ ۔۔۔ نثنی علیہ ولیس حول ثناء

اللّٰہ مولانا وکافل امرنا ۔۔۔ فی ھٰذہ الدنیا و بعد فناء

لولا عنایتہ بزمن تطلّبی ۔۔۔ کادت تعفّینی سیول بکائی

بشرٰی لنا انا وجدنا مونسًا ۔۔۔ ربًا رحیمًا کاشف الغماء

اعطیت من الف معارف لبّھا ۔۔۔ انزلت من حِبّ بدا رضیاء

نتلو ضیاء الحق عند وضوحہ ۔۔۔ لسنا بمبتاع الدجی ببواء

نفسی نأت عن کل ما ھو مظلم ۔۔۔ فانختُ عند منوری وجنائی

محبت الٰہی کا نتیجہ

غلبت علی نفسی محبّۃ وجھہ ۔۔۔ حتی رمیت النفس بالالغاء

لما رایت النفس سدّت مھجتی ۔۔۔ القیتھا کالمیّت فی البیداء

ھٰذا ھو الحب الذی آثرتہ ۔۔۔ رب الورٰی عین الھدٰی مولائی

ھاجت غمامۃ حبّہ فکانھا ۔۔۔ رکبٌ علی عسبورۃ الحُدواء

ندعوہ فی وقت الکروب تضرعًا ۔۔۔ نرضی بہ فی شدۃ و رخاء

حوجاء الفتنه اثارت حُوّتی　　ففدی جنانی صولة الحَوجاء
اعطی فما بقیَت امانی بعده　　عمرت ایادی الفیض وجہ رجائی
انا غُمِسْنا من عنایة ربنا　　فی النور بعد تمزّق الاھواء
ان المحبة خُمّرت فی مہجتی　　واری الوداد یلوح فی اھبائی
انی شربت کؤوس موت للھدیٰ　　فوجدت بعد الموت عین بقاء
انی اُذِیتُ من الوداد ونارہ　　فاری الغروب یسیل من اھرائی
الدمع یجری کالسیول صبابةً　　والقلب یشوی من خیال لقاءٖ
واری الوداد انار باطن باطنی　　واری التعشق لاح فی سیمائی
الخلق یبغون اللذاذة فی الھویٰ　　ووجدتھا فی حُرقةٍ وصلاءٖ
اللہ مقصد مہجتی وارید　　فی کل رشح القلم والاملاءٖ
یا ایھا الناس اشربوا من قربتی　　قد مُلِاَ من نور المفیض سقائی

لوکنت اُعطیتُ الولاءَ لحُفتُہ　　مالی و دنیاکم کفانی کِسائی
متنا بموت لا یراہ عدونا　　بعدت جنازتنا من الاحیاءٖ

آذوا وفی سبل المھیمن لانری　　شیئًا الذّلنا من الایذاء

ان المھیمن لا یُعِزّ بنخوة　　ان رُمتَ درجات فکن کعفاء

عندی دعاءٌ خاطف کصواعق　　فحَذارِ ثمّ حَذارِ من ارجائی
واللہ انی لا ارید امامة　　ھذا خیالک من طریق خطاءٖ

اس کی محبت میری جان کے ساتھ خمیر کی گئی ہے۔

میں نے لذت کو جلن اور سوزش محبت میں پایا۔

دنیا سے بے تعلق

اللہ کے راستے میں تکلیف ایک لذیذ چیز ہے۔

میرے پاس ایسی دعا ہے جو بجلی کی طرح کوندنے والی ہے۔

انا نرید اللہ راحة روحنا　　لا سُودًا و ریاسة وعلاءٖ

الخلق دود کلھم الا الذی　　زکّاہ فضل اللہ من اھواءٖ
فانھض لہ ان کنت تعرف قدرہ　　واسبق ببذل النفس والاعداءٖ

مَن مُخبِرٌ عن ذلتی ومصیبتی　　مولائی ختم الرسل بحر عطاءٖ
یا طیب الاخلاق والاسماء　　افانت تُبعدنا من الآلاءٖ
انت الذی شغف الجنان محبة　　انت الذی کالروح فی حوبائی
انت الذی قد جذب قلبی نحوہ　　انت الذی قد قام للاِصباءٖ
انت الذی بودادہ و بحبّہ　　اُیّدتُ بالالھام والالقاءٖ
انت الذی اعطی الشریعة والھدیٰ　　نجّار قابَ الناس من اعباءٖ
ھیھات کیف نفرّ منک کمفسد　　روحی فدتک بلوعة ووفاءٖ
ان المحبة لا تضاع وتُشتری　　اِنّا نحبک یا ذکاء سخاءٖ
یا شمسنا انظر رحمةً وتحننا　　یسعیٰ الیک الخلق للاِرکاءٖ
انت الذی ھو عین کلّ سعادة　　تھوی الیک قلوب اھل صفاءٖ
انت الذی ھو مبدء الانوار　　نورت وجہ المدن والبیداءٖ
انی اریٰ فی وجھک المتھلل　　شانًا یفوق شئون وجہ ذکاءٖ
شمس الھدیٰ طلعت لنا من مکة　　عین الندا نبعت لنا بحراءٖ
ضاھت ایاة الشمس بعض ضیاءہ　　فاذا رایت فھاج منہ بکائی
نسعیٰ کفتیان بدین محمد　　لسنا کوجل فاقد الاعضاءٖ

(انجام آتھم صفحہ ۲۶۶ تا ۲۸۱)

(ترجمہ از خاکسار) میرا علم رحمٰن کی طرف سے ہے جو نعمتوں والا ہے۔ میں نے اللہ کے ذریعے

مخلوق ایک کیڑا ہے۔

رسول کریمؐ سے خطاب اور حضورؐ کی مدح۔

فضیلت کو جمع کیا نہ کہ عقل سے ۔

اس کے شکر کے مدارج کو ہم کس طرح پہنچ سکتے ہیں ۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں لیکن تعریف کی طاقت نہیں ۔

اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور ہمارے کاموں کا کفیل ۔ اس دنیا میں بھی اور فنا کے بعد بھی ۔

اگر اس کی عنایت میری تلاش کے زمانہ میں نہ ہوتی تو قریب تھا کہ میری گریہ وزاری کے سیل مجھے مٹا دیتے ۔

ہمارے لئے بشارت ہو کہ ہم کو ایک مونس مل گیا ۔ وہ رب رحیم جو غموم کو ہٹانے والا ہے

میں اپنے محبوب سے عقل کے معارف دیا گیا ۔ اور محبوب کی طرف سے میں روشنی کے گھر میں اتارا گیا

ہم حق کی روشنی کی اس کے ظہور کے بعد پیروی کرتے ہیں ۔ اور تاریکی کو بعد طلوع ماہ کے ہم نہیں خرید سکتے ۔

میرا نفس ہر تاریکی سے دور ہو گیا ۔ اور میں نے اپنی اونٹنی کو اپنے منور کرنے والے کے پاس بٹھا دیا ۔

میرے نفس پر اس کے چہرے کی محبت غالب آگئی ہے ۔ یہاں تک کہ میں نے نفس کو بیکار پھینک دیا ۔

جب میں نے نفس کو اپنے راستے کو روکنے والا دیکھا ۔ تو میں نے اس کو مردہ کی طرح جنگل میں پھینک دیا ۔

یہ وہ محبوب ہے جس کو میں نے پسند کر لیا ہے ۔ وہ مخلوق کا رب اور ہدایت کا چشمہ اور میرا مولا ہے ۔

اس کی محبت کا ابر اٹھا پس گویا کہ وہ ناقہ باد شمالی کے سوار ہیں ۔

ہم اس کو گھبراہٹ کے وقت تضرع سے پکارتے ہیں ۔ اور ہم اس سے سختی اور نرمی میں راضی ہیں ۔

اس کی محبت کے طوفان نے میری خاک کو اڑا دیا ۔ پس میرا دل اس طوفان کے حملہ پر قربان ہو گیا ۔

اس نے مجھے وہ کچھ دیا کہ میری کوئی آرزو نہ رہی ۔ اس کے فیض کے ہاتھوں نے میری امید کے چہرہ کو ڈھانک لیا ۔

ہم اپنے رب کی عنایت سے گاڑ دیئے گئے ہیں ۔ نور یں بلعد اس کے ہماری خواہشات ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں ۔

محبت میری جان کے ساتھ خمیر کر دی گئی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ دوستی میرے دل میں چمک

رہی ہے ۔

میں نے موت کے پیالے ہدایت کے لئے پیئے ۔ موت کے بعد میں نے بقا کے چشمہ کو پا لیا ۔

میں محبت اور اسکی آگ سے پگھلایا گیا ہوں ۔ میں آنسوؤں کو سوز و گداز کی وجہ سے بہتے دیکھتا ہوں ۔

آنسو سیل کی طرح شوق کی وجہ سے رواں ہیں ۔ اور دل لقا کے خیال سے جل رہا ہے ۔

اور میں دیکھتا ہوں کہ محبت نے میرے باطن کو روشن کر دیا ۔ اور عشق میرے چہرہ میں چمک رہا ہے ۔

لوگ لذت کو اپنی خواہشات میں ڈھونڈتے ہیں ۔ اور میں نے اس کو جلن اور سوزش میں پایا ۔

اللہ میری جان کا مقصد ہے اور میں اسی کو چاہتا رہا ہوں قلم کے ہر قطرہ میں اور ہر تحریر میں ۔

اے لوگو تم میری مشک سے پیو ۔ کیونکہ وہ اس فیاض حقیقی کے نور سے بھری ہوئی ہے ۔

اگر مجھے حکومت دی جائے تو میں اس سے کراہت کرتا ہوں ۔ مجھے تمہاری دنیا کے ساتھ کیا تعلق مجھے میرا کمبل کافی ہے ۔

ہم ایسی موت سے مر گئے ہیں کہ ہمارا دشمن اس کو نہیں دیکھ سکتا ۔ ہمارا جنازہ زندوں سے دور ہو گیا ہے ۔

انہوں نے مجھے تکلیف دی اور ہم اس مہیمن کے راستہ میں ایذا دیئے جانے سے زیادہ کسی چیز کو لذیذ نہیں دیکھتے ۔

وہ مہیمن کسی ایسے کو معزز نہیں کرتا جس میں نخوت ہو ۔ اگر تو درجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو مٹی کی طرح ہو جا ۔

میرے پاس ایسی دعا ہے جو بجلی کی طرح کوندنے والی ہے۔ پس میرے کناروں سے دور رہ۔

خدا کی قسم میں امامت نہیں چاہتا۔ یہ تیرا خیال خطا کا طریق ہے۔

ہم اللہ کو چاہتے ہیں جو ہماری روح کی راحت ہے۔ ہم سرداری اور ریاست اور بڑائی نہیں چاہتے۔

تمام مخلوق کیڑا ہے سوائے اس کے جس کو اللہ کے فضل نے ہوا و ہوس سے پاک کر دیا۔ پس تو اس کے لئے اٹھ کھڑا ہو اگر تو اس کی قدر پہچانتا ہے اور اپنے نفس کے خرچ کرنے اور دوڑنے سے آگے بڑھ۔

کون خبر دینے والا ہے میری اس ذلت اور مصیبت کی اس مولا کو جو ختم رسل اور بحرِ عطا ہے اے اخلاق اور اسماء کے پاک۔ کیا تو ہمیں اپنی نعمتوں سے دور کر دے گا۔

تو ہی ہے جس نے میرے دل کو اپنی محبت سے لبھا لیا ہے۔ تو ہی ہے جو میرے جسم میں جان کی مانند ہے۔

تو ہی ہے جس کی طرف میرا دل کھنچا گیا۔ تو ہی ہے جو مجھے گرفتارِ محبت کرنے کے لئے کھڑا ہو گیا۔

تو ہی ہے جس کی دوستی اور محبت کی وجہ سے میری تائید الہام اور القاء سے کی گئی۔

تو ہی ہے جس نے کہ شریعت اور ہدایت دی۔ لوگوں کی گردنوں کو بوجھوں سے نجات دی۔

یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ہم تجھ سے بھاگ جائیں ایک مفسد کی طرح۔ میری روح تجھ پر عشق اور وفا کے ساتھ فدا ہوئی۔

محبت ضائع نہیں کی جاتی بلکہ اس کی قیمت پڑتی ہے۔ اے سخاوت کے سورج ہم تجھ سے محبت کرتے ہیں۔

اے ہمارے سورج تو رحمت سے میری طرف دیکھ۔ مخلوق تیری طرف پناہ لینے کیلئے دوڑتی ہے۔

تو ہی ہے جو ہر سعادت کا چشمہ ہے۔ اہلِ صفا کے دل تیری طرف جھکتے ہیں۔

تو ہی ہے جو سب نوروں کا مبدا ہے۔ تو نے آبادیوں اور جنگلوں کو روشن کر دیا۔

میں تیرے فرخندہ اور روشن چہرے میں ایک ایسی شان دیکھتا ہوں جو سورج کے چہرے کو بھی مات کرتی ہے۔

ہدایت کا سورج ہمارے لئے مکّہ سے طلوع ہوا۔ بخشش کا چشمہ ہمارے لئے حرا میں پھوٹا۔

سورج کی روشنی کو اس کی تھوڑی سی روشنی نے ماند کر دیا جب میں نے اس کو دیکھا تو بے اختیار مجھے رونا آگیا۔

ہم مردوں کی طرح دینِ محمدؐ میں کوشاں ہیں۔ ہم بے دست و پا آدمی کی طرح نہیں ہیں۔

مکالمہ الٰہیہ کی حقیقت اور اس کے ذریعہ سے تین نعمتیں

اور مکالمہ الٰہیہ کی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرح اس شخص کو جو فنا فی النبی ہے اپنے کامل مکالمہ کا شرف بخشے۔ اس مکالمہ میں وہ بندہ جو کلیم اللہ ہو خدا سے گویا آمنے سامنے باتیں کرتا ہے۔ وہ سوال کرتا ہے خدا اس کا جواب دیتا ہے گو ایسا سوال جواب پچاس دفعہ واقعہ ہو یا اس سے بھی زیادہ۔ خدا تعالیٰ اپنے مکالمے کے ذریعہ سے تین نعمتیں اپنے کامل بندہ کو عطا فرماتا ہے اوّل ان کی اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور قبولیت سے اطلاع دی جاتی ہے۔ **دوم** اس کو خدا تعالیٰ بہت سے امورِ غیبیہ پر اطلاع دیتا ہے۔ **سوم**۔ اس پر قرآن شریف کے بہت سے علوم حکمیہ بذریعہ الہام کھولے جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس عاجز کا مکذب ہو کر پھر یہ دعوے کرتا ہے کہ یہ ہنر مجھ میں پایا جاتا ہے۔ میں اس کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ ان تینوں میں میرے ساتھ مقابلہ کرے۔

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۹ حاشیہ)

خدا تعالیٰ کا یہ انتہا رحم ہے کہ اپنی پرستش نہیں

دل کا ایک ذرہ تقوٰی بھی انسان کو خدا تعالیٰ کے غضب سے بچا لیتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک بت کی طرح میری پوجا کی جائے۔ میں صرف اس خدا کا جلال

چاہتا ہوں جس کی طرف سے میں مامور ہوں۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۳۶ حاشیہ)

خدا کی محبت بڑے قدر کے لائق ہے

خدا کی محبت بڑے قدر کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ سب پر غالب اور سب سے زیادہ کریم ہے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۷ حاشیہ)

سراج منیر

ایک پاک کی توہین کی وجہ سے آسمان سُرخ ہو رہا ہے۔

اے عقلمندو میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔ اگر مجھ سے وہ کام اور وہ نشان ظاہر نہیں ہوتے جو خدا کے تائید یافتوں سے ظاہر ہونے چاہئیں تو تم مجھے مت قبول کرو۔ لیکن اگر ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے تئیں دانستہ ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو۔ بدظنیاں چھوڑ دو بدگمانیوں سے باز آجاؤ کہ ایک پاک کی توہین کی وجہ سے آسمان سُرخ ہو رہا ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ اور فرشتوں کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا۔ خدا اپنے جلال میں ہے اور در و دیوار لرزہ میں۔ کہاں ہے وہ عقل جو سمجھ سکتی ہے۔ کہاں ہیں وہ آنکھیں جو وقتوں کو پہچانتی ہیں۔ آسمان پر ایک حکم لکھا گیا۔ کیا تم اس سے ناراض ہو؟ کیا تم رب العزت سے پوچھو گے کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اے نادان انسان باز آجا کہ صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیرے لئے اچھا نہیں۔

(سراج منیر ص۵)

بنی نوع کی ہمدردی۔

ہمارا یہ اصول ہے کہ بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ اگر ایک شخص اپنے ہمسایہ ہندو کو دیکھتا ہے کہ اس کے گھر میں آگ لگ گئی اور یہ نہیں اُٹھتا کہ تا آگ بجھانے میں مدد دے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ اگر ایک شخص ہمارے

مریدوں میں سے دیکھتا ہے کہ ایک عیسائی کو کوئی قتل کرتا ہے اور وہ اس کے چھڑانے کے لئے مدد نہیں کرتا تو میں تمہیں بالکل درست کہتا ہوں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(سراج منیر ص ۲۶)

بنی نوع پر رحم - اپنی دعا پر کامل یقین۔

ہمارے دِل کی اس وقت عجیب حالت ہے درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالےٰ کی قسم ہے کہ میں اس کے لئے دعا کرتا۔ اور میں امید رکھتا تھا کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا تب بھی زندہ ہو جاتا۔ وہ خدا جس کو میں جانتا ہوں اس سے کوئی بات انہونی نہیں۔ اور خوشی اس بات کی ہے کہ یہ پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔

(سراج منیر ص ۲۶)

مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا۔

اور مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا ہے۔ اور اگر کوئی مخالف مولوی میرے مقابل پر آتا جیسا کہ میں نے قرآنی تفسیر کے لئے بار بار ان کو بلایا تو خدا اس کو ذلیل اور شرمندہ کرتا۔ سو فہم قرآن جو مجھ کو عطا کیا گیا یہ اللہ جلّ شانہٗ کا ایک نشان ہے۔ میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ عنقریب دنیا دیکھے گی کہ میں اس بیان میں سچا ہوں۔

(سراج منیر ص ۳۹)

اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا ذکر۔

اوچہ بر کس مہربانی مے کند   از زمینی آسمانی مے کند

عزتش بخشد ز فضل و لطف و جود   مہر و مہ را پیشش آرد در سجود
من نہ از خود ادعائے کردہ ام   امر حق شد اقتدائے کردہ ام
کار حق است ایں نہ از مکرِ بشر   دشمنِ ایں دشمن آں داد گر
آں خدا کایں عاجزے را چیدہ ست   رحمتش در کوئے ما باریدہ است
مردم و جاناں بس از مردن رسید   گم شدم آخر رخے آمد پدید
میل عشق دلبرے پر زور بود   غالب آمد رخت مارا در ربود
من ندارم مایۂ کردارہا   عشق جوشید و ازو شد کارہا
بہرِ من شد نیستی طورِ خدا   چوں خودی رفت آمد آں نورِ خدا
رو بدو کردم کہ رو آں روئے اوست   ہر دلِ فرخندہ مائل سوئے اوست
در دو عالم مثل او روئے کجاست   جز سر کوئش دگر کوئے کجاست
آں کساں کز کوچہ او غافل اند   از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتر اند
خلق و عالم جملہ در شور و شر اند   عاشقانش در جہانِ دیگر اند
آں جہاں چوں ماند بر کس ناپدید   از جہاں آں کور و بد بختی چہ دید
راہ حق بر صادقاں آساں تر است   ہر کہ جوید دامنش آید بدست
ہر کہ جوید وصلش از صدق و صفا   رہ دہندش سوئے آں رب السماء
صادقاں را مے شناسد چشم یار   کید و مکر ایں جا نمے آید بکار
صدق مے باید برائے وصل دوست   ہر کہ بے صدقش بجوید دشمنِ اوست
صدق ورزے در جنابِ کبریا   آخرش مے یابد از یُمنِ وفا
صد درے مسدود بکشاید بصدق   یار رفتہ باز مے آید بصدق
صدق در زاں راہمیں باشد نشان   کز پئے جاناں بکف دارند جان
دوختہ در صورت دلبر نظر   واز نثار و سبّ مردم بے خبر

صدق و صفا سے ڈھونڈنے والا اس کو پا لیتا ہے۔

کار عقبیٰ با عمل ہا بستہ اند　　رستہ آں دلہا کہ بہرش خستہ اند
از سخن ہا کے شود ایں کاروبار　　صدق مے باید کہ تا آید نگار

ہمت آں عالی جنابے بس بلند　　ہر وصلش شورہا باید فگند
زندگی در مردن و عجز و بکاست　　ہر کہ افتادست او آخر بخاست
ہر کہ ترک خود کند یابد خدا　　چیست وصل از نفس خود گشتن جدا
لیک ترک نفس کے آساں بود　　مردن و از خود شدن یکساں بود
تا نہ آں بادے وزد بر جان ما　　کور باید ذرۂ امکان ما
کے دریں گرد و غبارے خاستہ　　مے تواں دید آں رخ آراستہ
تا نہ قربانِ خدائے خود شویم　　تا نہ محوِ آشنائے خود شویم
تا نباشیم از وجود خود بروں　　تا نہ گردد پُر ز مہرش اندروں
تا نہ بر ما مرگ آید صد ہزار　　کے حیاتے تازہ بینم از نگار
تا نہ ریزد ہر پر و بالے کہ ہست　　مرغ ایں رہ را پریدن مشکل است
بد نصیبے آنکہ وقتش شد بباد　　یار آزردہ دلِ اغیار شاد
از خردمنداں مرا انکار نیست　　لیکن ایں رہ راہِ وصل یار نیست
تا نباشد عشق و سوداء و جنوں　　جلوہ ننماید نگار بیچگوں

ما کہ با دیدار او رو تافتیم　　از رہ عشق و فنایش یافتیم
ترکِ خود کردیم بہرِ آں خدا　　از فنائے ما پدید آمد بقا
اندریں رہ دردِ سر بسیار نیست　　جاں بخواہد دادنش دشوار نیست

اس محبوب کے ملنے کے لئے کیا کچھ کرنا چاہیئے

از نگاہے ایں گدا را شاہ کرد　　قصہ ہائے راہِ ما را کوتاہ کرد
راہ خود بر من کشود آں دلستاں　　دامنش زانساں کہ گل را باغباں
ہر کہ در عہدم ز من ماند جدا　　میکند بر نفس خود جور و جفا
پر ز نور دلستاں شد سینہ ام　　شد ز دستے صیقلِ آئینہ ام
پیکرم شد پیکرِ یارِ ازل　　کارِ من شد کارِ دلدارِ ازل
بسکہ جانم شد نہاں در یارِ من　　بوئے یار آمد ازیں گلزارِ من
نورِ حق داریم زیرِ چادرے　　از گریبانم بر آمد دلبرے
احمدِ آخر زماں نام من است　　آخریں جامے ہمیں جامِ من است
طالب راہِ خدا را مژدہ باد　　کش خدا بنمود ایں وقتِ مراد
ہر کہ زاں یارے نہاں شد از نظر　　از خبر دارے ہمیں پرسد خبر
ہر کہ جویانِ نگارے مے بود　　کے بیک جائش قرارے مے بود
مے دود ہر سو ہمے دیوانہ وار　　تا نگہ آید نظر آں روئے یار
ہر کہ عشقِ دلبرے در جان اوست　　دل ز دستش اوفتد از ہجر دوست
عاشقاں را صبر و آرامے کجا　　توبہ از روئے دلآرامے کجا
ہر کہ را عشقِ رخِ یار بود　　روز و شب با آں رخش کارے بود
فرقتش گر اتفاقے اوفتد　　در تن و جانش فراقے اوفتد
یک زمانے زندگی بے روئے یار　　مے کند بر وے پریشاں روزگار
باز چوں بیند جمال روئے او　　مے دود چوں بے حواسے سوئے او
مے زند در دامنش دست از جنون　　کز فراقت شد دلم اے یار خون
ایں چنیں صدق ار بود اندر دلے　　گل بجوید جائے چوں بلبلے

ایک نگاہ سے اس نے اس گدا کو شاہ کر دیا اور قصہ کوتاہ کر دیا۔

میرا نام احمدِ آخر زماں ہے۔

عشق کی علامات۔

سوئے آبے تشنہ را باید شناخت   ہر کہ جست از صدق دل آخر بیافت
آں خردمندے کہ جوید کوئے یار   آبرو ریزد ز بہرِ روئے یار
خاک گردد تا ہوا بر بادیکش   گم شود تا کس رہے بنمایدش
بے عنایاتِ خدا کارست خام   پختہ داند ایں سخن را والسلام

(سراج منیر ص۹۷ تا ص۱۰۰)

نبی کریمؐ سے محبت۔

آں رسولے کش محمد ہست نام   دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن   جاں شود با جان بدر خواہد شدن

ہمچنیں عشقم بروئے مصطفیٰ   دل پرد چوں مرغ سوئے مصطفےٰ
تا مرا دادند از حُسنش خبر   شد دِلم از عشق او زیر و زبر
منکہ مے بینم رُخِ آں دلبرے   جاں فشانم گر دہد دل دیگرے
ساقیِ من ہست آں جاں پرورے   ہر زماں مستم کند از ساغرے
محو روئے او شد ست ایں روئے من   بوئے او آید ز بام و کوئے من
بس کہ من در عشق او ہستم نہاں   من ہمانم من ہمانم من ہماں
جانِ من از جان او یابد غذا   از گریبانم عیاں شد آں ذکا

احمد نام پانے کی وجہ۔

احمد اندر جانِ احمد شد پدید   اسمِ من گردید اسمِ آں وحید
فارغ اُفتادم بدو از عزّ و جاہ   دل ز کف و از فرق افتادہ کلاہ

آں منم کاندر رہ آں سرورے   درمیانِ خاک و خوں بینی سرے

تیغ گر بارد بکوئے آں نگار   آں منم کاوّل کند جاں را نثار
گر ہمیں کفر است نزدِ کیں ورے   خوش نصیبے آنکہ چوں من کافرے

(سراج منیر ص۹۳ تا ۹۵)

تحفۂ قیصریہ

میں خوب جانتا ہوں کہ مصیبت اور محتاجگی بھی انسان کی انسانیت کے لئے ایک کیمیا ہے بشرطیکہ انتہا تک نہ پہنچے اور تھوڑے دن ہو۔ سو ہمارا ملک اس کیمیا کا بھی محتاج تھا۔ میرا اس میں ذاتی تجربہ ہے کہ ہم نے اس کیمیا سے بہت فائدہ اٹھایا ہے اور بہت سے روحانی جواہرات ہم کو اس ذریعہ سے ملے ہیں۔

(تحفۂ قیصریہ طبع اول صہ ۱۴)

مصیبت اور محتاجگی بھی انسان کی انسانیت کے لئے ایک کیمیا ہے۔

اس جگہ میرا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اگر ہمارے بزرگوں کی ریاست میں فتور نہ آتا تو شاید ہم بھی ایسی ہزاروں طرح کی غفلتوں اور تاریکیوں اور نفسانی جذبات میں غرق ہوتے۔ سو ہمارے جناب باری تعالےٰ جل جلالہٗ نے دولت عالیہ برطانیہ کو نہایت ہی مبارک کیا کہ ہم اس بابرکت سلطنت میں اس ناچیز دنیا کی صدہا زنجیروں اور اس کے فانی تعلقات سے فارغ ہو کر بیٹھ گئے اور خدا نے ہمیں ان تمام امتحانوں اور آزمائشوں سے بچا لیا کہ جو دولت اور حکومت اور ریاست اور امارت کی حالت میں پیش آتے ہیں اور روحانی حالتوں کا ستیاناس کرتے ہیں۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں ان گردشوں اور طرح طرح کے حوادث میں جو حکومت کے بعد تحکم کے زمانہ سے لازم حال

دولت اور حکومت کی آزمائشوں سے بچا پایا جانا۔

پڑی ہیں برباد کرنا نہیں چاہا بلکہ زمین کی ناچیز حکومتوں اور ریاستوں سے ہمیں نجات دے کر آسمان کی بادشاہت عطا کی جہاں نہ کوئی دشمن چڑھائی کر سکے اور نہ آئے دن اس میں جنگوں اور خونریزیوں کے خطرات ہوں اور نہ حاسدوں اور بخیلوں کو منصوبہ بازی کا موقعہ ملے ۔۔۔۔۔۔

ہر چند میں اس قدر تو مبالغہ نہیں کر سکتا کہ مجھے سر رکھنے کی جگہ نہیں لیکن میں شکر کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے ان صعوبتوں اور شدتوں کے بعد جن کا اس جگہ ذکر کرنا بے محل ہے مجھے ایسے طور سے مہربانی کی گود میں لے لیا جیسا کہ اس نے اس مبارک انسان کو لیا تھا جس کا نام ابراہیم تھا۔ اس نے میرے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا اور وہ باتیں میرے دل پر کھولیں جو کسی پر نہیں کھل سکتیں جب تک اس پاک گروہ میں داخل نہ کیا جائے جن کو دنیا نہیں پہچانتی کیونکہ وہ دنیا سے بہت دور اور دنیا ان سے دُور ہے۔ اس نے میرے پر ظاہر کیا کہ وہ اکیلا اور غیر متغیر اور قادر اور غیر محدود ہے جس کی مانند اور کوئی نہیں اور اس نے مجھے اپنے مکالمہ کا شرف بخشا۔ اور اس نے بلاواسطہ اپنے راہ کی مجھے تعلیم دی ہے اور مرورِ زمانہ سے جو قوموں کے عقیدہ میں غلطیاں واقع ہوئیں ان سب پر مجھے مطلع فرمایا ہے۔

(تحفۂ قیصریہ صہ ۱۶، ۱۹)

حجۃ اللہ

عشق الٰہی کی کیفیت

سخن نزدم مراں از شہر یارے کہ ہستم بر درے امیدوارے
خداوندے کہ جاں بخش جہاں است بدیع و خالق و پروردگارے
کریم و قادر و مشکل کشائے رحیم و محسن و حاجت برارے
فتادم بر درش زیرا آنکہ گویند بر آید در جہاں کارے زکارے
چو آں یارِ وفادار آیدم یاد فراموشم شود ہر خویش و یارے
بغیر او چساں بندم دلِ خویش کہ بے رویش نمے آید قرارے
دلم در سینۂ ریشم مجوئید کہ بستیمش بدامانِ نگارے
دلِ من دلبرے را تخت گاہے سرِ من در رہِ یارے نثارے
چگویم فضل او بر من چگون است کہ فضل اوست ناپیدا کنارے
عنایت ہائے او را چوں شمارم کہ لطفِ اوست بیروں از شمارے
مرا کاریست با آں دلستانے ندارد کس خبر زاں کاروبارے
بنالم بر درش زانساں کہ نالد بوقتِ وضعِ حملے باردارے
مرا با عشقِ او وقتے ست معمور چہ خوش وقتے چہ خرم روزگارے
ثنا ہا گویمت اے گلشنِ یار کہ فارغ کردی از باغ و بہارے

(حجۃ اللہ صـ۱)

عربی زبان کا علم کس طرح دیا گیا۔

فواللہ ما فکرت فی الاملاء والانشاء۔ وما کنت من الادباء والفصحاء وما احتاج یراعی الی من یُراعی کالرفقاء۔ بل کنت لا اعلم ما البلاغۃ والبراعۃ۔ ولا ادری کیف تحصل ھٰذہ الصناعۃ۔ فبینما انا فی حیرۃ من ھٰذہ الازراء وقد تواتر طعنہم کالسُفہاء اذ صُبّ علی قلبی نورٌ من السماء۔ و نزل علیّ شیٔ کنزول الضیاء فصرت ذا مقول جرّی۔ و قول سحبانی۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

(ترجمہ) پس بخدا میں نے املا اور انشاء میں کچھ فکر نہیں کیا اور میں ادیبوں میں سے نہیں تھا۔ اور میری قلم کسی مددگار کی محتاج نہیں ہوئی۔ بلکہ میں نہیں جانتا تھا کہ بلاغت کسے کہتے ہیں۔ اور نہیں جانتا تھا کہ یہ صناعت کیونکر حاصل ہوتی ہے۔ پس اس حالت میں کہ میں اس نکتہ چینی سے حیرت میں تھا۔ اور ان کا طعن سفیہوں کی طرح تواتر تک پہنچ چکا تھا۔ پس یک دفعہ ایک نور میرے دل پر ڈالا گیا۔ اور ایک چیز روشنی کی طرح اتری۔ پس میں صاحب زبان رواں اور صاحب قول سحبان وائل ہو گیا۔ پس مبارک ہے وہ خدا جو احسن الخالقین ہے۔

(حجۃ اللہ صـ۳۰)

لیلۃ القدر کی برکات۔ دعا میں شدت اور

وکنت لفرط اللھج بظھور الآیۃ۔ والطمع فی اعلاء کلمۃ الملّۃ۔ اجاھد فی الحضرۃ الاحدیۃ۔ واصرّ فی الدعاء ماجلّ و عظم من القوۃ۔ ثم ترکت الدعاء بعد نزول السکینۃ۔ وتواتر الوحی الدال علی الاجابۃ۔ فلما

اس کی قبولیت

انقضیٰ اربع سنة من المیعاد ۔ ودنا منا عید من الاعیاد ۔ القی فی نفسی ان اتوجه مرة ثانیة الی الدعاء ۔ وکذالك اشار بعض الاصدقاء ۔ فصبرت انتظر الوقت والمحل ۔ واتعلل بعسیٰ ولعلّ ۔ الی ان ادرکتُ لیلة القدر فی اواخر رمضان فعرفت ان الوقت قد حان ۔ ورأیت لیلة نشرت اردیة الاستجابة ودعت الداعین الی المأدبة ۔ ونادت کل من خاف ناب النوب ۔ وبشّرت کل من اسلمه الیاس للکرب ۔ فنهضت للدعاء نهوض البطل للبراز واصلت لسان التضرع کالعضب الجراز ۔ حتی احلنی التذلل مقعد العلاء وبُشِّرتُ بالاجابة من حضرة الکبریاء ۔ فجلست کرجل یرجع بودن فلاح و قلب جذلان ۔ و سجدت لرب یجیب دعاء المضطرین ۔

(ترجمہ) اور میں

ازبسکہ نشان کے ظاہر ہونے کے لئے حریص تھا اور اعلاء کلمہ اسلام کے لئے طمع رکھتا تھا حضرت جناب باری میں مجاہدہ کرتا تھا اور جس قدر مجھ میں عظمت قوت تھی دعا میں خرچ کرتا تھا ۔ پھر میں نے سکینہ کے نازل ہونے کے بعد دعا کو ترک کر دیا ۔ اور نیز اس لئے کہ ایسا متواتر الہام جو قبولیت دعا پر دلالت کرتا ہے پس جب میعاد میں سے چار برس گزر گئے اور ایک عید ہم سے قریب آ گئی ۔ پس میرے دل میں ڈالا گیا کہ میں پھر دعا کروں اور ایسا ہی بعض دوستوں نے اشارہ کیا ۔ پس میں نے صبر کیا اور میں وقت اور محل کا منتظر تھا ۔ اور اب کرتا ہوں اب کرتا ہوں کا گھونٹ پی رہا تھا ۔ یہاں تک کہ آخر رمضان میں میں نے

لیلۃ القدر کو پایا ۔ پس میں نے جان لیا کہ وقت آ گیا ۔ اور میں نے ایک رات ایسی کو دیکھا جس نے قبولیت کی چادریں بچھا دی تھیں ۔ اور دعا کرنے والوں کو دعوت کی طرف بلایا تھا ۔ اور ہر ایک کو جو مصیبتوں کے دانتوں سے ڈرتا تھا بلایا ۔ اور ہر ایک کو جس کو نومیدی نے غموں کے حوالہ کر رکھا تھا بشارت دی ۔ پس میں دعا کے واسطے ایسا اٹھا جیسا کہ ایک دلیر لڑنے کے واسطے اٹھتا ہے ۔ اور میں نے تضرع کی زبان ایسی کھینچی جیسا کہ شمشیر بران ۔ یہاں تک کہ فروتنی نے بلندی کی جگہ پر مجھکو بٹھایا اور قبولیت دعا کی مجھ کو خوشخبری دی گئی ۔ پس میں اُس شخص کی طرح بیٹھا جو پُر آستین کے ساتھ رجوع کرتا ہے اور دِل خوش ہوتا ہے ۔ اور میں نے اس پروردگار کو سجدہ کیا جو بیقراروں کی دعا سنتا ہے ۔

(حجۃ اللہ صفحہ ۲۰ ، ۲۱)

انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی سنت ۔ تکالیف اور ابتلاؤں کے بعد راحت اور کامیابی ۔

فاذا تم امر التوهین والتحقیر والایذاء ۔ وظهر ما اراد الله من الابتلاء ۔ فیتموج حینئذ غیرة الله لاحباءه من السماء ۔ ویطلع الله علیهم ویجدهم من المظلومین ۔ ویریٰ انهم ظُلموا وسُبّوا وشُتموا وکُفّرو من غیر حق واُوذوا من ایدی الظالمین ۔ فیقوم لیُتم لهم سنّته ویریهم رحمته ویوید عباده الصالحین ۔ فیُلقی فی قلوبهم لیقبلوا علی الله کل الاقبال ۔ ویتضرعوا فی حضرته فی الغدوّ والآصال وکذالك جرت سنته فی المقربین المظلومین ۔ فتکون لهم الدولة والنصرة فی آخر الامر ۔ ویجعل الله

اعداءهم طعمة الاسد والنمر۔ وكذالك جرت سنته للمخلصين۔ انهم لا يُضاعون۔ ويُباركون۔ ولا يُحقّرون۔ ويكرمون ويحمدون ولا يُسبّون ويسعى الرجال اليهم ولا يتركون۔ يُدخلون فى النّار۔ ولكن لا للتبار ويولجون فى اللجّة ولكن لا للضيعة بل الله يظهر انوارهم عند الابتلاء۔ ثم يهلك اعداءهم بانواع الاخزاء۔

(ترجمہ) پس جس وقت توہین اور ایذا کا امر کمال کو پہنچ گیا۔ اور جو ابتلاء خدا کے ارادہ میں تھا وہ ہو چکا پس اس وقت خدا تعالےٰ کی غیرت اس کے دوستوں کے لئے جوش مارتی ہے۔ اور خدا ان کی طرف دیکھتا ہے اور ان کو مظلوم پاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ ظلم کئے گئے اور گالیاں دیئے گئے اور ناحق کافر ٹھہرائے گئے اور ظالموں کے ہاتھ سے دکھ دیئے گئے پس وہ کھڑا ہوتا ہے تاکہ ان کے لئے اپنی سنت پوری کرے اور اپنی رحمت کو دکھلائے اور اپنے نیک بندوں کی مدد کرے۔ پس ان کے دلوں میں ڈالتا ہے تاکہ پورے طور پر خدا تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور صبح و شام اس کی جناب میں تضرع کریں۔ اور اسیطرح اس کی سنت اس کے مقربین کی نسبت جاری ہے۔ پس آخر کار دولت اور مدد ان کے لئے ہوتی ہے۔ اور خدا تعالےٰ ان کے دشمنوں کو شیروں اور پلنگوں کی غذا کر دیتا ہے۔ اور اسیطرح مخلصوں میں سنت اللہ جاری ہے وہ ضائع نہیں کئے جاتے اور برکت دیئے جاتے ہیں اور حقیر نہیں کئے جاتے اور بزرگ کئے جاتے ہیں۔ اور تعریف کئے جاتے ہیں اور بدگوئی نہیں کئے جاتے۔ اور لوگ ان کی طرف دوڑتے ہیں اور چھوڑے نہیں جاتے۔ آگ میں داخل کئے جاتے ہیں مگر نہ ہلاک کرنے کے لئے۔ اور دریا میں داخل کئے جاتے ہیں مگر نہ ہلاک کرنے

کے لئے بلکہ ابتلاء کے وقت خدا تعالےٰ ان کے نوروں کو ظاہر فرماتا ہے پھر ان کے دشمنوں کو قسما قسم کی رسوائی سے ہلاک کرتا ہے۔

(حجۃ اللہ صفحہ ۵۰، ۵۱)

ایها الغوی انّا لا نبغی المشیخة والعلاء ولا الامارة والاستعلاء ولا نمیل الی الترفه والاحتشام ولا نطلب ماطاب وراق من الطعام ونجد فی نفسنا اذواق حبّ الرحمان۔ وسُكرًا فاق صهباء الدنان۔ فلا نريد ارائك منقوشة۔ ولا طنافس مفروشة۔ ان نريد الّا وجه المحبوب۔ فالحمد لله على ما اوصلنا الى المطلوب وارانا ما تغيّب من اعين العالمين۔

(ترجمہ) اے گمراہ ہم بزرگی اور برتری کو نہیں چاہتے اور نہ ہم امیری اور بلندی کے خواہاں ہیں اور نہ ہم آسائش اور حشمت کی طرف جھکتے ہیں اور نہ ہم اچھے کھانے مانگتے ہیں اور ہم اپنے دل میں محبت رحمان کا ذوق پاتے ہیں۔ اور وہ نشہ جو شراب سے بڑھ کر ہے۔ سو ہم تخت منقش نہیں چاہتے اور نہ فرش جو بچھاتے ہیں طلب کرتے ہیں۔ ہم صرف روئے محبوب چاہتے ہیں۔ پس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں مطلوب تک پہنچایا۔ اور ہم کو وہ دکھایا جو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ تھا۔

(حجۃ اللہ صفحہ ۵۲)

ہم امارت اور بڑائی نہیں چاہتے بلکہ اپنے دل میں محبت رحمان کا ذوق پاتے ہیں۔

انی انا البستان بستان الهدیٰ تأتی الیّ العین لا تتصرم

روحی لتقدیس العلیّ حمامة او عندلیب غارد مترنم

میں ہدایت کا باغ ہوں۔

ملیكٌ فلا یُخزی عزیزُ جنابه ... ان المقرب لا ابا لك یُكرَم

(ترجمہ) میں بارشِ ہدایت ہوں میری طرف وہ چشمہ آتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔
میری روح خدا کی تقدیس کے لئے ایک کبوتر ہے یا بلبل ہے جو خوش آوازی سے بول رہی ہے۔
وہ بادشاہ ہے اس کی جناب کا عزیز کبھی رسوا نہیں ہوتا اور مقرب ضرور عزت پالیتا ہے۔

(حجۃ اللہ ص ۷۳، ۷۴)

خدا کی طرف لے جانے والے وسائل۔

و انما الوُصلة الی الرحمان التقوی و تطهیر الجنان

اور خدا کی طرف وسیلہ دو ہی چیزیں ہیں۔ تقوٰے اور دل کا پاک کرنا۔

(حجۃ اللہ ص ۵۶)

اللہ ہی حقیقی پناہ اور راحت بخشنے والا ہے۔ توکل علی اللہ۔

لك الحمد یا ترسی وحرزی وجوسقی ... بحمدك یُروی كل من كان یستقی
بذكرك یحیی كل قلب قد اعتقیٰ ... بحبك یحیی كل مَیتٍ ممزّق
وباسمك یُحفظ كل نفس من الردا ... وفضلك ینجی كل من كان یُزبق
وما الخیر الا فیك یا خالق الوریٰ ... وما الكهف الا انت یا مُتكا التقی
وتعنوا لك الافلاك خوفا وهیبة ... وتجری دموع الراسیات وتنبق
ولیس لقلبی یا حفیظی وملجائی ... سواك مریح عند وقت التأزق
یمیل الوریٰ عند الكروب الی الوریٰ ... وانت لنا كهف كبیتٍ مُسردق

میں اللہ کا محب ہوں۔

و واللّٰه انی مومن و محبه ... أانت علینا باب ذی المجد تغلق
وقد كنت لله الذی كان ملجائی ... و ذالك سر بین روحی ومزعقی
رئیت وجوها ثم أثرت وجهه ... فواهاله ولوجهه المتألق

احب بروحی فالق الحب والنویٰ ... و انی لاوّل من نوی كل مازق
ولله اسرار بعاشق وجهه ... فسل من یشاهد بعض هذا التعلق

ترجمہ:۔ اے میری پناہ اور میرے قلعہ تیری تعریف ہو۔ تیری تعریف سے ہر ایک شخص جو پانی چاہتا ہے سیراب ہو جاتا ہے۔
تیرے ذکر کے ساتھ ہر ایک دل ٹھہرا ہوا جاری ہو جاتا ہے۔ اور تیری محبت کے ساتھ ہر ایک مُردہ زندہ ہو جاتا ہے۔
اور تیرے نام کے ساتھ ہر ایک شخص ہلاکت سے بچتا ہے۔ اور تیرا فضل ہر ایک قیدی کو رہائی بخشتا ہے
اور تمام نیکی تیری طرف سے ہے اے جہان آفریں اور تو ہی پرہیزگاروں کی پناہ ہے۔
اور تیرے آگے خوفناک ہو کر آسمان جھکے ہوئے ہیں اور پہاڑوں کے آنسو جاری اور رواں ہیں۔
اور میرے دل کے لئے اے میرے نگہبان اور پناہ۔ کوئی دوسرا آرام پہنچانے والا نہیں جب تنگی وارد ہو۔
دکھ کے وقت خلقت خلقت کی طرف توجہ کرتی ہے اور تو ہمارے لئے ایسی پناہ ہے جیسے نہایت مضبوط گھر۔

اور بخدا میں مومن اور محب خدا ہوں۔ کیا تو ہم پر خدا تعالےٰ کا دروازہ بند کرتا ہے۔

اور میں اس خدا کے لئے ہو گیا جو میری پناہ ہے۔ اور یہ بھید ہے مجھ میں اور میری فریادگاہ میں۔
میں نے کئی منہ دیکھے پس اس کا منہ اختیار کر لیا پس کیا اچھا وہ ہے اور کیا اچھا ہے اس کا منہ چمکنے والا۔
میں اپنی جان کے ساتھ اس کو دوست رکھتا ہوں جو دانہ اس کے جرم سے علیحدہ کرنے والا ہے
اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے ہر ایک پیوستہ کو پھینک دیا ہے۔
اور خدا کو اس کے عاشق کے ساتھ بھید ہیں۔ پس اس شخص سے پوچھ جو اس تعلق کو دیکھنے والا ہے۔

(حجۃ اللہ ص ۹۲، ۹۳)

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

گناہ کی حقیقت اور اس کا علاج

گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پرجوش محبت اور محبانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو۔ اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے۔ اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے۔ یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دِل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس خشکی کی طرح گناہ اُس پر غلبہ کرتا ہے۔ سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانونِ قدرت میں تین طور سے ہے۔ (۱) ایک محبت (۲) استغفار جس کے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش۔ کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے۔ (۳) تیسرا علاج توبہ ہے۔ یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا اور معصیت کے حجاب سے اعمالِ صالحہ کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا۔ اور توبہ صرف زبان سے نہیں بلکہ توبہ کا کمال اعمالِ صالحہ کے ساتھ ہے۔ تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں۔ کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ خدا سے نزدیک ہو جائیں۔ دُعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اسی لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اُس کا نام روح رکھا۔ کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے

اقرار اور اس کی اطاعت میں ہے۔ اور اس کا نام نفس رکھا۔ کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنے والا ہے۔ خدا سے دِل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے۔ یہی انسان کا جنت ہے۔ اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا ہے اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوس کر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے ان مواد کو دفع کرتا ہے اور خدا میں ہو کر پاک نشوونما پاتا جاتا ہے۔ اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا اور اچھے پھل لاتا ہے۔ مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشوونما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا اس لئے دم بدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں۔ پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس خشکی کے دُور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے۔ جس پر قانونِ قدرت گواہی دیتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہٗ اشارہ کر کے فرماتا ہے یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف واپس چلا آ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ۔

گناہ کے دُور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔

غرض گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ لہٰذا وہ تمام اعمالِ صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں کیونکہ انسان خدا کے لئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔

خدا کو اس طرح پر مان لینا کہ اس کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھنا یہاں تک کہ اپنی جان پر بھی۔ یہ وہ پہلا مرتبہ محبت ہے جو درخت کی اُس حالت سے مشابہ ہے جب کہ وہ زمین میں لگایا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا مرتبہ استغفار جس سے یہ مطلب ہے کہ خدا سے الگ ہو کر انسانی وجود کا پردہ نہ کھُل جائے۔ اور یہ مرتبہ درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زور کر کے پورے طور پر اپنی جڑ زمین میں قائم کر لیتا ہے۔ اور پھر تیسرا مرتبہ توبہ جو اس حالت کے مشابہ ہے کہ جب درخت اپنی جڑیں پانی سے قریب کر کے بچہ کی طرح اس کو چوستا ہے۔ بغرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جدا ہو کر پیدا ہوتا ہے لہٰذا اُس کا دُور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے۔ پس وہ کیسے نادان لوگ ہیں جو کسی کی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہیں۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۳۴)

اسلام نے ہزاروں لوگوں کو اس درجہ تک پہنچایا کہ گویا خدا کی روح ان میں سکونت پذیر ہو گئی۔

اسلام نے ہزاروں لوگوں کو اس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا خدا کی روح ان کے اندر سکونت رکھتی ہے۔ قبولیت کی روشنی ان کے اندر ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ گویا وہ خدا کی تجلیات کے مظہر ہیں۔ یہ لوگ ہر ایک صدی میں ہوتے رہے ہیں۔ اور ان کی پاک زندگی بے ثبوت نہیں اور نرا اپنے منہ کا دعویٰ نہیں بلکہ خدا گواہی دیتا رہا ہے کہ ان کی پاک زندگی ہے۔

یاد رہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اعلےٰ درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ ایسے شخصوں کی دعا سنتا ہے اور ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور پیش از وقت ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے اور ان کی تائید کرتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ ہزارہا

اسلام میں ایسے ہوتے آئے ہیں چنانچہ اس زمانہ میں یہ نمونہ دکھلانے کے لئے یہ عاجز موجود ہے۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۱۱)

سچی پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے اپنے وجود کی پاک قربانی کی ضرورت۔

اُس (اسلام) نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اپنے وجود کی پاک قربانی پیش کریں جو اخلاص کے پانیوں سے دھوئی ہوئی اور صدق اور صبر کی آگ سے صاف کی ہوئی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ یعنی جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھدے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ چشمہ قرب الہیٰ سے اپنا اجر پائے گا اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے اور حقیقی نیکی کے بجالانے میں سرگرم رہے سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف اور حزن سے نجات بخشے گا۔

اسلام کا دوسرا نام استقامت ہے استقامت کیا ہے۔

یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ جو اس جگہ بیان ہوا ہے دوسرے لفظوں میں قرآن شریف میں اس کا نام استقامت رکھا ہے جیسا کہ وہ یہ دُعا سکھلاتا ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی ہمیں استقامت کی راہ پر قائم کر ان لوگوں کی راہ جنہوں نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضع استقامت اس کی علّتِ غائی پر نظر کر کے سمجھی جاتی ہے اور انسان کے وجود کی علّتِ غائی یہ ہے کہ نوع انسان خدا

خدا کو دیکھنے کا نور اسی جہان میں ملتا ہے۔

کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پس انسانی وضع استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ اطاعت ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہو جائے۔ اور جب وہ تمام اپنے قویٰ سے خدا کے لئے ہو جائے گا تو بلاشبہ اس پر انعام نازل ہو گا جس کو دوسرے لفظوں میں پاک زندگی کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ جب آفتاب کی طرف کھڑکی کھولی جائے تو آفتاب کی شعاعیں ضرور کھڑکی کے اندر آجاتی ہیں ایسا ہی جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف بالکل سیدھا ہو جائے اور اس میں اور خدا تعالیٰ میں کچھ حجاب نہ رہے تب فی الفور ایک نورانی شعلہ اس پر نازل ہوتا ہے اور اس کو منور کر دیتا ہے اور اس کی تمام اندرونی غلاظت دھو دیتا ہے۔ تب وہ ایک نیا انسان ہو جاتا ہے اور ایک بھاری تبدیلی اس کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ تب کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو پاک زندگی حاصل ہوئی۔ اس پاک زندگی کے پانے کا مقام یہی دنیا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖٓ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا یعنی جو شخص اس جہان میں اندھا رہا اور خدا کے دیکھنے کا اس کو نور نہ ملا وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہی ہو گا۔ غرض خدا کے دیکھنے کے لئے انسان اسی دنیا سے حواس لے جاتا ہے جس کو اس دنیا میں حواس حاصل نہیں ہوئے اور اس کا ایمان محض قصوں اور کہانیوں تک محدود رہا وہ ہمیشہ تاریکی میں پڑے گا۔ غرض خدا تعالیٰ نے پاک زندگی اور حقیقی نجات حاصل کرنے کے لئے ہمیں سکھلایا ہے کہ ہم بالکل خدا کے ہو جائیں۔ اور سچی وفاداری کے ساتھ اس کے آستانہ پر گریں .... سو یہی اصول قدرت نے انسان کے لئے رکھا ہے یعنی وہ اسی حالت میں کامیاب ہوتا ہے کہ اوّل صدق و ثبات کے ساتھ خدا میں اپنے تئیں مستحکم کرتا ہے اور استغفار کے ساتھ اپنی جڑوں کو خدا کی محبت میں لگاتا ہے اور پھر قولی اور عملی توبہ کے ساتھ خدا کی طرف

استغفار کی دو قسمیں۔

جھکنے کے ذریعے سے اپنے انکسار اور تذلل کی نالیوں کے ساتھ ربانی پانی اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور اس طرح ایسا پانی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کہ گناہ کی خشکی کو دھو ڈالتا ہے اور کمزوریوں کو دُور کر دیتا ہے۔ اور استغفار جس کے ساتھ ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں قرآن شریف میں دو معنوں پر آیا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے دل کو خدا کی محبت میں محکم کر کے گناہوں کے ظہور کو جو علیحدگی کی حالت میں جوش مارتے ہیں خدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتھ روکنا اور خدا میں پیوست ہو کر اس سے مدد چاہنا۔ یہ استغفار تو مقربوں کا ہے جو ایک طرفۃ العین خدا سے علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہیں اس لئے استغفار کرتے ہیں تا خدا اپنی محبت میں تھامے رکھے۔

استغفار کے معنے

اور دوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گناہ سے نکل کر خدا کی طرف بھاگنا اور کوشش کرنا کہ جیسے درخت زمین میں لگ جاتا ہے ایسا ہی دل خُدا کی محبت کا اسیر ہو جائے تا پاک نشوونما پا کر گناہ کی خشکی اور زوال سے بچ جائے اور ان دونوں صورتوں کا نام استغفار رکھا گیا۔ کیونکہ غَفَرَ جس سے استغفار نکلا ہے ڈھانکنے اور دبانے کو کہتے ہیں۔ گویا استغفار سے یہ مطلب ہے کہ خدا اُس شخص کے گناہ جو اس کی محبت میں اپنے تئیں قائم کرتا ہے دبائے رکھے اور بشریت کی جڑیں ننگی نہ ہونے دے۔ بلکہ الوہیت کی چادر میں لے کر اپنی قدوسیت میں سے حصہ دے۔ یا اگر کوئی جڑ گناہ کے ظہور سے ننگی ہو گئی ہو پھر اس کو ڈھانک دے اور اس کی برہنگی کے بد اثر سے بچائے۔ سو چونکہ خدا مبدء فیض ہے۔ اور اس کا نور ہر ایک تاریکی کے دُور کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے اس لئے پاک زندگی حاصل کرنے کے لئے یہی طریق مستقیم ہے کہ ہم اس خوفناک حالت سے ڈر کر اس چشمۂ طہارت کی طرف دونوں ہاتھ پھیلائیں تا وہ چشمہ زور سے ہماری طرف حرکت کرے اور تمام گند کو یک دفعہ لے جائے۔ خدا کو راضی کرنے والی اس سے

خدا کو راضی کرنے والی قربانی۔

زیادہ کوئی قربانی نہیں کہ ہم درحقیقت اس کی راہ میں موت کو قبول کر کے اپنا وجود اس کے آگے رکھدیں۔ اسی قربانی کی خدا نے ہمیں تعلیم دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ یعنی تم حقیقی نیکی کو کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی تمام پیاری چیزیں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ ... ... یہ پاک تعلیم ہزاروں کو عیسیٰ مسیح بنانے کے لئے تیار ہے اور لاکھوں کو بنا چکی ہے۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۱۲ تا ۱۵)

حقیقی توحید

حقیقی توحید یہ ہے کہ خدا کی ہستی کو مان کر اور اس کی وحدانیت کو قبول کر کے پھر اُس کامل اور محسن خدا کی اطاعت اور رضا جوئی میں مشغول ہونا اور اس کی محبت میں کھوئے جانا۔ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہیئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہیئے۔ ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔ ......

یاد رہے کہ حقیقی توحید جس کا اقرار خدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر اور فریب ہو منزّہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا۔ کوئی معزّ اور مذلّ خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا۔ اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلّل اسی سے خاص کرنا۔ اپنی امیدیں اُسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم

کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوم صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجز ذات باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر ربّ الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں یہ اُسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید یعنی محبت وغیرہ شعار عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گرداننا اور اسی میں کھوئے جانا۔

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب ص۱۶، ۱۷)

کِتَابُ البَرِیَّۃ

خُداکی طرف محبت اور وفا کے ساتھ جھکنے والا ہرگز ضائع نہیں کیا جاتا

درحقیقت وہ خدا بڑا زبردست اور قوی ہے جس کی طرف محبت اور وفا کے ساتھ جھکنے والے ہرگز ضائع نہیں کئے جاتے۔ دشمن کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے ان کو ہلاک کردوں اور بد اندیش ارادہ کرتا ہے کہ میں ان کو کچل ڈالوں مگر خدا کہتا ہے کہ اے نادان کیا تو میرے ساتھ لڑے گا اور میرے عزیز کو ذلیل کر سکے گا۔ درحقیقت زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا مگر وہی جو آسمان پر پہلے ہو چکا اور کوئی زمین کا ہاتھ اس قدر سے زیادہ لمبا نہیں ہو سکتا جس قدر کہ وہ آسمان پر لمبا کیا گیا ہے۔

(کتاب البریہ ص۱)

خدا تعالے کی قوتیں اور طاقتیں اور قدرتیں۔

احمق نہیں جانتا کہ خدا کن قوتوں کا مالک ہے اور نادان اس سے بے خبر ہے کہ اس اعلیٰ طاقت میں کیا کیا عجیب قدرتیں ہیں اور اسباب پیدا کرنے کی کیا کیا عمیق راہیں ہیں۔ افسوس ان لوگوں پر جو نشانوں کے بعد بھی اس کو نہیں پہچانتے۔

(؍ ص۵)

خدا کی راہ میں ذلت اور موت

نادان نے یہ خیال نہ کیا کہ اگر میں مظلوم ہو کر اس کی خواہش کے موافق بذریعہ وارنٹ

گرفتار کیا جاتا اور ہتکڑی ڈالی جاتی اور ذلیل جگہ میں بٹھایا جاتا اور جیسا کہ اس کی تمنا تھی پھانسی دیا جاتا یا حبسِ دوام کی سزا پاتا تو میرا اس میں کیا حرج تھا۔ خدا کی راہ میں ہر ایک ذلت اور موت فخر کی جگہ ہے اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس دنیا کے جاہ و جلال کو نہیں چاہتا لیکن اس نے دشمنوں کے ارادوں اور خواہشوں پر نظر ڈال کر مجھے اس ذلت اور ذلت کی موت سے بچا لیا۔ یہ اس کا کام ہے اس نے جو کچھ کیا اپنی مرضی سے کیا۔

فخر کی جگہ ہے مگر اس نے خود مجھے اس سے بچا لیا۔

(کتاب البریہ ص۱۱)

خدا کے وجود میں شک کرنا شوخی اور بیباکی ہے۔

اس قدر شوخی انسان کو نہیں چاہیئے اور یہ بیباکی آدم زاد کے لئے مناسب نہیں۔ کیا وہ اس خدا کے وجود میں شک رکھتا ہے جس کی ہستی پر ذرہ ذرہ مہر لگا رہا ہے۔

(کتاب البریہ ص۲۰)

نفسانی جذبات کو ان کے طوفان سے روکنے والی کونسی چیز ہے

پس ظاہر ہے کہ ہماری تمام سعادت خدا شناسی میں ہے۔ اور نفسانی جذبات کو ان کے طوفان سے روکنے والی وہ معرفتِ کاملہ ہے جس سے ہمیں پتہ لگ جائے کہ درحقیقت خدا ہے اور درحقیقت وہ بڑا قادر اور بڑا رحیم اور ذو العذاب الشدید بھی ہے۔ یہی وہ نسخہ مجرب ہے جس سے سچی تبدیلی ہوتی ہے اور انسان کی متمردانہ زندگی پہ موت آجاتی ہے۔

...... ہمارا دل نہایت محکم یقین کے ساتھ معلوم کر چکا ہے کہ کسی انسان کے نفسانی جذبات کا سیلاب بجز اس امر کے تھم ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہوا یقین اس کو حاصل ہو کہ خدا ہے اور اس کی تلوار ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے اور اس کی

رحمت ان لوگوں کو ہر ایک بلا سے بچاتی ہے جو اس کی طرف جھکتے ہیں۔

(کتاب البریہ ص۴۰)

صرف قیاسی طور پر خدا کو ماننے سے سچی پاکیزگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایک حکیم کو جو صرف قیاسی طور پر خدا کے وجود کا قائل ہے سچی پاکیزگی اور خدا ترسی کا کمال حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ صرف ضرورت کا علم الٰہی رعب اپنے اندر نہیں رکھتا اور تاریکی کو اٹھا نہیں سکتا۔ مگر جس پر براہ راست آسمان سے خدا کا جلال کھلتا ہے وہ نیک کاموں اور ثابت قدمی اور وفاداری کے لئے بڑی قوت پاتا ہے اور درحقیقت اس کا شیطان مر جاتا ہے اور جلال الٰہی کی شعاعیں جو زندہ الہامات کے رنگ میں اور ہیبت ناک مکاشفات کی صورت میں اس کے دل پر پڑتی رہتی ہیں وہ اس کو ہر ایک تاریکی سے دور کھینچ کر لے جاتی ہیں۔ کیا تم ایسی بجلی کے نیچے جو جلانے والی اور مہلک پردل کو ہلاتی ہے کوئی بدکاری کا کام کر سکتے ہو۔ پس اسی طرح جو شخص خدا کی جلالی تجلیات کے نیچے زندگی بسر کرتا ہے اس کی شیطنت مر جاتی ہے اور اس کے سانپ کا سر کچلا جاتا ہے۔ یہی ایک حقیقی طریق ہے جس کی برکت سے انسان فی الواقع پاک زندگی حاصل کر سکتا ہے۔

(کتاب البریہ ص۴۰، ۴۱)

اصل بات جس سے گناہ دور ہوتے ہیں خدا کی عظمت کو دیکھنا اور یقین پیدا کرنا ہے

پس ایسے عقیدہ (کفارہ) سے اگرچہ کچھ حاصل ہوا تو وہ یہی ہے کہ ان لوگوں (یعنی عیسائیوں) نے ایک خدا کے مقدس کو ایک غیر منقطع ناپاکی میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہے اور بدقسمتی سے اس اصل بات کو چھوڑ دیا ہے جس سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ آنکھ پیدا کرنا جو خدا کی عظمت کو دیکھے اور وہ یقین حاصل کرنا جو گناہ کی تاریکی سے چھڑا دے۔ زمین تاریکی پیدا کرتی ہے اور آسمان تاریکی

کو اٹھاتا ہے۔ پس جب تک آسمانی نور جو نشانوں کے رنگ میں حاصل ہوتا ہے کسی دل کو نہ چھڑا دے حقیقی پاکیزگی حاصل ہو جانا بالکل جھوٹ ہے اور سراسر باطل اور خیالِ محال ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کے لئے اس نور کی تلاش میں نکلنا چاہیئے جو یقین کی کرار فوجوں کے ساتھ آسمان سے نازل ہوتا اور ہمت بخشتا اور قوت بخشتا اور تمام شبہات کی غلاظتوں کو دھو دیتا اور دل کو صاف کرتا اور خدا کی ہمسائیگی میں انسان کا گھر بنا دیتا ہے۔ پس افسوس ان لوگوں پر کہ بچوں کی طرح گرد و غبار میں کھیلتے اور کوئلوں پر لیٹتے ہیں اور پھر آرزو کرتے ہیں کہ ہمارے کپڑے سفید رہیں۔ اور حقیقی نور کو تلاش نہیں کرتے۔ اور پھر چاہتے ہیں کہ ظلمت سے نجات پاویں۔

حقیقی نور کیا ہے۔

حقیقی نور کیا ہے! وہ جو تسلّی بخش نشانوں کے رنگ میں آسمان سے اترتا ہے اور دلوں کو سکینت اور اطمینان بخشتا ہے۔ اس نور کی ہر ایک نجات کے خواہشمند کو ضرورت ہے کیونکہ جس کو شبہات سے نجات نہیں اس کو عذاب سے بھی نجات نہیں۔ جو شخص اس دنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت میں بھی تاریکی میں گرے گا۔ خدا کا قول ہے کہ: من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی۔ اور خدا نے اپنی کتاب میں بہت جگہ اشارہ فرمایا ہے کہ میں اپنے ڈھونڈنے والوں کے دل نشانوں سے منور کروں گا یہاں تک کہ وہ خدا کو دیکھیں گے اور میں اپنی عظمت انہیں دکھلا دوں گا یہاں تک کہ سب عظمتیں ان کی نگاہ میں ہیچ ہو جائیں گی۔ یہی باتیں ہیں جو میں نے براہ راست خدا کے مکالمات سے بھی سنیں۔ پس میری روح بول اٹھی کہ خدا تک پہنچنے کی یہی راہ ہے اور گناہ پر غالب آنے کا یہی طریق ہے۔ حقیقت تک پہنچنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہم حقیقت پر قدم ماریں۔ فرضی تجویزیں اور خیالی منصوبے ہمیں کام نہیں دے سکتے۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں اور تمام دنیا کے سامنے اس شہادت کو ادا کرتے

کہ ہم نے اس حقیقت کو جو خدا تک پہنچاتی ہے قرآن سے پایا۔ ہم نے اس خدا کی آواز سنی اور اس کے پُرزور بازو کے نشان دیکھے جس نے قرآن کو بھیجا۔ سو ہم یقین لائے کہ وہی سچا خُدا اور تمام جہانوں کا مالک ہے۔ ہمارا دل اس یقین سے ایسا پُر ہے جیسا کہ سمندر کی زمین پانی سے۔ سو ہم بصیرت کی راہ سے اس دین اور اس روشنی کی طرف ہر ایک کو بلاتے ہیں ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اُٹھ جاتے ہیں اور غیر اللہ سے درحقیقت دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ یہی ایک راہ ہے جس سے انسان نفسانی جذبات اور ظلمات سے ایسا باہر آجاتا ہے جیسا کہ سانپ اپنی کینچلی سے۔

ہم نے اس نورِ حقیقی کو پایا جس کے ساتھ سب ظلمانی پردے اٹھ جاتے ہیں۔

(کتاب البریہ ص۴۲-۴۳)

یہ بات نہایت صاف اور ظاہر ہے کہ چونکہ انسان خدا کے لئے پیدا کیا گیا ہے لہٰذا اس کا تمام آرام اور ساری خوشحالی اسی میں ہے کہ وہ سارا خدا کا ہی ہو جائے۔ اور حقیقی راحت کبھی ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک انسان اس حقیقی رشتہ کو جو اس کو خدا سے ہے ممکن قوت سے حیّزِ فعل میں نہ لاوے۔

انسان کا تمام آرام اور ساری خوشحالی اسی میں ہے کہ وہ سارا خدا کا ہی ہو جائے

(کتاب البریہ ص۵۴)

اس وقت انسان کو مجرم یا گنہگار کہا جاتا ہے کہ جب وہ خدا سے اعراض کر کے اس روشنی کے مقابلہ سے پرے ہٹ جاتا اور اس چمک سے اِدھر اُدھر ہو جاتا ہے جو خدا سے اترتی اور دلوں پہ نازل ہوتی ہے اس حالت موجودہ کا نام خدا کی کلام میں جُناح ہے جس کو پارسیوں نے مبدّل کر کے گناہ بنا لیا ہے اور جنح جو اس کا مصدر ہے اس کے معنے ہیں مَیل کرنا اور اصل مرکز سے ہٹ جانا۔

انسان کو کس وقت مجرم یا گنہگار کہا جاتا ہے۔

پس اس کا نام جُناح یعنی گناہ اس لئے ہوا کہ انسان اعراض کر کے اس مقام کو چھوڑ دیتا ہے جو روشنی پڑنے کا مقام ہے۔ اور اس خاص مقام سے دوسری طرف مَیل کر کے ان نوروں سے اپنے تئیں دُور ڈالتا ہے جو اس سمت مقابل میں حاصل ہو سکتے ہیں۔ ایسا ہی جُرم کا لفظ جس کے معنے بھی گناہ ہیں جَرم سے مشتق ہے اور جَرم عربی زبان میں کاٹنے کو کہتے ہیں۔

(کتاب البریہ ص۵۵)

سو جب انسان کی روحانی حالت مجری طبعی سے اِدھر اُدھر کھسک جائے اسی اختلال کا نام عذاب ہے۔

عذاب کسے کہتے ہیں۔

(کتاب البریہ ص۵۷)

عذاب کا اصل تخم اپنے وجود کی ہی ناپاکی ہے۔ ..... عذاب ایک سلبی چیز ہے کیونکہ راحت اور آرام ایک طبعی امر ہے اور اس کے زوال کا نام عذاب ہے۔

عذاب کا اصل تخم

(کتاب البریہ ص۵۸)

توحید تین درجہ پر منقسم ہے۔ درجہ اوّل عوام کے لئے یعنی ان کے لئے جو خُدا تعالیٰ کے غضب سے نجات پانا چاہتے ہیں۔ دوسرا درجہ خواص کے لئے یعنی ان کے لئے جو عوام کی نسبت زیادہ تر قربِ الٰہی کے ساتھ خصوصیت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور تیسرا درجہ خواص الخواص کے لئے جو قُرب کے کمال تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ اوّل مرتبہ توحید کا تو یہی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش نہ کی جائے اور ہر ایک چیز جو محدود اور مخلوق معلوم ہوتی ہے خواہ زمین پر ہے خواہ آسمان پر اس کی پرستش سے کنارہ کیا جائے۔

توحید کے تین درجے

دوسرا مرتبہ توحید کا یہ ہے کہ اپنے اور دوسروں کے تمام کاروبار میں مؤثر حقیقی خدا تعالیٰ کو سمجھا جائے اور اسباب پر اتنا زور نہ دیا جائے جس سے وہ خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہر جائیں مثلاً یہ کہنا کہ زید نہ ہوتا تو میرا یہ نقصان نہ ہوتا اور بکر نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔ اگر یہ کلمات اس نیت سے کہے جائیں کہ جس سے حقیقی طور پر زید و بکر کو کچھ چیز سمجھا جائے تو یہ بھی شرک ہے۔ تیسری قسم توحید کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھانا اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کرنا۔ (کتاب البریہ ص۵۹، ۶۰)

اپنا ایک کشف۔ خدا تعالیٰ سے کمال اتحاد کی حالت۔

میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں یا اس شے کی طرح جسے کسی دوسری شے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثناء میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ باقی نہ رہا۔ اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضاء اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے۔ حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا۔ سو نہ تو میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا ہی باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ

مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخنِ پا تک اس کی طرف کھینچا گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل ہو گیا کہ جس میں کوئی میل نہیں تھی اور مجھ میں اور میرے نفس میں جدائی ڈال دی گئی۔ پس میں اس شے کی طرح ہو گیا جو نظر نہیں آتی یا اس قطرہ کی طرح جو دریا میں جا ملے اور دریا اس کو اپنی چادر کے نیچے چھپا لے اس حالت میں میں نہیں جانتا تھا کہ اس سے پہلے میں کیا تھا۔ اور میرا وجود کیا تھا۔ الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے سب اعضاء اپنے کام میں لگائے اور اس زور سے اپنے قبضہ میں کر لیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ چنانچہ اس کی گرفت سے میں بالکل معدوم ہو گیا اور میں اس وقت یقین کرتا تھا کہ میں اپنے سارے وجود سے معدوم اور اپنی ہویت سے قطعاً نکل چکا ہوں۔ اب کوئی شریک اور منازع روک کرنے والا نہیں رہا۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا۔ اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا۔ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

(کتاب البریہ ص۷۸، ۷۹ ترجمہ از آئینہ کمالات اسلام ص۵۶۴-۶۵)

سلسلہ مکالمات کی ابتدا کس وجہ سے یہ انعام ملا۔

غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیر سایہ والد بزرگوار کے گزری۔ ایک طرف ان کا دُنیا سے اٹھایا جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔ میں کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ میرا کونسا عمل تھا جس کی وجہ سے یہ عنایت الٰہی شامل حال ہوئی۔ صرف اپنے اندر یہ احساس کرتا ہوں کہ فطرتاً میرے دل کو خدا تعالیٰ کی طرف وفاداری کے ساتھ ایک کشش ہے جو کسی چیز کے روکنے سے رک نہیں سکتی۔ سو یہ اُسی کی عنایت ہے۔ میں نے کبھی ریاضات شاقہ بھی نہیں کیں اور نہ زمانہ حال کے بعض صوفیوں کی طرح مجاہدات شدیدہ میں اپنے نفس کو ڈالا اور نہ گوشہ گزینی کے التزام سے کوئی چلّہ کشی کی اور نہ خلاف سنت کوئی ایسا عمل رہبانیت کیا جس پر خدا تعالیٰ کے کلام کو اعتراض ہو۔

(کتاب البریہ ص ۱۶۳، ۱۶۴ حاشیہ)

انسان میں فاقہ کشی کی طاقت تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔

اس سے (یعنی ان روزوں سے جو حضور نے آٹھ نو ماہ رکھے) مجھے یہ بھی ثبوت ملا کہ انسان کس حد تک فاقہ کشی میں ترقی کر سکتا ہے اور جب تک کسی کا جسم ایسا سختی کش نہ ہو جائے میرا یقین ہے کہ ایسا تنعم پسند روحانی منازل کے لائق نہیں ہو سکتا۔ لیکن میں ہر ایک کو یہ صلاح نہیں دیتا کہ ایسا کرے اور نہ میں نے اپنی مرضی سے ایسا کیا ... ... بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کی تجویز سے اپنے تئیں مجاہدہ شدیدہ میں نہ ڈالے اور دین العجائز اختیار رکھے۔ ہاں اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی الہام ہو اور شریعت غرا اسلام سے منافی نہ ہو تو اس کو بجالانا ضروری ہے۔

(کتاب البریہ ص ۱۶۷، ۱۶۸)

خدا سے ڈرنے والا کبھی رسوا نہیں ہوتا۔

بترسید از خدائے بے نیاز و سخت قہارے … نہ پندارم کہ بد بیند خدا ترسے نکوکارے
مرا باور نمی آید کہ رسوا گردد آں مردے … کہ می ترسد ازاں یارے کہ غفارست و ستارے
گر آں چیزے کہ می بینم عزیزاں نیز دیدندے … ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے

نشاید تافتن سرزاں جناب عزت و غیرت … کہ گر خواہد کُشد در یکدمے چوں کرم بیکارے
من از ہمدردی ات گفتم تو خود ہم فکر کن بارے … خرد از بہر ایں روز ست اے دانا و ہشیارے

(اشتہار طاعون شمولہ کتاب البریہ ص ۲)

البلاغ یا فریادِ درد

مناظراتِ مذہبیہ میں قدم رکھنے والے یا مخالفوں کے ردّ میں تالیفات کرنے والے کے لئے شرائط۔

یہ زمانہ ایک ایسا زمانہ ہے کہ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص مناظراتِ مذہبیہ کے میدان میں قدم رکھے یا مخالفوں کے ردّ میں تالیفات کرنا چاہے تو شرائط مندرجہ ذیل اس میں ضرور ہونی چاہئیں۔

علم زبان عربی رکھتا ہو۔

اوّل۔ علم زبان عربی میں ایسا راسخ ہو کہ اگر مخالف کے ساتھ کسی لفظی بحث کا اتفاق پڑ جائے تو اپنی لغت دانی کی قوت سے اس کو شرمندہ اور قائل کر سکے۔ اور اگر عربی میں کسی تالیف کا اتفاق ہو تو لطافت بیان میں اپنے حریف سے بہرحال غالب رہے اور زبان دانی کے رعب سے مخالف کو یہ یقین دلا سکتا ہو کہ وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی کلام کے سمجھنے میں اس سے زیادہ معرفت رکھتا ہے ... ... غرض ہر ایک مسلمان جو عیسائی حملوں کی مدافعت کے لئے میدان میں آتا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک بڑا حربہ اور نہایت ضروری حربہ جو ہر وقت اس کے ہاتھ میں ہونا چاہیئے علم زبان عربی ہے۔

حکیم الامت اور زکی النفس ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ایسا شخص جو مخالفوں کے ردّ لکھنے پر اور ان کے حملوں کو دفع کرنے پر آمادہ ہوتا ہے اس کی دینی معرفت میں صرف یہی کافی نہیں کہ چند حدیث اور فقہ اور تفسیر کی کتابوں پر اس نے عبور کیا ہو اور محض الفاظ پر نظر ڈالنے سے مولوی کے نام

سے موسوم ہو چکا ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ تحقیق اور تدقیق اور لطائف اور نکات اور براہین یقینیہ پیدا کرنے کا خداداد مادہ بھی اس میں موجود ہو۔ اور فی الواقعہ حکیم الامت اور زکی النفس ہو۔

کسی قدر علوم طبعی اور طبابت اور ہیئت اور جغرافیہ بھی رکھتا ہو۔

تیسری شرط یہ کہ کسی قدر علوم طبعی اور طبابت اور ہیئت اور جغرافیہ میں دسترس رکھتا ہو ... ...

بائیبل کا علم

چوتھی شرط یہ کہ عیسائیوں کے مقابل پر وہ ضروری حصہ بائیبل کا جو پیشگوئیوں وغیرہ میں قابل ذکر ہوتا ہے عبرانی زبان میں یاد رکھتا ہو۔ ... ...

خدا سے حقیقی رابطہ اور محبت

پانچویں شرط۔ خدا سے حقیقی رابطہ اور صدق اور وفا اور محبت الٰہیہ اور اخلاص اور طہارت باطنی اور اخلاق فاضلہ اور انقطاع الی اللہ ہے کیونکہ علم دین آسمانی علوم میں سے ہے اور یہ علوم تقویٰ اور محبت الٰہیہ سے وابستہ ہیں ... ... بجز اس دل میں روح القدس بول سکتا ہے جس میں شیطان بولتا ہو ... ... مگر جو خدا میں فانی ہو کر خدا کی طرف سے تائید دین کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ اوپر سے ہر ایک دم فیض پاتا ہے اور اس کو غیب سے فہم عطا کیا جاتا ہے اور اس کے لبوں پر رحمت جاری کی جاتی ہے اور اس کے بیان میں حلاوت ڈالی جاتی ہے۔

علم تاریخ۔

چھٹی شرط۔ علم تاریخ بھی ہے ... ...

کسی قدر ملکہ علم منطق اور علم مناظرہ کا بھی ہو۔

ساتویں شرط۔ کسی قدر ملکہ علم منطق اور علم مناظرہ ہے ... ...

کثیر التعداد کتابیں رکھتا ہو۔

آٹھویں شرط۔ تحریری یا تقریری مباحثات کے لئے مباحث یا مؤلف کے پاس ان کثیر التعداد کتابوں کا جمع ہونا ہے جو نہایت معتبر اور مسلم الصحت ہیں جن سے چالاک اور مفتری انسان کا منہ بند کیا جاتا ہے اور اس کے افترا کی قلعی کھولی جاتی ہے۔ یہ امر بھی ایک خداداد امر ہے ... ...

خدمت دین کیلئے زندگی وقف کر چکا ہو۔

نویں شرط۔ تقریر یا تالیف کے لئے فراغت نفس اور صرف دینی خدمت کے لئے زندگی کا وقف کرنا ہے کیونکہ یہ تجربہ میں آچکا ہے کہ ایک دل سے

دو مختلف کام ہونے مشکل ہیں۔ ... .

دسویں شرط۔ تقریر یا تالیف کے لئے اعجازی طاقت ہے (یعنی آسمانی نشان دکھا سکنا۔) ... ...

(البلاغ ص۳ تا ۷)

۱

نجمُ الہدیٰ

فحمدہ روح النبی بحمد لا یبلغ فکر الی اسوارہ۔ ولا تدرك ناظرۃ حدود انوارہ۔ وبالغ فی الحمد حتی غاب وفنا فی اذکارہ۔ واما سبب ھذا الحمد الکثیر وسرِّ احمادہ فھو بحار فضل اللہ وموالات امدادہ وعنایۃ اللہ التی ما وکلتہ طرفۃ عین الی سعیہ واجتھادہ حتی شغفہ وجہ اللہ حبا واُو حدہ فی ودادہ ففار قلبہ لتحمید ھذا المحسن حتی صار الحمد عین مرادہ

(ترجمہ) پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح نے خُدا تعالےٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا اور کوئی آنکھ اس کے نوروں کی حدود کو پا نہیں سکتی۔ اور اس نے خدا کی تعریف کو کمال تک پہنچایا یہاں تک کہ اس کے ذکروں میں گُم اور فنا ہو گیا اور اس کے اس قدر تعریف کرنے اور خدا تعالےٰ کو صاحب تعریف ٹھہرانے کا سرّ یہ تھا کہ خدا تعالےٰ نے متواتر اور پے در پے اس پر اپنے فضل نازل کئے اور وہ عنایت اس کے شامل حال کی جس نے ایک طرفۃ العین بھی اس کو

نبی کریم کی رُوح نے خدا تعالےٰ کی وہ تعریف کی جو کوئی فکر اس کے بھیدوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس قدر تعریف کرنے کی وجہ۔

اپنی کوشش اور سعی کا محتاج نہ کیا۔ یہاں تک کہ وجہ اللہ نے اس کے دِل کو چیر کر اپنا دخل اس میں کیا۔ اور اپنی محبت میں اُس کو یگانہ بنایا۔ پس اُس محسن کی تعریف کے لئے اس کے دِل نے جوش مارا اور خدا تعالیٰ کی تعریف اس کی دلی مراد ہو گئی۔

(نجم الہدیٰ ص ۲)

خدا تعریف کرنے والے کی تعریف کو اسی کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

و بشری لقوم حامدین فان الله یرد الحمد الی الحامد ویجعله من المحمودین۔ فیُحمد فی العالمین ویوضع له القبولیة فی الارض فیثنی علیه کل من کان من الصالحین وهذا هو کمال حقیقة العبودیة ومآل امو النفوس المطهرة ولا یعرفها الا الذی اُعطی حظًا من المعرفة وهٰذا هو غایة نوع الانسان۔ و کماله المطلوب فی تعبد الرحمٰن وهٰذا هو الذی تنتهی الیه آمال الاولیاء و یختتم علیه سلوک الطلباء و تستکمل بها العنایةُ نفوسَ الاصفیاء۔ وهٰذا هو لب اعمال الشریعة و نتیجة المجاهدات فی الملّة و سرّ ما نزل به الناموس من الحضرة علی قلب خیر البریّة۔ علیه انواع السلام والصلوٰة والبرکات والتحیة۔

اولیاء اللہ کی حالت تبتل و محبت و اطاعت و فنا حقیقی حامد وہ ہوتے ہیں۔

یرغب فیه المجاهدون والی الله متبتلون۔ الذین فی خیام حبّه یسکنون وبه یحبون وله یموتون وعلیه یتوکلون ولحکمه بصدق القلب یطیعون ولامره یهمل العین یتبعون وفی مرضاته یفنون و فی احزانه یذوبون

وباسمه یبیتون وله تتجافی جنوبهم من المضاجع ویتحنّثون و یبیتون سجدا و قیاما ولا یغفلون ویاخذهم القلق فیذکرون حبهم و یبکون وتفیض اعینهم من الدمع وفی آناء اللیل یصرخون وینأوَّهُوْنَ ولا یعلم احد الی ایّ جهة یجذبون ویقلبون۔ یصب علیهم مصائبُ فبصدقهم یتحملون وید خلون فی نیران فیقال سلام فیحفظون و یُعصمون۔ اولٰئک هم الحامدون حقًا واولٰئک هم المقدسون والنجون۔ فطوبی لهم ولمن صحبهم فانهم المنفردون والشافعون المشفعون۔ وهٰذه مرتبة لا تعطی الّا لمحبوبی الحضرة۔ و انما جاء الاسلام لتبیین تلک المنزلة لیخرج الناس من وهاد المنتقصة ویوصلهم الی حظیرة القدس ویهدی الی مقام السعادة و ینذر الغافلین ویصدم قلوبهم بوعبه مُدی القطعیة وما تعلم ما الحمد والتحمید ولِم اعلی مقامَهُ الرب الوحید۔ وکفی لک من عظمته ان الله ابتدء به کتابه الکریم لیبیّن للنّاس عظمة الحمد ومقامه العظیم۔ و انه لا یفور من قلب الا بعد المحویة والذوبان۔ ولا یتحقق الّا بعد الانسلاخ و دوس اهواء النفس الثعبان ولا یجری علی لسان الا بعد اضطرام نار المحبة فی الجنان۔ بل لا یتحقق الا بعد

حمد کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تحمید کا مقام اتنا اعلیٰ کیوں رکھا۔ اور وہ کس وقت دل سے جوش مارتی ہے اور متحقق ہوتی ہے۔

زوال اثر الغیر من الموهوم والموجود۔ ولا یتولد
الا بعد الاحتراق فی نار محبة المعبود۔ فمن القی نفسہ فی
ھٰذہ النار فھو یحمد اللہ بقلب مُوجع و سرٍ محوٍ فی
الحبیب المختار۔ وھو الذی یُدعٰی فی السماء باسم احمد
ویقرب ویدخل فی بیت العزة وقُصارة الدار۔ وھی دار العظمة
والجلال۔ یقال استعارةً ان اللہ بناھا لذاتہ القھار ثم
یعطیہ لحمّاد وجھہ فیکون لہ کالبیت المستعار فیحمد
ھذا الرجل فی السماء والارض بامر اللہ الغفار ویُدعٰی
باسم محمد فی الافلاک والبلاد والدیار ومعناہ انہ
حُمّد حمدًا کثیرًا۔

(ترجمہ) اور خدا کے ثنا خوانوں کو اس میں بشارت ہے کیونکہ خدا تعریف کرنے والے
کی تعریف کو اسی کی طرف رد کر دیتا ہے اور اس کو قابلِ تعریف ٹھہرا دیتا ہے۔ پس
وہ دنیا میں تعریف کیا جاتا ہے اور اس کی قبولیت زمین پر پھیلائی جاتی ہے پس ہر ایک جو
نیک طینت ہے اس کی تعریف کرتا ہے اور یہی عبودیت کی حقیقت کا کمال
اور پاک نفسوں کا انجام کار ہے اور اس مقام کو کوئی شخص بجز صاحب معرفت کے نہیں
پہچانتا اور یہی تو ان کی غایت اور عبادتوں کا کمال مطلوب ہے۔ یہی وہ امر ہے
جو اولیاء کی امیدوں کا منتہیٰ اور طالبوں کے سلوک کے ختم ہونے کی جگہ ہے اور اسی
کے ساتھ عنایت الٰہی برگزیدوں کے نفوس کو مکمل کرتی ہے اور یہی شریعت کے بوجھوں
کا مغز اور مجاہدات دینی کا نتیجہ ہے اور یہ ان امور کا بھید ہے جو حضرت جبرئیل
علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لائے۔ پس اُس نبی پر سلام اور برکتیں
اور درود اور تحیت ہوں۔ اسی امر مذکور کے لئے مجاہدہ کرنے والے کوشش کرتے

ہیں۔ اور نیز وہ جو خدا کی طرف منقطع ہوتے ہیں اور اس کی محبت کے خیموں میں رہتے
ہیں۔ اور اسی کے ساتھ زندہ اور اسی کے لئے مرتے ہیں۔ اور اس پر توکل کرتے
ہیں اور دل کی سچائی سے اس کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔ اور رواں آنسوؤں
کے ساتھ اس کے حکم کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اس کی رضامندی کی راہوں میں فنا ہوتے
ہیں۔ اور اس کے غموں میں گداز ہوتے اور اس کے اُنس کے ساتھ بقا پاتے ہیں۔
اور اس کے لئے رات کو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے اور اس کی بندگی کرتے ہیں اور
قیام اور سجود میں رات کاٹتے ہیں اور غفلت نہیں کرتے اور بے آرامی ان کو پکڑتی
ہے۔ پس اپنے دوست کو یاد کر کے روتے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں
اور رات کے وقتوں میں فریاد کرتے اور آہیں مارتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ کس
طرف کھنچے جاتے اور پھیرے جاتے ہیں۔ اُن پر مصیبتیں پڑتی ہیں اور وہ برداشت
کرتے ہیں۔ آگ میں داخل کئے جاتے ہیں پس کہا جاتا ہے کہ سلام پس بچا لئے جاتے
ہیں۔ وہی سچے ثنا خوان اور خدا کے مقرب اور ہمراز ہیں۔ اور ان کو خوشخبری ہو اور
ان کے ہم صحبتوں کو کیونکہ وہ شفاعت کرنے والے اور شفاعت قبول کئے گئے
ہیں۔ اور یہ وہ مرتبہ ہے جو بجز درگاہ کے پیاروں کے اور کسی کو نہیں ملتا اور اسی
کے بیان کے لئے اسلام آیا ہے تا کہ نقصان کے گڑھے سے لوگوں کو نکالے اور
تقدس کے احاطے میں پہنچا دے۔ اور سعادت کے مقام تک رہبری کرے۔
اور غافلوں کو اس دھکی سے کوفتہ کرے کہ قطع تعلق کی کاروں تیار ہیں۔ اور تجھے کیا
خبر ہے کہ حمد کیسے کس کو ہیں اور کیوں اس کا بلند پایہ ہے۔ اور اس کی عظمت سمجھنے
کے لئے تجھے یہ کافی ہے کہ خدا نے قرآن شریف کی تعلیم کو حمد سے ہی شروع
کیا ہے تا لوگوں کو حمد کے مقام کی بلندی سمجھاوے جو کسی دل میں سے بجز گدازش
اور محویت کے جوش نہیں مار سکتی۔ اور اسی وقت متحقق ہوتی ہے جب کہ مار

نفسِ امّارہ کچلا جائے اور نفسانی چولا اتار لیا جائے۔ اور یہ حمد کسی زبان پر جاری نہیں ہو سکتی بجز اس کے کہ پہلے دل میں محبت کی آگ بھڑکے۔ بلکہ یہ وجود پذیر ہی نہیں ہو سکتی جب تک کہ غیر کا نام و نشان بکلی زائل نہ ہو جائے اور پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ ایک شخص آتشِ محبتِ معبودِ حقیقی میں جل نہ جائے۔ اور جو شخص اس آگ میں اپنے تئیں ڈال دے پس وہی اپنے درد مند دل اور اس سر سے جو خدا میں محو ہے خدا کی تعریف کرے گا۔ اور وہ وہی شخص ہے جس کو آسمان میں احمد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور قریب کیا جاتا ہے اور عزّت کے گھر اور قصارۃ الدار میں داخل کیا جاتا ہے۔ اور وہ عظمت اور جلال کا گھر ہے جو بطور استعارہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے اس کو اپنی ذات کے لئے بنایا پھر اس گھر کو بطور مستعار اُس کو دے دیتا ہے جو اس کی ذات کا ثناء خواں ہو۔ پس یہ شخص زمین و آسمان میں خدا تعالےٰ کے حکم کے ساتھ تعریف کیا جاتا ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں محمدؐ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ بہت تعریف کیا گیا۔

(نجم الہدیٰ ص۲، ۳)

کتاب اللہ اور رسول کریم کی تعلیم کی تین قسمیں۔ وحشی سے انسان بنانا۔ انسان سے با اخلاق انسان بنانا۔ اور

فالغرض ان تعليم كتاب الله الاحكم و رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔ كان منقسمًا على ثلٰثه اقسام الاوّل ان يجعل الوحوش اناسًا ۔ و يعلّمهم اٰداب الانسانية ويهب لهم مدارك وحواسًا ۔ والثانى ان يجعلهم بعد الانسانية اكمل الناس فى محاسن الاخلاق والثالث ان يرفعهم من مقام الاخلاق الى ذرى مرتبة حبّ الخلّاق ۔ و يوصل الى منزل القرب والرضاء

با اخلاق سے محبتِ الٰہی کے مرتبہ تک پہنچانا۔ آخری مرتبہ کی تشریح۔

والمعية و الفناء والذوبان والمحوية اعنى الى مقام ينعدم فيه اثر الوجود والاختيار ويبقى الله وحده كما هو يبقى بعد فناء هذا العالم بذاته القهار ۔ فهذه آخر المقامات للسالكين والسالكات واليه ينتهى مطايا الرياضات ۔ وفيه يختتم سلوك الولايات ۔ وهو المراد من الاستقامة فى دعاء سورة الفاتحة وكلما يتضرم من اهواء النفس الامّارة ۔ فتذوب فى هذا المقام بحكم الله ذى الجبروت والعزة فتفتح البلدة كلها ولا تبقى الضوضاة لعامة الاهواء ۔ ويقال لمن الملك اليوم لله ذى المجد والكبرياء ۔

(ترجمہ) پس خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی۔ پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی آداب اور حواس ان کو عطا کئے جائیں۔ اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دے کر اخلاق کاملہ کے درجے تک ان کو پہنچایا جائے۔ اور تیسری یہ کہ اخلاق کے مقام سے ان کو اُٹھا کر محبت الٰہی کے مرتبہ تک پہنچایا جائے۔ اور یہ کہ قرب اور رضا اور معیت اور فنا اور محویت کے مقام ان کو عطا ہوں۔ یعنی وہ مقام جس میں وجود اور اختیار کا نشان باقی نہیں رہتا اور خدا اکیلا باقی رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ وہ اس عالم کے فنا کے بعد اپنی ذات قہار کے ساتھ باقی رہے گا۔ پس یہ سالکوں کے لئے کیا مرد اور کیا عورت آخری مقام ہے۔ اور ریاضتوں کے تمام مرکب اسی پر جا کر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور اسی میں اولیاء کے ولایتوں کے سلوک ختم ہو جاتے ہیں۔ اور وہ استقامت جس کا ذکر سورۃ

فاتحہ کی دعا میں ہے اس سے مراد یہی مرتبہ سلوک ہے۔ اور نفسِ امارہ کی جس قدر ہوا و ہوس بھڑکتی ہے وہ اسی مقام میں خدائے ذوالجبروت والعزّت کے حکم سے گداز ہوتی ہے۔ پس تمام شہر فتح ہوجاتا ہے اور ہوا و ہوس کے عوام کا شور باقی نہیں رہتا۔ اور کہا جاتا ہے کہ آج کس کا ملک ہے اور یہ جواب ہوتا ہے کہ خدائے ذوالجلال والکبریا کا۔

(نجم الہدیٰ ص ۷)

پھر میرے رب نے مجھے عزّت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا۔

ثم اقتادنی الی بیت العزۃ والاختیار۔ وما کان لی علم بانّہ یجعلنی المسیح الموعود۔ ویتمّ فی نفسی العھود۔ وکنت احب ان اترک فی زاویۃ الخمول۔ وکانت لذّتی کلّھا فی الاختفاء والافول۔ لا ابغی شھرۃ الدنیا والدین ولم ازل افضّ عنی الی مکاتمۃ کالفانین۔ فغلب علیّ امر اللہ العلام۔ ورفع مکانتی۔ وامرنی ان اقوم لدعوۃ الانام و فعل ماشاء وھو احکم الحاکمین واللہ یعلم ما فی قلبی ولایعلم احد من العالمین۔

(ترجمہ) پھر میرے رب نے مجھے عزّت اور برگزیدگی کے گھر کی طرف کھینچا اور مجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ وہ مجھے مسیح موعود بنا دے گا۔ اور اپنے عہد مجھ میں پورے کرے گا۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا تھا کہ گمنامی کے گوشہ میں چھوڑا جاؤں اور میری تمام لذّت پوشیدہ اور گم رہنے میں تھی۔ میں دنیا اور دین کی شہرت کو نہیں چاہتا تھا۔ اور میں ہمیشہ اپنی کوشش کی اونٹنی اسی طرف چلاتا گیا کہ میں فانیوں کی طرح پوشیدہ رہوں۔ پس خدا کے حکم نے میرے پر غلبہ کیا اور میرے مرتبہ کو بلند کیا۔ اور مجھے دعوتِ

میں گمنامی کے گوشہ کو پسند کرتا تھا۔

مخلوق کے لیے حکم کیا اور جو چاہا کیا۔ اور وہ احکم الحاکمین ہے۔

ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اس کی محبت سے پُر ہیں۔

حِبّ لنا فبحبہ نتحبّبُ ۔۔۔ وعن المنازل والمراتب نرغبُ
انی اری الدنیا وبلدۃ اھلھا ۔۔۔ جدبت وارض ودادنا لاتجدبُ
یتمایلون علی النعیم وانّنا ۔۔۔ ملنا الی وجہ یسرّ ویطربُ
انا تعلقنا بنور حبیبنا ۔۔۔ حتی استنار الذی لایخشبُ

ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اس کی محبت سے پُر ہیں۔ اور مراتب اور منازل سے ہمیں بے رغبتی ہے۔
میں دیکھتا ہوں کہ دُنیا اور اس کے طالبوں کی زمین قحط زدہ ہوگئی ہے۔ یعنی جلدی تباہ ہو جائے گی۔ اور ہماری محبت کی زمین کبھی قحط زدہ نہیں ہوگی۔
لوگ دنیا کی نعمت پر جھکتے ہیں مگر ہم اس منہ کی طرف جھک گئے ہیں جو خوشی پہنچانے والا اور طرب انگیز ہے۔
ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہو سکتا وہ بھی ہمارے لئے منوّر ہوگیا۔

(نجم الہدیٰ ص ۱۰)

میں لوگوں سے منقطع ہوکر اللہ کے دروازے پر جم کر بیٹھ گیا تھا صلح اور جنگ سے فارغ ہوکر۔

وکذالک کنت قد انقطعتُ من الناس وعکفت علی اللہ فارغا من الصلح والعماس۔ وکنت اعلم وانا حدث ان اللہ ماخلقنی الا لامر عظیم وکانت قریحتی تبغی الارتقاء وقرب رب کریم۔ وکان تبرجو ھوی یبرق فی عرق الثری من غیر ان یستنار بالنبش ویبدی۔

(ترجمہ) اور اسی طرح میں لوگوں سے منقطع ہو چکا تھا اور دنیوی صلح اور جنگ سے فارغ

ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف جھک گیا تھا۔ اور میں ابھی نوجوان تھا کہ اس بات کو جانتا تھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک امر عظیم کے لئے پیدا کیا ہے اور میری طبیعت کا سونا خاک کی جڑ میں چمک رہا تھا بغیر اس کے کہ وہ کھود کر نکالا جائے اور ظاہر کیا جائے۔

(نجم الہدیٰ صنا)

پھر یہ الہام مجھے اس وقت ملا جب میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالیٰ کے عشق میں اڑے اور عشاق الٰہی کی موت مجھ پر آئی۔

ثم کان ھذا بعد ما استطارت صدوع کبدی من الحنین الی ربّی وصمدی۔ ومُتُّ میتة العشاق واُحرِقتُ بانواع الاحراق۔ و صُدمت بالاھوال وصُرِم قلبی من الاھل والعیال۔ حتّٰی تمّ فعل اللّٰہ وشرح صدری واودع انوار بدری ففزت منه بسھمین۔ نور الالھام و نور العینین۔ وھٰذا فضل اللہ لا راد لفضله وانهٗ ذو فضل مستبین۔

(ترجمہ) پھر یہ الہام اس وقت مجھے ملا جبکہ میرے جگر کے ٹکڑے خدا تعالیٰ کے شوق میں اڑے اور عشاق الٰہی کی موت میرے پر آئی۔ اور کئی قسم کے جلانے سے میں جلایا گیا۔ اور کئی قسم کے خوفوں سے میں کوٹا گیا۔ اور اہل و عیال سے میرا دل کاٹا گیا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا فعل پورا ہو گیا اور میرا رستہ کھولا گیا اور میرے چاند کا نور مجھ میں بھر گیا۔ پس اس سے مجھے دو حصے ملے۔ الہام کا نور اور عقل کا نور۔ اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور کوئی اس کے فضل کو رد نہیں کر سکتا۔

(نجم الہدیٰ ص۱۱)

عربی زبان کا علم حاصل کرنے کے لئے دعا کو کس مقام تک پہنچایا جس کے بعد وہ منظور ہوئی۔

وشھروا من عندھم ان ھذا الرجل لا یعلم صیغة

من ھٰذہ اللسان۔ ولا یملك قراضة من ھذا العقیان۔ فسألت اللہ ان یکملنی فی ھٰذہ اللھجة ویجعلنی واحد الدھر فی مناھج البلاغة والحت علیه بالابتھال والضراعة۔ وکثر اطراحی بین یدی حضرة العزة۔ و توالی سؤالی بجھد العزیمة وصدق الھمة واخلاص المھجة فاجیب الدعاء۔ واوتیت ماکنت اشاء۔ وفتحت لی ابواب نوادر العربیة۔ واللطائف الادبیة۔

(ترجمہ)

اور اپنی طرف سے یہ شہرت دے دی کہ یہ شخص عربی کا ایک صیغہ بھی نہیں جانتا۔ اور اس سونے میں سے ایک ریزہ کا بھی مالک نہیں۔ پس میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے اس زبان میں کامل کرے۔ اور اس کی بلاغت و فصاحت میں مجھے بے نظیر بنا دے اور میں نے نہایت عاجزی اور تضرع سے اس دعا میں الحاح کیا اور جناب الٰہی میں گرا اور گڑگڑایا۔ اور صدق اور ہمت اور اخلاص جان اور کوشش بلیغ کے ساتھ اس سوال کو بار بار جناب الٰہی میں کیا۔ پس دعا قبول کی گئی۔ اور جو میں نے چاہا تھا وہ مجھے دیا گیا اور عربیت کے نوادر اور لطائف ادب کے دروازے میرے پر کھولے گئے۔

(نجم الہدیٰ ص۳۰)

خدا کے نشانوں کو دیکھنے کے لئے صبر کی ضرورت

والصبر حقیق لمن طلب آیٰ اللّٰہ وجاء یستقری الضیاء فانه امر ینزل من حضرة العزة۔ ویحتاج ظھورہ الی تضرعات العبودیة فاحبس نفسك عندنا الی حول۔

ان کا نزول عبودیت کو چاہتا ہے۔

اور جو شخص نشانوں کو ڈھونڈتا ہے اس کے لئے صبر کرنا بہتر ہے کیونکہ نشان ایک ایسی چیز ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل ہوتے ہیں۔ اور ان کا ظاہر ہونا تضرعات عبودیت پر موقوف ہے پس ایک برس تک میرے پاس توقف کرے۔

(نجم الہدیٰ ص۲۳)

اللہ بے قرار کی دعا کو سنتا ہے اور امیدواروں کو ناامید نہیں کرتا۔

فالحاصل ان ھٰذہ الاٰیۃ آیۃٌ عظیمۃ من اللہ العلام ھو اللہ الذی یجیب المضطر اذا دعاہ۔ ولا یخیّب من رجاہ ولا یضیع من استرعاہ۔ لہ الحمد والجلال والعظمۃ۔

اور یہ (لیکھرام کا قتل ہونا) خدا تعالےٰ کی طرف سے نشان ہے۔ وہ وہی قادر خدا ہے جو بے قراروں کی دُعا سنتا ہے۔ اور امیدواروں کو نومید نہیں کرتا اور جو شخص اس کی پناہ چاہتا ہے اس کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی کو حمد اور جلال اور عظمت ہے۔

(نجم الہدیٰ ص۲۶)

ضرورت الامام

امام الزمان کے ساتھ انوار کا نزول۔ سب برکات اسی کی روحانیت کا پرتو ہوتی ہیں۔

پھر ماسوا اس کے حدیث و قرآن سے یہ ثابت ہے کہ امام الزمان کے نور کا ہی پرتو ہوتا ہے جو مستعد دلوں پر پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب دُنیا میں کوئی امام الزمان آتا ہے تو ہزارہا انوار اس کے ساتھ آتے ہیں اور آسمان میں ایک صورت انبساطی پیدا ہو جاتی ہے۔ انتشار روحانیت اور نورانیت ہو کر نیک استعدادیں جاگ اٹھتی ہیں۔ پس جو شخص الہام کی استعداد رکھتا ہے اس کو سلسلہ الہام شروع ہو جاتا ہے اور جو شخص فکر و غور کے ذریعہ سے دینی تفقہ کی استعداد رکھتا ہے اس کے تدبر اور سوچنے کی قوت کو زیادہ کیا جاتا ہے۔ اور جس کو عبادت کی طرف رغبت ہو اس کو تعبد اور پرستش میں لذّت عطا کی جاتی ہے اور جو شخص غیر قوموں کے ساتھ مباحثات کرتا ہے اس کو استدلال اور اتمام حجت کی طاقت بخشی جاتی ہے۔ اور یہ تمام باتیں درحقیقت اسی انتشار روحانیت کا نتیجہ ہوتی ہیں جو امام الزمان کے ساتھ آسمان سے اترتی اور ہر ایک مستعد کے دل پر نازل ہوتی ہے۔ اور یہ ایک عام قانون ہے اور سنت الٰہی ہے جو ہمیں قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی رہنمائی سے معلوم ہوا اور ذاتی تجارب نے اس کا مشاہدہ کرایا ہے۔ مگر مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بھی بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ

ہیں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتو ہوگا۔ جیسا کہ دیوار پر آفتاب کا سایہ پڑتا ہے تو دیوار منور ہو جاتی ہے اور اگر چونہ اور قلعی سے سفید کی گئی ہو تو پھر اور بھی زیادہ چمکتی ہے اور اگر اس میں آئینے نصب کئے گئے ہوں تو ان کی روشنی اس قدر بڑھتی ہے کہ آنکھ کو تاب نہیں رہتی۔ مگر دیوار دعوٰے نہیں کر سکتی کہ یہ سب کچھ ذاتی طور پر مجھ میں ہے کیونکہ سورج کے غروب کے بعد پھر اس روشنی کا نام و نشان نہیں رہتا۔ پس ایسا ہی تمام الہامی انوار امام الزمان کے انوار کا انعکاس ہوتا ہے۔

(ضرورۃ الامام صلا، ۵)

امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پہ کیا ترجیح ہے۔

اب ایک ضروری سوال یہ ہے کہ امام الزمان کس کو کہتے ہیں اور اس کی علامات کیا ہیں اور اس کو دوسرے ملہموں اور خواب بینوں اور اہل کشف پر ترجیح کیا ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امام الزمان اس شخص کا نام ہے کہ جس شخص کی روحانی تربیت کا خدا تعالےٰ متولی ہو کر اس کی فطرت میں ایک ایسی امامت کی روشنی رکھ دیتا ہے کہ وہ سارے جہانوں کے معقولیوں اور فلسفیوں سے ہر ایک رنگ میں مباحثہ کر کے ان کو مغلوب کر لیتا ہے وہ ہر ایک قسم کے دقیق در دقیق اعتراضات کا خدا سے قوت پا کر ایسی عمدگی سے جواب دیتا ہے کہ آخر ماننا پڑتا ہے کہ اس کی فطرت دنیا کی اصلاح کا پورا سامان لے کر اس مسافر خانہ میں آئی ہے اس لئے اس کو کسی دشمن کے سامنے شرمندہ ہونا نہیں پڑتا۔ وہ روحانی طور پر محمدی فوجوں کا سپہ سالار ہوتا ہے اور خدا تعالےٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر دین کی دوبارہ فتح کرے۔ اور وہ تمام لوگ جو اس کے جھنڈے کے نیچے آتے ہیں ان کو بھی اعلےٰ درجہ کے قویٰ بخشے جاتے ہیں اور وہ تمام

شرائط جو اصلاح کے لئے ضروری ہوتی ہیں اور وہ تمام علوم جو اعتراضات کے اٹھانے اور اسلامی خوبیوں کے بیان کرنے کے لئے ضروری ہیں اس کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اور باایں ہمہ چونکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کو دنیا کے بے ادبوں اور بدزبانوں سے بھی مقابلہ پڑے گا اس لئے اخلاقی قوت بھی اعلیٰ درجہ کی اس کو عطا کی جاتی ہے اور بنی نوع کی سچی ہمدردی اس کے دل میں ہوتی ہے ... ... ہاں وقت اور محل کی مصلحت سے کبھی معالجہ کے طور پر سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ نہ منہ پر جھاگ آتی ہے۔ ہاں کبھی بناوٹی غصہ رعب دکھلانے کے لئے ظاہر کر دیتے ہیں اور دل آرام و انبساط اور سرور میں ہوتا ہے ... ... ان نفوس میں جن کی نسبت خدا تعالےٰ کے ازلی علم میں یہ ہے کہ ان سے امامت کا کام لیا جاوے گا منصب امامت کے مناسب حال کئی

اماموں میں بنی نوع کے فائدے اور فیض رسانی کیلئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضروری ہے۔

روحانی ملکے پہلے سے رکھے جاتے ہیں اور جن لیاقتوں کی آئندہ ضرورت پڑے گی ان تمام لیاقتوں کا بیج ان کی پاک سرشت میں بویا جاتا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ اماموں میں بنی نوع کے فائدے اور فیض رسانی کے لئے مندرجہ ذیل قوتوں کا ہونا ضروری ہے:۔

اوّل۔ قوت اخلاق۔ ... ... یہ نہایت قابلِ شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں۔

قوت امامت یعنی نیک اعمال اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق۔

دوم۔ قوت امامت جس کی وجہ سے اس کا نام امام رکھا گیا ہے یعنی نیک باتوں اور نیک اعمال اور تمام الٰہی معارف اور محبت الٰہی میں آگے بڑھنے کا شوق یعنی روح اس کی کسی نقصان کو پسند نہ کرے اور کسی حالت ناقصہ پر راضی نہ ہو اور اس بات سے اس کو درد پہنچے اور دکھ میں پڑے کہ وہ ترقی سے روکا جاوے۔ یہ ایک فطرتی

قوت امام میں ہوتی ہے اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اس کے علوم ومعارف کی پیروی کریں اور اس کے نور کے پیچھے چلیں تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرتی قوت کے امام ہے ......

بسطت فی العلم

تیسری قوت ۔ بسطت فی العلم ہے جو امامت کے لئے ضروری ہے اور اس کا خاصہ لازمی ہے چونکہ امامت کا مفہوم تمام حقائق ومعارف اور لوازم محبت اور صدق اور وفا میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے اسی لئے وہ اپنے تمام دوسرے قویٰ کو اسی کی خدمت میں لگا دیتا ہے اور رب زدنی علماً کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے اور پہلے سے اس کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جوہر قابل ہوتے ہیں اسی لئے خدا تعالےٰ کے فضل سے علوم الٰہیہ میں اس کو بسطت عنایت کی جاتی ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں ہوتا جو قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی رائے صائب دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے ...... یہ شخص اپنے علوم روحانیہ سے صحت یابوں کو علمی رنگ سے رنگین کرتا رہتا ہے اور یقین اور معرفت میں بڑھاتا جاتا ہے ...... امام الزمان کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اس قدر الہام کی ضرورت نہیں جس قدر علمی قوت کی ضرورت ہے کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں ۔..

قوت عزم یعنی کسی حالت میں نہ تھکنا

چوتھی قوت عزم ہے جو امام الزماں کے لئے ضروری ہے اور عزم سے مراد یہ ہے کہ کسی حالت میں نہ تھکنا اور نہ نومید ہونا اور نہ ارادہ میں سست ہو جانا ...... وہ ہرگز ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتے اور نہ اپنے کام میں سست ہوتے ہیں یہاں تک کہ نصرت الٰہی کا وقت آجاتا ہے ۔

قوتِ اقبال علی اللہ ۔

پانچویں قوت اقبال علی اللہ ہے جو امام الزمان کے لئے ضروری ہے اور اقبال علی اللہ سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ مصیبتوں اور ابتلاؤں کے وقت اور نیز اس وقت کہ

ان کی محبت اور اخلاص سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے۔

جب سخت دشمن سے مقابلہ آ پڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو اور یا کسی فتح کی ضرورت ہو اور یا کسی کی ہمدردی واجبات سے ہو خدا تعالےٰ کی طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ ان کے صدق اور اخلاص اور محبت اور وفا اور عزم لاینفک سے بھری ہوئی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں ایک شور پڑ جاتا ہے اور ان کی محویت کی تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے ۔ پھر جس طرح شدت کی گرمی کی انتہا کے بعد برسات کی ابتدا میں آسمان پر بادل نمودار ہونے شروع ہو جاتے ہیں اسی طرح ان کے اقبال علی اللہ کی حرارت یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سخت گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور الٰہی ارادے اور رنگ پکڑتے ہیں یہاں تک کہ قضاء و قدر کی ٹھنڈی ہوائیں چلنی شروع ہوتی ہیں ۔ ......

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست　　　فانی است و دست او دستِ خداست

اور امام الزماں کا اقبال علی اللہ یعنی اس کی توجہ الی اللہ تمام اولیاء کی نسبت زیادہ تر تیز اور سریع الاثر ہوتی ہے ......

کشوف والہامات کا سلسلہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔

چھٹے کشوف اور الہامات کا سلسلہ ہے جو امام الزماں کے لئے ضروری ہوتا ہے ۔ امام الزماں اکثر بذریعہ الہامات کے خدا تعالےٰ سے علوم اور حقائق اور معارف پاتا ہے اور اس کے الہامات

دوسروں پر قیاس نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ کیفیت وکمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں اور ان کے ذریعہ سے علوم کھلتے ہیں اور قرآنی معارف معلوم ہوتے ہیں اور دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو مخالف قوموں پر اثر ڈال سکیں ظاہر ہوتی ہیں ۔ غرض جو لوگ امام الزماں ہوں ان کے کشوف اور الہام صرف ذاتیات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتے ہیں اور خدا تعالےٰ ان سے

نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور ان کی دعا کا جواب دیتا ہے اور لبا اوقات سوال اور جواب کا ایک سلسلہ منعقد ہو کر ایک ہی وقت میں سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب اور پھر سوال کے بعد جواب ایسے مصفا اور لذیذ اور فصیح الہام کے پیرایہ میں شروع ہوتا ہے کہ صاحب الہام خیال کرتا ہے کہ گویا وہ خدا تعالےٰ کو دیکھ رہا ہے۔ اور امام الزماں کا ایسا الہام نہیں ہوتا کہ جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کلوخ پھینک جائے اور بھاگ جائے اور معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا بلکہ خدا تعالےٰ ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو میسر نہیں آتی بلکہ وہ تو لبا اوقات اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھا کر رہا ہے اور امام الزماں کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ . . . . . .

(ضرورۃ الامام صہ ۶ تا ۱۳)

خوب یاد رکھو کہ سچا الہام جو خالص خدا تعالےٰ کی طرف سے ہوتا ہے مندرجہ ذیل علامتیں اپنے ساتھ رکھتا ہے :-

سچے الہام کی علامتیں۔

۱۔ وہ اس حالت میں ہوتا ہے جب کہ انسان کا دلِ آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا تعالےٰ کی طرف بہتا ہے۔ اسی طرف حدیث کا اشارہ ہے کہ قرآن غم کی حالت میں نازل ہوا لہذا تم بھی اس کو غمناک دل کے ساتھ پڑھو۔

دل کا آتشِ درد سے گداز ہونا۔

۲۔ سچا الہام اپنے ساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت لاتا ہے اور نامعلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور ایک فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اس کی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے۔

ایک لذت اور سرور۔

۳۔ سچے الہام میں ایک شوکت اور بلندی ہوتی ہے اور دل پر اس سے مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور قوت اور غضبناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے مگر جھوٹے الہام میں چوروں اور مخنثوں اور عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے کیونکہ شیطان چور اور مخنث اور عورت ہے۔

ایک شوکت اور بلندی۔

۴۔ سچا الہام خدا تعالیٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے اور ضرور ہے کہ اس میں پیشگوئیاں بھی ہوں اور وہ پوری بھی ہو جائیں۔

اس میں پیشگوئیاں ہوتی ہیں۔

۵۔ سچا الہام انسان کو دن بدن نیک بنا تا جاتا ہے اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

انسان کی اندرونی غلاظتوں کو دور کرتا ہے۔

۶۔ سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں۔ اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے اور انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اور اس کی پہلی زندگی مر جاتی ہے اور نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے اور بنی نوع کی ایک عام ہمدردی کا ذریعہ ہوتا ہے

اس سے ہر ایک قوت پر ایک نئی روشنی پڑتی ہے۔

۷۔ سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے۔ وہ نہایت ہی حلیم ہے جس کی طرف توجہ کرتا ہے اس سے مکالمات کرتا ہے اور سوالات کا جواب دیتا ہے۔ . . . . . .

اس میں آواز کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔

۸۔ سچے الہام کا انسان کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ . . . .

بزدل نہیں بننے دیتا۔

۹۔ سچا الہام اکثر علوم اور معارف کے جاننے کا ذریعہ ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنے ملہم کو بے علم اور جاہل رکھنا نہیں چاہتا۔

علوم اور معارف کا ذریعہ ہوتا ہے

۱۰۔ سچے الہام کے ساتھ اور بھی بہت سی برکتیں ہوتی ہیں اور کلیم اللہ کو غیب سے عزت دی جاتی ہے۔ اور رعب عطا کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ بہت سی برکتیں ہوتی ہیں۔

(ضرورۃ الامام صہ ۱۸، ۱۹)

معرفت تامہ کی احتیاج کو پیدا کرنے کیلئے مکالمہ الٰہیہ کی ضرورت

جب کہ ہم اپنے اندر اس بات کا احساس پاتے ہیں کہ ہم اس معرفت تامہ کے محتاج ہیں جو کسی طرح بغیر مکالمہ الٰہیہ اور بڑے بڑے نشانوں کے پوری نہیں ہو سکتی تو کس طرح خدا تعالیٰ کی رحمت ہم پر الہامات کا دروازہ بند کر دے۔ کیا اس زمانہ میں ہمارے دل اور ہو گئے ہیں یا خدا اور ہو گیا ہے۔ یہ تو ہم نے مانا اور قبول کیا کہ ایک زمانہ میں ایک کا الہام لاکھوں کی معرفت کو تازہ کر سکتا ہے اور فرد فرد میں ہونا ضروری نہیں لیکن یہ تو ہم قبول نہیں کر سکتے کہ الہام کی سرے سے صف ہی الٹ دی جائے۔

(ضرورۃ الامام ص۲)

بیعت سے غرض معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرنا۔

سو بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکاتِ کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں ..... بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو۔ سو اگر اس بیعت کے ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو سخت بدذاتی ہو گی کہ کوئی شخص دانستہ اس سے اعراض کرے۔ عزیز من! ہم تو معارف حقائق اور آسمانی برکات کے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ایک سمندر بھی پی کر سیر نہیں ہو سکتے۔ پس اگر ہمیں کوئی اپنی غلامی میں لینا چاہے تو یہ بہت سہل طریق ہے کہ بیعت کے اصل مفہوم اور اس کی اصل فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کرے اور اگر اس کے پاس ایسے حقائق و معارف اور آسمانی برکات ہوں جو ہمیں نہیں دیئے گئے

اور یا اس پر وہ قرآنی علوم کھولے گئے ہوں جو ہم پر نہیں کھولے گئے تو بسم اللہ وہ بزرگ ہماری غلامی اور اطاعت کا ہاتھ لیوے اور وہ روحانی معارف اور قرآنی حقائق اور آسمانی برکات ہمیں عطا کرے۔

(ضرورۃ الامام ص۲۶)

نبی کریمؐ کو سب سے زیادہ دل کی صفائی دی گئی تھی۔

جیسے جیسے دل کی صفائی بڑھے گی ایسا ہی الہام میں فصاحت کی صفائی بڑھے گی۔ یہی بھید ہے کہ قرآن کی وحی تمام دوسرے نبیوں کی وحیوں سے علاوہ معارف کے فصاحت بلاغت میں بھی بڑھ کر ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ دل کی صفائی دی گئی تھی۔ سو وہ وحی معقول کے رو سے معارف کے رنگ میں اور الفاظ کے رو سے بلاغت فصاحت کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔

(ضرورۃ الامام ص۲۸، ۲۹)

جو شخص نشان امامت دکھلائے میں اس کو دست بیعت دینے کو تیار ہوں مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں۔

میں نقارہ کی آواز سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب بطور نشانِ امامت ہے۔ جو شخص اس نشان امامت کو دکھلائے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے میں اس کو دست بیعت دینے کو تیار ہوں مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں۔ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آج سے قریباً بیس سال پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام درج ہے الرحمٰن علم القرآن لتنذر قومًا ما انذر آباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین اس الہام کی رو سے خدا نے مجھے علوم قرآنی عطا کئے ہیں اور میرا نام اول المومنین رکھا اور مجھے سمندر کی طرح حقائق و معارف سے بھر دیا ہے اور مجھے بار بار الہام دیا ہے کہ

معرفت تامہ کی احتیاج کو پورا کرنے کیلئے مکالمہ الٰہیہ کی ضرورت

جب کہ ہم اپنے اندر اس بات کا احساس پاتے ہیں کہ ہم اس معرفت تامہ کے محتاج ہیں جو کسی طرح بغیر مکالمہ الٰہیہ اور بڑے بڑے نشانوں کے پوری نہیں ہو سکتی تو کس طرح خدا تعالیٰ کی رحمت ہم پر الہامات کا دروازہ بند کر دے. کیا اس زمانہ میں ہمارے دل اور ہو گئے ہیں یا خدا اور ہو گیا ہے. یہ تو ہم نے مانا اور قبول کیا کہ ایک زمانہ میں ایک کا الہام لاکھوں کی معرفت کو تازہ کر سکتا ہے اور فرد فرد میں ہونا ضروری نہیں لیکن یہ تو ہم قبول نہیں کر سکتے کہ الہام کی سرے سے صف ہی الٹ دی جائے۔

(ضرورۃ الامام صـ۲)

بیعت سے غرض معارف حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرنا۔

سو بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس کے تمام لوازم کے ایک رہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارف حقہ اور برکاتِ کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں ... . بیعت سے اصل مدعا یہ ہے کہ اپنے نفس کو اپنے رہبر کی غلامی میں دے کر وہ علوم اور معارف اور برکات اس کے عوض میں لیوے جن سے ایمان قوی ہو اور معرفت بڑھے اور خدا تعالیٰ سے صاف تعلق پیدا ہو اور اسی طرح دنیوی جہنم سے رہا ہو کر آخرت کے دوزخ سے مخلصی نصیب ہو اور دنیوی نابینائی سے شفا پا کر آخرت کی نابینائی سے بھی امن حاصل ہو سو اگر اس بیعت کے ثمرہ دینے کا کوئی مرد ہو تو سخت بدذاتی ہو گی کہ کوئی شخص دانستہ اس سے اعراض کرے عزیزمن! ہم تو معارف حقائق اور آسمانی برکات کے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ایک سمندر بھی پی کر سیر نہیں ہو سکتے. پس اگر ہمیں کوئی اپنی غلامی میں لینا چاہے تو یہ بہت سہل طریق ہے کہ بیعت کے اصل مفہوم اور اس کی اصل فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کرے اور اگر اس کے پاس ایسے حقائق و معارف اور آسمانی برکات ہوں جو ہمیں نہیں دیئے گئے

اور یا اس پر وہ قرآنی علوم کھولے گئے ہوں جو ہم پر نہیں کھولے گئے تو بسم اللہ وہ بزرگ ہماری غلامی اور اطاعت کا ہاتھ لیوے اور وہ روحانی معارف اور قرآنی حقائق اور آسمانی برکات ہمیں عطا کرے۔

(ضرورۃ الامام صـ۲۶)

نبی کریمؐ کو سب سے زیادہ دل کی صفائی دی گئی تھی۔

جیسے جیسے دِل کی صفائی بڑھے گی ایسا ہی الہام میں فصاحت کی صفائی بڑھے گی. یہی بھید ہے کہ قرآن کی وحی تمام دوسرے نبیوں کی وحیوں سے علاوہ معارف کے فصاحت بلاغت میں بھی بڑھ کر ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ دِل کی صفائی دی گئی تھی. سو وہ وحی معقول کے رو سے معارف کے رنگ میں اور الفاظ کے رو سے بلاغت فصاحت کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔

(ضرورۃ الامام صـ۲۸، ۲۹)

جو شخص نشان امامت دکھلائے میں اس کو دست بیعت دینے کو تیار ہوں. مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں۔

میں نقارہ کی آواز سے کہہ رہا ہوں کہ جو کچھ خدا نے مجھے عطا فرمایا ہے وہ سب بطور نشانِ امامت ہے. جو شخص اس نشان امامت کو دکھلائے اور ثابت کرے کہ وہ فضائل میں مجھ سے بڑھ کر ہے میں اس کو دست بیعت دینے کو تیار ہوں. مگر خدا کے وعدوں میں تبدیلی نہیں. اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا. آج سے قریباً بیس سال پہلے براہین احمدیہ میں یہ الہام درج ہے الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوماً ما انذر آباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین اس الہام کی رو سے خدا نے مجھے علوم قرآنی عطا کئے ہیں اور میرا نام اول المومنین رکھا اور مجھے سمندر کی طرح حقائق و معارف سے بھر دیا ہے اور مجھے بار بار الہام دیا ہے کہ

کہ اس زمانہ میں کوئی معرفت الٰہی اور کوئی محبت الٰہی تیری معرفت اور محبت کے برابر نہیں۔
پس بخدا میں کشتی کے میدان میں کھڑا ہوں۔ جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا عنقریب وہ مرنے
کے بعد شرمندہ ہوگا اور اب حجۃ اللہ کے نیچے ہے۔.......
کیا جس کے پاس ہزاروں دشمن دوست سوالات اور اعتراضات سے کرتے ہیں اور
نیابت نبوت اس کے سپرد ہوتی ہے اس کی یہی شان چاہیئے کہ صرف چند الہامی فقرے
اس کی بغل میں ہوں اور وہ بھی بے ثبوت کیا قوم اور مخالف قوم اس سے تسلی پکڑ سکتے
ہیں۔

(ضرورۃ الامام صـ۳، ۳۱)

رازِ حقیقت

جماعت کو نصیحت۔ شیخ محمد حسین بٹالوی کے ساتھ مباہلہ کے نتیجہ کے منتظر رہو۔

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ
کے نتیجہ منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی اشاعۃ السنہ
اور اس کے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جس کی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں
ختم ہوگی۔ اور ایسی اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوےٰ پر
پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ
دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں مگر چاہیئے کہ
خاموش رہیں اور تقوےٰ اور نیک بختی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔
اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی نظر میں قابل تائید ہوں تو صلاح اور تقوےٰ
اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی
کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت
کے کمرہ سے باہر ہے اگرچہ اس کی بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ
بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔
اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالےٰ کی عدالت کی توہین سے ڈرو۔ اور نرمی اور

صلاح اور تقویٰ اور صبر کی تاکید

تواضع اور صبر اور تقوےٰ اختیار کرو۔ اور خدا تعالےٰ سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری

قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ و جدل ہو جاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوٰی میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقوٰی اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسٰے نبی علیہ السلام جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے۔ تقوٰی کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسٰے علیہ السّلام کی آنکھوں کے آگے خدا تعالےٰ نے فرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا......

متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا

سوائے دوستو یقیناً سمجھو کہ متقی کبھی برباد نہیں کیا جاتا۔ دو فریق آپس میں دشمنی کرتے ہیں اور خصومت کو انتہا تک پہنچاتے ہیں تو وہ فریق جو خدا تعالےٰ کی نظر میں متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے آسمان سے اس کے لئے مدد نازل ہوتی ہے اور اس طرح پر آسمانی فیصلہ سے مذہبی جھگڑے انفصال پا جاتے ہیں۔ دیکھو ہمارے سید و مولیٰ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کمزوری کی حالت میں مکّہ میں ظاہر ہوئے تھے اور ان دنوں میں ابوجہل وغیرہ کفار کا کیا کچھ عروج تھا اور لاکھوں آدمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن جانی ہو گئے تھے تو پھر کیا چیز تھی جس نے انجام کار ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح اور ظفر بخشی۔ یقیناً سمجھو کہ یہی راست بازی اور صدق اور پاک باطنی اور سچائی تھی۔ سو بھائیو اس پر قدم مارو اور اس گھر میں بہت زور کے ساتھ داخل ہو۔ پھر عنقریب دیکھ لوگے کہ خدا تعالےٰ تمہاری مدد کرے گا۔ اور وہ خدا جو آنکھوں سے پوشیدہ مگر سب چیزوں سے زیادہ چمک رہا ہے جس کے جلال سے فرشتے بھی ڈرتے ہیں وہ شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے۔ سو اس سے ڈرو اور ہر ایک بات سمجھ کر کہو۔ تم اس

خدا شوخی اور چالاکی کو پسند نہیں کرتا۔

اور ڈرنے والوں پر رحم کرتا ہے

کی جماعت ہو جن کو اس نے نیکی کا نمونہ دکھلانے کے لئے چنا ہے۔ سو جو شخص بدی نہیں چھوڑتا اور اس کے لب جھوٹ سے اور اس کا دل ناپاک خیالات سے پرہیز نہیں کرتا وہ اس جماعت سے کاٹا جائے گا۔ اے خدا کے بندو دلوں کو صاف کرو اور اپنے اندرونوں کو دھو ڈالو۔ تم نفاق اور دورنگی سے ہر ایک کو راضی کر سکتے ہو مگر خدا کو اس خصلت سے غضب میں لاؤ گے۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور اپنی ذرّیت کو ہلاکت سے بچاؤ۔ کبھی ممکن ہی نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔ اس کی راہ میں فدا ہو جاؤ اور اس کے لئے محو ہو جاؤ اور ہمہ تن اس کے ہو جاؤ اگر چاہتے ہو کہ اسی دنیا میں خدا کو دیکھ لو۔

نفاق اور دورنگی سے خدا غضب میں آتا ہے۔ کبھی ممکن نہیں کہ خدا تم سے راضی ہو حالانکہ تمہارے دل میں اس سے زیادہ کوئی اور عزیز بھی ہے۔

کرامت کیا چیز ہے؟ اور خوارق کب ظہور میں آتے ہیں؟ سو سمجھو اور یاد رکھو کہ دلوں کی تبدیلی آسمان کی تبدیلی کو چاہتی ہے۔ وہ آگ جو اخلاص کے ساتھ بھڑکتی ہے وہ عالم بالا کو نشان کی صورت پر دکھلاتی ہے۔ تمام مومن اگرچہ عام طور پر ایک بات میں شریک ہیں یہاں تک کہ ہر ایک کو معمولی حالت کی خوابیں بھی آتی ہیں اور بعض کو الہام بھی ہوتے ہیں لیکن وہ کرامت جو خدا کا جلال اور چمک اپنے ساتھ رکھتی ہے اور خدا کو دکھلا دیتی ہے وہ خدا کی ایک خاص نصرت ہوتی ہے جو ان بندوں کی عزت زیادہ کرنے کے لئے ظاہر کی جاتی ہے جو حضرت احدیّت میں جاں نثاری کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ جب کہ وہ دنیا میں ذلیل کئے جاتے ہیں اور ان کو بُرا کہا جاتا ہے اور کذّاب اور مفتری اور بدکار اور لعنتی اور دجّال اور ٹھگ اور نفس پرست ان کا نام رکھا جاتا ہے اور ان کے تباہ کرنے کے لئے کوششیں کی جاتی ہیں تو ایک حد تک وہ صبر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو تھامے رکھتے ہیں۔ پھر خدا تعالےٰ کی غیرت چاہتی ہے کہ ان کی تائید میں کوئی نشان دکھاوے۔ تب یک دفعہ ان کا دل دکھتا اور ان کا سینہ مجروح ہوتا ہے۔ تب وہ خدا تعالےٰ کے آستانہ پر تضرعات

کے ساتھ گرتے ہیں اور ان کی دردمندانہ دعاؤں کا آسمان پہ ایک صعب ناک شور پڑتا ہے اور جس طرح بہت سی گرمی کے بعد آسمان پہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بادل کے نمودار ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جمع ہو کر ایک تہ بہ تہ بادل پیدا ہو کر ایک دفعہ برسنا شروع ہو جاتا ہے ایسا ہی مخلصین کے دردناک تضرعات جو اپنے وقت پہ ہوتے ہیں رحمت کے بادلوں کو اٹھاتے ہیں اور آخر وہ ایک نشان کی صورت پر زمین پہ نازل ہوتے ہیں۔ غرض جب کسی مرد صادق ولی اللہ پہ کوئی ظلم انتہا تک پہنچ جاتا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ اب کوئی نشان ظاہر ہوگا۔

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(از حقیقت ص۱تا۶)

کشف الغطاء

حضرت مسیح موعود کی تعلیم کا خلاصہ

اس تعلیم کا خلاصہ یہی ہے کہ خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور خدا کے بندوں سے ہمدردی اختیار کرو۔ اور نیک چلن اور نیک خیال انسان بن جاؤ۔ ایسے ہو جاؤ کہ کوئی فساد اور شرارت تمہارے دل کے نزدیک نہ آسکے۔ جھوٹ مت بولو۔ افترا مت کرو۔ اور زبان اور ہاتھ سے کسی کو ایذا مت دو۔ اور ہر ایک قسم کے گناہ سے بچتے رہو اور نفسانی جذبات سے اپنے تئیں روکے رکھو۔ کوشش کرو کہ تا تم پاک دل اور بے شر ہو جاؤ۔ .... اور چاہیئے کہ تمام انسانوں کی ہمدردی تمہارا اصول ہو اور اپنے ہاتھوں اور اپنی زبانوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک منصوبہ اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاؤ۔ خدا سے ڈرو اور پاک دلی سے اُس کی پرستش کرو۔ اور ظلم اور تعدی اور غبن اور رشوت اور حق تلفی اور بے جا طرفداری سے باز رہو۔ اور بد صحبت سے پرہیز کرو۔ اور آنکھوں کو بدنگاہوں سے بچاؤ۔ اور کانوں کو غیبت سننے سے محفوظ رکھو۔ اور کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو بدی اور نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کے لئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہیئے کہ فساد انگیز لوگوں اور شریر اور بدمعاشوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گزر نہ ہو۔ ہر ایک بدی سے بچو اور ہر ایک نیکی کے حاصل

کرنے کے لئے کوشش کرو۔ اور چاہیئے کہ تمہارے دِل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزّہ ہوں۔ اور تم میں کبھی بدی اور بغاوت کا منصُوبہ نہ ہونے پاوے۔ اور چاہیئے کہ تم اُس خدا کے پہچاننے کے لئے بہت کوشش کرو جس کا پانا عین نجات اور جس کا ملنا عین رستگاری ہے۔ وہ خدا اسی پر ظاہر ہوتا ہے جو دِل کی سچائی اور محبت سے اس کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ اُسی پر تجلّی فرماتا ہے جو اُسی کا ہو جاتا ہے۔ وہ دِل جو پاک ہیں وہ اس کا تخت گاہ ہیں۔ اور وہ زبانیں جو جھوٹ اور گالی اور یاوہ گوئی سے منزّہ ہیں۔ وہ اس کی وحی کی جگہ ہیں۔ اور ہر ایک جو اس کی رِضا میں فنا ہوتا ہے اُس کی اعجازی قدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(کشف الغطاء ص ۹،۸)

وہ خدا اسی پر ظاہر ہوتا ہے جو دل کی سچائی اور محبت سے اس کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ اسی پر تجلی فرماتا ہے جو اسی کا ہو جاتا ہے

ایّام الصّلح

دعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے۔ یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیر دل میں ڈالے یا بوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے۔ پھر دعا اور تدابیر میں تناقض کیونکر ہوا۔ ... ... غرض دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں۔ اور تدبیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضروریہ کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے۔ اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمہ لازوال سے روشنی پاکر عمدہ تدبیریں میسّر آسکیں۔

(ایام الصلح ص ۳)

دعا کرنے سے مطلب: دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں

ہزاروں عارفوں راستبازوں کا تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ درحقیقت دعا میں ایک قوت جذب ہے ... ... اور تجربہ گواہی دے رہا ہے کہ جس جگہ خدا تعالےٰ کے فضل سے یہ اتفاق ہو جائے کہ بہمہ شرائط دعا ظہور میں آوے وہ کام ضرور ہو جاتا ہے اسی کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ فرما رہی ہے ادعونی استجب

دعا میں ایک قوت جذب۔ جس جگہ خدا کے فضل سے یہ

لکھر یعنی تم میرے حضور دعا کرتے رہو۔ آخر میں قبول کرلوں گا۔

(ایام الصلح حاشیہ ص۲)

اتفاق ہو جائے کہ بہمہ شرائط دعا ظہور میں آوے۔ وہ کام ضرور ہو جاتا ہے۔

تمام ملکوت السموٰت والارض اسی کے ہاتھ میں ہے اور ہر ایک ذرّہ دوا اور غذا اور اجرام اور اجسام کا اس کی آواز سنتا ہے ... یہ نہیں کہ اس نے کسی رُوح اور جسم کو پیدا نہیں کیا یا پیدا کر کے الگ ہو گیا بلکہ وہ فی الواقع ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک موجود محض اس سے فیض پاکر قائم رہ سکتا ہے اور فیض پاکر ابدی زندگی حاصل کرتا ہے ... ... ہمارے ذہنوں میں تب ہی روشنی پیدا ہوتی ہے جب وہ بخشتا ہے۔

(ایام الصلح ص)

زمین و آسمان کا ذرّہ ذرّہ خدا کے کامل تصرف میں ہے۔

جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دعا کرتا اور اس سے حل مشکلات چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا دے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے اور اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس کی ترقی پکڑتی ہے۔ اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف منہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے۔ اور ہماری اس تقریر میں ان نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظر خطاکار کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے حال اور قال سے دعا میں فنا ہوتے ہیں پھر بھی اپنے مقاصد میں نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہیں اور بمقابل ان کے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ ان پر فتح پاتا ہے اور بڑی بڑی کامیابیاں اس کو حاصل ہوتی ہیں۔ سو جیسا کہ ابھی میں نے

دعا سے حل مشکلات بشرطیکہ دعا کمال تک پہنچ جائے۔

اس اعتراض کا جواب کہ دعا کرنے والا بھی بعض اوقات اپنے مقاصد میں نامراد رہتا ہے۔

اشارہ کیا ہے اصل مطلب دعا سے اطمینان اور تسلّی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے۔ اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ہماری حقیقی خوش حالی صرف اسی امر میں میسّر آسکتی ہے جس کو ہم بذریعہ دعا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ خدا جو جانتا ہے کہ ہماری حقیقی خوش حالی کس امر میں ہے وہ کامل دعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے۔ جو شخص روح کی سچائی سے دُعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے۔ بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس پیرایہ میں وہ چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے۔ ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سو اسی کا نام حقیقی مرادیابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے اور ان کی آفات کا خاتمہ بڑی خوشحالی کے ساتھ ہوتا ہے۔ لیکن اگر اطمینان اور سچی خوشحالی حاصل نہیں ہوتی تو ہماری کامیابی بھی ہمارے لئے ایک دُکھ ہے۔ سو یہ اطمینان اور روح کی سچی خوشحالی تدابیر سے ہرگز نہیں ملتی بلکہ محض دُعا سے ملتی ہے۔ مگر جو لوگ خاتمہ پر نظر نہیں رکھتے وہ ایک ظاہری مرادیابی یا نامرادی کو دیکھ کر مدار فیصلہ اسی کو ٹھہرا لیتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر ان ہی کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہی بذریعہ حقیقی اور مبارک خوشحالی کے سچی مرادیابی کی دولتِ عظمیٰ پاتے ہیں۔

یہ بڑی بے انصافی اور سخت تاریکی کے نیچے دبا ہوا خیال ہے کہ اس فیض سے انکار کیا جائے جو محض دعا کی نالی کے ذریعہ سے آتا ہے۔ اور ان پاک نبیوں کی تعلیم کو بنظرِ استخفاف دیکھا جائے جس کا عملی طور پر نمونہ ان ہی کے زمانہ میں کھل گیا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ ان مقدسوں کی بددُعا سے ہمیشہ وہ سرکش اور نافرمان ذلیل اور ہلاک ہوتے رہے ہیں جنہوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا کا اثر دیکھو جس کے جوش سے پہاڑ بھی

جو شخص رُوح کی سچائی سے دعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے۔

اطمینان اور روح کی سچی خوشحالی محض دعا سے ملتی ہے۔

ایک فیض محض دعا کی نالی کے ذریعہ سے آتا ہے۔

پانی کے نیچے آ گئے تھے اور کرڑہا انسان ایک دم میں دارالفنا میں پہنچ گئے۔ پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بددعا پر غور کرو جس نے فرعون کو اس کے تمام لشکروں کے ساتھ ہلاک کیا۔ پھر حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بددعا کی قوت اور اثر کو سوچو جس کے ذریعے سے یہودیوں کا استیصال رومی سلطنت کے ہاتھ سے ہوا۔ پھر ہمارے سید و مولا کی بددعا میں ذرا فکر کرو کہ کیونکر اس بددعا کے بعد شریر ظالموں کا انجام ہوا۔

دُعا پر حضرت احدیت کی توجہ جوش مارتی ہے۔

اب کیا یہ تسلی بخش ثبوت نہیں ہے کہ قدیم سے خدا تعالےٰ کا ایک روحانی قانون قدرت ہے کہ دعا پر حضرت احدیت کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور اطمینان اور حقیقی خوش حالی ملتی ہے۔ اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پر نہ ہوں تو وہی مقصد مِل جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس خطاکار بچہ کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالےٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے۔ اور باایں ہمہ دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے۔ کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالےٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں

دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے۔

اور دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتداء سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے۔ جب خدا تعالےٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔ تب اس مردِ فانی کی دعائیں فیوضِ الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالےٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن سے کام بن جاتا ہے۔ یہ دعا اگرچہ بعالم ظاہر انسان کے ہاتھوں سے ہوتی ہے مگر درحقیقت وہ انسان خدا میں فانی ہوتا ہے اور دُعا کرنے کے وقت میں حضرت احدیت و جلال میں ایسے فنا کے قدم سے آتا ہے کہ اس وقت وہ ہاتھ اس کا ہاتھ نہیں بلکہ خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ یہی دعا ہے

مردِ فانی کی دعائیں فیوضِ اللہ کو آسمان سے کھینچتی ہیں۔

جس سے خدا پہچانا جاتا ہے اور اس ذوالجلال کی ہستی کا پتہ لگتا ہے جو ہزاروں پردوں میں مخفی ہے۔ دعا کرنے والوں کے لئے آسمان زمین سے نزدیک آ جاتا ہے اور دُعا قبول ہو کر مشکل کشائی کے لئے نئے اسباب پیدا کئے جاتے ہیں اور ان کا عِلم پیش از وقت دیا جاتا ہے اور کم از کم یہ کہ میخ آہنی کی طرح قبولیتِ دعا کا یقین غیب سے دِل میں بیٹھ جاتا ہے۔ سچ یہی ہے کہ اگر یہ دُعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خداشناسی کے بارے میں حق الیقین تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے الہام مِلتا ہے۔ دعا سے ہم خدا تعالےٰ کے ساتھ کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے ... ... نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والوں پر تجلی کرتا اور اَنَا الْقَادِرُ کا الہام ان کے دلوں پر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا ہی ایک ذریعہ ہے جو خدا تعالےٰ کی ہستی پر یقین بخشتا اور تمام شکوک و شبہات دُور کر دیتا ہے .... جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیا جاتا ہے وہ اس کام کے ہو جانے پر خدا تعالےٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت میں آگے قدم بڑھاتا ہے۔ اور اس قبولیتِ دُعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشّان نشان دیکھتا ہے اور اس طرح وقتاً فوقتاً یقین سے پر ہو کر جذباتِ نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہو جاتا ہے کہ گویا صرف ایک روح رہ جاتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کے رحمت آمیز نشانوں کو نہیں دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیوں اور بے شمار دولت اور مال اور اسباب تنعم کے دولت حق الیقین سے بے بہرہ ہوتا ہے۔

اور وہ کامیابیاں اس کے دل پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالتیں بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبر میں بڑھتا جاتا ہے ۔۔۔ ۔۔۔

نماز کا مغز اور روح بھی دعا ہی ہے۔

ہمارا دعا کرنا ایک قوتِ مقناطیسی رکھتا ہے اور فضل اور رحمتِ الٰہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ نماز کا مغز اور روح بھی دعا ہی ہے جو سورہ فاتحہ میں ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ جب ہم اھدنا الصراط المستقیم کہتے ہیں تو اس دعا کے ذریعہ سے اس نور کو اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہیں جو خدا تعالےٰ سے اترتا اور دلوں کو یقین اور محبت سے منوّر کر دیتا ہے ۔

بعض لوگ جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم دعا سے منع نہیں کرتے مگر دعا سے مطلب صرف عبادت ہے جس پر ثواب مترتب ہوتا ہے مگر افسوس کہ یہ لوگ نہیں سوچتے کہ ہر ایک عبادت جس کے اندر خدا تعالےٰ کی طرف سے روحانیت پیدا نہیں ہوتی اور ہر ایک ثواب جس کی محض خیال کے طور پر کسی آئندہ زمانہ پر امید رکھی جاتی ہے وہ سب خیال باطل ہے۔ حقیقی عبادت اور حقیقی ثواب وہی ہے جس کے اسی دُنیا میں انوار اور برکات محسوس بھی ہوں۔ ہماری پرستش کی قبولیت کے آثار یہی ہیں کہ ہم عین دعا کے وقت میں اپنے دل کی آنکھ سے مشاہدہ کریں کہ ایک تریاقی نور خدا سے اترتا اور ہمارے دل کے زہریلے مواد کو کھوتا اور ہماری روح پر ایک شعلہ کی طرح گرتا اور فی الفور ہمیں ایک پاک کیفیت انشراح صدر اور یقین اور محبت اور لذّت اور انس اور ذوق سے پُر کر دیتا ہے۔ اگر یہ لم نہیں تو پھر عبادت بھی ایک رسم اور عادت ہے۔ ہر ایک دعا گو ہماری دنیاوی مشکل کشائی کے لئے ہو مگر ہماری ایمانی حالت اور عرفانی مرتبت پر گزر کر آتی ہے۔ یعنی اوّل ہمیں ایمان اور عرفان میں ترقی بخشتی ہے اور ایک پاک سکینت اور انشراح صدر اور اطمینان اور حقیقی خوش حالی ہمیں عطا کر کے ہماری دنیوی مکروہات پر اپنا اثر ڈالتی ہے اور جس پہلو سے مناسب ہے اس پہلو

دعا کس حالت میں دعا کہلا سکتی ہے۔

سے ہمارے غم کو دور کر دیتی ہے۔ پس اس تمام تحقیقات سے ثابت ہے کہ دعا اس حالت میں دعا کہلا سکتی ہے کہ جب درحقیقت اس میں ایک قوت کشش ہو اور واقعی طور پر دعا کرنے کے بعد آسمان سے ایک نور اترے جو ہماری گھبراہٹ کو دُور کرے اور ہمیں انشراح صدر بخشے اور سکینت اور اطمینان عطا کرے۔ ہاں حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے (۱) ایک یہ کہ اس بلا کو دُور کر دیتا ہے جس کے نیچے ہم دب کر مرنے کو تیار ہیں (۲) دوسرے یہ کہ بلا کی برداشت کے لئے ہمیں فوق العادت قوت عنایت کرتا ہے بلکہ اس میں لذّت بخشتا ہے اور انشراح صدر عنایت فرماتا ہے۔ پس ان دونوں طریقوں سے ثابت ہے کہ دُعا سے ضرور نصرتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔

حکیم مطلق ہماری دعاؤں کے بعد دو طور سے نصرت اور امداد کو نازل کرتا ہے۔

دعا کی فرضیت کے چار سبب

یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دعا جو خدا نے مسلمانوں پر فرض کی ہے اس کی فرضیت کے چار سبب ہیں۔ (۱) یہ کہ تا ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت میں خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر توحید پر پختگی حاصل ہو کیونکہ خدا سے مانگنا اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ مرادوں کا دینے والا صرف خدا ہے (۲) دوسرے یہ کہ تا دعا کے قبول ہونے اور مراد کے ملنے پر ایمان قوی ہو۔ (۳) تیسرے یہ کہ اگر کسی اور رنگ میں عنایت الٰہی شامل حال ہو تو علم اور حکمت زیادت پکڑے (۴) چوتھے یہ کہ اگر دعا کی قبولیت کا الہام اور رؤیا کے ساتھ وعدہ دیا جائے۔ اور اسی طرح ظہور میں آوے تو معرفت الٰہی ترقی کرے اور معرفت سے یقین اور یقین سے محبت اور محبت سے ہر ایک گناہ اور غیر اللہ سے انقطاع حاصل ہو جو حقیقی نجات کا سرچشمہ ہے۔ لیکن اگر کسی کو بطور خود مرادیں مل جائیں اور خدا تعالےٰ سے دوری اور محجوبی ہو تو وہ تمام مرادیں انجام کار حسرتیں ہیں۔ اور تمام مقاصد جن پر فخر کیا جاتا ہے آخر الامر جائے افسوس اور تاسف ہیں۔ دنیا کے تمام عیش آخر رنج سے بدل جائیں گے اور تمام راحتیں دکھ اور درد دکھائی دیں گی مگر وہ بصیرت اور معرفت جو انسان کو دعا

سے حاصل ہوتی ہے اور وہ نعمت جو دعا کے وقت آسمانی خزانہ سے ملتی ہے وہ کبھی کم نہ ہوگی اور نہ اُس پر زوال آئے گا بلکہ روز بروز معرفت اور محبت الٰہی میں ترقی ہو کر انسان اس زینہ کے ذریعہ سے جو دعا ہے فردوس اعلیٰ کی طرف چڑھتا چلا جائے گا۔

خدا تعالیٰ کی چار صفات اور ہماری بشریت سے ان کا تقاضا۔

خدا تعالیٰ کی چار اعلیٰ درجہ کی صفتیں ہیں جو ام الصفات ہیں اور ہر ایک صفت ہماری بشریت سے ایک امر مانگتی ہے اور وہ چار صفتیں یہ ہیں :-

ربوبیت - رحمانیت - رحیمیت - مالکیت یوم الدین -

۱- ربوبیت اپنے فیضان کے لئے عدم محض یا مشابہ بالعدم کو چاہتی ہے۔ اور تمام انواع مخلوق کی جانداریوں یا غیر جاندار اسی سے پیرایۂ وجود پہنتے ہیں۔

۲- رحمانیت اپنے فیضان کے لئے صرف عدم کو ہی چاہتی ہے یعنی اس عدم محض کو جس کے وقت میں وجود کا کوئی اثر اور ظہور نہ ہو اور صرف جانداروں سے تعلق رکھتی ہے اور چیزوں سے نہیں۔

۳- رحیمیت اپنے فیضان کے لئے موجود ذوالعقل کے مونہہ سے نیستی اور عدم کا اقرار چاہتی ہے اور صرف نوع انسان سے تعلق رکھتی ہے۔

۴- مالکیت یوم الدین اپنے فیضان کے لئے فقیرانہ تضرع اور الحاح کو چاہتی ہے اور صرف ان انسانوں سے تعلق رکھتی ہے جو گداؤں کی طرح حضرت احدیت کے آستانہ پر گرتے ہیں اور فیض پانے کے لئے دامن افلاس پھیلاتے ہیں اور سچ مچ اپنے تئیں تہی دست پا کر خدا تعالیٰ کی مالکیت پر ایمان لاتے ہیں۔

یہ چار الٰہی صفتیں ہیں جو دنیا میں کام کر رہی ہیں اور ان میں سے جو رحیمیت کی صفت ہے وہ دعا کی تحریک کرتی ہے اور مالکیت کی صفت خوف اور قلق کی آگ سے گداز کر کے سچا خشوع اور خضوع پیدا کرتی ہے کیونکہ اس صفت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ مالک جزا ہے۔ کسی کا حق نہیں کہ دعویٰ سے کچھ طلب کرے اور مغفرت

اور نجات محض فضل پر ہے۔

ظاہر ہے کہ امر مقدم اور ایک بھاری مرحلہ جو ہمیں طے کرنا چاہیئے وہ خدا شناسی ہے۔ اور اگر ہماری خدا شناسی ہی ناقص اور مشتبہ اور دھندلی ہو تو ہمارا ایمان ہرگز منور اور چمکدار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خدا شناسی جب تک کہ رحیمیت کی صفت کے ذریعہ سے ہمارا چشم دید واقعہ نہ بن جائے تب تک ہم کسی طرح سے اپنے رب کریم کی حقیقی معرفت کے چشمہ سے آب زلال نہیں پی سکتے۔ اگر ہم اپنے تئیں دھوکہ نہ دیں تو ہمیں اقرار کرنا پڑے گا کہ ہم تکمیل معرفت کے لئے اس بات کے محتاج ہیں کہ خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ذریعہ سے تمام شکوک و شبہات ہمارے دور ہو جائیں اور خدا تعالیٰ کی رحمت اور فضل اور قدرت کی صفات تجربہ میں آکر ہمارے دل پر ایسا قوی اثر پڑے کہ ہمیں ان نفسانی جذبات سے چھڑائے جو محض کمزوری ایمان اور یقین کی وجہ سے ہمارے پر غالب آتے اور دوسری طرف رُخ کر دیتے ہیں کیا یہ سچ نہیں کہ انسان اس چند روزہ دنیا میں آکر بوجہ اس کے کہ خدا شناسی کی پُر زور کرنیں اس کے دل پر نہیں پڑتیں ایک خوفناک تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور جس قدر دنیا اور دنیا کی املاک اور دنیا کی ریاستیں اور حکومتیں اور دولتیں اس کو پیاری معلوم ہوتی ہیں اس قدر عالم معاد کی لذات اور خوش حالی حقیقی کی جستجو اس کو نہیں ہوتی۔ اور اگر کوئی نسخہ دنیا میں ہمیشہ رہنے کا نکلے تو اپنے منہ سے اس بات کے کہنے کے لئے تیار ہے کہ میں بہشت اور عالم آخرت کی نعمتوں کی خواہش سے باز آیا۔ پس اس کا کیا سبب ہے یہی تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت اور رحمت اور دعاؤں پر حقیقی ایمان نہیں۔ پس حق کے طالب کے لئے نہایت ضروری ہے کہ اس حقیقی ایمان کی تلاش میں لگا ہے اور اپنے تئیں یہ دھوکہ نہ دے کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا ہوں قرآن شریف پڑھتا ہوں۔ شرک سے بیزار ہوں۔ نماز کا پابند ہوں اور ناجائز اور بد باتوں سے اجتناب کرتا ہوں کیونکہ مرنے کے بعد کامل نجات اور سچی

ہم تکمیل معرفت کے لئے خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ذریعہ شکوک و شبہات دور کرنے کے محتاج ہیں۔

مرنے کے بعد کامل نجات اور سچی خوشحالی اور حقیقی سرور کا کون شخص مالک ہوگا۔

خوشحالی اور حقیقی سرور کا وہ شخص مالک ہوگا جس نے وہ زندہ اور حقیقی نور اس دنیا میں حاصل کرلیا ہے جو انسان کے منہ کو اس کی تمام قوتوں اور طاقتوں اور ارادوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف پھیر دیتا ہے اور جس سے اس سفلی زندگی پر ایک موت طاری ہو کر انسانی روح میں ایک سچی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ زندہ اور حقیقی نور کیا چیز ہے؟ وہی خداداد طاقت ہے جس کا نام یقین اور معرفت تامہ ہے۔ یہ وہی طاقت ہے جو اپنے زور آور ہاتھ سے ایک خوفناک اور تاریک گڑھے سے انسان کو باہر لاتی اور نہایت روشن اور پُر امن فضا میں بٹھا دیتی ہے۔ اور قبل اس کے جو یہ روشنی ہو حاصل ہو تمام اعمال صالحہ رسم اور عادت کے رنگ میں ہوتے ہیں اور اس صورت میں ادنیٰ ادنیٰ ابتلاؤں کے وقت انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے۔ بجز اس مرتبہ یقین کے خدا سے معاملہ صافی کس کا ہو سکتا ہے! جس کو یقین دیا گیا ہے وہ پانی کی طرح خدا کی طرف بہتا ہے اور ہوا کی طرح اس کی طرف جاتا ہے اور آگ کی طرح غیر کو جلا دیتا ہے اور مصائب میں زمین کی طرح ثابت قدمی دکھلاتا ہے۔ خدا کی معرفت دیوانہ بنا دیتی ہے مگر لوگوں کی نظر میں دیوانہ اور خدا کی نظر میں عقلمند اور فرزانہ۔ یہ شربت کیا ہی شیریں ہے کہ حلق سے اترتے ہی تمام بدن کو شیریں کر دیتا ہے اور یہ دودھ کیا ہی لذیذ ہے کہ ایک دم میں تمام نعمتوں سے فارغ اور لاپرواہ کر دیتا ہے۔ مگر وہ ان دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے جو جان کو ہتھیلی پر رکھکر کی جاتی ہیں اور کسی دوسرے کے خون سے نہیں بلکہ اپنی سچی قربانی سے حاصل ہوتا ہے۔ کیا مشکل کام ہے۔ آہ صد آہ۔

بجز اس مرتبہ یقین کے خدا سے معاملہ صافی کس کا ہو سکتا ہے

جس کو یقین دیا گیا وہ پانی کی طرح خدا کی طرف بہتا ہے

(ایام الصلح صفحہ ۸ تا ۱۷)

خدا تعالیٰ میں ایک قسم کا وہ فیض ہے جو دعا کرنے سے وابستہ ہے اور بغیر دعا کے کسی طرح مل نہیں سکتا۔ یہ سنّت اللہ اور قانون الٰہی ہے جس میں تخلف جائز نہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کے لئے ہمیشہ دعا مانگتے رہے۔ (صفحہ ۲۱)

خدا کا ایک فیض دعا سے وابستہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے جو ہمیں نجات بخشتا ہے۔ اسی کا نام فیض رحیمیت ہے جس سے انسان ترقی پر ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی فیض سے انسان ولایت کے مقام تک پہنچتا ہے اور خدا تعالیٰ پر ایسا یقین لاتا ہے کہ گویا آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے مسئلہ شفاعت بھی رحیمیت کی بنا پر ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحیمیت نے ہی تقاضا کیا کہ اچھے آدمی برے آدمیوں کی شفاعت کریں۔

دعا پر ضرور فیض نازل ہوتا ہے۔

(ایام الصلح صفحہ ۲۲)

صراط الذین انعمت علیہم کا ورد کرنے والا چشمہ الرحیم سے فیض طلب کرتا ہے کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اے دعاؤں کو رحم خاص سے قبول کرنے والے ان رسولوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی راہ ہمیں دکھلا جنہوں نے دعا اور مجاہدات میں مصروف ہو کر تجھ سے انواع واقسام کے معارف اور حقائق اور کشوف اور الہامات کا انعام پایا اور دائمی دعا اور تضرع اور اعمال صالحہ سے معرفت تامہ تک پہنچ گئے۔

صراط الذین انعمت علیہم کے معنے۔

(ایام الصلح صفحہ ۲۴)

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ایک جگہ پر اپنی شناخت کی یہ علامت ٹھہرائی ہے کہ تمہارا خدا وہ خدا ہے جو بے قراروں کی دعا سنتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے اَمَّنْ یجیب المضطر اذا دعاہ پھر جب کہ خدا تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کو اپنی ہستی کی علامت ٹھہرائی ہے تو پھر کس طرح کوئی عقل اور حیا والا گمان کر سکتا ہے کہ دعا کرنے پر کوئی آثار صریحہ اجابت کے مترتب نہیں ہوتے۔ اور محض ایک رسمی امر ہے جس میں کچھ بھی روحانیت نہیں۔ میرے خیال میں ہے کہ ایسی بے ادبی کوئی سچے ایمان والا ہرگز نہیں کرے گا جب کہ اللہ جل شانہ، فرماتا ہے کہ جس طرح زمین و آسمان کی صفت پر غور کرنے سے سچا خدا

خدا تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کو اپنی ہستی کی علامت ٹھہرایا ہے۔

پہچانا جاتا ہے اسیطرح دعا کی قبولیت کو دیکھنے سے خدا تعالٰے پر یقین آتا ہے۔ پھر اگر دعا میں کوئی روحانیت نہیں اور حقیقی اور واقعی طور پر دعا پر کوئی نمایاں فیض نازل نہیں ہوتا تو کیونکر خدا تعالٰے کی شناخت کا ایسا ذریعہ ہوسکتی ہے جیسا کہ زمین و آسمان کے اجرام و اجسام ذریعہ ہیں۔ بلکہ قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اعلیٰ ذریعہ خدا شناسی کا دعا ہی ہے۔ اور خدا تعالٰے کی ہستی اور صفات کاملہ کی معرفت تامہ یقینیہ کاملہ صرف دعا سے ہی حاصل ہوتی ہے اور کسی ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ وہ امر جو ایک بجلی کی طرح یک دفعہ انسان کو تاریکی کے گڑھے سے کھینچ کر روشنی کی کھلی فضا میں لاتا اور خدا تعالٰے کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے وہ دعا ہی ہے۔ دعا کے ذریعہ سے ہزاروں بدمعاش صلاحیت پر آجاتے ہیں۔ ہزاروں بگڑے ہوئے درست ہو جاتے ہیں۔ ہاں دعا کی راہ میں دو بڑے مشکل امر ہیں جن کی وجہ سے اکثر دلوں سے عظمت دعا کی پوشیدہ رہتی ہے۔ اوّل تو شرط تقوٰے اور راستبازی اور خدا ترسی ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ یعنی اللہ تعالٰے پرہیزگار لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ اور پھر فرماتا ہے وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۔ یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں کہ خدا کے وجود پر دلیل کیا ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ میں بہت نزدیک ہوں یعنی کچھ بڑے دلائل کی حاجت نہیں میرا وجود نہایت اقرب طریق سے سمجھ میں آسکتا ہے اور نہایت آسانی سے میری ہستی پر دلیل پیدا ہوتی ہے اور وہ دلیل یہ ہے کہ جب کوئی دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی سنتا ہوں اور اپنے الہام سے اس کی کامیابی کی بشارت دیتا ہوں جس سے نہ صرف میری ہستی پر یقین آتا ہے بلکہ میرا قادر ہونا بھی بپایہ یقین پہنچتا ہے۔ لیکن

یک دفعہ انسان کو تاریکی سے نکال کر خدا کے سامنے کھڑا کر دینے والی چیز دعا ہی ہے۔

دعا کے لئے تقوٰی اور راستبازی اور خداترسی شرط ہے

چاہیئے کہ لوگ ایسی حالت تقوٰے اور خدا ترسی کی پیدا کریں کہ میں ان کی آواز سنوں۔ اور نیز چاہیئے کہ وہ مجھ پر ایمان لاویں اور قبل اس کے جو ان کو معرفت تامہ ملے اس بات کا اقرار کریں کہ خدا موجود ہے اور تمام طاقتیں اور قدرتیں رکھتا ہے کیونکہ جو شخص ایمان لاتا ہے اسی کو عرفان دیا جاتا ہے۔

ایمان اس بات کو کہتے ہیں کہ اس حالت میں مان لینا کہ جب کہ ابھی علم کمال تک نہیں پہنچا اور شکوک و شبہات سے ہنوز لڑائی ہے۔ پس جو شخص ایمان لاتا ہے یعنی باوجود کمزوری اور نہ مہیا ہونے کل اسباب یقین کے اس بات کو اغلب احتمال کی وجہ سے قبول کر لیتا ہے وہ حضرت احدیت میں صادق اور راستباز شمار کیا جاتا ہے اور پھر اس کو موہبت کے طور پر معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے اور ایمان کے بعد عرفان کا جام اس کو پلایا جاتا ہے۔

(ایام الصلح ص ۳۰)

ایمان کس بات کو کہتے ہیں۔ ایمان کے بعد موہبت کے طور پر معرفت تامہ حاصل ہوتی ہے۔

خدا تعالٰے ہر ایک پہلو سے ہمارے لئے مبدا فیض ہے۔ اگر ہم نیکی کی راہیں اختیار کریں تو وہ ہمارے علم اور تدبیر کو خطا سے محفوظ رکھکر اور تدابیر صائبہ کا ہمیں الہام فرما کر ہمیں بلا سے بچا سکتا ہے ... ... یہ سچ ہے کہ خدا تعالٰے نے اپنے تمام کاموں کو ایک نظام کے رنگ میں رکھا ہے مگر پھر باوجود ان تمام نظامات کے ہر ایک چیز کی کل خدا تعالٰے کے ہاتھ میں ہے۔

(ایضاً ص ۹۴)

السے بچنے کا راہ۔

ایک سچا مسلمان اس کی (یعنی خدا کی) آواز اب بھی اسیطرح سن سکتا ہے جس طرح حضرت موسٰے نے کوہ طور پر سنی تھی۔

(ایام الصلح ص ۹۶)

ایک سچا مسلمان خدا کی آواز سن سکتا ہے

اس غیور خدا سے ڈرو۔

سو اس غیور خدا سے ڈرو جس کی غیرت ہمیشہ بدکاروں کو نابود کرتی رہی ہے۔ اگر خداوند ذوالجلال سے خوف کرو گے اور اپنے دلوں میں اس کی عظمت بٹھاؤ گے تو وہ تمہیں ضائع ہونے سے بچا لے گا اور تم اور تمہاری اولاد بچ جائے گی اور خدا کا رحم تمہارا حامی ہوگا اور ایسے اسباب پیدا کرے گا جن سے یہ زہریلا مادہ (طاعون کا مادہ) دُور ہو جائے

(ایام الصلح صفحہ ۱۰۲)

اے لوگو خدا سے ڈرو اور درحقیقت اس سے صلح کرلو اور سچ مچ صلاحیت کا جامہ پہن لو۔ خدا میں بے انتہا عجیب قدرتیں ہیں۔

اے لوگو خدا سے ڈرو اور درحقیقت اس سے صلح کر لو۔ اور سچ مچ صلاحیت کا جامہ پہن لو۔ اور چاہیئے کہ ہر ایک شرارت تم سے دُور ہو جائے۔ خدا میں بے انتہا قدرتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا طاقتیں ہیں۔ خدا میں بے انتہا رحم اور فضل ہے۔ وہی ہے جو ایک ہولناک سیلاب کو ایک دم خشک کر سکتا ہے۔ وہی ہے جو مہلک بلاؤں کو ایک ہی ارادے سے اپنے ہاتھ سے اٹھا کر دُور پھینک دیتا ہے۔ مگر اس کی یہ عجیب قدرتیں ان پر کھلتی ہیں جو اس کے ہی ہو جاتے ہیں۔ اور وہی یہ خوارق دیکھتے ہیں جو اس کے لئے اپنے اندر ایک پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اس کے آستانے پر گرتے ہیں اور اس قطرے کی طرح جس سے موتی بنتا ہے صاف ہو جاتے ہیں۔ اور محبت اور صدق اور صفا کی سوزش سے پگھل کر اس کی طرف بہنے لگتے ہیں۔ تب وہ مصیبتوں میں ان کی خبر لیتا ہے اور عجیب طور پر دشمنوں کی سازشوں اور منصوبوں سے انہیں بچا لیتا ہے اور ذلت کے مقام سے انہیں محفوظ رکھتا ہے۔ وہ ان کا متولی اور متعہد ہو جاتا ہے۔ اور ان کی مشکلات میں جب کہ کوئی انسان کام نہیں آ سکتا ان کی مدد کرتا ہے۔ اور اس کی فوجیں ان کی حمایت کے لئے آتی ہیں۔ کس قدر شکر کا مقام ہے کہ ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ دو گے؟ کیا اپنے نفس ناپاک کے لئے اس کی حدود کو توڑو گے۔ ہمارے لئے اس کی رضامندی میں مرنا ناپاک زندگی سے بہتر ہے۔ قرآن شریف میں تمام احکام کی نسبت تقویٰ اور

ہمارا خدا کریم اور قادر خدا ہے۔ پس کیا تم ایسے عزیز کو چھوڑ دو گے۔

پرہیزگاری کے لئے بڑی تاکید ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک بدی سے بچنے کے لئے قوت بخشتی ہے اور ہر ایک نیکی کی طرف دوڑنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ اور اس تاکید فرمانے میں بھید یہ ہے کہ تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لئے سلامتی کا تعویذ ہے اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے حصن حصین ہے۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵)

آنے والے کا نام مہدی رکھا گیا۔ علم دین خدا سے حاصل کرنا۔

سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا سے ہی حاصل کرے گا۔ اور قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی حال ہے۔ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہے یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی اختیار کی ہے۔ پس یہی مہدویت ہے جو نبوت محمدیہ کے منہاج پر مجھے حاصل ہوئی ہے اور اسرار دین بلا واسطہ میرے پر کھولے گئے۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۷)

عبودیت کی حالت کاملہ۔ نبی کریم عبد ہیں۔ مہدی موعود میں بھی ظلی عبودیت۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عبد بھی ہے۔ اور اسی لئے خدا نے عبد نام رکھا کہ اصل عبودیت کا خضوع اور ذل ہے اور عبودیت کی حالت کاملہ وہ ہے جس میں کسی قسم کا غلو اور بلندی اور عجب نہ رہے۔ اور صاحب اس حالت کا اپنی عملی تکمیل محض خدا کی طرف سے دیکھے اور کوئی ہاتھ درمیان نہ دیکھے۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مورٌ مُعبّدٌ وطریقٌ مُعبّدٌ جہاں راہ نہایت درست اور نرم اور سیدھا کیا جاتا ہے اس راہ کو طریق معبد کہتے ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے عبد کہلاتے ہیں کہ خدا نے محض اپنے تصرف اور تعلیم سے ان میں عملی کمال

پیدا کیا۔ اور ان کے نفس کو راہ کی طرح اپنی تجلیات کے گزر کے لئے نرم اور سیدھا اور صاف کیا۔ اور اپنے تصرف سے وہ استقامت جو عبودیت کی شرط ہے ان میں پیدا کی۔ پس وہ علمی حالت کے لحاظ سے مہدی ہیں اور عملی کیفیت کے لحاظ سے جو خدا کے عمل سے ان میں پیدا ہوئی عبد ہیں۔ کیونکہ خدا نے ان کی روح پر اپنے ہاتھ سے وہ کام کیا ہے جو کوٹنے اور ہموار کرنے کے آلات سے اس سڑک پر کیا جاتا ہے جس کو صاف اور ہموار بنانا چاہتے ہیں۔ اور چونکہ مہدی موعود کو بھی عبودیت کا مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حاصل ہوا اس لئے مہدی موعود کے عبد کے لفظ کی کیفیت غلام کے لفظ سے ظاہر کی گئی یعنی اس کے نام کو غلام احمد کر کے پکارا گیا۔ یہ غلام کا لفظ اس عبودیت کو ظاہر کرتا ہے جو ظلی طور پر مہدی موعود میں بھی ہونی چاہیئے۔ فتدبر۔

(ایام الصلح حاشیہ صفحہ ۱۴۸)

آنحضرتؐ کا اعلیٰ کمال مہدویت اور عبودیت۔

سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعلیٰ کمال جس سے آپ کی خصوصیت تھی مہدویت اور عبودیت ہے ... ... مہدویت سے مراد وہ بے انتہا معارف الٰہیہ اور علوم حکمیہ اور علمی برکات ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بغیر واسطہ کسی انسان کے علم دینی کے متعلق سکھائے گئے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے اوّل درجہ کا معجزہ ہے ... ... اور عبودیت سے مراد وہ حالت انقیاد اور موافقت تامہ اور رضا اور فنا اور استقامت ہے جو خدا تعالٰے کے خاص تصرف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں پیدا ہوئی۔ جس سے آپ اس راہ کی طرح ہو گئے جو صاف کیا جاتا اور نرم کیا جاتا اور سیدھا کیا جاتا ہے۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۴۹)

آنے والا مسیح روحانی برکات کے عطا کئے جانے کے لحاظ سے مہدی ہوگا اور جسمانی برکات کے لحاظ سے عیسےٰ ابن مریم۔ خالص مہدویت آنحضرت کی صفت ہے۔

اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ پیشگوئیوں میں آنے والے مسیح کی نسبت یہ لکھا ہوا تھا کہ وہ دونوں قسم کی برکتیں جسمانی اور روحانی پائے گا چنانچہ اشارہ کیا گیا تھا کہ روحانی اور غیر فانی برکتیں جو ہدایت کاملہ اور قوت ایمانی کے عطا کرنے اور معارف اور لطائف اور اسرار الٰہیہ اور علوم حکمیہ کے سکھانے سے مراد ہے ان کے پانے کے لحاظ سے وہ مہدی کہلائے گا اور وہ برکتیں چشمہ فیوض محمدیہ سے اس کو ملیں گی کیونکہ خالص مہدویت بلا آمیزش وسائل ارضیہ صفت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس لئے اس لحاظ سے خدا کے نزدیک اس مجدد کا نام احمد اور محمد ہوگا۔ اور یہ بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ جو جسمانی اور فانی یعنی دنیوی برکتیں ہیں جو ہمیشہ نہیں رہ سکتیں اور محدود اور قابل زوال ہیں جن سے مراد یہ ہے کہ دردمندوں اور غریبوں اور مسکینوں اور رجوع کرنے والوں کی نسبت ان کی صحت اور عافیت یا کامیابی اور امن یا فقر و فاقہ سے مخلصی اور سلامتی کے بارے میں برکات عطا کرنا اور ظالم درندوں کی نسبت ان کی ہلاکت اور تباہی کے بارے میں جو درحقیقت غریبوں اور نیکوں کی نسبت بھی برکات ہیں قہر الٰہی کی بشارت دینا جیسا کہ حضرت مسیح نے یہودیوں کی تباہی کی نسبت بشارت دی تھی ان برکات عطا کرنے کے لحاظ سے اور نیز ان دنیوی برکات کے لحاظ سے بھی کہ اس زمانہ میں انسانوں کو زندگی میں بہت سے وسائل آرام پیدا ہو جائیں گے وہ عیسیٰ ابن مریم کہلائے گا۔

(ایام الصلح صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

مسیح موعود کے طفیل بے شمار دنیوی برکات نازل ہوئی ہیں۔

غرض اس وقت اگر دنیا کی حالت تمدن پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ہزارہا آرام کے سامان میسر آ گئے ہیں اور بے شمار دنیوی برکتیں نازل ہو گئی ہیں ... ... اور مسیح موعود کی طرف یہ برکات حدیثوں میں اس لئے منسوب کی گئی ہیں کہ یہ ہمیشہ سے عادت اللہ ہے کہ جس مرد خاص کو خدا تعالےٰ دنیا میں برکات ظاہر کرنے کے لئے بھیجتا ہے اس کے زمانہ میں جو کچھ برکات ظاہر ہوتی ہیں خواہ اس کے ہاتھ سے ظہور میں آویں خواہ کسی اور کے ہاتھ سے

ظہور میں آئیں سب اسی کی طرف منسوب کی جاتی ہیں کیونکہ اس کے متبرک وجود کی وجہ سے خدا کے فضل ہر ایک طور سے زمین پر وارد ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ تمام برکات اسی کے لئے ہوتی ہیں اگرچہ دُنیا اس کو اوائل حال میں نہیں پہچانتی مگر آخر پہچان لیتی ہے۔ میں نے بار بار کہا اور اب بھی کہتا ہوں کہ انسانوں کی عافیت اور برکت کے لئے میری دعاؤں اور میری توجہ اور میرے وجود کو اور تمام انسانوں کی نسبت زیادہ دخل ہے۔ کوئی نہیں جو ان امور میں میرا مقابلہ کر سکے اور اگر کرے تو خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ میری نسبت ہی خدا نے فرمایا۔ ما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم یعنی خدا ایسا نہیں کہ اس قوم اور اس سلطنت پر عذاب نازل کرے جب میں تو ہے۔

(ایام الصلح ص۱۵۵، ۱۵۶)

"دنیا کی مشکلات کیلئے جو میری دعائیں قبول ہو سکتی ہیں دوسروں کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ اور جو قرآنی معارف میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ مجدد"

خدا تعالیٰ سے علم پاکر اس بات کو جانتا ہوں کہ جو دنیا کی مشکلات کے لئے میری دعائیں قبول ہو سکتی ہیں دوسروں کی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ اور جو دینی اور قرآنی معارف حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔۔۔ میں اس وقت اس شان کو کسی فخر کے لئے پیش نہیں کرتا کیونکہ فخر کرنا میرا کام نہیں ہے میں اس دھوپ کی طرح ہوں جو آفتاب سے نیچے گرتی اور پھر آفتاب کی طرف کھنچی جاتی ہے۔

(ایام الصلح ص۱۵۹، ۱۶۰)

حقیقت المہدی

"ایک دردمندانہ دعا اگر میں تیری نظر میں بدکار ہوں تو مجھے پارہ پارہ کر اور اگر میرے دل میں تو وہ محبت دیکھتا ہے جو دوسروں سے پوشیدہ ہے تو مجھ سے محبت والا معاملہ کر"

اے قدیر و خالق ارض و سماء — اے رحیم و مہربان و رہنما

اے کہ میداری تو بر دلہا نظر — اے کہ از تو نیست چیزے مستتر

گر تو می بینی مرا پر فسق و شر — گر تو دید استی کہ ہستم بدگہر

پارہ پارہ کن منِ بدکار را — شاد کُن ایں زمرۂ اغیار را

بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار — ہر مراد شاں بفضلِ خود برآر

آتش افشاں بر در و دیوارِ من — دشمنم باش و تبہ کن کارِ من

در مرا از بندگانت یافتی — قبلۂ من آستانت یافتی

در دلِ من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ

بامن از روئے محبت کار کن — اندکے افشائے آں اسرار کن

اے کہ آئی سوئے ہر جویندۂ — واقفی از سوزِ ہر سوزندۂ

زاں تعلق ہا کہ باتو داشتم — زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم

خود بروں آ از پئے ابرارِ من — اے تو کہف و ملجاء و ماوائے من

آتشے کاندر دلم افروختی — وز دمِ آں غیر خود را سوختی

ہم ازاں آتش رخِ من برفروز — ویں شبِ تارم مبدّل کن بروز

چشم بخشا ایں جہانِ کور را | اے شدید البطش بنما زور را
نہ آسماں نور نشانِ خود نما | یک گلے از بوستانِ خود نما
ایں جہاں بینم پر از فسق و فساد | غافلاں را نیست وقتِ موت یاد
از حقائق غافل و بیگانہ اند | ہمچو طفلاں مائل افسانہ اند
سرد شد دلہا زمہرِ روئے دوست | روئے دلہا تافتہ از کوئے دوست
سیل در جوش است و شب تاریک و تار | از کرمہا آفتابے را برار

(حقیقۃ المہدی ص۱۱)

اظہار علی الغیب سے مراد۔ کامل کشف۔

وہ کامل کشف جس کو قرآن شریف میں اظہار علی الغیب سے تعبیر کیا گیا ہے جو دائرہ کی طرح پورے علم پر مشتمل ہوتا ہے وہ ہر ایک کو عطا نہیں کیا جاتا۔ صرف برگزیدوں کو دیا جاتا ہے۔ اور ناقصوں کا کشف اور الہام ناقص ہوتا ہے جو بالآخر ان کو بہت شرمندہ کرتا ہے۔ اظہار علی الغیب کی حقیقت یہ ہے کہ جیسے کوئی اونچے مکان پر چڑھ کر ارد گرد کی چیزوں کو دیکھتا ہے تو بلا شبہ آسانی سے ہر ایک چیز اس کو نظر آسکتی ہے لیکن جو شخص نشیب کے مکان سے ایسی چیزوں کو دیکھنا چاہتا ہے تو بہت سی چیزیں دیکھنے سے رہ جاتی ہیں۔

(حقیقۃ المہدی ص۹)

معارف قلوب صافیہ پر کھلتے ہیں اور دین کے دروازے روبخدا ہمتوں پر۔

فان معارف الله لا تنكشف الا على قلوب صافية وابواب الدين لا تنفتح الا على همم على الله مقبلة ولا تتجلى الحقائق الا على افكارٍ الى الرحمٰن حافدة۔

(ترجمہ از خاکسار) کیونکہ اللہ کے معارف نہیں ظاہر ہوتے مگر ان دلوں پر جو صافی ہیں

اور دین کے دروازے نہیں کھلتے مگر ان ہمتوں پر جو روبخدا ہیں۔ اور حقائق نہیں چمکتے مگر ان فکروں پر جو رحمٰن کی طرف دوڑنے والے ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ المہدی ص۲۳)

امامت کا منصب کونسی صفات رکھنے والے کو دیا جاتا ہے۔

فامام هذا العصر امرء كان فارس مضمار العرفان والمؤيد من الله بآي وغيرها من طرق اتمام الحجة وانواع البرهان وكان اعرف من غيره بكتاب الله الفرقان ليرهب به اعداء الله و يشفى صدور الطالبين۔ وكان قادرًا على اصلاح نفسه التى هى اعدى اعدائه لتذوب بالكلية ولا تنازع الله فى كبريائه۔ وكان متوكلا متواضعا مبتهلا لاعلاء الشريعة الغراء صابرا مشفقا على عباد الله و مجتهدًا لهم بعقد الهمة والالحاح فى الدعاء۔ ولا ينسى احدًا من المخلصين ولو كانوا فى البعد اقاليم۔ ويجادل الله فى اشقياء جماعته كابراهيم۔ وكان وجيهًا فى حضرة ربّ العلمين۔ ... ... فالذى ما اوتى قلبه صفة الشفقة والمواسات وماله قوة و شجاعة كالابطال والكماة ولا يقبل على الله لخلقه بالبكاء والتضرعات ولا يوجد فيه رُحْمٌ اكثر من رحم الوالدات۔ فلا يؤتى له هذا المنصب ولا يوجد فيه شيئ من هذه الآيات وليس هو وارث امام الكونين و سيد الكائنات۔ واما

الذی اعطی له هٰذا التحنن والشفقة ومُلِأ قلبه بهٰذه الصفات مع انسلاخه من اهواء النفس والشهوات واستهلاکه فی حب الله ومحویته فی ابتغاء وجه الله والمرضاة فهو کبریت احمر و بدر تام و دوحة مبارکة للکائنات لیتضیأ النّاس ظلاله ویاتوه لجلب البرکات۔

(حقیقة المهدی ص۲۶، ۲۹)

(ترجمہ از خاکسار) پس اس زمانہ کا امام وہ شخص ہو سکتا ہے جو عرفان کے میدان کا شہسوار ہو۔ اور اللہ کی طرف آیات اور اتمام حجت کے طریقوں اور قسم قسم کے دلائل کے ساتھ تائید کیا گیا ہو۔ اور قرآن کریم کا سب سے زیادہ جاننے والا ہوتا کہ اس سے اللہ کے دشمنوں کو ڈرائے اور طالبوں کے سینوں کو شفا دے۔ اور اپنے نفس کی اصلاح پر قادر ہو جو کہ سب دشمنوں سے زیادہ دشمن ہے تاکہ نفس پورے طور پر پگھل جائے اور اللہ کی کبریائی میں کوئی تنازع نہ کرے۔ اور متوکل اور متواضع اور شریعت غراء کے اعلاء کے لئے خدا کے حضور گڑگڑانے والا ہو۔ صابر اور اللہ کے بندوں پر مشفق ہو اور ان کے لئے عقد ہمت اور دعا میں الحاح کے ساتھ محنت کرنے والا ہو۔ اور مخلصین میں سے کسی کو نہ بھولے گو وہ دور ممالک میں ہوں۔ اور اپنی جماعت کے شقی لوگوں کے لئے اللہ کے ساتھ جھگڑنے والا ہو ابراہیم کی طرح۔ اور رب العالمین کے حضور وجیہہ ہو۔ پس جس کے دل کو شفقت اور ہمدردی کی صفت نہیں دی گئی اور نہ ہی اس کے پاس جوانمردوں کی سی قوت اور شجاعت ہے اور نہ ہی وہ اللہ کے حضور لوگوں کے لئے رونے اور تضرعات سے گرتا ہے۔ اور اس میں ماں سے بھی زیادہ رحم نہیں ہے اس کو یہ منصب نہیں دیا جاتا۔ اور اس میں یہ علامات نہیں پائی جاتیں اور نہ ہی وہ امام الکونین اور سید الکائنات کا وارث ہے۔ اور

جس کو یہ رونا اور شفقت دی گئی اور اس کا دل ان صفات سے بھر گیا علاوہ اس کے کہ وہ نفسانی خواہشات اور جذبات سے نکل گیا اور اللہ کی محبت اور محویت میں نیست و نابود ہو گیا اس کی خوشنودی اور رضا چاہنے کے لئے پس وہ کبریت احمر ہے اور بدر تام ہے اور مبارک درخت ہے جس کے سایہ کے نیچے مخلوق آتی ہے اور اس سے برکات حاصل کرنے کے لئے اس کے پاس آتے ہیں۔

(حقیقة المهدی ص۲۷، ۲۸)

مسیح ہندوستان میں

اِس تاریکی کے زمانہ کا نُور مَیں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کے لئے تیار کئے ہیں۔

(مسیح ہندوستان میں ص۱۱)

اس تاریکی کے زمانہ کا نور میں ہوں۔

مقبول کا سوال جو بے قراری کے وقت کا سوال ہو ہرگز ردّ نہیں ہوتا۔

(" ص۲۸)

مقبول کا بے قراری کا سوال ہرگز رد نہیں ہوتا۔

اگرچہ مسیح کو اپنے پر ایک بڑی مصیبت کے آنے کا خدا تعالیٰ کی طرف سے علم تھا۔ مگر مسیح نے عارفوں کی طرح اس بناء پر دعا کی کہ خدا تعالیٰ کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور ہر ایک محو و اثبات اس کے اختیار میں ہے:

(" ص۲۹)

خدا کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ مسیح کی دعا اسی بنا پر تھی۔

ہر ایک صادق کا تجربہ ہے کہ بے قراری اور مظلومانہ حالت کی دُعا قبول ہوتی ہے بلکہ صادق کے لئے مصیبت کا وقت نشان ظاہر کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ چنانچہ میں خود اس

بیقراری اور مظلومانہ حالت کی دعا قبول ہوتی ہے

میں صاحب تجربہ ہوں ... ...

اس تقریر سے مدعا یہ ہے کہ بلاشبہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے بالخصوص جب کہ اس پر بھروسہ کرنے والے مظلوم ہونے کی حالت میں اس کے آستانہ پر گرتے ہیں تو وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے اور ایک عجیب طور پر ان کی مدد کرتا ہے اور ہم اس بات کے گواہ ہیں۔

(مسیح ہندوستان میں ص۳۰، ۳۱)

بلاشبہ خدا تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے۔ بھروسہ۔ مظلومیت۔ آستانہ پر گرنا

یوحنا یعنی یحییٰ نبی کو خدا نے دعا کرنے کے لئے مہلت نہ دی کیونکہ اس کا وقت آچکا تھا۔ مگر مسیح کو دعا کرنے کے لئے تمام رات مہلت دی گئی اور وہ ساری رات سجدہ میں اور قیام میں خدا کے آگے کھڑا رہا کیونکہ خدا نے چاہا کہ وہ بے قراری ظاہر کرے اور اس خدا سے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں اپنی مخلصی چاہے۔ سو خدا نے اپنی قدیم سنت کے موافق اس کی دعا کو سنا۔ یہودی اس بات میں جھوٹے تھے جنہوں نے صلیب دے کر یہ طعنہ مارا کہ اس نے خدا پر توکل کیا تھا کیوں خدا نے اس کو نہ چھڑایا۔ کیونکہ خدا نے یہودیوں کے تمام منصوبے باطل کئے اور اپنے پیارے مسیح کو صلیب اور اس کی لعنت سے بچالیا اور یہودی نامراد رہے۔

(مسیح ہندوستان میں ص۳۱، ۳۲)

مسیح کی دعا اس کی بیقراری کی وجہ سے قبول کی گئی۔

میں نے کئی دفعہ کشفی طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا ہے اور بعض نبیوں سے بھی میں نے عین بیداری میں ملاقات کی ہے۔ اور میں نے سید و مولیٰ اپنے امام نبی محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی کئی دفعہ عین بیداری میں دیکھا ہے اور باتیں کی ہیں۔ اور ایسی صاف بیداری سے دیکھا ہے جس کے ساتھ خواب یا غفلت کا نام و نشان نہ تھا ... ... دنیا

عین بیداری میں انبیاء سے ملاقات۔ یہ بیداری امان سے ملتی ہے۔

اس قسم کی بیداری کو نہیں جانتی کیونکہ دُنیا غفلت کی زندگی میں پڑی ہے۔ یہ بیداری آسمان سے ملتی ہے۔ یہ ان کو دی جاتی ہے جن کو نئے حواس ملتے ہیں ... اور اب بھی اگر ہم توجہ کریں تو خدا کے فضل سے مسیح کو یا اور کسی مقدس نبی کو عین بیداری میں دیکھ سکتے ہیں۔

(مسیح ہندوستان میں صہ۳۴،۳۵)

مسیح موعود کے فیوض۔ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔

اور اب سے جو وہ موعود ظاہر ہوا ہر ایک کی آنکھ کھلے گی اور غور کرنے والے غور کریں گے کیونکہ خدا کا مسیح آگیا۔ اب ضرور ہے کہ دماغوں میں روشنی اور دلوں میں توجہ اور قلموں میں زور اور کمروں میں ہمت پیدا ہو۔ اب ہر ایک سعید کو فہم عطا کیا جائے گا۔ اور ہر ایک رشید کو عقل دی جائے گی کیونکہ جو چیز آسمان میں چمکتی ہے وہ ضرور زمین کو بھی منور کرتی ہے۔ مبارک وہ جو اس روشنی سے حصّہ لے۔ اور کیا ہی سعادتمند وہ شخص ہے جو اس نور میں سے کچھ پاوے۔

(مسیح ہندوستان میں صہ۶۲)

تریاق القلوب

انسان کامل کی صفات۔

همان ز نوعِ بشر کامل از خدا باشد | کہ با نشانِ نمایان خدا نما باشد
صفات او ہمہ ظلِّ صفاتِ حق باشد | ہم استقامت او ہمچو انبیاء باشد
صعود او ہمہ سوئے فلک بود ہر دم | وجود او ہمہ رحمت چو مصطفےٰ باشد
نتابد از رہِ جانانِ خود سرِ اخلاص | اگرچہ سیل مصیبت بزور ہا باشد
کند حرام ہمہ عیش و خواب را بر نفس | چو حیلہ عارف و عامی دریں بلا باشد
اصول او ہمہ بر خلق رحم باشد و لطف | طریق او ہمہ ہمدردی و عطا باشد
ہمیشہ محترز از صحبت بداں ماند | غیور از پئے دیں ہمچو اصفیا باشد
ہزار سر زنی و مشکلے نگردد حل | چو پیشِ او بروی کارِ یک دعا باشد

زمہرِ یارِ ازل بر رخش ببارد نور | زشان حضرت اعلےٰ درو ضیا باشد

بسوزد آنکہ نسوزد بصدق در رہِ یار | بمیرد آنکہ گریزندہ از فنا باشد
نشانہائے سماوی بہ ہیچکس ندہند | مگر کسے کہ زخود گم پئے خدا باشد
بتابد از رخِ او نورِ عشق و صدق و وفا | زخلقِ او کرم و غربت و حیا باشد

رواں بچشمۂ او بحرِ سرمدی باشد   عیاں در آئینہ اش روئے کبریا باشد

براہِ یار عزیزیہ از بلا نہ پرہیزد   اگرچہ در رہِ آں یار اژدہا باشد
دل از کف و کششہا باشداو فتادہ زفرق   فراغت از ہمہ خودبینی و ریا باشد

کلیدِ ایں ہمہ دولت محبت و وفا   خوشا کسیکہ چنیں دولتش عطا باشد
ز مشکلاتِ رہِ راستی چہ شرح دہم   کہ شرطِ ہر قدمے گریہ و بکا باشد

بکنجِ خلوتِ پاکاں اگر گذر بکنی   عیاں شود کہ چہ نورے دراں سرا باشد

مرا بگلشنِ رضوانِ حق شدست گذر   مقامِ من چمنِ قدس و اصطفا باشد

مرا بس است کہ ملکِ سما بدست آید   کہ ملک و ملکِ زمیں را بقا کجا باشد
مرا کہ جنتِ علیاست مسکن و ماوا   چرا بمزبلۂ ایں نشیب جا باشد
منم مسیح زماں و منم کلیمِ خدا   منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
ازاں قفس بپریدیم بروں کہ دنیا ام   کنوں بکنگرۂ عرش جائے ما باشد

بجز اسیریٔ عشقِ رخش رہائی نیست   بدردِ او ہمہ امراض را دوا باشد

جہان و جاہِ جہاں نزدشاں چناں ہیچ ست   کہ پیشِ چشمِ تو یک خس زبوریا باشد
بحضرتِ صمدے آبرو ہمی دارند   دعائے گریۂ شاں خارق السما باشد

مرا مربی من زیں گروہ خود کرد راست   بجذبۂ کہ نہ حدکش نہ انتہا باشد

قدم بمنزلِ روحانیاں بنہ کہ جز ایں   جہان و کارِ جہاں جملہ ابتلا باشد
کشادِ کار بدل بستن است در محبوب   چہ خوش رخے کہ گرفتار او دلہا باشد

ہزار شکر کہ من روئے یار خود دیدم   چشیدم آں ہمہ کاں لذتِ لقا باشد

چو سیل دیدۂ ما ہیچ سیل و طوفاں نیست   بترس زیں کہ چنیں سیل پیشِ پا باشد
ز آہِ زمرۂ ابدال بایدت ترسید   علی الخصوص اگر آہِ میرزا باشد

(تریاق القلوب صفحہ ۱ تا ۵)

رسول کریم کی روحانی زندگی کا ثبوت آپ کی پیروی سے عظیم الشان برکات کا نزول۔

اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بد ذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ اور واجب الاطاعت سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزارہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے۔

(تریاق القلوب صفحہ ۶)

دعا کا قبول ہونا اوّل علامت اولیاء اللہ میں سے ہے۔

(تریاق القلوب صہ ۲۳)

دعا کا قبول ہونا اول علامت اولیاء اللہ سے ہے۔

ایسا اتفاق دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ گزرا ہے کہ خدا تعالےٰ نے میری حاجت کے وقت مجھے اپنے الہام یا کشف سے یہ خبر دی کہ عنقریب کچھ روپیہ آنے والا ہے اور بعض وقت آنے والے روپے کی تعداد سے بھی خبر دے دی ... ... اور اکثر عادت الہٰی مجھ سے یہی ہے کہ وہ پیش از وقت مجھے بتلا دیتا ہے کہ وہ دنیا کے انعامات میں سے کسی قسم کا انعام مجھ پر کرنا چاہتا ہے اور اکثر وہ مجھے بتلا دیتا ہے کہ کل تو یہ کھائے گا اور یہ پیئے گا اور یہ تجھے دیا جائے گا۔ اور ویسا ہی ظہور میں آ جاتا ہے کہ جو وہ مجھے بتلاتا ہے۔

(تریاق القلوب صہ ۳۴)

دو ہزار مرتبہ سے بھی زیادہ پیش از وقت روپیہ کے آنے کی خبر دیا جانا۔ اسی طرح باقی دنیوی انعامات کی۔

تخمیناً سولہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے شیخ حامد علی اور لالہ شرمپت کھتری ساکن قادیان اور لالہ ملاوامل کھتری ساکن قادیان اور جان محمد مرحوم ساکن قادیان اور بہت سے اور لوگوں کو یہ خبر دی تھی کہ خدا نے اپنے الہام سے مجھے اطلاع دی ہے کہ ایک شریف خاندان میں وہ میری شادی کرے گا اور وہ قوم کے سیّد ہوں گے اور اس بیوی کو خدا مبارک کرے گا اور اس سے اولاد ہوگی۔ اور یہ خواب ان ایام میں آئی تھی کہ جب میں بعض اعراض اور امراض کی وجہ سے بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا بلکہ قریب ہی وہ زمانہ گزر چکا تھا جب کہ مجھے دق کی بیماری ہو گئی تھی اور بباعث گوشہ گزینی اور ترک دنیا کے اہتمامات تاہل سے دل سخت کارہ تھا اور عیالداری کے بوجھ سے طبیعت متنفر تھی۔ تو اس حالت پر ملالت کے تصور کے وقت یہ الہام ہوا تھا۔ ہر چہ باید نو

شادی کے متعلق الہام اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کا سب سامان۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اس نے میری کی جسمانی طاقت کا عطا کرنا۔

نوعروسے را ہمہ ساماں کنم۔ یعنی اس شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا۔ سو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد ہر ایک بار شادی سے مجھے سبکدوش رکھا اور مجھے بہت آرام پہنچا۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اس نے میری کی اور کوئی والدہ پوری ہوشیاری سے دن رات اپنے بچہ کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اس نے میری رکھی۔ اور جیسا کہ اس نے بہت عرصہ پہلے براہین احمدیہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ یا احمد اسکن انت و زوجك الجنة ایسا ہی وہ بجا لایا۔ معاش کا غم کرنے کے لئے کوئی گھڑی اس نے میرے لئے خالی نہ رکھی اور خانہ داری کی مہمات کے لئے کوئی اضطراب اس نے میرے نزدیک آنے نہ دیا۔ ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردِ سر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے باعث بعض اوقات تشنّج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا ... ... غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے رفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں ... ... اگر دنیا اس بات کو مبالغہ نہ سمجھتی تو میں اس جگہ اس واقعہ حقہ کو جو اعجازی رنگ میں ہمیشہ کے لئے مجھے عطا کیا گیا بہ تفصیل بیان کرتا تا معلوم ہوتا کہ ہمارے قادر و قیوم کے نشان ہر رنگ میں ظہور میں آتے ہیں۔ اور ہر رنگ میں اپنے خاص لوگوں کو وہ خصوصیت عطا کرتا ہے جس میں دنیا کے لوگ شریک نہیں ہو سکتے۔ میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری

کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا اس لئے میرا یقین ہے کہ ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

(تریاق القلوب ص۳۵، ۳۶)

ایک سخت بیماری۔ حالتِ یاس میں ایک الہامی دعا۔ اس پر فوری شفا۔

ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ تین مختلف وقتوں میں میرے وارثوں نے میرا آخری وقت سمجھ کر مسنون طریقہ پر مجھے تین مرتبہ سورہ یٰسین سنائی۔ ... ... جب بیماری کو سولہواں دن چڑھا تو اس دن بکلی حالات یاس ظاہر ہو کر تیسری مرتبہ مجھے سورہ یٰسین سنائی گئی۔ اور تمام عزیزوں کے دل میں یہ پختہ یقین تھا کہ آج شام تک یہ قبر میں ہوگا۔ تب ایسا ہوا کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے مصائب سے نجات پانے کے لئے بعض اپنے نبیوں کو دعائیں سکھلائی تھیں مجھے بھی خدا نے الہام کر کے ایک دعا سکھلائی اور وہ یہ ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اللّٰھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔ اور میرے دل میں خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا کہ دریا کے پانی میں جس کے ساتھ ریت بھی ہو ہاتھ ڈال اور یہ کلمات طیبہ پڑھ اور اپنے سینہ اور پشت سینہ اور دونوں ہاتھوں اور منہ پر اس کو پھیر کہ تو اس سے شفا پائے گا۔ چنانچہ جلدی سے دریا کا پانی مع ریت منگوایا گیا اور میں نے اسی طرح عمل کرنا شروع کیا جیسا کہ مجھے تعلیم دی تھی۔ اور اس وقت حالت یہ تھی کہ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی۔ اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر تا اس حالت سے نجات ہو۔ مگر جب وہ عمل شروع کیا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہر ایک دفعہ ان کلمات طیبہ کے پڑھنے اور پانی کو بدن پر پھیرنے سے میں محسوس کرتا تھا کہ وہ آگ اندر سے نکلتی جاتی ہے اور بجائے اس کے ٹھنڈک اور آرام پیدا ہوتا جاتا ہے

یہاں تک کہ ابھی اس پیالہ کا پانی ختم نہ ہوا تھا کہ میں نے دیکھا کہ بیماری بکلی مجھے چھوڑ گئی اور میں سولہ دن کے بعد رات کو تندرستی کے خواب سے سویا۔ جب صبح ہوئی تو مجھے یہ الہام ہوا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بشفاء من مثلہ یعنی اگر تمہیں اس نشان میں شک ہو جو شفا دے کر ہم نے دکھلایا تو تم اس کی نظیر کوئی اور شفا پیش کرو۔

(تریاق القلوب ص۳۷، ۳۸)

اگر خدا تعالیٰ ہماری کوئی دعا قبول کرنا نہیں چاہتا تو جلد ہمیں اطلاع بخشتا ہے۔ حضرت مسیح کی دعا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہماری کوئی دعا قبول کرنا نہیں چاہتا تو جلد ہمیں اطلاع بخشتا ہے اور اس دردناک حالت تک ہمیں نہیں پہنچاتا جس میں اس کا قانون قدرت یہی واقع ہے کہ اس درجہ پر وفادار بندوں کی دعا پہنچ کر ضرور قبول ہو جایا کرتی ہے۔ ... مقبولوں کی اوّل علامت مستجاب الدعوات ہونا ہے خاص کر اس حالت میں جبکہ ان کا دردِ دل نہایت تک پہنچ جائے ... ... جس دعا میں رات کے چار پہر برابر سوز و گداز اور گریہ و زاری اور سجدات اور جان کاہی میں گذریں کبھی ممکن نہیں کہ خدائے رحیم و کریم ایسی دعا کو نامنظور کرے خاص کر وہ دعا جو ایک مقبول کے منہ سے نکلی ہو پس اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کی دعا قبول ہو گئی تھی اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح کی نجات کے لئے ایسے اسباب پیدا کر دیئے تھے جو اس کی رہائی کے لئے قطعی اسباب تھے۔

(تریاق القلوب ص۵۱)

میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔

سو میری سچائی کے لئے یہ کافی حجت ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔

(ایضاً ص۵۴)

وہ درویش کون ہیں جن کی الہامات میں تعریف ہے۔

اب میرے ساتھ بہت سی وہ جماعت ہے جنہوں نے خود دین کو دنیا پر مقدم رکھ کر اپنے تئیں درویش بنا دیا ہے اور اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے اور اپنے قدیم دوستوں اور اقارب سے علیحدہ ہو کر اور اپنی زندگی کو سراسر مسکینی اور درویشی کی طرف تبدیل دے کر قادیان میں میری ہمسائیگی میں آکر آباد ہو گئے ہیں اور کچھ وہ ہیں جو دلوں سے اپنے وطنوں اور اپنے املاک کی محبت دور کر چکے ہیں اور عنقریب وہ بھی اسی خاک قادیان کو موت تک اپنا وطن بنانا چاہتے ہیں۔ سو یہی درویش ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے میرے الہامات میں قابل تعریف کہا ہے اور یہی ہیں جن کو درویشی نے مغلوب نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے درویشی کو اپنے لئے پسند کیا اور ایمان کی حلاوت کو پاکر تمام حلاوتوں کو دامن سے پھینک دیا۔ انہی کے حق میں براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں یہ الہام ہے

اَصحاب الصُّفّہ۔ وما ادراٰک ما اَصحابُ الصُّفّہ۔ ترٰی اعینھم تفیض من الدمع یصلّون علیک ربّنا انّنا سمعنا منادیاً ینادی للایمان و داعیا الی اللّٰہ وسراجاً منیرا۔ ربّنا اٰمنّا فاکتبنا مع الشاھدین

املوا۔ براہین احمدیہ ص۲۴۳ ترجمہ۔ کامل مخلص وہ ہیں جو تیرے مکان کے صُفّوں میں رہنے والے ہیں۔ یعنی اپنے وطنوں کو چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفوں کے رہنے والے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی نگاہوں سے آنسو جاری ہونگے اور تیرے پر درود بھیجتے ہوں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک منادی کی آواز سنی کہ جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ وہ خدا کی طرف بلانے والا ہے اور وہ ایک روشن چراغ ہے جو اپنی ذات میں روشن اور دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے۔ اے ہمارے خدا تو ان لوگوں میں ہمیں لکھ لے جنہوں نے تیرے مامور اور تیرے بھیجے ہوئے کی سچائی کی گواہی دی۔ غرض خدا تعالےٰ نے انہی اصحاب الصفہ کو تمام

جماعت میں سے پسند کیا ہے اور جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اس جگہ آکر آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ کہ یہ تمنا دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔

(تریاق القلوب ص۵۹، ۶۰)

اولیاء اللہ کی دو قسمیں غیر مامور اور مامور۔ غیر مامور کیلئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی عالی خاندان سے ہوں لیکن مامور کے متعلق خدا کی یہی سنت ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی قوم اور خاندان سے ہو۔

اولیاء اللہ اور رسول اور نبی بن پر خدا کا رحم اور فضل ہوتا ہے اور خدا ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ وہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وہ جو دوسروں کی اصلاح کے لئے مامور نہیں ہوتے بلکہ ان کا کاروبار اپنے نفس تک ہی محدود ہوتا ہے اور ان کا کام صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم اپنے نفس کو ہی زہد اور تقویٰ اور اخلاص کا صیقل دیتے رہتے ہیں اور حتی الوسع خدا تعالےٰ کی ادق سے ادق راہوں پر چلتے اور اس کے باریک وصایا کے پابند رہتے ہیں اور ان کے لئے ضروری نہیں ہوتا کہ وہ کسی ایسے عالی خاندان اور عالی قوم میں سے ہوں جو نسب اور شرافت اور نجابت اور امارت اور ریاست کا خاندان ہو بلکہ حسب آیت کریمہ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔ صرف ان کی تقوےٰ دیکھی جاتی ہے گو وہ دراصل چوہڑوں میں سے ہوں یا چماروں میں سے ہوں یا مثلاً کوئی ان میں سے ذات کا کنجر ہو جس نے اپنے پیشہ سے توبہ کر لی ہو یا ان قوموں میں سے ہو جو اسلام میں دوسری قوموں کے خادم اور نیچی قومیں سمجھی جاتی ہیں جیسے حجام۔ موچی۔ تیلی۔ ڈوم۔ میراسی۔ سقّے۔ قصائی۔ جولاہے کنجر تنبولی۔ دھوبی۔ مچھیرے۔ بھڑبھونجے۔ نانبائی وغیرہ۔ یا مثلاً ایسا شخص ہو کہ اس کی ولدیت میں ہی شک ہو کہ آیا حلال کا ہے یا حرام کا۔ یہ تمام لوگ توبۃ النصوح سے اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ درگاہ کریم ہے اور فیضان کی موجیں بڑے جوش سے جاری ہیں اور اس قدوس ابدی کے دریائے محبت میں غرق ہو کر طرح طرح کے میلوں والے ان تمام میلوں سے پاک ہو سکتے ہیں جو صرف عرف اور عادت کے طور پر

ان پر لگائے جاتے ہیں اور پھر بعد اس کے وہ اس خدائے ذوالعرش سے مِل گئے۔ اور اس کی محبت میں محو ہو گئے اور اس کی رضا میں کھوئے گئے۔ سخت بد ذاتی ہوتی ہے کہ ان کی کسی نیچ ذات کا ذکر بھی کیا جائے کیونکہ اب وہ وہ نہیں رہے اور انہوں نے اپنی شخصیت کو چھوڑ دیا اور خدا میں جا ملے اور اس لائق ہو گئے کہ تعظیم سے ان کا نام لیا جائے۔ اور جو شخص بعد اس تبدیلی کے ان کی تحقیر کرتا ہے یا ایسا خیال دل میں لاتا ہے وہ اندھا ہے اور خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے ہے اور خدا کا عام قانون یہی ہے کہ اسلام کے بعد قوموں کی تفریق مٹا دی جاتی ہے اور نیچ اور اُونچ کا خیال دُور کیا جاتا ہے۔ ہاں قرآن شریف سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ بیاہ اور نکاح میں تمام قومیں اپنے قبائل اور ہم رتبہ قوموں یا ہم رتبہ اشخاص اور کفو کا خیال کر لیا کریں تو بہتر ہے تا اولاد کے لئے کسی داغ اور تحقیر اور ہنسی کی جگہ نہ ہو لیکن اس خیال کو حد سے زیادہ نہیں کھینچنا چاہیئے کیونکہ قوموں کی تفریق پر خدا کی کلام نے زور نہیں دیا صرف ایک آیت سے کفو اور حسب نسب کے لحاظ کا استنباط ہوتا ہے اور قوموں کی حقیقت یہ ہے کہ ایک مدّت دراز کے بعد شریف سے رذیل اور رذیل سے شریف بن جاتی ہیں اور ممکن ہے کہ مثلاً بھنگی یعنی چوہڑے یا چمار جو ہمارے ملک میں سب قوموں سے رذیل تر خیال کئے جاتے ہیں کسی زمانہ میں شریف ہوں اور اپنے بندوں کے انقلابات کو خدا ہی جانتا ہے دوسروں کو کیا خبر ہے۔ سو عام طور پر پنجہ مارنے کے لائق یہی آیت ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ جس کے یہ معنے ہیں کہ سب میں خدا کے نزدیک بزرگ اور عالی نسب وہ ہے جو سب سے زیادہ اس تقویٰ کے ساتھ جو صدق سے بھری ہوئی ہو خدا تعالیٰ کی طرف جھک گیا ہو اور خدا سے قطع تعلق کا خوف ہر دم اور ہر لحظہ اور ہر ایک کام اور ہر ایک قول اور ہر ایک حرکت اور ہر ایک سکون اور ہر ایک خلق اور ہر ایک عادت اور ہر ایک جذبہ ظاہر کرنے کے وقت

بعض اقوام جو نیچی سمجھی جاتی ہیں تزکیہ نفوس سے سب اولیاء اللہ میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اور خدا کا عام قانون یہی ہے کہ اسلام کے بعد قوموں کی تفریق مٹا دی جاتی ہے ہاں نکاح میں اپنے قبائل یا ہم رتبہ اشخاص کا خیال کر لیا کریں تو بہتر ہے لیکن اس خیال کو حد سے زیادہ کھینچنا نہیں چاہیئے۔

عام طور پر پنجہ مارنے کے لائق یہی آیت ہے ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم۔

اس کے دل پر غالب ہو وہی ہے جو سب قوموں میں سے شریف تر اور سب خاندانوں میں سے بزرگ تر اور تمام قبائل میں سے بہتر قبیلہ میں سے ہے اور اس لائق ہے کہ سب اس کی راہ پر فدا ہوں۔ بعرض شریعت اسلامی کا یہ تو عام قانون ہے کہ تمام مدار تقویٰ پر رکھا گیا ہے لیکن نبیوں اور رسولوں اور محدثوں کے بارے میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں اور تمام قوموں کے لئے واجب الاطاعت ٹھہرتے ہیں قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک خاص قانون ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں۔

... ... اس منصب کے بزرگوں کے متعلق قدیم سے خدا تعالیٰ کی یہی عادت ہے کہ ان کو اعلیٰ درجہ کی قوم اور خاندان میں سے پیدا کرتا ہے تا ان کے قبول کرنے اور ان کی اطاعت کا جوا اٹھانے میں کسی کو کراہت نہ ہو ... ... دوسری خوبی جو شرط کے طور پر مامورین کے لئے ضروری ہے وہ نیک چال چلن ہے۔ (یعنی شروع سے)

(تریاق القلوب صفحہ ۶۵ تا ۶۸)

منجملہ نشانات کے ایک نشان یہ ہے کہ تخمیناً پچیس برس کے قریب عرصہ گزر گیا ہے کہ میں گورداسپور میں تھا کہ مجھے یہ خواب آئی کہ میں ایک جگہ چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف میرے مولوی عبد اللہ صاحب مرحوم غزنوی بیٹھے ہیں جن کی اولاد اب امرتسر میں رہتی ہے۔ اتنے میں میرے دل میں محض خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تحریک پیدا ہوئی کہ مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے اپنی جگہ کو چھوڑ کر مولوی صاحب کی جگہ کی طرف رجوع کیا یعنی جس حصہ چارپائی پر وہ بائیں طرف بیٹھے ہوئے تھے اس حصہ میں مَیں نے بیٹھنا چاہا تب انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور وہاں سے کھسک کر پائنتی کی طرف چند انگل کے فاصلے پر ہو بیٹھے

مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے متعلق ایک رؤیا۔ ربِّ اَذْھِبْ عَنِّی الرِّجْسَ وَطَھِّرْنِیْ تَطْھِیْرًا کی دعا۔

تب پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی ان کو اٹھا دوں۔ پھر میں ان کی طرف جھکا تو وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ کر پھر چند انگلی کی مقدار پر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی ان کو اور زیادہ پائنتی کی طرف کیا جائے۔ تب پھر وہ چند انگلی پائنتی کی طرف کھسک کر ہو بیٹھے۔ القصہ میں ایسا ہی ان کی طرف کھسکتا گیا اور وہ پائنتی کی طرف کھسکتے گئے یہاں تک کہ ان کو آخر کار چارپائی سے اترنا پڑا اور وہ زمین پر جو محض خاک تھی اور اس پر چٹائی وغیرہ کچھ بھی نہ تھی اتر کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے ایک کا نام ان میں سے خیراتی تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان فرشتوں اور مولوی عبداللہ صاحب کو کہا کہ آؤ میں ایک دعا کرتا ہوں تم آمین کرو۔ تب میں نے یہ دعا کی رب اذھب عنی الرجس وطھرنی تطھیرا۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اٹھ گئے اور مولوی عبداللہ صاحب بھی آسمان کی طرف اٹھ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی اور وہ ایک ہی رات تھی جس میں خدا نے بہ تمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی کہ جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتی۔ اور جیسا کہ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کے خاک پر بیٹھنے اور آسمان پر جانے کی تعبیر کی تھی اسی طرح وقوع میں آگیا کیونکہ وہ بعد اس کے جلد تر فوت ہو گئے اور ان کا جسم خاک میں اور ان کی روح آسمان پر گئی۔

اور انہی دنوں میں شاید اس رات سے اول یا اس رات کے بعد میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا

آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھکو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی۔

خواب میں شیر علی فرشتہ کا آنا اور آنکھیں نکال کر صاف کرنا اور میل اور کدورت اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دینا

ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے۔ اور یہ عمل کر کے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا۔

(تریاق القلوب ص۹۴، ۹۵)

اب سوچنا چاہیئے کہ غیب کا وسیع علم غیر کو ہرگز نہیں دیا جاتا اور گو ممکن ہے کہ غیر کو بھی جس کے تعلقات خدا تعالیٰ سے محکم نہیں ہیں کبھی سچی خواب آ جائے یا سچا کشف ہو جائے لیکن ولایت اور قبولیت کی علامات میں لازمی طور پر یہ شرط ہے کہ امور غیبیہ اور پوشیدہ باتیں اس قدر ظاہر ہوں کہ وہ اپنی کثرت میں دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کثرت سے ہوں کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے کسی شخص کو اپنی خلعت ولایت اور رتبہ کرامت سے مشرف اور سرفراز فرماتا ہے تو چار چیزوں میں اس کو جمیع اس کے ابناء جنس اور تمام ہمعصر لوگوں سے امتیاز کلی بخشتا ہے۔ اور ہر ایک شخص جو وہ امتیاز اس کے شامل حال ہوتی ہے اس کی نسبت قطعی اور یقینی طور پر ایمان رکھنا لازم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ان کامل بندوں اور اعلیٰ درجہ کے اولیاء میں سے ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے چنا ہے اور اپنی نظر خاص سے ان کی تربیت فرمائی ہے۔ اور وہ چار چیزیں جو کامل اولیاء اور مردانِ خدا کی نشانی ہیں چار کمال ہیں جو بطور نشان اور خارق عادت کے ان میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کمال میں وہ دوسروں سے بیّن اور صریح طور پر ممتاز ہوتے ہیں بلکہ وہ چاروں کمال معجزہ کی حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا آدمی کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر وہی شخص پہنچتا ہے جس کو عنایت ازلی نے قدیم سے

کامل اولیاء اور مردانِ خدا کے چار کمال جو ان میں بطور نشان پیدا ہوتے ہیں۔

تب پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی ان کو اٹھا دوں۔ پھر میں ان کی طرف جھکا تو وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ کر پھر چند انگلی کی مقدار پر پیچھے ہٹ گئے۔ پھر میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس جگہ سے بھی ان کو اور زیادہ پائنتی کی طرف کیا جائے۔ تب پھر وہ چند انگلی پائنتی کی طرف کھسک کر ہو بیٹھے۔ القصہ میں ایسا ہی ان کی طرف کھسکتا گیا اور وہ پائنتی کی طرف کھسکتے گئے یہاں تک کہ ان کو آخر کار چارپائی سے اترنا پڑا اور وہ زمین پر جو محض خاک تھی اور اس پر چٹائی وغیرہ کچھ بھی نہ تھی اتر کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان سے آئے ایک کا نام ان میں سے خیراتی تھا۔ وہ بھی ان کے ساتھ زمین پر بیٹھ گئے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان فرشتوں اور مولوی عبداللہ صاحب کو کہا کہ آؤ میں ایک دعا کرتا ہوں تم آمین کرو۔ تب میں نے یہ دعا کی رب اذھب عنی الرجس وطھرنی تطھیرا۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے آسمان کی طرف اٹھ گئے اور مولوی عبداللہ صاحب بھی آسمان کی طرف اٹھ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ اور آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھ کو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی اور وہ ایک ہی رات تھی جس میں خدا نے بہ تمام و کمال میری اصلاح کر دی اور مجھ میں وہ تبدیلی واقع ہوئی کہ جو انسان کے ہاتھ سے یا انسان کے ارادہ سے نہیں ہو سکتی۔ اور جیسا کہ میں نے مولوی عبداللہ صاحب کے خاک پر بیٹھنے اور آسمان پر جانے کی تعبیر کی تھی اسی طرح وقوع میں آگیا کیونکہ وہ بعد اس کے جلد تر فوت ہو گئے اور ان کا جسم خاک میں اور ان کی روح آسمان پر گئی۔

آنکھ کھلتے ہی میں نے دیکھا کہ ایک طاقت بالا مجھکو ارضی زندگی سے بلند تر کھینچ کر لے گئی۔

اور انہی دنوں میں شاید اس رات سے اول یا اس رات کے بعد میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا

خواب میں شیر علی فرشتہ کا آنا اور آنکھیں نکال کر صاف کرنا اور میل اور کدورت اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دینا۔

ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے۔ اور یہ عمل کر کے پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گیا۔

(تریاق القلوب ص۹۴، ۹۵)

اب سوچنا چاہیئے کہ غیب کا وسیع علم غیر کو ہرگز نہیں دیا جاتا اور گو ممکن ہے کہ غیر کو بھی جس کے تعلقات خدا تعالےٰ سے محکم نہیں ہیں کبھی سچی خواب آجائے یا سچا کشف ہو جائے لیکن ولایت اور قبولیت کی علامات میں لازمی طور پر یہ شرط ہے کہ امور غیبیہ اور پوشیدہ باتیں اس قدر ظاہر ہوں کہ وہ اپنی کثرت میں دنیا کے تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہوں اور اس کثرت سے ہوں کہ کوئی بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب کہ خدا تعالےٰ اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے کسی شخص کو اپنی خلعت ولایت اور رتبہ کرامت سے مشرف اور سرفراز فرماتا ہے تو چار چیزوں میں اس کو جمیع اس کے ابناء جنس اور تمام ہمعصر لوگوں سے امتیاز کلی بخشتا ہے۔ اور ہر ایک شخص جو وہ امتیاز اس کے شامل حال ہوتی ہے اس کی نسبت قطعی اور یقینی طور پر ایمان رکھنا لازم ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے ان کامل بندوں اور اعلیٰ درجہ کے اولیاء میں سے ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے چنا ہے اور اپنی نظر خاص سے ان کی تربیت فرمائی ہے۔ اور وہ چار چیزیں جو کامل اولیاء اور مردان خدا کی نشانی ہیں چار کمال ہیں جو بطور نشان اور خارق عادت کے ان میں پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کمال میں وہ دوسروں سے بیّن اور صریح طور پر ممتاز ہوتے ہیں بلکہ وہ چاروں کمال معجزہ کی حد تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں اور ایسا آدمی کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے اور اس مرتبہ پر وہی شخص پہنچتا ہے جس کو عنایت ازلی نے قدیم سے

کامل اولیاء اور مردان خدا کے چار کمال جو ان میں بطور نشان پیدا ہوتے ہیں۔

دنیا کو فائدہ پہنچانے کے لئے منتخب کیا ہو۔ اور وہ چار کمال جو بطور چار نشان یا چار معجزہ کے ہیں جو ولی اعظم اور قطب الاقطاب اور سید الاولیاء کی نشانی ہے یہ ہیں :۔

اوّل یہ کہ امور غیبیہ بعد استجابت یا ادعا طریق پر اس کثرت سے اس پر کھلتے رہیں اور بہت سی پیشگوئیاں ایسی صفائی سے ظہور پذیر ہو جائیں کہ اس کثرت مقدار اور صفا کیفیت کے لحاظ سے کوئی شخص ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور ان کی کمی اور کیفی کمالات میں احتمال شرکت غیر بکلی معدوم بلکہ محالات میں سے ہو یعنی جس قدر اس پر اسرار غیب ظاہر ہوں اور جس قدر اس کی دعائیں قبول ہو کر ان قبولیتوں سے اس کو اطلاع دی جائے اور جس قدر اس کی تائید میں آسمان اور زمین اور انفس اور آفاق میں خوارق ظہور پذیر ہوں بکلی غیر ممکن ہو جو ان کی نظیر کوئی دکھلا سکے یا ان کمالات میں مقابلہ پر کھڑا ہو سکے۔ اور اس قدر غیوب الٰہیہ اور کشف انوار نامتناہیہ اور تائیداتِ سماویہ بطور خارق عادت اور اعجاز اور کرامت اس کو عطا کی جائے کہ گویا ایک دریا ہے جو چل رہا ہے اور ایک عظیم الشان روشنی ہے جو آسمان سے اتر کر زمین پر پھیل رہی ہے اور یہ امور اس حد تک پہنچ جائیں جو بہ بداہت نظر خارق عادت اور فائق العصر دکھائی دیں۔ اور یہ کمال کمال نبوّت سے موسوم ہے۔

(۲) اور دوسرا کمال جو بطور نشان کے امام الاولیاء اور سید الاصفیاء کے لئے ضروری ہے وہ فہم قرآن اور معارف کی اعلیٰ حقیقت تک وصول ہے۔ یہ بات ضروری طور پر یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن شریف کی ایک ادنٰے تعلیم ہے اور ایک اوسط اور ایک اعلیٰ اور جو اعلیٰ تعلیم ہے وہ اس قدر انوار۔ معارف اور حقائق کی روشن شعاعوں اور حقیقی حسن اور خوبی سے پُر ہے جو ادنٰے یا اوسط استعداد کا اس تک ہرگز گذر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کے اہل صفوت اور ارباب طہارت فطرت ان سچائیوں کو پاتے ہیں جن کی سرشت سراسر نُور ہو کر نُور کو اپنی طرف

ا۔ امور غیبیہ کا کثرت سے ظاہر ہونا بعد استجابت دعا یا اور طریق پر۔ یہ کمال کمالِ نبوت سے موسوم ہے۔

۲۔ فہم قرآن اور اعلیٰ درجہ کے معارف ان کی سرشت سراسر نُور ہو کر نُور کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اوّل مرتبہ صدق کا جو ان کو حاصل ہوتا ہے دنیا سے نفرت

کھینچتی ہے۔ سو اوّل مرتبہ صدق کا جو ان کو حاصل ہوتا ہے دنیا سے نفرت اور ہر ایک لغو امر سے طبعی کراہت ہے۔ اور اس عادت کے راسخ ہونے کے بعد ایک دوسرے درجہ پر صدق پیدا ہوتا ہے جس کو انس اور شوق اور رجوع الی اللہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور اس عادت کے راسخ ہونے کے بعد ایک تیسرے درجے کا صدق پیدا ہوتا ہے جس کو تبدل اعظم اور انقطاع اتم اور محبت ذاتیہ اور فنا فی اللہ کے درجہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اور اس عادت کے راسخ ہونے کے بعد روح حق انسان میں حلول کرتی ہے اور تمام پاک سچائیاں اور اعلیٰ درجہ کے معارف و حالات بطرز طبعیت و جبلت بکمال وجد و شرح صدر اس شخص کے نفس پاک پر وارد ہوتے شروع ہو جاتے ہیں اور عمیق در عمیق معارف قرآنیہ و نکات شرعیہ اس شخص کے دل میں جوش مارتے اور زبان پر جاری ہوتے ہیں اور وہ اسرار شریعت اور لطائف طریقت اس پر کھلتے ہیں جو اہل رسم اور عادت کی عقلیں ان تک نہیں پہنچ سکتیں کیونکہ یہ شخص مقام نفحات الٰہیہ پر کھڑا ہوتا ہے اور روح القدس اس کے اندر بولتی ہے اور تمام کذب اور دروغ کا حصہ اس کے اندر سے کاٹا جاتا ہے کیونکہ یہ روح سے پاتا اور روح سے بولتا اور روح سے لوگوں پر اثر ڈالتا ہے اور اس حالت میں اس کا نام صدیق ہوتا ہے کیونکہ اس کے اندر سے بکلی کذب کی تاریکی نکلتی اور اس کی جگہ سچائی کی روشنی اور پاکیزگی اپنا دخل کرتی ہے۔ اور اس مرتبہ پر اعلیٰ درجہ کی سچائیوں کا ظہور اور اعلیٰ معارف کا اس کی زبان پر جاری ہونا اس کے لئے بطور نشان کے ہوتا ہے۔ اس کی پاک تعلیم جو سچائی کے نُور سے خمیر شدہ ہوتی ہے دنیا کو حیرت میں ڈالتی ہے۔ اس کے پاک معارف جو سرچشمہ فنا فی اللہ اور حقیقت شناسی سے نکلتے ہیں تمام لوگوں کو تعجب میں ڈالتے ہیں اور اس قسم کا کمال صدیقیت کے کمال سے موسوم ہے۔

یاد رہے کہ صدیق وہ ہوتا ہے جس کو سچائیوں کا کامل طور پر علم بھی ہو اور پھر

اور ہر ایک لغو امر سے طبعی کراہت۔ دوسرا درجہ صدق کا انس اور شوق اور رجوع الی اللہ۔ تیسرا درجہ تبدل اعظم اور انقطاع اتم اور محبت ذاتیہ اور فنا فی اللہ۔ چوتھا درجہ روح حق کا انسان میں حلول کرنا اور تمام پاک سچائیوں اور اعلیٰ درجہ کے معارف کا نفس پر وارد ہونا۔ مقام نفحات الٰہیہ۔ اس قسم کا کمال کمالِ صدیقیت سے موسوم ہے۔

کامل اور طبعی طور پر ان پر قائم بھی ہو۔ مثلاً اس کو ان معارف کی حقیقت معلوم ہو کہ وحدانیت
باری تعالیٰ کیا شے ہے۔ اور اس کی اطاعت کیا شے اور محبت باری عز اسمہٗ کیا شے
اور شرک سے کس مرتبہ اخلاص پر مخلصی حاصل ہو سکتی ہے اور عبودیت کی کیا حقیقت ہے
اور اخلاص کی حقیقت کیا اور توبہ کی حقیقت کیا اور صبر اور توکل اور رضا اور محویت
اور فنا اور صدق اور وفا اور تواضع اور سخا اور ابتہال اور دعا اور عفو اور حیا اور
دیانت اور امانت اور اتقا وغیرہ۔ اور اخلاق فاضلہ کی کیا کیا حقیقتیں ہیں۔ پھر ماسوا اس کے
صفات فاضلہ پر قائم بھی ہو۔ اور تیسرا کمال جو اکابر اولیاء کو دیا جاتا ہے مرتبہ
شہادت ہے اور مرتبہ شہادت سے وہ مرتبہ مراد ہے جب کہ انسان اپنی قوتِ
ایمان سے اس قدر اپنے خدا اور روزِ جزا پر یقین کر لیتا ہے کہ گویا خدا تعالیٰ کو
اپنی آنکھ سے دیکھنے لگتا ہے۔ تب اس یقین کی برکت سے اعمال صالحہ کی مرارت
اور تلخی دُور ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہر ایک قضاء و قدر بباعث موافقت
کے شہد کی طرح دل میں نازل ہوتی ہے اور تمام صحن سینہ کو حلاوت سے بھر دیتی
ہے اور ہر ایک ایلام انعام کے رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ سو شہید اس شخص کو کہا
جاتا ہے جو قوت ایمانی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا مشاہدہ کرتا ہو اور اسکی تلخ قضاء
و قدر سے شہد شیریں کی طرح لذت اٹھاتا ہے۔ اور اسی معنے کے رو سے شہید کہلاتا
ہے۔ اور یہ مرتبہ کامل مومن کے لئے بطور نشان کے ہے

(۳) مرتبہ شہادت گویا خدا کو اپنی آنکھ سے دیکھنا۔

اور اس کے بعد ایک چوتھا مرتبہ بھی ہے جو کامل اصفیا اور اولیاء کو اکمل اور اتم طور پر
ملتا ہے اور وہ صالحین کا مرتبہ ہے۔ اور صالح اس وقت کسی کو کہا جاتا ہے جب کہ ہر ایک
فساد سے اس کا اندرون خالی اور پاک ہو جائے اور ان تمام گندے اور تلخ مواد
کے دُور ہونے کی وجہ سے عبادت اور ذکر الٰہی کا مزہ اعلیٰ درجہ کی لذت پر آ جائے
کیونکہ جس طرح زبان کا مزہ جسمانی تلخیوں کی وجہ سے بگڑ جاتا ہے ایسا ہی روحانی

(۴) صالحین کا مرتبہ۔ تمام گندے اور تلخ مواد دور ہونے کی وجہ سے ذکرِ الٰہی میں اعلیٰ درجہ کی لذت آئے۔

مزہ روحانی مفاسد کی وجہ سے متغیر ہو جاتا ہے اور ایسے انسان کو کوئی لذت
عبادت اور ذکر الٰہی کی نہیں آتی اور نہ کوئی انس اور ذوق اور شوق باقی رہتا
ہے۔ لیکن کامل انسان نہ صرف مواد فاسدہ سے پاک ہو جاتا ہے بلکہ یہ صلاحیت بہت
ترقی کر کے بطور ایک نشان اور خارق عادت امر کے اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ غرض
یہ چار مراتب کمال ہیں جن کو طلب کرنا ہر ایک ایماندار کا فرض ہے اور جو شخص ان سے
بکلی محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ جلشانہٗ نے سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کے لئے یہی
دعا مقرر کی ہے کہ وہ ان ہر چہار کمالات کو طلب کرتے رہیں اور وہ دعا یہ ہے اھدنا
الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اور قرآن شریف
کے دوسرے مقام میں اس آیت کی تشریح کی گئی ہے اور ظاہر فرمایا گیا ہے کہ منعم
علیہم سے مراد نبی، صدیق اور شہید اور صالحین ہیں۔ اور انسان کامل ان چہار کمالات
کا مجموعہ اپنے اندر رکھتا ہے۔

(تریاق القلوب ص۱۲۳ تا ۱۲۵)

یہ تو ظاہر ہے کہ دنیا دار اور دنیا طلبی کی فطرت کے لوگ اکثر دنیوی آراموں اور مالوں
کے سہارے سے خوش رہتے ہیں۔ اور بوجہ اس کے کہ ان کو خدا تعالیٰ سے کوئی سچا
تعلق نہیں ہوتا اور نہ کبھی روحانی خوشی سے ان کو حصہ ہوتا ہے لہٰذا جب کبھی دنیوی
صدمہ ان پر پڑ جاتا ہے تو وہ ان کی جان بھی ساتھ ہی لے جاتا ہے اور وہ لوگ
باوجود بہت سی انانیت اور خود پسندی اور دنیوی جاہ و عزت کے دل کے
سخت کمزور اور بودے ہوتے ہیں اور وہ کمزوری کامیابی اور حکومت اور دولت
کے وقت میں تکبر اور بے جا شیخی کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے کیونکہ درحقیقت
تکبر اور بے جا شیخی بھی دل کی کمزوری کی وجہ سے ظہور میں آتی ہے جس کی وجہ سے

دنیا دار اور دنیا طلبی کی فطرت کے لوگ دل کے سخت کمزور اور بودے ہوتے ہیں۔ انکی کمزوری کا نتیجہ کامیابی

کے وقت تکبر اور بے جا شیخی ہوتا ہے روحانی طاقت والے لوگ خدا سے ایک ابدی نور پاکر دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال کو نہایت حقیر خیال کر لیتے ہیں

پاکیزہ اخلاق اور قوت حلم اور ایمانی تواضع دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ اور جن دلوں کو روحانی طاقت عطا کی گئی ہے وہ نہ تکبر کرتے ہیں اور نہ بیجا شیخی دکھلاتے ہیں کیونکہ وہ خدا سے ایک ابدی نور پاکر دنیا اور دنیا کے جاہ و جلال کو نہایت حقیر خیال کر لیتے ہیں اس لئے دنیا کے مراتب ان کو متکبر نہیں بنا سکتے۔ ...... پس یہ عبرت کا مقام ہے کہ دنیاداری کا انجام کیسا بد اور ہولناک ہے۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

دعاؤں کی قبولیت کے لئے کس روحانی حالت کی ضرورت ہے

دعاؤں کی قبولیت کے لئے اس روحانی حالت کی ضرورت ہے جس میں انسان نفسانی جذبات اور میل غیر اللہ کا چولہ اتار کر اور بالکل روح ہو کر خدا تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ایسا شخص مظہر العجائب ہوتا ہے اور اس کی محبت کی موجیں خدا کی محبت کی موجوں سے یوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ دو شفاف پانی دو متقارب چشموں سے جوش مار کر آپس میں مل کر بہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا آدمی گویا خدا کی شکل دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور غیب الغیب خدا کا اس کے عجائب کاموں سے پتہ چلتا ہے۔ اس کی دعائیں اس کثرت سے منظور ہوتی ہیں کہ گویا دنیا کو پوشیدہ خدا دکھا دیتا ہے۔

(تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱، ۱۵۲)

ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خو اور طبیعت پر آئے تھے اس کی کچھ قدر تفصیل

یہ متحقق امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خو اور طبیعت پر آئے تھے مثلاً جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید سے محبت کر کے اپنے تئیں آگ میں ڈال لیا اور پھر قلنا یا نار کونی بردا

و سلاماً کی آواز سے صاف بچ گئے ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے تئیں توحید کے پیار سے اس فتنہ کی آگ میں ڈال لیا جو آنجناب کی بعثت کے بعد تمام قوموں میں گویا تمام دنیا میں بھڑک اٹھی تھی اور پھر آواز واللہ یعصمک من الناس سے جو خدا کی آواز تھی اس آگ سے صاف بچائے گئے۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کو اپنے ہاتھ سے توڑا جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے جس طرح حضرت ابراہیم نے بھی بتوں کو توڑا۔ اور جس طرح حضرت ابراہیم خانہ کعبہ کے بانی تھے ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف تمام دنیا کو جھکانے والے تھے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کی طرف جھکنے کی بنیاد ڈالی تھی لیکن ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بنیاد کو پورا کیا۔ آپ نے خدا کے فضل اور کرم پر ایسا توکل کیا کہ ہر ایک طالب حق کو چاہیئے کہ خدا پر بھروسہ کرنا آنجناب سے سیکھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قوم میں پیدا ہوئے تھے جن میں توحید کا نام و نشان نہ تھا اور کوئی کتاب نہ تھی۔ اسیطرح ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس قوم میں پیدا ہوئے جو جاہلیت میں غرق تھی اور کوئی ربانی کتاب ان کو نہیں پہنچی تھی۔ اور ایک یہ مشابہت ہے کہ خدا نے ابراہیم کے دل کو خوب دھویا اور صاف کیا تھا یہاں تک کہ وہ خویشوں اور اقارب سے بھی خدا کے لئے بیزار ہو گیا اور دنیا میں بجز خدا کے اس کا کوئی بھی نہ رہا ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر واقعات گزرے اور باوجودیکہ مکہ میں کوئی ایسا گھر نہ تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شعبہ قرابت نہ تھا مگر خالص خدا کی طرف بلانے سے سب کے سب دشمن ہو گئے اور بجز خدا کے ایک بھی ساتھ نہ رہا پھر خدا نے جس طرح ابراہیم کو اکیلا پاکر اس قدر اولاد دی جو آسمان کے ستاروں کی طرح بے شمار ہو گئی۔ اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اکیلا پاکر بے شمار عنایت کی اور وہ صحابہ آپ کی رفاقت میں دیئے جو نجوم السماء کی طرح نہ صرف

کثرت تھے بلکہ ان کے دِل توحید کی روشنی سے چمک رہے تھے۔

(تریاق القلوب صہ ۱۵۵ حاشیہ)

گندوں کو کبھی نصرتِ الٰہی نہیں ملتی۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو ... کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں ... نہیں رہ اسکی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اس سے قربت کو ... اسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کے لئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست۔

اپنی صداقت میں کسی آسمانی نشان کے ظاہر ہونے کے لئے دعا۔

اے میرے حضرت اعلیٰ۔ ذوالجلال۔ قادر۔ قدوس۔ حی و قیوم جو ہمیشہ راستبازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔ تیری قدرت کے کام کبھی رُک نہیں سکتے۔ تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔ تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ "اُٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دُنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا" اور تو نے ہی مجھے کہا کہ "تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں"۔ اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا" اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ "تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ تا اسلام کو تمام قوموں کے آگے روشن کر کے دکھلاؤں اور کوئی مذہب ان تمام مذہبوں میں سے جو زمین پر ہیں برکات میں معارف میں تعلیم کی عمدگی میں خدا کی تائیدوں

میں خدا کے عجائب غرائب نشانوں میں اسلام سے ہمسری نہ کر سکے" اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ "تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کیا" مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی دلآزار باتوں سے مجھے ستایا گیا اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ "حرام خور لوگوں کا مال کھانے والا۔ وعدوں کا تخلف کرنے والا۔ حقوق کو تلف کرنے والا۔ لوگوں کو گالیاں دینے والا۔ عہدوں کو توڑنے والا۔ اپنے نفس کے لئے مال جمع کرنے والا اور شریر اور خونی ہے"۔ یہ وہ باتیں ہیں جو خود ان لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیزگار جانتے ہیں۔ اور ان کا نفس اس بات کی طرف مائل ہے کہ درحقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں سچ کہتے ہیں۔ اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہیں کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں سے جو بدزبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔ سو اے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی اور

شمال و جنوب میں اپنی چمکیں دکھلاتی ہے۔ لیکن اگر اے پیارے مولا میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحہ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔ میں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا تا میں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں لیکن میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اس عالی جناب کا منظور نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو۔ جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ اگرچہ اے میرے خداوند یہ سچ ہے کہ تیرے نشان انسانی ہاتھوں سے بھی ظہور میں آتے ہیں لیکن اس وقت اس بات کو اپنی سچائی کا معیار قرار دیتا ہوں کہ وہ نشان انسانوں کے تصرفات سے بالکل بعید ہو تا کوئی دشمن اس کو انسانی منصوبہ قرار نہ دے سکے۔ سو اے میرے خدا تیرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اگر تو چاہے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ تو میرا ہے جیسا کہ میں تیرا ہوں۔ تیری جناب میں الحاح سے دعا کرتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور اگر یہ سچ ہے کہ تو نے مجھے بھیجا ہے تو میری تائید میں اپنا کوئی ایسا نشان دکھلا کہ جو پبلک کی نظر میں انسانوں کے ہاتھوں اور انسانی منصوبوں سے برتر یقین کیا جائے تا لوگ سمجھیں کہ میں تیری طرف سے ہوں۔ اے میرے قادر خدا۔ اے میرے توانا اور سب قوتوں کے مالک خداوند تیرے ہاتھ کے برابر کوئی ہاتھ نہیں اور کسی جن اور بھوت کو تیری سلطنت میں شرکت نہیں۔ دنیا میں ہر ایک فریب ہوتا ہے اور انسانوں کو شیاطین بھی اپنے جھوٹے الہامات سے دھوکہ دیتے ہیں مگر کسی شیطان کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ تیرے نشانوں اور تیرے ہیبت ناک ہاتھ کے آگے

ٹھہر سکے یا تیری قدرت کی مانند کوئی قدرت دکھلا سکے کیونکہ تو وہ ہے جس کی شان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے اور جو العلی العظیم ہے۔ جو لوگ شیطان سے الہام پاتے ہیں ان کے الہاموں کے ساتھ کوئی قادرانہ غیب گوئی کی روشنی نہیں ہوتی جس میں الوہیت کی قدرت اور عظمت اور ہیبت بھری ہوئی ہو۔ وہ تو ہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے نبی تحدی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھلاتے رہے ہیں اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی۔ تیری پیشگوئیوں میں تیرے جلال کی چمک ہوتی ہے اور تیری الوہیت کی قدرت اور عظمت اور حکومت کی خوشبو آتی ہے اور تیرے مرسلوں کے آگے فرشتہ چلتا ہے تا ان کی راہ میں کوئی شیطان مقابلہ کے لئے نہ ٹھہر سکے۔ مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ دیکھ میری روح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیسا کہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔ سو میں تیری قدرت کے نشانوں کا خواہشمند ہوں۔ لیکن نہ اپنے لئے اور نہ اپنی عزت کے لئے بلکہ اس لئے کہ لوگ تجھے پہچانیں اور تیری پاک راہوں کو اختیار کریں اور جس کو تو نے بھیجا ہے اس کی تکذیب کر کے ہدایت سے دور نہ پڑ جائیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے مجھے بھیجا ہے اور میری تائید میں بڑے بڑے نشان

دیکھ میری رُوح نہایت توکل کے ساتھ تیری طرف ایسی پرواز کر رہی ہے جیساکہ پرندہ اپنے آشیانہ کی طرف آتا ہے۔

ظاہر کئے ہیں یہاں تک کہ سورج اور چاند کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں پیشگوئی کی تاریخوں کے موافق گرہن میں آویں اور تو نے وہ تمام نشان جو ایک سو سے زیادہ ہیں میری تائید میں دکھلائے جو میرے رسالہ تریاق القلوب میں درج ہیں۔ تو نے مجھے وہ چوتھا لڑکا عطا فرمایا جس کی نسبت میں نے پیشگوئی کی تھی کہ عبدالحق غزنوی حال امرتسری نہیں مرے گا جب تک وہ لڑکا پیدا نہ ہولے سو وہ لڑکا اس کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا۔ میں ان نشانوں کو شمار نہیں کر سکتا جو مجھے معلوم ہیں۔

میں تجھے پہچانتا ہوں کہ تو ہی میرا خدا ہے۔ اس لئے میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مجھے نہیں پہچانا اور نہ قبول کیا۔ اس لئے نہ میں نے بلکہ میری روح نے اس بات پر زور دیا کہ میں یہ دعا کروں کہ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور اگر تیرا غضب میرے پر نہیں ہے اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندہ کے لئے گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔ دیکھ میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں اور جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر اور کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ جب کہ تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں۔ تبھی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے۔ اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے اور تا لوگ

میری روح تیرے نام سے ایسی اچھلتی ہے جیسا کہ شیر خوار بچہ ماں کے دیکھنے سے۔

میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے۔

یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور ان کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل نہ ہو۔ اور میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ ان کو کسی مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔ یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ میری روح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدی کرتے ہیں اور ان کی تائید و نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راستبازوں کی وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے۔ مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

اپنی جماعت کے لئے اطلاع

یاد رہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشانوں کو دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور ان کو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا۔ اور تا وہ راستبازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور ان کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔ ان دنوں میں وہ چاروں طرف سے سن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف سے مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار

اپنی جماعت کیلئے اطلاع۔ مندرجہ بالا اشتہار شائع کرنے غرض۔

سے مجھکو کافر اور دجال اور کذاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لئے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہیئے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ ان کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لئے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقویٰ اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ ان میں نہ پائی جائے۔ اگر مجھ کو گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا نہیں کہا گیا۔ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں۔ تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور راستبازوں پر الزام نہیں لگائے گئے۔ کیا حضرت موسےٰ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُس نے دھوکہ دے کر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤد کی نسبت نہیں کیا گیا کہ اُس نے ایک بیگانہ عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریا نام ایک سپہ سالار کو قتل کروایا اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارون کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بہت لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض

صبر اور تقویٰ اور عفو اور درگذر کی وصیت۔

ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہوگئے تھے۔ اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں پر نہیں کیا گیا۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین اور دلگیر مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آچکی ہیں ہم میں پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جب کہ ہم دکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں۔ اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بناء پر میں نے یہ دعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کرکے فرما چکا ہے کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری روح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سنے گا اور ضرور کوئی رحمت اور امن کا نشان ظاہر کردے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔ میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں بلکہ جب کہ میں تمام ان لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں۔ خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے۔ ایسا ہی میں عام اغراض کی بناء پر بغیر اس کے کہ کسی زید یا بکر کا میرے دل میں

ستائے جانے کے وقت ہمارا حق ہے کہ ہم خدا کے آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں۔

منظور ہو خداتعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو اور یہ فقط دعائیہ اشتہار ہے جو خداتعالیٰ کی شہادت طلب کرنے کے لئے میں لکھتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو ۱۹۰۲ء تک ختم ہوں گے میری تائید میں ایک ادنیٰ قسم کا نشان بھی ظاہر نہیں ہوگا اور اس طرح پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پائیں گے۔ اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اٹھ جائیں گے۔ میری یہ دعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنج وقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں یہ دعا کرتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال، صدیقوں کا کمال۔ شہیدوں کا کمال۔ صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو۔ اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوتِ ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دور ہو جائے اور مجسم اصلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خداتعالیٰ سے نماز میں

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنی ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کیلئے چار کمال چاہیں۔ ان چار کمالات کی تعریف۔

مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خداتعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خداتعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خداتعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے اور ہر ایک شخص خداتعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خداتعالیٰ سے مانگتا رہے۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا۔ دیکھو متی باب ۸ آیت ۹۔ "پس تم اسی طرح دعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔" والسلام۔

الراقم مرزا غلام احمد۔ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

(ضمیمہ نمبر ۵ تریاق القلوب صفحہ ۱ تا ۴)

تحفۂ غزنویہ

ہر کہ میدارد دلِ پرہیزگار ۔۔۔ چوں عجب دارد زکارِ کردگار
آنکہ از یک قطرہ انسانے کند ۔۔۔ واز دو مشتِ تخم بستانے کند
چوں منے را گر مسیحائے کند ۔۔۔ یا گدائے را شہنشاہے کند
نیست از فضل و عطائے او بعید ۔۔۔ کور باشد ہر کہ از انکار دید
ہاں مشو نومید زاں عالی جناب ۔۔۔ بندہ باش و ہرچہ می خواہی بیاب
قادر است و خالق و رب مجید ۔۔۔ ہرچہ خواہد می کند عجز کش کہ دید
نطفہ را روئے درخشاں می دہد ۔۔۔ سنگ را لعل بدخشاں می دہد
بر کسے چوں مہربانی می کند ۔۔۔ از زمینی آسمانی می کند
ہم چنیں بر من عطائے کردہ است ۔۔۔ فضل ہا بے انتہائے کردہ است
مظہرِ انوارِ آں بیچوں شدم ۔۔۔ در معارف از ہمہ افزوں شدم
یارِ من بر من کرم دارد بسے ۔۔۔ صد نشاں دارم اگر آید کسے
بشنوید اے مردگاں من زندہ ام ۔۔۔ اے شبانِ تیرہ من تابندہ ام
ایں دو چشم من کہ زیب ایں سرم ۔۔۔ بیند آں یارے کہ یارے دلبرم
ایں قدم تا عرش حق دارد گذر ۔۔۔ وایں دو گوشم را رسد از حق خبر

تو اس قادر خدا سے جو ایک قطرہ سے انسان بنا دیتا ہے اور دو مٹھی بیج سے باغ کیوں تعجب کرتا ہے کہ میرے جیسے کو مسیحا بنا دیا یا ایک گدا کو شہنشاہ کر دے۔ اپنی حالت۔ خدا

دور افتادم زچشمان بشر ۔۔۔ از مقامم کس نمی دارد خبر
ہر کہ روشن شد دروں از حضرتش ۔۔۔ کیمیا باشد دمے در صحبتش

آں خدا با یار خود یاری کند ۔۔۔ با وفاداراں وفاداری کند
ہر کہ عشقش در دل و جانش فتاد ۔۔۔ ناگہاں جانے در ایمانش فتاد
عشق حق گردد عیاں بر روئے او ۔۔۔ بوئے او آید زبام و کوئے او

ہست لطف یار من بر من اتم ۔۔۔ او مرا شد من ہم از مہرش شدم
دلبرم در شد بجان و مغز و پوست ۔۔۔ راحتِ جانم بیادِ روئے اوست
رازہا دارم بیارِ دلبرم ۔۔۔ شد عیاں از من بہارِ دلبرم
ہر کسے دستے بہ دامانے زند ۔۔۔ مایہ ذیلِ حیّ و قیّوم و احد
ذرّہ بودم مرا بنواختند
چوں خودے گشتم زچشم انداختند

(تحفہ غزنویہ ص ۱ تا ۳)

وفاداروں سے وفاداری کرتا ہے۔

گورنمنٹ انگریزی اور جہاد

وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ پر بمقام طور ظاہر ہوا اور حضرت مسیح پر شعیر کے پہاڑ پر طلوع ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر فاران کے پہاڑ پر چمکا وہی قادر قدوس خدا میرے پر تجلی فرما ہوا ہے۔ اس نے مجھ سے باتیں کیں اور مجھے فرمایا کہ وہ اعلیٰ وجود جس کی پرستش کے لئے تمام نبی بھیجے گئے میں ہوں۔ میں اکیلا خالق اور مالک ہوں اور کوئی میرا شریک نہیں اور میں پیدا ہونے اور مرنے سے پاک ہوں۔

(ضمیمہ رسالہ جہاد ص)

وہ خدا جو تمام نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے وہی قادر اور قدوس خدا میرے پر تجلی فرما ہوا ہے۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا۔ بلکہ اس کی دعا اس کا حربہ ہو گا اور اس کی عقد ہمت اس کی تلوار ہو گی۔ وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا اور بکری اور شیر کو ایک ہی گھاٹ پر اکٹھا کرے گا۔ اور اس کا زمانہ صلح اور نرمی اور انسانی ہمدردی کا زمانہ ہو گا۔

(رسالہ جہاد ص)

اور میں اس وقت اپنی جماعت کو جو مجھے مسیح موعود مانتی ہے خاص طور پر سمجھاتا ہوں کہ وہ ہمیشہ ان ناپاک عادتوں سے پرہیز کریں۔ مجھے خدا نے جو مسیح موعود کر کے بھیجا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم کا جامہ مجھے پہنا دیا ہے اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ شر سے پرہیز کرو اور نوع انسان کے ساتھ حق ہمدردی بجا لاؤ۔ اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرو کہ اس عادت سے تم فرشتوں کی طرح ہو جاؤ گے۔ کیا ہی گندہ اور ناپاک وہ مذہب ہے جس میں انسان کی ہمدردی نہیں اور کیا ہی ناپاک وہ راہ ہے جو نفسانی بغض کے کانٹوں سے بھرا ہے۔ سو تم جو میرے ساتھ ہو ایسے مت ہو۔ تم سوچو کہ مذہب سے حاصل کیا ہے۔ کیا یہی کہ ہر دم مردم آزاری تمہارا شیوہ ہو؟ نہیں بلکہ مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسی کو حاصل ہوئی اور نہ آئندہ ہو گی بجز اس کے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں۔ خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو۔ اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو کہ یہی طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جز بن گئی تھی کچھ آگ کے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یک دفعہ

جماعت کو نصیحت شر سے پرہیز۔ اور بنی نوع کی ہمدردی۔ دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک کرنا۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور سب نوروں پر غالب رہے۔ انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر۔

جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدبیر ہے اور تمہاری ساری نجات اسی سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔ دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفس کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کو تعریف میں لکھا ہے کہ یضع الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔ سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔ دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔ زمین پر صلح پھیلائیں کہ اس سے ان کا دین پھیلے گا۔ اور اس سے تعجب مت کریں کہ ایسا کیونکر ہوگا کیونکہ جیسا کہ خدا نے بغیر توسط معمولی اسباب کے جسمانی ضرورتوں کے لئے حال کی نئی ایجادوں میں زمین کے عناصر اور زمین کی تمام چیزوں سے کام لیا ہے اور ریل گاڑیوں کو گھوڑوں سے بھی بہت زیادہ دوڑا کر دکھلا یا ہے۔ ایسا ہی اب روحانی ضرورتوں کے لئے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا بڑے بڑے آسمانی نشان ظاہر ہوں گے اور بہت سی چمکیں پیدا ہوں گی جن سے بہت سی آنکھیں کھل جائیں گی۔ تب آخر میں لوگ سمجھ جائیں گے کہ جو خدا کے سوا انسانوں اور دوسری چیزوں کو خدا بنا یا گیا تھا یہ سب غلطیاں تھیں۔ سو تم صبر سے دیکھتے رہو کیونکہ خدا اپنی توحید کے لئے تم سے زیادہ غیرت مند ہے اور دعا میں لگے رہو ایسا نہ ہو کہ نافرمانوں میں لکھے جاؤ۔ اے حق کے بھوکو اور پیاسو سُن لو کہ یہ وہ دن ہیں جن کا ابتداء سے وعدہ تھا۔ خدا

خدا اس وقت روحانی ضرورتوں کے لئے آسمان کے فرشتوں سے کام لے گا

ان قصوں کو بہت لمبا نہیں کرے گا۔ اور جس طرح تم دیکھتے ہو کہ جب ایک بلند مینار پر چراغ رکھا جائے تو دُور دُور تک اس کی روشنی پھیل جاتی ہے یا جب آسمان کے ایک طرف بجلی چمکتی ہے تو سب طرفیں ساتھ ہی روشن ہو جاتی ہیں ایسا ہی ان دنوں میں ہوگا کیونکہ خدا نے اپنی اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لئے کہ مسیح کی منادی بجلی کی طرح دنیا میں پھر جائے گی یا بلند مینار کے چراغ کی طرح دنیا کے چار گوشہ میں پھیلے گی زمین پر ہر ایک سامان مہیا کر دیا ہے اور ریل اور تار اور اگن بوٹ اور ڈاک کے احسن انتظاموں اور سیر و سیاحت کے سہل طریقوں کو کامل طور پر جاری فرما دیا ہے۔ سو یہ سب کچھ پیدا کیا گیا تا وہ بات پوری ہو کہ مسیح موعود کی دعوت بجلی کی طرح ہر ایک کنارہ کو روشن کرے گی۔

(رسالہ جہاد صفحہ ۱۳ تا ۱۶)

لجۃ النّور

اس زمانہ میں مفاسد کی انتہا۔ لوگوں نے اللہ کے حقوق غیروں کو دیے۔ محبت کا خُلق اللہ نے انسان میں اپنے لئے پیدا کیا۔ لیکن انہوں نے اس گوہر کو غیر محل میں رکھا

ثم جاء زماننا هذا فلا تسئل عما رئينا في هذا الزمان. والله قد تمت في هذا الزمن دائرة الفسوق والفحشاء والشرك والعدوان. وما ترك النّاس صغيرة ولا كبيرة فما اصبرهم على النيران ... ... واعطوا حقوق الله غيره واخذوا طريق الطّغيان. وما بقي من قوة ولاخُلُق الا اعطوها لغير الله الديان. مثلاً كانت المحبة جوهرًا شريفًا وخلقاً اعظم في الانسان واودعه الله تعالىٰ اياها ليُفْنِيَ نفسه في تصور جمال ربه المنان. وليكون له بالروح والجنان ويترقى في سبل حُبّه ولايبقى منه اثر ويذوب وجوده بنار العشق والولهان. ولكن العميان بذلوا هذه الصفة الجليلة الشريفة في غير محلها واضاعوا درة الايمان ووضعوا محبة الله في مواضع اهواء النفس

عند غليانها والهيجان. ونسوا الله وحُبّه واشغفوا بالغلمان والمرد والنسوان وغابوا عن حضرة الحق وجهلوا حسنها فويل للعميان.

ترجمہ از خاکسار: پھر ہمارا یہ زمانہ آیا۔ پس نہ پوچھو کہ ہم نے اس میں کیا دیکھا۔ خدا کی قسم اس زمانہ میں نافرمانی اور بے حیائی اور شرک اور عدوان کا دائرہ پورا ہوگیا۔ اور ان لوگوں نے صغیرہ اور کبیرہ کوئی گناہ نہ چھوڑا۔ پس کس طرح انہوں نے آگوں پر صبر کیا ... ... اور انہوں نے اللہ کے حق اس کے غیر کو دیئے اور حد سے بڑھنے کا طریق اختیار کیا۔ اور کوئی قوت اور کوئی خلق نہ رہا جو انہوں نے اللہ جزا سزا دینے والے کے سوا دوسروں کو نہ دے دیا۔ مثلاً محبت ایک شریف جوہر اور خلق اعظم انسان میں ہے اور اللہ نے اس کو انسان میں اس لئے رکھا ہے کہ تا وہ اپنے نفس کو اپنے ربِ منان کے جمال کے تصوّر میں فنا کردے اور اپنی روح اور دل سے اسی کا ہوجائے اور اس کی محبت کے راستوں میں بڑھتا جائے اور اس کا کوئی نشان باقی نہ رہے اور اس کا وجود عشق اور سخت جذبہ کی آگ میں پگھل جائے۔ لیکن ان اندھوں نے اس بزرگ اور شریف خوبی کو غیر محل میں خرچ کردیا اور ایمان کے گوہر کو ضائع کردیا۔ اور اللہ کی محبت کو نفس کی خواہشات کی جگہ لگادیا جب کہ وہ سخت جوش اور ہیجان کی حالت میں ہوتی ہیں۔ اور انہوں نے اللہ اور اسکی محبت کو بھلادیا اور نوجوان لڑکوں (جن کی ابھی داڑھی نہیں آئی ہوتی) اور عورتوں میں پھنس گئے اور حضرت حق سے غائب ہوگئے اور اس کے حسن کو فراموش کردیا۔ پس افسوس ہے ان اندھوں کے لئے۔

(لجۃ النّور ص ۵۳، ۵۴)

اللہ تعالیٰ کی برکات کا ذکر

ثم اعلموا رحمكم الله اني امرء قد اعطاني

ربی کلما ھو من شرائط المصلحین۔ وارانی آیته وادخلنی
فی عباده الموقنین و انه انزل علی برکات و انار مکانی
وما بقی لی من نیّة الا اعطانی۔ ویتمنّی الانسان
ان یکون من بیت الریاسة والامارة ویکون له حسب
ونسب فاعطانی ربی ھذا الشرف کله وما بقی لی طلب
وکذالک یتمنّی الانسان ان یکون له وجاهة فی الدنیا
والدین وکرامة وعزة فی اهل السماء والارضین۔ فوهب
لی ربی عزة الدارین و شرّفنی بشرف الکونین وقد
لایری الانسان موالیه من ورائه ولایکون له ولد
یرثه بعد فنائه۔ فیاخذه غم وضجر وکآبة لعدم
ابنائه ویعیش حزیناً ویبکی فی مسائه ورواحه
فما مسّنی هذا الحزن لطرفة عین بفضل الله ورحمته
واعطانی ربی ابناء لخدمة ملته۔ وقد یهوی المرء
ان یُعطی له درر المعارف وعلوم نخب و ان
یحصل له نضار وعقار و نشب۔ فوهب لی ربی
هذه کلها بکمال الاحسان والمنة۔ وانعم علی
بنعم هذه الدار و نعم الآخرة۔ واتمّ علیّ
واسبغ من کل نوع العطیه۔ و اعطانی فی الدارین
حسنتین من غیر المسئلة۔ وقد یود الانسان ان یعطی
له محبة الله کالعاشقین الفانین ویسقی من کاس
المحبوبین المجذوبین وقد یحب ان یفتح علیه

حسب نسب وجاہت اولاد بیشمار علوم زر و زمین محبت الٰہی عشاق اور فانیوں کی طرح کشوف و الہامات استجابت دعا خوارق و کرامات ادب کی تمکینی وغیرہ۔

ابواب الکشوف والالهامات و اخبار الغیب والآیات۔
وتستجاب دعواته باسرع الاوقات۔ وتصدر منه
عجائب الخوارق والکرامات ویکلّمه ربه ویشوفه
بشوف المکالمات والمخاطبات۔ فالحمد لله علی
انه اعطانی ذالک اجمع ووهب لی کل نعمة کنت
اقرء ذکرها فی الکتاب او اسمع وجعلنی من
المقربین و وهب لی علم الاولین والآخرین و
حلّ عقدة من لسانی واملأ بمُلح الادب بیانی
وحلّی کلامی بحلل البلاغة وقوّی سلطانی۔ فوالله
ان کلامی ابلغ فی قلوب الناس من مائة الف سیف۔
فهذا هوالذی وضعت الحرب بها وفتحت
الحُصون من غیر جبر وحیف۔ وما کان لمخالف ان
یبرز فی مضماری۔ ومن برز فمات قعصاً بانکاری
فالحاصل ان الله کرّمنی بانواع الصنیعة ورزقنی من
نعم الدنیویة والدینیة وراعی اموری بالفضل
والکرامة واحسن مثوای التحنّن والرحمة وبشّرنی
بان عیونه علیّ فی خلوتی ومشاهدی وفی کل حالی
وانه یرحمنی ویُمیّزنی ویوصّلنی عنه اهوالی وانی اری
کلما هو عنده کانه هو عندی وفی یدی۔ و
انه کهفی وملجائی وترسی وعضدی۔ وانه سری فی قلبی
وعروقی ودمی۔ وانی منه بمنزلة لایعلمها الخلق من

میں دیکھتا ہوں کہ جو کچھ اس کے پاس ہے گویا کہ وہ میرے

عربی وعجمی۔ وانه خلقنی وخلق کل قوتی فرجعت الیه مع هذه القوافل وانهمرت الیه کما ینهمر الماء من قنن الجبال الی الاسافل. واحاطنی فغشیت تحت ردائه و متعنی بانوار جماله فاعرضت عن اعدائی و اعدائه و انه نزع عنی ثیاب الوسخ والدرن ثم البسنی حلل النور واصطفانی لذاته فی هذا الزمن۔ وما ابقی لی غیره وهذا اعظم المنن۔ ومن آلائه انه شرح صدری وکمّل بدری فما اصابنی ضجر قط لافکار الدنیا و هجومها وما احسّ احد کآبة علی وجهی وجبینی لهمومها وغمومها۔

پاس اور میرے ہاتھ میں ہے۔ وہ میرے دل اور رگوں اور خون میں سرایت کر گیا ہے۔

اور اللہ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے میرے لئے اپنے سوا کسی کو نہ رکھا۔

(ترجمہ از خاکسار) پھر تم جان لو اللہ تم پر رحم کرے کہ میں وہ شخص ہوں جس کو اللہ نے وہ سب کچھ دیا ہے جو مصلحین کی شرائط ہیں. اور اس نے مجھے اپنے نشان دکھائے ہیں. اور مجھے اپنے یقین کرنے والے عباد میں داخل کیا اور اس نے مجھ پر برکات نازل فرمائیں اور میرا مکان روشن کیا ۔اور میری کوئی خواہش نہ تھی جو اس نے پوری نہ کی. اور کبھی انسان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ ریاست اور امارت کے گھر سے ہو اور اس کی حسب اور نسب اعلیٰ درجہ کی ہو. پس میرے رب نے مجھے یہ شرف سارے کا سارا دیا اور میرے لئے کوئی طلب نہ رہی. اور کبھی انسان یہ تمنا کرتا ہے کہ اس کو دنیا اور دین کی وجاہت حاصل ہو. اور آسمانی اور زمینی لوگوں میں اس کو کرامت اور عزت حاصل ہو. پس میرے رب نے مجھے دونوں جہانوں کی عزت بخشی اور کونین کی عزت سے مشرف کیا. اور کبھی انسان اپنے پیچھے کوئی وارث نہیں دیکھتا اور اس کا

کوئی بیٹا نہیں ہوتا جو اسکی وفات کے بعد اس کا وارث بنے. پس اس کو غم اور گھبراہٹ اور رنج لاحق ہوتا ہے بوجہ بیٹوں کے نہ ہونے کے اور وہ غمگین ہو کر زندگی گزارتا ہے. اور صبح و شام روتا ہے. پس یہ غم مجھے نہیں چھوا ایک لمحہ بھر بھی اللہ کے فضل اور رحمت سے. اور میرے رب نے مجھے خدمتِ دین کے لئے بیٹے دیئے ہیں. اور کبھی انسان یہ خواہش رکھتا ہے. اس معارف کے موتی اور چیدہ علوم دیئے جائیں اور اس کو زر و زمین و مال ملے. پس میرے رب نے یہ سب کچھ نہایت احسان سے مجھے بکمال عطا کیا. اور مجھ پر اس دنیا اور آخرت کی نعمتیں مکمل کیں. اور مجھ پر اتمام نعمت کی. اور ہر قسم کی بخشش انتہائی کی. اور اس نے مجھے دونوں جہانوں میں بغیر سوال کرنے کے اچھی چیزیں عطا فرمائیں. اور بہت دفعہ انسان یہ چاہتا ہے کہ اس کو اللہ کی محبت عاشقوں اور فانیوں کی طرح دی جائے. اور مجبولوں اور مجذوبوں کے پیالے سے پلایا جائے. اور کبھی یہ چاہتا ہے کہ اس پر کشوف اور الہامات اور اخبارِ غیب اور آیات کا دروازہ کھلے اور اس کی دعائیں جلد قبول ہوں. اور اس سے خوارق اور کرامات صادر ہوں. اور اس کا رب اس کے ساتھ کلام کرے اور مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے اس کو مشرف کرے. پس سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے کہ اس نے مجھے یہ سب کچھ دیا. اور مجھے ہر ایک نعمت عطا کی جس کا ذکر میں کتاب میں پڑھتا تھا یا سنا کرتا تھا اور مجھے مقربوں سے بنایا اور مجھے اوّلین اور آخرین کا علم سکھایا اور میری زبان کا عقدہ کھولا اور میرے بیان کو ادب کی نمکینی سے بھر دیا. اور میری کلام کو بلاغت کے حلوں سے میٹھا کیا۔ اور میری دلیل کو مضبوط کیا. پس خدا کی قسم میرا کلام لوگوں کے دلوں میں زیادہ اثر انداز ہے بہ نسبت لاکھ تلوار کے. پس یہی چیز ہے جس سے میں نے جنگوں کا خاتمہ کیا ہے. اور قلعوں کو جبر اور ظلم کے بغیر کھول دیا ہے اور مخالف کی یہ طاقت نہیں کہ وہ میرے مقابلہ میں نکلے اور جو نکلا وہ میرے انکار سے

فوراً مر جائے گا۔ پس حاصل کلام یہ کہ اللہ نے مجھے قسم قسم کے احسان سے مکرم کیا اور دنیوی اور دینی نعمتیں دیں۔ اور میرے کاموں کی فضل اور کرامت کے ساتھ نگہداشت کی اور میرا ٹھکانہ مہربانی اور رحمت کے ساتھ اچھا کیا۔ اور اس نے مجھے بشارت دی کہ اس کی عنایت مجھ پہ ہے خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی اور ہر ایک حال میں۔ اور وہ مجھ پہ رحم کرتا ہے اور میری آرزوؤں کو پورا کرتا ہے اور خوف کے وقت مجھے امید دلاتا ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ جو کچھ اس کے پاس ہے گویا کہ وہ میرے پاس ہے اور میرے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ میری پناہ اور ڈھال اور بازو ہے اور وہ میرے دل اور رگوں اور خون میں سرایت کر گیا ہے اور میں اس کے ایسا قریب ہوں کہ مخلوق میں سے کوئی خواہ وہ عربی ہو یا عجمی اس کو نہیں جانتا۔ اور اس نے مجھے اور میری ہر ایک قوت کو پیدا کیا پس میں ان تا فلوں کے ساتھ اس کی طرف لوٹا۔ اور میں اس طرح سے اس کی طرف بہہ گیا جیسا کہ پانی پہاڑ کی چوٹیوں سے نچلی زمینوں کی طرف بہتا ہے اور اس نے میرا احاطہ کر لیا پس میں اسکی چادر میں ڈھانکا گیا۔ اور اس نے مجھے اپنے جمال کے انوار سے مالا مال کیا۔ پس میں اس کے اور اپنے دشمنوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اس نے مجھ پہ سے میل کچیل کا کپڑا اتار دیا اور مجھے نور کے جامے پہنا دیئے۔

اس زمانہ میں اس نے مجھے اپنی ذات کے لئے چن لیا اور میرے لئے اپنے سوا کسی کو نہ رکھا اور یہ اس کا سب سے بڑا احسان ہے۔ اور اس کی نعمتوں سے یہ ہے کہ اس نے میرا سینہ فراخ کیا اور میرے چاند کو کامل کیا پس مجھے دنیا کے افکار اور غموں سے کبھی گھبراہٹ نہیں ہوئی۔ اور کسی نے میرے چہرے اور پیشانی پر اس کے ہموم اور غموم کی وجہ سے تکلیف محسوس نہیں کی۔

(لجۃ النّور صفحہ ۵۵ تا ۶۰)

توکل علی اللہ۔ بعثت مسیح موعود کا مقصد۔

ولی رب کریم یکفلنی فی کل حین۔ وارجو ان ارحل من الدنیا قبل ان احتاج الی الآخرین۔ و واللہِ انی جئت الناس لِاَجُرَّھم من المَحُل الی غوارۃ السحب و من الجہل الی العلوم النخب۔ و من التقاعس الی الطلب۔ و من الھزیمۃ المخزیۃ الی الفتح و الطرب و من الشیطان الی اللہ ذی العجب۔ و ارید ان اضع مرھم عیسیٰ مواضعَ النُقَب ولکنھم ماصالحوا و لفتوا وجوھھم الی الخصام۔

(ترجمہ از خاکسار) اور میرا ایک رب کریم ہے جو ہر وقت میرا کفیل ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ میں دُنیا سے چلا جاؤں گا پیشتر اس کے کہ دوسروں کا محتاج ہوں۔ اور خدا کی قسم میں لوگوں کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تا ان کو خشک سالی سے کثرتِ ابر کی طرف کھینچوں اور جہالت سے چیدہ علوم کی طرف لاؤں اور غفلت اور پیچھے لوٹنے کی حالت سے طلب، اور ذلیل شکست سے فتح اور خوشی، اور شیطان سے عجائب رکھنے والے اللہ کی طرف کھینچوں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ زخموں کی جگہ مرہم عیسیٰ لگاؤں لیکن انہوں نے مصالحت اختیار نہ کی اور جھگڑے کی طرف اپنے منہ پھیر لیئے۔

(لجۃ النّور صفحہ ۶۳، ۶۴)

تحفہ گولڑویہ

مجھ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں۔ اگر خدا نہ چاہتا تو میں نہ آتا۔ بعض دفعہ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ میں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے۔ پر ساتھ ہی میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ اور کوئی سخت گناہ نہیں کہ میں خدمت سپرد کردہ میں بزدلی ظاہر کروں۔ جس قدر میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں اسی قدر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر آگے لے آتا ہے۔ میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے۔ لیکن مجھے اسی کے منہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم براہ ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہیے

صداقت مسیح موعود۔ اللہ تعالیٰ پہ کامل یقین۔ مخالفت کرنے والے ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کی مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری نہیں سنے گا اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے۔ اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خدا نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں۔ اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ پس کیونکر میں حی قیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسیطرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو

کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۱۲، ۱۳)

صادقوں کی نشانی۔

پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ ان کے دل پر نزول کرتا ہے۔ پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو۔ اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلائے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا۔

(، ص۱۶)

خدا کی محبت مسیح موعود کی کامل پیروی سے وابستہ ہے۔

یہ مقام ہماری جماعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کیونکہ اس میں خداوند قدیر فرماتا ہے کہ خدا کی محبت اسی سے وابستہ ہے کہ تم کامل طور پر پیرو ہو جاؤ اور تم میں ایک ذرہ مخالفت باقی نہ رہے۔

(نوٹ، ص۲۳)

بعض الہامات

(بعض الہامات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) الا انہا فتنۃ من اللہ لیحبّک حبًا جمًا حبًا من اللہ العزیز الاکرم۔ عطاء غیر مجذوذ۔

(ترجمہ) یہ فتنہ خدا کی طرف سے فتنہ ہوگا تا کہ وہ تجھ سے بہت محبت کرے۔

جو دائمی محبت ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔

(عربی الہام ص۲۳، ترجمہ ص۲۸)

الہام۔ سلام علی ابراھیم صافیناہ ونجیناہ من الغم واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی

یعنی سلام ہے ابراہیم پر (یعنی اس عاجز پر) ہم نے اس سے خالص دوستی کی اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دے دی۔ اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ یعنی کامل پیروی کرو تا نجات پاؤ۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۰)

الہام۔ سبحان اللہ انت وقارہ۔ فکیف یترکک۔ انی انا اللہ فاخترنی۔ قل رب انی اخترتک علی کل شیٔ۔

(ترجمہ) خدا ہر ایک عیب سے پاک ہے اور تو اس کا وقار ہے۔ پس وہ تجھے کیونکر چھوڑ دے۔ میں ہی خدا ہوں تو سراسر میرے لئے ہو جا۔ تو کہہ اے میرے رب میں نے تجھے ہر چیز پر اختیار کیا۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۳۲)

الہام: انت مدینۃ العلم۔ طیب مقبول الرحمٰن۔ و انت اسمی الاعلیٰ ... ... و انی اموج موج البحر۔ ان فضل اللہ لاٰتٍ ولیس لاحد ان یرد ما اتٰی ... ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم یحسنون الحسنٰی۔ تفتح لھم ابواب السماء ولھم بشرٰی

فی الحیوٰۃ الدنیا۔ انت تزلی فی حجر النبی و انت تسکن قنن الجبال۔ و انی معک فی کل حال۔

(ترجمہ) تو علم کا شہر ہے۔ طیب اور خدا کا مقبول اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے ... ... میں سمندر کی طرح موج زنی کروں گا۔ خدا کا فضل آنے والا ہے اور کوئی نہیں جو اس کو رد کر سکے ... ... اور وہ خدا ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور نیکی کو نیک طور پر ادا کرتے ہیں۔ اور اپنے نیک عملوں کو خوبصورتی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ وہی ہیں جن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور دنیا کی زندگی میں بھی ان کو بشارتیں ہیں۔ تو نبی کی کنار عاطفت میں پرورش پا رہا ہے۔ (اور تو پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہتا ہے) اور میں ہر حال میں تیرے ساتھ ہوں۔

(تحفہ گولڑویہ عربی الہام صـ۳۳ ترجمہ صـ۳۴، ۳۵)

الہام۔ انی انا اللہ فاعبدنی و لا تنسنی واجتہد ان تصلنی و اسئل ربک وکن سئولا۔ اللہ ولی حنّان

(ترجمہ) میں خدا ہوں میری پرستش کر اور میرے تک پہنچنے کے لئے کوشش کرتا رہ۔ اپنے خدا سے مانگتا رہ اور بہت مانگنے والا ہو۔ خدا دوست اور مہربان ہے۔

(عربی الہام صـ۳۵، ترجمہ صـ۳۶)

الہام؛ آسمان سے کئی تخت اترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا۔
آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا۔
خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔
(صـ۳۷، ۳۸)

ہر ایک قوم پر اللہ کی حجت پوری ہو گئی ہے۔ انکار کرنے والوں کی مشابہت۔

بلاشبہ ہر ایک قوم پر اللہ کی حجت پوری ہو گئی ہے۔ آسمان کے نیچے اب کوئی نہیں کہ جو روح القدس کی تائید میں میرا مقابلہ کر سکے۔ میں انکار کرنے والوں کو کس سے مشابہت دوں وہ اس نادان سے مشابہت رکھتے ہیں جس کے سامنے ایک ڈبہ جواہرات کا پیش کیا گیا جس میں کچھ بڑے دانے اور کچھ چھوٹے تھے اور بہت سے ان میں سے صاف کئے گئے تھے مگر ایک دو دانے اعلیٰ قسم کے تو تھے مگر ابھی جوہری نے ان نادانوں کے امتحان کے لئے ان کو جلا نہیں دی تھی۔ تب یہ نادان غصہ میں آیا اور تمام پاک اور چمکیلے جواہرات دامن سے پھینک دیئے اس خیال سے کہ ایک دو دانے ان جواہرات میں سے اس کے نزدیک بہت روشن نہیں ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ باوجودیکہ خدا تعالیٰ کی اکثر پیشگوئیاں کمال صفائی سے پوری ہو گئیں ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے جو سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں۔ لیکن ایک دو ایسی پیشگوئیاں جن کی حقیقت کم بصیرتی سے ان کو سمجھ نہیں آئی ان کا بار بار ذکر کر رہے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ صـ۱۶)

خواص کے علوم اور کشوف اور عوام کی خوابوں اور کشفی نظاروں میں فرق۔

خواص کے علوم اور کشوف اور عوام کی خوابوں اور کشفی نظاروں میں فرق یہ ہے کہ خواص کا دل تو مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ آفتاب روشنی سے بھرا ہوا ہے وہ علوم اور اسرار غیبیہ سے بھر جاتا ہے اور جس طرح سمندر اپنے پانیوں کی کثرت کی وجہ سے ناپیدا کنار ہے اسی طرح وہ بھی ناپیدا کنار ہوتے ہیں۔ اور جس طرح جائز نہیں کہ ایک گندے سڑے ہوئے چھپڑ کو محض تھوڑے سے پانی کے اجتماع کی وجہ سے سمندر کے نام سے موسوم کر دیں اسی طرح وہ لوگ جو شاذ و نادر کے طور پر کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں ان کی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ نعوذ باللہ ان بحار علوم ربانی سے کچھ نسبت رکھتے ہیں اور ایسا خیال کرنا اسی قسم کا لغو اور بیہودہ ہے جیسے کوئی شخص صرف

منہ اور آنکھ اور ناک اور دانت دیکھ کر سؤر کو انسان سمجھ لے یا بندر کو بنی آدم کی طرح
شمار کرے۔ تمام مدار کثرت علوم غیب اور استجابت دعا اور باہمی محبت و وفا اور قبولیت
اور محبوبیت پر ہے۔ ورنہ کثرت قلت کا فرق درمیان سے اُٹھا کر ایک کرم شب تاب
کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی سورج کے برابر ہے کیونکہ روشنی اس میں بھی ہے۔ دنیا کی جتنی
چیزیں ہیں وہ کسی قدر آپس مشابہت ضرور رکھتی ہیں۔ بعض سفید پتھر تبت کے پہاڑوں کی
طرف سے ملتے ہیں اور غزنی کے حدود کی طرف سے بھی لاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی ایسے
پتھر دیکھے ہیں وہ ہیرے سے سخت مشابہت رکھتے اور اسیطرح
چمکتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ ایک شخص کابل کی طرف کا رہنے
والا چند ٹکڑے پتھر کے قادیان میں لایا اور ظاہر کیا کہ وہ ہیرے کے ٹکڑے ہیں کیونکہ
وہ پتھر بہت چمکیلے اور آبدار تھے۔ اور ان دنوں میں بدراس سے ایک مخلص دوست
جو نہایت درجہ اخلاص رکھتے ہیں یعنی اخویم سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس قادیان میں
میرے پاس تھے۔ ان کو وہ پسند آگئے اور ان کی قیمت میں پانسو روپیہ دینے کو تیار
ہوگئے اور پچیس روپیہ یا کچھ کم و بیش ان کو دے بھی دئیے اور پھر اتفاقاً مجھ سے
مشورہ طلب کیا کہ میں نے یہ سودا کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے۔ میں اگرچہ ان ہیروں
کی اصلیت اور شناخت سے ناواقف تھا لیکن روحانی ہیرے جو دنیا میں کمیاب
ہوتے ہیں یعنی پاک حالت کے اہل اللہ جن کے نام پر کئی جھوٹے پتھر یعنی مُزوّر لوگ
اپنی چمک دکھلا کر لوگوں کو تباہ کرتے ہیں۔ اس جوہر شناسی میں مجھے دخل تھا اس لئے
میں نے اس ہنر کو اس جگہ برتا۔ اور اس دوست کو کہا کہ جو کچھ آپ نے دیا وہ تو واپس
لینا مشکل ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ قبل دینے پانسو روپیہ کے کسی اچھے
جوہری کو یہ پتھر دکھلا لیں اگر درحقیقت ہیرے ہوئے تو یہ روپیہ دے دیں۔ چنانچہ
وہ پتھر مدراس میں ایک جوہری کو شناخت کرنے کے لئے بھیجے گئے اور دریافت

کیا گیا کہ ان کی قیمت کیا ہے۔ پھر شاید دو ہفتہ کے اندر وہاں سے جواب آگیا کہ ان
کی قیمت ہے چند پیسے یعنی یہ پتھر ہیں ہیرے نہیں ہیں۔ غرض جس طرح اس ظاہری دُنیا
میں ایک ادنےٰ کو کسی جزئی امر میں اعلےٰ سے مشابہت ہوتی ہے ایسا ہی روحانی امور
میں بھی ہو جایا کرتا ہے اور روحانی جوہری ہوں یا ظاہری جوہری وہ جھوٹے پتھروں کو
اس طرح پر شناخت کر لیتے ہیں کہ جو سچے جواہرات کی بہت سی صفات ہیں ان کے
رو سے ان پتھروں کا امتحان کرتے ہیں۔ آخر جھوٹ کھل جاتا ہے اور سچ ظاہر ہو جاتا ہے
ظاہر ہے کہ سچے ہیروں میں صرف ایک چمک ہی توصفت نہیں ہے اور بھی بہت
سی صفات ہوتی ہیں۔ پس جب ایک جوہری وہ کل صفات پیش نظر رکھکر جھوٹے پتھروں
کا امتحان کرتا ہے تو فی الفور ان کو ہاتھ سے پھینک دیتا ہے۔ اسیطرح
مردانِ خدا جو خدا تعالےٰ سے محبت اور مودت کا تعلق رکھتے ہیں وہ صرف پیشگوئیوں تک
اپنے کمالات کو محدود نہیں رکھتے۔ ان پر حقائق اور معارف کھلتے ہیں اور دقائق و اسرار
شریعت اور دلائل لطیفہ حقانیت ملّت ان کو عطا ہوتے ہیں اور اعجازی طور پر ان
کے دل پر دقیق در دقیق علوم قرآنی اور لطائف کتاب ربانی اتارے جاتے ہیں۔
اور وہ ان فوق العادت اسرار سماوی اور سماوی علوم کے وارث کئے جاتے ہیں
جو بلا واسطہ موہبت کے طور پر محبوبین کو ملتے ہیں۔ اور خاص محبت ان کو عطا کی جاتی ہے۔
اور ابراہیمی صدق و صفا ان کو دیا جاتا ہے اور روح القدس کا سایہ ان کے دلوں پر ہوتا
ہے۔ وہ خدا کے ہو جاتے ہیں اور خدا ان کا ہو جاتا ہے۔ ان کی دعائیں خارق عادت طور
پر آثار دکھاتی ہیں۔ ان کے لئے خدا غیرت رکھتا ہے۔ وہ ہر میدان میں اپنے مخالفوں
پر فتح پاتے ہیں۔ ان کے چہروں پر محبت الٰہی کا نور چمکتا ہے۔ ان کے در و دیوار پر خدا
کی رحمت برستی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ وہ پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں ہوتے ہیں خدا
ان کے لئے اس شیر مادہ سے زیادہ غصہ ظاہر کرتا ہے جس کے بچے کو کوئی لینے کا ارادہ

مردانِ خدا کے
کمالات صرف
پیشگوئیوں تک
محدود نہیں ہوتے

ان کمالات کی
تفصیل۔ وہ پیارے
بچے کی طرح خدا
کی گود میں ہوتے
ہیں۔ ذوالجلال کا
خمیر ان کے دلوں
میں ہوتا ہے۔

وہ دنیا اور اہل دنیا کو
ایک مرے ہوئے کیڑے
سے بھی کمتر سمجھتے ہیں

کرے۔ وہ گناہ سے معصوم۔ وہ دشمنوں کے حملوں سے معصوم۔ وہ تعلیم کی غلطیوں سے
بھی معصوم ہوتے ہیں۔ وہ آسمان کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ خدا عجیب طور پر ان کی دعائیں
سنتا ہے اور عجیب طور پر ان کی قبولیت ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ وقت کے بادشاہ
ان کے دروازوں پر آتے ہیں۔ ذوالجلال کا خیمہ ان کے دلوں میں ہوتا ہے اور ایک
رعب خدائی ان کو عطا کیا جاتا ہے۔ اور شاہانہ استغنا ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے۔
وہ دنیا اور اہل دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی کمتر سمجھتے ہیں۔ فقط ایک کو
جانتے ہیں اور اس ایک کے خوف کے نیچے ہر دم گداز ہوتے رہتے ہیں۔ دنیا ان کے قدموں پر گری جاتی
ہے۔ گویا خدا انسان کا جامہ پہن کر ظاہر ہوتا ہے۔ وہ دنیا کا نور اور اس ناپائدار عالم کا ستون ہوتے
ہیں۔ وہی سچا امن قائم کرنے کے شہزادے اور ظلمتوں کے دور کرنے کے آفتاب ہوتے ہیں۔ وہ
نہاں در نہاں اور غیب الغیب ہوتے ہیں۔ کوئی ان کو پہچانتا نہیں مگر خدا اور کوئی خدا کو پہچانتا نہیں مگر
وہ۔ وہ خدا نہیں ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ خدا سے الگ ہیں۔ وہ ابدی نہیں ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ کبھی مرتے ہیں
پس کیا ایک ناپاک اور خبیث آدمی جس کا دل گندہ خیالات گندے زندگی گندی ہے
ان سے مشابہت پیدا کر سکتا ہے ہرگز نہیں مگر وہی مشابہت جو کبھی ایک چمکیلے
پتھر کو ہیرے کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ مردانِ خدا جب دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں
تو ان کی عام برکات کی وجہ سے آسمان سے ایک قسم کا انتشار روحانیت ہوتا ہے۔
اور طبائع میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جن کے دل اور دماغ سچی خوابوں سے کچھ
مناسبت رکھتے ہیں ان کو سچی خوابیں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ لیکن در پردہ یہ تمام
انہیں کے وجود باجود کی تاثیر ہوتی ہے جیسا کہ مثلاً جب برسات کے دنوں میں
پانی برستا ہے تو کنوؤں کا پانی بھی بڑھ جاتا ہے اور ہر ایک قسم کا سبزہ نکلتا ہے۔
لیکن اگر آسمان کا پانی چند سال تک نہ برسے تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہو جاتا ہے سو
وہ لوگ درحقیقت آسمان کا پانی ہوتے ہیں اور ان کے آنے سے زمین کے پانی بھی اپنا

سیلاب دکھلاتے ہیں۔ اور اگر خدا تعالےٰ چاہتا تو ان زمین کے پانیوں کو نابود کر دیتا۔
(تحفہ گولڑویہ ص۲۸ تا ص۲۹)

مسیح موعود کا زمانہ جس سے مراد چودھویں صدی ہو اولہ الی آخرہ
ہے۔ اور نیز کچھ اور حصہ زمانہ کا جو خیر القرون سے برابر اور فیج اعوج کے زمانہ سے بالاتر
ہے یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جود الٰہی نے مقرر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ
پھر لوگوں کو صحابہ کے رنگ میں لائے گا ..... یہی دو جماعتیں اسلام میں حقیقی طور
پر منعم علیہم ہیں اور خدا تعالےٰ کا انعام ان پر یہ ہے کہ ان کو انواع و اقسام کی غلطیوں اور
بدعات سے نجات دی ہے اور ہر ایک قسم کے شرک سے ان کو پاک کیا ہے اور
خالص اور روشن توحید ان کو عطا فرمائی ہے جس میں نہ دجال کو خدا بنایا جاتا ہے اور نہ
ابن مریم کو خدائی صفات کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور اپنے نشانوں سے اس جماعت
کے ایمان کو قوی کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے ان کو ایک پاک گروہ بنایا ہے۔ ان
میں سے جو لوگ خدا کا الہام پانے والے اور خدا کے خاص جذبہ سے اس کی طرف
کھنچے ہوئے ہیں نبیوں کے رنگ میں ہیں۔ اور جو لوگ ان میں سے بذریعہ اپنے
اعمال کے صدق اور اخلاص دکھلانے والے اور ذاتی محبت سے بغیر کسی غرض کے اللہ
تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ وہ صدیقوں کے رنگ میں ہیں۔ اور جو لوگ ان میں
سے آخری منزلوں کی امید پر دکھ اٹھانے والے اور جزا کے دن کا بچشم دل مشاہدہ
کر کے جان کو ہتھیلی پر رکھنے والے ہیں وہ شہیدوں کے رنگ میں ہیں۔ اور جو لوگ ان
میں سے ہر فساد سے باز رہنے والے ہیں وہ صلحاء کے رنگ میں ہیں۔ اور یہی سچے
مسلمان کا مقصود بالذات ہے کہ ان مقامات کو طلب کرے اور جب تک حاصل نہ
ہوں تب تک طلب اور تلاش میں سست نہ ہو۔ (ص۱۳۲، ۱۳۳)

مسیح موعود کا
زمانہ ایک مبارک
زمانہ ہے۔ یہ
زمانہ پھر لوگوں کو
صحابہ کے رنگ
میں لائے گا۔
مسیح موعود کی جماعت
میں نبیوں صدیقوں
شہیدوں اور صلحاء کے رنگ
کے لوگ

اللہ حیّ قیوم بالاتفاق خدا کا اسم اعظم ہے جس کے معنے ہیں روحانی اور جسمانی طور پر زندہ کرنے والا اور ہر دو قسم کی زندگی کا دائمی سہارا اور قائم بالذات اور سب کو اپنی ذاتی کشش سے قائم رکھنے والا۔ اور اللہ جس کا ترجمہ ہے وہ معبود یعنی وہ ذات جو غیر مدرک اور فوق العقول اور وراء الوراء اور دقیق در دقیق ہے جس کی طرف ہر ایک چیز عابدانہ رنگ میں یعنی عشقی فنا کی حالت میں جو نظری فنا ہے یا حقیقی فنا کی حالت میں جو موت ہے رجوع کر رہی ہے۔

(ء صـ ۱۶۹، ۱۷۰)

اللہ حی ق...
خدا کا اسم اعظ...
ہے۔

اور جس کو آسمان سے احمد کا نام عطا کیا جاتا ہے اول اس پر بمقتضائے اسم رحمانیت تواتر سے نزول آلاء اور نعماء ظاہری اور باطنی کا ہوتا ہے اور پھر بوجہ اس کے جو احسان موجب محبت محسن ہے اس شخص کے دل میں اس محسن حقیقی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ محبت نشوونما پاتے پاتے ذاتی محبت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ اور پھر ذاتی محبت سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ ~~اور پھر قرب سے انکشاف~~ تمام صفات جلالیہ جمالیہ حضرت باری عزاسمہ ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح اللہ کا نام جامع صفات کاملہ ہے۔ اسیطرح احمد کا نام جامع تمام معارف بن جاتا ہے اور جس طرح اللہ کا نام خدا تعالے کے لئے اسم اعظم ہے اسیطرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے جس کو آسمان پر یہ نام عطا ہوا اور اس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کوئی نام نہیں کیونکہ یہ خدا کی معرفت تامہ اور خدا کے فیوض تامہ کا مظہر ہے۔ اور جب خدا تعالے کی طرف سے زمین پر ایک تجلی عظمی ہوتی ہے اور وہ اپنی صفات کاملہ کے کنز مخفی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو زمین پر ایک انسان کا ظہور ہوتا ہے جس کو احمد کے نام سے آسمان پر پکارتے ہیں۔

(ء صـ ۱۷۶)

احمد کا نا...
نوع انسان...
اسم اعظم...

اربعین

میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔

میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرک یہ ہے کہ میں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے۔ اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے۔ اور مجھے خوش قسمتی سے چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر میں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کر دوں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولت مند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔

(اربعین نمبر ۱ صـ ۳)

بنی نوع سے ہمدردی۔ اس ہمدردی کے جوش کا اصل محرک۔

بعض الہامات

الہام:۔ انک باعیننا سمیتک المتوکل۔ یحمدک اللہ من عرشہ۔ نحمدک ونصلی ... ... انی معک فکن معی اینما کنت۔ کن مع اللہ حیثما کنت ... ... ولا تیئس من روح اللہ الا ان روح اللہ قریب۔ الا نصر اللہ قریب ... ... انی منجیک من الغم وکان ربک قدیرا ... ... اشجع الناس ... ... یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک۔ انک باعیننا یرفع اللہ ذکرک ویتم نعمتہ علیک فی الدنیا والآخرۃ۔ یا احمدی انت مرادی ومعی غرست کرامتک بیدی۔ ونظرنا الیک وقلنا یا نار کونی بردًا وسلامًا علی ابراھیم ... ... شانک عجیب ... انت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی۔ الارض والسماء معک کما ھو معی۔ وسرّک سرّی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی ... ... ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئًا مذکورا ... ... تموت وانا راضی منک ... ... خدا تیرے سب کام درست کر دے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا ... ... وکان ربک قدیرا یجتبی الیہ من یشاء ... ...

یا عبد القادر انی معک۔ وانک الیوم لدینا مکین امین۔ وان علیک رحمتی فی الدنیا والدین۔ وانک من المنصورین۔ وجیھًا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین۔

انا بدّک اللازم۔ انا مُحیِیک نفخت فیک من لدنی روح الصدق۔ والقیت علیک محبۃ منی ولتصنع علی عینی۔ یحمدک اللہ ویمشی الیک ... ... اللہ حافظہ۔ اللہ حافظہ۔ نحن نزلناہ وانا لہ لحافظون اللہ خیر حافظ وھو ارحم الراحمین ... ... لاتخف انک انت الاعلیٰ ... ... کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی لامبدل لکلماتہ۔ انت معی وانا معک خلقت لک لیلًا ونھارًا ... ... انت منی بمنزلۃ لایعلمھا الخلق ... ... سلام علیٰ ابراھیم صافیناہ ونجیناہ من الغم۔ تفردنا بذالک۔

(ترجمہ) تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ خدا عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں[ص ۱۳] میں تیرے ساتھ ہوں سو تو ہر ایک جگہ میرے ساتھ رہ[ص ۱۴]۔ اور خدا کی رحمت سے نومید مت ہو اس کی رحمت تجھ سے قریب ہے۔ اس کی مدد تجھ سے قریب ہے[ص ۱۴]۔ میں تجھے غم سے نجات دوں گا۔ میں خدا قادر ہوں[ص ۱۴]۔ سب انسانوں سے زیادہ بہادر ہے[ص ۱۴]۔ احمد رحمت تیرے لبوں پر جاری کی گئی تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ خدا تیرے ذکر کو اونچا کرے گا اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا۔ اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ میں نے تیرا درخت اپنے ہاتھ سے لگایا اور ہم نے تیری طرف نظر کی اور کہا کہ اے آگ (جو فتنہ کی آگ قوم کی طرف سے ہے) اس ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا[ص ۱۴، ۱۵]۔ تیری شان عجیب ہے[ص ۱۵]۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ میں نے تجھے اپنے لئے چنا۔ زمین اور آسمان تیرے ساتھ

ایسے ہی ہیں جیسا کہ میرے ساتھ۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید۔[15] کیا انسان پر وہ وقت نہیں آیا کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا . . . .
تو ایسی حالت میں وفات پائے گا کہ میں تجھ سے راضی ہوں گا . . .
اور تیرا رب قادر ہے جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔[16]
اے قادر کے بندے میں تیرے ساتھ ہوں اور آج تو میرے پاس امین ہے اور تجھ پر میری رحمت ہے دنیا میں اور دین میں اور تو منصور اور مظفر ہے۔ دُنیا اور آخرت میں وجیہہ اور خدا کا مقرب۔ میں تیرا ضروری چارہ ہوں۔ اور میں نے تجھے زندہ کیا۔ میں نے اپنے پاس سے سچائی کی روح تجھ میں پھونکی اور اپنی محبت تیرے پر ڈال دی اور تو نے میری آنکھوں کے سامنے پرورش پائی۔ خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے[18] خدا اُس کا نگہبان ہے۔ خدا اس کا نگہبان ہے۔ ہم نے ہی اس کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اُس کے نگہبان ہیں۔ اللہ بہتر نگہبانی کرنے والا ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے . . .
تو نہ ڈر تو غالب رہے گا . . . میری طرف سے یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ میں اور میرے رسول فتحیاب رہیں گے۔ کوئی نہیں جو میری باتوں میں کچھ تبدیلی کرے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ تیرے لئے میں نے رات اور دن پیدا کیا۔[19]
تو مجھ سے وہ نسبت رکھتا ہے جس کی دُنیا کو خبر نہیں۔[20] ابراہیم پر سلام (یعنی اس عاجز پر) ہم نے اس سے محبت کی اور غم سے نجات دی۔ ہم نے ہی یہ کیا۔[21]

(اربعین ۲ ص ۵ تا ۸)

الہام:۔ انا آتیناک الدنیا و خزائن رحمة ربک وانت من المنصورین۔ و انی جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة . . . والله

غالب علی امرہ ولکن اکثر النّاس لایعلمون ... الحمد لله الذی جعلك المسیح ابن مریم یجتبی الیه من یشاء لا یسئل عما یفعل وهم یسئلون ... ... انت وفاره کیف یترکک۔ انت المسیح الذی لایضاع وقته۔ کمثلك درّ لایضاع ... ... انت الشیخ المسیح و انی معلك۔ ومع الضارك وانت اسمی الاعلیٰ۔ وانت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی۔ و انت منی بمنزلة المحبوبین۔ فاصبر حتی یاتی امرنا۔... ... لامبدل لکلمات الله و ان وعد الله حق و ان ربك فعال لما یرید ... ... وکان فضل الله علیك عظیما۔ یاتیك نصرتی انی انا الرحمٰن ... ... الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایما نھم بظلم اولٰئك لھم الامن وھم مھتدون۔ تفتح لھم ابواب السماء... حکم الله الرحمٰن لخلیفة الله السلطان۔ یوتی له الملك العظیم وتفتح علی یده الخزائن و تشرق الارض بنور ربھا ذالك فضل الله وفی اعینکم عجیب ... ...
انی انا الله فاعبدنی ولا تنستحن من غیری۔ انی انا الله لا اِله الّا انا۔ لا یبدُ الا یدی... ... لا اله الّا ھو یعلم کل شیئ و یریٰ۔ ان الله مع الذین اتقوا والذین ھم یحسنون الحسنیٰ ... ان حبّی قریب۔ انه قریب مستتر ... ... انا نرید ان نعزك و نحفظكَ ... ...
والله غالب علی امره ولکن اکثر الناس لا یعلمون

الفوق معك والتحت مع اعدائك ... انت مني وانا معك یا ابراهیم ... انی انا الرحمٰن ذوالمجد والعلی۔...

(ترجمہ) ہم نے تجھے دنیا بھی دی اور تیرے رب کی رحمت کے خزانے بھی دیئے اور تو منصورین میں سے ہے۔ اور یقیناً ہم غالب کریں گے تیرے پیروؤں کو کافروں پر قیامت کے دن تک ... اور اللہ اپنی بات پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ... سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ وہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔ تو اس کا وقار ہے تجھے وہ کس طرح چھوڑ دے۔ تو مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جا سکتا۔ تو بزرگ مسیح ہے اور تحقیق میں تیرے ساتھ اور تیرے انصار کے ساتھ ہوں اور تو میرا اسم اعلیٰ ہے۔ اور تو مجھے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ اور تو مجھے محبوبوں جیسا ہے۔ پس تو صبر کر یہاں تک کہ ہمارا امر آ جائے ... اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں اور تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے ... اور تجھ پر اس کا فضل بڑا ہے۔ تجھے میری مدد آتی ہے۔ میں رحمان ہوں۔ ... وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کو شرک سے نہیں ملایا وہی ہیں جو امن میں ہیں اور وہی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے ... یہ اللہ کا حکم ہے جو کہ رحمان ہے اپنے خلیفہ سلطان کے لئے۔ اس کو بڑا ملک دیا جائے گا اور اس کے ہاتھ پر خزانے فتح کئے جائیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور تمہاری نظروں میں عجیب ...

تحقیق میں ہی اللہ ہوں پس میری عبادت کر اور میرے غیر سے مدد نہ مانگ۔ بیشک

میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ کوئی ہاتھ (یا قوت) نہیں مگر میرا ہاتھ ... کوئی معبود نہیں مگر وہ۔ وہ جانتا ہے ہر چیز کو اور دیکھتا ہے۔ تحقیق اللہ ان کے ساتھ ہے جو تقوٰے اختیار کرتے ہیں اور نیکی کو سنوار کر ادا کرتے ہیں۔ ... بے شک میرا محبوب قریب ہے۔ وہ قریب ہی چھپا ہوا ہے ... ہم چاہتے ہیں کہ تجھے معزز بنائیں اور تیری حفاظت کریں۔ اور اللہ اپنے امر پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے کامیابی تیرے ساتھ ہے اور ذلت تیرے دشمنوں کے ساتھ ہے۔ تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں اے ابراہیم ... میں رحمٰن ہوں بزرگی اور شرف والا۔

(اربعین نمبر ۲ صفحہ ۳۳ تا ۳۹)

اپنی جماعت کے لئے چند نصائح

اپنی جماعت کے لئے چند نصائح۔
اپنے ایمانوں کو مضبوط کرو۔
دنیا کی بے ثباتی۔
اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔
تیرہ سو برس کے بعد جمالی طرز کی زندگی دکھلانے کیلئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔

اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے۔ اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی۔ اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولا کو راضی کرو۔ دوستو تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو۔ تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک سال کوئی نہ کوئی دوست تم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی تم بھی کسی سال اپنے دوستوں کو داغ جدائی دے جاؤ گے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ اور اس پر آشوب زمانہ کی زہر تم میں اثر نہ کرے۔ اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو۔ کینہ اور بغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔ تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے۔ جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم ۔۔۔ ذالک مثلہم فی التوراۃ (۲) دوسرا نام احمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے۔ مکّہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں۔ اور پھر یہ دونوں صفتیں اُمت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئی ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے مسیح موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر ٹھہرایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے حق میں فرمایا گیا کہ یضع الحرب یعنی لڑائی نہیں کریگا۔ اور یہ خدا تعالےٰ کا قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ اس حصّے کو پورا کرنے کے لئے مسیح موعود اور اس کی جماعت کو ظاہر کیا جائے گا۔ جیسا کہ آیت و اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور آیت تضع الحرب اوزارھا بھی یہی اشارہ کر رہی ہے۔ سو ہوشیار ہو کر سنو کہ تیرہ سو برس کے بعد جمالی طرز کی زندگی کا نمونہ دکھلانے کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا۔ یہ خدا کا امتحان ہے اور وہ تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس نمونہ کے دکھلانے میں کیسے ہو۔ تم سے پہلے جلالی زندگی کا نمونہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قابل تعریف دکھلایا اور ایسا ہی وقت تھا کہ جلالی طرز کی زندگی کا نمونہ دکھلایا جاتا کیونکہ ایماندار لوگ بتوں کی تعظیم کے لئے مخلوق پرستی کی حمایت میں بھیڑ بکری کی طرح قتل کئے جاتے تھے اور پتھروں اور ستاروں اور عناصر اور دوسری مخلوق کو خدا کی جگہ دی تھی۔ سو وہ زمانہ بے شک جہاد کا زمانہ تھا تا جو لوگ

ظلم سے تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ سو صحابہ رضی اللہ عنہم نے تلوار اٹھانے والوں کو تلوار ہی سے خاموش کیا اور اسم محمد جو مظہر جلالی اور شان محبوبیت اپنے اندر رکھتا ہے اس کی تجلی ظاہر کرنے کے لئے خوب جوہر دکھلائے اور دین کی حمایت میں اپنے خون بہا دیئے۔ پھر بعد اس کے وہ کذاب پیدا ہوئے جو اسم محمد کا جلال ظاہر کرنے والے نہیں تھے بلکہ اکثر ان کے چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح تھے جو مجھ سے پہلے گزر گئے۔ جو جھوٹے طور پر مہدی کہلاتے تھے اور لوگ ان کو خود غرض سمجھتے تھے جیسا کہ آج کل بھی بعض سرحدی نادان اس قسم کے مولویوں کی تعلیم سے دھوکہ کھا کر مہدی جلال کے ظاہر کرنے کے بہانہ سے لوٹ مار اپنا شیوہ رکھتے ہیں۔ اور آئے دن ناحق خون کرتے ہیں۔ مگر تم خوب توجہ کر کے سن لو اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا۔ سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں۔ اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں۔ اب اسم احمد کے نمونہ ظاہر کرنے کا وقت ہے یعنی جمالی طور کی خدمت کے ایّام ہیں اور اخلاقی کمالات کے ظاہر کرنے کا زمانہ ہے۔ ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسےٰ بھی تھے اور مثیل عیسیٰ بھی۔ موسےٰ جلالی رنگ میں آیا تھا اور جلال اور الٰہی غضب کا رنگ اس پر غالب تھا مگر عیسےٰ جمالی رنگ میں آیا تھا۔ اور فروتنی اس پر غالب تھی۔ سو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکّی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں نمونے جلال اور جمالی کے ظاہر کر دیئے اور پھر چاہا کہ آپ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی ہو جو آپ کے روحانی وارث ہیں۔ انہیں دونوں نمونوں کو ظاہر کرے۔ سو آپ نے محمدی یعنی جلالی نمونہ دکھلانے کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ کیونکہ اس زمانہ میں کی مظلومیت کے لئے یہی علاج قرین مصلحت تھا۔ پھر جب وہ زمانہ جاتا رہا اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ مذہب کے

لئے اسلام پر جبر کرے اس لئے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا۔ سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسےٰ کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔ اور خدا نے تمہیں اس مسیح احمد صفت کے لئے بطور اعضاء کے بنایا۔ سو اب وقت ہے کہ اپنی قوتوں کا حسن اور جمال دکھلاؤ۔ چاہیئے کہ تم میں خدا کی مخلوق کے لئے عام ہمدردی ہو۔ اور کوئی چھل اور دھوکہ تمہاری طبیعت میں نہ ہو۔ تم اسم احمد کے مظہر ہو۔ سو چاہیئے کہ دن رات خدا کی حمد و ثناء تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو۔ اور تم کامل طور پر خدا کی کیونکر حمد کر سکتے ہو جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کا پالنے والا نہ سمجھو۔ اور تم کیونکر اس اقرار میں سچے ٹھہر سکتے ہو۔ جب تک ایسا ہی اپنے تئیں بھی نہ بناؤ کیونکہ اگر تو کسی نیک صفت کے ساتھ کسی کی تعریف کرتا ہے اور آپ اس صفت کے مخالف عقیدہ اور خلق رکھتا ہے تو گویا اس شخص سے ٹھٹھا کرتا ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند نہیں کرتا اس کے لئے روا رکھتا ہے اور جب کہ تمہارا رب جس نے اپنی کلام کو رب العالمین سے شروع کیا ہے زمین کی تمام خوردنی و آشامیدنی اشیا اور فضا کی تمام ہوا اور آسمانوں کے ستاروں اور اپنے سورج اور چاند سے تمام نیک و بد کو فائدہ پہنچاتا ہے تو تمہارا فرض ہونا چاہیئے کہ یہی خلق تم میں بھی ہو۔ ورنہ تم احمد اور حامد نہیں کہلا سکتے کیونکہ احمد تو اس کو کہتے ہیں کہ خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو۔ اور جو شخص کسی کی بہت تعریف کرتا ہے وہ اپنے لئے وہی خلق پسند کرتا ہے جو اس میں ہیں اور چاہتا ہے کہ وہ خلق اس میں ہوں۔ پس تم کیونکر سچے احمد یا حامد ٹھہر سکتے ہو جب کہ اس خلق کو اپنے لئے پسند نہیں کرتے۔ حقیقت میں احمدی بن جاؤ اور یقیناً سمجھو کہ خدا کی اصل اخلاقی صفات چار ہی ہیں جو سورہ فاتحہ میں مذکور ہیں:۔ (۱) رب العالمین۔ سب کا پالنے والا (۲) رحمان۔ بغیر عوض کسی خدمت کے خود بخود رحمت

دن رات خدا کی حمد و ثناء تمہارا کام ہو۔

خدا کی اصل اخلاقی صفات چار ہیں۔

کرنے والا (۳) رحیم۔ کسی خدمت پر حق سے زیادہ انعام اکرام کرنے والا اور خدمت قبول کرنے والا اور ضائع نہ کرنے والا۔ (۴) اپنے بندوں کی عدالت کرنے والا۔ سو احمد وہ ہے جو ان چاروں صفتوں کو ظلی طور پر اپنے اندر جمع کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ احمد کا نام مظہر جمال ہے اور اس کے مقابل پر محمد کا نام مظہر جلال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسم محمد سر محبوبیت ہے کیونکہ جامع محامد ہے اور کمال درجہ کی خوبصورتی اور جامع المحامد ہونا جلال اور کبریائی کو چاہتا ہے۔ لیکن اسم احمد میں سر عاشقیت ہے کیونکہ حامدیت کو انکسار اور عشقی تذلل اور فروتنی لازم ہے۔ اسی کا نام جمالی حالت ہے اور یہ حالت فروتنی کو چاہتی ہے۔ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں محبوبیت بھی تھی جس کا اسم محمد مقتضی ہے کیونکہ محمد ہونا یعنی جامع جمیع محامد ہونا شان محبوبیت پیدا کرتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں شان محبوبیت بھی تھی جس کا اسم احمد مقتضی ہے کیونکہ حامد کے لئے محب ہونا ضروری ہے۔ ہر ایک شخص کسی کی سچی اور کامل تعریف تبھی کرتا ہے جب کہ اس کا محب بلکہ عاشق ہو اور عاشق اور محب ہونے کے لئے فروتنی لازم ہے اور یہی جمال حالت ہے جو حقیقت احمدیہ کو لازم پڑی ہوئی ہے۔ محبوبیت جو اسم محمد میں مخفی تھی صحابہ کے ذریعے سے ظہور میں آئی اور جو لوگ ہتک کرنے والے اور گردن کش تھے محبوب الٰہی ہونے کے جلال نے ان کی سرکوبی کی لیکن اسم احمد میں شان محبیت تھی یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی۔ یہ شان مسیح موعود کے ذریعے سے ظہور میں آئی۔ سو تم شان احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو۔ لہٰذا اپنے ہر ایک بے جا جوش پر موت وارد کرو اور عاشقانہ فروتنی دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ آمین۔

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴ تا ۲۰)

اسم احمد میں شان محبیت یعنی عاشقانہ تذلل اور فروتنی۔ تم شان احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو۔

میں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں

مسیح موعود کی دو زرد چادریں۔

جسمانی کمزوری کی انتہا۔ ایسی حالت میں تبلیغ میں مشغول ہونا کسی مفتری کا کام ہو سکتا ہے

میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہو گا۔ وہ دو زرد چادریں میرے
شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم الرؤیا کے رو سے دو بیماریاں ہیں۔ سو ایک چادر میرے
اوپر کے حصہ میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری
دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ بدن میں ہے وہ
بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات
کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور اس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف
وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ بسا اوقات میرا یہ حال ہوتا
ہے کہ نماز کے لئے جب زینہ چڑھ کر اوپر جاتا ہوں تو مجھے اپنی ظاہری حالت
پر امید نہیں ہوتی کہ زینہ کی ایک سیڑھی سے دوسری سیڑھی پر پاؤں رکھنے تک میں
زندہ رہوں گا۔ اب جس شخص کی زندگی کا یہ حال ہے کہ ہر روز موت کا سامنا اس
کے لئے موجود ہوتا ہے اور ایسی مرضوں کے انجام کی نظیریں بھی موجود ہیں تو وہ ایسی
خطرناک حالت کے ساتھ کیونکر افترا پر جرأت کر سکتا ہے اور وہ کس صحت کے
بھروسہ پر کہتا ہے کہ میری اسی برس کی عمر ہو گی۔ حالانکہ ڈاکٹری تجارب تو اس کو موت
کے پنجہ میں ہر وقت پھنسا ہوا خیال کرتے ہیں۔ ایسی مرضوں والے مدقوق کی طرح
گداز ہو کر جلد مر جاتے ہیں یا کاربنکل یعنی سرطان سے ان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔
تو پھر جس زور سے ایسی حالت پر خطر میں تبلیغ میں مشغول ہوں کیا کسی مفتری کا کام ہے۔

(ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ صفحہ ۴، ۵)

صداقت مسیح موعود۔ میرے مخالفین کی میرے خلاف دعائیں

میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اور ان کے ہمخیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی
کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی
لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں

ہرگز نہیں سنی جائیں گی میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم کو دی گئی۔

اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بد دعائیں کریں۔ اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔
پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں
کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور
اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے
حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور
آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں
گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں جو شخص میرے پر بد دعا کرے گا وہ بد دعا اسی پر
پڑے گی۔ جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی
ہے مگر اس کو خبر نہیں۔ اور جو شخص میرے پر بد دعا کرے گا۔ وہ بد دعا اسی پر پڑے گی
جو شخص میرے ساتھ کشتی قرار دے کر یہ دعا کرتا ہے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے
وہ پہلے مرے اس کا نتیجہ وہی ہے جو مولوی غلام دستگیر قصوری نے دیکھ لیا۔۔۔
میری روح میں وہی سچائی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی ہے۔ مجھے خدا سے ابراہیمی
نسبت ہے۔ کوئی میرے بھید کو نہیں جانتا مگر میرا خدا۔ مخالف لوگ عبث اپنے تئیں
تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں۔ اگر ان کے
پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مردے تمام جمع ہو جائیں اور
میرے مارنے کے لئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان دعاؤں کو لعنت کی شکل پر بنا کر
ان کے مونہہ پر مارے گا۔

(ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ صفحہ ۵، ۶)

خُطبۃ الہَامیۃ

قربانی کے معنے

فلِاَجل ذٰلك سُمِیّ الضحایا قربانًا بما ورد انّهما تزيد قُربانًا ولقيانًا كلّ من قرّب اخلاصًا وتعبّدًا و ايمانًا. وانّها من اعظم نُسُكِ الشريعة. ولذالك سمّيت بالنسيكة. والنُسُك الطاعةُ والعبادةُ فی اللسان العربية. وكذالك جاء لفظ النُسك بمعنى ذبح الذبيحة. فهذا الاشتراك يدلّ قطعًا على ان العابد فی الحقيقة هو الذی ذبح نفسه وقُواه وكلّ من اَصْباه لرِضی رب الخليقة وذبّ الهوى حتى تهافت و انمحى وذاب وغاب واختفى وهبّت عليهٖ عواصف الفناء وسفتْ ذرّاتِه شدائدُ هذه الهوجاء. ومن فكر فی هذين المفهومين المشتركين وتدبر المقام يتيقّظ القلب وفتح العينين فلايبقى له خِفَاءٌ ولا امِراءٌ فی انّ هٰذا ايماءٌ الى ان العبادة المنجية من الخسارة هی ذبح النفس الامارة ونَحْرُها

حقیقی پرستار اور سچا عابد کون ہے۔

بمُدى الانقطاع الى الله ذی الآلاء والاَمر والاِمارة مع تحمّل انواع المِرارة لتنجو النفس من موت الغَرارة وهذا هو معنى الاسلام وحقيقة الانقياد التام. والمسلم من اسلم وجهه لله رب العالمين وله نَحَرَ ناقة نفسه وتلّها للجبين وما نسى الحَيْن فی حِينٍ. فحاصل الكلام ان النسك والضحايا فی الاسلام هی تذكرة لهذا المرام وحثٌّ على تحصيل هذا المقام وارهاصٌ لحقيقةٍ تَحْصُلُ بعد السلوك التامّ. فوجب على كلِّ مومن و مومنةٍ كان يبتغی رضاء الله الودود ان يفهم هذه الحقيقة ويجعلها عين المقصود. و يدخلها فی نفسه حتى تَسرِيَ فی كل ذرّة الوجود. ولا يَهْدَءُ ولا يَسْكُنُ قبل اداء هذه الضحيّة للرب المعبود ولا يقنع بنموذجٍ وقشرٍ كالجهلاءِ والعميان بل يودی حقيقة اضحاته. ويقضی بجميع حصاته وروح تُقاته روح القربان. هٰذا هو منتهٰى سلوك السالكين. وغاية مقصد العارفين وعليه يختتم جميع مدارج الاتقياء وبه يكمل سائر مراحل الصديقين والاصفياء. واليه ينتهى سير الاولياء. واذا بلغت الى هذا فقد بلغت جهدك الى الانتهاء. وفزت بمرتبة الفناء. فحينئذٍ تبلغ شجرة سلوكك الى اتمّ الثمار. و تصل عنق

اسلام میں جانوروں کی قربانی کا مقصد۔ مومن کا فرض۔ فنا اور اس سے اگلے مراتب

روحك الىٰ لُعاع روضة القدس و الكبرياء. كالناقة العنقاء. اذا اوصلت عنقها الى الشجرة الخضراء. و بعد ذالك جذباتٌ و نَفَحَاتٌ و تجليات من الحضرة الاحدية ليقطع بعض بقايا عروق البشرية. و بعد ذالك اِحياءٌ و اِبقَاءٌ وَ ادنَاءٌ للنّفسِ المطمئنة الراضية المرضية الفانية. ليستعدّ العبد لقبول الفيض بعد الحيات الثانيه. و بعد ذالك يكسى الانسان الكامل حلة الخلافة من الحضرة و يصبغ بصبغ صفات الالوهية على وجه الظلية. تحقيقاً لّمقام الخلافة و بعد ذالك ينزل الى الخلق ليجذبهم الى الروحانية. و يُخرجهم من الظلمات الارضية الى الانوار السماوية. و يجعل وارثا لكل من مضى من قبله من النبيين والصديقين و اهل العلم والدّراية وشموس القرب والولاية. و يعطى له علم الاوّلين - و معارف السابقين. من اولى الابصار وحكماء الملة تحقيقاً لمقام الوراثة. ثم يمكث هذا العبد فى الارض الى مدّةٍ شاء ربّهٗ رب العزة - لينير الخلق بنور الهداية. و اذا اَنار النّاس بنور ربّه اوبلغ الامر بقدر الكفاية، فحينئذٍ يتم اسمهٗ و يدعوه ربّه و يرفع روحه الى نقطته النفسيّةِ. و هٰذا هو معنى الرفع عند اهل العلم والمعرفة. والمرفوع

من يسقى كاس الوصال من ايدى المحبوب الذى هو لجة الجمال و يدخل تحت رداء الربوبية مع العبودية الابدية. و هذا آخر مقام يبلغهٗ طالب الحق فى النشاءة الانسانية. فلا تغفلوا عن هذا المقام يا كافة البرايا.

ترجمہ: اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمانداری سے ادا کرتا ہے۔ اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے۔ اور نسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نسک ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے۔ پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اسکی تمام قوتوں اور مع اس کے ان محبوبوں کے جن کی طرف اس کا دل کھینچا گیا ہے اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور خواہش نفسانی کو دفع کیا یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اور نابود ہو گئیں اور وہ خود بھی گداز ہو گیا اور اس کے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چھپ گیا اور فنا کی تند ہوائیں اس پر چلیں اور اس کے وجود کے ذرات کو اس ہوا کے سخت دھکے اڑا کر لے گئے۔ اور جس شخص نے ان دونوں مفہوموں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں مشارکت رکھتے ہیں غور کی ہوگی اور اس مقام کو تدبر کی نگاہ سے دیکھا ہوگا۔ اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پیش و پس کو زیر نظر رکھا ہوگا۔ پس اس پر پوشیدہ نہیں رہے گا اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اس کے دامن کو نہیں پکڑے

گی کہ یہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے اس بھید کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عبادت کو جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے جو برے کاموں کے لئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے اور ایسا حاکم ہے کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے۔ پس نجات اسی میں ہے کہ اس برا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کے کاردوں سے ذبح کر دیا جائے اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالیٰ کو اپنا مونس اور آرام جاں قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ انواع اقسام کی تلخیوں کی برداشت بھی کی جائے تا نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے۔ اور یہی اسلام کے معنے ہیں۔ اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا مونہہ ذبح ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لئے قربان کر دیا ہو اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا ہو۔ اور موت سے ایک دم غافل نہ ہو۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیحہ اور قربانیاں جو اسلام میں مروّج ہیں وہ سب اسی مقصود کے لئے جو بذل نفس ہے بطور یاد دہانی ہیں اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لئے ایک ترغیب ہے۔ اور اس حقیقت کے لئے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے۔ پس ہر ایک مرد مومن مرد اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب ہے واجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھے اور اس کو اپنے مقصود کا عین قرار دے اور اس حقیقت کو اپنے نفس کے اندر داخل کرے یہاں تک کہ وہ حقیقت ہر ذرّہ وجود میں داخل ہو جاوے۔ اور راحت اور آرام اختیار نہ کرے جب تک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کے لئے ادا نہ کر لے اور جاہلوں اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست بے مغز پر قناعت نہ کر بیٹھے بلکہ چاہیئے کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو بجا لاوے اور اپنی ساری عقل کے ساتھ اور اپنی پرہیزگاری کی روح سے قربانی کی روح کو ادا کرے۔ یہ وہ درجہ ہے جس پر سالکوں کا سلوک انتہا پذیر ہوتا ہے اور عارفوں کا مقصد اپنی غایت کو پہنچتا ہے اور اس پر تمام درجے پرہیزگاروں کے ختم ہو جاتے ہیں۔ اور سب

سب منزلیں راست بازوں اور برگزیدوں کی پوری ہو جاتی ہیں اور یہاں تک پہنچ کر سیر اولیاء کا اپنے انتہائی نقطہ تک جا پہنچتا ہے اور جب تو اس مقام تک پہنچ گیا تو تو نے اپنی کوشش کو انتہا تک پہنچا دیا اور فنا کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔ پس اس وقت تیرے سلوک کا درخت اپنے کامل نشو و نما تک پہنچ جائے گا۔ اور تیری روح کی گردن تقدس اور بزرگی کے مرغزار کے نرم سبزہ تک پہنچ جائے گی۔ اس اونٹنی کی مانند جس کی گردن لمبی ہو۔ اور اس نے اپنی گردن کو ایک سبز درخت تک پہنچا دیا ہو۔ اور اس کے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں اور خوشبوئیں ہیں اور تجلیات ہیں تا وہ بعض ان رگوں کو کاٹ دے کہ جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہوں۔ اور بعد اس کے زندہ کرنا ہے اور باقی رکھنا اور قریب کرنا اس نفس کا جو خدا کے ساتھ آرام پکڑ چکا ہے جو خدا سے راضی اور خدا اس سے راضی اور فنا شدہ ہے تا کہ یہ بندہ حیات ثانی کے بعد قبول فیض کے لئے مستعد ہو جائے۔ اور اس کے بعد انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے۔ اور رنگ دیا جاتا ہے الوہیت کی صفتوں کے ساتھ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے تا مقام خلافت متحقق ہو جائے اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اترتا ہے تا ان کو روحانیت کی طرف کھینچے اور زمین کی تاریکیوں سے باہر لا کر آسمانی نوروں کی طرف لے جائے اور یہ انسان ان سب کا وارث کیا جاتا ہے جو نبیوں اور صدیقوں اور اہل علم اور درایت میں سے اور قرب اور ولایت کے سورجوں میں سے اس سے پہلے گذر چکے ہیں اور دیا جاتا ہے اس کو علم اوّلین کا اور معارف گزشتہ اہل بصیرت و حکمائے ملت کے تا اس کے لئے مقام وراثت کا متحقق ہو جائے پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے رب کے ارادے میں ہے توقف کرتا ہے تا کہ مخلوق کو نور ہدایت کے ساتھ منور کرے اور جب خلقت کو اپنے رب کے نور کے ساتھ روشن کر چکا یا امر تبلیغ کو بقدر کفایت پورا کر دیا پس اس وقت اس کا نام پورا ہو جاتا

ہے اور اس کا رب اس کو بلاتا ہے۔ اور اس کی روح اس کے نقطہ نفسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور یہی رفع کے معنے ہیں۔ ان کے نزدیک جو اہل علم اور معرفت ہیں اور مرفوع وہ ہے جس کو اس محبوب کے ہاتھ سے جام وصال پلایا جاتا ہے جو حسن و جمال کا دریا ہے اور ربوبیت کی چادر کے نیچے داخل کیا جاتا ہے، باوجود اس بات کے کہ عبودیت ابدی طور پر رہتی ہے۔ اور یہ وہ آخری مقام ہے جس تک ایک حق کا طالب انسانی پیدائش میں پہنچ سکتا ہے۔ پس اس مقام سے غافل مت ہو اے مخلوق کے گروہ۔

(خطبہ الہامیہ ص۳ تا ۱۱)

خدا نے اس تاریکی کے وقت ایک نور کا تقاضا کیا اور وہ نور میں ہوں۔ اپنے مقام کی کسی قدر تفصیل

فعند هٰذهِ اللَّيلة الليلاء وظلمات الهوجاء اقتضى رحم الله نور السماء۔ فانا ذالك النور والمجدد المامور والعبد المنصور والمهدى المعهود والمسيح الموعود۔ وانى نزلت بمنزلةٍ من ربى لايعلمها احد من الناس* وانّ سرّى اخفى وانئ من اكثر اهل الله فضلا عن عامة الناس۔ وانّ مقامى ابعد من ايدى الغواصين۔ وصعودى ارفع من قياس القائسين۔ وان قدمى هٰذه اسرع من القلاص فى مسالك رب الناس فلا تقيسونى باحد ولا احداً بى ولا تهلكو انفسكم بالريب والخناس۔ وانى لب لا قشر معه وروح لا جسد معه وشمس لا يحجبها دخان الشماس۔ واطلبو مثلى ولن تجدوه وان تطلبوه

بالنبراس ولا فخر ولكن تحديث لنعم الله الذى هو غارس لهٰذا الغراس۔ وانى غُسلت بماء النور وطهرت بعين القدس من الاوساخ والادناس۔ وسمانى ربّى احمد فاحمدونى ولا تشتمونى ولا توصلوا امركم الى الابلاس۔ ومن حمدنى وما غادر من نوع حمدٍ فما مانَ ومن كذب هذا البيان فقد مان واغضب الرحمان۔

(ترجمہ) پس اس اندھیری رات کے وقت اور تند ہوا کی تاریکی کے وقت خدا کے رحم نے تقاضا کیا کہ آسمان سے نور نازل ہو۔ سو میں وہ نور ہوں اور مجدد ہوں کہ جو خدا تعالےٰ کے حکم سے آیا ہے۔ اور بندہ مدد یافتہ ہوں اور وہ مہدی ہوں جس کا آنا مقرر ہو چکا ہے۔ اور وہ مسیح ہوں جس کے آنے کا وعدہ تھا۔ اور میں اپنے رب سے اس مقام پر نازل ہوا ہوں جس کو انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا۔ اور میرا بھید اکثر اہل اللہ سے پوشیدہ اور دور تر ہے قطع نظر اس سے کہ عام لوگوں کو اس سے کچھ اطلاع ہو سکے۔ اور میرا مقام غوطہ لگانے والے کے ہاتھوں سے بہت دور ہے اور میری اوپر چڑھنے کی بلندی قیاس میں نہیں آ سکتی۔ اور یہ قدم میرا خدا تعالےٰ کی راہ میں تیز چلنے والی اونٹنیوں سے تیز تر ہے پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ۔ اور اپنے تئیں شک اور جنگ کے ساتھ ہلاک مت کرو۔ اور میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں اور وہ سورج ہوں جس کو دشمنی اور کینہ کا دھواں چھپا نہیں سکتا۔ اور کوئی ایسا شخص تلاش کرو جو میری مانند ہو اور ہرگز نہیں پاؤ گے اگرچہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے رہو۔ اور یہ کوئی فخر نہیں بلکہ اس خدا کی نعمتوں کا شکر ہے جس نے اس نونہال کو لگایا ہے۔ اور میں نور کے پانی کے ساتھ غسل دیا گیا ہوں اور الٰہی پاکیزگی کے چشمہ میں پاکیزہ کیا گیا ہوں اور صاف کیا گیا ہوں تمام میلوں اور کدورتوں سے۔ اور

میرے رب نے میرا نام احمد رکھا ہے۔ پس میری تعریف کرو اور مجھے دشنام مت دو اور اپنے امر کو نامیدی کے درجہ تک مت پہنچاؤ۔ اور جس نے میری تعریف کی اور کوئی قسم تعریف کی نہ چھوڑی اس نے سچ بولا اور جھوٹ کا ارتکاب نہ کیا۔ اور جس نے اس بیان کو جھٹلایا اس نے جھوٹ بولا ہے اور اپنے خدا کے غصے کو بھڑکایا ہے۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۱)

میں مسیح اور احمد ہوں۔ سچ مچ میرا رب میرے ساتھ ہے میرے بچپن سے لے کر میری لحد تک۔

اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اَنَا الْمَسِیْحُ المحمدی و انی انا احمد المھدی و ان ربّی معی الی یوم لحدی من یوم مھدی و انی اعطیت ضرامًا اکّالًا وماءًا زلالًا وانا کوکب یمانی و وابلٌ روحانی۔ ایذائی سنان مذرّبٌ ودعائی دواءٌ مجرّبٌ۔ اری قومًا جلالًا وقومًا اخرین جمالًا۔

(ترجمہ) اے لوگو! میں وہ مسیح ہوں کہ جو محمدی سلسلہ میں سے ہے۔ اور میں احمد مہدی ہوں اور سچ مچ میرا رب میرے ساتھ ہے میرے بچپن سے لے کر میری لحد تک۔ اور مجھ کو وہ آگ ملی ہے جو کھا جانے والی ہے اور وہ پانی جو میٹھا ہے۔ اور میں یمانی ستارہ ہوں اور روحانی بارش ہوں۔ مجھے رنج دینا تیز نیزہ ہے اور میری دعا مجرب دوا ہے۔ ایک قوم کو میں اپنا جلال دکھاتا ہوں اور دوسری قوم کو جمال دکھاتا ہوں۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۷، ۲۸)

میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہو گئی ہے۔

وانّی ارسلت من ربی بکل قوۃٍ وّ برکۃ وعزۃ و ان قدمی ھٰذہ علٰی منارۃٍ خُتم علیھا کلُّ رفعۃٍ۔ فاتّقوا

اللّٰہ ایھا الفتیان۔ واعرفونی و اطیعونی ولا تموتوا بالعصیان۔ وقد قرب الزمان وحان ان تسئل کلُّ نفس و تدان۔ البلایا کثیرۃٌ ولا ینجیکم الا الایمان والخطایا کبیرۃ ولا تذوبھا الا الذوبان اتقوا عذاب اللّٰہ ایھا الاعوان۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ فلا تقعدوا مع الغافلین والذین نسوا المنایا۔ وسارعوا الی اللّٰہ وارکبوا علی اعدی المطایا۔ واترکوا ذوات الضلع والرذایا۔ تصلوا الی رب البرایا۔ خذوا الانقطاع لیوھب لکم الوصل والاقتراب وکسّروا الاسباب لیخلق لکم الاسباب وموتوا لیردّ الیکم الحیوۃ ایھا الاحباب۔

انقطاع اختیار کرو۔ انقطاع اختیار کرو۔ تاتم کو وصل اور قرب دیا جائے اور اسباب کو توڑ ڈالو تا تمہارے لئے اسباب پیدا کئے جائیں۔

(ترجمہ) اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم ہو گئی ہے۔ پس خدا سے ڈرو اے جوانمردو اور مجھے پہچانو اور نافرمانی مت کرو اور نافرمانی پر مت مرو۔ وہ وقت قریب ہے کہ ہر ایک جان اپنے کاموں سے پوچھی جائے اور بدلہ دی جائے۔ بلائیں بہت ہیں اور تمہیں صرف ایمان نجات دے گا۔ اور خطائیں بڑی ہیں اور ان کو گداز نہیں کرے گا مگر گداز ہو جانا۔ اے میرے انصار خدا کے عذاب سے ڈرو۔ اور جو خدا سے ڈرے اُن کے لئے دو بہشت ہیں۔ پس غافلوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ اور جنہوں نے اپنی موتوں کو بھلا دیا ہے اور خدا کی طرف دوڑو اور تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو جاؤ۔ ایسے گھوڑوں کو چھوڑ دو جو کہ لنگڑا کر چلتے ہیں اور کمزور ہیں تا اپنے خدا کو ملو۔ انقطاع اختیار کرو۔ انقطاع اختیار کرو تا تم کو وصل اور قرب دیا جائے۔ اور اسباب کو توڑ ڈالو تا تمہارے لئے اسباب پیدا کئے جائیں۔ اور مر جاؤ تا دوبارہ زندگی تمہیں دی جائے اے دوستو۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۵ تا ۳۷)

خدا تعالیٰ کی کامل معیت۔

وان معی قادر لا یبرح مکانی حفظتہ ولا یبعد منی طرفۃ عین رحمتہ

(ترجمہ) میرے ساتھ ایک ایسا قادر ہے کہ اس کے نگہبان میرے گھر سے دور نہیں ہوتے اور اس کی رحمت ایک لحظہ بھی مجھ کو نہیں چھوڑتی۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۱۰)

تقویٰ کی تاکید

آسمان پر کوئی نام نہیں مگر اس کا جو منقطع ہے۔

اتقوا اتقوا واترکوا التکبر واخشعوا وادفعوا الرجز وتطہروا وارحموا ذرا ریکم ولا تظلموا واتقوا اللہ الذی الیہ تصرفون۔ لا اسم علی السماء الّا اسم المنقطعین فجاہدوا ان تکتب اسماءکم فی السماء ولا تفرحوا بقشر الاسلام ایھا المسلمون۔

(ترجمہ) ڈرو ڈرو اور تکبر کو چھوڑ دو۔ اور عاجزی اختیار کرو اور پلیدی اور ناپاکی کو دور کرو اور پاک ہو جاؤ۔ اور اپنی اولاد پر رحم کرو اور ظلم نہ کرو اور خدا سے ڈرو کیونکہ آخر اس کے پاس جانا ہے۔ آسمان کے دفتر میں ان کا نام لکھا جاتا ہے جو خالص خدا کے ہو گئے ہیں۔ پس کوشش کرو کہ تمہارا نام آسمان کے لوح پر لکھا جائے اور اے مسلمانو۔ اسلام کے چھلکے پر ناز مت کرو۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۳۵)

عجز۔

ولا اقول عندی علمٌ او قوۃٌ سبحان اللہ ما انا الّا عبدٌ ضعیفٌ۔ و انطقنی الذی ینطق رسلہٗ فمالکم لا تفہمون۔

(ترجمہ) میں نہیں کہتا کہ میرے ہاتھ میں علم اور قوت ہے۔ سبحان اللہ بلکہ میں ایک عاجز بندہ ہوں اور مجھے اسی خدا نے گویائی دی جس نے رسولوں کو گویائی عطا فرمائی۔ پس کیوں نہیں سمجھتے۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۳۷)

آنحضرتؐ کے ساتھ یگانگت

میری جماعت میں داخل ہونے والا صحابہ میں سے ہو گیا۔

وَ انزل اللہ علی فیض ھٰذا الرسول فاتمہٗ و اکملہٗ وجذب الیَّ لطفہٗ وجودہٗ حتّٰی صار وجودی وجودہٗ فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ سیدی خیر المرسلین۔ و ھٰذا ھو معنیٰ و اخرین منھم کما لا یخفیٰ علی المتدبرین۔ ومن فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی و مارأی۔

(ترجمہ) اور خدا نے مجھ پر اس رسول کریم کا فیض نازل فرمایا اور اس کو کامل بنایا اور اس نبی کریم کے لطف اور جود کو میری طرف کھینچا۔ یہاں تک کہ میرا وجود اس کا وجود ہو گیا۔ پس وہ جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت میرے سردار خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوا۔ اور یہی معنی آخرین منہم کے لفظ کے بھی ہیں۔ جیسا کہ سوچنے والوں پر پوشیدہ نہیں اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا ہے اور نہیں پہچانا ہے۔

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱)

دین کی مصائب پر انتہائی درد۔

اری ظلمات لیتنی مت قبلھا وذقت کئوس الموت اوکنت انصر
وقد ذاب قلبی من مصائب دیننا واعلم مالا تعلمون وابصر

وبثّی و حزنی قد تجاوز حدہٗ ۔۔۔ ولولا من الرحمٰن فضلٌ اُتبّر
وعندی دموع قد طلعن المآقیا ۔۔۔ وعندی صُراخٌ لایراہ المکفّر
ولی دعوات یصعدن الی السماء ۔۔۔ ولی کلمات فی الصلایۃ تَقعُر
واعطیت تاثیرًا من اللہ خالقی ۔۔۔ فتاوی الی قولی جنان مطھر
وان جنانی جاذب بصفاتہ ۔۔۔ وان بیانی فی الصخور یوثر
حَفَرتُ جبال النفس من قوۃ العلی ۔۔۔ فصار فوادی مثل نھر تُفجّر
واعطیت رعبا عند صُمتی من السماء ۔۔۔ وقولی سنان اوحسام مشھّر
فھذا ھوالامر الذی سرّ مالکی ۔۔۔ وارسلنی صدقًا وحقًّا فانذر
وکیس لعضب الحق فی الدھر کاسرًا ۔۔۔ ومن قام للتکسیر بخلا فیکسر
ومن ذا یعادینی و ربّی یحبنی ۔۔۔ ومن ذا یُرادینی اذ اللہ بنصر

(خطبہ الہامیہ ص۳۰۳، ۳۰۴)

(ترجمہ از خاکسار) میں ظلمات دیکھ رہا ہوں کاش میں اس سے پہلے ہی مرجاتا۔ اور موت کے پیالے پی چکتا یا پھر مدد دیا جاتا۔
میرا دل دین کے مصائب سے پگھل گیا ہے۔ اور میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے اور دیکھ رہا ہوں۔
اور میرا غم اور رنج حد سے گذر گیا۔ اور اگر خدا کی طرف سے فضل نہ ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا۔
اور میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی ہیں۔ اور میری چیخیں ایسی ہیں کہ ان کو منکر نہیں دیکھ سکتا۔
اور میری پکار آسمان تک پہنچتی ہے۔ اور میرے کلمات پتھروں میں اثر کرتے ہیں۔
اور میرے خالق نے مجھے جذب دیا ہے۔ پس پاک دلوں والے میرے قول کی طرف جھکتے ہیں۔
اور میرا دل اپنی صفائی کی وجہ سے جذب رکھتا ہے۔ اور میرا بیان پتھروں میں اثر انداز ہے۔
میں نے نفس کے پہاڑوں کو خدا کی قوت سے کھودا۔ پس میرا دل پھاڑے ہوئے دریا کی طرح ہو گیا ہے۔

اور خاموشی میں بھی آسمان سے مجھے رُعب دیا گیا ہے اور میرا قول نیزہ ہے یا تیز تلوار ہیں۔
پس یہی بات ہے جو میرے مالک کو پسند آئی۔ اور اس نے مجھے صدق اور حق کے ساتھ بھیجا۔ پس میں انذار کرتا ہوں۔
اور اللہ کی لگائی ہوئی شاخ کو زمانہ میں کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اور جو بُخل کی وجہ سے توڑنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے وہ خود توڑا جاتا ہے۔
کون ہے جو میری دشمنی کر سکے حالانکہ میرا رب مجھ سے محبّت کرتا ہے۔ اور کون ہے جو مجھے ہلاک کر سکتا ہے جبکہ اللہ میری مدد کرتا ہے۔

(خطبہ الہامیہ ص۳۰۳، ص۳۰۴)

ماکان اللہ لِیُھلکنی قبل ان یتم امری ولِیْ سِرٌّ برِبی لا یعلمہ الملائکۃ فکیف تعرفوننی ایھا الجاھلون الحاسدون۔ ولیس لی مقامی عندہ بظاھر الاعمال وَلا بالاقوال ولا بعلم واستدلالٍ۔ بل بِسرٍّ فی قلبی ھو اثقل عندہ من جبال وَاِنّ سِرّی یحیی الاموات وَیُنبت الموات ویری الآیات۔

(ترجمہ از خاکسار) ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ مجھے ہلاک کر دے پیشتر اس کے کہ میرا کام پُورا ہو۔ اور میرا میرے ربّ کے ساتھ ایسا بھید ہے جس کو فرشتے بھی نہیں جانتے۔ پس تم کس طرح مجھے پہچان سکتے ہو۔ اے جاہلو اور اے حاسدو۔ اور میرا مرتبہ ظاہری اعمال اور اقوال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس بھید کی وجہ سے ہے جو میرے دل میں ہے اور جو اس کے نزدیک پہاڑوں سے بھی زیادہ بوجھل ہے۔ اور میرا راز ایسا ہے جو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور ویرانوں کو اگاتا ہے اور مختلف نشان دکھلاتا ہے۔

(۔۔ ص۳ حاشیہ)

میرا مرتبہ خدا کے نزدیک ظاہری اعمال اور اقوال کی وجہ سے نہیں اور نہ ہی علم اور استدلال کی وجہ سے بلکہ اس مخفی چیز کی وجہ سے جو میرے دل میں ہے۔

قرآنی تعلیم موت کی طرف بلاتی ہے۔ موت کی حالت کی تشریح جو عبودیت کے مراتب کی انتہا ہے۔

فان ھذا التعلیم یدعو الی الموت اعنی الی
موت یرد علی النفس بترك الخیریة والھوٰی ویدعو
الی محویة فی الشریعة الفطریة وحالة کحالة من مات
وفنٰی۔ ویجرّ الی تعطل تام من حرکات الاختیار وموافقة
بالفتاوٰی التی تحصل للقلب فی کل حین من اللّٰہ
مُنزّل الاقدار۔ وفی ھٰذہ الحالة یکون الانسان مستھلکة
الذات۔ غیر تابع لامر النفس والجذبات۔ حتّٰی لایُنسب
الیه سکون ولا حرکة ولا ترك ولا بطش ویتعالٰی
شانه عن التغیرات۔ ولا یوجد فیه من القصد
والارادة اثر۔ ولا من المدح والمذمّة خبر ویصیر
کالاموات۔ فھذا نوع من الموت فانّه لا یملك
اھل ھذا الموت حرکةً ولا سکونًا۔ ولا المًا ولا لذّةً
ولا راحةً ولا تعبًا۔ ولا محبّةً ولا عداوةً ولا عفوًا
ولا انتقامًا۔ ولا بخلًا ولا سخاوةً۔ ولا جبنًا ولا شجاعة۔
ولا غضبًا ولا تحننًا۔ بل ھو میّت فِی ایدی الحیّ القیوم۔
مَابقی فیه حرکة ولا ھوٰی۔ ولا ینسب الیه شیٔ من
ھذہ العوارض کما لا ینسب الی الموتٰی۔ ولا شك ان ھذہ
الحالة موت وانھا منتھی مراتب العبودیة والخروج
من العیشة النفسانیة۔ والیھا تنتھی سیر الاولیاء
الذاھبین الی الحضرة الاحدیّة۔ ھذا تعلیم القراٰن۔
وکل تعلیم دون ذالك فی الجذب الی الرحمٰن۔ ولیس

بجدہ مرتبة من مراتب السلوك والعرفان عند
ذوی العقل والفکر والامعان۔

(ترجمہ از خاکسار) کیونکہ یہ تعلیم (یعنی قرآنی تعلیم) موت کی طرف بلاتی ہے۔ میری
مراد اس موت سے ہے جو ترک غیریت اور خواہشات سے نفس پر وارد ہوتی ہے۔ اور یہ
تعلیم فطرتی شریعت میں محویت کی طرف اور ایسی حالت کی طرف دعوت دیتی ہے
جیسی کہ اس کی ہوتی ہے جو مر جائے اور فنا ہو جائے۔ اور اختیاری حرکات سے کامل تعطل
(سکون) کی طرف کھینچتی ہے۔ اور ان فتاوٰی کے ساتھ موافقت کے لئے بلاتی ہے
جو ہر وقت دل کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں جو اقدار کا نازل کرنے والا ہے۔
اور اس حالت میں انسان اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنے نفس کا اور جذبات کا تابع
نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ اس کی طرف کوئی سکون اور حرکت اور چھوڑنا اور پکڑنا منسوب نہیں
ہو سکتا۔ اور اس کی شان تغیرات سے بالا ہو جاتی ہے۔ اور اس میں قصد اور ارادے کا کوئی اثر
باقی نہیں رہتا۔ اور نہ ہی اس کو مدح اور مذمّت کی خبر ہوتی ہے اور مُردوں کی طرح ہو جاتا ہے۔
پس یہ بھی ایک قسم کی موت ہے کہ اس موت والے کی کوئی حرکت اور سکون اور رنج اور خوشی اور
راحت اور تکان اور محبت اور عداوت اور عفو اور انتقام اور بُخل اور سخاوت اور بزدلی
اور شجاعت اور غضب اور رحم کوئی چیز اپنی نہیں رہتی بلکہ وہ ایک حیّ و قیوم کے ہاتھ میں
مُردے کی طرح ہوتا ہے جس میں کوئی حرکت اور خواہش باقی نہیں رہتی اور نہ ہی ان عوارض میں
سے کوئی اس کی طرف منسوب ہو سکتا ہے جیسا کہ مُردوں کی طرف منسوب نہیں ہوتا۔ اور بلاشبہ
یہ حالت موت ہے اور عبودیت کا انتہائی مرتبہ ہے اور نفسانی زندگی سے کُلّی طور پر
نکل جانا ہے۔ اور یہاں آکر حضرت احدیّت کی طرف جانے والے اولیاء کی سیر ختم
ہو جاتی ہے۔ یہ ہے قرآنی تعلیم، اور دوسری ہر ایک تعلیم رحمان کی طرف کھینچنے کے
لئے اس سے کم ہے اور اس کے بعد اہلِ عقل اور فکر اور غور کرنے والوں کے نزدیک

مراتب سلوک میں سے کوئی مرتبہ نہیں۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ حاشیہ اخیر)

وقد قدّر من الازل ان المسیح الموعود یشیع هذا التعلیم المحمود حق الاشاعة لیمیت السعداء قبل موت الساعة فهناك یموت الصالحون من کمال الاطاعة وهذا الموت یعطی للقلوب السلیمة العافیة۔ ویشربون کاس المحویة وَ یغیبون فی بحر الوحدة بعد نضو لباس الغیریة۔

(ترجمہ از خاکسار) اور شروع سے یہ مقدر تھا کہ مسیح موعود اس اعلیٰ تعلیم کی ایسی اشاعت کرے گا جو اشاعت کا حق ہے تاکہ سعیدوں پر موت سے پہلے ایک موت وارد کرے۔ پس یہاں صالح لوگ کمال اطاعت کی وجہ سے مرتے ہیں اور یہ موت ہے جو سلیم اور صافی قلوب کو دی جاتی ہے۔ اور وہ محویّت کا پیالہ پیتے ہیں اور غیریت کا لباس اتار کر وحدت کے سمندر میں غائب ہو جاتے ہیں۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ حاشیہ)

وکان الله یرید ان یتوب علیهم ان کانوا یتضرعون۔ فما تابوا وما تضرعوا فنزل علی المجرمین وبالهم الّا الذین یخشون ویرون ایام المصائب ولیالیها کما رأی الملعونون۔ فعند ذالك یقوم المسیح امام ربه الجلیل۔ ویدعوه

اور یہ شروع سے مقدر تھا کہ مسیح موعود اس تعلیم کی کامل اشاعت کرے تاکہ سعیدوں پر موت سے پہلے ایک موت وارد کرے۔

لوگوں پر مصیبت کے وقت مسیح موعود کی اپنے

فی اللیل الطویل بالصراخ والعویل۔ ویذوب ذوبان الثلج علی النّار ویبتهل لمصیبة نزلت علی الدیار ویذکر الله بدموع جاریة وعبرات متحدرة۔ فیسمع دعاءه لمقام له عند ربّه وتنزل ملائکة الایواء۔ فیفعل الله ما یفعل وینجی الناس من الوباء۔ فهناك یعرف المسیح فی الْارض کما عرف فی السماء ویوضع له القبول فی قلوب العامة والامراء حتی یتبرك الملوك بثیابه۔ وهذا کله من الله ومن جنابه وفی العین الناس عجیب۔

(ترجمہ از خاکسار) اور اللہ نے چاہا تھا کہ ان پر رجوع برحمت ہو۔ اگر وہ تضرع اختیار کریں۔ مگر انہوں نے نہ توبہ کی اور نہ تضرع کی۔ پس مجرموں پر ان کا وبال نازل ہوا۔ سوائے ان کے جنہوں نے خشوع کیا۔ اور وہ مصیبتوں کے دن اور راتیں ملعونوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ پس اس وقت مسیح اپنے رب جلیل کے حضور کھڑا ہوگا۔ اور لمبی راتوں میں چیخ و پکار کے ساتھ اپنے رب کو پکارے گا۔ اور اس طرح پگھلیگا جس طرح برف آگ پر پگھلتی ہے اور اس مصیبت کی وجہ سے جو ملک پر ہوگی زاری کرے گا۔ اور اللہ کو جاری آنسوؤں کے ساتھ یاد کرے گا۔ پس اس کی دعا اس کے رتبہ کی وجہ سے جو اسے اپنے رب کے حضور حاصل ہوگا سنی جائے گی اور حفاظت کے فرشتے نازل ہوں گے۔ پھر خدا کرے گا جو کرے گا اور لوگوں کو مصیبت سے بچائے گا۔ پس اس وقت مسیح زمین میں بھی اسی طرح شناخت کیا جائے گا جس طرح وہ آسمان میں شناخت کیا گیا اور عوام اور امراء کے دلوں میں اس کی قبولیت ڈالی جائے گی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور یہ سب

رب کے حضور چیخ و پکار اور پگھلنا

کچھ اللہ کی طرف سے اور اس کی جانب سے ہوگا اور لوگوں کی نظروں میں عجیب۔

(خطبہ الہامیہ صفحہ آخر میں حاشیہ)

اعجاز المسیح

(طبع اوّل)

عجز حقیقی اور اللہ تعالیٰ کی معیت دائمی کا ذکر

وَ واللہ لا احسب نفسی اِلا کمیتٍ تُترّبَ۔ او کبیتٍ خُرّبَ۔ وَالناس یحسبوننی شیئًا وَلستُ بشیءٍ۔ وما انا الّا لربی کفیءٍ۔ وما کان لی ان ابارز وادعو العداء۔ ولکن اللّٰہ اخرجنی لھذا الوغیٰ۔ وَمَا رمیتُ اذ رمیتُ و لکن اللّٰہ رمیٰ۔ ولی حِبٌ قدیر واعانتہ تکفینی۔ و متٰی تظھر الحِبُّ بعد تجھیزی و تکفینی۔ و وھب لی بعد موتی کلامًا کالریاض و قولا اصفیٰ من ماءٍ یسیح فی الرضراض۔ و حجۃ بالغۃ تلدغ الباطل کالنضناض۔ و کلھا من ربی وما انا الا خادی الوفاض۔

(ترجمہ از خاکسار) اور خدا کی قسم میں اپنے نفس کو کچھ نہیں سمجھتا مگر ایک مُردہ خاک آلودہ یا ایک گھر ویران شُدہ۔ اور لوگ مجھے کچھ چیز سمجھتے ہیں حالانکہ مَیں کچھ نہیں ہوں۔ اور مَیں صرف اپنے رب کا سایہ ہوں۔ اور میری طاقت نہ تھی کہ میدان میں نکل کر دشمنوں کو پکاروں۔ لیکن اللہ نے مجھے اس جنگ کے لئے نکالا۔ اور جو کچھ پھینکا مَیں نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔ اور میرا ایک دوست

ہے جو قدیر ہے اور اس کی مدد میرے لئے کافی ہے۔ اور مَیں مر گیا تو وہ دوست میری تجہیز و تکفین کے بعد ظاہر ہؤا۔ اور اس نے میری موت کے بعد مجھے ایسا کلام بخشا جو باغوں کی طرح ہے اور ایسا قول بخشا جو اس پانی سے بھی زیادہ مصفّا ہے جو سنگ ریزوں میں چلتا ہے اور اس نے مجھے ایسی حجّت دی جو باطل کو سانپ کی طرح ڈستی ہے۔ اور یہ سب کچھ میرے ربّ کی طرف سے ہے اور میرا ترکش تو خالی ہے۔

(اعجاز المسیح صـ۲۶ و صـ۲۷)

بعض باتیں جو صلحاء میں ہوتی ہیں۔

ولیظن العامة الّذین هم کالانعام۔ انّك رُزقت من کُل عِلْم و انعمت من انواع الانعام۔ و اعطیت بصیرة تدرك منتهی العرفان۔ واصابة تکمّل دائرة البیان۔ و فهمًا کفهم ذوّادٍ عن الزیغ والطغیان۔ وعقلا کبازی یصید طیر البرهان۔ و نطقا مؤیدًا بالحجج القاطعة المنیرة۔ ونفسا متحلیة بانواع المعارف وحسن السریرة۔ وتوفیقا قائدًا الی الرشد والسداد۔ والهامًا مغنیاً عن غیر ربّ العباد۔

(ترجمۂ از خاکسار) :۔ (مہر علی شاہ گولڑوی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ تو نے لاہور میں اس لئے تفسیر کے لئے بلایا کہ تا لوگوں کو دھوکا دے) اور تا عوام یہ خیال کریں کہ تجھے ہر ایک علم دیا گیا ہے اور تجھ پر ہر ایک نعمت کی گئی ہے۔ اور تجھے ایسی بصیرت دی گئی ہے جو انتہائی عرفان حاصل کر سکے۔ اور ایسی

صائب رائے دی گئی ہے جو دائرہ بیان کو مکمّل کرے اور ایسا فہم جو کجی اور طغیان کو دُور کرنے والا ہے۔ اور ایسی عقل جو باز کی طرح دلائل کے پرندے کو شکار کرنے والی ہے۔ اور ایسا کلام جو روشن اور قاطع دلائل سے تائید کیا گیا ہے۔ اور ایسا نفس جو قسم قسم کے معارف اور حسنِ باطن سے آراستہ ہے اور ایسی توفیق جو نیکی اور راستی کی طرف لے جاتی ہے۔ اور ایسا الہام جو ربّ العباد کے غیر سے مستغنی کر دینے والا ہے۔

(اعجاز المسیح صـ۳۲ و صـ۳۳)

صالحین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور بعض چیزیں جو وہ اس کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ اللہ نور ہے اور نور کی طرف ہی جھکتا ہے۔

ثُمّ من المسلم انّ الله یُربّی عقول الصالحین۔ و یُسْعدهم بالهدایة الی طرق الروحانیین۔ و یُذکّرهم اذا مَا ذهلوا معارف کلام الله القدوس۔ وینزل السکینة عند الزلزال علی النفوس۔ وَیُؤیّدهم بروح منه وَ یُعضد بالاعانة علی الابانة۔ ویتولی امورهم ویمیزهم بالحصانة والرزانة۔ ویصرفهم من السفاهة۔ ویعصمهم من الغوایة ویحفظهم فی الروایة والدرایة۔ فلا یقفون موقف مندمة۔ ولا یرون یوم تندّم و منقصة۔ وَلا تغرب انوارهم۔ ولا تخرب دارهم۔ منابعهم لا تغور۔ وصنائعهم لا تبور۔ وَیُؤیّدون فی کل موطن

وينصرون ويُرزقون من كلّ معرفة ومن كل جهل يُبْعدون. ولا يموتون حتّٰى تُكمّل نفوسهم فاذا كُمّلت فإلى ربهم يُرجعون. فانّ الله نورٌ فيميل الى النور. وعادته البدور الى البُدُور. ولمّا كانت هذه عادة الله بأوليائه وسُنّته بعباده المنقطعين واصفيائه لزم ان لا يرى عبده المقبول وجه ذلة. ولا يُنسب الى ضعفٍ وعِلّة عند مقابلة من اهل ملّة ويفوق الكل عند تفسير القرآن بأنواع علم ومعرفة. وقد قيل انّ الوليّ يخرج من القرآن والقرآن يخرج من الولى. وإنّ خفايا القرآن لا يظهر الا على الذى ظهر من يَدَيِ العليم العلى.

(ترجمہ از خاکسار) پھر یہ اَمر مسلم ہے کہ اللہ صالحین کی عقل کی خود پرورش کرتا ہے اور روحانیوں کے راستوں کی ہدایت کے لئے ان کی مدد کرتا ہے۔ اور جب وہ کسی کلام اللہ کے معارف کو بھُول جاتے ہیں تو انہیں یاد دلا دیتا ہے۔ اور سخت مصیبت کے وقت ان پر سکینت نازل فرماتا ہے اور رُوح القدس سے ان کی تائید کرتا ہے۔ اور ان کے بازو کو بیان کرنے کے لئے مضبوط کرتا ہے۔ اور ان کے اُمور کا متولی ہوتا ہے۔ اور ان کو ذہانت اور وقار میں تمیز بخشتا ہے۔ اور ان کو سفاہت سے باز رکھتا ہے اور گمراہی سے بچاتا ہے اور روایت اور درایت

میں ان کی حفاظت کرتا ہے۔ پس وہ ندامت کی جگہ کھڑے نہیں ہوتے اور خجالت اور نقصان کا روز نہیں دیکھتے۔ اور ان کے انوار ناپدید نہیں ہوتے اور ان کا گھر ویران نہیں ہوتا۔ ان کے چشمے خشک نہیں ہوتے۔ اور ان کے کام تباہ نہیں ہوتے۔ اور وہ ہر موقعہ پر تائید کئے جاتے ہیں اور مدد دیئے جاتے ہیں۔ ہر ایک معرفت ان کو دی جاتی ہے اور ہر ایک جہل سے دُور رکھے جاتے ہیں۔ اور وہ نہیں مرتے مگر جب ان کے نفوس مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان کی تکمیل ہو جاتی ہے تو اپنے ربّ کی طرف لَوٹ جاتے ہیں۔ اللہ نُور ہے اور نور کی طرف جھکتا ہے۔ اور اس کی عادت ہے کہ ماہ تام کی طرف جلدی سے آتا ہے۔ جب اللہ کی اپنے اولیاء کے ساتھ یہ عادت ہے۔ اور اپنے فانی عباد کے متعلق اس کی یہ سنت ہے تو ضروری ہے کہ اس کا مقبول بندہ ذلت کا مُنہ نہ دیکھے اور ضعف اور بیماری کی طرف منسوب نہ ہو سکے جب وہ دوسرے لوگوں کے مقابل پر آئے۔ اور ہر ایک پر تفسیر قرآن اور ہر قسم کے علم و معرفت میں بڑا ہو جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ ولی قرآن سے نکلتا ہے اور قرآن ولی سے نکلتا ہے۔ اور قرآن کی باریک مخفی باتیں نہیں ظاہر ہوتیں مگر اس پر جو علیم و برتر کے ہاتھ سے ظہور پذیر ہو۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۴۳ تا صفحہ ۴۵)

جسکو قرآن کا علم اور بیان نہیں دیا گیا وہ شیطان یا مثیل شیطان ہے

ومن لم يعلم القرآن وما اوتى البيان فهو شيطان او يضاهى الشيطان. وما عرف الرحمان.

(ترجمہ از خاکسار):۔ اور جس نے قرآن نہ جانا اور اس کو بیان نہ دیا گیا وہ شیطان ہے یا مثیل شیطان ہے اور اس نے رحمان کو

نہیں پہچانا۔

(اعجاز المسیح ص۴۶)

تعلق باللہ۔ میرا ایک حال ہے جس کو حالات متغیر نہیں کرسکتے اور ایک رب ہے جسکی جناب سے امیدیں رد نہیں کی جاتیں۔

ولکنی سالت اللّٰہ فاعطانی وجئتہ عطشان فاروانی۔ فنحن الموفّقون۔ ونحن المؤیّدون تؤاتینا الاقلام کانھا السھام او الحسام۔ ولنا من ربنا کلام تام وظل ظلیل۔ فکل رداء نرتدیہ جمیل۔ ولنا جبلّۃٌ لاتبلغھا الجبال۔ وقُوّۃٌ لا تعجزھا الاثقال۔ وحالٌ لاتُغیّرھا الاحوال۔ ورب لا تُردّ من حضرتہ الآمال۔ فحاصل الکلام انی من اللّٰہ وکلامی من ھذا العلّام۔

(ترجمہ از خاکسار):۔ لیکن میں نے اللہ سے سوال کیا اور اس نے مجھے دیا۔ اور میں اس کے پاس پیاسا آیا اور اس نے مجھے سیراب کیا۔ پس ہم توفیق یافتہ اور تائید یافتہ ہیں۔ قلمیں ہماری موافقت کرتی ہیں۔ گویا کہ وہ تیر ہیں یا تلواریں ہیں۔ اور ہمارے لئے ہمارے ربّ کی طرف سے کامل کلام اور کامل سایہ ہے۔ پس ہر چادر جو کہ ہم پہنتے ہیں خوبصورت ہے۔ اور ہمارے لئے فطرت (طبیعت) ہے جس کو پہاڑ بھی نہیں پہنچ سکتے اور قوت ہے جس کو بوجھ عاجز نہیں کرسکتے اور حال ہے جس کو حالات متغیّر نہیں کرسکتے۔ اور ربّ ہے جسکی جناب سے امیدیں ردّ نہیں کی جاتیں۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں اور میرا کلام اس سب سے زیادہ سکھانے والے یا علم والے کی طرف

سے ہے۔ (اعجاز المسیح ص۵۰، ص۵۱)

فتح مکروں سے نہیں بلکہ احکم الحاکمین کی طرف سے نصیب ہوتی ہے۔ یقیناً میری دُعا پتھر کو پگھلا دیتی ہے۔

فویل للذین قصدوا الفتح بالمکائد۔ ورصدوا مواضعھا کالصائد۔ وان ھو الّا من احکم الحاکمین۔ وینصر من یشاء ویُکفّل الصالحین۔ فیندمل جریحھم۔ ویستریح طلیحھم۔ ولا ترکد ریحھم۔ ولا تخمد مصابیحھم۔ ومنصورہ یُملاء من علم الفرقان ولسان العرب کما یملأُ الدلو الی عقد الکرب۔ وانہ انا ولا فخر۔ وان دعائی یذیب الصخر۔

(ترجمہ از خاکسار):۔ پس افسوس ہے ان لوگوں پر جو مکروں سے فتح کا ارادہ کرتے ہیں۔ اور کمین گاہ میں شکاری کی طرح انتظار کرتے ہیں۔ حالانکہ احکم الحاکمین کی طرف سے فتح نصیب ہوتی ہے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور صالحین کا متکفل ہے۔ پس ان کا زخم مندمل ہوتا ہے اور ان کا شتر درماندہ آرام حاصل کرتا ہے۔ اور ان کی ہوا ٹھہرتی نہیں اور ان کا چراغ بُجھتا نہیں۔ اور اس کا مدد دیا گیا فرقان کے علم سے اور عربی زبان کے علم سے بھر دیا جاتا ہے جیسا کہ ڈول رسّی تک بھر جاتا ہے۔ اور وہ میں ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں۔ اور یقیناً میری دُعا پتھر کو بھی پگھلا دیتی ہے۔

(اعجاز المسیح ص۵۷، ص۵۸)

سالکوں کا سلوک

فانّ سلوک السالکین لا یتم الّا بعد ان

کب کامل ہوتا ہے

یستولی علی قلوبهم عزة الربوبیة و ذلّة العبودیة۔

(ترجمہ از خاکسار) کیونکہ سالکوں کا سلوک کامل نہیں ہوتا مگر بعد اس کے کہ ان کے دلوں پر ربوبیت کی عزت اور عبودیت کی ذلت کا غلبہ ہو جائے۔

(اعجاز المسیح ص۷۳)

انبیاء علیہم السلام کن خصوصیات کی وجہ سے اشرف العالمین ہوتے ہیں۔

ومن اشرف العالمین واعجب المخلوقین وجود الانبیاء والمرسلین وعباد اللہ الصالحین الصدیقین۔ فانّھم فاقوا غیرهم فی بثّ المکارم وکشف المظالم وتهذیب الاخلاق وارادة الخیر للانفس والآفاق۔ ونشر الصلاح والخیر۔ واجاحة الطلاح والضیر۔ وامر المعروف والنهی عن الذمائم۔ وسوق الشهوات کالبهائم۔ والتوجه الی ربّ العبید۔ وقطع التعلق من الطریف والتلید۔ والقیام علی طاعة اللہ بالقوة الجامعة والعُدّة الکاملة۔ والصول علی ذراری الشیطان بالحشود المجموعة والجموع المحشودة۔ وترك الدنیا للحبیب۔ والتباعد عن مغناها الخصیب۔ وترك ماءها ومرعاها کالهجرة۔ والقاء الجران فی الحضرة۔ انّھم قوم لایتمضمض

مقلتهم بالنوم۔ الّا فی حبّ اللہ والدعاء للقوم۔ وان الدنیا فی اعین اهلها لطیف البُنیة ملیح الحِلیة۔ واما فی اعینهم فهی اخبث من العَذِرة۔ وانتن عن المَیتة۔ اَقبلوا علی اللہ کل الاقبال۔ ومالوا الیه کُلّ المیل بصدق البال۔

(ترجمہ از خاکسار):۔ اور جہانوں میں سب سے زیادہ معزز اور مخلوق میں سب سے زیادہ عجیب انبیاء اور مرسلین کا وجود ہوتا ہے اور اللہ کے صالح اور صدیق بندوں کا۔ کیونکہ وہ مکارم کے پھیلانے، اور مظالم کے دُور کرنے، اور اخلاق کو آراستہ کرنے، اور اپنوں اور بیگانوں کے لئے نیکی کا ارادہ کرنے، اور نیکی اور بھلائی کے پھیلانے، اور بدی اور ظلم کے جڑ سے اکھاڑنے، اور نیکی کا حکم دینے، اور مذموم باتوں سے روکنے، اور شہوات کو بہائم کی طرح روندنے، اور اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ کرنے، اور نئے اور پرانے مال سے قطع تعلق کرنے، اور اللہ کی اطاعت پر اپنی تمام قوت اور کامل سامان کے ساتھ کھڑا ہونے، اور شیطان کی ذریت پر تمام لشکروں اور جمع شدہ جماعتوں کے ساتھ حملہ کرنے، اور اس دوست کے لئے دنیا چھوڑنے، اور اس کی سرسبز چراگاہوں سے دور ہونے، اور اس کے پانی اور چراگاہ کو ہجرت کی طرح چھوڑنے، اور گردن کو خدا کے حضور ڈالنے میں سب سے بڑھی ہوئی ہے۔ وہ ایسی قوم ہے کہ نیند ان کی آنکھوں میں نہیں آتی۔ مگر اللہ کی محبت اور قوم کے لئے دعا میں رات گذارتے ہیں۔ دنیا دنیا داروں کی آنکھ میں لطیف بناوٹ والی اور خوبصورت زیور والی ہے لیکن ان کی آنکھوں میں پاخانے سے زیادہ گندی اور مردار سے زیادہ سڑی ہوئی ہے۔ وہ اللہ کی طرف کامل توجہ سے آگئے ہیں۔ اور اس کی طرف پورا جُھک گئے ہیں صدق دل کے

ساتھ۔ (اعجاز المسیح صفحہ ۱۳۰ تا صفحہ ۱۳۲)

بندہ اپنے رب کی حمد تمام اوقات میں کیا کرتا ہے اور اسکے ساتھ اپنے تمام ذرات کے ساتھ محبت کیا کرتا ہے۔

ثم هو سبحانه اشار فی قوله ربّ العالمین۔ الیٰ انه خالق کل شیءٍ وانه یُحمد فی السماء والارضین۔ وان الحامدین کانوا علیٰ حمده دائمین۔ وعلیٰ ذکرهم عاکفین وان من شیءٍ الا یسبّحه ویحمده فی کل حین۔ وان العبد اذا انسلخ عن ارادته۔ وتجرد عن جذباته۔ وفنا فی الله وفی طرقه وعباداته وعرف ربه الذی ربّاه بعنایاته۔ حمده فی سائر اوقاته۔ واحبّه بجمیع قلبه بل بجمیع ذراته۔ فعند ذالك هو عالم من العالمین۔ ولذالك سُمّی ابراهیم امة فی کتاب اعلم العالمین۔

(ترجمہ از خاکسار) پھر اس ذات پاک نے رب العالمین میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور آسمان میں اور زمینوں میں اسی کی حمد ہوتی ہے۔ اور حمد کرنے والے اس کی حمد ہمیشہ کرتے ہیں۔ اور اپنے ذکر پر قائم ہیں۔ اور کوئی چیز نہیں مگر ہر وقت اس کی تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ اور جس وقت بندہ بھی اپنے ارادوں سے نکل جاتا ہے اور اپنے جذبات سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور اللہ اور اس کے راستوں اور اس کی عبادات میں فنا ہو جاتا ہے اور اپنے ربّ کو جس نے اپنی عنایات کے ساتھ اس کی ربوبیّت کی ہوتی ہے پہچان لیتا ہے تو

وہ بھی اپنے سب اوقات میں اس کی حمد کرتا ہے اور اپنے سارے دل بلکہ تمام ذرات کے ساتھ اس سے محبت کرتا ہے۔ پس اس وقت وہ بھی جہانوں میں سے ایک جہان ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ابراہیم کا نام اُمّت رکھا گیا اس تمام عالموں سے زیادہ عالم کی کتاب (یعنی قرآن مجید) میں۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۳۳، صفحہ ۱۳۴)

فی تفسیر ایّاكَ نعبد و ایّاك نستعین

عبادت کی حقیقت اسکی عظمت کو دیکھ کر کامل تذلل اختیار کرنا اور اسکی ثناء کرنا اور اسکی محبّت کو سب پر اختیار کر لینا ہے۔ بہترین عبادت نمازوں کی محافظت ہے۔

اعلم ان حقیقة العبادة التی یقبلها المولیٰ بامتنانه۔ هی التذلّل التام برؤیة عظمته وعلوّ شانه۔ والثناء علیه بمشاهدة مننه وانواع احسانه۔ وایثاره علیٰ کل شیءٍ بمحبّة حضرته وتصوّر محامده وجماله ولمعاته۔ وتطهیر الجنان من وساوس الجنّة نظرا الیٰ جنانه۔ ومن افضل العبادات ان یکون الانسان محافظا علی الصلوٰت الخمس فی اوائل اوقاتها۔ وان یجهد للحضور والذوق والشوق وتحصیل برکاتها۔ مواظبًا علیٰ اداء مفروضاتها ومسنوناتها۔ فان الصلوٰة مرکب یوصل العبد الیٰ ربّ العباد۔ فیصل بها الیٰ مقام لا یصل الیه علیٰ صهوات الجیاد۔ وصیدها لا یُصاد

بالسهام - وسرّها لا يظهر بالاقلام - ومن
التزم هذه الطريقة - فقد بلغ الحق
والحقيقة - وألفى الحِبّ الذى هو فى
حجب الغيب - ونجا من الشك والريب -
فترىٰ ايّامه غُرَرًا - وكلامه دُرَرًا - ووجهه
بدرا - ومقامه صدرا - ومن ذلّ الله فى
صلواته اذلّ الله له الملوكَ - ويجعل
مالكًا هذا المملوكَ -

(ترجمہ از خاکسار) :- ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر۔

پس جان لے کہ عبادت کی حقیقت جس کو وہ مولا اپنے انسان سے قبول فرماتا ہے یہ ہے کہ اس کی عظمت اور علوشان کو دیکھ کر کامل تذلل اختیار کیا جائے۔ اور اس کے احسانات کا مشاہدہ کر کے اس کی ثنا کی جائے۔ اور اس کی محبت اور خوبیوں کے تصور اور اس کے حُسن اور اس کی چمک کی وجہ سے اس کو تمام چیزوں پر اختیار کیا جائے۔ اور اس کی جنّت کی طرف نظر کر کے شیطانی وساوس سے دل کو پاک کیا جائے۔ اور بہترین عبادت یہ ہے کہ انسان پانچوں نمازوں کو ان کے اوّل وقت میں ادا کرنے پر محافظت کرے۔ اور ان کے فرائض اور سنتیں ادا کرنے میں ہمیشگی اختیار کر کے حضورِ دل اور ذوق اور شوق سے اس کی برکتیں حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کرے۔ کیونکہ نماز ایک سواری ہے جو کہ ربّ العباد تک پہنچاتی ہے اور اس سے انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں کہ تیز گھوڑوں کی پشتوں پر نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کا شکار تیروں سے قابو نہیں آتا اور اس کا راز قلموں سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جو اس طریق کو لازم پکڑتا ہے وہ حق و حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس محبوب کو پالیتا ہے جو غیب کے پردوں

میں ہے اور شک و شبہ سے نجات پاتا ہے۔ پس تو اس کے دنوں کو روشن اور اس کے کلام کو موتی اور اس کے چہرے کو چاند اور اس کے مقام کو سب سے آگے دیکھتا ہے۔ اور جو اپنی نمازوں میں خدا کے آگے تذلل اختیار کرتا ہے۔ اللہ اس کے آگے بادشاہوں کو جھکاتا ہے اور اس مملوک کو مالک بنا دیتا ہے۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۶۱ تا صفحہ ۱۶۳)

فی تفسیر قوله تعالیٰ اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم -

ثمّ اعلم ان لتحصيل الهداية طرقًا عند
الصوفية - مستخرجة من الكتاب والسنّة -
احدها طلب المعرفة بالدليل والحجة - والثانى
تصفية الباطن بأنواع الرياضة - والثالث
الانقطاع الى الله وصفاء المحبّة - وطلب
المدد من الحضرة - بالموافقة التامّة
وبنفى التفرقة - وبالتوبة الى الله و
الابتهال والدعاء وعقد الهمّة - ثم
لمّا كان طريق طلب الهداية والتصفيّة
لا يكفى للوصول من غير توسّل الأئمّة
والمهديّين من الامة - ما رضى الله سُبحانه
على هذا القدر من تعليم الدعاء - بل حثّ بقوله
صراط الذين على تجسّس المرشدين والهادين
من اهل الاجتهاد والاصطفاء من المرسلين
والانبياء - فانّهم قوم أثروا دار الحق على

تحصیلِ ہدایت کے تین طریق ہیں۔ (۱) دلائل کا سیکھنا۔ (۲) باطن کی صفائی کرنا۔ (۳) اللہ کی طرف منقطع ہو جانا اور اس سے خالص محبت کرنا۔

دار الزور والغرور. وجذبوا بحبال المحبة
الى الله بحر النور. واخرجوا بوحي من الله
وجذبٍ منه من ارض الباطل.

(ترجمہ از خاکسار) پھر جان لے کہ ہدایت کے حاصل کرنے کے لئے صوفیاء
کے نزدیک بہت سے طریقے ہیں جو قرآن مجید اور سنّت رسولؐ سے نکالے گئے ہیں۔
ان میں سے ایک یہ ہے کہ دلیل اور حجّت کے ساتھ معرفت کو طلب کیا جائے۔ اور دوسرا
یہ ہے کہ مختلف ریاضتوں کے ساتھ باطن کی صفائی کی جائے۔ اور تیسرا انقطاع الی
اللہ ہے اور خالص محبت اور اسی سے موافقت تام اور دُوئی کے مٹا دینے اور کامل رجوع
اور ابتہال اور دعا اور عقد ہمّت کے ساتھ مدد طلب کرنا۔ پھر چونکہ طلب ہدایت
اور صفائی باطن کا طریق بغیر وسیلہ ائمہ اور ہدایت یافتگانِ اُمّت کے خدا سے ملنے
کے لئے کفایت نہیں کرتا۔ اللہ اسی قدر دعا سکھلانے پر راضی نہیں ہوا۔ بلکہ صراط الذین
کہہ کر مرشدوں اور ہادیوں کی مرسلین اور انبیاء کے برگزیدہ گروہ میں سے تلاش کے لئے
ترغیب دی ہے۔ کیونکہ وہ ایک قوم ہے جنہوں نے خانہ راستی کو خانہ باطل پر اختیار کر
لیا ہے۔ اور اللہ کی طرف جو نور کا سمندر ہے محبّت کی رسیوں سے کھینچے گئے ہیں۔ اور
اللہ کی وحی سے نکالے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ارض باطل سے کھینچ لئے گئے ہیں۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۶۷ و صفحہ ۱۶۸)

انبیاء محبت کی رسیوں سے اللہ کی طرف کھینچے گئے ہیں۔ جو نور کا سمندر ہے۔

وما كان لنا ان نكتب حرفًا لولا عون حضرة
الكبرياء. هو الذى ارى الآيات. وانزل البيّنات
وعصم قلمي وكلمي من الخطاء. وحفظ عرضي
من الاعداء. وانّه تبوّء منزلي. وتجلّى عليّ وحضر

میں نے جو کچھ لکھا ہے اللہ کی مدد سے لکھا ہے۔ اس کے احسانات

محفلي. واجتباني لخلافته. والقى مرعاى على
صوافنه وزكّاني فاحسن تزكيتي. وربّاني فبالغ
في تربيتي. وانبتني نباتًا حسنًا. وتجلّى عليّ وشغفني
حُبًّا. حتّى انّي فرغت من عداوة الناس ومحبّتهم.
ومدح الخلق ومذمّتهم. والآن سواء لي من عاد
اليّ او عادا. وراد من ضياعي اوْ رادا. وصارت الدنيا
في عيني كجاريةٍ بُدّعت. واسودّ وجهها وصفوف
الحسن تقوّضت. وشمم الانف بالفطس تبدّل.
ولهب الخدود الى النمش انتقل. فنجوتُ بحول
الله من سطوتها وسلطانها. وعُصِمتُ من صولة
غولها وشيطانها. وخرجتُ من قوم يتركون
الاصل ويطلبون الفرع. ويُضِيعون المورع
لهذه الدنيا ويُجبِئون الزرع. ويريدون ان
يحتكأ قولهم في قلوب الناس. مع انّهم
ما خلصوا من الادناس. وكيف يُترقّب الماء
المعين من قريبةٍ قُضيئت. والخلوص والدين
من قريحةٍ فسدت. وكيف يُعدّ الاسير
كمُطلقٍ من الاسار. وكيف يُدخل المُقرِف
في الاحرار. وكيف يتندّى الناس عليه. وهو
خبيث وخبيث ما يخرج من شفتيه. وان
قلمي بُرّء من ادناس الهوى. وبُري لارضاء

کا ذکر۔ اس کی محبت نے مجھے متوالا بنا دیا ہے۔ میری نگاہ میں دنیا کی قدر۔ کلام میں تاثیر کب پیدا ہوتی ہے۔

میری قلم اس مولا کو خوش کرنے کیلئے تراشی گئی ہے۔

المولی ۔ وان لیراعی اثر من الباقیات الصالحات ۔
ولا کاثر سنابك المسومات ۔ ونحن کماۃ
لا نـزِلّ عن صهوات المطایا ۔ وانّا مع ربّنا
الی حلول المنایا ۔ وان خیلنا تجول علی العدا
کالبازی العصفور ۔ او کالاجدل علی الفار المذوُر ۔

(ترجمہ از خاکسار) :۔ اور ہماری طاقت نہ تھی کہ ایک حرف بھی لکھ سکتے ۔ اگر حضرت کبریار کی مدد نہ ہوتی ۔ وہی ہے جس نے نشان دکھلائے اور بیّنات نازل کئے اور میری قلم اور کلمات کو عصمت بخشی ۔ اور میری عزت کو دشمنوں سے محفوظ کیا ۔ اس نے میری منزل کو درست کیا ۔ اور مجھ پر تجلی فرمائی اور میری محفل میں آیا اور مجھے اپنی خلافت کے لئے چنا اور میری چراگاہ کو خالص اپنے لئے کیا اور مجھے پاک کیا اور خوب پاک کیا اور میری تربیّت کی اور تربیّت کرنے میں حد کر دی ۔ اور میری اعلیٰ درجہ کی نشو و نما کی اور مجھ پر ظاہر ہوا اور اپنی محبت کا مجھے متوالا بنایا ۔ یہانتک کہ مَیں لوگوں کی عداوت اور محبت اور مخلوق کی مدح اور مذمت سے فارغ ہو گیا ۔ اور اب میرے لئے برابر ہے کہ کوئی میری طرف رجوع کرتا ہے یا مجھ سے عداوت کرتا ہے ۔ اور میرے پانی و زمین کی تلاش کرتا ہے یا میری طرف پتھر پھینکتا ہے ۔ اور دنیا میری نگاہ میں اس لونڈی کی طرح ہو گئی جو خارش زدہ ہو اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا ہو اور حُسن کی صفیں ٹوٹ گئی ہوں ۔ اور ناک اونچا ہونے کی بجائے بیٹھ گیا ہو ۔ اور گالوں کی سُرخی سیاہ داغوں میں بدل گئی ہو ۔ پس مَیں اللہ کی قوّت کے ساتھ ۔ اس کی سلطنت اور شوکت سے نجات پا گیا اور مَیں اس کے شیطان کے حملے سے محفوظ ہو گیا ۔ اور مَیں اس قوم سے نکل گیا جنہوں نے اصل کو چھوڑ دیا اور شاخ کو لے لیا ۔ اور تقویٰ کو اس دُنیا کی خاطر چھوڑ دیا ۔ اور پکنے سے پہلے ہی کھیتی کو بیچ ڈالا ۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کا کلام لوگوں کے دلوں میں جگہ پکڑے باوجود اس کے کہ انہوں نے ناپاکیوں سے نجات نہیں حاصل کی ہوتی ۔ اور متعفن مشک سے صاف پانی کی کس طرح اُمید

کی جا سکتی ہے ۔ اور خلوص اور دین فاسد طبیعت میں کس طرح پیدا ہو سکتا ہے ۔ ایک قیدی کو رہا شدہ کی طرح کس طرح رکھا جا سکتا ہے ۔ اور ایک بدنسل کو نیک اصل والوں میں کس طرح داخل کیا جا سکتا ہے ۔ اور لوگ اس کے اردگرد کس طرح جمع ہو جائیں حالانکہ وہ خبیث ہے اور خیانت ہی اس کے مُنہ سے نکلتی ہے ۔ اور میری قلم خواہشات کی ناپاکیوں سے بچائی گئی ہے اور مولا کو راضی کرنے کے لئے تراشی گئی ہے ۔ اور میرے قلم کا نیک اثر باقی رہے گا اور وہ محض کارزار گھوڑوں کے سموں کی طرح نہیں ۔ اور ہم شہسوار ہیں اور تیز گھوڑوں کی پیٹھوں سے پھسلتے نہیں ۔ اور ہم اپنے رب کے ساتھ موت تک رہیں گے ۔ اور ہمارے گھوڑے دشمنوں پر اس طرح حملہ کرتے ہیں جیسے کہ باز چڑیا پر یا شکرہ ڈرے ہوئے چوہے پر ۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۹۴ تا صفحہ ۱۹۷)

وھو ربّی فی ھذہ وفی یوم نُحشر کل نفس
لتجزیٰ ۔ ربّ انزل علیٰ قلبی ۔ واظھر من جیبي
بعد سلبی ۔ واملأ بنور العرفان فوادي ۔ ربّ
انت مرادی ۔ ولا تُمتنی موت الکلاب ۔ بوجھك
یاربّ الارباب ۔ ربِّ انی اخترتك فاخترنی ۔
وانظر الی قلبی واحضرنی ۔ فانّك علیم الاسرار ۔
وخبیر بما یُکتم من الاغیار ۔ ربّ ان کنت
تعلم ان اعدائی ھم الصادقون المخلصون ۔
فاھلکنی کما تُھلك الکذابون ۔ وان کنت
تعلم انی منك ومن حضرتك ۔ فقم لنصرتی

اللہ کے حضور ایک دعا ۔ اے میرے رب میرے دل پر نازل ہو اور میرے فنا کے بعد میرے گریبان سے ظاہر ہو ۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے ہلاک کر دے ۔ تو

میری شراب اور راحت اور جنت اور ڈھال نبی کریمؐ کیلئے دُعا۔

فانی احتاج الی نُصرتك. ولا تفوّض امری الی اعداء یمرّون علیّ مستهزئین. واحفظنی من المعادین والماکرین. انك انت راحی وراحتی وجَنّتی وجُنّتی. فانصرنی فی امری واسمح بکائی ورَنّتی. وصلّ علی محمّد خیر المرسلین. وامام المتّقین. وهب له مراتب ما وهبتَ لغیره من النبیّین. ربّ اعطه ما اردتّ ان تُعطینی من النعماء. ثمّ اغفر لی بوجهك وانت ارحم الرحماء.

(ترجمہ از خاکسار) اور وہ میرا رب ہے اس دنیا میں اور محشر کے دن جب کہ سب نفسوں کو جزا دی جائے گی۔ اے میرے رب میرے دل پر نازل ہو اور میرے فنا کے بعد میرے گریبان سے ظاہر ہو۔ اور میرے دل کو نُورِ عرفان سے بھر دے۔ اے میرے ربّ تو میری مراد ہے پس تو مجھے میری مراد دے اور تو مجھے کتّوں کی موت نہ مار۔ تیرے چہرے کا واسطہ اے میرے ربّ الارباب: اے میرے ربّ مَیں نے تجھے پسند کر لیا۔ تو بھی مجھے پسند کر لے۔ اور میرے دل پر نظر کر اور میرے پاس آ کیونکہ تو بھیدوں کو جانتا ہے۔ اور جو اغیار سے چھپایا جاتا ہے اس سے تو واقف ہے۔ اے میرے ربّ اگر تیرے علم میں میرے دشمن صادق اور مخلص ہیں تو تُو مجھے ہلاک کر دے جیسا کہ کذّاب ہلاک کئے جاتے ہیں۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ مَیں تجھ سے ہوں اور تیری طرف سے آیا ہوں تو میری نصرت کے لئے اٹھ کیونکہ میں تیری نصرت کا محتاج ہوں۔ اور میرا معاملہ دشمنوں کے سپرد نہ کر جو مجھ پر مذاق کرتے ہوئے گذرتے ہیں۔ اور مجھے دشمنوں اور مکر کرنے والوں سے محفوظ رکھ۔ تو میری شراب اور راحت اور جنّت اور ڈھال

ہے۔ پس تو میرے کاموں میں میری مدد فرما اور میری چیخ و پکار سُن۔ اور محمدؐ پر جو خیر المرسلین اور امام المتقین ہے درود بھیج اور اس کو وہ مراتب بخش جو اور نبیوں کو نہیں بخشے۔ اے میرے ربّ تو اس کو وہ نعمتیں بھی دے جو تو نے مجھے دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ پھر تو مجھے بخش دے تیرے چہرے کی قسم اور تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

(اعجاز المسیح صفحہ ۱۹۹ تا صفحہ ۲۰۰)

الہُدیٰ

فمالـهـم وللروحانيّين. والعبا دالربا نيّين.
الـذين يعطون عـذوبة اللسان وطلاقة كالعين.
ويرزقون بصيرة القلب مع نور العين. و
يفوزون من ربّهـم بالسهمين. ويرجعون
بالغُنْمَين. وانهم قوم نزلوا عن متن ركوبة
الاهواء. وحلوا فناء الفناء. جلّت نيتهم.
وقلّت غفلتهم. لايرون في سبيل الله اثرا
الا يقفونه. ولاجدارًا الا يعلونه. ولا واديا
الا يجزعونه. ولاهاديا الا يستطلعونه.
عشاق الرحمان. وفى سبيله كالنشوان.
من ذا الـذى يقرع صفاتهم. او يضاهى
صِفاتهم. ومن جاءهم كدبير. فقدلفح
ولا كلفح هجير. انهم يسعون الى الحضرة
عند المشكلات. بدمع احر من دمع المقلات.
وان مثلهم كمثل سرحة كثيفة الاغصان.
وريقة الافنان. مثمرة بثمار الجنان.

روحانی اور ربانی بندوں کی سیرت ان کی نیتیں بڑی ہیں اور ان کی غفلت کم۔ وہ رحمان کے عاشق اور اس کی راہ میں مست ہیں وہ مشکلات کے وقت اپنے رب کے حضور ان آنسوؤں کے ساتھ جاتے ہیں جو دیگچی

ومن اتاها تساقط عليه رطبا جنيا فطوبى
للجوعان. انّهم قوم زكّوا دثارهم وشعارهم.
وخرجوا من انفسهم. وزايلوا وجارهم. ورحموا
من جار عليهم وجارهم. واطفأوا نار النفس
وكملوا انوارهم.

(ترجمہ) سو نہیں (دنیاداروں کو) روحانیوں اور ربانی بندوں سے کیا نسبت. جنہیں دی جاتی ہے زبان کی شیرینی اور چشمہ کی طرح روانی۔ اور ان کو دل کی بصیرت اور آنکھوں کا نور دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے رب سے دو حصّے پاتے ہیں اور دوہری لوٹ لے کر لوٹتے ہیں۔ اور وہ ایک قوم ہے جو ہوا و ہوس کی سواری کی پیٹھ سے اتر پڑی ہے۔ اور فنا کے گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ ان کی نیتیں بڑی ہیں اور ان کی غفلت کم ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں نہیں کوئی نشان دیکھتے مگر اس کے پیچھے ہو جاتے ہیں۔ اور نہیں کوئی دیوار دیکھتے مگر اس پر چڑھ جاتے ہیں اور نہیں کوئی ہادی دیکھتے جس سے راستہ نہ پوچھیں. وہ رحمان کے عاشق اور اس کی راہ میں مست ہیں۔ وہ کون ہے جو ان کی تحقیر کرے اور ان کی خوبیوں کی ریس کرے۔ جو ان کا مخالف بن کر آتا ہے وہ جھلسا جاتا ہے۔ اور محض تیز آگ جیسا جھلسنا نہیں۔ وہ مشکلات کے وقت اپنے رب کے حضور ان آنسوؤں کے ساتھ جاتے ہیں جو دیگچی کی بھاپ سے بھی زیادہ گرم ہوتے ہیں۔ ان کی مثال اس درخت کی سی مثال ہے جس کی شاخیں گھنی ہوں اور اس کی ٹہنیوں پر خوب پتیاں ہوں اور اس کو بہشتی پھل لگے ہوئے ہوں۔ اور جو اس کے پاس آئے تازہ بتازہ میوے اس پر گرائے۔ سو بھوکوں کو خوشخبری ہو۔ وہ ایک قوم ہے جنہوں نے اپنا اندرونہ اور ظاہر دونوں کو پاک کر لیا ہے۔ اور اپنے نفسوں سے نکل گئے ہیں اور اپنے نشیمن کو چھوڑ چکے ہیں۔ وہ اپنے بیداد گر اور ہمسائے پر رحم کرتے ہیں۔ اور

کی بھاپ سے بھی زیادہ گرم ہوتے ہیں۔

انہوں نے نفسوں کی آگ کو بجھا دیا ہے اور اپنے نوروں کو کامل کر لیا ہے۔

(الہدیٰ صـ۲۸، صـ۲۹)

فان النور لا ینزل قط من السماء الّا علی قلب احرق بنیران الفناء۔ ثم اعطی من حب شغفه وغسل من عین الرضاء۔ وکحل بکحل البصیرة والصدق والصفاء۔ ثم کسی من حلل الاجتباء والاصطفاء۔ ثمّ وُهب له مقام البقاء۔

(ترجمہ)۔ کیونکہ آسمان سے کبھی نور نہیں اُترتا مگر اس دل پر جو فنا کی آگوں سے جلایا گیا ہو۔ پھر اس کو ایسی محبّت دی گئی ہو جس نے اسے سرشار کر دیا ہو اور اس کو رضاء کے چشمہ سے نہلایا گیا ہو اور بصیرت اور صدق اور صفا کا سرمہ اس کی آنکھوں میں ڈالا گیا ہو اور برگزیدگی کا لباس اسے پہنایا گیا ہو اور پھر اسے بقا کا مقام دیا گیا ہو۔

(الہدیٰ صـ۶۲، صـ۶۳)

آسمان سے کبھی نور نہیں اترتا مگر اس دل پر جو فنا کی آگوں سے جلایا گیا ہو اور پھر اس کو ایسی محبّت دی گئی ہو جس نے اسے سرشار کر دیا ہو۔

نزول المسیح[۴]

اِس لئے مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مُجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔

ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنرمند ہے وُہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ وحشمت کا تصوّر کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے کیونکہ وہ اس بات کو بھُول گیا ہے کہ یہ جاہ وحشمت خدا نے ہی اس کو دی تھی اور وُہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایک دم میں اسفل السافلین میں جا پڑے اور اس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حُسن اور جمال اور قوّت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے۔ اور اُس کے بدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دم میں اُس پر ایسے بدنی عیوب نازل کرے کہ اس بھائی

جماعت کو نصیحت تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ تکبّر کیا چیز ہے۔

سے اس کو بدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مدت دراز تک اس
کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا
ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دُعا مانگنے میں
سُست ہے وہ بھی متکبر ہے کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اُس نے شناخت
نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو ان تمام باتوں کو یاد رکھو
ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص
جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبر کے ساتھ تصحیح کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصّہ
لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور مُنہ پھیر
لیتا ہے اُس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اس کے پاس بیٹھا ہے اور
وہ کراہت کرتا ہے اس نے بھی تکبر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دُعا کرنے والے کو
ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اُس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے
مامور اور مرسل کی پُورے طور پر اطاعت کرنا نہیں چاہتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ
لیا ہے۔ اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سُنتا اور اس کی
تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اُس نے بھی تکبر سے ایک حصّہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو
کہ کوئی حصّہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت
نجات پاؤ۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر دُنیا میں کسی سے محبت ممکن ہے تم اُس سے
کرو۔ اور جس قدر دُنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک
دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر تا تم پر رحم ہو۔
(نزول المسیح صـ۲۴، صـ۲۵)

خدا کی تازہ

ہم سچ سچ کہتے ہیں اور خدا ہمارے اس قول پر گواہ ہے کہ اگرچہ خدا تعالیٰ

وحی اور اسکے نشانات نے مجھ میں وہ یقین اور بصیرت اور معرفت کا نور پیدا کیا جو مجھے اس تاریک دنیا سے ہزاروں کوس دُور تر کھینچ کر لے گیا ہے

کی ہستی اور اسلام کی سچائی کا یقین قرآن کے ذریعہ سے ہمارے پاس
آیا مگر خدا نے اپنی وحی تازہ کے ذریعہ سے ہمیں اپنی خاص چمکاریں
دکھلائیں۔ یہاں تک کہ ہم نے اس خدا کو دیکھ لیا جس سے ایک
دنیا غافل ہے۔ اس کے دل کش نشانوں نے جو میرے علم میں ہزاروں
تک پہنچ گئے گو دُنیا کو ابھی ڈیڑھ سو نشان سے اطلاع ہوئی۔ مجھ میں وہ
یقین اور بصیرت اور معرفت کا نُور پیدا کیا جو مجھے اس تاریک دُنیا سے ہزاروں
کوس دُور تر کھینچ کر لے گیا اب اگرچہ مَیں دُنیا میں ہوں مگر دُنیا میں سے
نہیں ہوں۔ اگر دُنیا مجھے نہیں پہچانتی تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ ہر ایک چیز
جو بہت دُور اور بہت بلند ہے اس کا پہچاننا مشکل ہے۔
(نزول المسیح صـ۳۶)

ان تازہ معجزات سے خدا تعالیٰ نبوت کی عمارت کی مرمت کر رہا ہے جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا اس کا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہیں

پھر اگر یہ وحی جس کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوئے خدا کا کلام نہیں
ہے تو پھر تو تمہیں لازم ہے کہ دہریہ بن جاؤ اور خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں
سے انکار کر دو۔ کیونکہ نبوت کی عمارت کی شکست ریخت جس قدر ہو چکی ہے۔
اب خدا تعالیٰ ان تازہ معجزات اور پیشگوئیوں سے سب کی مرمت کر رہا ہے اور
اب وہ گذشتہ قصّوں کو واقعات کے رنگ میں دکھلا رہا ہے اور منقولات کو
مشہودات کا پیرایہ پہنا رہا ہے تا جو لوگ شکوک کے گڑھے میں گر گئے ہیں
دوبارہ ان کو یقین کا لباس پہناوے لہٰذا جو شخص مجھے قبول کرتا ہے وہ تمام
انبیاء اور اُن کے معجزات کو بھی نئے سرے قبول کرتا ہے اور جو شخص مجھے قبول
نہیں کرتا اس کا پہلا ایمان بھی کبھی قائم نہیں رہے گا۔ کیونکہ اس کے پاس نرے
قصے ہیں نہ مشاہدات۔ خدا نمائی کا آئینہ میں ہوں جو شخص میرے پاس آئے گا

بنے گا۔ خدانمائی کا آئینہ میں ہوں۔

اور مجھے قبول کرے گا وہ نئے سرے اُس خدا کو دیکھ لے گا جسکی نسبت دوسرے لوگوں کے ہاتھ میں صرف قصّے باقی ہیں مَیں اُس خدا پر ایمان لایا ہوں جس کو میرے منکر نہیں پہچانتے اور مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جس پر وہ ایمان لاتے ہیں اُن کے وہ خیالی بُت ہیں نہ خدا۔ اسی وجہ سے وہ بت ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ ان کو کچھ قوّت نہیں دے سکتے۔ اُن میں کوئی پاک تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ اُن کے لئے کوئی تائیدی نشان نہیں دکھلا سکتے۔ اور یاد رہے کہ یہ اندھوں کے بیہودہ شکوک اور شبہات ہیں جو اس وحی الٰہی کی نسبت ان کے دِلوں کو پکڑتے ہیں جو میرے پر نازل ہو رہی ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ خدا کا کلام نہ ہو بلکہ انسان کے اپنے دل کے ہی اوہام ہوں مگر اُنکو یاد رہے کہ خدا اپنی قدرتوں میں کمزور نہیں وہ یقین دلانے کے لئے ایسے خارق عادت طریقے اختیار کر لیتا ہے کہ انسان جیسے آفتاب کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے کہ یہ آفتاب ہے ایسا ہی خدا کے کلام کو پہچان لیتا ہے۔ کیا اُن کا یہ خیال ہے کہ آدم سے لے کر آنحضرتؐ تک خدا تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ اپنی پاک وحی کے ذریعہ سے حق کے طالبوں کو سرچشمۂ یقین تک پہنچا دے مگر پھر بعد اس کے اُسی فیضان پر قادر نہ رہا۔ یا قادر تو تھا مگر دانستہ اس اُمّت مرحومہ کے ساتھ بخل کیا اور اس دُعا کو بھول گیا جو آپ ہی سکھائی تھی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

اگر مجھ سے سوال کیا جائے کہ تم نے کیونکر پہچانا اور یقین کیا کہ

اگر مجھ سے سوال کیا جاوے کہ تم نے کیونکر پہچانا اور یقین کیا کہ وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہیں وہ خدا کا کلام ہے حدیث النفس یا شیطانی القاء نہیں تو میری رُوح اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے :-

وہ کلمات جو تمہاری زبان پر جاری کئے جاتے ہیں وہ خدا کا کلام ہے حدیث النفس یا شیطانی القاء نہیں تو میری روح اس سوال کا مندرجہ ذیل جواب دیتی ہے۔ آگے نہایت لطیف اور تفصیلی جواب درج ہے۔

(۱) اوّل جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک شوکت اور لذّت اور تاثیر ہے۔ وہ ایک فولادی میخ کی طرح میرے دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور تاریکی کو دُور کرتا ہے اور اُس کے ورود سے مجھے ایک نہایت لطیف لذّت آتی ہے۔ کاش اگر مَیں قادر ہو سکتا تو میں اس کو بیان کرتا۔ مگر رُوحانی لذّتیں ہوں خواہ جسمانی ان کی کیفیات کا پُورا نقشہ کھینچ کر دکھلانا انسانی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ ایک شخص ایک محبوب کو دیکھتا ہے اور اس کی ملاحتِ حُسن سے لذّت اٹھاتا ہے مگر وہ بیان نہیں کر سکتا کہ وہ لذت کیا چیز ہے! اسی طرح وہ خدا جو تمام ہستیوں کا علّت العلل ہے جیسا کہ اس کا دیدار اعلیٰ درجہ کی لذت کا سرچشمہ ہے ویسا ہی اُس کی گفتار بھی لذات کا سرچشمہ ہے۔ اگر ایک کلام انسان سُنے یعنی ایک آواز اُس کے دل پر پہنچے اور اس کی زبان پر جاری ہو اور اس کو شبہ باقی رہ جاوے کہ شاید یہ شیطانی آواز ہے یا حدیث النفس ہے تو درحقیقت وہ شیطانی آواز ہوگی یا حدیث النفس ہوگی کیونکہ خدا کا کلام جس قوت اور برکت اور روشنی اور تاثیر اور لذّت اور خدائی طاقت اور چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ دل پر نازل ہوتا ہے خود یقین دلا دیتا ہے کہ مَیں خدا کی طرف سے ہوں اور ہرگز مُردہ آوازوں سے مشابہت نہیں رکھتا بلکہ اُس کے اندر ایک جان ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک طاقت ہوتی ہے اور اُس کے اندر ایک کشش ہوتی ہے اور اس کے اندر یقین بخشنے کی ایک خاصیت ہوتی ہے اور اُس کے اندر ایک لذّت ہوتی ہے اور اس کے اندر ایک روشنی ہوتی ہے اور اُس کے اندر ایک خارق عادت تجلّی ہوتی ہے اور اُس کے ساتھ ذرّہ ذرّہ وجود پر تصرف کرنے والے ملایک ہوتے ہیں اور علاوہ اس کے اس کے ساتھ خدائی صفات کے اور بہت سے خارق ہوتے ہیں۔ اس لئے ممکن ہی نہیں ہوتا کہ ایسی وحی کے مورد کے دِل میں شبہ پیدا ہو سکے بلکہ وہ شبہ کو کفر سمجھتا ہے۔ اور اگر اس کو

کوئی اور معجزہ نہ دیا جاوے تو وہ اُس وحی کو جو ان صفات پر مشتمل ہے بجائے خود ایک معجزہ قرار دیتا ہے۔ ایسی وحی جس شخص پر نازل ہوتی ہے اس شخص کو خدا کی راہ میں اور خدا کی محبت میں ایسے عاشق زار کی طرح بنا دیتی ہے جو اپنے تئیں صدق و ثبات کے کمال کی وجہ سے دیوانہ کی طرح بنا دیتا ہے! اس کا یقین اس کے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے۔ وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بن جاتا ہے۔ یہی میرا حال ہے جس کو دُنیا نہیں جانتی۔ قبل اس کے جو مَیں معجزات دیکھوں اور آسمانی تائیدوں کا مشاہدہ کروں مَیں اس کی کلام سے ہی اس کی طرف ایسا کھینچا گیا کہ کچھ اٹکل نہیں آتی کہ مجھے کیا ہو گیا۔ تیز تلواریں میرے اس پیوند کو چھوڑا نہیں سکتیں۔ کوئی آگ مجھے ڈرا نہیں سکتی۔ وہ کشش جس نے میرے دل پر کام کیا وہ دلائل سے باہر ہے اور بیان سے بلند تر اور براہین سے بالا تر۔ ابتداء میں کلام تھا اس کلام نے جو کچھ کیا سو کیا۔ وہ خدا جو نہاں در نہاں ہے اُس نے میری رُوح پر ابتداء میں محض کلام کے ساتھ تجلّی کی اور اپنے مکالمات کا دروازہ میرے پر کھولا۔ پس وہی ایک بات تھی جو بالخصوص میرے لئے کانی کشش ہوئی اور حضرت احدیّت کی طرف مجھے کھینچ کر لے گئی۔ اور یہ کہ کلام کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھے کہاں تک پہنچا دیا اور کیا کیا تبدیلیاں کیں اور کیا میرے دل میں سے لے لیا اور کیا دے دیا۔ ان باتوں کو مَیں کن لفظوں میں ادا کروں اور کس پیرایہ میں دلوں پر بیٹھا دوں جن خارق عادت عنایات کے ساتھ وہ مجھ سے نزدیک ہُوا کوئی نہیں جانتا مگر مَیں۔ اور جس محبت کے مقام پر میرا قدم ہے کوئی نہیں جانتا مگر وہ۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ابتداء اس ترقی اور تعلق کا خدا کا کلام ہے جس کی ناگہانی کشش نے مجھے ایسا اٹھا لیا جیسا کہ ایک زبردست بگولہ ایک تنکے کو ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ پھینک دیتا ہے۔ پس میرے پاس یہ ذکر کرنا کہ کیوں وہ کلام جو تم پر نازل ہُوا حدیث النفس نہیں یہ بات

اسکا یقین اسکے دل کو شہنشاہ کر دیتا ہے وہ میدان کا بہادر اور استغناء کے تخت کا مالک بن جاتا ہے۔

وہ کشش جسنے میرے دل پر کام کیا۔

کلام کی طاقت نے میرے دل پر کیا کیا اثر ڈالے اور مجھے کہاں تک پہنچا دیا۔

مقام محبت

ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ کیوں ممکن نہیں کہ تمہارا یہ خیال کہ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو اور زبان سے بولتے ہو اور کانوں سے سُنتے ہو یہ غلط خیال ہو۔ پس عزیزو! تم سوچو اور سمجھ لو کہ کیا وہ شخص جس کو معلوم ہے کہ آنکھ بند کرنے سے پھر کچھ دیکھ نہیں سکتا اور کانوں کے بند کرنے سے پھر کچھ سُن نہیں سکتا اور زبان کے کاٹے جانے سے پھر کچھ بول نہیں سکتا وہ ایسے منکرانہ جرح کو کچھ حقیقت نہیں سمجھے گا یا شک میں پڑے گا کہ شاید میں آنکھ سے نہیں دیکھتا اور کان سے نہیں سُنتا اور زبان سے نہیں بولتا۔ سو اسی طرح میرا حال ہے۔ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہُوا اور ہوتا ہے۔ وہ میری روحانی والدہ ہے جس سے میں پیدا ہُوا۔ اس نے مجھے ایک وجود بخشا ہے جو پہلے نہ تھا۔ اور ایک رُوح عطا کی ہے جو پہلے نہ تھی۔ مَیں نے ایک بچّہ کی طرح اس کی گود میں پرورش پائی اور اس نے مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنے کی جگہ سے بچا لیا۔ وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہاں تک کہ مَیں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اس سے زیادہ کوئی بدذاتی نہیں ہو گی کہ مَیں یہ کہوں کہ وہ خدا کا کلام نہیں۔ مَیں اُسی طرح اس کو خدا کا کلام جانتا ہوں جس طرح میں یقین رکھتا ہوں کہ مَیں زبان سے بولتا ہوں اور کانوں سے سُنتا ہوں اور مَیں کیونکر اُس سے انکار کروں اُس نے تو مجھے خدا دکھلایا اور چشمہ شیریں کی طرح معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا۔ اور ایک ٹھنڈی ہوا کی طرح ہر ایک حبس کے وقت میں مجھے راحت بخش ہُوا۔ وہ اُن زبانوں میں بھی مجھ پر نازل ہُوا جن زبانوں کو میں نہیں جانتا تھا جیسا کہ زبان انگریزی اور سنسکرت اور عبرانی۔ اس نے بڑی بڑی پیشگوئیوں اور عظیم الشان نشانوں سے ثابت کر دیا کہ وہ خدا کا کلام ہے۔ اور اُس نے حقائق و معارف کا ایک خزانہ میرے پر کھول دیا جس سے مَیں اور میری تمام قوم بے خبر تھی۔ وہ کبھی کبھی زبان عربی یا انگریزی یا کسی دوسری زبان کے اُن دقیق اور نامعلوم الفاظ میں میرے پر نازل ہُوا جن سے میں

بے خبر تھا۔ تو کیا باوجود ان روشن ثبوتوں کے کوئی شک کا مقام ہو سکتا ہے۔ کیا یہ باتیں پھینک دینے کے لائق ہیں کہ ایک کلام جس نے معجزہ کی طاقت دکھلائی اور اپنی قوی کشش ثابت کی اور غیب کے بیان کرنے میں وہ بخیل نہیں نکلا بلکہ ہزارہا امورِ غیبیہ اُس نے ظاہر کئے اور ایک باطنی کمند سے مجھے اپنی طرف کھینچا اور ایک کمند دُنیا کے سعید دِلوں پر ڈالا اور میری طرف ان کو لایا اور ان کو آنکھیں دیں جن سے وہ دیکھنے لگے اور کان دئے جن سے وہ سُننے لگے اور صدق و ثبات بخشا جس سے وہ اس راہ میں قربان ہونے کے لئے موجود ہو گئے تو کیا یہ تمام کاروبار شیطانی یا وسوسہ نفسانی ہے۔

(نزول المسیح صفحہ ۸۴ تا صفحہ ۸۸)

نجات کے دو ذریعے۔ یا تو براہِ راست شرف مکالمہ حاصل ہو یا ایسے شخص کا ہم صحبت ہو۔ گناہ کی وجہ

ان واقعات سے تعجب نہیں کرنا چاہئیے بلکہ درحقیقت انسان کی نجات اسی پر موقوف ہے کہ یا تو وہ خود ایسا شخص ہو جو براہِ راست خدا تعالےٰ سے شرف مکالمہ اور مخاطبت رکھتا ہو مگر ایسا مکالمہ مخاطبہ نہ ہو کہ جس میں قطعی فیصلہ نہ ہو کہ وہ رحمانی ہے یا شیطانی ہے۔ اور یا وہ شخص نجات پا سکتا ہے جو ایسے شخص کا ہم صحبت اور اس کے دامن سے وابستہ ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ جس قدر دُنیا میں گناہ پیدا ہوئے ہیں ان کی یہی وجہ ہے کہ جسقدر انسان کو دُنیا کی لذات اور دُنیا کی عزت اور دُنیا کے مال و متاع پر یقین ہے یہ یقین آخرت پر نہیں ہے۔ اور جیسا کہ وہ ایک ایسے صندوق پر توکل کر سکتا ہے جو قیمتی جواہرات اور خالص سونے سے بھرا ہوا ہے اور اس کے قبضے میں ہے ایسا وہ خدا پر توکل نہیں کر سکتا۔ اور جیسا کہ دُنیا کی گورنمنٹ اور دُنیا کے حکام سے لوگ ڈرتے ہیں اور مداہنہ سے زندگی بسر کرتے ہیں ایسا خدا تعالےٰ سے نہیں ڈرتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ یہی سبب ہے کہ دنیا کے پیش اوفتادہ اسباب

اور وسائل ان کی نظر میں ایسے یقینی ہیں کہ دینی عقائد اُن کے آگے کچھ بھی چیز نہیں۔

(نزول المسیح صفحہ ۹۰)

یقین کی برکات۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دنیا کی دولت پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پروا ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا خزانہ سمجھنا بُجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔

پس دُنیا میں سچا مذہب وہی ہے جو بذریعہ زندہ نشانوں کے یقین کی راہ دکھلاتا ہے باقی لوگ اسی زندگی میں دوزخ میں گرے ہوئے ہیں بھلا تبلاؤ کہ ظن بھی کچھ چیز ہے جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ شاید یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ یاد رکھو کہ گناہ سے پاک ہونا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ فرشتوں کی سی زندگی بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ دُنیا کی بے جا عیاشیوں کو ترک کرنا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایک پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لینا اور خدا کی طرف ایک خارق عادت کشش سے کھینچے جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ زمین کو چھوڑنا اور آسمان پر چڑھ جانا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ خدا سے پُورے طور پر ڈرنا بجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنا اور اپنے عمل کو ریاکاری کی ملونی سے پاک کر دینا بُجز یقین کے کبھی ممکن نہیں۔ ایسا ہی دُنیا کی دولت اور حشمت اور اس کی کیمیا پر لعنت بھیجنا اور بادشاہوں کے قرب سے بے پروا ہو جانا اور صرف خدا کو اپنا ایک خزانہ سمجھنا بجز یقین کے ہرگز ممکن نہیں۔ اب بتلاؤ اے مسلمان کہلانے والو کہ ظلمات شک سے نور یقین کی طرف تم کیونکر پہنچ سکتے ہو۔ یقین کا ذریعہ تو خدا تعالےٰ کا کلام ہے جو یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ کا مصداق ہے ....

یوں تو ہر ہمو بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم ایک خدا کے قائل ہیں مگر خدا کا قائل وہی ہے جس کی یقین کی آنکھیں کھل گئی ہیں اور وہی گناہ سے بچ سکتا ہے کہ جو

یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھتا ہے باقی سب قصّے جھوٹ ہیں اور سب کفّارے باطل ہیں سو وہی زندہ خدا اس آخری زمانہ میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے تا لوگ ایمان لاویں اور ہلاک نہ ہوں .... تم اس وقت جھوٹ نہ بولو اور بالکل سچ کہو کہ کیا وہ محبت جو خدا سے کرنی چاہیئے اور وہ صدق وثبات جو اس کی راہ میں دکھلانا چاہیئے وہ تم میں موجود ہے۔ تم خدائے عزّوجل کی قسم کھا کر کہو کہ اس مردار دُنیا کو جس صفائی سے ترک کرنا چاہیئے کیا تم اسی صفائی سے ترک کر چکے ہو اور جس اخلاص اور توحید اور نفر بد سے خدائے واحد لاشریک کی طرف دوڑنا چاہیئے کیا تم اُسی اخلاص سے اس کی راہ میں دوڑ رہے ہو۔

مخاطبین سے ایک سوال محبتِ الٰہی اور ترکِ دنیا کے متعلق۔

(نزول المسیح ص۹۱ تا ص۹۳)

یقین اپنے نوروں سمیت آتا ہے۔ کوئی آسمان تک نہیں پہنچا سکتا ہے مگر وہی جو آسمان سے آتا ہے۔ اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تمہارے لئے آیا۔ اے غافلو یقین کے بغیر کوئی عمل آسمان پر جا نہیں سکتا اور اندرونی کدورتیں اور دل کی مہلک بیماریاں بغیر یقین کے دُور نہیں ہو سکتیں۔ جس اسلام پر تم فخر کرتے ہو یہ رسم اسلام ہے نہ حقیقتِ اسلام۔ حقیقی اسلام سے شکل بدل جاتی ہے اور دل میں ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور سفلی زندگی مرجاتی ہے اور ایک اور زندگی پیدا ہوتی ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ یہ سب کچھ یقین کے بعد آتا ہے اور یقین اُس یقینی کلام کے بعد جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ خدا۔ خدا کے ذریعہ سے ہی پہچانا جاتا ہے نہ کسی اور ذریعہ سے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنے ہمکلام کو شناخت نہیں کر سکتا۔ پس اسی طرح مکالمات کی حالت میں معرفت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ بندہ کا دُعا کرنا اور خدا تعالےٰ کا لطف اور رحم سے اس دُعا کا

یقین کی برکات

مکالمات کی حالت میں

جواب دینا نہ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعہ پر بیس بیس دفعہ یا تیس تیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریبًا تمام رات یا قریبًا تمام دن اسی طرح ہر یک دُعا کا جواب پانا اور جواب بھی فصیح تقریریں اور بعض دفعہ مختلف زبانوں میں اور بعض دفعہ ایسی زبانوں میں جن کا علم بھی نہیں اور پھر اس کے ساتھ نشانوں کی بارش اور معجزات اور تائیدوں کا سلسلہ۔ کیا یہ ایسا امر ہے کہ اس قدر مسلسل مکالمات اور مخاطبات اور آیات بینات کے بعد پھر خدا کی کلام میں شک رہے۔ نہیں نہیں بلکہ یہ ایسا امر ہے کہ اس کے ذریعہ سے بندہ اسی عالم میں اپنے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور دونوں عالم اس کے لئے بلا تفاوت یکساں ہو جاتے ہیں اور جس طرح نورہ کے استعمال سے یکدفعہ بال گر جاتے ہیں ایسا ہی اس نور کے نزول جلال سے وحشیانہ زندگی کے بال جو جرائم اور معاصی سے مراد ہے کالعدم ہو جاتے ہیں اور انسان مُردوں سے بیزار ہو کر اس دلآرام زندہ کا عاشق ہو جاتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ اور جیسا کہ تم دُنیا کی چیزوں سے بے صبر ہو ویسا ہی وہ خدا کی دُوری پر صبر نہیں کر سکتا۔ غرض تمام برکات اور یقین کی کُنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔ جب خدائے ذوالجلال کسی اپنے بندہ کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے تو اپنا کلام اس پر نازل کرتا ہے اور اپنے مکالمات کا اس کو شرف بخشتا ہے اور اپنے خارق عادت نشانوں سے اُس کو تسلی دیتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اس پر ثابت کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کلام ہے۔ تب وہ کلام قائم مقام دیدار کا ہو جاتا ہے۔ اس روز انسان سمجھتا ہے کہ خدا ہے کیونکہ انا الموجود کی آواز سُنتا ہے۔

معرفت میں ترقی خدا کی دُوری پر صبر نہ کر سکنا۔

تمام برکات اور یقین کی کنجی قطعی اور یقینی کلام ہے۔

(نزول المسیح ص۹۴، ص۹۵)

اگر کسی دل میں خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے

خدا پر یقین کے

تو وہ یقین ضرور اُسے گناہ سے بچالے گا۔ اور اگر وہ نہیں بچ سکا تو اسے یقین نہیں کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ سو وہ گناہ جو خدا سے دُور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اس کا اصل سبب عدم یقین ہے۔ کاش مَیں کس دَف کے ساتھ اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھوڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور شیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے۔ خدا کو دکھلانا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گندہ ہے اور مردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمہ تک نہیں پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے اور وہ پَر جو آسمان کی طرف اڑاتے ہیں وہ یقین ہی ہے۔ کوشش کرو کہ اُس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے۔ اور وہ مرکب یقین ہے جو تمہیں خدا تک پہنچائے گا۔ کس قدر اس کی تیز رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سُورج سے آتی اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اس کی سرعت رفتار کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اے پاکیزگی کے ڈھونڈھنے والو اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔ اور اگر تمہیں اس منزل تک ابھی رسائی نہیں تو اس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے اس کا جواب کوئی مجھ سے سُنے یا نہ سُنے مگر مَیں یہی کہوں گا کہ اُس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اُترتا ہے تو نئے سرے مُردوں کو قبروں میں سے نکالتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ باوجود آنکھوں کے بینا ہونے کے تم آسمانی آفتاب کے محتاج ہو۔ اسی طرح خدا شناسی کی بینائی محض اپنی اٹکلوں سے حاصل نہیں ہو سکتی وہ بھی ایک آفتاب کی محتاج

نتائج اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلالہ ہے۔

اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو۔

ہے اور وہ آفتاب بھی آسمان پر سے اپنی روشنی زمین پر نازل کرتا ہے یعنی خدا کا کلام۔ کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلالہ ہے وہ اُترتا ہے اور خدا کا نُور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس پر وہ اپنے پورے کرشمہ اور پوری تجلی اور پُوری خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اترتا ہے اس کو وہ آسمان پر لے جاتا ہے بغرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خدا تعالےٰ کے کلام کے اور کوئی سبیل نہیں۔

(نزول المسیح صفحہ ۹۶، صفحہ ۹۷)

کلام الٰہی کے کرشمے۔ عشقِ الٰہی

کے شوی عاشق رُخِ یارے ۔۔۔ تا نہ بر دل زخش کند کارے
ہم چنیں زاں لبِ دو گفتارے ۔۔۔ آں کند کارہا کہ دیدارے
لاجرم عشقِ دلبرِ خوشخُو ۔۔۔ خیزد از گفتگو چو دیدنِ رُو
گفتگو را کشش بود بسیار ۔۔۔ بے سخن کم اثر کند دیدار
ہرکہ ذوقِ کلام یافتہ است ۔۔۔ راز ایں رہ تمام یافتہ است
زیرِ لب گفتگوئے جاناں نے ۔۔۔ زندگی بخشدت بیک آنے
دوزخی کز عذاب پُر چون خُم ۔۔۔ اصل آں ہست لا یکلمہم
دل نہ گردد صفا نہ خیزد بیم ۔۔۔ تا چو موسیٰ نمیشوی تو کلیم
ہست دار روئے دل کلامِ خدا ۔۔۔ کے شوی مست جز بجامِ خدا
تا نشد مشغلے زغیب پدید ۔۔۔ از شبِ تارِ جہل کس نرہید
آنچناں عشق تیز مرکب راند ۔۔۔ کہ ازاں مشتِ خاک ہیچ نماند
کشتۂ دلبر و دلآرا مے ۔۔۔ رُستہ یکسر زننگ از نامے
پُر زعشق و تہی ز ہر آزے ۔۔۔ قصہ کوتاہ کرد آوازے

آن ندائے یقین کہ گوش شنید — کرد کارد ز غیر حق ببرید

رفتہ بیروں ز حلقۂ اغیار — دل بریدہ ز غیر آن دلدار

پاک گشتہ ز لوث ہستی خویش — رستہ از بند خود پرستی خویش

آن چناں یار در کمند انداخت — کہ ندانند بدیگرے پرداخت

قدم خود زدہ براہِ عدم — گم بیادش ز فرق تا بقدم

ذکرِ دلبر غذائے او گشتہ — ہمہ دلبر برائے او گشتہ

سوختہ ہر غرض بجز دلدار — دوختہ چشم دل ز غیر نگار

دل و جاں بر رُخے فدا کردہ — وصل او اصل مدعا کردہ

مردہ و خویشتن فنا کردہ — عشق جوشید و کارہا کردہ

از خودی ہائے خود فتاد جُدا — سیل پُر زور بود بُرد از جا

تن چو فرسود دلستان آمد — دل چو از دست رفت جاں آمد

عشق دلبر بروئے او بارید — ابر رحمت بکوئے او بارید

ہر ظہورے یکے سبب دارد — داند آن کو بدل طلب دارد

ایں میسّر نمے شود زنہار — جز سخن ہائے دلبر و دلدار

بالخصوص آن سخن کہ از دلدار — خاصیّت دارد اندر ایں اسرار

ہر زمانے قتیل تازہ بخواست — غازۂ روئے او دمِ شہداست

کربلائے است سیر ہر آنم — صد حسین است در گریبانم

کارہائے کہ کرد با من یار — برتر آن دفتر است از اظہار

دل من برد و الفتِ خود داد — خود مرا شد بوحی خود اُستاد

دیدم از خلق رنج و مکروہات — و آنچہ چیز است پیش ایں لذّات

آنچہ من بشنوم ز وحی خُدا — بخدا پاک دانمش ز خطار

من خدا را بدو شناختہ ام — دل بدیں آتشش گداختہ ام

آنچہ بر من عیاں شد از داوار — آفتابے است با دو صد انوار

تا نہ کار دلت بجان برسد — چوں بیامت ز دلستان برسد

تا نہ از خود روی جدا گردی — تا نہ قربان آشنا گردی

تا نیائی ز نفسِ خود بیرون — تا نہ گردی بروئے او مجنون

تا نہ خاکت شود بسان غبار — تا نہ گردد غبار تو خونبار

تا نہ خونت چکد برائے کسے — تا نہ جانت شود فدائے کسے

چوں دہندت بکوئے جاناں را — چوں ندا آیدت از اں درگاہ

تو حریص دراہم و دینار — روز و شب چوں سگاں بر آں مردار

یا چنیں حرص و آز و کبر و غرور — چوں نمانی ز کوئے جاناں دور

گر بجوئی سوار ایں راہِ راست — اندر آنجا بجو کہ گرد نخاست

اندر آنجا بجو کہ زور نماند — خود نمائی و کبر و شور نماند

تا نہ میری بتر ز مردارے — دور از فضل حضرت بارے

تا نہ گردد سرت نگوں ز نیاز — پردہ از نفس تو نہ گردد باز

تا نہ ریزد ترا ہمہ پر و بال — اندر ایں جا پریدن است محال

پردۂ نیست بر رُخِ دلدار — تو ز خود پردۂ خودی بردار

ہر کہ را دولتِ ازل شد یار — کار او شد تذلل اندر کار

آن سعیداں لقائے او دیدند — کہ بلاہا برائے او دیدند

آبرو ریختہ پئے آن شاہ — دل ز کف واز سر افتادہ کلاہ

گر نیابند سوئے یار گذر — از غمش جان کنند زیر و زبر

کردہ بنیاد خود ہمہ ویران — ہم ملایک ز صدق شان حیران

کوئے جاناں میں راہ کس وقت ملتا ہے۔ اس راہِ راست کے سوار کو کہاں تلاش کرنا چاہیئے۔

وہ یار تذلل کے ساتھ ملتا ہے۔ غم اور وفاداری کی ضرورت۔

چوں دلے سوئے دل رہے دارد   یار چوں یار خویش بگذارد

لاجرم ایں چنیں وفا دارے   جام عزت خورد ازاں یارے

ہمچو دیوانہ یک جہاں خیزد   تا بیک لحظہ خون او ریزد

آنکہ داری بدل محبت او   نایدت صبر جز بصحبت او

فرقت او گر اتفاق افتد   درتن وجان تو فراق افتد

دست از ہجرِ او کباب شود   چشمت از رفتنش پُر آب شود

کس شنیدی کہ قانع از یار است   عشق وصبر ایں دو کار دشوار است

خویشتن را تو عالم انگاری   زیں فضولی کتی بغداری

تا ز تو ہستی ات بدر نرود   ایں رگ شرک از تو بر نرود

پائے سعیت بلند تر نرود   تا ترا دود دل بسر نرود

یار پیدا شود دراں ہنگام   کہ تو گردی نہاں ز خود تمام

تا نہ سوزی ز سوز وغم نرہی   تا نہ میری ز موت ہم نرہی

چیست آں ہرزہ جان وتن کہ نسوخت   آتش اندر دل بزن کہ نسوخت

کلبۂ جسم خود بکن برباد   چوں نمی گردد از خدا آباد

پائے خود را جدا کن از تن خویش   چوں نگیرد رہ صداقت پیش

گر ترا آرزوئے دیدار است   پاک دل شو نہ مشکل ایں کار است

آنکہ بشکست ہر بت دلِ ما   ہست وحی خدائے بے ہمتا

آنکہ ما را رخِ نگار نمود   ہست الہام آں خدائے ودود

آنکہ داد از یقین دِل جامے   ہست گفتار آں دلآرامے

وصل دلدار ومستی از جامش   ہمہ حاصل شدہ ز الہامش

ہر کہ دارد یکے دلآرامے   جز بوصلش نیابد آرامے

اگر کسی کو محبت ہے تو وہ فرقت برداشت نہیں کر سکتا۔

خدا کے پانے کیلئے فنا اور موت کی ضرورت۔

الہامِ الٰہی سے خدا کا چہرہ نظر آتا ہے۔

تا نہ بیند صبورئش ناید   ہر دمش سیلِ عشق بر باید

در دلِ عاشقان قرار کجا   توبہ کردن ز روئے یار کجا

حُسنِ جاناں بگوش خاطر شاں   گفت رازے کہ گفتنش نتواں

کامیاباں وزیں جہاں ناکام   زیرکاں دُور تر پریدہ ز دام

از خود ونفس خود خلاص شدہ   مہبطِ فیضِ نورِ خاص شدہ

در خداوند خویش دل بستہ   باطن از غیر یار بگسستہ

پاک از دخلِ غیر منزلِ دل   یار کردہ بجان ودل منزل

ریزہ ریزہ شدہ آبگینہ شاں   بوئے دلبر دمد ز سینہ شاں

نقش ہستی بشُست جلوۂ یار   سر زد آخر ز جیب دل دلدار

فانیاں وپُر از خدائے وحید   پاک ورنگیں برنگ رب مجید

آں خدا دیگر ودگر انساں   لیکن اینان ذرو شدند نہاں

نے ز سر ہوش نے ز پا خبرے   در سرِ دلستاں بخاک سرے

ہر کسے را بخود سرو کارے   کار دلدادگان بدلدارے

عالمِ دیگر است عالمِ شاں   دور از غیر حق معالمِ شاں

خفتہ اند وبچشم تو بیدار   جز خدا کس نہ محرمِ اسرار

فارغاں از مذمت وتحسین   نے ز مدحے خبر نہ از نفریں

ہر کہ با ذات او سرے دارد   پشت بر روئے دیگرے دارد

ہر کہ گیرد درش بصدق وحضور   از در وبام او ببارد نور

نور تاباں چو مہ ز پیشانی   پُر ہمہ رو ز عشق ربانی

عشق آں یار مدعا گشتہ   دل ز غیر خدا جدا گشتہ

لطف او ترک طالباں نکند   کس بکارش زیاں نکند

عاشقوں کے دل میں قرار نہیں ہوتا۔ ریزہ ریزہ ہو کر اپنا نقش مٹا ڈالنا۔ عشقِ الٰہی کا کرشمہ

ہرکہ آں در گرفت کارش شد — صد امیدے برونگارش شد
مثل آں دلستاں کجا دیدی — پس چرا ہجراو پسندیدی
ایں جہاں است مثل مردارے — ہرطرف چوں سگے طلبگارے
رُست آنکس کہ رُست زیں مُردار — خاک شد تا مگر شود خوش یار
لطف او ترک طالبان نہ کند — کس بکار رہش زیاں نہ کُند
ہرکہ از خود شد ایزدش خواند — نکتہ، ہست گر کسے داند

(نزول المسیح ص۹۷ تا ص۱۰۷)

یہ جہان مُردار کی طرح ہے۔

تمام انعامات سے بڑا انعام وحئ الٰہی کا انعام ہے۔

ان تمام انعامات میں سے بزرگ تر انعام وحی یقینی کا انعام ہے کیونکہ گفتارِ الٰہی قائم مقام دیدارِ الٰہی ہے۔

(نزول المسیح ص۱۰۹)

سب سے بڑھ کر انعام مکالمات الٰہی کا ہے جس سے انسان خداشناسی میں پوری ترقی کرتا ہے تقویٰ گناہ سے بیزاری اور خدا کی محبت اور وفا اور

لیکن یاد رہے کہ ضرور اُن انعامات میں جو نبیوں کو دیئے گئے اس اُمّت کے لئے حصّہ رکھا گیا ہے کیونکہ اگر مسلمانوں کے کامل افراد کی فطرتوں میں یہ حصّہ نہ ہوتا تو اُن کے دلوں میں یہ خواہش نہ پائی جاتی کہ وہ خداشناسی کے درجہ میں حق الیقین کے درجہ تک پہنچ جائیں۔ اور اُن انعامات سے سب سے بڑھ کر یقینی مخاطبات اور مکالمات کا انعام ہے جس سے انسان اپنی خداشناسی میں پوری ترقی کرتا ہے۔ گویا ایک طور سے خدا تعالےٰ کو دیکھ لیتا ہے اور اس کی ہستی پر رویت کے رنگ میں ایمان لاتا ہے تب الٰہی ہیبت پُورے طور پر اُس کے دل پر کام کرتی ہے۔ اور جیسا کہ ہر ایک جگہ رویت اور یقین کا خاصہ ہے وہ خاصہ اس کے اندر اپنا کام کرنے لگتا ہے اور شکوک اور شبہات کی تاریکی اس طرح دُور

توکل اور اس کے خوف میں سب سے بڑھ جانا۔

ہو جاتی ہے جیسا کہ آفتاب سے ظلمت۔ تب روئے زمین پر اُس جیسا کوئی اتقی نہیں ہوتا اور اس جیسا کوئی گناہ سے بیزار نہیں ہوتا اور اُس جیسا اُس خالق یگانہ سے کوئی محبت کرنے والا نہیں ہوتا، اور اُس جیسا اُس یار کا کوئی وفادار نہیں ہوتا، اور اُس جیسا کوئی ڈرنے والا نہیں ہوتا، اور اُس جیسا کوئی توکّل کرنے والا نہیں ہوتا، اور اُس جیسا پیوند میں کوئی صادق نہیں ہوتا۔

(نزول المسیح ص۱۰۹ و ص۱۱۱)

انسان گناہ سے پاک کس طرح ہو سکتا ہے۔

گناہ سے پاک ہونا بجُز اس کے ممکن نہیں کہ ہیبت اللہ کی موت یقین کی تیز شعاعوں کی وجہ سے انسان کے دل پر وارد ہو جائے اور سچّی محبّت اور سچّی ہیبت دل میں بس جائے اور دل خدا کے جمال اور جلال سے رنگین ہو جائے اور یہ دونوں کیفیّتیں کبھی اور ہرگز دل میں آ ہی نہیں سکتیں جب تک کہ خدا کی ہستی اور اُس کی اِن دونوں قسم کے صفات پر یقین پیدا نہ ہو۔ پس اس سے معلوم ہُوا کہ نجات کی جڑ اور نجات کا ذریعہ صرف یقین ہے۔ وہ یقین ہی ہے کہ باوجود بلاؤں کے سامنے کے اطاعت کے لئے گردن جھکا دیتا اور آگ میں داخل ہونے کے لئے کھڑا کر دیتا ہے۔ وہ یقینی نظارہ ہی ہے جو عاشق بنا دیتا ہے اور مرنے کے لئے تیار کر دیتا ہے۔ وہ یقینی نظارہ ہی ہے کہ جس سے انسان خدا کے لئے آرام کا پہلو چھوڑتا اور مخلوق کی تعریف اور تحسین سے لاپرواہ ہو جاتا اور ایک کے لئے تمام دُنیا کو اپنا خطرناک دشمن بنا لیتا ہے۔ انسان یقینی ہیبت کی وجہ سے مباح چیزوں کو بھی ڈرتا ڈرتا ہی استعمال کرتا ہے اور زبان کو ناگفتنی باتوں سے روکتا ہے۔ گویا اُس کے مُنہ میں سنگریزے ہیں اور یہ یقین یا تو دیدار سے میسّر آتا ہے اور یا اُس گفتار سے جو خدا کا یقینی کلام ہے۔

(نزول المسیح ص۱۱۱)

یقین تک پہنچانے کیلئے ایک ہی انتظام ہے اور وہ خدا کا قول ہے جسکی تائید اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے۔

اب جبکہ انسانی فطرت اور انسانی کانشنس اور انسانی روح شکوک و شبہات کی موت سے مرنا پسند نہیں کرتی اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک کھلے کھلے یقین کی پیاسی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ جس قادر اور حکیم نے انسان کو یقین حاصل کرنے کی پیاس لگادی ہے اُس نے پہلے سے اس بات کا انتظام بھی کرلیا ہے کہ انسان یقین کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ اب یہ سوال پیدا ہے کہ وہ کونسا انتظام ہے جو یقین تک پہنچاتا ہے سو مجھے چھوڑو تا میں صاف صاف کہہ دُوں کہ وہ انتظام ابتداءِ دُنیا سے آج تک ایک ہی چلا آیا ہے یعنی خدا کا قول جس کی تائید اور تصدیق اس کا خارق عادت فعل کرتا ہے۔ (نزول المسیح ص۱۱۲)

خدا سے مالی مدد اور انصار کی دعا اور اس کی قبولیت

جب میں نے کہا کہ اے میرے پروردگار مجھے اکیلا مت چھوڑ تو جواب دیا کہ میں اکیلا نہیں چھوڑونگا۔ اور جب میں نے کہا کہ میں نادار ہوں مجھے مالی مدد دے تو اُس نے کہا کہ ہر ایک راہ سے تجھے مدد آئے گی اور یہ راہیں عمیق ہوجائیں گی۔

(نزول المسیح ص۱۲۰)

کاربنکل کا اندیشہ ہونے کے وقت دعا اور اس کی قبولیت

ایک دفعہ مجھے مرضِ ذیابیطس کے سبب بہت تکلیف تھی کہ کئی دفعہ سَو سَو مرتبہ دن میں پیشاب آتا تھا۔ دونوں شانوں میں ایسے آثار نمودار ہوگئے جس سے کاربنکل کا اندیشہ تھا۔ تب میں دُعا میں مصروف ہُوا تو یہ الہام ہُوا کہ۔ "والموت اذا عسعس" یعنی قسم ہے موت کی جب کہ ہٹائی جائے۔ چنانچہ یہ الہام بھی ایسا پُورا ہُوا کہ اُس وقت سے لے کر ہمیشہ ہماری زندگی کا ہر ایک سیکنڈ ایک نشان ہے۔

(نزول المسیح ص۲۳۵)

کشتی نوح

احمدیوں کے ساتھ خدا کی خاص حمایت۔ خدا تعالےٰ کی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اسکے لئے یقین اور محبت اور انقطاع کی ضرورت۔

انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نستناً و منقابلتاً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس بات پر بعض نادان چونک پڑیں گے اور بعض ہنسیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دیں گے اور بعض حیرت میں آئیں گے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایت اسباب کے بھی رحمت نازل کر سکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ ہاں بلاشبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مر جاتے۔ وہ عجیب قادر ہے اور اس کی پاک قدرتیں عجیب ہیں۔ ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کتوں کی طرح مسلط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں۔ ایسا ہی جب دُنیا پر اس کا غضب مستولی ہوتا ہے اور اس کا قہر ظالموں پر جوش مارتا ہے تو اس کی آنکھ اس کے خاص لوگوں کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اہلِ حق کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور کوئی ان کو شناخت نہ کر سکتا۔ اس کی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں۔ جن کو یقین اور محبت اور اس کی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور نفسانی عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں انہیں کے لئے خارق عادت قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر خارق عادت قدرتوں کے دکھلانے کا انہیں کے لئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو پھاڑتے ہیں۔

(کشتی نوح ص۲ و ص۳)

جماعت کے لئے تعلیم

واضح رہے کہ صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پُورا پورا عمل نہ ہو۔ پس جو شخص میری تعلیم پر پُورا پُورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالےٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے۔ انی احافظ کُل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے اس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پُوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیّر ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا۔ نہ کوئی اس کا بیٹا۔ وہ دُکھ اٹھانے اور صلیب پر چڑھنے اور مرنے سے پاک ہے۔ وہ ایسا ہے کہ باوجود دُور ہونے کے نزدیک ہے اور باوجود نزدیک ہونے کے دُور ہے اور باوجود ایک ہونے کے اس کی تجلّیات الگ الگ ہیں۔ انسان کی طرف سے جب ایک نئے رنگ کی تبدیلی ظہور میں آوے تو اس کے لئے وہ ایک نیا خدا بن جاتا ہے اور ایک نئی تجلّی کے ساتھ اس سے معاملہ کرتا ہے اور انسان بقدر اپنی تبدیلی کے خدا میں بھی تبدیلی دیکھتا ہے مگر یہ نہیں کہ خدا میں کچھ تغیّر آجاتا ہے۔ بلکہ وہ ازل سے غیر متغیّر اور کمال تام رکھتا ہے لیکن انسانی تغیرات کے وقت جب نیکی کی طرف انسان کے تغیّر ہوتے ہیں تو خدا بھی ایک نئی تجلّی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے اور ہر ایک ترقی یافتہ حالت کے وقت جو انسان سے ظہور میں آتی ہے خدا تعالےٰ کی قادرانہ تجلی بھی ایک ترقی کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ وہ خارق عادت قدرت اسی جگہ دکھلاتا ہے جہاں خارق عادت تبدیلی ظاہر ہوتی ہے۔ خوارق اور معجزات کی یہی جڑھ ہے۔ یہ خدا ہے جو

ہمارے سلسلہ کی شرط ہے۔ اس پر ایمان لاؤ اور اپنے نفس پر اور اپنے آراموں پر اور اس کے کل تعلقات پر اس کو مقدم رکھو اور عملی طور پر بہادری کے ساتھ اس کی راہ میں صدق و وفا دکھلاؤ۔ دُنیا اپنے اسباب اور اپنے عزیزوں پر اس کو مقدم نہیں رکھتی مگر تم اس کو مقدم رکھو تا تم آسمان پر اس کی جماعت لکھے جاؤ۔ رحمت کے نشان دکھلانا قدیم سے خدا کی عادت ہے مگر تم اس حالت میں اس عادت سے حصّہ لے سکتے ہو کہ تم میں اور اس میں کوئی جدائی نہ رہے اور تمہاری مرضی اس کی مرضی اور تمہاری خواہشیں اس کی خواہشیں ہو جائیں۔ اور تمہارا سر ہر ایک وقت اور ہر ایک حالت مرادیابی اور نامرادی میں اس کے آستانہ پر پڑا رہے تا جو چاہے سو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تم میں وہ خدا ظاہر ہوگا جس نے مدت سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے جو اس پر عمل کرے اور اس کی رضا کا طالب ہو جائے اور اس کی قضاء و قدر پر ناراض نہ ہو۔ سو تم مصیبت کو دیکھ کر اور بھی قدم آگے رکھو کہ یہی تمہاری ترقی کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی توحید زمین پر پھیلانے کے لئے اپنی تمام طاقت سے کوشش کرو اور اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔ بہت ہیں جو حلم ظاہر کرتے ہیں مگر وہ اندر سے بھیڑیئے ہیں۔ بہت ہیں جو اوپر سے صاف ہیں مگر اندر سے سانپ ہیں۔ تم اس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے

ڈرتے رہو اور تقوی اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولا کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دُنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیونکہ وہ پاک ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دُنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اس کی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اس کی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔ کیا تم اس کو دھوکہ دے سکتے ہو۔ پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔ اگر ایک ذرہ تیرگی تم میں باقی ہے تو وہ تمہاری ساری روشنی کو دُور کر دے گی اور اگر تمہارے کسی پہلو میں تکبر ہے یا ریا ہے یا خود پسندی ہے یا کسل ہے تو تم ایسی چیز نہیں کہ جو قبول کے لائق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ دو کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا ہے کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پُورا پُورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو بھائی کے ساتھ صُلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے

گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو ان باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔ خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دُنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گِدوں کی طرح گرتے ہیں اور دُنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسیگا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔ دنیا ہزاروں بلاؤں کی جگہ ہے جن میں سے ایک طاعون بھی ہے۔ سو تم خدا کے ساتھ صدق کے ساتھ پنجہ مارو تا وہ یہ بلائیں تم سے دُور رکھے۔ کوئی آفت زمین پر پیدا نہیں ہوتی جب تک آسمان سے حکم نہ ہو اور کوئی آفت دُور نہیں ہوتی جب تک آسمان سے رحم نازل نہ ہو۔ سو تمہاری عقلمندی اسی میں ہے کہ تم جڑ کو پکڑو نہ شاخ

کو۔ تمہیں دوا اور تدبیر سے ممانعت نہیں ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے سے ممانعت ہے۔ اور آخر وہی ہوگا جو خدا کا ارادہ ہوگا۔ اگر کوئی طاقت رکھے تو توکل کا مقام ہر ایک مقام سے بڑھ کر ہے۔ اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔

(کشتی نوح ص۱۰ تا ص۱۳)

حقیقی نجات وہ ہے جو اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے

یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔

(کشتی نوح ص۱۳)

جماعت کے لئے تعلیم

پس جو شخص مجھ سے سچّی بیعت کرتا ہے اور سچّے دل سے میرا پیرو بنتا ہے اور میری اطاعت میں محو ہو کر اپنے تمام ارادوں کو چھوڑتا ہے وہی ہے جو ان آفتوں کے دنوں میں میری رُوح اس کی شفاعت کرے گی۔ سو لازم ہے کہ تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو۔ اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا

جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ ضرور ہے کہ انواع رنج و مصیبت سے تمہارا امتحان بھی ہو جیسا کہ پہلے مومنوں کے امتحان ہوئے۔ سو خبردار ہو ایسا نہ ہو کہ ٹھوکر کھاؤ۔ زمین تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔ جب کبھی تم اپنا نقصان کرو گے تو اپنے ہاتھوں سے نہ دشمن کے ہاتھوں سے۔ اگر تمہاری زمینی عزّت ساری جاتی رہے تو خدا تمہیں ایک لازوال عزّت آسمان پر دے گا، سو تم اس کو مت چھوڑو۔ اور ضرور ہے کہ تم دکھ دیئے جاؤ اور اپنی کئی اُمیدوں سے بے نصیب کئے جاؤ، سو اِن صورتوں سے تم دلگیر مت ہو کیونکہ تمہارا خدا تمہیں آزماتا ہے کہ تم اس کی راہ میں ثابت قدم ہو یا نہیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سُست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا اور حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ دیکھو میں بہت خوشی سے خبر دیتا ہوں کہ تمہارا خدا درحقیقت موجود ہے۔ اگرچہ سب اس کی مخلوق ہے لیکن وہ اس شخص کو چُن لیتا ہے جو اس کو چنتا ہے۔ وہ اس کے پاس آجاتا ہے جو اس کے پاس جاتا ہے۔ جو اس کو عزّت دیتا ہے وہ اس کو بھی عزّت دیتا ہے۔

تم اپنے دلوں کو سیدھے کر کے اور زبانوں اور آنکھوں اور کانوں کو پاک کر کے اس کی طرف آجاؤ کہ وہ تمہیں قبول کرے گا۔

(کشتی نوح ص۱۴ و ص۱۵)

جماعت کے لئے تعلیم

ان سب باتوں کے بعد پھر میں کہتا ہوں کہ یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔ دُعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دُعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجُز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہُوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے قماربازی سے بدنظری سے اور خیانت سے اور رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بداثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک مرد جو بیوی

سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص مجھے فی الواقعہ مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص امورِ معروفہ میں میری اطاعت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمارباز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اُس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دِلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا ہے۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ دشمن جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں اور خدا اُن کی حمایت میں ہے۔ کون خدا پر ایمان لایا؟ صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک گنہگار اور بدباطن اور شریرالنفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہو گا۔ جب سے خدا نے آسمان اور زمین کو بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہُوا کہ اُس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و

نابود کر دیا ہو۔ بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کیلئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دُنیا چاہتی ہے کہ اُن کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن اُن پر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو اُن کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دُنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے جس نے مجھے اِس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وُہی خدا ہے، اس کے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیوّم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وہی جو اُس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دُعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مُہر نہیں، کیونکہ وہ مردود ہیں اُن کی دُعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اُس کی بے انتہا قدرتوں کی حد بست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ ان کی حالت ہے لیکن

جب تُو دُعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دُعا منظور ہوگی اور تُو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رؤیت سے ہے نہ بطور قصّہ کے۔ اس شخص کی دُعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانونِ قُدرت کے مخالف ہیں، دُعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان! تُو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُس پر بدظنّی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا؟ بلکہ تیری ہی بدظنّی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اُس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دِلوں میں بٹھا دُوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دَوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کُھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے

نابود کر دیا ہو۔ بلکہ وہ اُن کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اُس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دُنیا چاہتی ہے کہ اُن کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن اُن پر دانت پیستا ہے۔ مگر وہ جو اُن کا دوست ہے ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اُس خدا کا دامن نہ چھوڑے۔ ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم نے اس کو شناخت کیا۔ تمام دُنیا کا وہی خدا ہے جس نے میرے پر وحی نازل کی۔ جس نے میرے لئے زبردست نشان دکھلائے۔ جس نے مجھے اِس زمانہ کے لئے مسیح موعود کر کے بھیجا۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں، نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ جو شخص اس پر ایمان نہیں لاتا وہ سعادت سے محروم اور خذلان میں گرفتار ہے۔ ہم نے اپنے خدا کی آفتاب کی طرح روشن وحی پائی۔ ہم نے اسے دیکھ لیا کہ دُنیا کا وُہی خدا ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔ کیا ہی قادر اور قیّوم خدا ہے جس کو ہم نے پایا۔ کیا ہی زبردست قدرتوں کا مالک ہے جس کو ہم نے دیکھا۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ اس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں مگر وہی جو اُس کی کتاب اور وعدہ کے برخلاف ہے۔ سو جب تم دُعا کرو تو اُن جاہل نیچریوں کی طرح نہ کرو جو اپنے ہی خیال سے ایک قانونِ قدرت بنا بیٹھے ہیں جس پر خدا کی کتاب کی مُہر نہیں، کیونکہ وہ مردود ہیں اُن کی دُعائیں ہرگز قبول نہیں ہوں گی۔ وہ اندھے ہیں نہ سوجاکھے۔ وہ مُردے ہیں نہ زندے۔ خدا کے سامنے اپنا تراشیدہ قانون پیش کرتے ہیں اور اُس کی بے انتہا قدرتوں کی حدبست ٹھہراتے ہیں اور اس کو کمزور سمجھتے ہیں۔ سو ان سے ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا جیسا کہ ان کی حالت ہے لیکن

جب تو دُعا کے لئے کھڑا ہو تو تجھے لازم ہے کہ یہ یقین رکھے کہ تیرا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے تب تیری دُعا منظور ہوگی اور تُو خدا کی قدرت کے عجائبات دیکھے گا جو ہم نے دیکھے ہیں۔ اور ہماری گواہی رویت سے ہے نہ بطور قصّہ کے۔ اس شخص کی دُعا کیونکر منظور ہو اور خود کیونکر اس کو بڑی مشکلات کے وقت جو اس کے نزدیک قانونِ قُدرت کے مخالف ہیں، دُعا کرنے کا حوصلہ پڑے جو خدا کو ہر ایک چیز پر قادر نہیں سمجھتا۔ مگر اے سعید انسان! تُو ایسا مت کر۔ تیرا خدا وہ ہے جس نے بے شمار ستاروں کو بغیر ستون کے لٹکا دیا اور جس نے زمین و آسمان کو محض عدم سے پیدا کیا۔ کیا تو اُس پر بدظنی رکھتا ہے کہ وہ تیرے کام میں عاجز آجائے گا؟ بلکہ تیری ہی بدظنی تجھے محروم رکھے گی۔ ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اُس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اُس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اُس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دِلوں میں بٹھا دُوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں۔ اور کس دَوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کُھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے

ہوگے اور خدا تعالےٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں، اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دُنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے۔ پھر اگر تم کو اُس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنیوالا ہے تو تم دُنیا کے لئے ایسے بیخود کیوں ہوتے؟ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلّی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کُتّے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مُردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دُور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خُدا سے قوّت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی رُوح اُن میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔ اُن کے اندر دُنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُن کے تمام اندرونی اعضا کاٹ دیئے ہیں۔ پس تم اُس جذام سے ڈرو۔ میں تمہیں حدِ اعتدال تک رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وُہی مہیّا کرتا ہے۔ اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔ تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو اور نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اُسی کے اِذن سے۔ ایک مُردہ اس پر ہنسی کرے گا مگر کاش اگر وہ مر جاتا تو اُس ہنسی سے اس کے لئے

تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دُنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔

غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے نہ بن جاؤ۔ اگر تمہیں

بہتر تھا۔ خبردار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر اُن کی رِیس مت کرو کہ انہوں نے دُنیا کے منصوبوں میں بہت ترقی کر لی ہے آؤ ہم بھی اُنہی کے قدم پر چلیں۔ سُنو اور سمجھو کہ وہ اُس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ اُن کا خدا کیا چیز ہے؟ صرف ایک عاجز انسان۔ اس لئے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔ میں تمہیں دُنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم اُن لوگوں کے پَیرو مت ہو جنہوں نے سب کچھ دُنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ چاہیئے کہ تمہارے ہر ایک کام میں خواہ دُنیا کا ہو خواہ دین کا خدا سے طاقت اور توفیق مانگنے کا سلسلہ جاری رہے۔ لیکن نہ صرف خشک ہونٹوں سے بلکہ چاہیئے کہ تمہارا یہ سچ مچ یہ عقیدہ ہو کہ ہر ایک برکت آسمان سے ہی اترتی ہے۔ تم راستباز اُس وقت ہو گے جب کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ ہر ایک کام کے وقت، ہر ایک مشکل کے وقت، قبل اس کے جو تم کوئی تدبیر کرو اپنا دروازہ بند کرو اور خدا کے آستانہ پر گرو کہ ہمیں یہ مشکل پیش ہے اپنے فضل سے مشکل کشائی فرما۔ تب رُوح القدس تمہاری مدد کرے گی اور غیب سے کوئی راہ تمہارے لئے کھولی جائے گی۔ اپنی جانوں پر رحم کرو اور جو لوگ خدا سے بکلّی علاقہ توڑ چکے ہیں اور ہمہ تن اسباب پر گِر گئے ہیں یہاں تک کہ طاقت مانگنے کے لئے وُہ منہ سے اِنشاءاللہ بھی نہیں نکالتے اُن کے پَیرو مت بن جاؤ۔ خدا تمہاری آنکھیں کھولے تا تمہیں معلوم ہو کہ تمہارا خدا تمہاری تمام تدابیر کا شہتیر ہے۔ اگر شہتیر گر جائے تو کڑیاں اپنی چھت پر قائم رہ سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ یکدفعہ گر پڑیں گی اور احتمال ہے کہ اُن سے کئی خون بھی ہو جائیں۔ اسی طرح تمہاری تدابیر بغیر خدا کی مدد کے قائم نہیں رہ سکتیں۔ اگر تم اس سے مدد نہیں مانگو گے اور اس سے طاقت مانگنا اپنا اصول نہیں ٹھہراؤ گے تو تمہیں کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ آخر بڑی حسرت سے مرو گے۔ یہ مت خیال کرو کہ پھر دوسری قومیں کیونکر کامیاب ہو رہی ہیں حالانکہ وہ اُس خدا کو جانتی بھی نہیں جو

آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے۔

دوسری قومیں خدا کو چھوڑ کر

تمہارا کامل اور قادر خُدا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ وہ خدا کو چھوڑنے کی وجہ سے دُنیا کے امتحان میں ڈالی گئی ہیں۔ خدا کا امتحان کبھی اس رنگ میں ہوتا ہے کہ جو شخص اُسے چھوڑتا ہے اور دُنیا کی مستیوں اور لذّتوں سے دِل لگاتا ہے اور دنیا کی دولتوں کا خواہشمند ہوتا ہے تو دُنیا کے دروازے اس پر کھولے جاتے ہیں اور دین کے رُو سے وہ نِرا مفلس اور ننگا ہوتا ہے اور آخر دُنیا کے خیالات میں ہی مرتا اور ابدی جہنّم میں ڈالا جاتا ہے۔ اور کبھی اس رنگ میں بھی امتحان ہوتا ہے کہ دُنیا سے بھی نامراد رکھا جاتا ہے۔ مگر مؤخرالذکر امتحان ایسا خطرناک نہیں جیسا کہ پہلا کیونکہ پہلے امتحان والا زیادہ مغرور ہوتا ہے۔ بہرحال یہ دونوں فریق مغضوب علیہم ہیں۔ سچی خوشحالی کا سرچشمہ خدا ہے۔ پس جبکہ اُس حیّ و قیوم خدا سے یہ لوگ بے خبر ہیں بلکہ لاپرواہ ہیں اور اس سے منہ پھیر رہے ہیں تو سچی خوشحالی اُن کو کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔ مبارک ہو اُس انسان کو جو اِس راز کو سمجھ لے اور ہلاک ہو گیا وہ شخص جس نے اِس راز کو نہیں سمجھا۔ اسی طرح تمہیں چاہیئے کہ اِس دُنیا کے فلسفیوں کی پیروی مت کرو اور ان کو عزّت کی نگہ سے مت دیکھو کہ یہ سب نادانیاں ہیں۔

بھی کیوں کامیاب ہو رہی ہیں۔

(کشتی نوح صـ۱۷ تا صـ۲۲)

یہ خیال مت کرو کہ خدا کی وحی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور روح القدس اب اُتر نہیں سکتا بلکہ پہلے زمانوں میں ہی اُتر چکا۔ اور مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہر یک دروازہ بند ہو جاتا ہے مگر رُوح القدس کے اُترنے کا کبھی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تم اپنے دِلوں کے دروازے کھول دو تا وہ اُن میں داخل ہو۔ تم اُس آفتاب سے خود اپنے تئیں دُور ڈالتے ہو جبکہ اُس شعاع کے داخل ہونے کی کھڑکی کو بند کرتے ہو۔ اے نادان اُٹھ اور اُس کھڑکی کو کھول دے۔ تب آفتاب خود بخود تیرے اندر

وحی کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔

داخل ہو جائے گا۔ جب کہ خدا نے دُنیا کے فیضوں کی راہیں اس زمانہ میں تم پر بند نہیں کیں بلکہ زیادہ کیں، تو کیا تمہارا ظن ہے کہ آسمان کے فیوض کی راہیں جن کی اس وقت تمہیں بہت ضرورت تھی وہ تم پر اُس نے بند کر دی ہیں! ہرگز نہیں بلکہ بہت صفائی سے وہ دروازہ کھولا گیا ہے۔ اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے تو تم کیوں اُن کے لینے سے انکار کرتے ہو؟ اُس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا۔ اس دُودھ کے لئے تم بچوں کی طرح رونا شروع کرو کہ دُودھ پستان سے خود بخود اُتر آئے گا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اضطراب دکھلاؤ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلّاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے۔ پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیّت سے اِس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے۔ یہی ہے جو خدا نے فرمایا وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا الخ یعنی اے بدو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنّم کی آگ پر گذر نہ کرے۔ مگر وہ جو خدا کے لئے اُس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دئے جائیں گے لیکن وہ جو اپنے نفس امّارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے وہ آگ اُسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے

اس چشمہ کے پیاسے بنو کہ پانی خود بخود آجائے گا۔

مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتا ہے۔

پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔ وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اُٹھاؤ کہ شام نزدیک ہے جو کچھ پیش کرنا ہے وُہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے اور زیان کاری کا موجب ہو، یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔

(کشتی نوح صـ۲۲ و صـ۲۳)

سوتم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اُٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سَو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وُہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سوتم قرآن کو تدبّر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیساکہ خُدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰن کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے۔ یہ بڑی دولت ہے۔ اگر قرآن نہ آتا تو تمام دُنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو۔ قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔

(کشتی نوح صـ۲۴، صـ۲۵)

سوتم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔

قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے۔

سوتم صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبّت ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرو۔ اور اپنا کام یہی سمجھو جب تک زندگی ہے۔ پھر خدا تم میں سے جس کی نسبت چاہیگا اُس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشرف کرے گا۔ تمہیں ایسی تمنّا بھی نہیں چاہیئے تا نفسانی تمنّا کی وجہ سے سلسلہ شیطانیہ شروع نہ ہو جائے جس سے کئی لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ پس تم خدمت اور عبادت میں لگے رہو۔ تمہاری تمام کوشش اسی میں مصروف ہونی چاہیئے کہ تم خدا کے تمام احکام کے پابند ہو جاؤ اور یقین میں ترقی چاہو۔ نجات کے لئے، نہ الہام نمائی کے لئے قرآن شریف نے تمہارے لئے بہت پاک احکام لکھے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ تم شرک سے بکلّی پرہیز کرو کہ مشرک سرچشمۂ نجات سے بے نصیب ہے۔ تم جھوٹ نہ بولو کہ جھوٹ بھی ایک حصّہ شرک ہے۔

(کشتی نوح صـ۲۶)

صدق اور راستی اور تقویٰ اور محبّت ذاتیہ الٰہیہ میں ترقی کرو۔ اور مکالمہ کی تمنا نہ کرو۔ مشرک سرچشمہ نجات سے بے نصیب ہے۔ جھوٹ بھی ایک حصّہ شرک ہے۔

اعلیٰ درجہ کے حلیم اور خلیق بنو لیکن نہ بے محل اور بے موقعہ۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی یاد رکھّو کہ حقیقی اخلاقِ فاضلہ جن کے ساتھ نفسانی اغراض کی کوئی زہریلی آمیزش نہیں۔ وہ اُوپر سے بذریعہ رُوح القدس آتے ہیں۔ سوتم ان اخلاقِ فاضلہ کو محض اپنی کوششوں سے حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم کو اوپر سے وہ اخلاق عنایت نہ کئے جائیں۔ اور ہر ایک جو آسمانی فیض سے بذریعہ رُوح القدس اخلاق کا حِصّہ نہیں پاتا وُہ اخلاق کے دعوے میں جُھوٹا ہے اور اس کے پانی کے نیچے بہت سا کیچڑ ہے اور بہت سا گوبر ہے۔ جو نفسانی جوشوں کے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ سوتم خدا سے ہر وقت قُوّت مانگو جو اس کیچڑ اور اس گوبر سے تم نجات پاؤ اور رُوح القدّس تم میں سچّی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔ یاد رکھو

حقیقی اخلاقِ فاضلہ اوپر سے بذریعہ رُوح القدس آتے ہیں۔

رُوح القدس

تم میں سچی طہارت اور لطافت پیدا کرے۔

کہ سچے اور پاک اخلاق راستبازوں کا معجزہ ہے جن میں کوئی غیر شریک نہیں۔
کیونکہ وہ جو خدا میں محو نہیں ہوتے وہ اُوپر سے قوت نہیں پاتے، اس لئے ان
کے لئے ممکن نہیں کہ وُہ پاک اخلاق حاصل کر سکیں۔ سو تم اپنے خدا سے صاف
ربط پیدا کرو ٹھٹھا۔ ہنسی۔ کینہ وری۔ گندہ زبانی۔ لالچ۔ جھوٹ۔ بدکاری۔ بدنظری۔
بدخیالی۔ دُنیا پرستی۔ تکبر۔ غرور۔ خود پسندی۔ شرارت۔ کج بحثی سب چھوڑ دو۔
پھر یہ سب کچھ تمہیں آسمان سے ملے گا۔ جب تک وُہ طاقت بالا جو تمہیں اُوپر کی
طرف کھینچ کر لے جائے تمہارے شاملِ حال نہ ہو اور رُوح القدس جو زندگی
بخشتا ہے تم میں داخل نہ ہو تب تک تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے
ہوئے ہو، بلکہ ایک مُردہ ہو جس میں جان نہیں۔ اس حالت میں نہ تو تم کسی مصیبت
کا مقابلہ کر سکتے ہو، نہ اقبال اور دولت مندی کی حالت میں کبر اور غرور سے
بچ سکتے ہو، اور ہر ایک پہلو سے تم شیطان اور نفس کے مغلوب ہو۔ سو تمہارا علاج
تو درحقیقت ایک ہی ہے کہ رُوح القدس جو خاص خدا کے ہاتھ سے اترتی ہے
تمہارا مُنہ نیکی اور راستبازی کی طرف پھیر دے۔ تم ابناء السماء بنو نہ ابناء الارض،
اور روشنی کے وارث بنو نہ تاریکی کے عاشق، تا تم شیطان کی گذرگاہوں سے
امن میں آجاؤ۔ کیونکہ شیطان کو ہمیشہ رات سے غرض ہے۔ دن سے کچھ غرض
نہیں۔ کیونکہ وہ پُرانا چور ہے جو تاریکی میں قدم رکھتا ہے۔

(کشتی نوح صا۴۱، ص۴۲)

جبتک روح القدس تم میں داخل نہ ہو تم بہت ہی کمزور اور تاریکی میں پڑے ہوئے ہو۔

میں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں اور میں اسکے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔

مُبارک وہ جس نے مجھے پہچانا۔ مَیں خدا کی سب راہوں میں سے آخری
راہ ہوں، اور مَیں اُس کے سب نوروں میں سے آخری نُور
ہوں۔ بدقسمت ہے وُہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر
سب تاریکی ہے۔

(کشتی نوح ص۵۶)

احادیث نبویہ پر پورے کاربند رہو۔

چاہیئے کہ احادیثِ نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور
نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل مگر اس کی تائید
میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔

(کشتی نوح ص۵۸)

اے خدا کے طالب بندو کان کھولو اور سُنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں

اے خدا کے طالب بندو! کان کھولو اور سُنو کہ یقین جیسی کوئی چیز نہیں۔
یقین ہی ہے جو گناہ سے چھڑاتا ہے۔ یقین ہی ہے جو نیکی کرنے کی قوت دیتا
ہے۔ یقین ہی ہے جو خدا کا عاشق صادق بناتا ہے۔ کیا تم گناہ کو بغیر یقین کے
چھوڑ سکتے ہو۔ کیا تم جذباتِ نفس سے بغیر یقینی تجلّی کے رُک سکتے ہو۔ کیا تم
بغیر یقین کے کوئی تسلّی پا سکتے ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی تبدیلی پیدا کر سکتے
ہو۔ کیا تم بغیر یقین کے کوئی سچی خوشحالی حاصل کر سکتے ہو۔ .... مبارک وہ جو
یقین رکھتے ہیں کیونکہ وہی خدا کو دیکھیں گے۔ مبارک وہ جو شبہات اور شکوک
سے نجات پا گئے ہیں کیونکہ وُہی گناہ سے نجات پائیں گے۔ مُبارک تم جبکہ تمہیں
یقین کی دولت دی جائے کہ اس کے بعد تمہارے گناہ کا خاتمہ ہوگا۔ گناہ اور یقین
دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ کیا تم ایسے سوراخ میں ہاتھ ڈال سکتے ہو جس میں تم ایک
سخت زہریلے سانپ کو دیکھ رہے ہو۔ کیا تم ایسی جگہ کھڑے رہ سکتے ہو جس جگہ
کسی کوہِ آتش فشاں سے پتھر برستے ہیں یا بجلی پڑتی ہے یا ایک خونخوار شیر کے حملہ
کرنے کی جگہ ہے یا ایک ایسی جگہ ہے جہاں ایک مُہلک طاعون نسلِ انسانی کو

معدوم کر رہی ہے۔ پھر اگر تمہیں خدا پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ سانپ پر، یا بجلی پر، یا شیر پر، یا طاعون پر۔ تو ممکن نہیں کہ اس کے مقابل پر تم نافرمانی کر کے سزا کی راہ اختیار کر سکو یا صدق و وفا کا اس سے تعلق توڑ سکو۔

اے وے لوگو جو نیکی اور راستبازی کے لئے بلائے گئے ہو تم یقیناً سمجھو کہ خدا کی کشش اسی وقت تم میں پیدا ہو گی اور اُسی وقت تم گناہ کے مکروہ داغ سے پاک کئے جاؤ گے جبکہ تمہارے دل یقین سے بھر جائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں۔

یقین کی دیواریں آسمان تک ہیں۔ شیطان اُن پر چڑھ نہیں سکتا۔ ہر ایک جو پاک ہوا وہ یقین سے پاک ہوا۔ یقین دُکھ اُٹھانے کی قوت دیتا ہے یہانتک کہ ایک بادشاہ کو تخت سے اُتارتا ہے اور فقیری جامہ پہناتا ہے۔ یقین ہر ایک دُکھ کو سہل کر دیتا ہے۔ یقین خدا کو دکھاتا ہے۔ ہر ایک کفّارہ جھوٹا ہے اور ہر ایک فدیہ باطل ہے اور ہر ایک پاکیزگی یقین کی راہ سے آتی ہے۔ وہ چیز جو گناہ سے چھڑاتی اور خدا تک پہنچاتی اور فرشتوں سے بھی صدق اور ثبات میں آگے بڑھا دیتی ہے وہ یقین ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس طرح انسان نفسانی لذّات کا سامان دیکھ کر اُن کی طرف کھینچا جاتا ہے اسی طرح انسان جب روحانی لذات یقین کے ذریعہ سے حاصل کرتا ہے تو وہ خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اور اس کا حُسن اس کو ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں اس کو سراسر ردّی دکھائی دیتی ہیں۔ اور انسان اُسی وقت گناہ سے مخلصی پاتا ہے جب کہ وہ خدا اور اس کے جبروت اور جزا سزا پر یقینی طور پر اطلاع پاتا ہے۔

خدا کا حسن ایسا مست کر دیتا ہے کہ دوسری تمام چیزیں سراسر ردّی دکھائی دیتی ہیں

(کشتی نوح صہ ۶۱ تا صہ ۶۳)

بلند پرواز کبوتر تو جو آسمان کی فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

چوہے مت بنو جو نیچے کی طرف جاتے ہیں بلکہ بلند پرواز کبوتر بنو جو آسمان کی فضا کو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تم توبہ کی بیعت کر کے پھر گناہ پر قائم نہ رہو اور سانپ کی طرح مت بنو جو کھال اُتار کر پھر بھی سانپ ہی رہتا ہے۔ موت کو یاد رکھو کہ وہ تمہارے نزدیک آتی جاتی ہے اور تم اس سے بے خبر ہو۔ کوشش کرو کہ پاک ہو جاؤ کہ انسان پاک کو تب پاتا ہے کہ خود پاک ہو جاوے۔ مگر تم اِس نعمت کو کیونکر پا سکو اس کا جواب خود خدا نے دیا ہے جہاں قرآن میں فرمایا ہے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ یعنی نماز اور صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو۔

نماز کیا چیز ہے۔

نماز کیا چیز ہے۔ وہ دُعا ہے جو تسبیح تحمید تقدیس اور استغفار اور دُرود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔ سو جب تم نماز پڑھو تو بے خبر لوگوں کی طرح اپنی دُعاؤں میں صرف عربی الفاظ کے پابند نہ رہو کیونکہ اُن کی نماز اور اُن کا استغفار سب رسمیں ہیں جن کے ساتھ کوئی حقیقت نہیں، لیکن تم جب نماز پڑھو تو بجز قرآن کے جو خدا کا کلام ہے اور بجز بعض ادعیہ ماثورہ کے کہ وہ رسُول کا کلام ہے، باقی اپنی تمام عام دُعاؤں میں اپنی زبان میں ہی الفاظِ متضرعانہ ادا کر لیا کرو تا کہ تمہارے دلوں پر اس عجز و نیاز کا کچھ اثر ہو۔

(کشتی نوح صہ ۶۳)

دن چڑھنے سے پہلے تضرع کرو۔

تم نہیں جانتے کہ نیا دن چڑھنے والا کس قسم کے قضاء و قدر تمہارے لئے لائے گا۔ پس قبل اس کے جو دن چڑھے تم اپنے مولا کی جانب ہی تضرع کرو کہ تمہارے لئے خیر و برکت کا دن چڑھے۔

(کشتی نوح صہ ۶۵)

امیروں اور بادشاہوں سے خطاب

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو!! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خُدا سے ڈرتے اور اُس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دُنیا کے مُلک اور دُنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے ...... پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کرکے بکلّی خدا سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔

(کشتی نوح صـ۶۵)

عورتوں کو کچھ نصیحت

عورتوں کو کچھ نصیحت

ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مُبتلا ہیں۔ وہ تعدّد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اس پر ایمان نہیں رکھتیں۔ اُن کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے ...... سو تم اے عورتو اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالےٰ کی شکایت مت کرو، بلکہ تم دُعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلا سے محفوظ رکھے۔ بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابلِ مواخذہ ہے جو دو جورُوئیں کرکے انصاف نہیں کرتا۔ مگر تم خود خدا کی نافرمانی کرکے موردِ قہرِ الٰہی مت بنو۔ ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے گا۔ اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدّد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضاء و قدر کا قانون تمہارے لئے کُھلا ہے۔ اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابلِ برداشت نہیں تو بذریعہ دُعا قضاء و قدر کے قانون سے

فائدہ اٹھاؤ کیونکہ قضاءُ قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ دُنیا سے اور اُس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصُوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض، نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل وجان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصّہ اُن کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اس ذمّہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔

(کشتی نوح صـ۷۱، صـ۷۲)

خاتمہ

نصائح سے غرض خدا کے خوف میں ترقی۔

یہ تمام نصائح جو ہم لکھ چکے ہیں اس غرض سے ہیں کہ تا ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی کرے اور تا وہ اس لائق ہو جاویں کہ خدا کا غضب جو زمین پر بھڑک رہا ہے وہ ان تک نہ پہنچے۔ اور تا اِن طاعون کے دنوں میں وہ خاص طور پر بچائے جائیں۔ سچی تقویٰ (آہ بہت ہی کم ہے سچی تقویٰ) خدا کو راضی کر دیتی ہے۔ اور خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بلا سے بچاتا ہے۔ ہر ایک مکّار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے مُتقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا

امیروں اور بادشاہوں سے خطاب

اے امیرو اور بادشاہو! اور دولتمندو!! آپ لوگوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو خدا سے ڈرتے اور اُس کی تمام راہوں میں راستباز ہیں۔ اکثر ایسے ہیں کہ دُنیا کے مُلک اور دُنیا کے املاک سے دل لگاتے ہیں اور پھر اسی میں عمر بسر کر لیتے ہیں اور موت کو یاد نہیں رکھتے ......پس کیا ہی بدقسمت وہ شخص ہے جو اس مختصر زندگی پر بھروسہ کرکے بکلّی خدا سے مُنہ پھیر لیتا ہے۔

(کشتی نوح صـ۶۵)

عورتوں کو کچھ نصیحت

عورتوں کو کچھ نصیحت

ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں عورتیں بھی مُبتلا ہیں۔ وہ تعدّد نکاح کے مسئلہ کو نہایت بُری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اس پر ایمان نہیں رکھتیں۔ اُن کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے ......سو تم اے عورتو اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالےٰ کی شکایت مت کرو، بلکہ تم دُعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلاء سے محفوظ رکھے۔ بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابلِ مواخذہ ہے جو دو جورُئیں کرکے انصاف نہیں کرتا۔ مگر تم خود خدا کی نافرمانی کرکے موردِ قہرِ الٰہی مت بنو۔ ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی نظر میں نیک بنو تو تمہارا خاوند بھی نیک کیا جاوے گا۔ اگرچہ شریعت نے مختلف مصالح کی وجہ سے تعدّد ازدواج کو جائز قرار دیا ہے لیکن قضاو قدر کا قانون تمہارے لئے کھلا ہے۔ اگر شریعت کا قانون تمہارے لئے قابلِ برداشت نہیں تو بذریعہ دُعا قضاو قدر کے قانون سے

فائدہ اٹھاؤ کیونکہ قضاؤ قدر کا قانون شریعت کے قانون پر بھی غالب آجاتا ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ دُنیا سے اور اُس کی زینت سے بہت دل مت لگاؤ۔ قومی فخر مت کرو۔ کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔ خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو ان کی حیثیت سے باہر ہیں۔ کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔ خدا کے فرائض، نماز، زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو۔ اپنے خاوندوں کی دل وجان سے مطیع رہو۔ بہت سا حصّہ اُن کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ سو تم اپنی اس ذمّہ داری کو ایسی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو گلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔

(کشتی نوح صـ۷۱، صـ۷۲)

خاتمہ

نصائح سے غرض خدا کے خوف میں ترقی۔

یہ تمام نصائح جو ہم لکھ چکے ہیں اس غرض سے ہیں کہ تا ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے خوف میں ترقی کرے اور تا وہ اس لائق ہو جاویں کہ خدا کا غضب جو زمین پر بھڑک رہا ہے وہ ان تک نہ پہنچے۔ اور تا ان طاعون کے دنوں میں وہ خاص طور پر بچائے جائیں۔ سچی تقویٰ (اور آہ بہت ہی کم ہے سچی تقویٰ) خدا کو راضی کر دیتی ہے۔ اور خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بلا سے بچاتا ہے۔ ہر ایک مکّار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے مُتّقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا

ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار
آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے مگر
سچا مذہب اُس شخص کا ہے جس کو اس دُنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک
کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی۔ مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو اسی دُنیا میں
نجات کے انوار دیکھتا ہے۔ سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ تا تم
ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔ کامل مُتقی طاعون سے بچایا جائے گا کیونکہ وہ خدا
کی پناہ میں ہے۔ سو تم کامل متقی بنو۔ جو کچھ خدا نے طاعون کے بارے میں فرمایا
تم سُن چکے ہو۔ وُہ ایک غضب کی آگ ہے پس تم اپنے تئیں اس آگ سے بچاؤ۔
جو شخص سچے طور پر میری پیروی کرتا ہے اور کوئی خیانت اُس کے اندر نہیں
اور نہ کسل اور نہ غفلت ہے اور نہ نیکی کے ساتھ بدی کو جمع رکھتا ہے وہ
بچایا جائے گا۔ لیکن وہ جو اس راہ میں سُست قدم سے چلتا ہے اور تقویٰ
کے راہوں میں پُورے طور پر قدم نہیں مارتا یا دُنیا پر گرا ہُوا ہے وہ اپنے
تئیں امتحان میں ڈالتا ہے۔ ہر ایک پہلو سے خدا کی اطاعت کرو۔ اور ہر ایک
شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کے لئے اب وقت ہے
کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے .... ہر شخص کا
صدق اُس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی
اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ
نہیں آئے گا۔ چاہیئے کہ زکوٰۃ دینے والا اسی جگہ اپنی زکوٰۃ بھیجے۔ اور ہر ایک
شخص فضولیوں سے اپنے تئیں بچاوے اور اسی راہ میں وہ روپیہ لگاوے۔ اور
بہر حال صدق دکھاوے تا فضل اور روح القدس کا انعام پاوے۔ کیونکہ یہ
انعام اُن لوگوں کے لئے تیار ہے جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ہمارے

تم کامل متقی بنو۔

اپنے مال سے بھی سلسلہ کی خدمت کرو۔

نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم پر جو رُوح القدس کی تجلّی ہوئی تھی وہ ہر ایک تجلّی سے بڑھ
کر ہے .... پس تم ایسے برگزیدہ نبی کے تابع ہو کر کیوں ہمّت ہارتے
ہو۔ تم اپنے وُہ نمونے دکھلاؤ جو فرشتے بھی آسمان پر تمہارے صدق و صفا سے
حیران ہو جائیں اور تم پر دُرود بھیجیں۔ تم ایک موت اختیار کرو تا تمہیں
زندگی ملے۔ اور تم نفسانی جوشوں سے اپنے اندر کو خالی کرو تا خدا اُس میں
اُترے۔ ایک طرف سے پختہ طور پر قطع کرو۔ اور ایک طرف سے کامل تعلق
پیدا کرو۔ خدا تمہاری مدد کرے۔

اَب میں ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ یہ تعلیم میری تمہارے لئے
مفید ہو اور تمہارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو کہ زمین کے تم ستارے بن
جاؤ۔ اور زمین اُس نُور سے روشن ہو جو تمہارے ربّ سے تمہیں
ملے۔ اٰمین ثمّ اٰمین۔

(کشتی نوح ص۷۳ تا ص۷۶)

اعجازِ احمدی

بے قراری

دل ہُوا جاتا ہے ہر دم بے قرار کس بیاباں میں نکالوں یہ بخار

(اعجاز احمدی صہ ۳۲)

محبت الٰہی

وانّی قتیل الحبّ فاخشوا قتیله
ولا تحسبونی مثل نعش یُنکّر

اطوف لمرضات الحبیب کهائم
وَاَسْعیٰ و انّی مستهامٌ و مغبر

اذابت مَحَبَّتُہٗ عظامی جمیعها
وهبّت علیٰ نفسی ریاح تُکسّر

ترجمہ:۔ اور مَیں کشتۂ دوست ہوں۔ پس تم کشتۂ دوست سے ڈرو۔ اور مجھے اس جنازہ کی طرح مت سمجھ لو جس کی ہیئت بدل دی گئی اور وہ شناخت نہ کیا جائے۔

میں دوست کی رضا کے لئے ایک سرگشتہ کی طرح گھوم رہا ہوں۔ اور مَیں دَوڑ رہا ہوں اور اس میں سرگردان ہوں اور بہت دوڑنے سے غبار آلودہ ہوں۔

اس کی محبّت نے میری ہڈیوں کو گلا دیا۔ اور میرے نفس پر اُس کی تیز ہوا چلی جس نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

ذروا حرص تفتیشی فانّی مغیّبُ
غُبَارٌ عظامِیْ قد سفتها صراصر

اذا ما انقضیٰ وقتی فلا وقت بعدهٗ
لدینا مَعین لا یحاکیه آخر

دعائی حسامٌ لا یُؤخّر وَقعه
وصولی علی اعداء ربی مُفَقَّرُ

(اعجاز احمدی صہ ۴۵-۴۶)

ستمنا تکالیف التطاول من عدا
تمادت لیالی الجور یا ربّی انصر

وجئناك کالموتیٰ فاحیِ امورنا
نخرّ امامك کالمساکین فاغفر

میری حقیقت شناسی کا خیال چھوڑ دو کہ مَیں تمہاری نظروں سے غائب ہوں۔ اور میری ہڈیاں ایک ایسا غبار ہیں کہ جن کو تیز ہوائیں اڑا کر لے گئیں۔

جب میرا وقت گذر جائے گا تو بعد اس کے کوئی وقت نہیں۔ ہمارے پاس وہ صاف پانی ہے جو اُس کی نظیر نہیں۔

میری دعا ایک تلوار ہے جو کوئی اس کے وار کو روک نہیں سکتا۔ اور میرا حملہ میرے خدا کے دشمنوں پر ایک سخت تلوار ہے۔

ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اٹھائیں۔ اور ظلم کی راتیں لمبی ہو گئیں۔ اے خدا مدد کر۔ اور ہم مُردوں کی طرح تیرے پاس آئے ہیں، پس ہمارے کاموں کو زندہ کر۔ ہم تیرے آگے مسکینوں کی طرح گرتے ہیں، پس ہمیں بخش دے۔

الٰهی فدتك النفس انك جنّتی
وما انْ اری خلدًا کمثلك یثمر

طُرِدْ نا لوجهك من مجالس قومنا
فانتَ لنا حِبٌّ فریدٌ ومُؤثر

الٰهی بوجهك ادرك العَبْد رحمة
ولیس لنا باب سواك و مَخْبرٌ

الیٰ ایِّ باب یاالٰهی تَرُدُّنی
ومَنْ جئتُه بالرّفق یَزْرِ ویَصْعَرُ

صبرنا علی جورالخلائق کلّهم
ولکن علی هجرٍسطالا نصبر

اے خدا میری جان تیرے پر قربان تو میری بہشت ہے ۔اور میں نے کوئی ایسی بہشت نہیں دیکھی کہ تیرے جیسا پھل لاوے

اے میرے خدا تیرے مُنہ کے لئے ہم اپنی قوم کی مجلسوں سے ردّ کر دیئے گئے ۔ پس تُو ہمارا یگانہ دوست ہے جو سب پر اختیار کیا گیا ۔

اے میرے خدا اپنے مُنہ کے صدقہ اپنے بندہ کی خبر لے ۔اور ہمارے لئے تیرے سوا نہ کوئی دروازہ اور نہ کوئی جائے گذر ہے ۔

اے میرے خدا تُو کس کے دروازہ کی طرف مجھے ردّ کرے گا ۔اور میں جس کے پاس نرمی کے ساتھ بھی جاؤں وہ بدگوئی کرتا اور مُنہ پھیر لیتا ہے ۔

ہم نے تمام دنیا کا ظلم برداشت کر لیا ۔ مگر تیری جدائی کی ہمیں برداشت نہیں ۔

تعالَ حبیبی انت رَوْحی وراحتی
وان کنتَ قد انست ذنبی فَسَتِّرُ

بفضلك انّا قد عُصمنا من العدا
واِنّ جمالك قاتلی فأْتِ وانظر

وفرِّج کروبی یاالٰهی ونجّنی
ومَزّق خصیمی یا نصیری وعفّر

وجدناك رَحماناً فما الهمّ بعده
رئیناك یاحِبّی بعین تنوّرُ

اعجاز احمدی ص۴۷ (ص۱۴۸)

آ میرے دوست تُو میری راحت اور میرا آرام ہے اور اگر تُو نے میرا کوئی گناہ دیکھا ہے تو معاف کر ۔

تیرے فضل سے ہم دشمنوں سے بچائے گئے مگر تیرے جمال نے ہمیں قتل کر دیا ، پس آ اور دیکھ ۔

اور میرے غم اے میرے خدا دُور فرما ۔اور مجھے نجات دے ۔
اور میرے دشمن کو اے میرے مددگار پارہ پارہ کر اور خاک میں ملا ۔

ہم نے تجھے رحمان پایا ، پس بعد اس کے کوئی غم نہ رہا ۔ دیکھا ہم نے تجھکو اس آنکھ سے جو روشن کی جاتی ہے ۔

اے میرے رب میں تو تیرا جلال چاہتا ہوں۔

جلالك ربّي أبتغي لا جلا لتي
وانت ترى قلبي وعزمي وتبصر

اليك اردّ محامدي ردت كلها
وما انا الّا مثل ذرق يعفّر

(اعجاز احمدی ص۶۳)

مجھے تمام علوم خدا سے ملے ہیں۔

واني اخذت العلم من منبع الهدى
واجرى عيوني فضله المتكثّر

واعطيت من ربّي علومًا صحيحة
واعلم ما لا تعلمون واعثر

اے میرے خداوند میں تیرا جلال چاہتا ہوں نہ اپنی بزرگی۔ اور تو میرے دل کو اور میرے قصد کو دیکھ رہا ہے۔
میں تیری طرف ان تمام تعریفوں کو ردّ کرتا ہوں۔ جن کا میں قصد کرتا ہوں۔ اور میں نہیں ہوں مگر ایک سرگین کی طرح جو خاک میں ملایا جاتا ہے۔

اور میں نے علم کو منبع ہدایت سے لیا ہے۔ اور اس کے فضل نے میرے چشمے جاری کر دیئے ہیں۔
اور میں نے اپنے رب سے علومِ صحیح پائے ہیں اور جو کچھ تم نہیں جانتے وہ مجھے سکھلایا جاتا اور اطلاع دیا جاتا ہے۔

وكاسٍ سقاني روح روحي كأنّها
رحيقٌ كنجمٍ ناصح اللّون احمرُ

(اعجاز احمدی ص۵۶)

میں اللہ کی گود میں پرورش پاتا ہوں۔

ولستُ كمثلك في الظنون مقيّدا
واني ارى الله القدير وابصر

اخذنا من الحي الذي ليس مثله
وانتم عن الموتى رويتم ففكّروا

أربّي بفضل الله في حجر لطفه
وفي كل ميدان اعان وانصر

اور کئی پیالے میری جان کی جان نے مجھے ایسے پلائے ہیں کہ گویا ستارہ کی طرح ایک شراب ہے خالص سُرخ رنگ۔

اور میں تیری طرح ظنّوں میں گرفتار نہیں۔ میں اپنے قادر خدا کو دیکھ رہا ہوں اور مشاہدہ کر رہا ہوں۔
ہم نے اُس سے لیا کہ جو حیّ و قیوم اور واحد لاشریک ہے اور تم لوگ مُردوں سے روایت کرتے ہو۔
میں خدا کی کنارِ عاطفت میں پرورش پا رہا ہوں۔ اور ہر ایک میدان میں مدد دیا جاتا ہوں۔

وقد خصّنی ربّی بفضل و رحمة
ونصرٍ و تائیدٍ و وحیٍ یُکرّرُ
سقانی من الاسرار کاساً رویة
ھدانی الی نھجٍ به الحق یبھرُ
(اعجاز احمدی صـ۵۷)

تعلّی اور تکبّر سے دُوری۔

واللہ انی ما ادّعیتُ تعلّیا
وآبغی حیاتاً ما یلیھا التکبرُ
وقد سرّنی ان لا یشار باصبعٍ
الیّ و اُلقیٰ مثل عظمٍ یُعفّرُ

اور میرے ربّ نے اپنے فضل اور رحمت سے مجھے خاص کر دیا۔ اور نیز تائید اور نصرت اور متواتر وحی سے مجھے مخصوص فرمایا ہے۔
مجھے وُہ پیالہ پلایا جو سیراب کرنے والا ہے۔ اور اُس راہ کی مجھے ہدایت کی جس کے ساتھ حق چمکتا ہے۔

اور بخدا مَیں نے تعلّی کی راہ سے دعویٰ نہیں کیا۔ اور مَیں ایسی زندگی چاہتا ہوں جس پر تکبّر کا سایہ ہی نہ ہو۔
اور میری یہ خوشی رہی کہ میری طرف انگلی کے ساتھ اشارہ نہ کیا جاوے اور مَیں ایسا پھینک دیا جاؤں جیسا کہ ایک ہڈی خاک آلودہ۔

فلمّا اَجزنا ساحةَ الکبرِ کلّھا
اتانی من الرّحمٰن وحیٌ یُکبّرُ
(اعجاز احمدی صـ۵۹)

مَیں مسیح موعود اور امام قائم ہوں۔

وانی انا الموعود والقائم الذی
به تُملأنّ الارض عدلاً وتُثمرُ
بنفسی تجلّت طلعة اللہ للوریٰ
فیا طالبی رُشدٍ علی بابی احضروا
خذوا حظکم منی فانی امامکم
اُذکّرکم ایّامکم و اُبشّرُ
(اعجاز احمدی صـ۶۰)

پس جبکہ ہم تکبّر کے میدان سے بہت دُور نکل گئے اور سب میدان طے کر لیا۔ تب خدا کی وحی میرے پاس آئی جس نے مجھے بڑا بنا دیا۔

اور مَیں مسیح موعود اور وہ امام قائم ہوں جو زمین کو عدل سے بھر دیگا اور ویران جنگلوں کو پھلدار کر دیگا۔
میرے ساتھ صورت خدا کی خلقت پر ظاہر ہو گی۔ پس اے ہدایت کے طالبو میرے دروازے پر حاضر ہو جاؤ۔
اپنا حِصّہ مجھ سے لے لو کہ مَیں تمہارا امام ہوں۔ تمہیں تمہارے دن یاد دلاتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں۔

ہمدردیٔ دین۔

أرىٰ ظلماتٍ ليتنى مِتُّ قبلها
وذُقتُ كئوس الموت أو كنتُ أُنصَرُ

أرىٰ كل محجوب لدنياه باكيا
فمن ذا الذى يبكى لدِينٍ يُحقَّرُ

وللدّين اطلال اراها كلاهفٍ
ودمعى بذكر قصوره يتحدّرُ

(اعجاز احمدی صـ۶۱ و صـ۶۲)

دین کی مصائب پر دل کا گداز ہونا

وقد ذاب قلبى من مصائبِ ديننا
واعلم مالا يعلمون وأُبْصَرُ

اور مَیں وُہ تاریکیاں دیکھتا ہوں کہ کاش مَیں ان سے پہلے مرجاتا۔ اور موت کے پیالے چکھ لیتا یا مدد دیا جاتا۔

مَیں ہر ایک محجوب کو دیکھتا ہوں جو اپنی دُنیا کے لئے رو رہا ہے۔ پس کون ہے جو اس دین کے لئے روتا ہے جس کی تحقیر کی جاتی ہے۔

اور دین کے لئے شکستہ ریختہ نشان باقی ہیں جن کو مَیں حسرت کے ساتھ دیکھ رہا ہوں اور اُس کے محلوں کو یاد کر کے میرے آنسو جاری ہیں۔

اور میرا دل ہمارے دین کی مصیبتوں سے گداز ہو گیا ہے۔ اور مجھے وہ باتیں معلوم ہیں جو اُنہیں معلوم نہیں۔

وبثى وحزنى قد تجاوز حده
ولولا من الرّحمٰن فضل أتبّرُ

وعندى دُمُوعٌ قد طلعن المآقيا
وعندى صراخٌ لا يراه المكفّرُ

ولي دعواتٌ صاعداتٌ الى السماء
ولى كلماتٌ فى الصلاية تقعرُ

واُعطيتُ تاثيرًا من الله خالقى
وتأوى الىٰ قولى قلوبٌ تُطَهَّرُ

وانّ جنانى جاذبٌ بصفاته
وانّ بيانى فى الصخور يُؤَثّرُ

اور میرا غم اور حزن حد سے بڑھ گیا ہے۔ اور اگر خدا کا فضل نہ ہوتا تو مَیں ہلاک ہو جاتا۔

اور میرے پاس وُہ آنسو ہیں جو گوشۂ آنکھ کے اُوپر چڑھ رہے ہیں۔

اور میرے پاس وہ آہ ہے جو کافر کہنے والا اس کو نہیں دیکھتا۔

اور میری وہ دُعائیں ہیں جو آسمان پر چڑھ رہی ہیں۔ اور میری وہ باتیں ہیں جو پتھر میں دھس جاتی ہیں۔

اور مَیں خدا سے جو میرا پیدا کرنے والا ہے ایک تاثیر دیا گیا ہوں۔ اور میری طرف پاک دل میل کرتے ہیں۔

اور میرا دل اپنے صفات کے ساتھ کشش کر رہا ہے۔ اور میرا بیان پتھروں میں تاثیر کرتا ہے۔

حفرتُ جبال النفس من قوۃ العُلیٰ
فصار فؤادی مثل نہر تُفجّرُ
واُعطیت من خلق جدید من الھدیٰ
فکلّ بیان فی القلوب اُصوّرُ
(اعجاز احمدی صہ ۶۳ ، صہ ۶۴)

علی الارض قوم کالسیوف دعاؤھم
فمن مسّ ھذا السیف بالشرّ یُبتَرُ
(اعجاز احمدی صہ ۶۷)

زمین پر ایک قوم ہے کہ ان کی دُعا تلواروں کی طرح ہے۔

مَیں نے نفس کے پہاڑوں کو آسمانی طاقت سے کھود دیا۔ پس میرا دِل
اس نہر کی طرح ہوگیا جو جاری کی جاتی ہے
اور مجھے ایک نئی پیدائش ہدایت کی دِی گئی۔ پس مَیں ہر ایک بیان
دلوں میں نقش کر دیتا ہوں۔

زمین پر ایک قوم ہے کہ تلواروں کی طرح اُن کی دُعا ہے۔ پس جو شخص
اُس تلوار کو چھو جاتا ہے وہ کاٹا جاتا ہے۔

مَوَاہبُ الرّحمٰن

ولکل سببٍ الی ربّنا المنتھیٰ. ویَفنی السبب بعد مراتب شتّٰی۔ ثمّ تأتی مرتبۃ الامر البحت لا یشار فیہ الیٰ سبب ولا یؤمیٰ۔ ویبقی اللہ وحدہ وتُقطّع الاسباب وتُمحیٰ۔ ولیس للاسباب الاخطواتٌ ثمّ بعدہ قدرٌ بَحت لا یُدرك ولا یُریٰ۔ وخزائنُ مخفیۃ لا تحدولا تحصیٰ۔ وبحر لا ساحل لہ ودشت نطناط لا یُمسح ولا یطوی۔ اَعُطّلت القدرۃ البحت و یبقی الاسباب تلك اذًا قسمۃ ضیزی۔ الا تعلم کیف خلق اللہ اٰدم وعیسٰی۔ وتتلو ذکرھما فی القراٰن ثمّ تنسٰی۔ انسیت قصّۃ الکلیم۔ وفلق البحر العظیم اذا جاز البحر واغرق فرعون اللئیم۔ فبیّن لنا ایّ فلك کان رکبہ موسٰی وما قص اللہ ھذہ القصص عبثا بل اودعھا معارف عظمیٰ۔ لتعلموا ان قدرۃ اللہ لیست مقیّدۃ فی الاسباب ولیزداد ایمانکم وتفتح عیونکم وتنقطع عروق الارتیاب۔ ولتعرفوا ان ربّکم قدیر کامل ما سدعلیہ باب من الابواب

اسباب کا سلسلہ چند واسطوں کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور پھر خالص امر کا مرتبہ آجاتا ہے، اور اللہ اکیلا رہ جاتا ہے اور اسباب مٹا دیئے جاتے ہیں۔ خالص قدرت کی کسی قدر تشریح۔

ولا تنتهی قدرته ولا تبلی.............. اعلم ان الاسباب اصل عظیم للشرك الذی لا یغفر۔ وانها اقرب ابواب الشرك واوسعها للذی لا یحذر. وکم من قوم اھلکھم ھذا الشرك واردی. فصاروا کالطبعیین والدھریین یضحکون علی الذین متصلقین ومتکبرین کما تشاھد فی ھذا الزمان وتری۔ ولا نمنع من الاسباب علی طریق الاعتدال۔ ولکن نمنع من الانھماك فیھا والذھول عن الله الفعّال۔

(مواہب الرحمٰن صہ تا صہ)

اسبابِ شرک کی بڑی جڑ ہیں

ہم حدِ اعتدال تک اسباب سے منع نہیں کرتے۔

(ترجمہ از خاکسار) اور ہر ایک سبب کی انتہا تمہارے رب پر جا کر ہو جاتی ہے اور چند واسطوں کے بعد سلسلہ اسباب مفقود ہو جاتا ہے۔ پھر خالص امر کا مرتبہ آجاتا ہے جس میں کسی چیز کو اسباب کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا اور اکیلا خدا رہ جاتا ہے اور اسباب منقطع کر دیئے جاتے ہیں اور مٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور اسباب کے لئے چند قدم ہی ہوتے ہیں پھر خالص قدرت ہے جو نہ جانی جا سکتی ہے اور نہ دیکھی جا سکتی ہے۔ اور مخفی خزانے ہیں جو شمار نہیں کئے جا سکتے۔ اور ایک سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں اور ایک لمبا جنگل ہے جس کی مساحت نہیں کی جا سکتی اور جو طے نہیں کیا جا سکتا۔ کیا خالص قدرت معطل ہو گئی اور صرف اسباب ہی رہ گئے۔ یہ تو ٹیڑھی تقسیم ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ نے کس طرح پیدا کر دیا آدم اور عیسیٰ کو۔ اور تو ان دونوں کا ذکر قرآن میں پڑھتا ہے اور پھر بھول گیا۔ کیا تو حضرت موسیٰ کا واقعہ بھول گیا۔ اور سمندر کے پھٹ جانے کا جبکہ موسیٰ سمندر کو عبور کر گیا اور فرعون لئیم غرق ہو گیا۔ پس ہمیں

بتاؤ کہ موسیٰ کونسی کشتی پر سوار ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قصے فضول طور پر بیان نہیں کئے بلکہ ان میں بہت سے معارف رکھے ہیں۔ تا کہ تم جان لو کہ اللہ کی قدرت اسباب میں مقید نہیں ہے۔ اور تا کہ تمہارے ایمان زیادہ ہوں اور تمہاری آنکھیں کھلیں اور شک کی رگ کاٹی جائے۔ اور تا کہ تم جان لو کہ تمہارا رب کامل قدرت رکھتا ہے اور کوئی بھی دروازہ نہیں جو اس کے لئے بند ہو۔ اور اس کی قدرتوں کا کوئی انتہا نہیں اور نہ ہی وہ پرانی ہوتی ہیں.......... یہ بھی سمجھ لو کہ اسباب شرک کی بڑی جڑ ہیں جو بخشا نہیں جائے گا۔ اور یہ شرک کے دروازوں میں سے قریب تر اور وسیع تر دروازہ ہے اس کے لئے جو ڈرتا نہیں۔ اور کتنے لوگ ہیں جن کو اس شرک نے تباہ و ہلاک کر دیا اور وہ طبیعی اور دہریوں کی طرح ہو گئے جو از راہ گزاف اور تکبر دین پر ہنستے ہیں جیسا کہ تو اس زمانہ میں دیکھتا ہے۔ اور ہم حد اعتدال تک اسباب سے منع نہیں کرتے۔ لیکن ان میں انہماک اور ان میں پڑ کر کاموں کو حقیقی طور پر سرانجام دینے والے اللہ کو بھول جانے سے منع کرتے ہیں۔

(مواہب الرحمٰن صہ تا صہ)

ہم حد اعتدال تک اسباب سے منع نہیں کرتے۔

وللہ تصرفاتٌ فی مخلوقه بالاسباب ومن دون الاسباب ویعلمھا اولوا النھٰی۔ بل ھذا کاللب وذاك کالقشر فلا تقنع بالقشر کالقدریة واطلب سرّ اقتداره لتعطٰی۔

ان الله یفعل ما یشاء۔ ولا تدرکه الابصار ولا تحده الاٰراء ولا یحتاج الی مادة وھیولی۔ وانّه قادر علی ان یشفی المرضٰی من غیر دواء۔ و یخلق الولد من غیر

اللہ تعالیٰ کا تصرف تام۔ اسباب کے ساتھ اور بغیر اسباب کے۔

أباء ۔ و ینبت الزرع من غیر ان یُسقیٰ ۔ وما کان لدواء
ان ینفع من غیر امر ربّنا الاعلی ۔ یودع التاثیر فیما یشاء
و ینزع عمّا یشاء وله الامر فی الارض والسّموات العلیٰ۔
ومن لم یؤمن بتصرفه التّام ولم یعرف امره الذی لم
یابه ذرّۃٌ من ذرات الانام فما قدره حق قدره وما عرف
شانه وما اهتدیٰ ۔

(ترجمہ از خاکسار) اور اللہ اپنی مخلوق میں اسباب کے ساتھ اور بغیر اسباب
کے تصرف فرماتا ہے جس کو عقلمند جانتے ہیں ۔ بلکہ اصل مغز یہی ہے اور اسباب کے
ساتھ تصرف چھلکے کی طرح ہے ۔ پس تو چھلکے پر قناعت نہ کر فرقہ قدریہ کی طرح ۔ اور
اس کی قدرتوں کا بھید طلب کر تا کہ تجھے دیا جائے ۔

اللہ تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۔ اس کو آنکھیں نہیں پا سکتیں اور رائے اُس
کی حدبست نہیں کر سکتی ۔ وہ مادہ اور ہیولی کا محتاج نہیں ۔ وہ اسبات پر قادر ہے
کہ مریضوں کو بغیر دوا کے شفا دے اور بچوں کو بغیر باپ کے پیدا کرے اور کھیتیوں
کو بغیر پانی کے اگائے ۔ اور کوئی دوا نفع نہیں دے سکتی ہمارے ربّ اعلیٰ کے حکم کے
بغیر ۔ جس میں چاہتا ہے تاثیر رکھ دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا
ہے ۔ اسی کے لئے زمین میں اور بلند آسمانوں میں حکم ہے ۔ اور جو ایمان نہیں لایا
اس کے تصرف تام پر اور اس نے اس امر کو نہیں پہچانا جس کی نافرمانی مخلوقات
کا کوئی ذرّہ نہیں کر سکتا اس نے اس کی واقعی قدر نہیں کی اور اس کی شان کو نہیں
پہچانا اور نہ ہی ہدایت پائی ۔

(مواہب الرّحمٰن ص۱۰ ، ص۱۱)

بل الحق ان سنّته ارفع من التحدید والاحصاء.
وله عادات فیخرق بعض عاداته للاحباء والاتقیاء.
و یبدی لهم مالا یتصور ولا یریٰ ۔ ولولا ذلک لشقی
طُلّابه ۔ و نُکِرجنابه ۔ وماتت عشاقه فی الحجب
والغشاء والعمی ۔ ووالله لولا خرق العادات
لضاعت ثمرات العبادات ۔ وماتت عباده تحت
مکائد اهل المعادات ۔ ولصار المنقطعون خاسرین
فی الدنیا والاخریٰ ۔ ولضاعت نفوسهم من الهجران.
وماتوا ومالهم عینان وما کان احد کمثلهم اشقیٰ.
وان الله جنتهم و جُنتهم ۔ وانهم ترکوا له عیشهم
و راحتهم فکیف یترک الحِبُّ من کان له بل یسعی
فضله الی من مشیٰ ۔ والخلق عمی کلهم لا یعرفون
اولیاءه فیعرفهم بآیات یجلیها کالضحیٰ. ......
وان الٰهنا اله واحد قدیم ازلی وقد کفر من شکّ
وبالسوء تنظّی ۔ ولکنّه مع ذلک یتجدد لاصفیائه
ویبرز فی حلل جدیدة لاولیاءه کانهٗ اله اٰخر
لا یعرفه احد من الوریٰ ۔ فیفعل لهم افعالا لا
یریٰ نظیرها فی هذه الدنیا ۔ ولا یخرق عادته الا
لمن خرق عادته وتزکّیٰ ۔ ولا ینزل لاحد الا لمن
نزل من مرکب الامّارة ورکب الموت لابتغاء
الرضیٰ ۔ وخرّ علی حضرته واخرق جذبات النفس و

خدا کی سنّت تحدید اور شمار سے بلند تر ہے ۔ اپنے دوستوں کیلئے وہ تمام عادات کو ترک کر دیتا ہے ۔

ومحیٰ۔ وانه يبدل عاداته للمبدلين۔ ويتجدد
للمتجددين۔ ويهب وجودا جديدا لمن فنى۔ وهذا
هو المطلوب لكل مومن ومن لم يرمنه شيئًا فما
رأى۔ وانّه يتجلّى لعباده المنقطعين بقدرة نادرة
ويقوم لهم بعناية مبتكرة فيرى لهم آيات ما مسها
احد وما دنا۔ واذا اقبلوا عليه بتضرع وابتهال
سعى اليهم ونجّاهم من كل نكال۔ ومن كل من
اذى۔ واذا استفتحوا بجهدهم واقبالهم على
الحضرة قضى الامر لهم بخرق العادة وخاب كل
من آذاهم وما اتقى۔ وكيف يستوى ولي الله وعدوه
آلا ترى۔ الذين طحنتهم رحى المحبة ودارت عليهم
لحبهم انواع دور المصيبة۔ فهم لا يهلكون۔ ولا
يجمع الله عليهم موتتين موت من يده
وموت من يد عدوه لئلا يضحك الضاحكون۔ و
كذلك من بدو خلق العالم قضى۔ اِنْ يُهلكم فهم
عباده۔ وان ينصرهم فما العدو وعناده۔ وانّه
كتب لهم العزّ والعلى قوم اخفياء تحت ردائه
لا يعرفهم الخلق من دون اِدرائه۔

جب وہ تضرع اور ابتہال کیساتھ اسکی طرف جاتے ہیں تو وہ انکی طرف دوڑتا ہے اور ہر عذاب سے انکو نجات دیتا ہے۔

محبت کی چکی سے پسے ہوئے لوگ۔

(ترجمہ از خاکسار) بلکہ حق بات یہ ہے کہ اس کی سنّت (یعنی خدا کی سنّت) تحدید اور شمار سے بلند تر ہے۔ اور اس کی عادات ہیں مگر وہ اپنی بعض عادات دوستوں اور متقیوں کے لئے ترک کر دیتا ہے (پھاڑ دیتا ہے) اور ان

کے لئے وہ کچھ ظاہر کرتا ہے جس کا نہ تصور کیا جا سکتا ہے اور نہ دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو اس کے تلاش کرنے والے ناکام رہتے اور اس کی جناب شناخت نہ کی جاتی۔ اور اس کے عاشق حجاب اور پردوں اور نابینائی میں مرجاتے خدا کی قسم اگر خرق عادات نہ ہوتا تو عبادتوں کے ثمرات ضائع ہوجاتے اور اس کے بندے دشمنوں کے فریبوں میں مَرجاتے اور دُنیا سے انقطاع کر کے اس کی طرف جانے والے دُنیا اور آخرت میں خسارہ پاتے۔ اور ان کی جانیں جدائی میں تلف ہوجاتیں اور وہ ایسی حالت میں مرتے کہ ان کی آنکھیں نہ ہوتیں۔ اور ان جیسا کوئی شقی نہ ہوتا۔ اور اللہ ان کی جنّت اور ان کی ڈھال ہے اور وہ اس کے لئے اپنا عیش و آرام چھوڑ دیتے ہیں۔ پس وہ دوست ان کو کس طرح چھوڑ سکتا ہے جو اسی کے ہوگئے ہیں۔ بلکہ اس کا فضل دَوڑ کر اس کی دستگیری کرتا ہے جو اس کی طرف چل کر آتا ہے۔ خلقت ساری اندھی ہے۔ وہ اس کے اولیاء کو نہیں جانتی۔ پس وہ ان نشانوں سے پہنچاتے ہیں جو دوپہر کی طرح چمکتے ہیں .... اور ہمارا معبود ایک اور قدیم ہے اور جو اس میں شک لاوے وہ کافر ہے۔ لیکن وہ باوجود اس کے اپنے برگزیدوں کے لئے نیا بن جاتا ہے اور نئے پیرایوں میں اپنے اولیاء کے لئے نکلتا ہے گویا وہ ایک اَور ہی خدا ہے جس کو کوئی نہیں پہچانتا۔ وہ ان کے لئے ایسے کام کرتا ہے کہ جن کی نظیر دُنیا میں نہیں مل سکتی۔ مگر وہ خرق عادت اس کے لئے اختیار کرتا ہے جو اس کے لئے اپنی عادتوں کو چھوڑتا ہے اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ اور کسی کے لئے نیچے نہیں اُترتا مگر اس کے لئے جو نفسِ امّارہ کی سواری سے اُتر آتا اور رضاءِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے موت پر سوار ہوجاتا ہے اور اس کی جناب میں گر پڑتا ہے اور نفس کے جذبات کو جلا ڈالتا اور مٹا دیتا ہے۔ وہ اپنی عادتوں کو مبدلین کے لئے بدلتا ہے اور نئے بننے والوں کے لئے نیا بنتا ہے۔ اور جو فنا ہوجائے اس کو نیا وجود دیتا ہے۔ یہی ہر

مومن کا مقصود ہونا چاہیئے۔ اور جس نے یہ نہیں دیکھا اس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اور وہ اپنے منقطع بندوں کے لئے عجیب عجیب قدرتیں ظاہر کرتا ہے اور ان پر تازہ بتازہ عنایت کرتا ہے اور ان کے لئے ایسے نشان دکھلاتا ہے جن کو کسی نے چھوا نہیں ہوتا اور کوئی ان کے قریب نہیں ہوتا جب وہ تضرع اور ابتہال سے اس کی طرف جاتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے اور ان کو نجات دیتا ہے ہر عذاب سے اور ہر تکلیف سے۔ جب وہ تمام تر کوشش اور توجہ سے کوئی فتح چاہتے ہیں تو خارق عادت کے طور پر ان کے لئے وہ کام کیا جاتا ہے۔ اور نامراد ہوتا ہے ہر وہ شخص جو ان کو تکلیف دیتا ہے اور تقویٰ اختیار نہیں کرتا۔ کس طرح برابر ہو سکتا ہے اللہ کا دوست اور اس کا دشمن کیا تو نہیں جانتا۔ وہ جن کو محبت کی چکّی نے پیس دیا ہوتا ہے اور ان پر اپنے محبوب کے لئے قسم قسم کے مصائب پڑتے ہیں وہ ہلاک نہیں کئے جاتے۔ اور اللہ ان پر دو موتیں جمع نہیں کرتا، ایک اپنے ہاتھ سے اور ایک دشمن کے ہاتھ سے، تاکہ ہنسنے والے ہنسی نہ کریں۔ پیدائش عالم سے اسی طرح ہوتا آیا ہے۔ اگر وہ ان کو ہلاک کرے تو وہ ان کے بندے ہیں۔ اور اگر وہ ان کی مدد کرے تو دشمن اور اس کا عناد کیا چیز ہے۔ وہ ان کے لئے غلبہ اور بلندی مقدر کرتا ہے۔ وہ ایک قوم ہے جو اس کی چادر کے نیچے مخفی ہے اور اس کے دکھلانے کے بغیر خلقت ان کو نہیں دیکھتی۔

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۱ تا صفحہ ۱۴)

ولا تخوّفونی من ھذہ النیران۔ فان النار غلامنا بل غلام الغلمان۔

(ترجمہ از خاکسار) اور تم ہمیں ان آگوں (طاعون) سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ

آگ ہماری غلام بلکہ ہمارے غلاموں

کی غلام ہے۔

ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۲۴)

والاصل امرہ المجرّد والاسباب لہ الأفیاء۔

(ترجمہ از خاکسار) اور اصل چیز تو اس کا خالص اَمر ہے اور اسباب تو سایہ کی طرح ہیں۔

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۴۷)

اصل چیز خدا کا خالص امر ہے اور اسباب تو سایہ کی طرح ہیں۔

فان اک کاذبا فسأدرء کالغثاء۔ وان اک صادقا فمن ذا الذی یطفئُ نوری بحیل الاطفاء۔ و واللہ انی انا المسیح الموعود۔ ومعی ربّی الودود۔ وواللہ انہ لا یضیعنی ولو عادانی الجبال۔ و واللہ انہ لا یترکنی ولو ترکنی الاحباء والعیال۔ و واللہ انہ یعصمنی ولو اتی العدا بالمرھفات۔ وواللہ انہ یاتینی ولو الفی فی الفلوات۔ فلیکیدوا کل کید ولا یمھلون۔ فَسیعلمون ایّ منقلب ینقلبون۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ پس اگر میں کاذب ہوں تو عنقریب ہی مجھے خس و خاشاک کی طرح پھینک دیا جائے گا۔ اور اگر میں صادق ہوں تو کون میرے نور کو اپنے حیلوں سے بُجھا سکتا ہے۔ اور خدا کی قسم مَیں مسیح موعود ہوں اور میرے ساتھ بے حد محبّت کرنے والا رب ہے۔ اور خدا کی قسم وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اگرچہ پہاڑ بھی میری مخالفت کریں۔ اور خدا کی قسم وہ مجھے نہیں چھوڑے گا

اللہ سے تعلق اور اس کی محبت اور مدد پھر وسہ

اگرچہ دوست اور اہل وعیال مجھے چھوڑ دیں۔ اور خدا کی قسم وہ مجھے بچائے گا اگرچہ دشمن تلواروں سے آئیں۔ اور خدا کی قسم وہ میرے پاس آئے گا اگرچہ میں جنگلوں میں پھینک دیا جاؤں۔ پس وہ تمام تدابیر کرلیں اور کوئی ڈھیل نہ چھوڑیں۔ عنقریب وہ اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔

(مواہب الرحمٰن ص۵۲، ص۵۳)

معرفتِ تام اور خوف کے بعد محبت کی سلطنت آتی ہے۔

ولا یمنع النفسَ من المعاصی کفارۃٌ بل نفوسُ عبیدِھا بالسوء امّارۃٌ۔ وانما یمنعھا معرفۃ تامۃ مُرعدۃ۔ ورؤیۃ منذرۃ مخوفۃ۔ ثمّ تاتی سلطنۃ المحبۃ وتضرب خیامھا علی القلوب۔ وتطھرھا من بقایا الذنوب۔ ولکن اول ما یدخل قریۃ النفسانیۃ ویُفسد عماراتھا ویجعل اعزتھا کالاذلۃ ھو خوف شدید ورعب عظیم من الحضرۃ یستولی علی القوی البشریۃ۔ فیمزقھا کل ممزق ویبعد بینھا وبین اھواءھا ویزکی کل التزکیۃ۔ ولیس من الممکن ان یتطھر انسان من غیر رُویۃ الحي الغیور۔ ومن غیر الیقین الذی یقوض خیام الزور۔ ولیس رویتہ تعالیٰ فی دار الحجب الا بالاٰیات۔ وان الاٰیات تخرج الانسان من الظلمات حتی یبقی الروح فقط وتَنْعدِم الاھواء ویبلغ مقامًا لا یبلغہ الدھاء۔ ولا یدخل احد ملکوت السماء الا بعد ھٰذہ الرؤیۃ وکشف الغطاء۔ فالحاصل ان النجاۃ

گناہوں سے نجات اللہ کی رویت کے بغیر نہیں

ہوتی۔

من الذنوب لا یمکن الا برؤیۃ اللہ باصفی التجلیات۔ ولا یتحقق ھٰذا المقام لاحد اِلا برؤیۃ الاٰیات۔ ومن لم یر الرحمٰن فی ھٰذا المراح فما رأی۔ والموت خیر للفتی من عیشہ عیش العمی۔ وانما الدنیا وزینتھا لھو ولعب لا تغرُّبھا السعداء بل ھم یؤثرون کل موت لعلھم یرون ربھم فاولٰئک ھم الاحیاء۔ وان الدنیا ملعونۃ فمن طلبھا فکیف یُرحم۔ فالْجِم فرسك قبل ان یُلجم۔

دنیا ایک ملعون چیز ہے اور اس کے طالب پر کس طرح رحم کیا جائے گا۔

(ترجمہ از خاکسار) :- نفس کو کوئی کفّارہ گناہوں سے باز نہیں رکھتا بلکہ کفّارہ کے پرستاروں کے نفس بدی کے سخت حکم دینے والے ہوتے ہیں۔ اس کو تو صرف کامل اور لرزا دینے والی معرفت ہی روکتی ہے۔ اور وہ دیدار جو ڈرانے والا اور خوف میں ڈالنے والا ہوتا ہے۔ پھر محبت کی حکومت آتی ہے اور اس کے خیمے دلوں پر گاڑے جاتے ہیں اور بقایا گناہوں سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن پہلی چیز جو نفس کی بستی میں داخل ہوتی ہے اور اس کی عمارتوں کو ڈھاتی اور اس کے باعزت باشندوں کو ذلیل بناتی ہے وہ سخت خوف اور اللہ کا عظیم الشان رُعب ہے جو بشری قوی پر مستولی ہوجاتا ہے اور ان کو پاش پاش کر دیتا ہے اور اس کے اور اس کی خواہشات میں دُوری ڈالتا ہے۔ اور اس کا کامل تزکیہ کرتا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں ہوتا کہ انسان اس حیّ اور غیّور کی رؤیت اور اس یقین کے بغیر جو جھوٹ کے خیمے اکھاڑ دیتا ہے پاک ہوسکے۔ اور اللہ کی رویت اس دار الحجاب میں صرف نشانوں سے ہوتی ہے۔ اور نشان انسان کو ظلمات سے نکال دیتے ہیں یہانتک کہ صرف رُوح باقی رہ جاتی ہے اور ہوا و ہوس جاتی رہتی ہے اور انسان

اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں تک عقل نہیں پہنچ سکتی. کوئی شخص آسمان کے ملکوت
میں داخل نہیں ہوتا مگر اس رؤیت اور پردہ اُٹھنے کے بعد۔ پس حاصل کلام یہ کہ
گناہوں سے نجات ممکن نہیں مگر اللہ کی رؤیت کے ساتھ جو پاک ترین تجلیات
کے ساتھ ہو۔ اور یہ مقام کسی کو نہیں ملتا مگر نشانات (یعنی معجزات) دیکھنے کے بعد۔
جس نے اس شب باشی کے مقام میں رحمان کو نہ دیکھا اس نے کیا دیکھا۔ ایسی
اندھی زندگی سے انسان کے لئے موت بہتر ہے. یہ دُنیا اور اس کی زینت تو لہو و
لعب ہے۔ جس سے سعید دھوکہ نہیں کھاتے بلکہ وہ ہر موت کو اختیار کرتے ہیں تاکہ
وہ اپنے ربّ کو دیکھ سکیں۔ پس وہی دراصل زندہ ہیں۔ دنیا تو ایک ملعون چیز
ہے جو اس کا طالب ہو جاتا ہے اس پر کس طرح رحم کیا جائے گا۔ پس تو اپنے گھوڑے
کو (یا سواری کو) لگام دے پیشتر اس کے کہ اس کو خدا کی طرف سے لگام دی
جائے۔ (مواہب الرحمٰن ص۵۶، ص۵۷)

خلوت سے محبت۔

ایحسبوننی انی احب الشھرۃ فیحسدون. و واللّٰہ
انی لا احبّ الاّ مغارۃ الخلوۃ لو کانوا یعلمون۔ وما
کنت ان اخرج الی الناس من زاویتی، فاخرجنی
ربّی وانا کارہٌ من قریحتی. وکنت اتنفر کل نفرۃ
من الشھرۃ. وما کان شیئ الذّ الیّ من الخلوۃ فایّ
ذنب علیّ ان اخرجنی ربّی من حجرتی للمصلحۃ
العامۃ۔

(ترجمہ از خاکسار) کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ مَیں شہرت چاہتا ہوں
جس کی وجہ سے وہ حسد کرتے ہیں. خدا کی قسم مَیں تو علیحدگی کی غار کو پسند

کرتا ہوں کاش وہ جانتے۔ اور مَیں نہیں چاہتا تھا کہ مَیں گوشۂ تنہائی سے
نکل کر لوگوں کے پاس آؤں مگر میرے رب نے مجھے نکالا حالانکہ مَیں فطرتاً
اسے ناپسند کرتا تھا۔ اور شہرت سے سخت متنفر تھا۔ اور میرے لئے خلوت سے
زیادہ لذیذ چیز کوئی نہ تھی۔ پس میرا کیا گناہ کہ میرے ربّ نے مجھے میرے حجرہ
سے لوگوں کی اصلاح کے لئے نکالا۔

(مواہب الرحمٰن ص۹۱)

اللہ تعالیٰ کے انعامات و تلطفات کا ذکر۔

ثُمَّ لمّا جمع عندی فوجًا و وجدنی عائلا انعم
علیّ واغنٰی. وھو معی اینما کنت و یبارزنی من العدا۔
ولي عندہ سرّ لا یعلمہ غیرہ لا فی الارض ولا فی السّماء۔
واذ قال الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ فی یوم وفات ابی فواللّٰہ
ماذُقت عافیۃ وراحۃ فی عھد ابی کعھد ربّی۔ واذ رأنی
فی ضلالۃ الحُبّ و بشرنی بالھدایۃ فواللّٰہ جذبنی کل
الجذب واجرٰی الیّ بحار الدرایۃ۔ واذ قال انی ساغنیک
ولا اترکک فی الخصاصۃ فواللّٰہ انعم علیّ وعلی من
معی من فوج من اصحاب الصفۃ۔

(ترجمہ از خاکسار) پھر جب اس نے (خدا نے) میرے پاس بہت سے لوگ جمع
کر دیئے اور مجھے تہی دست دیکھا تو مجھ پر انعام کیا اور غنی کیا۔ اور وہ میرے ساتھ
ہے جہاں کہیں بھی میں ہوں اور میرے لئے ان کے لئے نکلتا ہے جو میرے دشمنوں میں
سے مقابلہ کے لئے آتے ہیں۔ اور میرا اس کے ساتھ ایک بھید ہے جس کو کوئی غیر زمین
اور آسمان میں نہیں جانتا۔ اور جب اس نے کہا کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی

نہیں ہے، میرے والد کی وفات کے دن، پس خدا کی قسم میں نے ایسا آرام اور
آسائش اپنے باپ کے وقت میں نہیں پایا تھا جو کہ مجھے اپنے ربّ کے عہد میں ملا۔
اور جب اُس نے مجھے محبت کی گمراہی میں دیکھا اور مجھے ہدایت کی بشارت دی پس
بنجدا اس نے مجھے پورے طور پر کھینچ لیا اور فہم کے دریا میری طرف جاری کئے۔ اور
جب اس نے کہا میں تجھے غنی کر دونگا اور تجھ کو تنگ دستی میں نہیں چھوڑوں گا پس
خدا کی قسم اس نے مجھ پر انعامات کئے اور میرے ساتھیوں پر بھی جو اصحاب الصفہ میں
سے میرے پاس جمع تھے۔

(مواہب الرحمٰن ص۹۵، ص۹۶)

التعلیم للجماعۃ

جماعت کے لئے تعلیم

لا یدخل فی جماعتنا الا الذی دخل فی دین الاسلام
واتبع کتاب اللّٰہ وسُنن سیّدنا خیر الانام، وآمن
باللّٰہ ورسولہ الکریم الرحیم، وبالحشر والنشر
والجنۃ والجحیم، ویَعِدُ ویقرّ بانہ لن یبتغی
دینا غیر دین الاسلام۔ ویموت علٰی ھذا الدین دین
الفطرۃ متمسّکا بکتاب اللّٰہ العلام۔ و یعمل
بکل ما ثبت من السنۃ والقرآن وَاجماع الصحابۃ
الکرام۔ ومن ترکَ ھذہ الثلٰثۃ فقد ترکَ نفسہ
فی النّار۔ وکان مآلہ التباب والتبار۔ فاعلموا ایّھا

ایمان بغیر عمل صالح کے متحقق نہیں ہوتا۔

الاخوان ان الایمان لا یتحقق الّا بالعمل الصالح
والاتقاء۔ فمن ترکَ العمل متعمدا متکبرا فلا
ایمان لہ عند حضرۃ الکبریاء۔ فاتّقوا اللّٰہ ایھا
الاخوان وابدروا الی الصالحات۔ واجتنبوا
السیّئات قبل الممات۔ ولا تغرّنّکم نضرۃ الدنیا
وخُضرتھا وبریق ھذہ الدار وزینتھا فانّھا سراب
ومآلھا تباب وحلاوتھا مرارۃ وربحھا خسارۃ۔ وان
الصاعدین فی مراتبھا یشابھون دبّیۃ الصَعْدَۃ والراغبین
فی شوکتھا یضاھئون مجروح الشوکۃ۔ ومن تمایل علٰی
خیرھا فھو یبعد من معادن الخیرات ومن دخل
فی سَراتھا فھو یخرج من الصراط۔ وان نورھا ظلمات
ونجدتھا ظلمات۔ فلا تمیلوا الیھا کل المیل۔ فانھا

دنیا اور اس کی چمک تمہیں دھوکہ نہ دے۔ اس کی سخت تاکید۔

تُغْرِق سابحھا ولا کالسَّیل۔ ولا تقصدوھا قصد
مشیح فارغ من الدین۔ وَلا تجعلوھا الا کخادم فی سبل
الملۃ لا کالخَدِین۔ ولا تطمعوا کل الطمع فی ان تکونوا
اغنی الناس رحیب الباع۔ خصیب الرباع۔ ولا تنسوا
حظکم من دینکم فلا تُعطون ذرۃ من ذالک الشعاع۔
وان الدنیا اکلت آباءکم وآباء آباءکم۔ فکیف تترککم
وازواجکم وابناءکم۔ ولا تتخذوا احدًا عدوًّا من
حقد انفسکم کالسفھاء۔ وطھروا نفوسکم من
الضغن والشحناء ولا تنکثوا العھود بعد میثاقھا

نہیں ہے، میرے والد کی وفات کے دن، پس خدا کی قسم میں نے ایسا آرام اور آسائش اپنے باپ کے وقت میں نہیں پایا تھا جو کہ مجھے اپنے ربّ کے عہد میں ملا۔ اور جب اُس نے مجھے محبت کی گمراہی میں دیکھا اور مجھے ہدایت کی بشارت دی پس یکدم اس نے مجھے پورے طور پر کھینچ لیا اور فہم کے دریا میری طرف جاری کئے۔ اور جب اس نے کہا میں تجھے غنی کروں گا اور تجھ کو تنگ دستی میں نہیں چھوڑوں گا پس خدا کی قسم اس نے مجھ پر انعامات کئے اور میرے ساتھیوں پر بھی جو اصحاب الصفہ میں سے میرے پاس جمع تھے۔

(مواہب الرحمٰن صـ۹۵ ، صـ۹۶)

التعلیم للجماعۃ

جماعت کے لئے تعلیم

لا یدخل فی جماعتنا الا الذی دخل فی دین الاسلام واتبع کتاب اللّٰہ وسُنن سیّدنا خیر الانام، وآمن باللّٰہ ورسولہ الکریم الرحیم، وبالحشر والنشر والجنۃ والجحیم، ویَعِدُ ویقرّ بانہ لن یبتغی دینا غیر دین الاسلام۔ ویموت علیٰ ھذا الدین دین الفطرۃ متمسّکا بکتاب اللّٰہ العلام۔ و یعمل بکل ما ثبت من السنۃ والقرآن وَاجماع الصحابۃ الکرام۔ ومن ترکَ ھذہ الثلٰثۃ فقد ترک نفسہ فی النّار۔ وکان مآلہ التباب والتبار۔ فاعلموا ایّھا

ایمان بغیر عمل صالح کے متحقق نہیں ہوتا۔

الاخوان ان الایمان لا یتحقق الّا بالعمل الصالح والاتقاء۔ فمن ترک العمل متعمدا متکبرا فلا ایمان لہ عند حضرۃ الکبریاء۔ فاتّقوا اللّٰہ ایھا الاخوان وابدروا الی الصالحات۔ واجتنبوا السیّئات قبل الممات۔ ولا تغرّنّکم نضرۃ الدنیا

دنیا اور اس کی چمک تمہیں دھوکہ نہ دے۔ اس کی سخت تاکید۔

وخُضرتھا وبریق ھذہ الدار وزینتھا فانّھا سراب ومآلھا تباب وحلاوتھا مرارۃ وربحھا خسارۃ۔ وان الصاعدین فی مراتبھا یشابھون دریّۃ الصَعْدَۃ والراغبین فی شوکتھا یضاھئون مجروح الشوکۃ۔ ومن تمایل علیٰ خیرھا فھو یبعد من معادن الخیرات ومن دخل فی سَراتھا فھو یخرج من الصراط۔ وان نورھا ظلمات ونجدتھا ظلمات۔ فلا تمیلوا الیھا کل المیل۔ فانھا تُغْرق سابحھا ولا کالسَّیل۔ ولا تقصدوھا قصد مشیح فارغ من الدین۔ وَلا تجعلوھا الا کخادم فی سبل الملۃ لا کالخَدِین۔ ولا تطمحوا کل الطمع فی ان تکونوا اغنی الناس رحیب الباع۔ خصیب الرباع۔ ولا تنسوا حظکم من دینکم فلا تُحطون ذرۃ من ذالک الشعاع۔ وان الدنیا اکلت اٰباءکم واٰباء اٰباءکم۔ فکیف تترککم وازواجکم وابناءکم۔ ولا تتخذوا احدًا عدوًّا من حقد انفسکم کالسفھاء۔ وطھروا نفوسکم من الضغن والشحناء ولا تنکثوا العھود بعد میثاقھا

ولا تكونوا عبيد انفسكم بعد استرقاقها. وكونوا من
عباد الله الذين اذا حالفوا فما خالفوا. واذا وافقوا
فما نافقوا و اذا احبّوا فما سبوا ولا تتبعوا
الشيطان الرجيم. ولا تعصوا ربّكم الكريم وإن
متم بالعذاب الاليم. كونوا لله اطوع من الاظلال.
وأصفى من الزلال. وتواصوا بالافعال ولا بالاقوال.
و تحاموا اللسان. وطهروا الجنان. واذا تنازعتم
فردّوه الى الامام. واذا قضىٰ قضيتكم فارضوا بها
واقطعوا الخصام. وان لم ترضوا فانتم تومنون
بالالسن لا بالجنان. فاخشوا ان تحبط اعمالكم
بما اصررتم على العصيان. تيقظوا ان لا تضلوا
بعد ان جاءكم الهدى. وكونوا لربّكم وأثروا الدّين
على الدّنيا و لا تكونوا كالذين لا يخافون الله ويخافون
عباده. ويتبعون اهواءهم
وينسون مراده. يبتغون عند ابناء الدّنيا عزّة وما
هى الا ذِلّة. انتم شهداء الله فلا تكتموا الشهادة.
واخبروا عباده انّ النّار موقودة فاتقوها. والديار
موبوءة فاجتنبوها. وان الدّنيا شاجنة وأُسودها
مفترسة. فلا تجولوا فى شجونها. وامنعوا نفوسكم
من جُرءتها ومجونها. وزكّوها وبيّضوها كاللُّجَيْن.
ولا تتركوها حتىٰ تصير نقيّة من الدّرَنِ والشّين.

اللہ کے لئے
سایہ سے بھی
زیادہ فرمانبردار
بن جاؤ اور
شفاف پانی
سے بھی زیادہ
صاف ہو جاؤ
اپنے اعمال سے
نصیحت کرو
نہ کہ اقوال سے۔

وقد أفلح من زكّٰها. وقد خاب من دسّٰها. ولا تتكلوا
على البيعة من غير التطهّر والتزكية ولستم الّا
كهاجن من غير عُدّة الفطرة. ولا تطلبوا عين
المعرفة من الذين لم يعطوا عين البصيرة.
واعتلقوا بى اعتلاق الزّهر بالشجرة. لتصلوا من
مرتبة النَور الى مرتبة الثمرة. اتقوا الله يا ذوى
الحصاة. ولا تكونوا كمن لوىٰ عنانه الى الشهوات.
ولا تنسوا عظمة ربّ يرى تقلبكم فى جميع الحالات.
وان الله لا يحبّ الّا قلوبًا صافية. ونفوسا مطهرة. و
همما مجدة مُشيحة. فمتى تنفون هذا النَمَط
تضاهئون فى عينه السَّقَط. فايّاكم والكسل وعيشة
الغافلين. وارضوا ربكم قائمين امامه وساجدين. غير
مستريحين. وحافظوا على حدوده وكونوا عبادًا مخلصين
وليَسْرِ عنكم همّكم بذكر كريم هو مُهتمّكم وكيف
يسرى الوسن الى آماقكم. وليس توكّلكم على خلّاقكم
عند اشفاقكم. اتبعوا النور ولا تؤثروا السّرىٰ. وانظروا
الى وجه الله ولا تنظروا الى الورىٰ. اشكروا احُكّام
الارض ولا تنسوا حاكمكم الذى فى السماء. ولن ينفعكم
ولن يضرّكم احدٌ الّا اذا اراد ربّكم فلا تبعدوا من
ربكم يا ذوى الدهاء. ترون كيف توضع فى الخلق السيوف.
ويتتابع الحتوف. وترون صَول القدر ونباب الزمر.

اللہ نہیں محبت
کرتا مگر صاف
دلوں اور پاک
نفسوں اور انتہائی
کوشش کرنیوالی
ہمتوں کیساتھ۔
سُستی سے بچو۔

اس کریم کے
ذکر سے تمہارے
غم دور ہو جاتے
ہیں۔

فعليكم ان تاوُوا الیٰ رکن شدید ۔ وھو اللّٰہ القوی
ذو العرش المجید ۔ وكونوا لِلّٰہِ وادخلوا فی الامان ۔ ولا
عاصم الیوم من دونہ یا فتیان ۔ ولا تخدعوا انفسکم
بالحیل الارضیۃ ۔ والامر کلہ بید اللّٰہ یا ذوی الفطنۃ ۔
ولا تترکوا بَوْنًا بینکُم و بین الحضرۃ یکُن بَوْنٌ منہ
و تُھلکوا بالذلۃ ۔ اقطعوا رجاءکم من غیر الرحمان ۔
یرحمکم و یخلق لکم من عندہ ما ینجی من النیّران ۔
ارٰی فی السماء غضبًا فاتّقوا یا عباد اللّٰہ غضب الربّ ۔
وابتغوا فضل من فی السماء ولا تخلدوا الی الارض
کالضّب ۔ بالغوا فی الطلب ۔ والحِّوا فی الدرب ۔ لتُنْجوا ۔
من الکرب ۔ ترون فی ھذا الزمان قومین ۔ قومًا فرّطوا
وقومًا افرطوا مع العُینین وخلطوا الحقّ بخلط
الصّدق والمَیْن ۔ امّا الذین فرّطوا فھم اناس لا
یومنون بالمعجزات ۔ ولا یومنون بالوحی الذی
ینزل بزی الکلام اللذیذ من ربّ السموات ۔ ولا
یومنون بالحشر والنشر و یوم القیامۃ ولا یومنون
بالملٰئکۃ و نحتوا من عندھم قانون القدرۃ وصحیفۃ
الفطرۃ ۔ ولیس عندھم من الاسلام الّا اِسمہ ولا
نراھم اِلا کالدھریۃ والطبیعیۃ ۔ واما الذین
افرطوا فھم قوم آمنوا بالحق و غیر الحق وجاوزوا
طریق الاعتدال حتی انّھم اقعدوا ابن مریم

تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم رکن شدید کی طرف پناہ لو۔

اپنے اور حضرت عزت کے درمیان کوئی فرق نہ رکھو۔

اللہ کی طلب میں انتہا کر دو۔

افراط اور تفریط سے کام لینے والی دو قومیں۔

علی السماء الثانیۃ بجسمہ العنصری من غیر
سلطان من اللّٰہ ذی الجلال ۔ واتبعوا الظنون
ولیس عندھم علم وان ھم الّا فی الضلال ۔ فھذان
حزبان خرج کلاھما من العدل والحزم والاحتیاط ۔
وآخذ احدھما طریق التفریط والاخر طریق الافراط
ثمّ جاء اللّٰہ بنا فھدانا الطریق الوسط الذی ھو ابعدُ
من سُبُل الخناس ۔ فنحن اُمّۃٌ وسطٌ اُخْرِجَتْ لِلنّاس ۔
والزمان ینکلم بحالہ ان ھذا ھو المذھب الذی جاء
وقت اقبالہ ۔ وترون باعینکم کیف جَذَبنا الزمانَ ۔
وکیف فتحنا القلوبَ ولا سیفَ ولا سنانَ ۔ اھذہ
من قُوی الانسانِ ۔ بل جذبۃٌ من السماء فینجذب
کل من لہ العینان ۔ یُمْسِیْ احد منکرًا ویصبح وھو
من اھل الایمان ۔ اھذہ من قوی الانسان ۔ شھد
القمران بالکسوف فی رمضان ۔ اھذہ من قُوی
الانسان ۔ وکُنت وحیدا فقیل سیُجْمع علیك فوج
من الاعوانِ فکان کما قال الرحمان ۔ اھذہ من
قوی الانسانِ ۔ وسعی العدا کل السعی لیجیحونی
من البنیان ۔ فَعَلَوْنا وزدنا ورجعوا بالخیبۃ والخسران ۔
اھذہ من قُوی الانسانِ ۔ ومکر العدا کل مکر لاُحبس
او اقتل ویخلولھم المیدان ۔ فما کان مآل امرھم
الا الخذلان والحرمان ۔ اھٰذہ من قُوی الانسانِ ۔

ہم امّت وسط ہیں جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے نشان میرے لئے ظاہر کئے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالا ہیں مثلاً دلوں کو فتح کرنا۔

ایمان بخشنا۔

کسوف و خسوف۔

آدمیوں کا دینا۔

دشمنوں پر غلبہ

اعداء کی ذلّت

ونصرني ربي في كل موطن واخزیٰ اهل العدوان ۔
اهذه من قوی الانسان ۔ وبشّرنی ربّی بالامتنان وقال
یاتیك من كل فج عمیق ۔ وانا اذ ذاك غریب في
زوایا الخمول والكتمان ۔ فوضع لی القبول بعد طویل
من الزمان واتانی الاموال والتحائف من الدیار
البعیدة وشاسعة البُلدان ۔ فمُلئت داری منها
كثمار كثیرة علی اغصان البستان ۔ ووالله لا استطیع
ان اُحصیها ولا یطیق وزنها میزان البیان ۔ وتمت
كلمة ربّی صدقا وحقا ویعرف هذا النبأ الوف
من الرجال والنساء والصبیان ۔ اهٰذه من قُوی الانسان ۔
وخاطبنی ربّی وقال یاتون من كل فجّ عمیق فلا تصعّر
لخلق الله ولا تسئم من كثرة اللقیات ۔ وانا اذ ذاك
كنت كسقط لا یذكر ولا یعرف وكشیئ لا یعبأ به
فی الاخوان ۔ فاتیٰ علیّ زمان بعد ذالك انْ اتانی خلق
الله افواجا واطاعونی كغلمات ۔ ولولا امر ربی لسئمت
من كثرة اللقیان ۔ اهٰذه من قُوی الانسان ۔ وانه اٰتانی
كلمٰتٍ افصحت من لدنه فما كان لاحد من
العدا ان یاتی بمثلها وَسُلب منهم قوة البیان ۔
اهذه من قوی الانسان ۔ ودعیت لِاُبَاهل بعض
الاعداء فاذا تعاطینا كاس الدعاء ۔ واقتدحنا زناد
المباهلة فی العراء ۔ الحق الله بنا بعده عساكر من

ہر معاملہ میں نصرت ۔

اموال تحائف اور لوگوں کا دُور دُور سے آنا ۔

فصیح کلام کا دیا جانا

مباہلہ میں کامیابی

اهل العقل والعرفان ۔ وفتح علینا ابواب النعماء من
الرحمٰن ۔ وزاد اعزّة جماعتنا الی مائة الف بل
صاروا قریبًا من ضعفها الی هذا الاوان ۔ وكانوا اذ
ذاك اربعین نفرًا اذ خرجنا الی اهل العدوان ۔ ورد
الله عدوي المباهل كل یوم الی الخمول وَالخذلان ۔
اهٰذه من قوی الانسان ۔ فالاٰن یا اخوانی الذین تحلوا
بالفهم ۔ وتخلوا من الوهم اشكروا المنان ۔ فانّكم وجدتم
الحق والعرفان ۔ وتبوّأتم مقام الامان ۔ وكونوا شهداء
لی عند ابناء الزمان ۔ اَلستم شاهدین علی اٰیاتی امركم
شبهة فی الجنان ۔ وایّ رجل منكم ما راٰی اٰیةً منّی
فاجیبوا یا فتیان ۔ وانّی اُعطیت معارف من ربّی ثمّ
علّمتكم وصقلت بها الاذهان ۔ وما كانَ لكم بحلّ
تلك العُقَدِ یدان ۔ ووالله انّی امرء انطقنی الهُدیٰ ۔
ونطّق ظهری وَحْیٌ یُوْحیٰ ۔ فوجدتُّ الراحة فی التعب
والجنّة فی اللظیٰ ۔ فمن اٰثر الموت فسیحیٰی ۔ فلا تبیعوا
حیاتكم بثمنٍ بَخْسٍ ولا تنبذوا من الكفّ خلاصة
نضّ ۔ ولا تكونوا من الذین علی الدّنیا ینثنما یلون ۔ ولا
تموتوا الّا وانتم مُسلمون ۔ انی اخترت لِلّٰهِ موتًا
فاختاروا له وَصَبا ۔ وانی قبلتُ له ذبحًا ۔ فاقبلوا له
نصبا ۔ وَاعلموا انّكم تُفلحون بالصدق والاخلاص
والاتقاء ۔ لا بالاقوال فقط یا ذوی الدّهاء ۔ وانّ

معارف کا دیا جانا ۔

مَیں نے راحت کو رنج میں پایا اور جنت کو دوزخ میں

مَیں نے اللہ کیلئے موت اختیار کی تم اسکے لئے بیمار رہنا ہی پسند کرو مَیں نے اسکے لئے ذبح ہونا قبول کیا تم رنج ہی قبول کرو

الفَلاَحَ منوطٌ بمقوطكم كُلّ المناط۔ ولن تدخلوا الجنة حتّٰى تلجوا فی سمِّ الخياط. فامتحضوا حزمكم للتقاة واختبطوا لارضاء ربّكم فی زوايا الحجرات والفلوات۔ اقضوا غريمكم الدّين لئلاّ تُسجَنُوا۔ واَدّوا الفرائض لئلا تُسْئَلُوْا۔ واستنقوا الحقائق لئلا تُخْطِئُوْا۔ ولا تزدروا لئلا تُزْدروا۔ ولا تشدّدوا لئلاّ تُشَدَّدوا۔ وارحموا يا عباد الله تُرحموا۔ وكونوا انصار الله وبادروا۔ انّ الله ملك كُثْرَكم وقُلّكم واعراضكم ونفوسكم بعد البَيْعَة واتاكُمْ به رضوانهٗ فاثبتوا على هذه المبايعة لِتُغْمَروا بالنُّحْلان وتُدخلوا فِی الخُلّان. ارهفوا هممكم لتكميل الدين۔ واجعلوا لانفسكم مِيْسَم الشُّبّان ولو كنتُمْ مشائخ فانين. اذكروا موتكم يا فتيان ولا تميسوا كالنشوان. ترون الناس جعلوا مقصودهم فی كلّ امرٍ نشبًا۔ وان لم يحصل فيحسبون الدّين نصبًا۔ وَفی الدّين لا يغضد همهم الا الاهواء. فيقبلون بشرطها والاّ فالإباء۔ ولا يبالون مفاحم الاخطار۔ ولا مخاوف الاقطار. لا يعلمون ايُّ شيئٍ يدفع ما اصابهم وينفی الحذر الذی نابهم. اسلموا للدنيا وملئوا منها قلوبهم. فيعدون اليها وتحدوا الاهواء ركوبهم. ايها الناس قد عاث الطاعون فی بلادكم. وما راى مثل صولته احدٌ من اجدادكم.

کامیابی تمہاری لاغری پر منحصر ہے
اپنے رب کو راضی کرنے کیلئے پوری ہمت کے ساتھ کوٹھڑیوں کے کونوں اور جنگلوں میں ہاتھ پاؤں مارو
خدمت دین کرو۔
طاعون کی تباہی۔

وتعلمون انّ دوده لا تهلك الا فی صميم البرد او فی صميم الحرّ فاختاروا كليهما تُعصموا من الضرّ۔ ولا نعنی بالبرد اِلاّ تبريد النفس من الجذبات والانقطاع الى الحضرة والاقبال عليه بالتضرعات ولا نعنی بالحرّ اِلاّ النهوض للخدمات. وَترك التوانی ورفض الكسل بحرارةٍ هی من خواص الخوف والتقاة۔ وَمن لوازم الصدق عند ابتغاء المرضات فان شتوتم فقد نجوتم وان اصطفتم فما هلكتم وما تلفتم. ايها الاخوان ان متاع التقوىٰ قد بار وولّت حماته الادبار۔ وخرج الايمان من القلوب۔ وملئت النفوس من الذنوب۔ فاسعوا لهٰذا الارب وجِدّوا فی طلبه۔ لتنجوا من طاعونٍ متطائرٍ بشرره الّذی يُفرّق بين الاخيار والاشرار۔ واعلموا انّ الارض زُلْزلت مرتين زلزالاً شديدًا۔ الاوّل لمّا تُرك ابن مريم وحيدًا۔ والثانية حين رُددت طريدًا۔ فلا تنوموا عند هذه الزلزلة وتبصروا وتيقّظوا وبادروا الى ابتغاء مرضات الحضرة. وآخر ما نخبركم به يا فتيان۔ هی كلمتٌ مبشرة من الرحمٰن۔ خاطبنی ربّی وبشّرنی ببشارة عظمیٰ۔ وقال يأتی عليكَ زمنٌ كمثل زمن موسیٰ۔ انّه كريم تمشّی امامك وَعادى لك من عادىٰ۔ يعصمك الله من العدا۔

دو دفعہ زمین کو سخت جنبش دی گئی۔ ایک جب ابن مریم کو اکیلا چھوڑا گیا اور دوسرے جب مجھے دھتکارا گیا۔

ویسطو بکل من سطا۔ یُبْدی لکَ الرّحمٰن شیئًا۔ بشارۃ
تلقّاھا النّبیّون۔ ان وعد اللّٰہ اٰتیٰ۔ ورکل ورکا۔ فطوبیٰ
لمن وجد ورأی۔ قُتِل خَیْبَۃً وزید ھَیْبَۃً۔ ثُمّ فی یوم من
الایّام۔ اُرِیْتُ قرطاسًا من ربّی العلّام۔ واذا نظرت
فوجدتُ عنوانہ **بَقِیّۃُ الطّاعُوْن**۔ وعلیٰ ظھرہ
اعلانٌ منّی کانّی اشعتُ من عندی واقعۃً ذٰلک المنون۔

(ترجمہ از خاکسار) نہیں داخل ہونا ہماری جماعت میں مگر وہ جو دین اسلام میں داخل ہو اور کتاب اللہ اور سنّتِ نبویؐ کی پیروی کرے اور اللہ پر اس کے رسول کریم اور رحیم پر اور حشر اور نشر اور جنّت اور دوزخ پر ایمان لائے۔ اور وعدہ کرتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ دین اسلام کے سوا کسی دین کو نہیں چاہیگا۔ اور اسی دین پر مرے گا جو کہ فطرت کا دین ہے۔ اللہ بہت علم والے کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے۔ اور وہ سب کچھ کرتا ہے جو سنّت اور قرآن اور صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہے۔ اور جس نے یہ تینوں چیزیں چھوڑ دیں اس نے اپنے نفس کو آگ میں چھوڑ دیا۔ اور اس کا انجام ہلاکت اور تباہی ہوتا ہے۔ اے بھائیو یہ جان لو کہ ایمان بغیر عملِ صالح اور تقویٰ کے مستحق نہیں ہوتا۔ پس جس نے جان بوجھ کر تکبّر سے عمل کو چھوڑ دیا اسکا ایمان خدا کے حضور کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اے بھائیو اور نیکیوں کی طرف جلدی کرو اور موت سے پہلے بدیوں سے بچ جاؤ۔ اور تم کو دنیا کی تازگی اور سرسبزی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ ہی اس دنیا کی چمک اور زینت کیونکہ یہ سراب ہے جس کا انجام ہلاکت ہے اور اس کی شیرینی کڑواہٹ اور اس کا نفع نقصان ہے۔ اور اس کے مراتب میں ترقی کرنے والے تیروں کے نشانہ کی جگہ کی مانند ہیں اور اسکی شوکت میں رغبت رکھنے والے کانٹوں سے مجروح کیساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اور جو اس کے مال پر جھکتا ہے وہ نیکیوں کے دفینوں سے دور رہتا ہے۔ اور جو اس کے سرداروں میں داخل ہوتا ہے وہ صراطِ مستقیم سے نکل جاتا ہے۔ اور اس کا نور ظلمت ہے اور اسکی مدد ظلم ہے۔ پس اسکی طرف سارے نہ جھک جاؤ کیونکہ اس میں تیرنے والا ڈوبتا ہے اور سیلاب سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

اور اس کا قصد اس طرح سے نہ کرو کہ دین سے فارغ ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اور اس کو دین کے راستے میں خادم کے طور پر سمجھو نہ کہ اس کو دوست بناؤ۔ اور یہ حرص نہ کرو کہ تم تمام لوگوں سے امیر بن جاؤ کشادہ ہاتھ اور متمول۔ اور دین میں اپنا حصّہ نہ بھول جاؤ کیونکہ اس صورت میں تمہیں ایک ذرہ شعاع کا عطانہ کیا جائے گا اور دُنیا تمہارے باپ دادوں کو کھا چکی ہے۔ پس وہ تمہیں اور تمہاری بیویوں اور بیٹوں کو کس طرح چھوڑ دے گی۔ اور تم کسی کو نفسانی کینہ کی وجہ سے بیوقوفوں کی طرح دشمن نہ بناؤ اور اپنے نفسوں کو ہر قسم کے کینہ سے پاک کرو اور عہدوں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو۔ اور تم اپنے نفسوں کے غلام نہ بنو۔ رہائی کے بعد اور تم اللہ کے ان بندوں کی طرح ہو جاؤ جو جب قسم کھاتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں کرتے اور جب موافقت کرتے ہیں تو نفاق نہیں کرتے اور جب دوستی کرتے ہیں تو دشنام دہی نہیں کرتے اور تم شیطان راندے ہوئے کی پیروی نہ کرو اور رب کریم کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ عذاب الیم سے مر جاؤ۔ اللہ کے لئے سایہ سے بھی زیادہ فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور شفاف پانی سے بھی زیادہ صفا ہو جاؤ۔ اور اپنے افعال کے ساتھ نصیحت کرو نہ کہ محض اقوال کے ساتھ۔ اور زبان کی نگہداشت کرو اور دلوں کو پاک کرو۔ جب تم کوئی تنازع کرو تو اسے امام کی طرف لوٹا دو اور جب وہ فیصلہ کر دے تو اس پر راضی ہو جاؤ اور جھگڑوں کو قطع کرو۔ اور اگر تم راضی نہیں ہوتے تو تم محض زبان سے ایمان لائے نہ کہ دل سے۔ پس ڈرو کہ گناہ پر اصرار کی وجہ سے تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ بیدار ہو جاؤ تا تم ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ اور اپنے ربّ کے لئے ہو جاؤ اور دین کو دُنیا پر ترجیح دو اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ سے نہیں ڈرتے اور اس کے بندوں سے ڈرتے ہیں۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور خدا کی طلب کو بھول جاتے ہیں۔ دنیا کے فرزندوں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ذلّت ہوتی

ہے۔ تم اللہ کے گواہ ہو پس تم شہادت کو مت چھپاؤ اور اس کے بندوں کو خبر دو
کہ آگ بھڑک رہی ہے پس اس سے ڈرو۔ اور ملک وبا زدہ ہو رہے ہیں ان سے بچو.
بیشک دنیا درختوں سے پُر وادی ہے اور اس کے شیر پھاڑنے والے ہیں۔ پس تم اس کے
راستوں میں نہ جاؤ اور اپنے نفسوں کو جرأت اور بے باکی سے منع کرو۔ اور ان کو پاک
کرو اور سفید کرو چاند کی طرح اور ان کو نہ چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ میل اور عیب سے
پاک ہو جائیں۔ اور فلاح پا گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہو گیا جس نے اس
کو بدی میں دھنسا دیا۔ اور صرف بیعت کر لینے کو ہی کافی نہ سمجھ لو بغیر پاکیزگی اور تزکیہ
کے۔ اور تم فطرت کی تیاری کے بغیر ایسی دختر کی طرح ہو جس کی شادی بلوغت سے قبل ہو گئی
ہو۔ اور تم معرفت کا چشمہ ان لوگوں میں تلاش نہ کرو جنکو بصیرت کی آنکھ نہیں دی گئی۔
اور میرے ساتھ اس طرح تعلق پکڑ لو جس طرح شگوفہ درخت کے ساتھ پکڑتا ہے تاکہ تم شگوفہ
سے پھل بن جاؤ۔ تقویٰ اختیار کرو تقویٰ اختیار کرو۔ اے عقلمندو اس کی طرح نہ ہو جاؤ
کہ جس نے اپنی باگ شہوات کی طرف موڑ لی ہو۔ اور تم اس ربّ کی عظمت کو نہ بھول جاؤ
جو تمہاری ہر حرکت کو دیکھتا ہے۔ اللہ نہیں محبّت کرتا مگر صاف دلوں کے ساتھ اور پاک
نفسوں کے ساتھ اور انتہائی کوشش کرنے والی ہمتوں کے ساتھ۔ پس جب تم اس
طریق کو چھوڑتے ہو تو اس کی نگاہ میں ردّی چیز کی طرح ہو جاتے ہو۔ پس تم سستی اور
غافلوں کی زندگی سے بچو اور اپنے ربّ کو راضی کرو۔ اس کے حضور کھڑے ہو کر اور
سجدے کر کے اس طرح کہ تمہیں چین نہ آئے۔ اور اس کے حدود کی حفاظت کرو اور
خالص بندے بن جاؤ۔ اور چاہیئے کہ اس کریم کے ذکر سے جو تمہارا حقیقی غمگسار ہے
تمہارے غم دُور ہو جائیں۔ اور تمہیں نیند کس طرح آتی ہے حالانکہ ڈر کے وقت تمہارا توکّل
اس خلّاق پر نہیں ہے۔ تم نُور کی پیروی کرو اور رات کے چلنے کو ترجیح نہ دو۔ اور اللہ
کے چہرے کی طرف دیکھو اور مخلوق کی طرف نہ دیکھو۔ زمین کے حکام کا بھی شکریہ ادا کرو

اور اس حاکم کو نہ بھول جاؤ جو کہ آسمان میں ہے۔ اور کوئی تمہیں نفع نہیں دے سکتا
اور کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا مگر جب تمہارا ربّ ارادہ کرے۔ پس تم اپنے ربّ
سے دُور نہ ہو اے عقلمندو۔ تم دیکھتے ہو کہ کس طرح مخلوق میں تلواریں رکھی گئی ہیں اور
پے در پے موتیں آ رہی ہیں۔ اور تم قضا و قدر کے حملے اور لوگوں کی تباہی دیکھتے ہو۔
پس تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم رکن شدید کی طرف پناہ لو اور وہ اللہ ہے جو کہ قوی
ہے اور عرش مجید والا ہے۔ اللہ کے لئے ہو جاؤ اور امان میں داخل ہو جاؤ اور آج
اللہ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں اے جوانو۔ زمینی حیلوں کے ساتھ اپنے نفسوں کو
دھوکا مت دو کیونکہ اب سارا معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے اے دانشمندو۔ اور
اپنے اور حضرت عزّت کے درمیان فرق نہ رکھو۔ کیونکہ پھر اس کی طرف سے بھی فرق ہو
جائے گا۔ اور تم ذلّت کے ساتھ ہلاک کئے جاؤ گے۔ اس رحمٰن کے سوا باقیوں سے
اپنی امید قطع کر دو۔ وہ تم پر رحم کرے گا اور تمہیں آگوں سے نجات دے گا۔ میں آسمان
پر غضب دیکھتا ہوں پس ڈرو اے اللہ کے بندو اس ربّ کے غضب سے۔ اور
آسمان سے فضل تلاش کرو اور گوہ کی طرح زمین کی طرف نہ جُھک جاؤ۔ طلب میں
انتہا کر دو اور حاجت پوری کرنے میں پورا اصرار کرو تو تم بیقراری سے نجات
پاؤ گے۔ تم اس زمانے میں دو قومیں دیکھتے ہو۔ ایک قوم نے تفریط سے کام لیا اور
دوسری نے باوجود آنکھوں کے افراط سے اور حق کو غلط کر دیا۔ سچ اور جھوٹ کو
ملا دینے کی وجہ سے۔ جن لوگوں نے تفریط اختیار کی وہ تو وہ لوگ ہیں جو معجزات پر
ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اس وحی پر ایمان رکھتے ہیں جو لذیذ کلام کی شکل میں نازل
ہوتی ہے آسمانوں کے ربّ کی طرف سے۔ اور نہ ہی حشر اور نشر اور قیامت کے دن پر
ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی فرشتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی طرف سے قانونِ قدرت
اور صحیفہ فطرت گھڑ لیتے ہیں۔ اور نہیں ہے ان کے پاس کچھ اسلام سے مگر اس کا نام

اور ہم ان کو دہریوں اور طبیین کی طرح دیکھتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے افراط اختیار کی وہ وہ قوم ہیں جو حق پر اور غیر حق پر ایمان لائے اور اعتدال کے طریق سے تجاوز کر گئے یہاں تک کہ انہوں نے ابن مریم کو دوسرے آسمان پر جسم عنصری کے ساتھ بٹھا دیا حالانکہ اس پر اللہ ذو الجلال کی طرف سے کوئی دلیل نہیں۔ اور انہوں نے ظن کی پیروی کی اور ان کے پاس علم نہیں اور وہ گمراہی میں ہیں۔ پس یہ دو گروہ جو دونوں ہی عدل اور دانشمندی اور احتیاط سے نکل گئے اور ان میں سے ایک نے تفریط کا طریق اختیار کیا اور دوسرے نے افراط کا۔ پھر اللہ ہمیں لایا پس اس نے ہمیں اس درمیانی راستے کی ہدایت دی جو خناس کے راستوں سے بہت دُور ہے۔ پس ہم امّتِ وسط ہیں جو لوگوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اور زمانہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ یہی مذہب ہے جس کے آنے کا وقت آگیا۔ اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ ہم نے کس طرح ایک زمانے کو کھینچ لیا اور کس طرح دلوں کو فتح کر لیا بغیر تلوار اور نیزے استعمال کرنے کے۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ بلکہ یہ آسمانی کشش ہے اور ہر ایک کھنچا آتا ہے جس کی آنکھیں ہیں۔ ایک شخص رات کو مُنکر سوتا ہے اور صبح کو اہلِ ایمان میں سے ہوتا ہے۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ رمضان میں سورج اور چاند گرہن نے شہادت دی۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور مَیں اکیلا تھا اور کہا گیا کہ تمہارے پاس مددگاروں کا گروہ جمع کر دیا جائے گا۔ پس اسی طرح ہُوا جس طرح اس رحمان نے کہا تھا۔ کیا یہ انسانی طاقتوں سے ہے۔ اور دشمنوں نے پوری کوشش کی کہ مجھے بنیادوں سے اکھیڑ دیں۔ لیکن ہم اونچے ہوئے اور بڑھے اور وہ ناکامی اور خسارے سے لوٹے۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور دشمنوں نے انتہائی تدابیر کیں کہ مَیں قید کیا جاؤں یا قتل ہو جاؤں اور ان کے لئے میدان خالی ہو جائے لیکن ان کی کوششوں کا انجام صرف ذلت اور محرومی ہوئی۔ کیا یہ

انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور میرے ربّ نے ہر موقعہ پر میری نصرت فرمائی اور ظالموں کو ذلیل کیا۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور میرے ربّ نے ازراہِ احسان مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ تحائف تیرے پاس گہرے راستوں سے آئیں گے اور اس وقت میں غریب گمنامی اور پوشیدگی کے کونے میں تھا۔ پھر لمبے عرصہ کے بعد میری قبولیت پھیلائی گئی اور میرے پاس مال اور تحفے دُور دُور سے اور بعید ممالک سے آئے۔ اور میرا گھر ان سے اس طرح بھر گیا جیسے باغ میں ٹہنیوں پر بے شمار پھل ہوتے ہیں۔ اور خدا کی قسم میں ان کو گن نہیں سکتا اور نہ ہی بیان کا ترازو ان کا وزن کر سکتا ہے۔ اور میرے ربّ کی بات صداقت اور حق کے ساتھ پوری ہوئی اور اس خبر کو ہزاروں آدمی اور عورتیں اور بچے جانتے ہیں۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کا کام ہے۔ اور میرے ربّ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ لوگ گہرے راستوں سے آئیں گے۔ تو اپنے مُنہ کو ان سے نہ پھیرنا اور زیادہ ملاقاتوں سے تھک نہ جانا اور اس وقت مَیں ایک ردّی چیز کی طرح تھا جس کو کوئی نہ جانتا تھا نہ پہچانتا تھا اور ایسی چیز کی طرح جس کی بھائیوں میں پرواہ نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد ایک زمانہ آیا کہ خلق اللہ میرے پاس گروہ در گروہ آئی اور غلاموں کی طرح انہوں نے میری اطاعت قبول کی۔ اور اگر میرے ربّ کا اَمر نہ ہوتا تو میں کثرت ملاقات سے تھک جاتا۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کی بات ہے۔ اور اس نے مجھے اپنی طرف سے فصیح کلام دیا۔ دشمنوں میں سے کسی کی طاقت نہیں کہ وہ اس قسم کا کلام لا سکیں اور ان کی قوّت بیان سلب کر لی گئی۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کی بات ہے۔ اور مَیں نے بعض دشمنوں کو مباہلہ کی دعوت دی پس جب ہم نے دُعا کے پیالے لئے اور جنگل میں مباہلہ کے پتھروں سے آگ نکالی تو اس کے بعد اللہ نے ہمیں اہل عقل اور عرفان کے لشکر کے لشکر دے دیئے اور رحمان

کی طرف سے ہم پر نعمتوں کے دروازے کھولے گئے اور ہماری جماعت کے عزیز ایک
لاکھ بلکہ دو لاکھ کے قریب اس وقت تک ہو گئے اور اُس وقت چالیس آدمی ہی تھے
جب ہم ظالموں کی طرف نکلے۔ اور اللہ نے میرے دشمن مباہلہ کرنے والے کو ہر روز
گمنامی اور ذلّت کی طرف ردّ کیا۔ کیا یہ انسانی طاقتوں کی بات ہے۔ پس اے
میرے بھائیو جو خرد سے مزیّن اور وہم سے خالی ہو اس منّان کا شُکر کرو۔ کیونکہ
تم نے حق اور عرفان کو پالیا اور تم نے امان کے مقام پر ٹھکانہ بنا لیا۔ تم میرے گواہ
ہو جاؤ زمانہ کے فرزندوں کے پاس۔ کیا تم میرے نشانوں کے گواہ نہیں ہو۔ کیا تمہارے
دلوں میں کوئی شُبہ ہے۔ تم میں سے کونسا ایسا شخص ہے جس نے مجھ سے کوئی معجزہ
نہیں دیکھا پس جواب دو اے جوانو۔ مجھے میرے ربّ کی طرف سے معارف دیئے گئے
جو کہ مَیں نے تم کو سکھلائے اور ان سے ذہنوں کو صیقل کیا۔ تمہارے ہاتھ ان
عُقدوں کو حل نہیں کر سکتے تھے اور خدا کی قسم مَیں وہ شخص ہوں جس کو ہدایت نے
نطق عطا کی اور وحی نے میری کمر کو مضبوط کیا۔ پس مَیں نے راحت کو رنج میں پایا
اور جنّت کو دوزخ میں پایا۔ پس جو بھی موت قبول کرے وہ عنقریب (یا ضرور) زندہ
کیا جائے گا۔ پس تم اپنی زندگیوں کو ایک معمولی اور بے قیمت چیز کے لئے نہ بیچ دو اور
تم اپنے ہاتھ سے نقد نہ پھینک دو۔ اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جو دُنیا پر جُھک جاتے
ہیں۔ اور نہ تم مَرو مگر اس حال میں کہ تم مُسلم ہو۔ مَیں نے تو اللہ کے لئے موت پسند کی
ہے تم اس کے لئے بیماری ہی پسند کرو۔ مَیں نے اس کے لئے ذبح ہونا قبول کیا
ہے تم رنج ہی قبول کرو۔ اور یاد رکھو کہ تم صدق اور اخلاص اور تقویٰ کے ساتھ
کامیاب ہو گے نہ کہ محض باتوں کے ساتھ اے دانشمندو۔ اور کامیابی بہرحال تمہاری
لاغری پر منحصر ہے۔ اور تم ہرگز جنّت میں داخل نہیں ہو گے یہاں تک کہ تم سوئی کے
ناکے میں سے گذر جاؤ۔ پس تم اپنی احتیاط کو تقویٰ کے لئے خالص کر دو۔ اور پوری

ہمت سے ہاتھ پاؤں مارو اپنے ربّ کے راضی کرنے کے لئے کوٹھڑیوں کے کونوں میں
اور جنگلوں میں جا کر دعاؤں میں خوب محنت کرو اور اپنے قرض خواہ کو قرض ادا کرو تا تم قید نہ کئے جاؤ۔ اور فرائض کو پورا
کرو تا کہ تم سے سوال نہ کیا جائے اور حقائق کی تلاش کرو تا کہ تم خطا نہ کرو۔ اور
عیب چینی نہ کرو تا کہ تمہاری عیب چینی نہ کی جائے اور سختی نہ کرو تا تم پر سختی نہ کی
جائے۔ اور رحم کرو اے اللہ کے بندو تا تم پر رحم کیا جائے۔ اور اللہ کے انصار بنو
اور جلدی کرو۔ بیعت کے بعد اللہ تمہارے کثیر اور قلیل مال کا اور تمہاری عزّتوں
اور تمہارے نفوس کا مالک بن گیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں اپنی رضا دی
ہے پس تم اس سودے پر ثابت قدم رہو تا کہ تم عطیات کے ساتھ ڈھانکے جاؤ
اور دوستوں میں داخل کئے جاؤ۔ اپنی ہمّتوں کو تکمیل دین کے لئے تیز کرو اور جوانوں
کی صورت اختیار کرو اگرچہ تم شیخ فانی ہو۔ اپنی موت کو یاد رکھو اے جوانو
اور مستوں کی طرح خراماں نہ پھرو۔ تم دیکھتے ہو کہ لوگوں نے ہر بات میں اپنا مقصود
مال کو بنایا ہے اور اگر وہ حاصل نہ ہو تو دین کو بھی مصیبت سمجھتے ہیں۔ اور دین
میں بھی ان کی ہمتوں کو نہیں مضبوط کرتیں مگر ان کی گری ہوئی خواہشات۔ پس
اسی شرط سے قبول کرتے ہیں ورنہ انکار کر دیتے ہیں۔ وہ نہ خطرہ کی جگہوں کی اور نہ
میدان کے چاروں طرف منتشر سختیوں کی پرواہ کرتے ہیں۔ نہیں جانتے کہ ان کی
مصیبت کو کونسی چیز دفع کرے گی اور ان کے خوف کو دُور کرے گی۔ دُنیا کے فرمانبردار
ہوتے ہیں اور اس سے ان کے دل بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس وہ اس کی طرف
دوڑتے ہیں اور خواہشات ہی ان کی سواریوں کو چلاتی ہیں۔ اے لوگو طاعون نے
تمہارے ملک میں تباہی ڈال دی ہے۔ اور تمہارے آباؤ اجداد نے بھی کبھی ایسا حملہ
نہیں دیکھا تھا۔ اور تم جانتے ہو کہ اس کا کیڑا یا تو سخت سردی میں ہلاک ہوتا ہے یا سخت
گرمی میں۔ پس تم دونوں میں سے کوئی اختیار کرو تا کہ اس کے ضرر سے بچائے جاؤ۔

سردی سے ہماری مراد نفس کی جذبات سے سردی اور اللہ کی طرف انقطاع اور اس کی طرف تضرع سے جھکنا ہے۔ اور گرمی سے مراد خدمت دین کے لئے اُٹھنا اور سُستی اور کسل کو اس حرارت کے ساتھ چھوڑنا جو خوف اور تقویٰ کا تقاضا ہوتی ہے۔ اور صدق کا لازمہ ہوتی ہے جبکہ اللہ کی رضا کو تلاش کیا جائے۔ پس اگر تم نے سردی پیدا کر لی تو تم بچ جاؤ گے اور اگر گرمی پیدا کر لی تو ہلاک نہیں ہو گے۔ اے بھائیو تقویٰ کا متاع برباد ہو گیا ہے اور اس کے حامیوں نے پیٹھ پھیر لی ہے۔ ایمان دل سے نکل چکا ہے اور نفوس گناہوں سے بھر گئے ہیں۔ پس اس حاجت کے لئے اور اس کو کھینچنے (یعنی پورا کرنے) کے لئے کوشش کرو۔ اور اس کو طلب کرنے کے لئے انتہائی کوشش کرو تا کہ تم طاعون سے نجات پاؤ جس کے شرارے اڑ رہے ہیں مگر جو نیکوں اور بدوں میں تمیز کرتی ہے۔ جان لو کہ زمین دو دفعہ سخت جنبش دی گئی ہے۔ پہلی دفعہ جبکہ ابن مریم کو اکیلا چھوڑا گیا۔ اور دوسری مرتبہ جب کہ مجھے دھتکار کر ردّ کر دیا گیا۔ پس تم اس زلزلہ کے وقت سوئے نہ رہو اور بصیرت پیدا کرو اور جاگو اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے جلدی کرو۔ اور آخری بات جو میں تمہیں بتاتا ہوں اسے جانو وہ اس رحمٰن کی طرف سے بشارت کے کلمات ہیں۔ میرے ربّ نے مجھے مخاطب فرمایا اور مجھے عظیم الشان بشارت دی اور فرمایا تجھ پر موسیٰ جیسا زمانہ آرہا ہے۔ وہ کریم ہے وہ تیرے آگے آگے چلے گا اور تیرے دشمنوں سے عداوت کرے گا اور ان کی شرارتوں سے تجھے محفوظ رکھے گا۔ اور حملہ کرنے والے پر حملہ کرے گا۔ وہ رحمٰن تیرے لئے ایک چیز ظاہر کرے گا۔ یہ بشارت ہے جو انبیاء کو دی گئی۔ اللہ کا وعدہ آتا ہے۔ وہ زمین پر پاؤں مارے گا اور اس کی اصلاح کرے گا۔ پس خوشخبری ہو اس کے لئے جس نے اس وعدہ کو پایا اور دیکھا۔ ایک آدمی نامراد مارا گیا۔ اور اس کی ہلاکت ہیبت ناک ہوئی۔ پھر ایک روز مجھے اپنے ربّ علاّم کی طرف سے ایک کاغذ دکھایا گیا۔ جب میں نے اس کو

دیکھا تو میں نے اس کا عنوان پڑھا۔ بقیۃ الطاعوت یعنی طاعون کا بقیہ۔ اور اس کی پشت پر میری طرف سے ایک اعلان تھا گویا میں نے اپنی طرف سے یہ واقعہ موت شائع کیا ہے۔"

(مواہب الرحمٰن ص۹۶ تا ص۱۰۱)

وكُنت مذ فتحت عيني۔ وتجرت عيني۔ احبّ الزاوية لأروي النفس بماء المعارف وانجّي من العطش هذه الزاوية۔ فمضى عليّ دهر في هذه الخلوة۔

(ترجمہ از خاکسار) اور جب سے میری آنکھ کھلی اور میرا چشمہ پھوٹا میں گوشۂ تنہائی کو پسند کرتا ہوں تا کہ نفس کو معارف کے پانی سے سیراب کروں اور اس شتر آب کش کو پیاس سے نجات دوں۔ اسی خلوت میں مجھ پر لمبا زمانہ گزر گیا۔

(مواہب الرحمٰن ص۱۱۸)

گوشۂ تنہائی سے محبت

نسیمِ دعوت

خدا کی قدرت میں ایک خصوصیت روحانی اور جسمانی قوتوں کے پیدا کرنے کی۔

پس اصل بات یہ ہے کہ خدا کی قدرت میں جو ایک خصوصیت ہے جس سے وہ خدا کہلاتا ہے وہ روحانی اور جسمانی قوتوں کے پیدا کرنے کی خاصیت ہے مثلاً جانداروں کے جسم کو جو اس نے آنکھیں عطا کی ہیں اس کام میں اس کا اصل کمال یہ نہیں ہے کہ اس نے آنکھیں بنائیں۔ بلکہ کمال یہ ہے کہ اُس نے ذراتِ جسم میں پہلے سے ایک پوشیدہ طاقتیں پیدا کر رکھی تھیں جن میں بینائی کا نور پیدا ہو سکے۔

(نسیم دعوت صـ۲۰)

انسانی روحوں میں قوتِ عشقی۔ اسکی ناپیدا کنار موجیں۔ اسکے کمال تموج کا نتیجہ۔

خدا نے انسانوں میں جس مطلب کا ارادہ کیا ہے پہلے سے اس مطلب کی تکمیل کے لئے تمام قوتیں خود پیدا کر رکھی ہیں مثلاً انسانی روحوں میں ایک قوت عشقی موجود ہے اور گو کوئی انسان اپنی غلطی سے دوسرے سے محبت کرے اور اپنے عشق کا محل کسی اور کو ٹھہرا دے لیکن عقل سلیم بڑی آسانی سے سمجھ سکتی ہے کہ یہ قوت عشقی اس لئے روح میں رکھی گئی ہے کہ تا وہ اپنے محبوب حقیقی سے جو اس کا خدا ہے اپنے سارے دل اور ساری طاقت اور سارے جوش سے پیار کرے۔ پس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قوت عشقی جو انسانی رُوح میں موجود ہے جس کی موجیں ناپیدا کنار ہیں اور جس کے کمال تموج کے وقت انسان اپنی جان سے بھی دست بردار ہونے کو تیار ہوتا ہے یہ خود بخود رُوح میں قدیم سے ہے ہرگز نہیں۔ (نسیم دعوت صـ۲۱، صـ۲۲)

پرستش اور عشق کے مناسب حال قوتیں۔

خدا نے جو انسان کو اپنی طرف بلایا ہے تو اسی لئے اس نے پہلے سے پرستش اور عشق کے مناسب حال قوتیں اس میں رکھ دی ہیں۔ پس وہ قوتیں جو خدا کی طرف سے ہیں خدا کی آواز کو سُن لیتی ہیں۔۔۔۔۔ دراصل تمام انسانی اخلاق الٰہی اخلاق کا ظل ہیں کیونکہ انسانی روح خدا سے ہے لیکن کمی یا زیادتی یا بد استعمالی کی وجہ سے وہ صفات ناقص انسانوں میں مکروہ صورت میں دکھائی دیتے ہیں۔

(نسیم دعوت صـ۲۵)

اگر خدا کو قادر نہ مانا جاوے تو ہماری ساری اُمیدیں باطل ہو جاتی ہیں۔

پھر ماسوا اس کے اگر خدا کو قادر نہ مانا جاوے تو پھر اس سے ساری امیدیں باطل ہو جاتی ہیں کیونکہ ہماری دُعاؤں کی قبولیت اس بات پر موقوف ہے کہ خدا تعالےٰ جب چاہے ذرات اجسام میں یا ارواح میں وہ قوتیں پیدا کر دے جو ان میں موجود نہ ہوں۔ مثلاً ہم ایک بیمار کے لئے دُعا کرتے ہیں اور بظاہر مرنے والے آثار اس میں ہوتے ہیں۔ تب ہماری درخواست ہوتی ہے کہ خدا اس کے ذراتِ جسم میں ایک ایسی قوت پیدا کر دے جو اس کے وجود کو موت سے بچالے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر وہ دُعا قبول ہوتی ہے اور بسا اوقات اوّل ہمیں علم دیا جاتا ہے کہ یہ شخص مرنے پر ہے اور اس کی زندگی کی قوتوں کا خاتمہ ہے لیکن جب دُعا بہت کی جاتی ہے اور انتہاء تک پہنچ جاتی ہے اور شدت دُعا اور قلق اور کرب سے ہماری حالت ایک موت کی سی ہو جاتی ہے تب ہمیں خدا سے وحی ہوتی ہے کہ اس شخص میں زندگی کی طاقتیں پھر پیدا کی گئیں۔ تب وہ یک دفعہ صحت کے آثار ظاہر کرنے لگتا ہے گویا مُردہ سے زندہ ہو گیا۔۔۔۔۔ پس ہمارا خدا یہی ہے جو نئی نئی قوتیں اور گُن اور خاصتیں ذراتِ عالم میں پیدا کرتا ہے۔

(نسیم دعوت صـ۲۶)

خدا کا رُوح پیدا کرنا۔

اسی طرح وہ خدا رُوح پیدا کرتا ہے جس طرح مجھ میں اس نے وہ پاک رُوح پھونک دی جس سے میں زندہ ہو گیا۔

(نسیم دعوت ص۲۷)

حقیقی آفتاب یعنی خدا تعالےٰ کے چند ایک کام۔

جیسا کہ غیر حقیقی اور جسمانی سورج آنکھوں کو کامل روشنی پہنچاتا اور تمام نیک بد چیزیں ان پر کھول دیتا ہے ایسا ہی یہ حقیقی سورج (یعنی خدا تعالیٰ) دل کی آنکھ کو معرفت کے بلند مینار تک پہنچا کر دن چڑھا دیتا ہے۔ اور جیسا کہ وہ جسمانی سورج حقیقی سورج کے سہارے سے پھلوں کو پکاتا ہے اور ان میں شیرینی اور حلاوت ڈالتا اور عفونتوں کو دُور کرتا اور بہار کے موسم میں تمام درختوں کو ایک سبز چادر پہناتا اور خوشگوار پھلوں کی دولت سے ان کے دامن کو پُر کرتا اور پھر خریف میں اس کے برخلاف اثر ظاہر کرتا ہے اور تمام درختوں کے پتے گرا دیتا اور بدشکل بنا دیتا اور پھلوں سے محروم کرتا اور بالکل انہیں ننگے کر دیتا ہے بجُز ان ہمیشہ بہار درختوں کے جن پر وہ ایسا اثر نہیں ڈالتا۔ یہی کام اس حقیقی آفتاب کے ہیں جو سرچشمہ تمام روشنیوں اور فیضوں کا ہے۔ وہ اپنی مختلف تجلیات سے مختلف طور کے اثر دکھلاتا ہے۔ ایک قسم کی تجلی سے وہ بہار پیدا کر دیتا ہے اور پھر دوسری قسم کی تجلّی سے وہ خزاں لاتا ہے۔ اور ایک تجلی سے وہ عارفوں کے لئے معرفت کی حلاوتیں پیدا کرتا ہے اور پھر ایک تجلّی سے کُفر اور فسق کا عفونت ناک مادہ دُنیا سے دُور اور دفع کر دیتا ہے۔

(نسیم دعوت ص۴۴، ص۴۵)

خدا اپنی چمک سے گندہ انسانوں کو پاک کر دیتا ہے۔

اسی طرح جب خدا بھی نہایت گندہ اور تاریک آدمیوں پر جو اس کی طرف

جُھکتے ہیں چمکتا ہے تو ان کو ایسی طرح روشن کر دیتا ہے جیسا کہ چاند رات کو روشن کرتا ہے۔ اور کوئی انسان اپنی عمر کے پہلے زمانہ میں ہی اس چاند کی روشنی سے حصّہ لیتا ہے اور کوئی نصف عمر میں اور کوئی آخری حِصّہ میں اور بعض بدبخت سلخ کی راتوں کی طرح ہوتے ہیں یعنی تمام عمر ان پر اندھیرا ہی چھائے رہتا ہے۔ اس حقیقی چاند سے حصّہ لینا ان کے نصیب نہیں ہوتا۔

(نسیم دعوت ص۴۶)

محبت بغیر مشاہدہ حسن یا احسان کے پیدا نہیں ہو سکتی۔

کوئی محبت بغیر مشاہدہ حُسن یا احسان کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی گناہ بغیر خدا کی محبت اور اندیشہ اس کی ناراضگی کے دُور نہیں ہو سکتا۔ محبّت گناہ کو ایسا جلاتی ہے جیسا کہ آگ میل کو۔ جس سونے کو ہر روز آگ میں ڈالو گے کیا اس پر کوئی میل رہ سکتی ہے۔ مگر وہ شخص جو نہ خدا کے حُسن کا قائل ہے یعنی اس کو پورا قادر نہیں جانتا اور نہ خدا کے احسان کا قائل ہے یعنی یہ یقین نہیں رکھتا جو اسی کی روح جو اس کے اندر بول رہی ہے وہ خدا سے ہے وہ خاک اپنے پرمیشر سے محبت کرے گا۔

(نسیم دعوت ص۵۷ حاشیہ)

بڑے بڑے اجرام خدا کی بزرگ قدرتیں یاد دلاتے ہیں۔

جب میں ان بڑے بڑے اجرام کو دیکھتا ہوں اور ان کی عظمت اور عجائبات پر غور کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ صرف ارادہ الٰہی سے اور اس کے اشارہ سے ہی سب کچھ ہو گیا تو میری رُوح بے اختیار بول اٹھتی ہے کہ اے ہمارے قادر خدا تو کیا ہی بزرگ قدرتوں والا ہے۔ تیرے کام کیسے عجیب اور وراء العقل ہیں۔ نادان ہے وہ جو تیری قدرتوں سے انکار کرے اور احمق ہے وہ جو تیری

قدرتوں سے انکار کرے اور احمق ہے وہ تیری نسبت یہ اعتراض پیش کرے کہ اس نے ان چیزوں کو کس مادہ سے بنایا۔

(نسیم دعوت ص ۵۸ حاشیہ)

ہمارا خدا قادر مطلق ہے۔

ہم نے صدہا امور اپنی آنکھوں سے ایسے خارق عادت دیکھے ہیں کہ اگر ہم بعد اس کے گواہی نہ دیں کہ درحقیقت ہمارا خدا قادر مطلق ہے اور کسی مادہ کا محتاج نہیں تو ہم سخت گنہگار ہوں گے۔

(نسیم دعوت ص ۵۹ حاشیہ)

قریباً ہر روز خدا ہم سے کلام کرتا ہے

ہمارا ذاتی تجربہ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ قریباً ہر روز خدا تعالےٰ ہم سے کلام کرتا ہے اور اپنے اسرار غیب اور علوم معرفت سے مطلع فرماتا ہے۔

(نسیم دعوت ص ۶۳)

عظمتِ الٰہی کے اثر سے ہر وقت مرنا

پاک دل تو وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں کے آگے ہر وقت خدا رہتا ہے اور نہ صرف ایک موت ان کو یاد ہوتی ہے بلکہ وہ ہر وقت عظمتِ الٰہی کے اثر سے مرتے رہتے ہیں۔

(نسیم دعوت ص ۶۶)

خدا کی پیدائش ترقیات سے نئی نئی روح پھونکنا۔

پس اس طرح جب میں نے خدا پر توکل کی تو خدا نے مجھے ان خبیث چیزوں (شراب وغیرہ بحالت بیماری) کا محتاج نہیں کیا اور بارہا جب مجھے غلبہ مرض کا ہُوا تو خدا نے فرمایا کہ دیکھ میں نے تجھے شفا دے دی۔ تب

اسی وقت مجھے آرام ہوگیا۔ انہی باتوں سے مَیں جانتا ہوں کہ ہمارا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نہ اس نے رُوح پیدا کی اور نہ ذرات اجسام۔ وہ خدا سے غافل ہیں۔ ہم ہر روز اس کی نئی پیدائش دیکھتے ہیں اور ترقیات سے نئی نئی رُوح وہ ہم میں پھونکتا ہے۔ اگر وہ نیست سے ہست کرنے والا نہ ہوتا تو ہم تو زندہ ہی مر جاتے۔ عجیب ہے وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ کون ہے جو اس کی مانند ہے۔ اور عجیب ہیں اس کے کام۔ کون ہے جس کے کام اس کی مانند ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے ہاں بعض وقت حکمت اس کی ایک کام کرنے سے اسے روکتی ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سردرد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا۔ نبض کم ہو جانا۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصّہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریباً بیس برس سے ہیں۔ کبھی دُعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دُور ہوگئیں مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے دُعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دُور کر دی جائیں۔ تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ تب میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا کہ مسیح موعود کے لئے یہ بھی ایک علامت ہے۔

(نسیم دعوت ص ۶۷، ص ۶۸)

مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض۔ یقین کے حاصل ہونے کی طرف ایک راہ ہے۔

واضح رہے کہ مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض یہ ہے کہ تا وہ خدا جو سرچشمہ نجات کا ہے اس پر ایسا کامل یقین آجائے کہ گویا اس کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے۔ کیونکہ گناہ کی خبیث رُوح انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہے اور انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا جب تک اس کو اس کامل اور زندہ

قدرتوں سے انکار کرے اور احمق ہے وہ تیری نسبت یہ اعتراض پیش کرے کہ اس نے ان چیزوں کو کس مادہ سے بنایا۔

(نسیم دعوت ص۵۸ حاشیہ)

ہمارا خدا قادر مطلق ہے۔

ہم نے صدہا امور اپنی آنکھوں سے ایسے خارق عادت دیکھے ہیں کہ اگر ہم بعد اس کے گواہی نہ دیں کہ درحقیقت ہمارا خدا قادر مطلق ہے اور کسی مادہ کا محتاج نہیں تو ہم سخت گنہگار ہوں گے۔

(نسیم دعوت ص۵۹ حاشیہ)

قریباً ہر روز خدا ہم سے کلام کرتا ہے

ہمارا ذاتی تجربہ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ قریباً ہر روز خدا تعالےٰ ہم سے کلام کرتا ہے اور اپنے اسرار غیب اور علوم معرفت سے مطلع فرماتا ہے۔

(نسیم دعوت ص۶۳)

عظمتِ الٰہی کے اثر سے ہر وقت مرنا

پاک دل تو وہ ہوتے ہیں جن کی آنکھوں کے آگے ہر وقت خدا رہتا ہے اور نہ صرف ایک موت ان کو یاد ہوتی ہے بلکہ وہ ہر وقت عظمتِ الٰہی کے اثر سے مرتے رہتے ہیں۔

(نسیم دعوت ص۶۶)

خدا کی پیدائش ترقیات سے نئی نئی روح پھونکنا۔

پس اسی طرح جب میں نے خدا پر توکل کی تو خدا نے مجھے ان خبیث چیزوں (شراب وغیرہ بحالت بیماری) کا محتاج نہیں کیا اور بارہا جب مجھے غلبہ مرض کا ہُوا تو خدا نے فرمایا کہ دیکھ مَیں نے تجھے شفا دے دی۔ تب

اسی وقت مجھے آرام ہو گیا۔ انہی باتوں سے مَیں جانتا ہوں کہ ہمارا خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نہ اس نے رُوح پیدا کی اور نہ ذرات اجسام۔ وہ خدا سے غافل ہیں۔ ہم ہر روز اس کی نئی پیدائش دیکھتے ہیں اور ترقیات سے نئی نئی رُوح وہ ہم میں پھونکتا ہے۔ اگر وہ نیست سے ہست کرنے والا نہ ہوتا تو ہم تو زندہ ہی مر جاتے۔ عجیب ہے وہ خدا جو ہمارا خدا ہے۔ کون ہے جو اس کی مانند ہے۔ اور عجیب ہیں اس کے کام۔ کون ہے جس کے کام اس کی مانند ہیں۔ وہ قادر مطلق ہے ہاں بعض وقت حکمت اس کی ایک کام کرنے سے اسے روکتی ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصّہ میں کہ سر دَرد اور دورانِ سر اور دورانِ خون کم ہو کر ہاتھ پیر سرد ہو جانا۔ نبض کم ہو جانا۔ دوسرے جسم کے نیچے کے حصّہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریبًا بیس برس سے ہیں۔ کبھی دُعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں کہ گویا دُور ہو گئیں مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ مَیں نے دُعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دُور کر دی جائیں۔ تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا۔ تب میرے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈالا گیا کہ مسیح موعود کے لئے یہ بھی ایک علامت ہے۔

(نسیم دعوت ص۶۷، ص۶۸)

مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض یقین کے حاصل ہونے کی طرف ایک راہ ہے۔

واضح رہے کہ مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض یہ ہے کہ تا وہ خدا جو سرچشمہ نجات کا ہے اس پر ایسا کامل یقین آجائے کہ گویا اسی کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے۔ کیونکہ گناہ کی خبیث رُوح انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہے اور انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا جب تک اس کو اس کامل اور زندہ

خدا پر پورا یقین نہ ہو۔ ...... پس واضح ہو کہ یقین کے حاصل ہونے کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے مکالمہ کے ذریعہ سے اس کے خارق عادت نشان دیکھے اور بار بار کے تجربہ سے اس کی جبروت اور قدرت پر یقین کرے یا ایسے شخص کی صحبت میں رہے جو اس درجہ تک پہنچ گیا۔

غیر مذاہب سے مقابلہ۔

ہمارا زندہ حیّ وقیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔

اَب میں کہتا ہوں کہ یہ درجہ معرفت کا نہ کسی عیسائی صاحب کو نصیب ہے اور نہ کسی آریہ صاحب کو۔ اور ان کے ہاتھ میں محض قصّے ہیں۔ اور زندہ خدا کی زندہ تجلی کے نظارہ سے وہ سب بے نصیب ہیں۔ ہمارا زندہ حیّ وقیوم خدا ہم سے انسان کی طرح باتیں کرتا ہے۔ ہم ایک بات پوچھتے اور دُعا کرتے ہیں تو وہ قدرت کے بھرے ہوئے الفاظ کے ساتھ جواب دیتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ ہزار مرتبہ تک بھی جاری رہے تب بھی وہ جواب دینے سے اعراض نہیں کرتا۔ وہ اپنے کلام میں عجیب در عجیب غیب کی باتیں ظاہر کرتا ہے اور خارق عادت قدرتوں کے نظارے دکھلاتا ہے یہانتک کہ وہ یقین کرا دیتا ہے کہ وہ وہی ہے جس کو خدا کہنا چاہیئے۔ دُعائیں قبول کرتا ہے اور قبول کرنے کی اطلاع دیتا ہے۔ وہ بڑی بڑی مشکلات حل کرتا ہے اور جو مُردوں کی طرح بیمار ہوں ان کو بھی کثرت دُعا سے زندہ کر دیتا ہے۔ اور یہ سب ارادے اپنے قبل از وقت اپنے کلام سے بتلا دیتا ہے۔

(نسیم دعوت صـ۷۸، صـ۷۹)

سناتن دھرم

عاشقوں کی رُوح میں اضطراب۔ جامِ وصال۔

گر عاشقوں کی رُوح نہیں اس کے ہاتھ سے ؛ پھر غیر کے لئے ہیں وہ کیوں اضطراب میں

گر وہ الگ ہے ایسا کہ چھُو بھی نہیں گیا ؛ پھر کس نے لکھ دیا ہے وہ دل کی کتاب میں

جس سوز میں ہیں اس کے لئے عاشقوں کے دل ؛ اتنا تو ہم نے سوز نہ دیکھا کباب میں

جامِ وصال دیتا ہے اس کو جو مَر چکا ؛ کچھ بھی نہیں ہے فرق یہاں شیخ و شاب میں

ملتا ہے وہ اسی کو جو وہ خاک میں مِلا ؛ ظاہر کی قیل وقال بھلا کس حساب میں

ہوتا ہے وہ اسی کا جو اس کا ہی ہوگیا ؛ ہے اس کی گود میں جو گرا اس جناب میں

ہم کو تو اے عزیز دکھا اپنا وہ جمال ؛ کب تک وہ مُنہ رہیگا حجاب و نقاب میں

(سناتن دھرم ٹائیٹل)

خدا کے کلام کے صحیح معنے سمجھنے والے لوگ۔

خدا کے کلام کے صحیح معنے سمجھنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو خدا سے ملتے ہیں۔

(سناتن دَھرم صـ۶)

خدا کے کلام کے صحیح معنے سمجھنے والے لوگ۔ میں نے قرآن کو نہایت درجہ تک پاک اور

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی سچ بات ہے کہ خدا کا کلام سمجھنے کے لئے اوّل دل کو ایک نفسانی جوش سے پاک بنانا چاہیئے تب خدا کی طرف سے دل پر روشنی اترے گی۔ بغیر اندرونی روشنی کے اصل حقیقت نظر نہیں آتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لا یمسّہ الا المطھرون یعنی یہ پاک کا کلام ہے جب تک کوئی پاک نہ ہو جائے وہ اس کے بھیدوں تک نہیں

پہنچے گا۔ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ میں دُنیا داری کے کاموں میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی۔ میں نے اس کلام کو جس کا نام قرآن ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہُوا پایا۔

روحانی حکمت سے بھرا ہُوا پایا۔

(سناتن دھرم ص۶)

دین صرف شوخیوں اور زبان کی چالاکیوں سے حاصل نہیں ہوتا۔ دین تو ایک موت چاہتا ہے جس کے بعد زندہ روح دی جاتی ہے۔

دین ایک موت چاہتا ہے۔

(سناتن دھرم ص۷)

مرادیں دینے والا صرف ایک ہے یعنی خدا جس کو پرمیشر کہتے ہیں اور دنیا اور آخرت میں وہی شخص عزت پاتا ہے اور اسی کو برکت دی جاتی ہے جو سب کو چھوڑ کر سچے دل سے اپنے خدا کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔ ہر ایک وقت اس پاک پرمیشر سے یہ آواز آتی ہے کہ جے تو میرا ہو رہے سب جگ تیرا ہو۔ اور یہی ہم نے آزمایا اور ہم اس کے گواہ ہیں۔ جو شخص اس کی محبت میں محو ہو جاتا ہے اور اس کی آتشِ محبت سے جل کر ایک نیا وجود لیتا ہے پس جب وہ اس آگ میں داخل ہو جاتا ہے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں جن کی دوسرے لوگ پرستش کرتے ہیں اس کی چاکر اور خدمت گار ہو جاتی ہیں۔ ...... سچ تو یہی ہے کہ خدا کو ڈھونڈنے والے جو اس کی راہ میں مر رہے ہیں اور اس کے لئے سب کچھ تیاگ دیتے ہیں اگر خدا ان سے ایسی خشکی اور لاپرواہی کرے اور اپنے تئیں ان پر ظاہر نہ کرے اور چھپا رہے اور آواز تک سُنائی نہ دے تو وہ جیتے جی ہی مر جائیں۔

دنیا اور آخرت میں وہی شخص عزت پاتا ہے اور اسی کو برکت دی جاتی ہے جو سب کو چھوڑ کر سچے دل سے خدا کا فرمانبردار ہو جاتا ہے۔

خدا کو ڈھونڈنے والوں سے وہ

اور دُنیا میں کوئی بھی ان جیسا بدنصیب نہ ہو کہ دُنیا چھوڑی پرمیشر کے لئے مگر وہ بھی نہ ملا۔ دونوں جہان ہاتھ سے گئے مگر کیا کوئی دوست اپنے دوست سے ایسا کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ دوستی میں دو ستی ہوں۔ ایک شخص مجازی عشق میں گرفتار ہوتا ہے اور ایک مدت تک درد اور سوزش کے ساتھ دن رات اپنے معشوق کو اندر ہی اندر اپنی طرف کھینچتا ہے۔ پس ناگاہ ایک شعلہ محبّت کا بشرطیکہ یہ محبّت کسی شہوت پرستی پر مبنی نہ ہو اس کے معشوق کے دل پر جو ابھی غافل اور بے خبر تھا گرتا ہے۔ تب وہ معشوق بھی اس کے درد سے ایک حصّہ لے لیتا ہے گویا اس عاشق کی دردیں اور آہیں اس معشوق پر سحر کا کام کرتی ہیں۔ تب اس کا دل اس کی طرف کھینچا جاتا ہے اور لامعلوم اسباب سے اس کے دل میں یہ بات پڑ جاتی ہے کہ یہ شخص مجھ سے پیار کرتا ہے اور نرا دل میں ہی پڑتا نہیں بلکہ آخر اس کا گرفتار ہو جاتا ہے اور دل دل سے مل جاتا ہے گویا وہ دونوں ایک ہی ہو جاتے ہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ ایک عاشق گو ہزاروں پردوں میں اپنی محبت چھپاوے ضرور اس کے معشوق کو اس محبّت کی خبر ہو جاتی ہے۔ اور پھر دُنیا بھی جو ہر ایک کے پیچھے جاسوس کی طرح لگی ہوئی ہے سمجھ جاتی ہے کہ ان دونوں کی باہم محبّت ہے۔ اور پھر وہ محبّت اگر در حقیقت پاک محبت ہے اور کوئی خباثت ناپاک شہوت کی اس کے اندر نہیں اس مرتبہ تک ان دونوں وجودوں کو پہنچنا چاہتی ہے کہ ایک دوسرے کا دل باہم کھینچا جاتا ہے۔ بغیر دیکھنے کے بے آرامی رہتی ہے اور ان کو کچھ اٹکل نہیں آتی کہ یہ کشش کہاں سے اور کیونکر پیدا ہو گئی۔ آخر ان کے پاک دل اس قدر ضرور حظّ چاہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے کچھ کلام کیا کریں۔ ایک نظر دیکھ لیں۔ کم سے کم ایک کلام کے لئے ان کا دل تڑپتا ہے خواہ پیچھے سے مر جائیں۔ سو یہ تو

ہمکلام ہوتا ہے عشق کا نتیجہ ہمکلامی۔

مجازی عشق کا انجام ہے کہ کمال اس کا باہم کلام ہے۔ پس لعنت ہے ایسے مذہب پر کہ جو پرمیشر کے عاشق کو اس قدر بخرہ دینے کا بھی وعدہ نہیں کرتا کہ وہ اس کا ہم کلام ہو جائے گا جیسا کہ ایک انسان کا عاشق اپنے معشوق کا ہمکلام ہو جاتا ہے .... میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مذہب وہی مذہب ہے جو خدا کو ملا دے اور ہم کلامی کا مزہ چکھا دے ورنہ ایک گوبر میں ہاتھ ڈالتا ہے جس میں بجز پلیدی کے اور کچھ نہیں۔

(سناتن دھرم صہ۸ تا صہ۱۰)

تذکرۃ الشہادتین

تقویٰ کے معنے۔

خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ یعنی ادب اور حیا اور خوف الٰہی کی پابندی سے ان ظنّی راہوں کو بھی چھوڑتے ہیں جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہو سکتا ہے اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کے بجالانے کا قصد کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صہ۴)

خدا کسی کے برگزیدہ کرنے میں کبھی نہیں تھکا اور نہ تھکے گا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ (عیسیٰ ابن مریم) نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اسے خدا کہنا کفر ہے۔ لاکھوں انسان دنیا میں ایسے گذر چکے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے۔ خدا کسی کے برگزیدہ کرنے میں کبھی نہیں تھکا اور نہ تھکے گا۔

(تذکرۃ الشہادتین صہ۲۷)

جو لوگ میری جماعت میں میری موت کے بعد رہینگے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کرینگے۔

اے عبداللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔ اور جو لوگ میری جماعت میں میری موت کے بعد رہیں گے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کام کریں گے۔

(تذکرۃ الشہادتین صہ۵۸)

ایک قدم سے بیاباں کو طے کرنیوالا۔

بنگر ایں شوخی ازاں شیخ عجم ؞ ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
ایں چنیں باید خدا را بندۂ ؞ سر پئے دلدار خود افگندۂ
او پئے دلدار از خود مُردہ بود ؞ از پئے تریاق زہرے خوردہ بود
تا نہ نوشد جام ایں زہرے کسے ؞ کے رہائی یابد از مرگ آں خسے
زیر ایں موت است پنہاں صد حیات ؞ زندگی خواہی بخور جامِ ممات

دلستاں موت کو چاہتا ہے۔

خوش نہ گردد دلستاں از قیل وقال ؞ تا نمیری زندگی باشد محال
کبر و کیں را ترک کن اے بدخصال ؞ تا بتابد بر تو نور ذوالجلال

دُنیا جائے فانی ہے۔ اس سے دل نہ لگاؤ۔

چوں شود بخشائیش حق بر کسے ؞ دل نمی ماند بدنیائش بسے
خوشترش آید بیابان تپاں ؞ تا درد نالد زہجر دلستاں
پیش از مرون بمیرد حق شناس ؞ زینکہ محکم نیست دُنیا را اساس
ہوش کُن ایں جائیگہ جائے فناست ؞ باخدا می باش چوں آخر خدا ست
زہرِ قاتل گر بدست خود خوری ؞ من چساں دانم کہ تو دانشوری

خدا کے عاشقوں کی حالت

بیں کہ ایں عبداللطیفِ پاک مَرد ؞ چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است ؞ تاکنوں در سنگہا افتادہ است
ایں بود رسم و رہِ صدق و وفا ؞ ایں بود مردانِ حق را انتہاء
از پئے آں زندہ از خود فانی اند ؞ جاں فشاں بر مسلکِ ربّانی اند
فارغ افتادہ زنام و عزّ و جاہ ؞ دل ز کف وز فرق افتادہ کلاہ
دُور تر از خود بہ یار آمیختہ ؞ آبرو از بہر روئے ریختہ

تا نمیری اے سگِ دنیا پرست ؞ دامنِ آں یار کے آید بدست
نیست شو تا بر تو فیضانے رسد ؞ جاں بیفشاں تا دگر جانے رسد

ہست دیں تخم فنا را کاشتن ؞ وز سر ہستی قدم برداشتن
(تذکرۃ الشہادتین صـ۵۹ ، صـ۶۰)

اپنی جماعت کیلئے بعض نصائح

اپنی جماعت کے لئے بعض نصائح۔

اے میری جماعت خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفرِ آخرت کے لئے ایسا تیار کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تیار کئے گئے تھے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔ لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لئے ہے اور بدقسمت ہے وہ جسکا تمام ہم و غم دُنیا کے لئے ہے۔ ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

اسباب پرستی کا شرک

اے سعادت مند لوگو تم زور کے ساتھ اس تعلیم میں داخل ہو جو تمہاری نجات کے لئے مجھے دی گئی ہے۔ تم خدا کو واحد لاشریک سمجھو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو۔ نہ آسمان میں سے نہ زمین میں سے۔ خدا اسباب کے استعمال سے تمہیں منع نہیں کرتا لیکن جو شخص خدا کو چھوڑ کر اسباب پر ہی بھروسہ کرتا ہے وہ مشرک ہے۔ قدیم سے خدا کہتا چلا آیا ہے کہ پاک دل

بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور بغضوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبّر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبّر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دُنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رُو سے تمہاری دُنیا پر تمہیں مقدّم ہو جائیں۔

تکبّر کی پلیدی

نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے۔

اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔

اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو۔ اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے ان کا ذخیرہ تیار ہُوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصّوں سے حدیث کا کوئی قصّہ مخالف ہو تو اس حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالیٰ نے تمہارے تک پہنچایا

قرآن اور حدیث۔

ہے سو تم اس پاک کلام کا قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک مُؤثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔

اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا اور حجّت اور برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہیگا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن۔

احمدیہ جماعت کو غلبہ ہوگا۔

پس تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چُپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور

صدق اور ایمان پر قائم رہو۔

بننے کے سوا نجات نہیں۔ سو تم پاک دِل بن جاؤ اور نفسانی کینوں اور بغضوں سے الگ ہو جاؤ۔ انسان کے نفس امارہ میں کئی قسم کی پلیدیاں ہوتی ہیں مگر سب سے زیادہ تکبّر کی پلیدی ہے۔ اگر تکبّر نہ ہوتا تو کوئی شخص کافر نہ رہتا۔ سو تم دل کے مسکین بن جاؤ۔ عام طور پر بنی نوع کی ہمدردی کرو۔ جبکہ تم انہیں بہشت دلانے کے لئے وعظ کرتے ہو سو یہ وعظ تمہارا کب صحیح ہو سکتا ہے اگر تم اس چند روزہ دُنیا میں ان کی بدخواہی کرو۔ خدا تعالیٰ کے فرائض کو دلی خوف سے بجا لاؤ کہ تم ان سے پوچھے جاؤ گے۔ نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ تا خدا تمہیں اپنی طرف کھینچے اور تمہارے دلوں کو صاف کرے۔ کیونکہ انسان کمزور ہے ہر ایک بدی جو دُور ہوتی ہے وہ خدا تعالیٰ کی قوت سے دُور ہوتی ہے اور جب تک انسان خدا سے قوت نہ پاوے کسی بدی کے دُور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ اسلام صرف یہ نہیں کہ رسم کے طور پر اپنے تئیں کلمہ گو کہلاؤ بلکہ اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں اور خدا اور اس کے احکام ہر ایک پہلو کے رُو سے تمہاری دُنیا پر تمہیں مقدّم ہو جائیں۔

تکبّر کی پلیدی

نمازوں میں بہت دُعا کرو کہ تا خدا انہیں اپنی طرف کھینچے۔

اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ تمہاری روحیں خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جائیں۔

اے میری عزیز جماعت یقیناً سمجھو کہ زمانہ اپنے آخر کو پہنچ گیا ہے اور ایک صریح انقلاب نمودار ہو گیا ہے۔ سو اپنی جانوں کو دھوکہ مت دو اور بہت جلد راستبازی میں کامل ہو جاؤ۔ قرآن کریم کو اپنا پیشوا پکڑو۔ اور ہر ایک بات میں اس سے روشنی حاصل کرو۔ اور حدیثوں کو بھی ردّی کی طرح مت پھینکو کہ وہ بڑی کام کی ہیں اور بڑی محنت سے ان کا ذخیرہ تیار ہوا ہے۔ لیکن جب قرآن کے قصوں سے حدیث کا کوئی قصّہ مخالف ہو تو اس حدیث کو چھوڑ دو تا گمراہی میں نہ پڑو۔ قرآن شریف کو بڑی حفاظت سے خدا تعالےٰ نے تمہارے تک پہنچایا

قرآن اور حدیث۔

ہے سو تم اس پاک کلام کا قدر کرو۔ اس پر کسی چیز کو مقدم نہ سمجھو کہ تمام راست روی اور راستبازی اسی پر موقوف ہے۔ کسی کی باتیں لوگوں کے دلوں میں اسی حد تک مؤثر ہوتی ہیں جس حد تک اس شخص کی معرفت اور تقویٰ پر لوگوں کو یقین ہوتا ہے۔

احمدیہ جماعت کو غلبہ ہوگا۔

اے تمام لوگو سُن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا اور حجّت اور برہان کے رُو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہیگا یہانتک کہ قیامت آجائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیساکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰحسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزوٗن۔

صدق اور ایمان پر قائم رہو۔

پس تم خوش ہو اور خوشی سے اچھلو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے۔ اگر تم صدق اور ایمان پر قائم رہو گے تو فرشتے تمہیں تعلیم دیں گے اور آسمانی سکینت تم پر اُترے گی اور رُوح القدس سے مدد دیئے جاؤ گے اور خدا ہر ایک قدم میں تمہارے ساتھ ہوگا اور کوئی تم پر غالب نہیں ہو سکے گا۔ خدا کے فضل کی صبر سے انتظار کرو۔ گالیاں سنو اور چُپ رہو۔ ماریں کھاؤ اور صبر کرو۔ اور حتی المقدور

جن کے دل خدا کے خوف سے پگلتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔

بدی کے مقابلہ سے پرہیز کرو تا آسمان پر تمہاری قبولیت لکھی جاوے۔ یقیناً یاد رکھو کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور دل ان کے خدا کے خوف سے پگل جاتے ہیں انہیں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔ اور وہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے۔ دُنیا صادق کو نہیں دیکھتی پر خدا جو علیم و خبیر ہے وہ صادق کو دیکھ لیتا ہے۔ پس اپنے ہاتھ سے اس کو بچاتا ہے۔ کیا وہ شخص جو سچے دل سے تم سے پیار کرتا ہے اور سچ مچ تمہارے لئے مرنے کو بھی تیار ہوتا ہے اور تمہارے منشاء کے موافق تمہاری اطاعت کرتا ہے اور تمہارے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے اور کیا تم اس کو سب سے عزیز نہیں سمجھتے۔ پس جبکہ تم انسان ہو کر پیار کے بدلہ میں پیار کرتے ہو پھر کیونکر خدا نہیں کرے گا۔ خدا خوب جانتا ہے کہ واقعی اس کا وفادار دوست کون ہے اور کون غدار اور دُنیا کو مقدم رکھنے والا ہے۔ سو تم اگر ایسے وفادار ہو جاؤ گے تو تم میں اور تمہارے غیروں میں خدا کا ہاتھ ایک فرق قائم کر کے دکھلائے گا۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۱ تا صفحہ ۶۶)

جو صدق اور وفا اور محبتِ الٰہیہ سے رنگین ہوتے ہیں خدا کو ان کا ساتھ دینا پڑتا ہے

بعض وقت نادان دشمن دھوکہ سے یہ خیال کرتا ہے کہ کیا میں نیک نہیں ہوں اور کیا میں نماز اور روزہ کا پابند نہیں جیسا کہ یہود کے فقیہوں اور فریسیوں کو یہی خیال تھا۔ بلکہ بعض ان میں سے حضرت عیسےٰؑ کے وقت میں ملہم ہونے کا بھی دعویٰ کرتے تھے۔ مگر ایسا نادان یہ نہیں جانتا کہ جو خدا کے صادق بندے ہوتے ہیں اور گہرے تعلق اس کے ساتھ رکھتے ہیں وہ اس صدق اور وفا اور محبتِ الٰہیہ سے رنگین ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کا ساتھ دینا پڑتا ہے اور ان کے دشمن کو ہلاک کرتا ہے جیسا کہ بلعم نے تکبّر اور غرور سے یہ خیال کیا

خدا کے خاص بندوں میں محبتِ الٰہی اور صدق اور وفا کا ایک خاص نور ہوتا ہے۔ آستانۂ الٰہی پر رُوح کا گرنا۔

کہ کیا موسےٰ مجھ سے بہتر ہے۔ مگر خدا کا موسےٰ کے ساتھ ایک تعلق تھا جسکو لفظ ادا نہیں کر سکتے اور جو بیان کرنے میں نہیں آسکتا۔ اس لئے اندھا بلعم اس تعلق سے بے خبر رہا اور جو اپنے سے بہت بڑا تھا اس کا مقابلہ کر کے مارا گیا۔ سو ہمیشہ یہ اَمر واقع ہوتا ہے کہ جو خدا کے خاص حبیب اور وفادار بندے ہیں ان کا صدق خدا کے ساتھ اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ یہ اندھی دُنیا اس کو دیکھ نہیں سکتی ...... اور نادان خیال کرتا ہے کہ یہ لوگ ہزاروں لاکھوں مساجد میں جمع ہوتے ہیں کیا یہ بُرے ہیں۔ مگر خدا کثرت کو نہیں دیکھتا وہ دلوں کو دیکھتا ہے۔ خدا کے خاص بندوں میں محبتِ الٰہی اور صدق اور وفا کا ایک ایسا خاص نور ہوتا ہے کہ اگر میں بیان کر سکتا تو بیان کرتا لیکن میں کیا بیان کروں جب سے دُنیا ہوئی اس راز کو کوئی نبی یا رسول بیان نہیں کر سکا۔ خدا کے باوفا بندوں کی اس طور سے آستانہ الٰہی پر رُوح گرتی ہے کہ کوئی لفظ ہمارے پاس نہیں کہ اس کیفیّت کو دکھلا سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۹، صفحہ ۷۰)

دردِ گردہ کی بیماری سے دُعا کرنے پر خارقِ عادت صحت۔

جب مَیں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تو میرا ارادہ تھا کہ قبل اس کے جو ۱۶؍اکتوبر ۱۹۰۳ء کو بمقام گورداسپور ایک مقدمہ پر جاؤں جو ایک مخالف کی طرف سے فوجداری میں میرے پر دائر ہے یہ رسالہ تالیف کر لوں اور اس کو ساتھ لے جاؤں۔ تو ایسا اتفاق ہُوا کہ مجھے دردِ گردہ سخت پیدا ہُوا۔ مَیں نے خیال کیا کہ یہ کام ناتمام رہ گیا صرف دو چار دن ہیں۔ اگر میں اسی طرح دردِ گردہ میں مبتلا رہا جو ایک مہلک بیماری ہے تو یہ تالیف نہیں ہو سکے گا۔ تب خدا تعالےٰ نے مجھے دُعا کی طرف توجہ دلائی۔ مَیں نے رات کے وقت

میں جبکہ تین گھنٹے کے قریب بارہ بجے سے رات گذر چکی تھی اپنے گھر کے لوگوں سے کہا کہ اب میں دُعا کرتا ہوں۔ تم آمین کہو۔ سو میں نے اس دردناک حالت میں صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کے تصور سے دُعا کی کہ یا الٰہی اس مرحوم کے لئے میں اس کو لکھنا چاہتا تھا تو ساتھ ہی مجھے غنودگی ہوئی اور الہام ہوا سلامٌ قولاً من ربّ الرّحیم۔ یعنی سلامتی اور عافیت ہے یہ خدائے رحیم کا کلام ہے۔ پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہوگیا۔ اور اسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

(تذکرۃ الشہادتین صـــ ۷۲ ، صـــ ۷۳)

ایک ضروری امر اپنی جماعت کی توجہ کیلئے۔

ایک ضروری اَمر اپنی جماعت کی توجہ کیلئے

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب مرحوم کی جانفشانی سے جماعت کے متعلق امید بڑھنا

اگرچہ میں خوب جانتا ہوں کہ جماعت کے بعض افراد ابھی تک اپنی روحانی کمزوری کی حالت میں ہیں یہاں تک کہ بعض کو اپنے وعدوں پر بھی ثابت رہنا مشکل ہے لیکن جب میں اس استقامت اور جانفشانی کو دیکھتا ہوں جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف مرحوم سے ظہور میں آئی تو مجھے اپنی جماعت کی نسبت بہت اُمید بڑھ جاتی ہے کیونکہ جس خدا نے بعض افراد اس جماعت کو یہ توفیق دی کہ نہ صرف مال بلکہ جان بھی اس راہ میں قربان کر گئے اس خدا کا صریح یہ منشاء معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت سے ایسے افراد اس جماعت میں پیدا کرے جو صاحبزادہ مولوی عبداللطیف کی رُوح رکھتے ہوں اور ان کی روحانیت کا ایک نیا پودہ ہو جیسا کہ

میں نے کشفی حالت میں واقعہ شہادت مولوی صاحب موصوف کے قریب دیکھا کہ ہمارے باغ میں سے ایک بلند شاخ سرو کی کاٹی گئی اور میں نے کہا اس شاخ کو زمین میں دوبارہ نصب کر دو تا وہ بڑھے اور پھولے۔ سو میں نے اس کی یہی تعبیر کی کہ خدا تعالےٰ بہت سے اُن کے قائم مقام پیدا کر دیگا۔ سو میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی وقت میرے اس کشف کی تعبیر ظاہر ہو جائے گی۔ مگر ابھی تک یہ حال ہے۔ کہ اگر میں ایک تھوڑی سی بات بھی اس سلسلہ کے قائم رکھنے کے لئے جماعت کے آگے پیش کرتا ہوں تو ساتھ ہی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ مبادا اس بات سے کسی کو ابتلاء پیش نہ آوے۔ اب ایک ضروری بات جو اپنی جماعت کے آگے پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ لنگرخانہ کے لئے جس قدر میری جماعت وقتاً فوقتاً مدد کرتی رہتی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔ ہاں اس مدد میں پنجاب نے بہت حصہ لیا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ پنجاب کے لوگ اکثر میرے پاس آتے جاتے ہیں۔ اور اگر دلوں میں غفلت کی وجہ سے کوئی سختی آجائے تو صحبت اور پے در پے ملاقات کے اثر سے وہ سختی بہت جلد دُور ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے پنجاب کے لوگ خاص کر بعض افراد اُن کی محبّت اور صدق اور اخلاص میں ترقی کرتے جاتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ہر ایک ضرورت کے وقت وہ بڑی سرگرمی دکھلاتے ہیں۔ اور سچّی اطاعت کے آثار ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ ملک دوسرے ملکوں سے نسبتاً کچھ نرم دل بھی ہے۔ بایں ہمہ انصاف سے دُور ہو گا اگر میں تمام دُور کے مریدوں کو ایسے ہی سمجھ لوں کہ وہ ابھی اخلاص اور سرگرمی سے کچھ حصّہ نہیں رکھتے۔ کیونکہ صاحبزادہ مولوی عبداللطیف جس نے جان نثاری کا یہ نمونہ دکھایا وہ بھی تو دُور کی زمین کا رہنے والا تھا

لنگرخانہ کے لئے مدد قابلِ تعریف ہے۔

جس کے صدق اور وفا اور اخلاص اور استقامت کے آگے پنجاب کے بڑے بڑے مخلصوں کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایک تھا کہ ہم سب سے پیچھے آیا اور سب سے آگے بڑھ گیا۔ اسی طرح بعض دُور دراز ملک کے مخلص بڑی بڑی خدمت مالی کر چکے ہیں۔ اور اُن کے صدق وصفا میں کبھی فتور نہ آیا۔ جیسا کہ اخویم سیٹھ عبدالرحمٰن تاجر مدراس اور چند ایسے اور دوست۔ لیکن کثرت تعداد کے لحاظ سے پنجاب کو مقدّم رکھا گیا ہے۔ کیونکہ پنجاب میں ہر ایک طبقہ کے آدمی خدمتِ دینی سے بہت حِصّہ لیتے جاتے ہیں۔ اور دُور کے اکثر لوگ اگرچہ ہمارے سِلسِلہ میں داخل تو ہیں مگر بوجہ اس کے کہ ان کو صحبت کم نصیب ہوتی ہے اُن کے دل بکلّی دُنیا کے گند سے صاف نہیں ہیں۔ امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کار وہ گند سے صاف ہو جائیں گے اور یا خدا تعالیٰ ان کو اس پاک سِلسِلہ سے کاٹ دے گا اور ایک مردار کی طرح مریں گے۔ بڑی غلطی انسان کی دنیا پرستی ہے۔ یہ بدبخت اور منحوس دُنیا کبھی خوف دلانے سے اور کبھی امید دینے سے اکثر لوگوں کو اپنے دام میں لے لیتی ہے اور یہ اُسی میں مرتے ہیں۔ نادان کہتا ہے کہ کیا ہم دُنیا کو چھوڑ دیں۔ اور یہ غلطی انسان کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بے ایمان کر کے ہلاک نہ کرے۔ اے نادان کون کہتا ہے کہ تو اسباب کی رعایت چھوڑ دے۔ مگر دل کو دُنیا اور دُنیا کے فریبوں سے الگ کر ورنہ تو ہلاک شدہ ہے۔ اور جس عیال کے لئے تو حد سے زیادہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا کے فرائض کو بھی چھوڑتا ہے۔ اور طرح طرح کی مکاریوں سے ایک شیطان بن جاتا ہے۔ اس عیال کے لئے تو بدی کا بیج بوتا ہے اور ان کو تباہ کرتا ہے۔ اس لئے کہ خدا تیری پناہ میں نہیں۔ کیونکہ تو پارسا نہیں۔ خدا تیرے دل

بڑی غلطی انسان کی دُنیا پرستی ہے۔

کی جڑھ کو دیکھ رہا ہے۔ سو تو بے وقت مرے گا اور عیال کو تباہی میں ڈالے گا۔ لیکن وہ جو خدا کی طرف جُھکا ہوا ہے اُس کی خوش قسمتی سے اُس کے زن و فرزند کو بھی حِصّہ ملے گا۔ اور اس کے مرنے کے بعد کبھی وہ تباہ نہیں ہوں گے۔ جو لوگ مجھ سے سچا تعلق رکھتے ہیں۔ وہ اگرچہ ہزار کوس پر بھی ہیں۔ تاہم ہمیشہ مجھے لکھتے رہتے ہیں اور دُعائیں کرتے رہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ انہیں موقعہ دے تا وہ برکات صحبت حاصل کریں۔ مگر افسوس کہ بعض ایسے ہیں کہ مَیں دیکھتا ہوں کہ قطع نظر ملاقات کے سالہا سال گذر جاتے ہیں اور ایک کارڈ بھی اُن کی طرف سے نہیں آتا۔ اس سے میں سمجھتا ہوں کہ اُن کے دل مر گئے ہیں اور اُن کے باطن کے چہرہ پر کوئی داغ جذام ہے۔ مَیں تو بہت دُعا کرتا ہوں کہ میری سب جماعت اُن لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ اور نماز پر قائم رہتے ہیں۔ اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں۔ اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دُنیا کے کیڑے نہیں ہیں۔ اور مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ یہ میری دُعائیں خدا تعالےٰ قبول کرے گا۔ اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں۔ اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں۔ اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے۔ مَیں اور میرا خدا اُن سے بیزار ہیں۔ مَیں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ اس پیوند کو قطع کر لیں۔ کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے۔ اور جو تقویٰ اور طہارت کے اوّل درجہ پر قائم ہوں۔ اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدم رکھ لیا ہو۔ لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دُنیا پر مقدم کیا۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا

رات کو اٹھکر زمین پر گرنا اور رونا۔

آنکھوں زنا کرنیوالی اور پاخانہ سے بدتر دلوں سے بیزاری۔

کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دُنیا ہی دُنیا اُن کے دلوں میں ہوتی ہے۔ نہ ان کی نظر پاک ہے اور نہ اُن کے ہاتھوں سے کوئی نیکی ہوتی ہے اور نہ اُن کے پَیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں۔ اور وہ اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم اس جماعت میں داخل ہیں۔ کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ جو شخص میری اس وصیّت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت وہ دین کو دُنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اُس کی ہستی پر آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرامکاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینکدے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خودروی کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہولے۔ میں اُس شخص کو اُس کتّے سے مشابہت دیتا ہوں جو ایسی جگہ سے الگ نہیں ہوتا جہاں مردار پھینکا جاتا ہے۔ اور جہاں سڑے گلے مُردوں کی لاشیں ہوتی ہیں۔ کیا مَیں اس بات کا محتاج ہوں کہ وہ لوگ زبان سے میرے ساتھ ہوں اور اس طرح پر دیکھنے کیلئے ایک جماعت ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تمام لوگ مجھے چھوڑ دیں اور ایک بھی میرے ساتھ نہ رہے تو میرا خدا میرے لئے ایک اور قوم پیدا کرے گا جو صدق اور وفا میں ان سے بہتر ہوگی۔ یہ آسمانی کشش کام کر رہی ہے جو نیک دل لوگ میری طرف دوڑتے ہیں۔ کوئی نہیں جو آسمانی کشش کو روک سکے۔ بعض لوگ خدا سے زیادہ اپنے مکر اور فریب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ شاید اُن کے دلوں میں یہ بات پوشیدہ ہو کہ نبوتیں اور رسالتیں سب انسانی مکر ہیں۔ اور اتفاقی طور پر

درحقیقت تبدیلی یافتہ اور پاک دل ہو جاؤ ورنہ کتّے سے مشابہت

شہرتیں اور قبولیتیں ہو جاتی ہیں۔ اس خیال سے کوئی خیال پلید تر نہیں اور ایسے انسان کو اس خدا پر ایمان نہیں جس کے ارادہ کے بغیر ایک پتہ بھی گر نہیں سکتا۔ لعنتی ہیں ایسے دل اور ملعون ہیں ایسی طبیعتیں۔ خدا اُن کو ذلّت سے مارے گا کیونکہ وہ خدا کے کارخانہ کے دشمن ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت دہریہ اور خبیث باطن ہوتے ہیں۔ وہ جہنمی زندگی کے دن گذارتے ہیں۔ اور مرنے کے بعد بجُز جہنم کی آگ کے اُن کے حصّہ میں کچھ نہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۷۳ تا صـ۷۶)

فَاعلموا ان الدعاء حربة اعطيت من السماء لِفتح هذا الزمان۔ ولن تغلبوا الّا بهذه الحربة يا معشر الخلّان۔ وقد اخبرا النبيون من اوّلهم الٰى اٰخرهم بهذه الحربة وقالوا انّ الْمَسِيْح الموعود ينال الفتح بالدعاء والتضرع فى الحضرة لا بالملاحم وسفك دماء الامّة۔ ان حقيقة الدعاءِ الاقبال على اللهِ بجميع الهمة والصدق والصبر لدفع الضرّاء۔ وان اولياء الله اذا توجهوا الٰى ربهم لدفع موذٍ بالتضرع والابتهال جرت عادة الله انّه يسمع دعاءهم ولو بعد حين او فى الحال وتوجهت العناية الصمدية ليدفع مَا نزل بهم من البلاء والوبال۔ بعد ما اقبلوا على الله كلّ الاقبال۔ وَان اعظم الكرامات استجابة الدعوات۔

مجھے دُعا کا حربہ دیا گیا ہے۔ حقیقتِ دُعا

عند حلول الآفات ۔

(ترجمہ از خاکسار) پس جان لو کہ دُعا ہی وہ حربہ ہے جو مجھے اس زمانہ کو فتح کرنے کے لئے آسمان سے دیا گیا ہے اور تم ہرگز نہیں کامیاب ہوگے مگر اس حربہ کے ساتھ اے دوستو۔ اور تمام نبی شروع سے آخر تک اس حربہ کی خبر دیتے آئے ہیں اور انہوں نے کہا کہ مسیح موعود اللہ کے حضور میں دُعا اور تضرع کے ساتھ فتح پائے گا نہ کہ جنگوں اور امّت کا خون بہانے کے ساتھ۔ اور دُعا کی حقیقت یہ ہے کہ ساری ہمّت اور صدق اور صبر کے ساتھ اللہ کی طرف آئے تکلیف کے دور کرنے کے لئے۔ اور اولیاء اللہ جب کسی تکلیف دہ امر کے دُور کرنے کے لئے اپنے ربّ کی طرف توجہ کرتے ہیں تضرع اور زاری کے ساتھ تو عادت اللہ یہی ہے کہ وہ ان کی دُعا کو سُنتا ہے خواہ کچھ دیر بعد ہو یا اسی وقت اور عنایت الٰہی ان کی تکلیف کو دُور کرنے کے لئے توجہ فرماتی ہے بعد اس کے کہ وہ اس کی طرف پوری توجہ سے آتے ہیں۔ اور سب سے بڑی کرامت قبولیّت دُعا ہی ہوتی ہے آفات کے وقت۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۸۰)

وھو ان اللہ جعل لبعض الاشیاء مُعلّقًا ببعضھا من القدیم ۔ وکذلك عَلّقَ قدرہ بدعوۃ المضطر الالیم ۔ فمن نھض مُھَرْوِلًا الیٰ حضرۃ العزۃ بعبرات متحدّرۃ ودموع جاریۃ من المقلۃ وقلبٍ یضجر کانہ وضع علی الجَمْرۃ تحرك لہ موج القبول من الحضرۃ ۔ ونجی من کرب بلغ امرہ الی الھلکۃ ۔ بید ان ھذا المقام لا

اللہ نے قضا و قدر کو مضطر اور دردمند کی دُعا کے ساتھ معلق کیا ہے۔

یحصل الا لمن فنی فی اللہِ وَ اٰثر الحبیب العلام وترك کلما یشابہ الاصنام ۔ ولبّٰی نداء القرآن ۔ وحضر حریم السلطان ۔ واطاع المولیٰ حتی فنیٰ ونھی النفس عن الھویٰ ۔ وَتیقظَ فی زمنِ نعس الناس ۔ وعاث الوسواس ۔ و رضی عن ربہ وما قضیٰ ۔ والقی الیہ العُریٰ ۔ وما دنّس نفسہ بالذنوب بعد ما اُدْخل فی دیار المحبوب بقلبٍ نقی ۔ وعزم قویّ ۔ وصدق جلی ۔ اولٰئك لا تضاع دعواتھم ۔ ولا تردّ کلماتھم ۔ ومن اٰثر الموت لِرَبّہ یُردّ الیہ الحیٰوۃ ومن رضی لہ بِنحرٍ ترجع الیہ البرکات ۔ فلا تتمنّوہ وانتم تقومون خارج الباب ولا یعطی ھذا العلم الا لمن دخل حضرۃ ربّ الارباب ۔ ثُم یوخذ ھذا الیقین عن التجاریب ۔ والتجربۃ شیٔ یفتح علی الناس باب الاعاجیب ۔ والذی لا یقتحم تنوفۃ السلوك ولا یجوب موامی الغربۃ لرؤیۃ ملك الملوك ۔ فکیف تکشف علیہ اسرار الحضرۃ مع عدم العلم وعدم التجربۃ ۔ واما من سلك مسلك العارفین فسوف یریٰ کل اطروفۃ من رب العالمین ۔ ومِنْ احسنِ ما یُکْمح السالكُ ھو قبول الدعاء ۔ فسبحان الذی یجیب دعوت الاولیاء ویکلمھم ککلام بعضکم بعضًا بل اصفی منہ بالقوّۃ الروحانیۃ ۔ ویجذبھم الی نفسہ بالکلمات اللذیذۃ البھیۃ ۔ فیبرنحلون عن عرسھم وغرسھم الی ربّھم

بہتے ہوئے آنسوؤں اور انگاروں پر لوٹتے ہوئے دل کے ساتھ۔ قبولیتِ دعا کا مقام کسی کو حاصل ہوتا ہے۔

تم اسکی تمنا دروازہ سے باہر رہ کر نہ کرو۔

کلمات لذیذہ سے جذب الی اللہ

الوحيد۔ راكبين على طِرْف لا يشمس ولا يحيد۔ انّهم قوم عاهدوا الله بِحِلْقةٍ ان لا يوثروا الاذانه۔ وان لا يطلبوا الا اياتَه وان لا يتبعوا الا اٰياته۔ فاذا رای الله انهم وفقوا شرطه فی كتابه الفرقان۔ كشف عليهم كل بابٍ من ابواب العرفان۔ ثم اعلم اَنّ اعظم ما يزيد المعرفة هو من العبد باب الدعاء ومن الرب باب الايحاء۔ فان العيون لا تنفتح الا برؤية الله باجابته عند الدعاء وعند التضرع والبكاء۔ ومن لم يكشف عليه هذا الباب فليس هو الا مغترًا بالاباطيل۔ ولا يعلم ما وجه الرب الجليل۔ فلذالك يترك ربه ويعطف الى مراتب الدنيا الدنية۔ ويشغف قلبه بالامتعة الفانية ولا يتنبّه على انقراض العمر وعلى الحسرات عند ترك الامانی۔ والرحلة من البيت الفانی۔ ولا يذكر هادِمًا يجعل ربعه دار الحرمان والحسرة۔ واوهن من بيت العنكبوت وابعد من اسباب الراحة۔ واذا اراد الله لعبدٍ خيرًا يهتف فی قلبه داعی الفلاح۔ فاذا الليل ابرق من الصباح۔ وكل نفسٍ طُهِّرت هی صَنيعة احسان الرب الكريم۔ وليس الانسان الا كرودة من غير تربيت الخلاق الرحيم۔ واول ما يبدأ فی قلوب الصالحين هو التبّری من الدنيا والانقطاع الى ربّ العالمين۔ وان هذا هو مراد انقض ظهر

سب سے زیادہ معرفت بڑھانے والی چیز دعا اور اس پر وحی۔

پہلی چیز دنیا سے علیحدگی اور رب العالمین کی طرف انقطاع

السالكين وامطر عليهم مطر الحزن والبكاءِ والانين۔ فان النفس الامّارة ثعبان تبسط شَرَكَ الهوی ويهلك الناس كلهم الا من رحم ربه ولبسط عليه جناحه باللطف والهدی وان الدعاء بَذرٌ ينميه الله عند المزِراعة بالضراعة۔ وليس عند العبد بضاعة من دون هذه البضاعة۔ وانه من اعظم دواعی ترجٰی منها النجاة وتدفع الاٰفات۔ ومن كان زِبْرًا لِلابدال۔ واُذُنا لاهل الحال۔ تفتح عينه لرؤية هذا النور۔ ويشاهد ما فيه من السرّ المستور۔ ولا يشقی جليس اولياءِ الجناب۔ ولو كان كالدواب اوفی غلواء الشباب۔ بل يُبَدّل ويُجعل كالشيخ المذاب۔ فطوبی للذين لا يبرحون ارض المقبولين۔ و يحفظون كلمهم كخلاصة النضّ و يجمعونها كالممسكين۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے شروع سے بعض چیزیں بعض کے ساتھ لازم رکھی ہیں اور اسی طرح قضاء و قدر کو مضطر اور دردمند کی دُعا کے ساتھ معلق کیا ہے۔ پس جو جلدی سے دوڑ کر اس رب العزّت کی درگاہ میں بہتے ہوئے آنسوؤں اور ایسے دل کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے گویا کہ وہ انگاروں پر لوٹ رہا ہے تو اس کے لئے اس کی جناب سے قبولیت کی لہر حرکت کرتی ہے۔ اور اس کو اس غم سے نجات دیتی ہے جو اس کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن یہ مقام صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ میں فنا ہو جاتا ہے اور اس محبوبِ علّام کو اختیار کر لیتا ہے۔ اور ہر چیز کو جو بتوں سے

ہوتا ہے۔ اور یہی کمر توڑنے والی چیز ہے۔ دعا ایک بیج ہے جس کو اللہ تضرع کی آبپاشی سے نشوونما دیتا ہے۔

مشابہت رکھتی ہے چھوڑ دیتا ہے اور قرآن کی آواز پر لبیک کہتا ہے اور اس بادشاہ کی حمایت کی جگہ (حریم) میں آجاتا ہے اور اس مولا کی اطاعت کرتا ہے یہانتک کہ فنا ہوجاتا ہے اور نفس کو ہوا و ہوس سے روکتا ہے اور لوگوں کے سونے کے وقت جاگتا ہے۔ اور وساوس کو کاٹ ڈالتا ہے اور اپنے رب اور اس کی قضا سے راضی ہوجاتا ہے اور اپنے کام اس کے سپرد کر دیتا ہے اور دیارِ محبوب میں داخل ہونے کے بعد اپنے نفس کو گناہوں سے آلودہ نہیں کرتا۔ ان کا دل پاکیزہ اور عزم قوی اور صدق چمکتا ہوا ہوتا ہے۔ وہی ہوتے ہیں جن کی دعائیں ضائع نہیں جاتیں اور ان کی باتیں ردّ نہیں کی جاتیں۔ اور جو اپنے ربّ کے لئے موت اختیار کرتا ہے اس کی طرف زندگی لوٹائی جاتی ہے اور جو اس کے لئے تھوڑے پر راضی ہوجاتا ہے اس کی طرف برکات پھیری جاتی ہیں۔ تم اسکی تمنّا دروازے سے باہر کھڑے ہوکر نہ کرو اور یہ علم نہیں دیا جاتا مگر اس کو جو اپنے رب الارباب کی جناب میں داخل ہوجاتا ہے۔ پھر یہ یقین تجارب سے حاصل ہوتا ہے۔ اور تجربہ بھی لوگوں پر عجائبات کے دروازے کھولتا ہے۔ جو شخص سلوک کے لق و دق جنگل میں سے نہیں گذرتا اور غربت کے چٹیل میدانوں کو عبور نہیں کرتا اس بادشاہوں کے بادشاہ کو دیکھنے کیلئے، اس پر اس کے اسرار کس طرح کھل سکتے ہیں عدم علم اور عدم تجربہ کے باوجود۔ اور جو عارفوں کے مسلک پر چلتا ہے وہ عنقریب اس رب العالمین کی طرف سے عجیب در عجیب باتیں دیکھے گا۔ اور بہترین چیز جو سالک کو نظر آتی ہے وہ قبولِ دعا ہے۔ پاک ہے وہ جو اولیاء کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔ اور ان کے ساتھ اس طرح کلام فرماتا ہے جس طرح تم میں سے بعض بعض سے کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ صفا قوتِ روحانیہ کے ساتھ۔ اور ان کو اپنی طرف لذیذ اور پُر رونق کلمات کے ساتھ کھینچتا

ہے پس وہ اپنی بیویوں اور جائدادوں کی طرف سے اپنے ربّ وحید کی طرف رحلت کر جاتے ہیں۔ ایسے اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار ہوکر جو نہ ہی رکتا ہے اور نہ ہی ٹیڑھا ہوتا ہے۔ وہ ایک قوم ہوتی ہے جس نے اللہ سے عہد کیا ہوا ہوتا ہے کہ وہ اس کی ذات کے سوا کسی کو ترجیح نہیں دیں گے اور اس کے نور کے سوا کسی کی تلاش نہیں کریں گے اور اس کے نشانات کے سوا کسی کی پیروی نہیں کریں گے جب اللہ دیکھتا ہے کہ انہوں نے قرآنی شرائط کو پورا کر دیا تو ان پر عرفان کا ہر ایک دروازہ کھولتا ہے۔ یہ بھی جان لو کہ سب سے زیادہ معرفت میں بڑھانے والی بات بندہ کے لئے دُعا کا دروازہ اور رب کی طرف سے وحی کا دروازہ ہوتا ہے۔ کیونکہ آنکھیں نہیں کھلتیں مگر اللہ کی رویت کے ساتھ جو دُعا اور تضرع اور رونے کے وقت اس کی اجابت سے ہوتی ہے۔ اور جس پر یہ دروازہ نہیں کھلتا وہ صرف اباطیل کا فریب خوردہ ہے اور نہیں جانتا کہ اس رب جلیل کا چہرہ کیا چیز ہے۔ اسی وجہ سے وہ اپنے ربّ کو چھوڑ دیتا ہے اور کمینی دُنیا کے مراتب کی طرف جھکتا ہے اور فانی متاع کے ساتھ اپنا دل لگا لیتا ہے اور عمر کے ختم ہوجانے اور ترک خواہشات کے وقت حسرتوں اور دارِ فانی سے رحلت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور وہ موت کو یاد نہیں رکھتا جو اس کے گھر کو ناکامی اور حسرت کا گھر بنا دے گی۔ اور مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور اور راحت کے اسباب سے دُور تر۔ اور جب اللہ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو فلاح کا داعی اس کے دل میں بولتا ہے جس سے اس کی رات دن سے بھی زیادہ روشن ہوجاتی ہے۔ اور جو نفس بھی پاک ہوتا ہے وہ اس ربّ کریم کے احسان سے ہوتا ہے اور اس خلاق رحیم کی تربیت کے بغیر انسان ایک کیڑے کی طرح ہے۔ اور پہلی چیز جو صالحین کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ دُنیا سے علیحدگی اور ربّ العالمین کی

طرف انقطاع ہے۔ اور یہ مراد ہے جس نے سالکوں کی کمر توڑ ڈالی ہے اور ان پر غم کی بارش برساتی ہے اور رونے اور چیخنے کی۔ کیونکہ نفس امارہ ایک اژدہا کی طرح ہے جو اپنی ہوا و ہوس کے جال کو پھیلاتا ہے اور سب لوگوں کو ہلاک کر دیتا ہے سوائے اس کے جس کا رب اس پر رحم فرمائے اور اس پر اپنی عنایت اور ہدایت کا بازو پھیلا دے۔ دُعا ایک بیج ہے جس کو اللہ تضرع کی آبپاشی سے نشوونما دیتا ہے اور بندے کے پاس اس کے علاوہ کوئی پونجی نہیں۔ اور یہ ان داعیوں میں سے سب سے بڑا ہے جن سے نجات کی امید کی جاتی ہے اور آفات دفع کی جاتی ہیں۔ اور جو ابدال کی صحبت میں رہتا ہے اور اہلِ حال کی باتیں توجہ سے سُنتا ہے اس کی آنکھیں اس نُور کے دیکھنے کے لئے کھول دی جاتی ہیں اور اس چھپے ہوئے بھید کا مشاہدہ کرتا ہے اس جناب کے اولیاء کے پاس بیٹھنے والے شقی نہیں ہوتے اگرچہ وہ جانوروں کی طرح ہوں یا جوانی کی مستیوں میں ہوں۔ بلکہ وہ بدل دیئے جاتے ہیں اور دُبلے شیخ کی طرح کر دیئے جاتے ہیں۔ پس خوشخبری ہے ان کے لئے جو مقبولوں کی زمین کو نہیں چھوڑتے اور ان کے کلمات کو خالص سونے (یا نقدی) کی طرح محفوظ کر لیتے اور کنجوسوں کی طرح جمع کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۸۱ تا صفحہ ۸۳)

اللہ نے مجھے بھیجا ہے تا اپنے وجود پر دلیل قائم کرے۔ میں اللہ کی

فبعثنی ربّی لیجعلنی دلیلاً علی وجودہ۔ ولیصیّرنی ازھر الزھر من ریاض لطفہ وجُودہ۔ فجئت وقد ظھرلی سبیلہ۔ واتّضح دلیلہ وعُلّمت مجاھلہ۔ ووردت مناھلہ۔ ان السمٰوات والارض کانتا رتقاً ففتقتا بقدومی۔ وعُلّم الطلباء بعلومی فانا الباب للدخول

سب سے بڑی نعمت ہوں۔

فی الھدٰی۔ وانا النور الذی یُرٰی ولا یُرٰی۔ وانی من اکبر نعماء الرحمان۔ واعظم آلاء الدیّان۔ رزقت من ظواھر الملۃ وخوافیھا۔ واعطیت علم الصحف المطھرۃ ومافیھا۔ ولیس احد اشقی من الذی یجھل مقامی۔ ویعرض عن دعوتی وطعامی۔

(ترجمہ از خاکسار) پس اللہ نے مجھے بھیجا تا اپنے وجود پر دلیل قائم کرے اور تا مجھے اپنے لطف اور بخشش کے باغ کا بہت چمکنے والا پھول بنائے۔ پس میں آیا اور میرے ذریعے اس کا راستہ واضح ہؤا۔ مجھے اس کے مخفی در مخفی حصّے بتائے گئے۔ اور میں اس کی پانی پینے کی جگہوں پر وارد ہؤا۔ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے اور وہ میرے آنے سے کھُلے۔ اور چاہنے والوں کو میرے علوم سکھائے گئے۔ پس میں ہدایت میں داخل ہونے کا دروازہ ہوں۔ اور میں وہ نور ہوں جس کو سب کچھ نظر آتا ہے اور جسکو دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ اور میں رحمان کی سب سے بڑی نعمت اور دیّان کا سب سے بڑا احسان ہوں۔ مجھے دین کا ظاہر اور باطن دونوں دیئے گئے ہیں اور پاکیزہ صحیفوں کا علم عطا کیا گیا ہے اور جو کچھ ان میں ہے۔ اور اس سے زیادہ بدقسمت کوئی نہیں جو میرے مقام کو نہیں سمجھتا اور میری دعوت اور کھانے سے اعراض کرتا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۸۸)

اللہ میری سوزش اور غم کی وجہ سے جلن دیکھتا ہے

واللہ ھو القاضی۔ وھو یرٰی امتعاضی۔ وحرّار تماضی یدعون ربھم لاستیصالی وما یعلمون ما فی قلبی و بالی۔ وما دعاء ھم الا کخبط عشواء فیردّ علیھم ما یبغون

علیّ من دائرة ومن بلاء. أيُستجاب دعاءهم فی امر شجرة طيبة غُرست بايدي الرحمٰن ليأوی اليها كل طائر يريد ظلها و ثمرتها كالجوعان. ويريد الامن من كل صقر مثيل الشيطان ...... وان الدنيا ملعونة وملعون مافيها. وحُلوٌ ظواهرها وسمٌّ خوافيها.

دنیا ملعون ہے۔

(ترجمہ از خاکسار) . اور اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے اور وہ میری سوزش اور غم کی وجہ سے جلن کو دیکھتا ہے. وہ اپنے رب کو میرے استیصال کے لئے پکارتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ میرے دل میں کیا ہے. اور ان کی دعائیں نہیں ہیں مگر اندھیرے میں ٹکریں اور ان پر لوٹا کر ڈالے گا جو وہ مجھ پر مصیبت اور بلا چاہتے ہیں. کیا ان کی دعا ایک ایسے درخت کے بارے میں سُنی جائیگی جو پاکیزہ ہے اور رحمٰن کے ہاتھوں سے لگایا گیا ہے. تاکہ ہر اس پرندے کو جو اس کے سائے کو اور بھوکے کی طرح اس کے پھلوں کو چاہتا ہے اور ہر مثیل شیطان باز سے امن چاہتا ہے اس کے نیچے پناہ دے ...... دُنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے سب ملعون ہے. اس کا ظاہر میٹھا ہے اور اس کا باطن زہر ہے.

(تذکرة الشہادتین ص۹۰)

شہرت اور عزت سے نفرت

وما كنت اريد ان أجْتَبٰی لذٰلك وكنت اكره من الشهرة فی العوام. فاخرجنی ربي من حجرتی كرهًا فاطعت امر ربي العلام وهذا كله من ربي الوهاب وانی اجرّد نفسی من انواع الخطاب. ومالی وللشهرة وكفانی ربّی

ويعلم ربّي ما فی عيبتی وهو جُنّتی و جَنّتی فی هذه و فی يوم الحساب.

(ترجمہ از خاکسار) . میری خواہش نہ تھی کہ میں اس کام (مسیحیت) کیلئے چنا جاؤں اور میں عوام الناس میں شہرت کو ناپسند کرتا تھا. مگر باوجود اس کراہت کے میرے ربّ نے مجھے میرے حجرہ سے نکالا. پس میں نے اپنے ربّ علاّم کے امر کی اطاعت کی اور یہ سب کچھ میرے ربّ وہاب کی طرف سے ہے. میں اپنے نفس کو ہر قسم کے خطاب کی خواہش سے علیحدہ پاتا ہوں. مجھے شہرتوں سے کیا کام. میرے لئے میرا ربّ کافی ہے اور وہ میرے اندر کا حال جانتا ہے. وہ میری ڈھال ہے اور میری جنّت ہے اس دُنیا میں اور اگلے جہان میں.

(تذکرة الشہادتین ص۹۴)

ذِكرُ حَقيقةِ الوحی وذرائعِ حُصُولِه

وحی کی حقیقت اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع.

فاعلم هداك الله انّ الوحی شمس من كلم الحضرة تطلع من افق قلوب الابدال. ليزيل الله بها ظلمة خزعبيل الضلال. وهو عين لا تنفد سواعدها. ولا تنقطع انثاجها. ومنارة لا ينطفی من عدوٍّ سراجها. وقلعة مُسَلَّحة لا تعدّ افواجها وارض مقدسة لا تعرف فجاجها. وروضة يزيد بها قرة العين وا بتهاجها. ولا يناله الا الّذين طهّروا من الادناس البشريّة. ورزقوا

من الاخلاق الالٰهية۔ والذين اثّلوا للتقوىٰ وما
مزّقوها۔ وضفّروا اشعار التقاة وما شعثوها۔ والذين
نوّروا واثمروا كالشجرة الطيبة۔ وسارعوا الىٰ ربّهم
كالعَيْهَلَةِ۔ والذين ما فرّطوا وما افرطوا فى سبل الرحمان۔
وتخشّعوا خوفا منه وجعلوا له حِلمَ اللسان وقاية
ما فى الجنان۔ والذين تشمّروا فى سبل الله بالهمة
القويّة۔ وتكأكأوا على الحق بجميع القوى الانسية۔
وقصموا ظهر وساوس وقصدوا فلاةً عوراء للمياه
السماوية۔ والذين لا يتثائبون فى الله ولا يترددون۔
ويمشون فى الارض هونا ولا يتبخترون۔ والذين
ما يقنعون على الحتامة ويطلبون ويقدمون فى
موطن الدّين ولا يحجمون۔ والذين لا تحتدم
صدورهم وتجد فيهم تؤدة وهم لا يستعجلون۔
وليس نطقهم كآجن واذا نطقوا يجدّون۔ والذين
تبتلوا الى الله وصمتوا ولا ينطقون الا بعد ما
يستنطقون۔ وليسوا كَبَسِيْلٍ بل هم يتلألأون۔
والذين لا يختأهم تارع عن حبّ الله وكل لمح
الى الله يجلوّذون۔ وخذىَ له قلبهم وعينهم
واذنهم ففى اثره يداد عون۔ واد فاهم الله ما
يدفع البرد فهم فى كل آن يسخّنون۔ والذين
يُدَاكِئُون ابليس ويردؤن بالحق وله ينتصرون۔

وما رطأوا الدنيا وما تشفوا من ماءها وحسبوها
كبِقتمىءٍ وما كانوا اليها ينظرون۔ والذين ما رمأوا
نفوسهم بما كانت عليها بل كل آن الى الله يحفدون۔
ويتزازؤن من الله وله يتصاغرون۔ والذين زنّأُوا
على نفوسهم حَبْلها وضيّقوا باب عيشتها ولا يوسّعون۔
والذين اذا دُعوا الىٰ شواظٍ من ربّهم فهم لا يبحلون۔
وما اجبأوا ازرعهم بل هم يحرسون۔ والذين يجاهدون
فى الله ويبتهلون۔ ولا يخافون الثكل ولو جفأتهم
المبلية وِلِلّٰهِ يجسأون۔ والذين عندهم غَمْرٌ
وليس علمهم كثميلة واوتوا معارف وفيها
يتزايدون۔ وغلبوا الدنيا وجعفلوها وجمأوا عليها
وقصموها بكِرْتِيْمٍ فهم عن زَهْز منتها مبعدون۔
والذين ترىٰ هممهم كجعندلٍ يجوبون مرامى
ولا يلغبون۔ لا يتجألون عن امور ربّهم وهم له
مسلمون۔ والذين جنأت ارضهم والتفت نَبْتُها
بالله فهم على شجرة القدس يداومون۔ وخبأت
رداء الله صورهم فهم تحت رداءه متستّرون۔
والذين يبذءون الدنيا وما فيها ويبدّلون كصى
ابدء ولا يتركون۔ لا يوجد فيهم غَشَمٌ ولا سخفٌ
ولا غيهقة وعند كل كرب الى الله يرجعون۔ والذين
لا يَمْغِتُون عرضًا بغير حق ولا بأَحَمٍ يُهْجِرون۔ ولا

مضبوط ہمتیں۔

وہ اللہ کی چادر
کے نیچے ڈھکے
رہتے ہیں۔ وہ
دنیا اور مافیہا سے
سخت کراہت
کرتے ہیں۔

یخافون عقبۃ نَطّاءَ ولا فلاۃً عوراءَ۔ ولاھم یحزنون۔
والذین یُحَلْمِضون قارورۃ الفطرۃ لیستخرجوا ما
یخزنون۔ استوکثوا من الدنیا فلا یبالون قریح زمن
وجابر زمن و یتخذون اللّٰہ عضدا و علیہ یتوکّلون۔
والذین جاحوا من بواطنھم اصول النفسانیۃ وتجد
فیھم شعوذۃ والی اللّٰہ یسارعون۔ مُلئوا من ارج اللّٰہ
ومحبّتہ الذاتیۃ۔ تحسبھم ایقاظًا وھم ینامون۔
والذین عُصموا من شصاص الحفۃ الرسمیۃ وصُبّغوا
بالتقاۃ الحقیقیۃ و افنتھم نار المحبۃ ولیسوا کالذین
یضِبحون۔ والذین لیس منقولھم کشفرۃٍ اذوذٍ و
اذا نزل بھم اَفُرَّۃٌ فَھُمْ یصبرون۔ ویحسنون الی
من آذی من الفجرۃ۔ ولو کان من زمرا لقرافصۃ۔
ویمکثون بحضرۃ اللّٰہ ولا یبرحون بل ھم یمکُدون۔
والذین علیٰ ایمانھم یخافون و یحسبون انہ اخف
طیرورۃ من العصفور۔ والخوف ابلغ اِنقاءٍ من الیَشْعُور
فلا یقنعون علی رُذاذٍ و یُعَبّدُوْنَ عَرونۃً بجراءٍ لیجعلوھا
بَھْرَۃً وکذالک یُجْرِذُون۔ والذین یخافون ثائب
الابتلاء اذا ادلجوا وحین یدّلجون و یبکون بعینٍ سُھُدٍ
وقلبٍ حِجْزٍ حین یُمسون وحین یُصبِحون۔ والذین
یؤاسون ولا یقترون و یخلصون غریمھم ولا یَخلسون۔
والذین لیسوا کضَبِسٍ ولا کھَقلّس ولاھم یتفجّسون۔

وہ اللہ کی خوشبو اور اسی کی محبت ذاتی سے بھر جاتے ہیں۔ ان کو محبت کی آگ فنا کر دیتی ہے۔

وہ اللہ کے حضور میں جم کر بیٹھتے ہیں

وہ جاگنے والی آنکھ اور عفیف دل کے ساتھ روتے ہیں شام اور صبح

والذین یجتنبون اللطث والنکث ولا تجد فیھم
وثوثۃ فی الدین ولاھم یداھنون۔ والذین سلکوا
وفی السلوک اجرھدّوا والرحال للحبیب شدّوا۔ و
قطعوا عُلَقَ الدنیا وفی اللّٰہ یرغبون۔ وما یقعدون
کالذین یئسوا من الاٰخرۃ والی اللّٰہ یھرولون۔ والذین
لا یحطّون الرحال ولا یربحون الجمال و یجتنبون
الوبد ولا یرکدون۔

ویبیتون لربھم سجّدًا وقیامًا ولا یتنعّمون
والذین یضجرون لکشف الحجب و رویۃ الحق
ویسعون کل السعی لعلّھم یرحمون۔ وما یحجأون
فی اللّٰہ بالنفس ولو یُسفکون۔ وخَضأوا فی نفوسھم
نارا فکل آنٍ یوقدون۔ واحکأوا عُقدۃ الوفاد فھم
علیہ ولو یقتّلون۔ اولٰئکَ الذین رحمھم اللّٰہ واراھم
وجھہ من کل باب ورزقھم من حیث لا یحتسبون۔
بما کانوا یحبّون اللّٰہ و یتقونہ حق تقاتہ وبما
کانوا یَفْرقون۔ ان الذین تجانأوا علیٰ حُذّۃ الدنیا
وصَرامتھا ویئسوا من جَزْح اللّٰہ۔ اولٰئک الذین لا یکلمھم
اللّٰہ و یلقون فی فلاۃٍ بدیدٍ ویموتون و ھم عمون۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ حقیقتِ وحی کا ذکر اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع۔
پس جان لے اللہ تجھے ہدایت دے کہ وحی اللہ کے کلمات کا سورج ہے جو ابدال
کے دلوں کے افق سے طلوع کرتا ہے تاکہ اس سے ضلالت اور لغویات کی

وہ راتیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں گزارتے ہیں۔

وفا کے عہد کو مضبوط کرتے ہیں اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔

ظلمت کو دور کرے۔ اور وہ ایک چشمہ ہے جس کی نہریں ختم نہیں ہوتیں اور شاخیں منقطع نہیں ہوتیں۔ اور وہ ایک روشنی کا مینار ہے کہ دشمن سے اس کا دیا نہیں بجھتا۔ اور ایک محفوظ قلعہ ہے جس کی فوجیں گنی نہیں جا سکتیں۔ اور مقدس زمین ہے جس کے راستے نامعلوم ہیں۔ اور ایک باغ ہے جس سے آنکھ کی ٹھنڈک اور رونق زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس تک صرف وہی پہنچتے ہیں جو بشری آلائشوں سے پاک ہو جاتے ہیں اور الٰہی اخلاق دیئے جاتے ہیں اور تقویٰ کی عمارت کو بناتے ہیں اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرتے۔ اور پرہیزگاری کے بالوں کو مجتمع کرتے ہیں اور انہیں پراگندہ نہیں کرتے۔ اور جو نور اور پھل نکالتے ہیں شجرہ طیبہ کی طرح۔ اور اپنے ربّ کی طرف مضبوط اور تیز ناقہ کی طرح جاتے ہیں۔ اور جو اس رحمان کے راستوں میں افراط اور تفریط سے کام نہیں لیتے اور اس کے خوف کی وجہ سے خشوع اختیار کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنی زبان کو قابو میں رکھتے ہیں اپنے دل کو محفوظ رکھنے کے لئے۔ اور جو اللہ کے راستے میں قوی ہمّت کے ساتھ تیار رہتے ہیں اور حق پر اپنی تمام انسانی قوتوں کو مجتمع کر دیتے ہیں اور وساوس کی کمر توڑ ڈالتے ہیں اور آسمانی پانیوں کے لئے لق و دق جنگل کا قصد کرتے ہیں اور اللہ کے راستے میں سست نہیں ہوتے اور تردد میں نہیں پڑتے۔ اور زمین میں آہستگی سے چلتے ہیں اور تکبّر نہیں کرتے اور سوکھے ٹکڑوں پر قناعت نہیں کرتے اور اعلیٰ چیز کی طلب کرتے ہیں۔ وہ دین کے میدان میں آگے آتے ہیں اور رُکتے نہیں۔ ان کے سینوں میں غضب کی آگ نہیں ہوتی اور تو ان میں وقار پائے گا اور وہ جلدی نہیں کرتے۔ ان کی باتیں بدبودار اور سڑے ہوئے پانی کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ وہ نئی نئی باتیں پیدا کرتے ہیں۔ اور جو اللہ کی طرف تبتّل اختیار کرتے اور خاموش

رہتے ہیں اور بغیر بولائے نہیں بولتے۔ اور وہ غضب سے تیوریاں نہیں چڑھاتے بلکہ ان کے چہرے چمکتے ہیں۔ کوئی مصیبت ان کو اللہ کی محبّت سے روک نہیں سکتی اور ہر آن اللہ کی طرف دوڑتے ہیں اور اس کے لئے ان کے دل اور آنکھیں اور کان پکڑے جاتے ہیں پس وہ اس کے نشان کے پیچھے شدّت سے دوڑتے ہیں۔ اور اللہ ان میں وہ گرمی رکھ دیتا ہے جو ان کی سردی کو دور کرتی ہے پس وہ ہر وقت گرمی حاصل کرتے ہیں۔ اور وہ شیطان کو دُور کرتے ہیں اور حق کی مدد کرتے ہیں۔ وہ دُنیا کو جمع نہیں کرتے اور اس کے پانی پر تسلی نہیں پاتے اور اس کو ایک ذلیل چیز سمجھتے ہیں اور اس کی طرف نظر بھی نہیں کرتے۔ اور جو اپنے نفسوں کو پہلی حالت پر نہیں رہنے دیتے بلکہ ہر وقت اللہ کی طرف دوڑتے ہیں اور اللہ سے خوف زدہ ہوتے ہیں اور اس کے لئے اپنے آپ کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اور وہ تنگ کرتے ہیں اپنے نفسوں پر اس کی رسی اور تنگ کرتے ہیں اس کے عیش کا دروازہ اور اس کو وسیع نہیں کرتے۔ اور جب ان کو ان کے ربّ کی طرف سے آگ کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ رکتے نہیں۔ ان کی کھیتی میں نکمّی چیزیں پیدا نہیں ہوتیں بلکہ وہ اس کی نگہداشت کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ کے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں اور روتے ہیں۔ اور وہ کسی نقصان سے بھی نہیں ڈرتے گو مصائب ان کو پچھاڑ دیں۔ اور اللہ کے لئے سخت دل بنتے ہیں۔ ان کے پاس کثیر پانی ہوتا ہے اور ان کا علم تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کی طرح نہیں ہوتا۔ اور ان کو معارف دیئے جاتے ہیں اور اس میں وہ بڑھتے ہیں۔ وہ دُنیا پر غالب آجاتے ہیں اور اس کو نیزہ مار کر نیچے گرا دیتے ہیں اور اس پر غضب ناک ہوتے ہیں اور اس کو بڑے کلہاڑے کے ساتھ کاٹ ڈالتے ہیں اور اس کی آوازوں سے دُور رکھے جاتے ہیں۔ وہ

اپنی ہمتوں کو ایک نہایت مضبوط آدمی کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ جنگلوں کو
کاٹتے چلے جاتے ہیں اور تھکتے نہیں۔ وہ اپنے رب کے امر میں سستی نہیں
کرتے اور اس کے لئے فرمانبردار ہوتے ہیں۔ ان کی زمین سبز ہوتی ہے اور اس
کا سبزہ اللہ کے ساتھ لپٹ جاتا ہے پس وہ ہمیشہ پاک شجرہ پر رہتے ہیں۔
اللہ کی چادر ان کو چھپائے رکھتی ہے اور وہ اس کے نیچے ڈھکے رہتے ہیں۔ وہ
دنیا اور مافیہا سے سخت کراہت کرتے ہیں اور وہ اس بچے کی طرح تبدیل کئے
جاتے ہیں جو دوبارہ دانت اگاتا ہے اور چھوڑے نہیں جاتے۔ ان میں ظلم اور
ضعف عقل اور تکبّر نہیں پایا جاتا اور وہ ہر گھبراہٹ کے وقت اللہ کی طرف لوٹتے
ہیں۔ وہ بغیر وجہ حقہ کسی کی ہتک نہیں کرتے اور نہ ہی کسی سے استہزا کرتے ہیں۔
وہ بلند گھاٹیوں اور لق و دق بیابانوں سے نہیں ڈرتے اور وہ غم نہیں کرتے۔
وہ فطرت کی بوتل کا منہ کھولتے ہیں تا کہ نکالیں جو کہ اس کے اندر مخفی ہے۔
اور اللہ کو اپنا بازو بناتے ہیں (یا سہارا بناتے ہیں) اور اسی پر توکل کرتے ہیں۔
انہوں نے نفسانیت کی جڑوں کو اپنے اندر سے اکھاڑ دیا ہوتا ہے اور تو ان میں
تیزی پائے گا اور وہ اللہ کی طرف جلدی سے دوڑتے ہیں۔ وہ اللہ کی خوشبو
اور اس کی محبّت ذاتی سے بھر جاتے ہیں۔ تُو ان کو جاگتا ہُوا خیال کرتا ہے حالانکہ
وہ سو رہے ہیں۔ وہ رسمی عفت کی کنڈیوں سے بچائے جاتے ہیں اور حقیقی تقویٰ
سے رنگے جاتے ہیں۔ اور ان کو محبّت کی آگ فنا کر دیتی ہے۔ اور وہ ان لوگوں
کی طرح نہیں ہوتے جن کو آگ تھوڑا سا جلا کر صرف ان کا رنگ بدلتی ہے۔ ان
کی زبان تیز چھری کی طرح نہیں ہوتی اور جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے
تو وہ صبر کرتے ہیں۔ اور احسان کرتے ہیں ان پر جو فاجروں میں سے تکلیف دیتے
ہیں اگرچہ وہ چوروں کے زمرہ سے ہی ہوں۔ وہ اللہ کے حضور میں بیٹھے رہتے

ہیں اور نہیں ہٹتے بلکہ جم کر بیٹھتے ہیں۔ وہ اپنے ایمان پر خائف رہتے ہیں اور
سمجھتے ہیں کہ وہ چڑیا سے بھی جلد اڑ جانے والی چیز ہے۔ اور خوف یَسْتَعُور کی مسواک
سے بھی زیادہ صاف کرنے والا ہے۔ وہ تھوڑی بارش پر قناعت نہیں کرتے اور
اونچی اور سخت زمینوں کو درست کرتے ہیں تا کہ وہ نرم ہو جائیں اور اس طرح
سے وہ منفرد کئے جاتے ہیں۔ وہ پے در پے آنے والے ابتلاؤں سے ڈرتے
ہیں جو کامل تاریکی رکھنے والے ہوتے ہیں۔ وہ جاگنے والی آنکھ اور عفیف دل
کے ساتھ روتے ہیں شام اور صبح۔ وہ مواساۃ (ہمدردی) کرتے ہیں اور بخل
نہیں کرتے۔ اور اپنے قرض دار کو چھوڑ دیتے ہیں اور ان سے زبردستی روپیہ چھیننے کی
کوشش نہیں کرتے۔ وہ تنگ دل اور بدخلق آدمیوں کی طرح نہیں ہوتے اور
تکبّر نہیں کرتے۔ وہ فساد اور بدعہدی سے بچتے ہیں۔ اور دین کے معاملہ میں
تو ان میں سستی نہ پائے گا۔ اور نہ ہی وہ مداہنہ سے کام لیتے ہیں۔ وہ سلوک
کے منازل بہت جلدی جلدی طے کرتے ہیں اور پالانوں کو محبوب کیلئے کستے
ہیں۔ دُنیا کے تعلقات قطع کر دیتے ہیں اور اللہ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔
وہ ان لوگوں کی طرح بیٹھ نہیں رہتے جو آخرت سے مایوس ہیں۔ اور اللہ کی طرف
بھاگتے ہیں۔ وہ اپنے پالانوں کو اتارتے نہیں اور اپنے شتروں کو آرام نہیں لینے
دیتے۔ وہ عیب سے بچتے ہیں اور سکون اختیار نہیں کرتے۔ وہ راتیں اپنے ربّ
کے لئے سجدے اور قیام میں گذارتے ہیں اور تنعم میں نہیں پڑتے۔ وہ پردوں
کے ہٹانے اور اللہ کو دیکھنے کیلئے گھبراہٹ میں پڑتے اور اپنی پوری طاقت
سے دوڑتے ہیں تا کہ ان پر رحم کیا جائے۔ اور اللہ کے راستے میں اپنے نفسوں
کے لئے حریص نہیں ہوتے گو ان کا خون بہا دیا جائے۔ وہ اپنے اندر ایک
آگ بھڑکا لیتے ہیں پس ہر وقت روشن رہتے ہیں۔ اور وفا کے عہد کو مضبوط

کرتے ہیں اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے رحم کیا اور وہ ان کو اپنا چہرہ ہر ایک باب سے دکھائے گا۔ اور ان کو غیر متوقع ذرائع سے رزق دے گا کیونکہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں حق ڈرنے کا۔ اور بوجہ اس کے کہ وہ خوف زدہ رہتے ہیں۔ وہ لوگ جو دنیا کے گوشت اور بچے ہوئے پر اوندھے رہتے ہیں اور اللہ کی طرف سے عطیات ملنے سے مایوس رہتے ہیں وہی لوگ ہیں جن سے اللہ کلام نہیں کرے گا۔ اور ان کو وسیع جنگل میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اندھے ہونے کی حالت میں مریں گے۔

(تذکرۃ الشہادتین ص۹۵، ص۹۶)

علامات المقربین

علامات المقربین

وانهم عاهدوا الله بحلفة ان لا يحبّوا ولا يعادوا بامر انفسهم وانصلتوا منها انصلات الفارين. واحضروا ربّهم ظاهرهم وباطنهم وجاءوه منقطعين. وافنوا انفسهم لاستثمار السعادة وماتوا لتجديد الولادة وارضوا ربّهم باقتحام الاخطار والصبر تحت مجاري الاقدار وادّوا كلّما يقتضي الخلوص وماهو من شروط المخلصين. انّهم قوم اخفاهم الله كما اخفىٰ ذاته. وذرّ عليهم لمعانه ومع ذٰلك يُعرفون من سَمْتهم ومن جباههم ومن

وہ اپنے رب کے حضور منقطع ہو کر آجاتے ہیں۔

سيماهم ونور الله يتلألأ على وجوههم ويُرىٰ من وراءهم۔

(ترجمہ از خاکسار)

مقربین کی علامات

وہ اللہ سے قسمیہ عہد کر لیتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں کی خاطر کسی سے محبت اور عداوت نہیں کریں گے اور اس میں سے بھاگ کر چلے جاتے ہیں۔ اور ان کا ظاہر اور باطن اپنے رب کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے اور وہ منقطع ہو کر آجاتے ہیں۔ سعادت کے پھل حاصل کرنے کے لئے اپنے نفسوں کو فنا کر دیتے ہیں اور نئی ولادت کے پانے کے لئے مر جاتے ہیں۔ اور وہ خطرات برداشت کر کے اپنے رب کو راضی کر لیتے ہیں اور قضاء و قدر کے نیچے صبر کرتے ہیں۔ اور جو کچھ اخلاص کا تقاضا اور مخلصین کی شرائط ہوتی ہیں ان کو پورا کرتے ہیں۔ وہ ایک قوم ہے جن کو اللہ اس طرح مخفی کر لیتا ہے جس طرح اپنی ذات کو مخفی کیا ہوا ہے اور ان پر اپنی چمک ڈالتا ہے اور باوجود اس کے وہ اپنے چہروں اور پیشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں اور اللہ کا نور ان کے چہروں پر چمکتا ہے اور ان کے پیچھے سے دیکھا جاتا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین ص۹۷، ص۹۸)

عیش و عشرت نہیں چاہتے۔

انّ اولياء الله لا يريدون مُخَرْفَجًا في الحيوٰة الدنيا ويوثرون اللهَ خصاصة ويُطهّرون نفوسهم ويشوصُوْن. ويقبلون دواهي هذه ويتقون نهابر الاٰخرة ولها يجاهدون. ولا ياتي عليهم اُبْضٌ

الّا وهم فی العرفان یتزایدون ۔ ولا تطلع علیهم شمس
الا وتجد یومهم اَمثل من اَمسهم ولا ینکصون
وفی کلٍّ انْ یَقْدمون ۔ ویزید هم الله نورًا علٰی
نورٍ حتّی لا یُعرفون ۔ ویحسبهم الجاهل بشرا متلطخًا
وهم عن انفسهم یُبعدون ۔ واذا مسّهم طائف
من الشیطان اقبلوا علی الله متضرعین وسعوا الٰی
کَهْفهم فاذا هم مبصرون ۔ ولا یقومون الی الدعاء
کسالٰی بل کادوا ان یموتوا فی دعائهم فیُسمع
لنقواهم ویُدْرَکون ۔ وکذلک یُعطونَ قوةً بعد
ضعفٍ عند الدعاء وتنزل علیهم السکینة
وتقوّیهم الملائکة فیعصمون من کل
خطیئة ویحفظون ویصعدون الی الله ویغیبون
فی مرضاته فلا یعلمهم غیر الله وهم من اعینهم
یُستترون ۔ قومٌ اخفیاء فلذلکُ هلکُ فی امرهم
الهالکون ۔ ینظر الیهم عمی هذه الدنیا وهُمْ
یستهزؤنَ ۔ اهذا الذی بعثه الله بل هُمْ
قومٌ عمون ۔ ولهم علامات یُعرفون بها ولا
یعرفهم الا المتفرسون المتطهرون ۔
فمن علاماتهم انهم یبعدون عن الدنیا
ویُضْرب علی الصماخ لا تبقی الدنیا فی قلوبهم
مثقال ذرة ویکونون کالسحاب المنصاخ وفی الله

کبھی پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ آگے ہی بڑھتے ہیں۔

دعاؤں میں سستی سے کھڑے نہیں ہوتے بلکہ قریب ہوتا ہے کہ اپنی دعاؤں میں مرجائیں۔

اللہ کی رضا میں غائب ہوجاتے ہیں۔

دنیا ان کے دلوں میں ایک ذرہ نہیں رہتی اور ابر ان نور سے دھوئے جاتے ہیں۔

ینفقون ولا یمسّهم وَسَخ ولا درن منها وکل انٍ
من النّور یُغْسلون ۔
ومن علاماتهم ان الله یُودع قلوبهم الجذب
فالخلق الیهم یُجْذبون ویکونون کعین نضّاخة
باردٌ مَاءها فالخلق الیهم یُهَرْوِلُون ۔ وینتضح
علیهم ماء وحی الرحمان فالناس من ماءهم
یشربون ۔ ومن علاماتهم انهم لا یعیشون
کَهَبیَّخ بل فی بحار البلاء یَسْبحُوْن ۔.........
ومن علاماتهم انّهم یسبّحون اللهَ ویَسْبحون
فی ذکره کحوت رضراض ویُقبلون علیه کل
الاقبال ویصرخون کصرخة الحبلی عند المخاض ۔
وبه یتلذذون ۔.........
ومن علاماتهم انهم یربّون من بایعهم مخلصًا
تربیة الافراخ وینجونهم من الفِخاخ ۔ ویقومون و
یسجدون لهم فی لیلة فاحٍ ۔ فیدرکهم غیث
الرّحمة ویرحمون ۔.........
ومن علاماتهم ان الدنیا لا تُفنّخهم بافکارها ۔
بل هم یَتفنّخونها ویزیلون شفرة اوزارها وعلی
الله یتوکّلون ۔ وَمن علاماتهم انهم یقومون فی
لیالٍ کاحٍ ابتغاء رضا الحضرة ۔
(ترجمہ از خاکسار) اللہ کے اولیاء دُنیا میں عیش و عشرت نہیں چاہتے

بلاؤں کے سمندروں میں تیرتے ہیں۔

اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ذکر میں تیرتے ہیں جالمہ عورتوں کی طرح چیختے ہیں

بیعت کرنیوالوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔

اللہ پر توکل۔

اور تنگی اُٹھا کر بھی اللہ کو اختیار کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کو پاک کرتے ہیں اور ان کو دھو دیتے ہیں۔ وہ اس دنیا کی تکالیف کو برداشت کرتے ہیں اور آخرت کی ہلاکت سے ڈرتے ہیں اور اس کے لئے مجاہدہ کرتے ہیں۔ ان پر کوئی وقت نہیں آتا مگر وہ عرفان میں بڑھتے ہیں۔ اور ان پر سورج نہیں چڑھتا مگر یہ کہ تُو ان کے دن کو پچھلے دن سے بہتر پائے گا۔ وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ آگے ہی بڑھتے ہیں۔ اللہ ان کو نور میں بڑھاتا چلا جاتا ہے یہانتک کہ وہ شناخت نہیں کئے جا سکتے۔ جاہل ان کو گندہ انسان سمجھتا ہے حالانکہ وہ اپنے نفسوں سے بہت دُور ہوتے ہیں۔ جب ان کو کوئی شیطانی خیال چھُوتا ہے تو وہ اللہ کی طرف تضرع کرتے ہوئے آتے ہیں۔ اور دوڑ کر اپنی پناہ کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پس وہ اچانک دیکھنے والے ہو جاتے ہیں۔ وہ دُعا کے لئے سُستی کے ساتھ کھڑے نہیں ہوتے بلکہ قریب ہوتا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں مر جائیں پس ان کے تقوٰی کی وجہ سے ان کی سُنی جاتی ہے اور فریادرسی ہوتی ہے۔ اس طرح سے وہ دُعا کے وقت ضعف سے قوت دیئے جاتے ہیں اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور ان کو فرشتے تقویت دیتے ہیں پس وہ ہر ایک خطا سے بچائے جاتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف چڑھتے ہیں اور اس کی رضا میں غائب ہو جاتے ہیں۔ پس ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ آنکھوں سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک پوشیدہ قوم ہے اور اسی وجہ سے ان کے معاملہ میں بہت سے لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ان کی طرف اس دُنیا کے اندھے دیکھتے اور استہزا کرتے ہیں کہ کیا یہی ہے جس کو اللہ نے مبعوث کیا ہے بلکہ وہ اندھی قوم ہیں۔ ان کے لئے علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں مگر ان کو فراست رکھنے والے اور پاک لوگ ہی پہچان سکتے ہیں۔

ان کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ وہ دُنیا سے دُور کئے جاتے ہیں اور اس طرف سے وہ بُھلا دیئے جاتے ہیں۔ دُنیا ان کے دلوں میں ایک ذرہ نہیں رہتی۔ وہ خوب پانی برسانے والے بادل کی طرح ہو جاتے ہیں اور اللہ ہی کے راستے میں سب کچھ خرچ کرتے ہیں۔ ان کو دنیا میں کوئی میل کچیل نہیں چھُوتی اور وہ ہر وقت نور سے غسل کرتے ہیں۔

اور ان کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ اللہ ان کے دلوں میں جذب رکھ دیتا ہے اور لوگ ان کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔ وہ ایک پھوٹنے والے چشمہ کی طرح ہوتے ہیں جس کا پانی ٹھنڈا ہو پس مخلوق ان کی طرف دوڑتی ہے۔ ان پر وحی الرحمٰن کے پانی کی بارش ہوتی ہے پس لوگ ان کے پانی سے پیتے ہیں۔ اور ان کی علامات میں سے یہ ہے کہ وہ عیش و عشرت میں رہنے والے آدمی کی طرح زندگی نہیں گذارتے بلکہ بلاؤں کے سمندروں میں تیرتے ہیں...... اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور اس کے ذکر میں تیرتے ہیں ایک مضبوط مچھلی کی طرح اور اس کی طرف پورے زور کے ساتھ آتے ہیں اور حاملہ عورتوں کی طرح چیختے ہیں جبکہ وہ وضع حمل کے وقت روتی ہیں۔ اور اس سے وہ لذت پاتے ہیں......

اور ان کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ ان کی جو اخلاص کے ساتھ ان کی بیعت کرتے ہیں پرندوں کے بچوں کی طرح پرورش کرتے ہیں اور ان کو جالوں سے نجات دیتے ہیں اور ان کے لئے قیام اور سجود کرتے ہیں اندھیری راتوں میں۔ پس ان کو رحمت کی بارش آتی ہے اور ان پر رحم کیا جاتا ہے......

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ دُنیا اپنے فکروں کے ساتھ ان پر غالب نہیں آتی بلکہ وہ اس کے سر پر ضرب مارتے ہیں اور اس کے ہتھیاروں

کی تیزی کو زائل کر دیتے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ اندھیری رات میں کھڑے ہوتے ہیں تاکہ اللہ کی رضا حاصل کریں۔

(تذکرۃ الشہادتین ص۹۸ تا ص۱۰۰)

وہ آلائشوں سے پاک کئے جاتے ہیں۔

وَمن علاماتھم انھم یکونون کمشاء الموطن ولا یکونون کرجل وَخواخ و تجذبھم القوۃ السماویۃ فیزکون من الاوساخ۔ ویَنْقَخُ اھواءھم ضربُ من اللہ فیودّعونھا من النُّقاخ۔ فلا یمسّھم لوث من الدنیا ولا یتألّمون بترکھا ولاھم یتخزّلون۔

(ترجمہ از خاکسار) اور ان کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ جنگ کے میدانوں میں بہت چلنے والے ہوتے ہیں اور موٹے آدمی کی طرح نہیں ہوتے۔ اور ان کو آسمانی قوت جذب کر لیتی ہے پس وہ آلائشوں سے پاک کئے جاتے ہیں۔ اللہ کی ضرب ان کی خواہشات کا مغز توڑ دیتی ہے۔ پس وہ اس کو امن میں چھوڑ دیتے ہیں۔ پس ان کو دُنیا کی گندگی نہیں چھوتی اور وہ اس کے چھوڑنے سے غمناک نہیں ہوتے اور نہ ہی ان پر کوئی اور اثر ہوتا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین ص۱۰۰)

اپنے ربّ کے اَمر کے بغیر ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے۔ اس

ومن علاماتھم انھم یتّقون الکذب والشحناء والاھواء والریاء والسبّ والابذاء ولا یحرّکون یدًا ولا رِجلًا الا بامر ربھم ولا

چہرہ کی وجہ سے ترک دُنیا۔

یجترءون۔ ولا یبالون لعنۃ الدنیا و یتّقون افتضاحًا ھو عند ربّھم و یستغفرونہٗ حین یمسون وحین یُصبحون۔ واذا اتّسخوا بغفلۃ فبذکرہ یَبْتَرِدُوْن۔ لباسھم التقویٰ فایاہ یُبیّضون۔ و یعافون اثوابًا جُرُودًا وفی التقیٰ یُجَرْھدون۔ و یتابّدون من صحبۃ الاغیار ولا یبرحون حضرۃ العزۃ ولا یفارقون: وما شجّعھم علی ترک الدنیا واھلھا الّا الوجہ الذی لہ یسھدُون۔

لغو سے پرہیز مغموم زندگی۔

ومن علاماتھم انھم لا ینطقون بآبدۃ ولا یَھذَرُون۔ و یتّقون الھزل ولا یستھزءون۔ و یزجّون عیشتھم محزونین و یخافون حبط اعمالھم بقول یتفوّھون او بفعلٍ یّفعلون .... واذا نزلت بھم اٰفۃ۔ رزقوا من عند اللہ صبرًا یعجب الملائکۃ ثمّ ینزل الفضل فیخلّصون۔

وہ اللہ کا شکر کرتے ہیں گو ان کو کچھ نہ دیا جائے اور اللہ کی محبت میں خوش رہتے ہیں۔

ومن علاماتھم انھم لا یتکئون علیٰ طِرفٍ ولا تالد ولا ابن ولا والد و علی اللہ رَبّھِم یتّکِئُون۔ ولا یسرّھم الا مُسْتَودَعاتہ من المعارف و کل اٰنٍ مِنھا یرزقون۔ و یسئمون تکالیف فی سبیل اللہ مُتَنَشِّطِیْنَ وَلا یتجشّمون۔ ویَشکرون لِلّٰہِ ولولم یُعْطَوْا ثَعْدا ولا مَعْدا و یحب اللہ یفرحون۔ ذالک بانّھم یُعطون معارف کثافِیدَ

ویبرزقون لها مقالیدَ فمن کل بابٍ یدخلون۔ ویعطیهم اللہ قلوبًا کا نهارٍ تتفجر۔ لاکثمدٍ یرکد فی الرکایا و یتکدّر۔ ولا ینقطع المدد و فی کل اٰنٍ یُنصَرون۔

(ترجمہ از خاکسار):۔ اوران کی علامات سے یہ ہے کہ وہ جھوٹ اور عداوت اور ہوا و ہوس اور ریاء اور سبّ وشتم اور ایذا دہی سے بچتے ہیں اور وہ اپنے ربّ کے آمر کے بغیر ہاتھ یا پاؤں کو نہیں ہلاتے اور جرأت سے کام نہیں لیتے۔ وہ دُنیا کی لعنت سے نہیں ڈرتے اور اس بے عزتی سے ڈرتے ہیں جو ان کے ربّ کے پاس ہے۔ اور استغفار کرتے ہیں اس سے شام اور صبح۔ جب وہ کسی غفلت سے آلودہ ہو جاتے ہیں تو اس پر اس کے ذکر کا پانی ڈالتے ہیں۔ ان کا لباس تقویٰ ہوتا ہے اور اسی کو وہ سفید کرتے ہیں۔ وہ پھٹے ہوئے کپڑوں سے بچتے ہیں اور تقویٰ میں سرعت سے ترقی کرتے ہیں۔ وہ اغیار کی صحبت سے بدکتے ہیں اور حضرت عزت سے نہیں ہٹتے اور نہیں علیحدہ ہوتے۔ اور نہیں ان کو ترک دنیا و اہل دنیا پر جرأت دلاتا مگر وہ چہرہ جس کے لئے وہ راتوں کو جاگتے ہیں

اوران کی علامات سے یہ ہے کہ وہ نفرت دلانے والی اور فضول باتیں نہیں کرتے اور لغو سے پرہیز کرتے ہیں اور استہزاء نہیں کرتے۔ وہ اپنی زندگی مغموم ہو کر گذارتے ہیں۔ اور ڈرتے ہیں کہ کسی کلمہ یا عمل سے ان کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب ان پر کوئی آفت آتی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے ایسا صبر دیئے جاتے ہیں جو فرشتوں کو بھی تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ پھر فضل نازل ہوتا ہے اور ان کو نجات دی جاتی ہے۔

اوران کی علامات سے یہ ہے کہ وہ بھروسہ نہیں کرتے کسی نئے اور پرانے مال اور بیٹے اور باپ پر اور اپنے ربّ پر ہی توکّل کرتے ہیں۔ اور ان کو نہیں خوش کرتا مگر وہ معارف جو ان کو اللہ کی طرف سے ہر لمحہ دیئے جاتے ہیں۔ وہ تکالیف کو اللہ کے راستوں میں خوشی سے برداشت کرتے ہیں اور تکلیف محسوس نہیں کرتے۔ وہ اللہ کا شکر کرتے ہیں گو ان کو نہ ہی تھوڑا دیا جائے اور نہ ہی زیادہ۔ وہ اللہ کی محبت میں خوش رہتے ہیں۔ وہ تہ بہ تہ بادلوں کی طرح معارف دیئے جاتے ہیں اور ان کی چابیاں انہیں دی جاتی ہیں پس وہ ہر ایک دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ اللہ ان کو دل دیتا ہے جو نہروں کی طرح چلتے ہیں۔ نہ کہ تھوڑے پانی کی طرح جو کہ گڑھوں میں جمع ہو جاتا ہے اور میلا ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے مدد کسی وقت بھی منقطع نہیں ہوتی اور ہر وقت نصرت دیئے جاتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صا۱۰ ر صا۱۰۲)

ومن علاماتهم انّهم قومٌ یسعون فی سُبُل اللہ کثوهدٍ فَوُهِدٍ واذا قاموا لاوامره فهم ینشطون۔ ولا ترىٰ فیهم کسلًا ولا دهنًا ولاهم یتردّدون۔ و تشرق الارض بنورهم۔

(ترجمہ از خاکسار) اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ ایک مضبوط اور موٹے تازے آدمی کی طرح اللہ کے راستوں میں دوڑتے ہیں اور جب اس کے حکموں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو خوشی اور چستی سے کھڑے ہوتے ہیں اور تو ان میں سُستی نہیں دیکھے گا اور نہ ہی وہ تردد میں

تو ان میں سُستی نہیں دیکھنا۔

پڑتے ہیں اور زمین ان کے نُور سے چمک اٹھتی ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱۰۲)

اللہ کے راستے میں حد درجہ تیزی سے دوڑتے ہیں اور تکان محسوس نہیں کرتے۔

ومن علاماتهم انهم قومٌ يقرُبهم جدّة فيوض الله فكل ساعة منها يغترفون۔ ويسارعون اليه كالجاليد ولا يمسّهم من لغوب ولا يضعفون. واذا اخذهم قَبْضٌ تألّموا ولا كجلدات المخاض. ...... ولا تزدرى اعينهم احدًا من التقوىٰ ولا هم يستكبرون. يعيشون كغريب ويرضون بنكدٍ ويقنعون على جُهْدٍ وجَنَدٍ. اولٓئك قومٌ آثروا ربّهم ورجالٌ مُسَدّدون۔

وہ تنگیٔ معیشت سے عذاب نہیں دیئے جاتے۔

ومن علاماتهم انّهم قومٌ لا يُجْهد عيشهم ولا يُعذّبون بمعيشةٍ ضَنْكٍ ويرزقون من حيث لا يحتسبون. ويجيدهم الله معارف فهم بها يفرحُون. ومن علاماتهم انّهم لا يرضون ببضاعةٍ مزجاةٍ وقليلٍ ممّا يعملون۔

(ترجمہ از خاکسار):۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ ایک قوم ہے کہ جن کے قریب اللہ کے فیوض کی نہر آجاتی ہے پس وہ ہر وقت اس سے پانی پیتے ہیں۔ وہ اللہ کی طرف ان اونٹوں کی طرح تیزی سے دوڑتے ہیں جن کے بچے ساتھ نہیں ہوتے اور جو گرمی سردی کو پوری طرح برداشت کر سکتے ہیں۔ نہ ہی ان کو تکان محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کمزور

ہوتے ہیں۔ اور اگر کسی وقت ان کی طبیعت میں قبض پیدا ہو جائے تو دردمند ہوتے ہیں اور ان کا درد محض وضع حمل کے وقت دردوں کی طرح نہیں ہوتا ...... ان کی آنکھیں تقویٰ کی وجہ سے کسی کو حقیر نہیں جانتیں اور وہ تکبّر اختیار نہیں کرتے۔ وہ غریبوں کی طرح رہتے ہیں اور تھوڑے پر راضی ہو جاتے ہیں اور مشقت اور سختی پر قناعت کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کو اختیار کر لیا اور وہ حقیقی راستباز انسان ہیں۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ ان کو فوق الطاقت مصائب میں ڈال کر ان کی زندگی دوبھر نہیں کی جاتی اور تنگیٔ معیشت سے عذاب نہیں دیئے جاتے۔ اور اس طرح سے ان کو رزق دیا جاتا ہے کہ ان کے وہم و گمان میں کبھی نہیں ہوتا۔ اللہ ان کو اعلیٰ درجہ کے معارف دیتا ہے اور وہ ان سے خوش رہتے ہیں۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ تھوڑی پونجی اور قلیل عمل پر راضی نہیں ہوتے۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱۰۲، صـ۱۰۳)

حُسنِ استقامت کی چمک

ومن علاماتهم ان رقابهم تحمل اَعْبَاءَ امانات الله اكثر من كل حامل امانةٍ. ثمّ لا تتأدّو رقابهم بل تجعلهم كامراةٍ جَبْدانةٍ. ويتراءى منه حُسن الاستقامة ويُرىٰ كالكرامة فعند الله والنّاس يُكرمون ...... يجرّدون انفسهم ويسعون الى الله وُحدانًا. ولا ترىٰ مثلهم حَرْدانًا. وتَنْسَفُ

حرافدھم الیٰ حِبّھم ویُقدّمون علیٰ کل شئی لقیانا ومن خوف الھجر یذوبون ....

اس کی لقا کو ہر چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور ہجر کے خوف سے پگھلتے ہیں۔

ومن علاماتھم انّھم یَتَحَدّکمون للّٰہ ولا یُحْجِمُون ۔

(ترجمہ از خاکسار) :۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ ان کی گردنیں اللہ کی امانتوں کے بوجھ کو باقی سب امانت کا بوجھ اٹھانے والوں سے زیادہ اٹھاتی ہیں۔ اور ان کی گردنیں ٹیڑھی نہیں ہوتیں بلکہ ایک لمبی اور خوبصورت گردن والی عورت کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ان میں حُسنِ استقامت چمکتا ہے اور کرامت کی طرح دکھائی دیتا ہے پس وہ اللہ اور لوگوں کے نزدیک معزز ہوتے ہیں....... وہ اپنے نفسوں کو کھال اتار کر ننگا کر دیتے ہیں اور اکیلے ہو کر خدا کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور تو ان کی طرح کوئی غضبناک (یا پرجوش) نہ دیکھے گا۔ اور ان کے اعلیٰ درجہ کے اونٹ ان کے محبوب کی طرف اس کی لقاء کو ہر چیز پر مقدّم کر لیتے ہیں اور ہجر کے خوف سے پگھلتے ہیں........

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ اللہ کے لئے سخت مشکلات میں گھس جاتے ہیں اور رکتے نہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱۰۳)

ومن علاماتھم انّھم قوم لھم عِلقٌ شدیدۃ باللہ لا تُشَقِّب فیھا مَدَرِیۃٌ ولا سمھریۃٌ ولا سیف جائبٌ ولا سھم صائبٌ ولا یموتون الا وھم مسلمون۔

وہ ایک قوم ہے جس کا تعلق خدا کے ساتھ شدید ہوتا ہے

(ترجمہ از خاکسار) :۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ ایک قوم ہے جن کا تعلق خدا کے ساتھ شدید ہوتا ہے جس میں کوئی نیزہ رخنہ نہیں ڈال سکتا اور نہ ہی کوئی کاٹنے والی تلوار اور نشانے پر لگنے والا تیر۔ اور وہ نہیں مرتے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے کامل فرمانبردار ہوتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱۰۴)

ومن علاماتھم انھم یتمزّزون من شراب طھور۔ وتُملأ قلوبھم من نور۔ وترٰی فی وجھھم اثر اکرام اللہ وحُبُورٍ ومن ایدی اللہ ینعّمون۔

ومن علاماتھم انّھم بَیّن المزارۃ یقتحمون موامی لا یقتحمھا الا رجل مزیر وینحرون نفوسھم ابتغاء مرضات اللہ القدیر۔ ولا تجدھم علی ما فعلوا کحسیر بل یوقنون انھم یکنزون اموالھم فی السماء وھنالک لا یسرق سارق ولا یُنْھبون۔ ومن علاماتھم انھم قومٌ کالمستغشار المُعْتصر بایدی الغفار یتلقون من ربھم من غیر وساطۃ الاغیار۔ ویعطون ما یشتھون۔ او کالمَشْرَۃ التی یمتشرھا الراعی بمحجنہ لا کتفرَاتٍ یتساقط من غیر تضمّتہ وینظرون الیٰ ربّھم ولا یُحْجَبُون۔

شراب طہور پیتے چلے جاتے ہیں اور ان کے دل نور سے بھر دیئے جاتے ہیں۔ وہ خدائے غفار کے ہاتھوں سے صاف کی ہوئی اور نچوڑی ہوئی ایک قوم ہے۔

(ترجمہ از خاکسار) :۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ شراب طہور

پیتے چلے جاتے ہیں اور ان کے دل نور سے بھر دیئے جاتے ہیں۔ تو ان کے چہروں پر اللہ کی طرف سے عزت کا نشان اور سرور دیکھے گا اور وہ اللہ کے ہاتھوں سے نعمتیں پاتے ہیں۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ ان کو دل کی قوّت خاص طور پر دی جاتی ہے۔ وہ ایسے جنگلوں میں سے مشکلات برداشت کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں جہاں سے صرف مضبوط دل والا آدمی گذر سکتا ہے۔ وہ اپنے نفسوں کو اللہ قدیر کی رضا کی خاطر ذبح کر ڈالتے ہیں اور تو اس کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں ان کو تھکا ہُوا نہ پائے گا۔ وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے اموال آسمان میں جمع کر رہے ہیں جہاں سے کوئی چور چرا اور لوٹ نہیں سکتا۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ خدائے غفار کے ہاتھوں سے صاف کی ہوئی اور نچوڑی ہوئی ایک قوم ہوتی ہے۔ وہ اپنے رب سے بغیر دوسروں کی وساطت کے سکھائے جاتے اور دیئے جاتے ہیں جو چاہتے ہیں۔ یا سبز اور تر شاخوں کی طرح ہوتے ہیں جن کو چرواہا اپنے مِحجَن کے ساتھ اتارتا ہے۔ وہ کچے پتوں کی طرح نہیں ہوتے جو خود بخود جھڑ جاتے اور ضائع ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے ربّ کی طرف دیکھتے ہیں اور کوئی حجاب درمیان میں نہیں ہوتا۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۰۵)

ومن علاماتهم انهم يسعون حق السعى فى الله ولا زمام ولا خِزام۔ و تحتدم نار فى قلوبهم فيقتدون الضِرام۔ و يكا بدون بها الامور العظام۔ ويفعلون بقوة نارهم افعالاً تخرق العادة

ان کے سینوں میں ایک آگ بھڑک رہی ہوتی ہے۔

و تعجب الانام و تحيّر العقول والافهام۔ وترى الحَزْم فى اَعمالهم ولا كسل ولا اِلْحَام۔ فان غَرَوْتَ اَيّها السامع فلست من الذين يُبْصِرون۔ ومن علاماتهم انّهم لا يُعذّبون۔ و يجعل لهم الايلام كالانعام فلا يتألّمون۔ وتفتح لهم ابواب الرحمة و يرزقون من حيث لا يحتسبون۔ ذٰلك بان لهم زلفٰى و مقام فى حرم الجليل الجبّار۔ فكيف يلقى الحرمىّ فى النّار وكيف يعذّبون۔ ولا يعذّب اولادهم بل اولاد اولادهم و كل واحد منهم يُرحمون۔ .... ذٰلك بانّهم يبذلون نفوسهم لوجه الله و يحبون ان يموتوا فى سبيله ولا يريدون الحيات۔ فاقتضى كرم الله ان يردّ اليهم ما آتوا مع زيادة من عنده۔ وليوصل ما كانوا يحسمون .... و يكون الله عينه التى يبصر بها واذنهُ التى يسمع بها و يده التى يبطش بها۔ هذا اجر قوم يكونون لِلّٰه بجميع وجودهم ولا يشركون۔ و يقضون الامر انّهم له ثمّ بعد ذٰلك لا يبدلون القول حتى يموتوا و اليه يرجعون۔

ومن علاماتهم انّهم ينسلخون من نفوسهم كما تنسلخ الحيوانات من جلودها و تنطفئ نيرانها

اس جلیل اور جبار کے حرم میں انکا ٹھکانا ہوتا ہے پس حرم میں داخل شدہ کو کس طرح آگ میں ڈال دیا جائے۔

بعد وقودها ثمّ تجدّد فيهم الاماني المطهرة
وتحرّ لهم ما تشتهيها نفوسهم المطمئنة ۔

(ترجمہ از خاکسار) :- اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں خوب دوڑتے ہیں اور کوئی لگام ان کو روک نہیں سکتی۔ ان کے سینوں میں ایک آگ بھڑک رہی ہوتی ہے پس وہ اس کو اور تیز کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے بڑے بڑے اُمور کو برداشت کرتے ہیں۔ اس آگ کی وجہ سے وہ ایسے خارق عادت کام کرتے ہیں جو لوگوں کو تعجب میں ڈالتے ہیں اور ان کی عقلوں اور فہموں کو حیران کر دیتے ہیں۔ تو ان کے اعمال میں تیزی یا چُستی پائے گا نہ کہ سُستی اور ٹھہر جانا۔ اے سننے والے اگر تو تعجب کرے تو تو اہل بصیرت سے نہیں ہے۔ اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ ان کو عذاب نہیں دیا جاتا اور ان کے لئے مصائب انعام کے رنگ میں ہو جاتی ہیں پس وہ الم میں نہیں پڑتے۔ ان کے لئے رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور وہ ایسی جگہوں سے رزق دیئے جاتے ہیں کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ یہ اس وجہ سے کہ ان کو قرب حاصل ہوتا ہے اور اس جلیل اور جبار کے حرم میں ان کا ٹھکانا ہوتا ہے۔ پس حرم میں داخل شدہ کو کس طرح آگ میں ڈال دیا جائے اور کس طرح عذاب دیا جائے۔ ان کی اولادیں بھی عذاب نہیں دی جاتیں بلکہ ان کی اولادیں بھی نہیں اور ان میں سے ہر ایک پر رحم کیا جاتا ہے ......
یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے نفسوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور وہ چاہتے ہیں کہ اس کے راستے میں مَر جائیں اور زندگی نہیں چاہتے۔ پس اللہ کا کرم یہ تقاضا کرتا ہے کہ ان

کی طرف لوٹا دے جو انہوں نے دیا ہوتا ہے اپنی طرف سے زیادتی کے ساتھ۔ اور ان کو وہ چیز پہنچائے جو وہ کاٹ چکے ہوتے ہیں ...... اللہ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں اور ان کا کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سُنتے ہیں اور ان کا ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ یہ اس قوم کا اجر ہے جو اپنے سارے وجود کے ساتھ اللہ کے ہو جاتے ہیں اور شرک نہیں کرتے۔ اور وہ اسبات کو پورا کر دیتے ہیں کہ وہ اس کے ہو گئے ہیں اور اس کے بعد اسبات کو بدلتے نہیں یہاں تک کہ وہ مَر جاتے ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ اپنے نفسوں سے اس طرح نکل جاتے ہیں جس طرح سانپ اپنی کینچلیوں سے باہر آ جاتے ہیں۔ ان کی آتشیں جلنے کے بعد بجھ جاتی ہیں پھر ان میں نئے سرے پاکیزہ خواہشات پیدا کی جاتی ہیں۔ اور ان کے لئے تیار کیا جاتا ہے جو ان کے نفس مطمئنہ چاہتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین ص ۱۰۶، ص ۱۰۷)

ومن علاماتهم ان الملائكة تنزل عليهم بالبركات ويكرمهم الله بالمكالمات والمخاطبات .... وينزل عليهم كلام لذيذ من الحضرة وكلم أفصحت من لدن ربّ العزة ....
وكذلك يؤيّدون ويبشرون وينصرون وينوّرون ويثمرون ويهلكون مرارًا ثمّ يُذرءون حتّى يروا ربّهم وهم يستيقنون. ولا تطلع عليهم

اللہ ان کو مکالمات اور مخاطبات سے عزت بخشتا ہے۔

شمس ولا تجنّ عليهم ليلةٌ الّا ويقرّبون الى
الله و يزيدون فى علمهم اكثر مما كانوا يعلمون
واذا بلغوا الشيب يكمل شبابهم فى الايمان
فيتراؤن كرجلٍ مُطَهَّمٍ كأنّهم فتيات مُراهِقون
وكذٰلك يزيد ايمانهم و عرفانهم بزيادة
اعمارهم. و يزيدون فى التقوٰى حتى لا يبقى
منهم شئ ولا من اٰثارهم. و يبدلون كل
اٰن. و ينقلون من عرفان الىٰ عرفان اٰخر
هو اقوى من الاوّل فى اللمعان. وكذالك
يربّيهم ربهم بفضل واحسان. ولا يتركهم
كسَهْمٍ نِضْوٍ بل يجدّدهم بتجديد نور
الجنان. و يقلبهم ذات اليمين و ذات الشمال
و تجرى عليهم شهوات النفس وهم تتزاورون
عنها بمشاهدة الجمال. و تحسبهم ايقاظًا
وهم رقود فى مهد الوصال. ولا يتركون سُدًى
بل يُجعلون عناقيد من الفُحال. و يبدّلون
و يغيّرون و يبعدون عن الدنيا و يبلغون من
مقامات الى ارفع منها بحكم الله الفعّال. واٰخر
ما ينتهى اليه امرهم انهم يحيون بعد
مماتهم و يوصلون بعد انفتاتهم ويَرِدُ عليهم
موت بعد موتٍ ثمّ يعطون حياتًا سرمدًا

تو ان کو جاگتا خیال کرتا ہے حالانکہ وہ وصال کے بستر میں سوئے ہوئے ہیں

لمصافاتهم و يُحفظون من غُواءِ ابليس و ممن
يعشو عن ذكر الله و من معاداتهم. و اذا بلغوا
غاياتهم يعطون مقامًا لا يعلمه الخلق و ينأَون
عن عرصاتهم و يكونون نورًا تَخْسأُ منه العيون.
وفى نور الله يغيبون. ولا يعرفهم الا الذى
يعرّفه الله و يكونون غيب الغيب و روح الروح
و اخفى من كل اخفى يرجع البصر منهم خاسئًا و
لا يرىٰ. و اذا تمّ اسمهم الذى فى السماء و عند
ربّهم الاعلىٰ. وكمل امرهم الذى اراد الله
و قضىٰ نودى فى السماء لرجوعهم الى السماء
فالىٰ ربّهم يُبَوَّؤن. و تخرج نفوسهم الى الله
راضيةً مرضيّةً فتندلق من اجسامها كما يندلق
السيف من جفنه و يتركون الدنيا وهم لا
يَشْجبون. يرون الدنيا كشاةٍ بكيئةٍ او ميتة
تعفّن لحمها. فلا تمدُّ عينهم اليها ولا هم
يتأسّفون. و يتبوّؤن دار حبّهم فبالمرهفات
لا يتركون. ولا يلومهم الّا مِجهَبٌ ولا ينكرهم
الا قوم عمون.

وہ اللہ کے نور میں غائب ہو جاتے ہیں۔

وہ دنیا کو مردار کی طرح سمجھتے ہیں جسکا گوشت بدبودار ہو گیا ہو۔

(ترجمہ از خاکسار) اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ فرشتے ان پر برکات
نازل کرتے ہیں اور اللہ ان کو مکالمات اور مخاطبات سے عزت بخشتا ہے اور
ان پر اللہ کی طرف سے لذیذ کلام اور رب العزۃ کی طرف سے فصیح کلمات

اتارے جاتے ہیں ...... اور اس طرح سے وہ تائید کیے جاتے ہیں اور بشارتیں دیئے جاتے ہیں اور مدد دیئے جاتے ہیں اور منوّر کئے جاتے ہیں اور پھل لاتے ہیں۔ وہ کئی دفعہ ہلاک کئے جاتے ہیں اور پھر کئی دفعہ زندہ کئے جاتے ہیں یہانتک کہ وہ اپنے رب کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کو یقین پیدا ہو جاتا ہے۔ اور نہیں ان پر چڑھتا سورج اور نہیں ان پر اندھیرا کرتی رات مگر یہ کہ وہ اللہ کے قریب کئے جاتے ہیں اور وہ اپنے علم میں بڑھتے ہیں اس سے بہت زیادہ جو وہ پہلے جانتے ہیں۔ جب ان کو بڑھاپا پہنچتا ہے تو وہ ایمان کی جوانی میں کامل ہوتے ہیں اور وہ ایک نہایت جوان آدمی کی طرح نظر آتے ہیں گویا کہ وہ نوجوان ہیں جو ابھی بلوغت کو پہنچے ہیں۔ اور اس طرح سے ان کا ایمان اور عرفان زیادتِ عمر کے ساتھ بڑھتا ہے اور وہ تقوٰی میں ترقی کرتے ہیں یہانتک کہ ان کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور نہ ہی کوئی نشان رہتا ہے۔ اور وہ ہر آن بدلتے جاتے ہیں اور ایک عرفان سے دوسرے عرفان کی طرف جاتے ہیں جو چمک میں پہلے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس طرح سے ان کا رب اپنے فضل اور احسان کے ساتھ ان کی تربیت کرتا ہے اور ان کو کثرت سے پھینکنے کی وجہ سے خراب شدہ تیر کی طرح نہیں چھوڑتا بلکہ ان کو نیا کرتا ہے نورِ قلب کی تجدید کے ساتھ اور ان کو دائیں اور بائیں پھراتا ہے۔ ان پر بھی نفسانی شہوات آتی ہیں مگر وہ حُسن کے مشاہدہ سے ان سے کترا جاتے ہیں۔ تو ان کو جاگتا ہؤا خیال کرتا ہے حالانکہ وہ وصال کے بستر میں سوئے ہوتے ہیں۔ ان کو یونہی رائیگاں نہیں چھوڑ دیا جاتا بلکہ ان کے گلدستے بنائے جاتے ہیں۔ وہ بدلائے جاتے ہیں اور متغیّر کئے جاتے ہیں اور دنیا سے دُور کئے جاتے ہیں اور اس فعّال کے حکم کے ساتھ اعلیٰ مقامات پر

پہنچائے جاتے ہیں اور آخر جہاں آکر ان کی بات ختم ہوجاتی ہے یہ ہے کہ وہ موت کے بعد زندہ کئے جاتے ہیں اور ٹوٹنے کے بعد جوڑے جاتے ہیں۔ اور ان پر موت پر موت وارد ہوتی ہے پھر وہ صافی تعلق کی وجہ سے ہمیشہ کی زندگی دیئے جاتے ہیں۔ وہ ابلیس کی عوعو سے بچائے جاتے ہیں اور ان تمام سے جو اللہ کے ذکر سے اعراض کرتے ہیں اور ان کی عداوتوں سے۔ جب وہ اپنی انتہار کو پہنچ جاتے ہیں تو وہ ایسا مقام دیئے جاتے ہیں جس کو مخلوق نہیں پہچان سکتی اور ان کے صحنوں سے دور کئے جاتے ہیں۔ وہ نور ہو جاتے ہیں جس تک آنکھیں نہیں پہنچ سکتیں اور اللہ کے نور میں غائب ہو جاتے ہیں اور ان کو نہیں پہنچان سکتا مگر وہ جن کو اللہ شناخت کرواتا ہے اور غیب الغیب اور رُوح کی رُوح اور پھر مخفی سے مخفی ہو جاتے ہیں۔ نظر ان سے ناکام لوٹ آتی ہے اور نہیں دیکھ سکتی۔ جب ان کا نام آسمان میں اور ان کے رب اعلیٰ کے نزدیک پورا ہو جاتا ہے اور ان کا کام جس کا اللہ نے ارادہ کیا ہوتا ہے مکمل ہو جاتا ہے آسمان میں ان کے لوٹنے کے لئے آواز دی جاتی ہے پس وہ اپنے رب کی طرف ٹھکانا بناتے ہیں اور ان کی جان اللہ کی طرف نکل کر چلی جاتی ہے اس حالت میں کہ وہ اللہ سے راضی ہوتی ہے اور اللہ اس سے راضی ہوتا ہے۔ پس وہ ان کے جسموں سے اس طرح سے نکل کر چلی جاتی ہے جیسا کہ تلوار اپنے میان سے۔ اور وہ دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں اور وہ غمگین نہیں ہوتے۔ وہ دُنیا کو ایک کم دودھ دینے والی بکری کی طرح یا ایک مردار کی طرح سمجھتے ہیں جس کا گوشت بدبودار ہو گیا ہو پس وہ اپنی آنکھ کو اس پر نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی غمزدہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے محبوب کے گھر میں ٹھکانا بنا لیتے ہیں اور تیز تلواروں سے

بھی اس کو نہیں چھوڑتے۔ ان کو نہیں ملامت کرتا مگر ایک قلیل الحیا انسان اور ان کا نہیں انکار کرتی مگر ایک اندھی قوم۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱۰۸، صـ۱۰۹)

لهم صدور ملئت من النور۔ وقلوب مُلِئت من السرور۔ وانهم نجوم السماء۔ وبحار الغبراء۔ وارواح الاجساد۔ وللارض کالاوتاد۔ لا یُبدّلون عهدا عقدوا مع الله وهم یُبدَّلون وانّهم ابدالٌ یُبدلهم الله وانّهم اقطاب لا یتزلزلون۔ وانهم مُصطخِمون بِلّٰهِ صَلَمُوا الامّارۃ من اَصْلها وعلی امر الله قائمون۔ یزجّون الحیات فی هموم ولا یعیشون کعَیْصومٍ۔ ولا یقنعون بظاهر الغسل کعَیْشومٍ۔ بل یسایقون الی معین یطهّر نفوسهم ولا یَتَضیّحون۔

انکے سینے نور سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور انکے دل سرور سے

وہ اس عہد کو نہیں بدلتے جو انہوں نے اللہ سے باندھا ہوتا ہے اور وہ خود بدل دیئے جاتے ہیں۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ ان کے سینے نور سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ان کے دل سرور سے۔ وہ آسمان کے ستارے اور زمین کے سمندر اور جسموں کی رُوح اور زمین کے لئے بمنزلہ پہاڑوں کے ہوتے ہیں۔ وہ اس عہد کو نہیں بدلتے جو انہوں نے اللہ سے باندھا ہوتا ہے اور وہ خود بدل دیئے جاتے ہیں۔ وہ ابدال ہوتے ہیں جن کو اللہ بدل ڈالتا ہے اور وہ قطب ہوتے ہیں جو کبھی لغزش نہیں کھاتے۔ وہ اللہ کے لئے مضبوطی سے کھڑے رہتے ہیں نفس امّارہ کو جڑ سے کاٹ ڈالتے ہیں اور اللہ کے حکموں پر قائم ہو جاتے ہیں۔ وہ ہم وغم میں

زندگی گذارتے ہیں اور اعلیٰ کھانے کھانے والے کی طرح نہیں رہتے۔ وہ عیشوم درخت یا پودے کی طرح ظاہری غسل پر قناعت نہیں کرتے بلکہ رواں اور شفاف پانی کی طرف مسابقت کرتے ہیں جو نفسوں کو پاک کرتا ہے۔ اور دودھ کے ساتھ پانی نہیں ملاتے۔

(تذکرۃ الشہادتین صـ۱۱۰)

وانهم قوم یَضْمَجون بالارض ویَضُجّون بتوالی السجداتِ عند توالی الاٰفات ویُبلونها بالعبرات ویقومون امام الله دافع البلیات فی اللیالی المظلمات۔ ویقبلون الیٰ ربهم بصدق یُرضی خالق الکائنات۔ ویموتون لاحیاء قومٍ کانوا علی شفا الممات فیبدلون القدر وبالموت یشفعون۔ وبالنَّصَبِ یریحون۔ وبالتاُلم یَبسئون۔

آفات کے وقت ان کی کیفیت اور خدا کے حضور رونا اور چلّانا۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ وہ ایک قوم ہے جو زمین کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور متواتر سجدوں میں چیختے اور چلّاتے ہیں جب ان پر آفات آتی ہیں اور زمین کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں۔ اور اندھیری راتوں میں اللہ کے حضور کھڑے ہوتے ہیں جو بلاؤں کا دور کرنے والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف ایسے صدق سے آتے ہیں جو اس خالق کائنات کو راضی کر دیتا ہے۔ اور اس قوم کے زندہ کرنے کے لئے مر جاتے ہیں جو موت کے کنارے پر ہوتی ہے۔ پس وہ تقدیروں کو بدل ڈالتے ہیں اور موت اختیار کر کے شفاعت کرتے ہیں اور

خود تکلیف میں پڑ کر دوسروں کو آرام دیتے ہیں اور خود غم میں پڑ کر
دوسروں کو اس سے نجات دلاتے ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۱۱)

وہ مردار دنیا کو کتوں کی کیلئے چھوڑ دیتے ہیں۔

ولا ینتما یلوون علی جیفۃ الدنیا و یترکونها
للکلاب۔ و یحسبونها حفنۃً من عظامٍ یلٍ و نیم
الذباب۔ فلا یرتد طرفهم الیها ولا یلتفتون۔
و یجعلون انفسهم کشجرۃ شعواء۔ فیاکل
الجوعان ثمارهم من کل طرف جاءٍ۔ نعم
الاضیاف و نعم المضیّفون۔۔۔۔ فتجلّی
الله علیهم بما کانوا اٰثروه و رحموا عبادہ
و بما کانوا یخلصون۔ و اولئك هم الابدال
و اولیاء الله حقا۔ و اولئك هم المفلحون۔

وہ لوگوں کو ان کے غموں سے نجات دلاتے ہیں۔

تبارك الارض بقدومهم ینجّی الناس عند
همومهم فطوبیٰ لقومٍ بهم یرتبطون۔ ربّ
اجعلنی منهم و کن لی و معی الی یوم یحشر الناس
و یحضرون۔ ربّ لا تؤاخذ من عادانی فانّهم
لا یعرفوننی ولا یبصرون۔ ربّ فارحمهم من
عندك واجعلهم من الذین یهتدون۔

(ترجمہ از خاکسار): وہ مردار دُنیا پر نہیں جھکتے اور اس کو کتّوں کے
لئے چھوڑ دیتے ہیں اور اس کو ہڈیوں کی ایک مٹھی خیال کرتے ہیں بلکہ مکھی کی بیٹ۔

پس ان کی نظر اس کی طرف نہیں رکتی اور وہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔
وہ اپنے نفسوں کو خوب شاخ دار درخت کی طرح بنا لیتے ہیں پس بھوکے ہر
طرف سے ان کے پھل کھاتے ہیں۔ کیسے ہی عمدہ مہمان ہیں اور کیسے ہی عمدہ
مہمان نواز ہیں .... پس اللہ ان پر ظاہر ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے
اس کو چن لیا اور اس کے بندوں پر رحم کیا اور مخلص ہوئے۔ وہی حقیقتاً
ابدال اور اولیاء اللہ ہوتے ہیں اور وہی حقیقی کامیاب ہیں۔

زمین ان کے آنے سے مبارک کی جاتی ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے غموں
سے نجات دلاتے ہیں۔ پس خوشخبری ہے اس قوم کے لئے جو ان سے
وابستہ ہو جاتی ہے۔ اے میرے اللہ تو مجھے ان میں سے بنا اور تو میرے
لئے اور میرے ساتھ ہو جا قیامت تک۔ اے میرے رب تو ان کو بھی نہ پکڑ
جو مجھ سے عداوت کرتے ہیں کیونکہ وہ مجھے پہچانتے نہیں۔ اے میرے
رب تو اپنے پاس سے ان پر رحم کر اور ان کو ہدایت یافتوں میں بنا۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)

ان کی دعائیں دوسروں کے متعلق کیوں سنی جاتی ہیں۔

یدعون للذین اصابتهم مصیبۃ حتّی
یلقون انفسهم الی التهلکۃ۔ فاذا وقع الامر
علی انفسهم یسمع دعاءهم فی الحضرۃ و بها
ینبئون۔ ذالك بانهم یبلّغون دعواتهم الی
منتهاها و یتمّون حقّ المواساۃ ولا یالون۔
یذیبون انفسهم و یلقونها الی الدمار۔ فینجّون
بها نفوسًا کثیرۃ من التبار۔ و کذالك تعطی لهم

فطرۃً وکذٰلک یفعلون. یقومون فی لیلٍ دامسٍ والنّاس ینامون۔ ویرون نور اعمالھم فی ھٰذہ الدّنیا وکل یوم فی نورھم یزیدون۔ ویرون نضارۃ ما قدموا لانفسھم ولا یکونون کمَھلوسین۔ ویجتنبون کل معصیۃٍ ولو کانت صغیرۃ فلا یقربونھا ولا یَغْتَمِصون۔ ویُمَزِّزون العمل الصالح ولا یزدرون۔

(ترجمہ از خاکسار) وہ مصیبت زدہ لوگوں کے لئے دُعا کرتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔ جب معاملہ ان کی جانوں تک پہنچتا ہے تو اللہ کے حضور ان کی دُعا سُنی جاتی ہے اور وہ اس سے اطلاع دیئے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنی دُعاؤں کو اُنتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور ہمدردی کا حق پورا کر دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں رکھتے۔ اپنے نفسوں کو پگلا دیتے ہیں اور ان کو ہلاکت ڈال دیتے ہیں پس اس سے بہت سے لوگوں کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ یہی فطرت ان کو دی جاتی ہے اور ایسا ہی وہ کرتے ہیں۔ وہ اندھیری راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں جب کہ لوگ سوئے ہوتے ہیں اور اپنے اعمال کے نور کو اسی دنیا میں دیکھ لیتے ہیں اور ہر روز اپنے نُور میں بڑھتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کی سرسبزی کو دیکھتے ہیں اور بیوقوفوں کی طرح نہیں ہوتے۔ اور ہر ایک معصیت سے بچتے ہیں خواہ وہ کتنی چھوٹی ہو اور اس کے قریب نہیں جاتے اور اسے حقیر نہیں سمجھتے۔ اور عمل صالح کی فضیلت کو دیکھتے ہیں اور اسے معمولی نہیں سمجھتے۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۱۲)

سِیرۃُ الاَبدال

وعصمنی ربّی من شر الرُّضَع وجعلنی من العالین۔ وشَنَشْتُ بہٖ کُل الشُّنوص وحُلّ لَحْمی عن اوصالہ للحِبّ القرین۔ فلا اخاف مُمشّنًا بعدہ ولا ارعن الحدا بما قامَ لی ربّی کالمدا کعین۔۔۔۔۔ ولیست الدّنیا عندی الّا کَجَھْبَلَۃٍ اذا جَرَّ شَبَتْ ثمّ ما تبعّلَتْ فیذءھا بعْلُھا ویذء رَوْسھا وَقَشَھا ونزّر امرھا و حسبھا بئس القرین۔

(ترجمہ از خاکسار) اور مجھے میرے رب نے کمینہ لوگوں کے شر سے بچایا اور مجھے غالب لوگوں میں سے بنایا۔ اور مَیں اس سے پوری طرح چمٹ گیا اور اس محبوب کے لئے میرا گوشت جوڑوں سے علیحدہ ہُوا۔ اس کے بعد میں کسی مارنے والے سے نہیں ڈرتا اور دشمنوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا کیونکہ میرا رب مدافعت کے لئے کھڑا ہو گیا .... اور میرے نزدیک دُنیا ایک بدصورت عورت کی طرح ہے جو بہت بوڑھی ہو جائے اور خاوند کی اطاعت نہ کرے پس اس کا خاوند اس سے نفرت کرے اور اس کے عیب کو بہت بُرا جانے اور

اس محبوب کے لئے میرا گوشت جوڑوں سے علیحدہ ہُوا۔

فطرۃً وکذٰلک یفعلون. یقومون فی لیلٍ دامسٍ والنّاس ینامون۔ ویرون نور اعمالھم فی ھذہ الدّنیا وکل یوم فی نورھم یزیدون۔ ویرون نضارۃ ما قدموا لانفسھم ولا یکونون کمھلوسین۔ ویجتنبون کل معصیۃٍ ولو کانت صغیرۃ فلا یقربونھا ولا یختمصون۔ ویُمزّزون العمل الصالح ولا یزدرون۔

(ترجمہ از خاکسار) وہ مصیبت زدہ لوگوں کے لئے دُعا کرتے ہیں یہانتک کہ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال لیتے ہیں۔ جب معاملہ ان کی جانوں تک پہنچتا ہے تو اللہ کے حضور ان کی دُعا سُنی جاتی ہے اور وہ اس سے اطلاع دیئے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ اپنی دُعاؤں کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور ہمدردی کا حق پورا کر دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں رکھتے۔ اپنے نفسوں کو پگلا دیتے ہیں اور ان کو ہلاکت ڈال دیتے ہیں پس اس سے بہت سے لوگوں کو ہلاکت سے بچاتے ہیں۔ یہی فطرت ان کو دی جاتی ہے اور ایسا ہی وہ کرتے ہیں۔ وہ اندھیری راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں جب کہ لوگ سوئے ہوتے ہیں اور اپنے اعمال کے نور کو اسی دنیا میں دیکھ لیتے ہیں اور ہر روز اپنے نُور میں بڑھتے ہیں۔ وہ اپنے اعمال کی سرسبزی کو دیکھتے ہیں اور بیوقوفوں کی طرح نہیں ہوتے۔ اور ہر ایک معصیت سے بچتے ہیں خواہ وہ کتنی چھوٹی ہو اور اس کے قریب نہیں جاتے اور اسے حقیر نہیں سمجھتے۔ اور عمل صالح کی فضیلت کو دیکھتے ہیں اور اسے معمولی نہیں سمجھتے۔

(تذکرۃ الشہادتین صـــ۱۱۲)

سِیرۃ الابدال

وعصمنی ربّی من شر الرُّضَعِ وجعلنی من العالسین۔ وشَنَضتُ بہٖ کُل الشُّنوص وحُلّ لَحُمی عن اوصالہ للحِبّ القرین۔ فلا اخاف مُمشّنًا بعدہ ولا ارعن الحدا بما قام لی ربّی کالمداکعین۔۔۔۔۔ ولیست الدّنیا عندی الّا کجھبَلۃٍ اذا جَرّ شبتْ ثمّ ما تبعّلت فبذءھا بعلُھا وبذء رؤسھا وقشّھا ونزّر امرھا وحسبھا بئس القرین۔

(ترجمہ از خاکسار) اور مجھے میرے رب نے کمینہ لوگوں کے شر سے بچایا اور مجھے غالب لوگوں میں سے بنایا۔ اور مَیں اس سے پوری طرح چمٹ گیا اور اس محبوب کے لئے میرا گوشت جوڑوں سے علیحدہ ہُوا۔ اس کے بعد میں کسی مارنے والے سے نہیں ڈرتا اور دشمنوں سے خوف زدہ نہیں ہوتا کیونکہ میرا رب مدافعت کے لئے کھڑا ہوگیا .... اور میرے نزدیک دُنیا ایک بدصورت عورت کی طرح ہے جو بہت بوڑھی ہو جائے اور خاوند کی اطاعت نہ کرے پس اس کا خاوند اس سے نفرت کرے اور اس کے عیب کو بہت بُرا جانے اور

اس محبوب کے لئے میرا گوشت جوڑوں سے علیحدہ ہُوا۔

اس کو حقیر جانے اور اسے برا ساتھی سمجھے۔

(سیرۃ الابدال صـ۱)

کامل تقویٰ اہل عرفان کے نزدیک موت ہی ہے۔

فبشری للمتقین۔ ان التقاۃ لیس بھیّنٍ. و واللہ انھا تُضاھی الحَیْن۔ ومن آثر التقاۃ فھو طَائبُ رحیل آثر الممات وھی عقبۃ کُئُودٌ ایّھا الفتیان۔ وھی الموت المحرق بالنیران۔ ثم ھی الطرف المُوصِل إلی الجَنان اَتَحْسَبُکُمْ اَمتَ بینھا وبین حِمام الانسان۔ اذا بلغتَ منتھاھا واستَوْعَبْتھا فھی الموت عند اھل العرفان۔ ان المتقی لا یخاف لَجَبَ الشیطان۔ ویحسب اِنثعاب دمہ فی اللہ کشرابٍ مُشَعْشَعٍ بالثِغْبان۔..............

کسی انسان کا رعب ان کے دلوں کو نہیں پکڑتا۔ وہ اس رب کی الوہیت میں پڑ جاتے ہیں۔

ومن علاماتھم انّھم قوم لا یجدون احدًا یاخذ جلالتُہ بقلوبھم ولا یجدّون کدودۃٍ مَن لم ینطأطأ ولم یغترف من شُئُوبھم ویقعون فی اُلھانیۃ الربّ ویؤثرونہ فی جمیع اُسْلُوبھم۔ وینصرون مَن ناءبہ الحِمْلُ ویدرکون من ھَوَی بوطویھم لا یأخذھم اَفکَلٌ امام احدٍ من الْاُمَرَآءِ .... ویطیرون الی العلی ولا یُدثّنون۔ ویُسقون شرابًا لا یَھْذرون بہ ولا یُصدّعون۔ ویقولون ھل من مزید ولا یقنعون۔ ولا تفھم اسرارھم بما

دقّت کأنّھم یَرْطُنون۔ وَیُکَفئُون نفوسھم مما لا یرضٰی بہ ربّھم وعلی الحق یثبتون۔ ولو اُحرقوا لا یُبَرْقِلُون۔ ولا یکفرون بالحقّ ولو یُبَزّلون. ولا یَتَنَبَسَّلُ وجوھم بما اصابتھم مکارہ وعلی اللہ یتوکّلون۔ و یحسبون الدُّنیا کحَسْکَلٍ فلا یتوجّھون

ان کے اقبال کی خبر پہلے سے دی جاتی ہے غلبہ اور کامیابی۔

ومن علاماتھم انھم یُنَبَّئُونَ باقبالھم قبل وجود الاسباب المادیۃ۔ و یبشرون بنصرٍ من اللہ فی ایّام الیاس واعراض النّاس وفقد ان الوسائل المعتادۃ فی ھٰذہ الدنیا الدنیّۃ۔ حتّی انّ السفھاء یضحکون علیھم عند اظھار تلک الانباء ویحسبونھم مجانین ھاذِرین اَوْ مُفْتَرین لتحصیل الاھواء۔ و یَسْعون کل السعی لیعدموھم ویجعلوھم کالھباء۔ فینزل امر اللہ من السماء و یقعدون فی حجر عنایۃ حضرۃ الکبریاء۔ ویُمزّق کلّما نسج العدا من التّکبّر والخیلاء۔ ویُقْضی الْاَمْرُ ویُغَاض سیل الفتن وتجعل خاتمۃ امرھم فوز المرام مع الغلبۃ والعزۃ والعَلاءِ۔

دُنیا کے امور کو کراہت سے کرتے ہیں۔

ومن علاماتھم انّک تراھم فی سُبُل اللہ مسارعین کالدعکنۃ۔ وامّا امور الدُّنیا فیتزحّنون عنھا ولا یوثرونھا الا بالکراھۃِ۔

(ترجمہ از خاکسار) پس متقیوں کے لئے بشارت ہو۔ تقویٰ آسان نہیں۔

خدا کی قسم وہ موت سے مشابہت رکھتا ہے اور جو تقویٰ کو اختیار کرے وہ اس آدمی کے سانڈھو کی طرح ہے جس نے موت کو پسند (یا اختیار) کر لیا ہو۔ یہ ایک سخت مشکل گھاٹی ہے اے نوجوانو۔ اور یہ ایک موت ہے جو آگوں سے جلا دیتی ہے۔ پھر وہ ایک نجیب الطرفین گھوڑا ہے جو جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ اس کے (یعنی تقویٰ کے) اور انسان کی موت کے درمیان کتنی جگہ ہے (یا کتنا فاصلہ ہے)۔ جب تو اس کی انتہاء کو پہنچ جاتا ہے اور اس کو پورا پورا لے لیتا ہے تو وہ اہل عرفان کے نزدیک موت ہی ہے۔ متقی انسان شیطان کے غوغوں سے نہیں ڈرتا اور اللہ کے راستے میں اپنا خون بہانا شراب کی طرح سمجھتا ہے جو سخت ٹھنڈے پانی سے ملائی گئی ہو۔۔۔۔۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ کسی انسان کو نہیں پاتے جس کا رعب ان کے دلوں کو پکڑ لے۔ اور اس کو کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتے جو اپنا سر نیچا نہیں کرتا اور ان کے انتہائی نفع بخش پانی (یا حسن) سے کوئی گھونٹ نہیں پیتا۔ وہ اس رب کی الوہیت میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے سب کاموں میں اسی کو ترجیح دیتے ہیں، اور مدد دیتے ہیں ان کو جو بوجھ کے نیچے دبے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور گرے ہوؤں کو اپنے تعہد سے تھامتے ہیں۔ بڑے سے بڑے لوگوں کے سامنے بھی ان پر رعب طاری نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ بلندی کی طرف اڑتے ہیں اور نیچے نہیں گرتے۔ وہ ایسی شراب پلائے جاتے ہیں جس سے وہ فضول باتیں نہیں کرتے اور نہ ہی ان کا سر دکھتا ہے۔ وہ ھل من مزید کہتے ہیں اور قناعت نہیں کرتے۔ ان کے اسرار بوجہ دقیق ہونے کے سمجھے نہیں جاتے گویا کہ وہ کوئی عجیب بولی بولتے ہیں اور اپنے نفسوں کو ان چیزوں سے روکتے ہیں جو ان کے رب کو پسند نہیں اور حق پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ

جلائے بھی جائیں۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے اور حق کا انکار نہیں کرتے گو ان کو چھید ڈالا جائے۔ اور ان کے چہرے پر تیوری نہیں آتی مصائب کی وجہ سے۔ اور وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں اور دُنیا کو ایک ردی چیز سمجھ کر اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ ان کو ان کے اقبال کی خبر اسباب مادیہ کے وجود سے پہلے دی جاتی ہے اور وہ یاس کے دنوں اور لوگوں سے اعراض کے وقت اور اس کمینی دُنیا میں عام وسائل کے فقدان کے وقت اللہ کی طرف سے نصرت اور بشارت دیئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے ان خبروں کے دینے کے وقت بیوقوف ان پر ہنستے ہیں۔ اور ان کو مجنون بیہودہ باتیں کرنے والے یا خواہشات کو حاصل کرنے کے لئے افترا کرنے والے خیال کرتے ہیں۔ اور انتہائی کوشش کرتے ہیں کہ ان کو معدوم کر دیں اور پراگندہ کر دیں۔ پس اللہ کا امر آسمان سے نازل ہوتا ہے اور وہ حضرت کبریا کی عنایت کی گود میں بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا ہے جو کہ دشمن تکبر اور خیلاء کی وجہ سے ٹھنتے ہیں۔ اور بات کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور فتنوں کے سیلاب خشک کئے جاتے ہیں۔ اور آخری بات یہ کی جاتی ہے کہ ان کو ہمیشہ کی کامیابی اور غلبہ اور عزت اور بلندی دی جاتی ہے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ تو ان کو اللہ کے راستوں میں ایک موٹے تازے اور مضبوط باز کی طرح جلدی کرتے دیکھے گا۔ اور جو دنیا کے امور ہیں ان کو وہ آہستگی سے کرتے ہیں اور ان کو نہیں اختیار کرتے مگر کراہت کرتے ہوئے۔

(سیرۃ الابدال صـ۲ر صـ۳)

ومن علاماتهم انّك تجدهم كرجل رَزِين. وعمودٍ رَصِينٍ. وتاجرٍ هو بَدْءُ زَحْنَتِهٖ وقَبيل المعاصرين. ويزجّون عيشتهم في حَذَلٍ وانين. ويبيتُوْن لربهم نائمين وساجدين ويجتنبون حِطْل الشهوات ويعبدون ربّهم حتى يأتيهم يقين. وانّ التُحُوت اذا سبّوا واضبّوا كالكلاب وجعلوهم كارض تحت الضَبَاب وجدتهم صابرين.....................

..... ويخافون ربهم وعلى التقوىٰ يُواظِبُون. واذا مسّهم طائفٌ من الشيطان يستغفرون فتهزَّم الاهواء التى جاءَتْ كاو شاب يَهْجُمون وتنزل السكينة ويفرّ الشيطان الملعون..........

..... وتجد قلوبهم اغنياء ثم يَتَمَسْكَنون. و يُرْقِلُون فى سبل الله ولا يُبْرِطُون. وترى دموعهم مُرْمَعِلّة لاتَرْقاء ولا يميلون الىٰ آذِنٍ ولا يَتَبَخْترون.

ومن علاماتهم انّ القدر يمشى اليهم علىٰ قدم المخاتلة وينبئهمُ الله بقدره اذا قُدّر عليهم نزول البليّة. ويَخْتَجِلُّ اليهم الموت ولا يأتى كالحوادث المفاجئة. كأن الله يَخَافُ ان يهلكهم ويتردّد عند قبض نفوسهم المطمئنّة.

باوقار اور مستحکم ستون. وہ اپنی زندگی آنسو بہانے اور رونے میں گزارتے ہیں. شہوات کے بھیڑیے سے بچتے ہیں. تقویٰ پر مداومت. استغفار. غنا اور مسکینی. تو ان کے آنسو پے در پے آتے دیکھے گا. مصیبت سے پہلے اطلاع.

ومن علاماتهم انّهم يُنْصَرُوْنَ ولا يُخْذَلون. ولا يحجزهوىً بينهم وبين ربّهم ولا يُتْركون. ولا يفارقون الحضرة ولو يُخَرْذَلُوْن. ولا يكونون كخرقاء ذات نِيْقَةٍ بل يُعطون العلم وينوّرون. ويرى الله بريقهم وهم لا يُراءُوْن. وفى الحسناتِ يَتَنوّقون وتراهم كنياتٍ خَضِلٍ ولَوْ يُكْلَمون. يَشْهَدُ لهم الاَثْرَماتِ انهم من اولياء الرحمان. ولو يحسبهم خَطِلٌ انّهم مُلْحِدُوْن. واذا ضاق عليهم امر فالى الله يَخْفِلُوْن. ولا يتركهم الله كخامل بل يُعْرفُون فى النّاس ويُبجَّلُوْن ولا تراهم كَامِّ خَنْثَلٍ بل هم كبيٍّ عَبْقَرِيٍّ يُشَاهدون. ويمشون فى الارض هَونًا ولا يُخَنْشِلُوْن.

ومن علاماتهم انّ خَنْطُولة من السّفهاء يظنّون فيهم ظنّ السَّوء وهم عند الله يُبَرّءُوْن. لا يَغْتَمُّون بدُولولٍ ولاهم يحزنون. وبينهم وبين الانبياء خُئُولة يشربون ممّا كانوا يشربون. واذا دَبَلَتْهم دُبَيْلَةٌ فقاموا والى الله يرجعون. ويَنْزِحون ما عندهم لِلّه ولا يبخلون يَجْتنبون دَحْلة الدنيا ولا يقومون على حضرتها ولا يقربون. وانّهم ريابيل الله وفى اَجمةِ الغيب يُكتمون. ليس هَصُورٌ كمثلهم ولا بأزِىّ. يَصُولون على

ترک خواہشات. معرفت کی چمک. ریاء نہیں کرتے. جب کوئی سخت مصیبت ان کو کچلنا چاہتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں. وہ اللہ کے شیر ہوتے ہیں.

العدا ویَمْتَنشقون ۔ وانّهم اَغْصان شجرة القدس فمن هصرهم یکسره الله ۔ والذین یَحْصُرونهم فهم فی غَتْمٍ یَضْجرون ۔ ولا یوذ یهم الا من کان احمق من رِجلةٍ واَخْنس من حیّةٍ فانّهم قومٌ یحارب الله لهم ولا تُفلح عداهم وان یفرّوا حتّٰی یَرْتَهِشوا فانهم عارَضوا الذی لا تخفی منه المُجرمون۔

ومن علاماتهم انّهم یُلْقون علومَهم فی قلوب قومٍ یطلبون ویربّونهم کما یُزْغلُ الطائر فرخه وعلیهم یشفقون ۔ ویحفظونهم مما لا یَرْصُف بهم ویسمعون بتحنّنٍ صرخَهم ولا یغفلون۔ وانّهم رعاة فی الارض اذا رَاَوا سِرْحانًا فیشاءهم ینعقون ۔ ولا یتوکّلون علیٰ انفسهم ویُسَیْحِلُون۔ ولا یعیشون کسَبَحْلِلٍ بل تتوالیٰ علیهم الاحزانُ فهم فیها یذوبون ۔ وتُزکّی انفسهم من ربهم فَتَتَسَاتَلُ جذباتهم حتّٰی یبقی الرّوح فقط و یُفردون .... وجازوا شِعابًا لا یجوزها المثقلون۔ ولا یموتون الابعدان یُخَلِّفُوْا اَزْفِلَةً من الذین یُرزقون معرفةً ویتّقون.......... انّ الذین اٰمنوا هم فی الله یجاهدون ۔ ویلومون الّا رَجلَ مع طَهْقِها ویظنّون انهم متقاعسون ۔ ویُوثِرون الشدائد لله لعلّهم یُقبَلُوْن ۔ فیدرکهم رُحْمُ

ان پر ایسے درپے غم آتے ہیں جو انکو پگھلا دیتے ہیں۔ ان کے جذبات ایک ایک کرکے سب نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ صرف روح باقی رہ جاتی ہے۔

اللهِ ولا یُبْقون فِی اَزْلٍ من العیش وبالفوز یَفْفِلُوْن۔ ویحسبهم زَهْدنٌ کزِوَانٍ والخلق بهم یَبْسُلمون۔ یبتغون رضا الله ویصرخون کامراةٍ ماخضٍ فیُدخلُون فی المقبولین۔

ومن علاماتهم انّ الله یکشف عنهم رُؤْثة الکروب ویَزْحَنُ الفزعَ عن القلوب ففی کل اٰن تتهلّل وجوههم ولا یتخوّفون.........

ومن علاماتهم انهم قومٌ ما لهم عن ربهم حُنْتَالٌ یستاجزون عن الوسادة والاٰسِن عندهم فی سُبُل الله زُلَالٌ ۔ یبغون رضا الله والدّنیا فی اعینهم دَمَالٌ وطالبها بطّالٌ اَوْ کالٍی ابراهیم جبالٌ ۔ ولهم یترکها قطوف دانیة وجزَالٌ۔ والدنیا لهم جِعالٌ یُجْعلُ الله بها قِدْر معیشتهم فلا یمسّهم خَبالٌ ۔ هذا من ربهم ولهم منها الخزال واِذْهَالٌ ۔ و اِلی الله اِرْتالٌ ۔ وفی ذکره ارمعلالٌ ۔ هم قوم یحسبون انّ الدنیا زبال ۔ وازعالٌ النفس به ضلالٌ ۔ وانّها مُدیً یُذبح بها وطالبوها سِخَالٌ ۔ وماءها ضَهَلٌ وطعامها اغتیالٌ۔ وسیرتها الاعراض کفُسّلةٍ ۔ وصورتها کَفَحْلٍ ما بقی فیه جمالٌ ۔ واوّلها اَذنٌ واٰخرها اقذ علالٌ لا تجدکمثلها قُرزلًا وانها زقّوم فلا تحسبها فَعَالًا

اللہ ان سے غموں کی شدت دور کرتا ہے۔

ان کی نظر میں دنیا کی حیثیت (تفصیل)

ولـذٰلك سَلّ عليها عبادالرحمٰن سَبْقًا قَصّالاً۔

(ترجمہ از خاکسار) :- اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ تو ان کو باوقار آدمی کی طرح پائے گا اور مستحکم ستون اور ایسا تاجر جو سب سے آگے متاع لے کر ہوتا ہے اور ہم زمانہ لوگوں کا رئیس۔ وہ اپنی زندگی آنسو بہانے اور رونے میں گذارتے ہیں اور راتیں اپنے رب کے لئے کھڑے ہو کر اور سجدے میں گذارتے ہیں اور شہوات کے بھیڑئے سے بچتے ہیں اور اپنے ربّ کی عبادت کرتے ہیں یہانتک کہ انہیں موت (یا یقین) آجاتی ہے۔ رذیل لوگ جب ان کو گالیاں دیتے ہیں اور ان پر کتوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں تو تو ان کو صبر کرنے والا پائے گا۔

...... وہ اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں اور تقوٰی پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ اور جب ان کو کوئی شیطانی خیال چھوتا ہے تو استغفار کرتے ہیں پس وہ گری ہوئی خواہشات جو اوباشوں کی طرح ان پر حملہ کرتی ہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں۔ اور سکینت نازل ہوتی ہے اور شیطان ملعون بھاگ جاتا ہے۔

...... اور تو ان کے دلوں کو غنی پائے گا مگر پھر بھی مسکینی اختیار کرتے ہیں۔ اور تیزی سے اللہ کے راستوں میں چلتے ہیں اور گھوڑے کی طرح ناخن نہیں لیتے۔ تو ان کے آنسو پے درپے آتے دیکھے گا جو خشک نہیں ہوتے اور وہ آہستگی کی طرف نہیں جھکتے اور تکبّر نہیں کرتے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ قضاء و قدر ان کی طرف آہستہ آہستہ آتی ہے تاکہ پتہ نہ لگے۔ اور اللہ ان کو اپنی قضاء و قدر کی اطلاع دیتا ہے جب ان پر کسی مصیبت کا نازل ہونا مقدر ہوتا ہے۔ اور موت ان کی طرف

آہستہ آہستہ آتی ہے اور اچانک حوادث کی طرح نہیں آتی گویا کہ اللہ ان کو ہلاک کرنا پسند نہیں کرتا اور ان کے نفس مطمئنہ کو قبض کرنے میں تردد محسوس کرتا ہے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ مدد دیئے جاتے ہیں اور چھوڑے نہیں جاتے۔ ان کے اور ان کے رب کے درمیان کوئی خواہش روک نہیں ہوتی۔ اور وہ ترک نہیں کئے جاتے۔ اور وہ حضرت عزت کو نہیں چھوڑتے گو وہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جائیں۔ وہ جاہل مدعی معرفت کی طرح نہیں ہوتے بلکہ علوم دیئے جاتے اور منوّر کئے جاتے ہیں اور اللہ ان کی چمک دکھاتا ہے۔ اور وہ ریا نہیں کرتے اور نیکیوں میں اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں۔ اور تو ان کو سرسبز نبات کی طرح دیکھے گا گو وہ کاٹ ڈالے جائیں۔ زمانہ ان کے لئے شہادت دیتا ہے کہ وہ اولیاء الرحمٰن ہیں اور احمق یہ خیال کرتا ہے کہ وہ بے دین ہیں۔ جب کوئی بات ان پر تنگی پیدا کرتی ہے تو وہ اللہ کی طرف بھاگتے ہیں۔ اللہ ان کو گمنام کی طرح نہیں چھوڑتا بلکہ وہ لوگوں میں معروف کئے جاتے ہیں اور ان کو عظمت دی جاتی ہے۔ وہ زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور تکبّر سے حرکت نہیں کرتے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ جاہلوں کا ریوڑ ان کے متعلق طرح طرح کی بدظنیاں کرتا ہے اور وہ اللہ کے نزدیک بری ہوتے ہیں۔ وہ کسی مصیبت سے غم اور حزن میں نہیں پڑتے اور ان میں اور انبیاء میں ایک رشتہ (یا تعلق) ہوتا ہے۔ وہ اسی پیالہ سے پیتے ہیں جس سے انبیاء پیتے ہیں۔ جب کوئی سخت مصیبت ان کو کچلنا چاہتی ہے تو وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور اللہ کے لئے ختم کر دیتے ہیں جو ان کے پاس ہوتا

ہے اور سنجل نہیں کرتے۔ وہ دُنیا کے کوئیں سے بچتے ہیں اور اس کے گڑھے پر کھڑے نہیں ہوتے اور اس کے قریب نہیں جاتے۔ وہ اللہ کے شیر ہوتے ہیں اور غیب کے جنگل میں چھپائے جاتے ہیں۔ ان کی طرح کوئی شیر نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی باز۔ وہ دشمنوں پر حملہ کرتے ہیں اور ان کو پاش پاش کر دیتے ہیں۔ وہ شجرہ قدس کی شاخیں ہوتے ہیں پس جو ان کو کاٹتا ہے اللہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے۔ جو ان پر تنگی کرتے ہیں وہ شدید آگ پر لوٹتے ہیں۔ اور نہیں ایذا دیتا ان کو مگر سخت درجہ کا احمق اور سانپ سے بھی زیادہ پیچھے ہٹنے والا۔ کیونکہ وہ ایک قوم ہے جن کے لئے خدا جنگ کرتا ہے اور ان کے دشمن فلاح نہیں پاتے اگرچہ وہ بھاگ جائیں یہانتک کہ وہ کانپ جائیں کیونکہ وہ لوگ اس کا مقابلہ کرتے ہیں جس سے مجرم چھپے ہوئے نہیں۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ اپنے علوم طالب قوم کے دلوں میں ڈالتے ہیں اور ان کی تربیت کرتے ہیں جیسا کہ پرندہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔ اور ان پر شفقت کرتے ہیں۔ وہ ان کو ان باتوں سے بچاتے ہیں جو ان کے لائق نہیں ہوتیں اور ان کی چیخیں رحم کی وجہ سے سُنتے ہیں اور غفلت نہیں کرتے۔ وہ زمین میں چرواہے ہوتے ہیں جب کسی بھیڑیئے کو دیکھتے ہیں تو اپنی بھیڑوں کو بلا لیتے ہیں۔ وہ اپنے نفسوں پر توکّل نہیں کرتے اور اللہ کی تسبیح میں لگے رہتے ہیں۔ وہ ایک موٹے تازے آدمی کی طرح زندگی بسر نہیں کرتے بلکہ ان پر پے در پے غم آتے ہیں جو ان کو پگھلا دیتے ہیں۔ اور ان کے نفس ان کے ربّ کی طرف سے پاک کئے جاتے ہیں اور ان کے جذبات ایک ایک کرکے سب نکل جاتے ہیں یہانتک کہ صرف روح باقی رہ جاتی ہے اور وہ اکیلے رہ جاتے ہیں ...... وہ ان کٹھن راستوں کو عبور کرتے ہیں

جن کو بھاری بھر کم لوگ عبور نہیں کر سکتے۔ اور وہ نہیں مرتے مگر بعد اس کے کہ اپنے پیچھے ایسے لوگوں کا گروہ چھوڑ جاتے ہیں جو معرفت دیئے جاتے ہیں اور متقی ہوتے ہیں..... جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ اللہ کے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں اور اپنے پاؤں کو ان کی تیزی کے باوجود ملامت کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ سُست رفتار ہیں۔ وہ مصائب کو اللہ کے لئے پسند کرتے ہیں تاکہ وہ قبول کئے جاویں۔ پس اللہ کا رحم ان کو آلیتا ہے اور وہ تنگی کی زندگی میں نہیں چھوڑے جاتے اور کامیابی سے لوٹتے ہیں۔ احمق ان کو ایک مضر یا ردّی بوٹی کی طرح سمجھتا ہے اور مخلوق ان سے سلامتی حاصل کرتی ہے۔ وہ اللہ کی رضا تلاش کرتے ہیں اور وضع حمل کے قریب عورت کی طرح چیختے ہیں پس وہ مقبولوں میں داخل کئے جاتے ہیں۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ اللہ ان سے غموں کی شدّت دُور کرتا ہے اور جزع فزع کو ان کے دلوں سے دُور رکھتا ہے پس ہر وقت ان کا چہرہ چمکتا ہے (یا خوش رہتا ہے) اور وہ خوف زدہ نہیں ہوتے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ ایک قوم ہے جو اپنے ربّ سے بھاگتی نہیں۔ وہ اپنے نکیوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اور بدبودار پانی ان کو اللہ کے راستے میں زلال نظر آتا ہے وہ اللہ کی رضا چاہتے ہیں اور دُنیا ان کی نظر میں ایک ردی چیز ہوتی ہے اور اس کا طالب جھوٹا ہوتا ہے۔ اور ان کو اسے ترک کرکے تازہ بتازہ پھل ملتے ہیں۔ دُنیا ان کے نزدیک ایک جنگ کرنے والے کی خوراک ہوتی ہے جو اللہ ان کی زندگی گذارنے کے لئے اندازہ کے مطابق دیتا ہے۔ پس ان کو کوئی خسارہ نہیں ہوتا۔ یہ ان

کے ربّ کی طرف سے دیا جاتا ہے ورنہ وہ تو دُنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اور اس کو بھول جاتے ہیں۔ اور اللہ کی طرف راستے طے کرتے ہیں اور اس کے ذکر میں تیزی سے بڑھتے ہیں (یا روتے ہیں)۔ وہ ایک قوم ہے جو دُنیا کو اتنی چیز کے برابر سمجھتی ہے جو چیونٹی اپنے مُنہ میں اُٹھا کر لے جاتی ہے اور اس میں نفسانی خوشی محسوس کرنے کو ضلالت سمجھتے ہیں۔ وہ (دنیا) ایک ذبح کرنے والی چھری ہے اور اس کے طالب رذیل ہیں۔ اس کا پانی کھوڑا ہے اور اس کا کھانا مُہلک ہے۔ اس کی سیرت بے مروت اور رذیلوں کا سا اِعراض ہے۔ اور اس کی صورت ایک سخت بوڑھے کی سی ہے جس میں کوئی خوبصورتی نہ رہی ہو۔ اس کی ابتدا نرمی ہوتی ہے اور اس کی انتہاء سختی۔ تو اس جیسا کوئی لئیم نہ پائے گا اور وہ ایک کھوپرہے پس تو اس کو عمدہ شگوفوں کی طرح نہ سمجھ۔ اسی وجہ سے اللہ کے بندوں نے اس پر تیز اور بہت کاٹنے والی تلوار کھینچ لی۔

(سیرۃ الابدال صـ٧ تا صـ٨)

يَسْعون كثَوْهَدٍ فى سُبل الله بما فُتِّحوا و قُشِّرُوا عن جُرادةٍ بشرية واثمر فيهم نُوْر الايمان بنورِ الٰهية۔ انّهم كاُسُودٍ ومعذالك لبسوا كشُحُدُودٍ ولبسوا بمثقلين لترك الدنيا ولذالك يطبرون الى الله ولا يُكَرُّ محوت۔ يكسحون البواطن ولا يغادرون فيها مثقال ذرةٍ من هٰذه العاجلة ويعملون ما يحملون للآخرة ولها

دنیا کا کوئی حصہ ذرہ برابر بھی ان میں نہیں رہتا۔ جو کچھ کرتے ہیں آخرت کے لئے کرتے ہیں۔

يجاهدون۔ يُخطون خُرَّدَ المحارف و يُتَلَقّفون ادقّ بعد ادقّ حتّٰى يظنّ سَمْخدُ انّهم مُلحِدون۔ وترٰى وجوههم كغُصْنٍ عُبَّرَدٍ لا ترهقها قترة بما عرفوا ربهم ولا ييئسون لهم عزّة فى السّماء۔۔۔۔۔۔

ومن علاماتهم انّهم قومٌ لا يُطَمَّلُ ما فى حوضهم ويُحطون كلّ آنٍ من مّاء معين۔۔۔۔۔۔۔۔ ذالك بانّهم يسلّمون نفوسهم الى الله كَاَرْخٍ يُذْبح و يقضون نحبهم او يكونون من المنتظرين۔۔۔۔۔۔۔۔ ويُرزقون من غير الكَدِّ والالحاح فى المحاولةِ من الله الذى يتولى الصالحين۔

ومن علاماتهم ان الله يخلق فى نفوسهم اَمَجًّا للمعرفة التامة وتُضْرَحُ صدورهم وتُخرج منها كلّما كان من الغوائل الانسيّة فيُملأُوْن من حب الله و يذبحون له انفسهم كالْجَلْمَدَةِ و يرضُدون متاع التقوٰى و ينفقونه فى كل ساعةٍ بقدر الضرورة۔ ويُعرضون عن كل صِلْغَدٍ و يدفعون السيّات بالحسنة۔ و يعيشون كاَشعَثَ اغبر تواضعًا لِلّٰهِ۔ وكذالك يُنْضُجُوْن سُلوكهم كما تُفْاَدُ الخُبْزَةُ فى المَلَّةِ۔ و يعيشون كقَحّادٍ مع كثرة الاخوان والذرّيّة۔ ويكونون كاَرْض مِبْكار عاملين باوامر الحضرة۔ ولا يبالون رَغْلَ الظالمين ولا ينركون بتهديدهم ذرّة من السُّبل المنتخلّة۔

وہ رزق دیے جاتے ہیں بغیر مشقت کے اور بغیر تلاشِ اسباب میں زیادتی کے اس اللہ کی طرف سے جو صالحین کا مولیٰ ہے۔

اللہ ان کے دلوں میں معرفتِ تام کی پیاس لگا دیتا ہے۔

وہ اللہ کی محبت سے بھر دیے جاتے ہیں۔

ایک بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلود کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں

ویزیّنون لِلّٰہ بیت قلوبھم کالامراۃ المُقَرْنسَۃِ۔ ویقومون للّٰہ باھشین ویأخذون ما اُوتیَ من اللّٰہ بالقوۃ۔

...... وتجدھم کناقۃٍ فَشُوشٍ عند الفیضان۔ یَمُوْصُ القلوبَ قولھم ویدخل نطقھم فی الجنان۔ فتنَیّر بنیر التقویٰ باذن اللّٰہ الرحمٰن۔ وتُھْبَرُ ھَبْرَۃٌ زائدَۃ من الشھوات ویمحو کُلّما یُوبِش من العضیات۔ وکَمْ من عُمْیٍ مُسْتَھْترین یُبْصرون ویھذّبون بھم فاذا ھم من اھل التقاۃ والعرفان.

.... فان اللّٰہ علّق نجات النّاس بحبھم و عنایتھم فقد ھلك من قطع العلق منھم بما ترك قومًا یَحسرسُون........ وواللّٰہ انی حِبی الرحمٰن فمن اراد اَنْ یقطعنی فسیقطع من اَیدی الدیّان وانی باعینہ ولا یخاف لدیہ المرسلون۔

توان کو فیضان کے وقت بہت دودھ دینے والی اونٹنی کی طرح پائے گا۔

اللہ لوگوں کی نجات ان کی صحبت اور عنایت سے وابستہ کردیتا ہے۔

(ترجمہ از خاکسار) وہ اللہ کے راستوں میں ایک جوان اور مضبوط صحیح قویٰ والے آدمی کی طرح دوڑتے ہیں کیونکہ ان کی آنکھیں کھولی گئی ہیں اور وہ بشریت کے چھلکے سے علیٰحدہ کئے گئے ہیں۔ اور ان میں ایمان کا شگوفہ الٰہی نور کی وجہ سے کھل گیا ہے۔ وہ شیروں کی طرح ہیں مگر باوجود اس کے بداخلاق نہیں۔ وہ دُنیا کو ترک کردینے کی وجہ سے بھاری نہیں رہے اور اللہ کی طرف اڑتے ہیں اور بوجھل آدمی کی طرح نہیں دوڑتے۔ وہ اپنے اندرون کو صاف کرلیتے ہیں اور دُنیا کا کوئی حِصّہ ذرّہ برابر بھی ان میں نہیں چھوڑتے۔ جو کچھ کرتے ہیں آخرت کے لئے کرتے ہیں اور اسی کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں۔ ان کو تازہ بتازہ

معارف دیئے جاتے ہیں اور دقیق سے دقیق باتوں کو نکل جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک احمق اور متکبّر انسان ان کو ملحد خیال کرتا ہے۔ تو ان کا چہرہ ایک خوبصورت اور ملائم شاخ کی طرح دیکھے گا۔ ان کو سیاہی ڈھانکے ہوئے نہیں ہوتی کیونکہ انہوں نے اپنے رب کو پہچان لیا اور مایوس نہیں ہوئے۔ ان کے لئے آسمان میں عزت ہے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ وہ ایک قوم ہے کہ گدلا نہیں کیا جاتا جو ان کے حوض میں ہوتا ہے اور ہر لمحہ مصفّا پانی دیئے جاتے ہیں..... یہ اس وجہ سے کہ وہ اپنے نفس اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں جیسا کہ جنگلی گائے کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔ اور اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں یا انتظار کرنے والوں میں ہوتے ہیں...... وہ رزق دیئے جاتے ہیں بغیر مشقت کے اور بغیر تلاش اسباب میں زیادتی کے۔ اس اللہ کی طرف سے جو صالحین کا متولی ہے۔

اور ان کی علامات سے یہ ہے کہ اللہ ان کے دلوں میں معرفت تامہ کی ایک پیاس لگا دیتا ہے۔ ان کے سینوں کو پھاڑا جاتا ہے اور ان میں سے سب انسانی آلائشیں نکال دی جاتی ہیں۔ پس وہ اللہ کی محبت سے بھر دیئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے نفسوں کو گائے کی طرح ذبح کر دیتے ہیں۔ وہ تقویٰ کی متاع کو جمع کر لیتے ہیں اور ہر وقت اس میں سے حسب ضرورت خرچ کرتے ہیں اور ہر ایک احمق اور لئیم سے اِعراض کرتے ہیں اور بدیوں کو نیکیوں کے ساتھ دور کرتے ہیں۔ اور ایک بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلود کی طرح زندگی گذارتے ہیں اللہ کے لئے تواضع کی وجہ سے۔ اس طرح سے وہ اپنے سلوک کو پختہ کرتے ہیں جس طرح روٹی آگ پر پکائی جاتی ہے۔ وہ ایک ایسے شخص کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا بھائی بیٹا کوئی نہ ہو اور وہ اکیلا ہو باوجود اس کے کہ ان کے بھائی اور ان کی ذریت بہت ہوتے ہیں۔ وہ بہت اگانے والی زمین کی طرح

ہوتے ہیں اللہ کے اوامر پر عمل کرنے والے۔اور ظالموں کے طعنوں کی پرواہ نہیں کرتے اور ان کی سختی کی وجہ سے ان اختیار کئے ہوئے راستوں میں سے ایک ذرّہ نہیں چھوڑتے۔ وہ اپنے دلوں کے گھر کو فرانسیسی عورت کی طرح مزّین کرتے ہیں اور اللہ کے لئے مسرور ہوکر کھڑے ہوتے ہیں اور جو کچھ اللہ کی طرف سے دیا جائے اس کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں۔

...... تو ان کو فیضان کے وقت بہت دودھ دینے والی اونٹنی کی طرح پائے گا۔ ان کی باتیں دلوں کو دھوتی ہیں اور ان کا کلام دلوں میں داخل ہوجاتا ہے...... کتنے اندھے اور خواہشات کے تابع ان کی وجہ سے دیکھنے لگتے ہیں اور آراستہ ہوتے ہیں گویا کہ وہ اہل تقویٰ اور عرفان سے ہیں...... اللہ ... لوگوں کی نجات کو ان کی محبت اور عنایت سے وابستہ کردیتا ہے۔ پس جو ان سے قطع تعلق کرتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے کیونکہ وہ ایک ایسی قوم کو چھوڑ دیتا ہے جو حفاظت کرتی ہے........ اور خدا کی قسم میں اس رحمان کی محفوظ چراہ گاہ ہوں۔ جو میرے کاٹنے کا ارادہ کرے گا وہ اس جزا سزا دینے والے خدا کے ہاتھوں سے کاٹا جائے گا۔ اور مَیں اس کی آنکھوں کے سامنے ہوں اور اس کے پاس سے بھیجے ہوئے ڈرا نہیں کرتے۔

(سیرۃ الابدال ص۸ تا ص۱۰)

لا یقنعون علی جهد انفسهم و یخافون هدم بنیان العمر و یوم انقضاضٍ فیطلبون الوارث من اللہ و یجدونه کابن مخاضٍ وَیَفْهَضُون الجذبات ابتغاء رضاء رب الکائنات و یخلصون

وہ حضرت رب العزت کا دروازہ نہیں چھوڑتے اور اس سے

لربهم ولا یسوطون ولا یبرحون الحضرة ولا یَشْحَطون۔ و یلیط حبُّ اللہ بقلوبهم و یَنُطُون انفسهم بمحبوبهم۔ ولا یُحْفظون الناس و علی اللسان یحافظون........ و تجدهم کحیتانٍ شُروعٍ ناظرین الی ربهم عند الکرب۔ و علی شراعهم حبلٌ من حبّ اللہ ولا کشِرْعةِ الْعَقَبِ۔

(ترجمہ از خاکسار) وہ اپنی محنت پر قناعت نہیں کرتے اور عمر ختم ہوجانے اور موت کے دن سے ڈرتے ہیں۔پس وہ اللہ سے وارث طلب کرتے ہیں اور وہ تازہ پیدا ہوئے بچّے کی طرح ان کو پالیتے ہیں۔ اور اپنے جذبات کو رب الکائنات کی رضا کی خاطر ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں اور اپنے رب کے لئے خالص ہوجاتے ہیں اور کوئی ملونی نہیں رکھتے۔ وہ حضرت رب العالمین کا دروازہ نہیں چھوڑتے اور اس سے دُور نہیں ہوتے۔ اللہ کی محبّت ان کے دلوں سے پیوست ہوجاتی ہے اور وہ اپنے دلوں کو اپنے محبوب کے ساتھ بٹ دیتے ہیں۔ وہ لوگوں کو تکلیف نہیں پہنچاتے اور اپنی زبان کی محافظت کرتے ہیں...... تو ان کو پانی میں داخل ہونے والی مچھلی پائے گا۔ وہ کرب کے وقت اپنے رب کی طرف دیکھتے ہیں۔ ان کی گردنوں میں محبّتِ الٰہی کی رسی ہوتی ہے اور وہ محض تندی کے جال کی طرح نہیں ہوتی۔

(سیرۃ الابدال ص۱۱)

ومن علاماتهم انهم یریدون الجنة ابتغاء لقاء الحضرة لا للحم الطیر و عین البقرة و تجد عُرضتهم باسطة الیدین۔ لتلقّف او امر رب الکونین عَلّهضُوا

دُور نہیں ہوتے۔ اللہ کی محبت انکے دلوں سے پیوست ہوجاتی ہے اور وہ اپنے دلوں کو اپنے محبوب کے ساتھ بٹ دیتے ہیں۔

اپنی زبان کی محافظت کرتے ہیں۔ ان کی گردنوں میں محبتِ الٰہی کی رسی ہوتی ہے۔

وہ جنت کی طلب اللہ کی لقاء کیلئے کرتے ہیں۔

قارورة حُجُب الناسوت۔ وفتقوا بصدفهم رتق اللاهوت ۔ وذالك بان الله فض عليهم خيل التجليات۔ فقوّضوا بناء وجودهم وما بقى نضنضة النفس ودخل فى امان الله من الحَيَوات۔ ودخلوا الرياض وتهلّلت وجوههم كبرق اذا ناضَ۔ ووجدوا وجوه اهل الدنيا وجوهًا مسودّةً فسحوا للتبييض........

وتجد بيان هؤلاء السادات كشراب عماهج يَحُكّا فى القلوب۔ ويُبَعِّد عن الذنوب.......

ومن علاماتهم انّهم ياخذون من الدّنيا كفتيل ومن الدين يَدْغفون۔ ويتمتّحون من الآثها كزبالٍ ومن التقات يَجْتَرفون ويقوّمون انفسهم كمقمجرٍ يُقَوِّمُ سَهْمَه ويجيحون كلّما فيهم من اهوائهم ويَبْقى هوى الربّ كجُذْمورٍ وعليها يثبتون۔ ويوثرونه فى كل سبيل ولا يبالون زَمْجَرَةَ السُّفهآء ولايبالون اىّ الموٰمى هم ويحسبون سوطهم كنَبْتٍ صَبْهُوجٍ ولا يخافون۔ ويعلمون كل ما يعلمون مِنَ الْوَدِّ لامن الكَدِّ ويُسْقون من الغَيْبِ فَيَصْئُمُوْن۔ ويقطعون غير الله بسنانٍ هُذَامٍ ولِلّٰه يَرْصُمون۔ وما كان لابليس اَنْ يَرْطُمَهم ويَدْرَءُونه بانوارهم فلا ينقض الشيطانُ من قِرْبةٍ زأبوها ويخاف فِسِيَّهم التى يُضَهِّبون۔ وما ترىٰ فيهم هَذْرَيَةً يابسةً بل

توانکی ہمت کو بلند دیکھے گا تاکہ وہ رب الکونین کے حکموں کی جلدی سے تعمیل کریں

ان کا کلام شراب کی طرح۔

وہ دنیا سے ایک تنکے کے برابر لیتے ہیں

صرف اللہ کی محبت جڑ کی طرح ان میں رہ جاتی ہے محبت کی وجہ سے علوم کا دیا جانا۔

ان کی کلام میں روح اور معرفت

ترىٰ روحًا ومعرفةً وجادلوا اهواء النفس وشوا۔ اولٰئك هم قوم دُهاةٌ واولٰئك هم المهتدون۔ فَعَزُوا كلما فى اناء السلوك بما خرّوا امام الحضرة كالصُّعْلوك وبما كانوا كَضَخْرَسٍ ولا يَشْبَعُون۔ آثروا الامَرَّ والاَ لَذَّ واخرج الله منهما اهواء غيره واجنز۔ ووفّقهم بزَجْلِ ما سِوَاهُ وحسن مشيهم الى الله ليعلم كلّ قُمَيْثَلٍ انّهم هم الصّادقون۔

ومن خواصهم انّهم يطهّرون من النخوايل البشرية كما تُقْرِ المرأة من حيضها ويتوب الله اليهم فيُجْذَبون۔ يُخربون دار النفس بايديهم وبايدى الله ويرون الله باعين روحهم وينزهون من كلّ رِيْبَةٍ وفى العلم يكملون۔ ولهم مقام اَصْقَبُ من الملٰئكة عند الله بما خالفوا انفسهم واِعْلَنْبأُوا بالحِلْم ورَسَخُوْا كحِبطُون۔ وسنت نار محبّتهم وعدمت شباة نفوسهم وزادت ظُبَةُ سيوفهم فقطعوا كل حجاب وفنوا فى قنتوا لحضرة فلا يمضى هِنْوٌ من آوانهم الّا وهم يعيدون۔ وخَتَأَ الله قلوبهم عن غيره وشغفهم حُبًّا۔ فخَذَعَت ذرّاتهم كلّها لربهم وصار حُبّ الله طعامهم الذى يُطْعَمون۔ تجرّدلوا على طعامهم لئلّا يتناوله غيرهم فانّهم قومٌ

وہ سلوک کا پیالہ سب کا سب پی جاتے ہیں اور اسکے کہ وہ اللہ کے حضور فقیروں کی طرح گر جاتے ہیں اور بہت حریص ہوتے ہیں۔

ان کی محبت کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے نفسوں کا ڈنک نکال دیا گیا۔

اور اللہ انکے دلوں کو اپنے غیر سے روک دیتا ہے اور اپنی محبت میں محو کر دیتا ہے۔ محبت الٰہی ان کا کھانا ہو جاتی ہے

یُغَارُون. یبکون لِحبّھم حَذَلاً ویَمُضُّ قلبَھم

ھمُّہ وقد اُنْجَحَروا کالقِربۃ من ذکرہ ولہ

کل آنٍ یَنْجَرون. حَمِیَتْ قلوبھم کَرَضَفٍ

بحُبّ اللہ وزاد منھا سُھَا فُھم. ولھم مقام

عند اللہ لا یعلمہ الخلق ولذٰلك یَزْدرونھم

ویُنَطِّفُون.

وہ اپنے محبوب کیلئے رواں آنسوؤں کے ساتھ روتے ہیں۔

ومن علامانھم انّھم لا یخافون تلاطمَ

الفتن ویقطعون بحار البلاء کمواخر......

قومٌ باکون تَنْھَمِرُّ دموعھم اکثر من ماء تشربون۔

.... ھم قوم سُکِّرت عین الخلق منھم و

اعجبوا الملٰئکۃ بفعل یفعلون. وضعوا

لحومھم فی فانور الحضرۃ فَاَرَمَ اللہ ما علی

المائدۃ واُکلوا بانامل المحبۃ وفنوا

لِحبّ یتخیّرون۔

ان کے آنسو پانی سے بھی زیادہ رواں ہوتے ہیں۔

اللہ انکے ایک ایک ذرہ کو کھاجاتا ہے اور وہ محبت کے پپوٹوں کیساتھ کھاجاتے ہیں

(ترجمہ از خاکسار) اور ان کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ جنّت کی طلب اللہ کی لقاء کے لئے کرتے ہیں نہ کہ پرندوں کے گوشت اور انگوروں کی خاطر۔ تو ان کی ہمّت کو دونوں ہاتھ پھیلائے (یعنی بلند) دیکھے گا تاکہ وہ رب الکونین کے حکموں کی جلدی سے تعمیل کریں۔ وہ طبیعت انسانی کے حجابوں کی بوتل کو کھول دیتے ہیں اور اپنے صدق کے ساتھ بند الوہیت کو کھولتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ ان پر تجلیات کے لشکر بھیجتا ہے۔ پس وہ اپنے وجود کی بنیاد کو ڈھا دیتے ہیں اور ان کے نفس کا ڈنگ باقی نہیں رہتا اور سانپوں

سے بچ کر اللہ کی امان میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ باغوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان کے چہرے چمک اٹھتے ہیں بجلی کی طرح جب وہ روشن ہوتی ہے۔ وہ اہل دنیا کے چہرے سیاہ دیکھتے ہیں پس ان کو سفید کرنے کیلئے سعی کرتے ہیں ...... تو ان سادات کا کلام ایک ایسی شراب کی طرح پائے گا جو آسانی سے اندر چلی جاتی ہے۔ وہ دلوں میں گڑ جاتی ہے اور گناہوں سے دُور کرتی ہے۔

اوراُن کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ دنیا سے ایک تنی کے برابر لیتے ہیں اور دین کا بڑا حصّہ لیتے ہیں۔ وہ دُنیا کی نعمتوں سے چیونٹی کی اٹھائی ہوئی جتنی چیز کے برابر فائدہ اٹھاتے ہیں اور تقویٰ سے بہت زیادہ لیتے ہیں۔ وہ اپنے نفسوں کو تو اس کے تیر سیدھا کرنے کی طرح سیدھا کرتے ہیں اور بیخ و بُن سے اکھاڑ ڈالتے ہیں جو ان میں خواہشات ہوں۔ اور صرف اللہ کی محبت جڑ کی طرح باقی رہ جاتی ہے اور اس پر مضبوط ہوتے ہیں۔ اور اس کو ہر لحاظ سے ترجیح دیتے ہیں۔ اور سفہاء کی آوازوں کی پرواہ نہیں کرتے اور نہیں پرواہ کرتے کہ وہ کون لوگ ہیں! اور ان کے کوڑوں کو نرم ٹہنی کی طرح سمجھتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔ وہ جو کچھ عمل رکھتے ہیں محبّت کی وجہ سے رکھتے ہیں نہ کہ مشقت کی وجہ سے۔ اور غیب سے پلائے جاتے ہیں اور خوب پیتے ہیں۔ وہ غیر اللہ کو تیز دانتوں کے ساتھ کاٹ ڈالتے ہیں اور اللہ کے لئے تنگ راستوں میں داخل ہوتے ہیں۔ ابلیس کی طاقت نہیں ہوتی کہ ان کو کیچڑ میں ڈال دے اور اس کو اپنے انوار سے دُور کرتے ہیں۔ پس شیطان اس مشک سے کچھ کم نہیں کر سکتا جس کو وہ تیزی سے اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کی کمانوں سے ڈرتا ہے جن کو وہ آگ پر رکھ کر سیدھی کرتے ہیں۔ اور تو ان میں تیزی سے کہی ہوئی کثرتِ کلام جو خشک ہو نہیں دیکھے گا بلکہ تو روح اور معرفت دیکھے گا۔ اور وہ

يُغَارُون. يبكون لِحبّهم حَذَلاً ويَمُضُّ قلبَهم همُّه وقد انْفَجَروا كالقِرْبة من ذكره وله كل آنٍ يَتَضجَّرون. حَمِيَتْ قلوبهم كَرَضْفِ بحُبِّ الله وزاد منها سُهَا فُهم. ولهم مقام عند الله لا يعلمه الخلق ولذٰلك يَزْدرونهم ويُسَطِّفون.

ومن علاماتهم انهم لا يخافون تلاطمَ الفتن ويقطعون بحار البلاء كمواخر...... قومٌ باكون تَنْهَمِرُّ دموعهم اكثر من ماءٍ تشربون.

.... هم قوم سُكِّرت عين الخلق منهم وعجبوا الملٰئكة بفعل يفعلون. وضعوا لحومهم في انور الحضرة فَارَمَ اللهُ ما على المائدة واُكلوا بانامل المحبة وفنوا لِحبِّ يتخيّرون۔

وہ اپنے محبوب کیلئے رواں آنسوؤں کے ساتھ روتے ہیں۔

ان کے آنسو پانی سے بھی زیادہ رواں ہوتے ہیں۔

اللہ انکے ایک ایک ذرہ کو کھا جاتا ہے اور وہ محبت کے پوروں کیساتھ کھائے جاتے ہیں۔

(ترجمہ از خاکسار) اور ان کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ جنّت کی طلب اللہ کی لقاء کے لئے کرتے ہیں نہ کہ پرندوں کے گوشت اور انگوروں کی خاطر۔ تو ان کی ہمّت کو دونوں ہاتھ پھیلائے (یعنی بلند) دیکھے گا تاکہ وہ رب الکونین کے حکموں کی جلدی سے تعمیل کریں۔ وہ طبیعت انسانی کے حجابوں کی بوتل کو کھول دیتے ہیں اور اپنے صدق کے ساتھ بند الوہیت کو کھولتے ہیں۔ یہ اس وجہ سے کہ اللہ ان پر تجلیات کے لشکر بھیجتا ہے۔ پس وہ اپنے وجود کی بنیاد کو ڈھا دیتے ہیں اور ان کے نفس کا ڈنگ باقی نہیں رہتا اور سانپوں

سے بچ کر اللہ کی امان میں داخل ہو جاتے ہیں۔ وہ باغوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور ان کے چہرے چمک اٹھتے ہیں بجلی کی طرح جب وہ روشن ہوتی ہے۔ وہ اہل دنیا کے چہرے سیاہ دیکھتے ہیں پس ان کو سفید کرنے کیلئے سعی کرتے ہیں ...... تو ان سادات کا کلام ایک ایسی شراب کی طرح پائے گا جو آسانی سے اندر چلی جاتی ہے۔ وہ دلوں میں گڑ جاتی ہے اور گناہوں سے دُور کرتی ہے۔

اور ان کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ دنیا سے ایک تنی کے برابر لیتے ہیں اور دین کا بڑا حصّہ لیتے ہیں۔ وہ دُنیا کی نعمتوں سے چیونٹی کی اٹھائی ہوئی جتنی چیز کے برابر فائدہ اٹھاتے ہیں اور تقویٰ سے بہت زیادہ لیتے ہیں۔ وہ اپنے نفسوں کو تو اس کے تیر سیدھا کرنے کی طرح سیدھا کرتے ہیں اور بیخ و بُن سے اکھاڑ ڈالتے ہیں جو ان میں خواہشات ہوں۔ اور صرف اللہ کی محبت جڑ کی طرح باقی رہ جاتی ہے اور اسی پر مضبوط ہوتے ہیں۔ اور اس کو ہر لحاظ سے ترجیح دیتے ہیں۔ اور سفہاء کی آوازوں کی پرواہ نہیں کرتے اور نہیں پرواہ کرتے کہ وہ کون لوگ ہیں! اور ان کے کوڑوں کو نرم ٹہنی کی طرح سمجھتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔ وہ جو کچھ علم رکھتے ہیں محبّت کی وجہ سے رکھتے ہیں نہ کہ مشقت کی وجہ سے۔ اور غیب سے پلائے جاتے ہیں اور خوب پیتے ہیں۔ وہ غیر اللہ کو تیز دانتوں کے ساتھ کاٹ ڈالتے ہیں اور اللہ کے لئے تنگ راستوں میں داخل ہوتے ہیں۔ ابلیس کی طاقت نہیں ہوتی کہ ان کو کیچڑ میں ڈال دے اور اس کو اپنے انوار سے دُور کرتے ہیں۔ پس شیطان اس مشک سے کچھ کم نہیں کر سکتا جس کو وہ تیزی سے اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کی کمانوں سے ڈرتا ہے جن کو وہ آگ پر رکھ کر سیدھی کرتے ہیں۔ اور تو ان میں تیزی سے کہی ہوئی کثرتِ کلام جو خشک ہو نہیں دیکھے گا بلکہ تو روح اور معرفت دیکھے گا۔ اور وہ

اہوائے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور خوب جنگ کرتے ہیں۔ وہ بڑی عقلمند قوم ہوتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ وہ سلوک کے پیالے میں جو کچھ ہوتا ہے سب کا سب پی جاتے ہیں بوجہ اس کے کہ وہ اللہ کے حضور فقیروں کی طرح گِر جاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ بہت حریص ہوتے ہیں اور صبر نہیں ہوتے۔ وہ افضل اور زیادہ لذیذ کو چُن لیتے ہیں اور اپنے غیر کی خواہشات کو اللہ ان میں سے نکال ڈالتا ہے اور قطع کر دیتا ہے۔ اور ان کو توفیق دیتا ہے کہ اس کے غیر کو نیزوں سے چھید دیں اور دُور کر دیں۔ اور اللہ کی طرف عمدگی سے چلیں تاکہ ہر ایک قبیح چال والا جان لے کہ وہی صادق ہیں۔

اور ان کے خواص میں سے یہ ہے کہ وہ بشری آلائشوں سے پاک کئے جاتے ہیں جیسا کہ عورت اپنے حیض سے پاک کی جاتی ہے۔ اور اللہ ان کی طرف جھکتا ہے پس وہ جذب کئے جاتے ہیں۔ وہ نفس کے گھر کو اپنے اور اللہ کے ہاتھوں سے تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اور اللہ کو اپنی روح کی آنکھوں کے ساتھ دیکھتے ہیں اور ہر ایک شک و شبہ سے پاک کئے جاتے ہیں اور علم میں کامل کئے جاتے ہیں۔ ان کا مقام فرشتوں سے بھی زیادہ قریب ہے اللہ کے بوجہ اس کے کہ انہوں نے اپنے نفسوں کی مخالفت کی اور توجہ کے ساتھ
کی طرح ۔ ان کی محبت کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کے نفسوں کا ڈنگ نکال دیا گیا۔ اور ان کی تلواروں کی دھار زیادہ تیز کر دی گئی پس انہوں نے ہر ایک حجاب کو قطع کر دیا اور اللہ کی عمدہ خدمت میں فنا ہو گئے۔ پس ان کے اوقات میں سے کوئی وقت نہیں گذرتا مگر وہ عبادت کرتے ہیں۔ اللہ ان کے دلوں کو اپنے غیر سے روک دیتا

ہے اور اپنی محبت میں محو کر دیتا ہے۔ پس ان کے سب ذرات اپنے ربّ کے مطیع ہو جاتے ہیں اور محبت الٰہی ان کا کھانا ہو جاتی ہے جو وہ کھلائے جاتے ہیں۔ پس وہ اپنے کھانے کو دوسروں سے محفوظ رکھنے کے لئے اسی پہ ہاتھ کر لیتے ہیں تاکہ ان کے غیر اس کو نہ کھائیں کیونکہ وہ ایک غیرت مند قوم ہوتی ہے۔ وہ اپنے محبوب کے لئے رواں آنسوؤں کے ساتھ روتے ہیں اور اس کا غم ان کے دل کو دردناک کرتا ہے اور مشک کی طرح اس کے ذکر سے بھر جاتے ہیں۔ اور ہر وقت اس کے لئے اضطراب میں رہتے ہیں۔ گرم اور تپتے ہوئے پتھر کی طرح ان کے دل اللہ کی محبت میں گرم رہتے ہیں اور اس سے ان کی پیاس کی بیماری اور زیادہ ہوتی ہے۔ اور اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اس کو نہیں جانتے۔ اسی وجہ سے ان کو حقیر جانتے ہیں اور ان پر طرح طرح کے عیب لگاتے ہیں۔

اور ان کی علامتوں سے یہ ہے کہ وہ فتنوں کے جوش سے نہیں ڈرتے اور کشتیوں کی طرح بلاؤں کے سمندروں کو قطع کرتے ہیں ...... وہ ایک رونے والی قوم ہے۔ ان کے آنسو پانی سے بھی زیادہ رواں ہوتے ہیں جو تم پیتے ہو۔

وہ ایک قوم ہے کہ مخلوق کی آنکھ ان تک نہیں پہنچ سکتی اور اپنے افعال سے فرشتوں کو بھی تعجب میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ اپنے گوشتوں کو اللہ کے خوان میں رکھ دیتے ہیں پس اللہ ان کے ایک ایک ذرہ کو کھا لیتا ہے (اس تمام کے تمام کو کھا لیتا ہے جو خوان

میں ہوتا ہے) اور وہ محبت کے ہپوٹوں کے ساتھ کھائے جاتے ہیں اور اس محبوب کے لئے فنا ہو جاتے ہیں جس کو وہ اختیار کر لیتے ہیں۔

(سیرۃ الابدال ص۱۲ تا ص۱۵)

لیکچر لاہور

۳ ستمبر ۱۹۰۴ء

(اسلام اور اس ملک کے دیگر مذاہب)

مذہب کی غرض — خدا کی محبت جو غیر کی محبت کو جلا دے۔

مذہب کی اصل غرض اس سچے خدا کو پہچاننا ہے جس نے اس تمام عالم کو پیدا کیا ہے اور اس کی محبت میں اس مقام تک پہنچنا ہے جو غیر کی محبت کو جلا دیتا ہے اور اس کی مخلوق سے ہمدردی کرنا اور حقیقی پاکیزگی کا جامہ پہننا ہے۔

(لیکچر لاہور ص۲)

خدا کی محبت میں محو ہو جانا۔

یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالےٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ مگر اس جگہ سوال یہ ہے کہ اس جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔ اس کے جواب میں جو علم خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس آتش خانہ سے نجات ایسی معرفت الٰہی پر

جہنمی زندگی سے نجات کیونکر حاصل ہو۔

موقوف ہے جو حقیقی اور کامل ہو۔ کیونکہ نفسانی جذبات جو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں وہ ایک کامل درجہ کا سیلاب ہے جو ایمان کو تباہ کرنے کے لئے بڑے زور سے بہ رہا ہے۔ اور کامل کا تدارک بجز کامل کے غیر ممکن ہے۔ پس اسی وجہ سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک کامل معرفت کی ضرورت ہے۔

(لیکچر لاہور صـ۲)

ایمان جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔

ایمان جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ محبت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور معرفت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور ہر ایک غذا اور شربت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔ کیا تم بھوک کی حالت میں صرف ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو یا پیاس کی حالت میں صرف ایک قطرہ پانی سے سیراب ہو سکتے ہو۔ پس اے سست ہمتو اور طلب حق میں کاہلو تم تھوڑی معرفت سے اور تھوڑی محبت سے اور تھوڑے خوف سے کیونکر خدا کے بڑے فضل کے امیدوار ہو سکتے ہو۔

محبت جو کامل نہیں وہ بے سود ہے اور خوف جو کامل نہیں وہ بے سود ہے۔

گناہ سے پاک کرنا اور اپنی محبت سے پر کرنا قادر و توانا کا فعل ہے۔

گناہ سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اور اپنی محبت سے دل کو پر کر دینا اسی قادر و توانا کا فعل ہے اور اپنی عظمت کا خوف کسی دل میں قائم کرنا اسی جناب کے ارادہ سے وابستہ ہے۔ اور قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور قدردانی کی جڑ معرفت کاملہ ہے۔ پس جس کو معرفتِ کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب

کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔ اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔

اسلام کے معنے۔

(لیکچر لاہور صـ۷)

جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اس کو خدا کا دیدار نصیب ہو جائے وہ کس قسم کے نیک اعمال کرے۔

پھر اس کے بعد وہ قرآن شریف میں اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے دیدار الٰہی میسر آسکتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے مَنْ کَانَ یَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا۔ یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ ان میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو۔ بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند۔ نہ آسمان کے ستارے۔ نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے۔ اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز

سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور خدا تعالےٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت رُوح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے۔ اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں۔ پس اس نے افتاں وخیزاں بہر حال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنے لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا۔

(لیکچر لاہور صـ۶ ، صـ۷)

تمام راحت انسان کی خدا تعالےٰ کے قرب اور محبت میں ہے۔

اس آیت (الھکم التکاثر الخ) میں خدا تعالےٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالےٰ کے قرب اور محبت میں ہے اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہ جہنمی زندگی ہے۔ اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر ایک شخص اطلاع پا لیتا ہے۔

(لیکچر لاہور صـ۱۰)

کافروں کی حالت دُنیا کی طرف جھکے ہوئے ہونے کی وجہ سے۔

پھر ایک اور جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے انا اعتدنا للکافرین سلاسل واغلالًا وسعیرًا۔ اِنّ الابرار یشربون من کاسٍ کان مزاجھا کافورًا۔ عینًا یشرب بھا عباد اللّٰہ یفجرونھا تفجیرًا۔ ویسقون فیھا کاسًا کان

مزاجھا کافورًا۔ عینًا یشرب بھا عباد اللّٰہ یفجرونھا تفجیرًا۔ ویسقون فیھا کاسًا کان مزاجھا زنجبیلًا عینًا فیھا تسمّٰی سلسبیلًا۔ یعنی ہم نے کافروں کے لئے جو ہماری محبت دل میں نہیں رکھتے اور دُنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں زنجیر اور طوقِ گردن اور دل کے جلنے کے سامان تیار کر رکھے ہیں اور دُنیا کی محبت ان کے پیروں میں زنجیریں ہیں اور گردنوں میں ترکِ خدا کا ایک طوق ہے جس سے سر اٹھا کر اوپر کو نہیں دیکھ سکتے اور دُنیا کی طرف جھکے جاتے ہیں۔ اور دُنیا کی خواہشوں کی ہر وقت ان کے دلوں میں ایک جلن ہے۔ مگر وہ جو نیکو کار ہیں وہ اسی دنیا میں ایسا کافوری شربت پی رہے ہیں جس نے ان کے دلوں میں سے دُنیا کی محبت ٹھنڈی کر دی ہے اور دنیا طلبی کی پیاس بُجھا دی ہے۔

کافوری شربت

کافوری شربت کا ایک چشمہ ہے جو ان کو عطا کیا جاتا ہے اور وہ اس چشمہ کو پھاڑ پھاڑ کر نہر کی صورت پر کر دیتے ہیں تا وہ نزدیک اور دُور کے پیاسوں کو اس میں شریک کر دیں۔ اور جب وہ چشمہ نہر کی صورت پر آجاتا ہے اور قوتِ ایمانی بڑھ جاتی ہے اور محبت الٰہی نشوونما پانے لگتی ہے تب اُن کو ایک اور شربت پلایا جاتا ہے جو زنجبیلی شربت کہلاتا ہے...... تا خدا کی محبت کی گرمی ان میں بھڑکے کیونکہ صرف بدی کا ترک کرنا کمال نہیں ہے۔ پس اسی کا نام زنجبیلی شربت ہے اور اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جس کے معنے ہیں خدا کی راہ پوچھ۔

(لیکچر لاہور صـ۱۰ ، صـ۱۱)

یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہوسکتے اس لئے جابجا دُعا اور مجاہدہ کی ترغیب

اور چونکہ یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہوسکتے اس
لئے جابجا قرآن شریف میں دُعا کی ترغیب دی ہے اور مجاہدہ کی طرف
رغبت دلائی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ادعونی استجب لکم یعنی
دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کرونگا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ واذا سالک
عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا
دعان. فلیستجیبوالی ولیومنوابی لعلّھم
یرشدون. یعنی اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ
کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے؟ تو
اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں بہت ہی نزدیک ہوں۔ میں اپنے پکارنے والے
کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو مَیں اُس کی آواز سُنتا
ہوں اور اس سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ اپنے تئیں ایسے بناویں
کہ مَیں اُن سے ہم کلام ہوسکوں۔ اور مجھ پر کامل ایمان لاویں تا اُن کو میری
راہ ملے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا
لنھدینّھم سُبلنا. یعنی جو لوگ ہماری راہ میں اور ہماری
طلب کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور محنتیں کرتے ہیں ہم ان کو اپنی
راہ دکھلا دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین
یعنی اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دُعا بھی کرو اور کوشش بھی کرو اور
صادقوں کی صحبت میں بھی رہو کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے۔
یہ تمام احکام وہ ہیں جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہنچاتے ہیں۔
کیونکہ جیسا کہ مَیں بیان کرچکا ہوں اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن
خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا۔ اور اپنے تمام ارادوں سے

اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دعا بھی کرو اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو۔

اسلام کی حقیقت

کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا۔ اور خدا میں گم ہو
کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پُورا رنگ
حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بناء
پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض خدا کے ساتھ دیکھتی ہوں۔ اور ایسے
کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سُنتے ہوں۔ اور ایسا دل پیدا کرنا جو
سراسر اُسی کی طرف جُھکا ہوُا ہو۔ اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اُسی کے
بُلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور
انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں۔ اور پورے طور پر انسان
کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالےٰ کی رحمت اپنے
زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اُسی کو زندگی بخشتی ہے
اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور
جس کو عقلیں دریافت نہیں کرسکتیں اور آنکھیں اُس کی کُنہ تک نہیں
پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا
ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید. یعنی ہم اس
کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے نزدیک ہیں۔ پس ایسا ہی وہ اپنے
قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ
نابینائی دُور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو
ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور اس کی آواز سُنتا ہے اور اس کی
نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوُا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم
ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ
چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نُور کا پیراہن پہن

تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔

یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتے اسی لئے جابجا دُعا اور مجاہدہ کی ترغیب

اور چونکہ یہ مقامات صرف انسانی سعی سے حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے جابجا قرآن شریف میں دُعا کی ترغیب دی ہے اور مجاہدہ کی طرف رغبت دلائی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ ادعونی استجب لکم یعنی دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کرونگا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ واذا سالک عبادی عنّی فانّی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ فلیستجیبوالی ولیومنوالی لعلّھم یرشدون۔ یعنی اگر میرے بندے میرے وجود سے سوال کریں کہ کیونکر اس کی ہستی ثابت ہے اور کیونکر سمجھا جائے کہ خدا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مَیں بہت ہی نزدیک ہوں۔ میں اپنے پکارنے والے کو جواب دیتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے تو مَیں اُس کی آواز سُنتا ہوں اور اس سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ اپنے تئیں ایسے بناویں کہ مَیں اُن سے ہم کلام ہو سکوں۔ اور مجھ پر کامل ایمان لاویں تا اُن کو میری راہ ملے۔ اور پھر فرماتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینّھم سُبلنا۔ یعنی جو لوگ ہماری راہ میں اور ہماری طلب کے لئے طرح طرح کی کوششیں اور محنتیں کرتے ہیں ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین یعنی اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دُعا بھی کرو اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو کیونکہ اس راہ میں صحبت بھی شرط ہے۔ یہ تمام احکام وہ ہیں جو انسان کو اسلام کی حقیقت تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا۔ اور اپنے تمام ارادوں سے

اگر خدا سے ملنا چاہتے ہو تو دعا بھی کرو اور کوشش بھی کرو اور صادقوں کی صحبت میں بھی رہو۔

اسلام کی حقیقت

کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا۔ اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پُورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بناء پر اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض خدا کے ساتھ دیکھتی ہوں۔ اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سُنتے ہوں۔ اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اُس کی طرف جُھکا ہُوا ہو۔ اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اُس کے بُلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں۔ اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالےٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اُسی کو زندگی بخشتی ہے اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اُس کی کُنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے نزدیک ہیں۔ پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دُور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اور اس کی آواز سُنتا ہے اور اس کی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہُوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔ اور ایک نُور کا پیراہن پہن

تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔

لیتا ہے۔ اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ اور اِسی دُنیا میں دیدار اور گفتار اور جنّت کی نعمتوں کو پا لیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انّ الذین قالوا ربّنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے جس کی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہہ کر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں۔ اور کتنے ہی زلزلے آویں اور بلائیں نازل ہوں اور موت کا سامنا ہو ان کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا ان پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گذشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں اِسی دُنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش ہو۔

(لیکچر لاہور صا۱ ، صا۱۲)

جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مردہ دل ہے

پس جس دل میں یہ خواہش اور یہ طلب نہیں کہ خدا کا مکالمہ اور مخاطبہ یقینی طور پر اس کو نصیب ہو وہ ایک مُردہ دل ہے۔

(لیکچر لاہور صا۱۳)

اسلام

(لیکچر سیالکوٹ ۲ نومبر ۱۹۰۴ء)

ہمارے نبی کریمؐ اظہار سچائی کے لئے ایک مجدد اعظم تھے آپؐ کے ذریعہ سے درجۂ اصلاح

پس ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اظہار سچائی کے لئے ایک مجدّد اعظم تھے جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپ نے تمام دُنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور سے بدل گئی۔ جس قوم میں آپ ظاہر ہوئے آپ فوت نہ ہوئے جب تک کہ اس تمام قوم نے شرک کا چولہ اتار کر توحید کا جامہ نہ پہن لیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ لوگ اعلیٰ مراتبِ ایمان کو پہنچ گئے اور وہ کام صدق اور وفا اور یقین کے اُن سے ظاہر ہوئے کہ جس کی نظیر دنیا کے کسی حصّہ میں پائی نہیں جاتی۔ یہ کامیابی اور اس قدر کامیابی کسی نبی کو بجز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نصیب نہیں ہوئی۔ یہی ایک بڑی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ میں مبعوث اور تشریف فرما ہوئے جب کہ زمانہ نہایت درجہ کی ظلمت میں پڑا ہوا تھا۔ اور

طبعاً ایک عظیم الشان مصلح کا خواستگار تھا۔ اور پھر آپ نے ایسے وقت میں دُنیا سے انتقال فرمایا جب کہ لاکھوں انسان شرک اور بُت پرستی کو چھوڑ کر توحید اور راہِ راست اختیار کر چکے تھے۔ اور درحقیقت یہ کامل اصلاح آپ ہی سے مخصوص تھی کہ آپ نے ایک قوم وحشی سیرت اور بہائم خصلت کو انسانی عادات سکھلائے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہیں کہ بہائم کو انسان بنایا اور پھر انسانوں سے تعلیم یافتہ انسان بنایا۔ اور پھر تعلیم یافتہ انسانوں سے باخدا انسان بنایا اور روحانیت کی کیفیت اُن میں پھونک دی اور سچے خدا کے ساتھ ان کا تعلق پیدا کر دیا۔ وہ خدا کی راہ میں بکریوں کی طرح ذبح کئے گئے۔ اور چیونٹیوں کی طرح پیروں میں کچلے گئے مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ دیا۔ بلکہ ہر ایک مصیبت میں آگے قدم بڑھایا۔ پس بلاشبہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم روحانیت قائم کرنے کے لحاظ سے آدمِ ثانی تھے۔ بلکہ حقیقی آدم وہی تھے جن کے ذریعہ اور طفیل سے تمام انسانی فضائل کمال کو پہنچے اور تمام نیک قوتیں اپنے اپنے کام میں لگ گئیں اور کوئی شاخ فطرت انسانی کی بے بار و بر نہ رہی۔ اور ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہُوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔ اور چونکہ آپ صفات الٰہیہ کے مظہرِ اتم تھے اس لئے آپ کی شریعت صفات جلالیہ و جمالیہ دونوں کی حامل تھی اور آپ کے دو نام محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے ہیں اور آپ کی نبوت عامہ میں کوئی حصّہ بخل کا نہیں بلکہ وہ ابتدا سے تمام دنیا کے لئے ہے۔

(اسلام ملکی، ص ۵)

انسان گناہ سے پاک اور سچے طور پر خدا سے محبت کب کر سکتا ہے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اسی کی معرفت حاصل نہ ہو اور اس سے طاقت نہ ملے۔

(اسلام ص ۲۵)

معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے

غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور حجابوں کو درمیان سے اُٹھا دیتا ہے اور نفس امّارہ کے گرد و غبار کو دُور کر دیتا ہے اور رُوح کو قوّت اور زندگی بخشتا ہے اور نفس امّارہ کو امّارگی کے زنداں سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے اور نفسانی جذبات کی تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔ تب انسان میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ گندی زندگی سے طبعًا بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے رُوح میں پیدا ہوتی ہے وہ دُعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دُعا کرتے ہیں اور تمام نماز دُعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دُعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اور رنگ اور کیفیّت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے۔ ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس

پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ اس دُعا کی کیفیت۔ اس کی تفصیل۔

سے تریاق ہو جاتا ہے۔

مبارک وہ قیدی جو دُعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن رہائی پائیں گے۔ مبارک وہ اندھے جو دُعاؤں میں سُست نہیں ہوتے کیونکہ ایک دن دیکھنے لگیں گے۔ مبارک وہ جو قبروں میں پڑے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا کی مدد چاہتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

مبارک تم جبکہ دُعا کرنے میں کبھی ماندہ نہیں ہوتے اور تمہاری رُوح دُعا کے لئے پگھلتی ہے اور تمہاری آنکھ آنسو بہاتی اور تمہارے سینہ میں ایک آگ پیدا کر دیتی ہے اور تمہیں تنہائی کا ذوق اٹھانے کے لئے اندھیری کوٹھڑیوں اور سنسان جنگلوں میں لے جاتی ہے اور تمہیں بے تاب اور دیوانہ اور از خود رفتہ بنا دیتی ہے۔ کیونکہ آخر تم پر فضل کیا جاوے گا۔ وہ خدا جس کی طرف ہم بلاتے ہیں نہایت کریم و رحیم۔ حیا والا۔ صادق۔ وفادار۔ عاجزوں پر رحم کرنے والا ہے۔ پس تم بھی وفادار بن جاؤ اور پورے صدق اور وفا سے دُعا کرو کہ وہ تم پر رحم فرمائے گا۔ دنیا کے شور و غوغا سے الگ ہو جاؤ۔ اور نفسانی جھگڑوں کا دین کو رنگ مت دو۔ خدا کے لئے ہار اختیار کر لو اور شکست کو قبول کر لو تا بڑی بڑی فتحوں کے تم وارث بن جاؤ۔ دُعا کرنے والوں کو خدا معجزہ دکھائے گا۔ اور مانگنے والوں کو ایک خارق عادت نعمت دی جائے گی۔ دُعا خدا سے آتی ہے اور خدا کی طرف ہی جاتی ہے۔ دُعا سے خدا ایسا نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ تمہاری جان تم سے نزدیک ہے۔ دُعا کی پہلی نعمت یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوتی ہے پھر اس تبدیلی سے خدا بھی اپنی صفات میں تبدیلی کرتا ہے اور اس کے صفات غیر متبدل ہیں مگر تبدیلی یافتہ

کے لئے اس کی ایک الگ تجلّی ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔

(اسلام ص۲۶، ص۲۷)

دُعا کی کیفیت کی مزید تفصیل۔ روح کا کھڑا ہونا اور رکوع کرنا اور سجدہ کرنا۔

غرض دُعا وہ اکسیر ہے جو ایک مشتِ خاک کو کیمیا کر دیتی ہے اور وہ ایک پانی ہے جو اندرونی غلاظتوں کو دھو دیتا ہے۔ اس دُعا کے ساتھ رُوح پگھلتی ہے اور پانی کی طرح بہہ کر آستانہ حضرتِ احدیت پر گرتی ہے۔ وہ خدا کے حضور میں کھڑی بھی ہوتی ہے اور رکوع بھی کرتی ہے اور سجدہ بھی کرتی ہے۔ اور اسی کی ظلّ وہ نماز ہے جو اسلام نے سکھلائی ہے۔ اور رُوح کا کھڑا ہونا یہ ہے کہ وہ خدا کے لئے ہر ایک مصیبت کی برداشت اور حکم ماننے کے بارے میں مستعدی ظاہر کرتی ہے۔ اور اس کا رکوع یعنی جھکنا یہ ہے کہ وہ تمام محبتوں اور تعلقوں کو چھوڑ کر خدا کی طرف جھک آتی ہے اور خدا کے لئے ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا سجدہ یہ ہے کہ وہ خدا کے آستانہ پر گر کر اپنے تئیں بکلّی کھو دیتی ہے اور اپنے نقشِ وجود کو مٹا دیتی ہے۔ یہی نماز ہے جو خدا کو ملاتی ہے۔

(اسلام ص۲۸)

خدا تعالیٰ کی ذاتی محبت اور بنی نوع کی ہمدردی۔

اس محبت کا کوئی عارضی سہارا نہیں ہوتا۔ نہ بہشت کی خواہش۔ نہ دوزخ کا خوف۔ نہ دُنیا کا آرام اور نہ کوئی مال و دولت۔ بلکہ ایک لامعلوم تعلق ہے جس کو خدا ہی جانتا ہے اور عجیب تر یہ کہ گرفتارِ محبت بھی اس تعلق کی کُنہ کو نہیں پہنچ سکتا کہ یہ کیوں ہے اور کس طرح سے ہے کیونکہ وہ ازل سے تعلق ہوتا ہے۔ وہ تعلق معرفت کے

ذریعہ سے نہیں بلکہ معرفت بعد میں آتی ہے جو اس تعلق کو روشن کر دیتی ہے جیسا کہ پتھر میں آگ تو پہلے سے ہے لیکن چقماق سے آگ کے شعلے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالےٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔

(اسلام صـ۲۹، صـ۳۰)

مذہب سے غرض بدی سے پاک ہو کر روح کا ہر وقت آستانۂ الٰہی پر گرے رہنا اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جانا

مذہب سے غرض یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ہر ایک بدی سے پاک کر کے اس لائق بنا دے کہ اس کی رُوح ہر وقت خدا تعالےٰ کے آستانہ پر گری رہے اور یقین اور محبت اور معرفت اور صدق اور وفا سے بھر جائے۔ اور اس میں ایک خالص تبدیلی پیدا ہو جائے تا اسی دُنیا میں بہشتی زندگی اس کو حاصل ہو........ بلکہ حقیقی پاکی تب حاصل ہوتی ہے جب انسان گندی زندگی سے توبہ کر کے ایک پاک زندگی کا خواہاں ہو۔

پاک زندگی کے حصول کے ذرائع

اور اس کے حصُول کے لئے صرف تین باتیں ضروری ہیں۔ اوّل تدبیر اور مجاہدہ کہ جہاں تک ممکن ہو گندی زندگی سے باہر آنے کے لئے کوشش کرے اور دوسرے دعا کہ ہر وقت جنابِ الٰہی میں نالاں رہے۔ تا وہ گندی زندگی سے اپنے ہاتھ سے اس کو باہر نکالے اور ایک ایسی آگ اس میں پیدا کرے جو بدی کے خس و خاشاک کو بھسم کر دے اور ایک ایسی قوت عنایت کرے جو نفسانی جذبات پر غالب آ جاوے۔ اور چاہیئے کہ اسی طرح دُعا میں لگا رہے جب تک کہ وہ وقت آجاوے کہ ایک الٰہی نور اُس کے دل پر نازل ہو اور ایک ایسا چمکتا ہوا شعاع

اس کے نفس پر گرے کہ تمام تاریکیوں کو دُور کر دے اور اُس کی کمزوریاں دُور فرمائے اور اُس میں پاک تبدیلی پیدا کرے۔ کیونکہ دُعاؤں میں بِلاشُبہ تاثیر ہے۔ اگر مُردے زندہ ہو سکتے ہیں تو دُعاؤں سے۔ اور اگر اسیر رہائی پا سکتے ہیں تو دُعاؤں سے۔ اور اگر گندے پاک ہو سکتے ہیں تو دعاؤں سے۔ مگر دُعا کرنا اور مرنا قریب قریب ہے۔ تیسرا طریق صحبت کاملین اور صالحین ہے کیونکہ ایک چراغ کے ذریعہ سے دوسرا چراغ روشن ہو سکتا ہے۔ غرض یہ تین طریق ہی گناہوں سے نجات پانے کے ہیں جن کے اجتماع سے آخر کار فضل شاملِ حال ہو جاتا ہے۔

(اسلام صـ۴۱ تا صـ۴۲)

براہین احمدیہ

(حصّہ پنجم)

خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسّر آ سکتی ہے۔

جو لوگ سچے دل سے خدا کے طالب ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسّر آ سکتی ہے اور خدا کو خدا کے ساتھ ہی شناخت کر سکتے ہیں اور خدا اپنی حجت آپ ہی پوری کر سکتا ہے انسان کے اختیار میں نہیں۔ اور انسان کبھی کسی حیلہ سے گناہ سے بیزار ہو کر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا جب کہ معرفتِ کاملہ حاصل نہ ہو۔ اور اس جگہ کوئی کفارہ مفید نہیں اور کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل محبت اور کامل خوف یہی دونوں چیزیں ہیں جو گناہ سے روکتی ہیں۔ کیونکہ محبت اور خوف کی آگ جب بھڑکتی ہے تو گناہ کے خس وخاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور یہ پاک آگ اور گناہ کی گندی آگ دونوں جمع ہو ہی نہیں سکتیں۔ غرض انسان نہ بدی سے رک سکتا ہے اور نہ محبت میں ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ کامل معرفت اس کو نصیب نہ ہو۔ اور کامل معرفت نہیں ملتی جب تک کہ انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف سے زندہ برکات اور معجزات نہ دیئے جائیں۔

کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم

دیباچہ صہ ۵ ، صہ ۶)

زندگی کی غرض۔

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا ؛ لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جدا

اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدّعا ؛ جنّت بھی ہے یہی کہ ملے یار آشنا

دنیا کی بے ثباتی۔

اے حُبِ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں ؛ اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جا کے ان کے مقابر کو اک نظر ؛ سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر

اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے ؛ اک دن یہ صبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے

اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے ؛ پھر دفن کر کے گھر میں تاسف سے آئیں گے

اے لوگو عیشِ دنیا کو ہرگز وفا نہیں ؛ کیا تم کو خوفِ مرگ و خیالِ فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے ؛ کس نے بُلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے

وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے ؛ خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو ؛ نفسِ دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو

. . . .

رخِ محبوبِ یار کی مے سے مستی۔

پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں ؛ وہ اس سے مل کے دل کو اسی سے ملاتے ہیں

وہ اس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں ؛ ہر دم اسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں

جس مے کو پی لیا ہے وہ اس مے سے مست ہیں ؛ سب دشمن ان کے ان کے مقابل میں پست ہیں

کچھ ایسے مست ہیں وہ رخِ خوبِ یار سے ؛ ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے

ان سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں ؛ یہ اس لئے کہ عاشقِ یارِ یگانہ ہیں

. . . .

جذب الی اللہ۔

جن کو نشانِ حضرتِ باری ہُوا نصیب ؛ وہ اس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب

کھنچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے ؛ کچھ ایسا نُور دیکھا کہ اس کے ہی ہو گئے

بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے ؛ اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اس کی چاہ سے

. . . .

براہینِ احمدیہ

(حصّہ پنجم)

خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسّر آ سکتی ہے۔

جو لوگ سچّے دل سے خدا کے طالب ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسّر آ سکتی ہے اور خدا کو خدا کے ساتھ ہی شناخت کر سکتے ہیں اور خدا اپنی حجت آپ ہی پوری کر سکتا ہے انسان کے اختیار میں نہیں۔ اور انسان کبھی کسی حیلہ سے گناہ سے بیزار ہو کر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا جب کہ معرفت کاملہ حاصل نہ ہو۔ اور اس جگہ کوئی کفارہ مفید نہیں اور کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے۔ اور کامل محبت اور کامل خوف یہی دو توں چیزیں ہیں جو گناہ سے روکتی ہیں۔ کیونکہ محبّت اور خوف کی آگ جب بھڑکتی ہے تو گناہ کے خس و خاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور یہ پاک آگ اور گناہ کی گندی آگ دونوں جمع ہو ہی نہیں سکتیں۔ غرض انسان نہ بدی سے رک سکتا ہے اور نہ محبت میں ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ کامل معرفت اس کو نصیب نہ ہو۔ اور کامل معرفت نہیں ملتی جب تک کہ انسان کو خدا تعالےٰ کی طرف سے زندہ برکات اور معجزات نہ دیئے جائیں۔

کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم

دیباچہ صہ۵، صہ۶)

زندگی کی غرض۔

لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اس سے ہیں جدا ؎ کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا

دنیا کی بے ثباتی۔

جنّت بھی ہے یہی کہ ملے یار آشنا ؎ اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مُدعا

اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں ؎ اے حُبِ جاہ والو یہ رہنے کی جا نہیں

سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر ؎ دیکھو تو جاکے ان کے مقابر کو اک نظر

اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے ؎ اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے

پھر دفن کرکے گھر میں تاسف سے آئیں گے ؎ اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے

کیا تم کو خوف مرگ و خیالِ فنا نہیں ؎ اے لوگو عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں

کس نے بُلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے ؎ سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے

خوش مت رہو کہ کوچ کی نوبت قریب ہے ؎ وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے

نفس دنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو ؎ ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو

. . . .

وہ اس سے مل کے دل کو اسی سے ملاتے ہیں ؎ پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں

ہر دم اسی کے ہاتھ سے اک جام پیتے ہیں ؎ وہ اس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں

رخِ محبوبِ یار کی مے سے مستی۔

سب دشمن ان کے ان کے مقابل میں پست ہیں ؎ جس مے کو پی لیا ہے وہ اس مے سے مست ہیں

ڈرتے کبھی نہیں ہیں وہ دشمن کے وار سے ؎ کچھ ایسے مست ہیں وہ رخِ خوبِ یار سے

یہ اس لئے کہ عاشقِ یار یگانہ ہیں ؎ ان سے خدا کے کام سبھی معجزانہ ہیں

. . . .

جذب الی اللہ۔

وہ اس جنابِ پاک سے ہر دم ہوئے قریب ؎ جن کو نشان حضرتِ باری ہُوا نصیب

کچھ ایسا نُور دیکھا کہ اس کے ہی ہو گئے ؎ کھینچے گئے کچھ ایسے کہ دنیا سے سو گئے

اس چاہ سے نکلتے ہیں لوگ اس کی چاہ سے ؎ بن دیکھے کیسے پاک ہو انساں گناہ سے

. . . .

بن دیکھے کس طرح کسی مہ رُخ پہ آئے دل ٭ کیونکر کوئی خیالی صنم سے لگائے دل
دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی ٭ حسن و جمالِ یار کے آثار ہی سہی

. . . .

اس آشنا سے ملنے کا نسخہ

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا ٭ اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما
عاشق جو ہیں وہ یار کو مَر مَر کے پاتے ہیں ٭ جب مر گئے تو اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے ٭ دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے

. . . .

تقویٰ کے معنے

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو ٭ کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو
اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو ٭ اس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو ٭ ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو
تلخی کی زندگی کو کرو صدق سے قبول ٭ تا تم پہ ہو ملائکۂ عرش کا نزول

اسلام کیا چیز ہے۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لئے فنا ٭ ترکِ رضائے خویش پئے مرضئ خدا
جو مر گئے انہی کے نصیبوں میں ہے حیات ٭ اس رہ میں زندگی نہیں ملتی بجز ممات
شوخی و کبر دیو لعین کا شکار ہے ٭ آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے
اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو ٭ زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیور کو
بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں ٭ شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں
چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے ٭ ہو جاؤ خاک مرضئ مولیٰ اسی میں ہے

. . . .

بدگمانی سے بچنے کی تاکید

تم دیکھ کر بھی بد کو بچو بدگمان سے ٭ ڈرتے رہو عقابِ خدائے جہان سے
شاید تمہاری آنکھ ہی کر جائے کچھ خطاء ٭ شاید وہ بد نہ ہو جو تمہیں ہے وہ بدنما
شاید تمہاری فہم کا ہی کچھ قصور ہو ٭ شاید وہ آزمائش ربِّ غفور ہو

پھر تم تو بدگمانی سے اپنی ہوئے ہلاک ٭ خود سر پہ اپنے لے لیا خشمِ خدائے پاک
گر ایسے تم دلیریوں میں بے حیا ہوئے ٭ پھر اتّقا کے سوچو کہ معنے ہی کیا ہوئے
موسےٰ بھی بدگمانی سے شرمندہ ہو گیا ٭ قرآں میں خضر نے جو کیا تھا پڑھو ذرا
بندوں میں اپنے بھید خدا کے ہیں صد ہزار ٭ تم کو نہ علم ہے نہ حقیقت ہے آشکار
پس تم تو ایک بات کے کہنے سے مر گئے ٭ یہ کیسی عقل تھی کہ براہِ خطر گئے
بدبخت تر تمام جہاں سے وہی ہوا ٭ جو ایک بات کہہ کے ہی دوزخ میں جا گرا
پس تم بچاؤ اپنی زبان کو فساد سے ٭ ڈرتے رہو عقوبتِ ربّ العباد سے

زبان اور عضو نہانی بچانیوالا سیدھا جنت میں جائیگا۔

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا ٭ سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائیگا
وہ اِک زبان ہے عضوِ نہانی ہے دوسرا ٭ یہ ہے حدیثِ سیدنا سیدالوریٰ

. . . .

مسیح موعود کو قبولیت دینا۔

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا ٭ گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا۔
جو کچھ مراد تھی سب کچھ دکھا دیا ٭ میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

. . . .

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا ٭ مَیں خاک تھا اس نے ثریا بنا دیا
مَیں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہنر ٭ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱ تا ص۱۴۲ طبع اول)

اسلام ایک بابرکت اور خدا نما مذہب ہے اس کی سچی پابندی کا نتیجہ۔

اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جائے جو خدا تعالےٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں تو وہ اسی جہاں میں خدا کو دیکھ لے گا۔ وہ خدا جو دُنیا

کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقول رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدا تعالےٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے۔ اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پُرحکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے۔ اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لا شریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دُنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دُنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔

قرآن شریف میں برکت اور قوتِ جاذبہ۔

اس پر ایمان لانیوالے کو ذاتی بصیرت اور پاک رؤیت۔

وحدتِ الٰہی کی عظمت۔

انسانی فطرت کی دو شاخیں

انسانی فطرت ایک ایسے درخت کی طرح واقع ہے جس کے ایک حصّہ کی شاخیں نجاست اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں اور دوسرے حصّہ کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑتی ہیں جو کیوڑہ اور گلاب اور دوسری لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے اور ہر ایک حصّے کی طرف سے جب کوئی ہوا چلتی ہے تو بدبو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو پھیلا دیتی ہے .... اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نفحات الٰہیہ اس کے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں اور اس کی رُوح کو اپنی خاص تربیت سے دمبدم نورانیت اور تازگی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقتِ بالا سے قوت پا کر اس قدر اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اوپر گذر جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ ۱۶ و صفحہ ۱۷ طبع اوّل)

مذہب اسی کا نام ہے جو اس زندہ اور قادر خدا کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔ اسکے پانے کا نتیجہ

وہ زندہ خدا جو قادرانہ نشانوں کی شعاع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے۔ وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچی سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے اور استقامت اور دلی بہادری کو عطاء فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہوں کو جلا دیتا ہے اور پانی بن کر دُنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو دیتا ہے۔ مذہب اسی کا نام ہے جو اس کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۸ طبع اوّل)

اصل بدخواہ مذہب اور قوم کون ہیں۔

اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے

کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقول رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدا تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے۔ اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پُرحکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے۔ اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لاشریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دُنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دُنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔

قرآن شریف میں برکت اور قوتِ جاذبہ۔
اس پر ایمان لانیوالے کو ذاتی بصیرت اور پاک رؤیت۔
وحدتِ الٰہی کی عظمت۔

انسانی فطرت ایک ایسے درخت کی طرح واقع ہے جس کے ایک حصّہ کی شاخیں نجاست اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں اور دوسرے حصّہ کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑتی ہیں جو کیوڑہ اور گلاب اور دوسری

انسانی فطرت کی دو شاخیں

لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے اور ہر ایک حصّے کی طرف سے جب کوئی ہوا چلتی ہے تو بدبو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو پھیلا دیتی ہے .... اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نفحات الٰہیہ اس کے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں اور اس کی رُوح کو اپنی خاص تربیت سے دمبدم نورانیت اور تازگی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقتِ بالا سے قوت پا کر اس قدر اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اوپر گذر جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ ص۱۶، ص۱۷ طبع اوّل)

وہ زندہ خُدا جو قادرانہ نشانوں کی شعاع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے۔ وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچّی سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے اور استقامت اور دلی بہادری کو عطاء فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہوں کو جلا دیتا ہے اور پانی بن کر دُنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو دیتا ہے۔ مذہب اسی کا نام ہے جو اس کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۸ طبع اوّل)

مذہب اسی کا نام ہے جو اس زندہ اور قادر خدا کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں اسکے پانے کا نتیجہ

اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچّی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے

اصل بدخواہ مذہب اور قوم کون ہیں۔

کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔ قرآن شریف معقول رنگ میں اور آسمانی نشانوں کے رنگ میں نہایت سہل اور آسان طریق سے خدا تعالےٰ کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور اس میں ایک برکت اور قوتِ جاذبہ ہے جو خدا کے طالب کو دمبدم خدا کی طرف کھینچتی اور روشنی اور سکینت اور اطمینان بخشتی ہے۔ اور قرآن شریف پر سچا ایمان لانے والا صرف فلسفیوں کی طرح یہ ظن نہیں رکھتا کہ اس پُرحکمت عالم کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیئے بلکہ وہ ایک ذاتی بصیرت حاصل کر کے اور ایک پاک رؤیت سے مشرف ہو کر یقین کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ فی الواقع وہ صانع موجود ہے۔ اور اس پاک کلام کی روشنی حاصل کرنے والا محض خشک معقولیوں کی طرح یہ گمان نہیں رکھتا کہ خدا واحد لا شریک ہے بلکہ صدہا چمکتے ہوئے نشانوں کے ساتھ جو اس کا ہاتھ پکڑ کر ظلمت سے نکالتے ہیں واقعی طور پر مشاہدہ کر لیتا ہے کہ درحقیقت ذات اور صفات میں خدا کا کوئی بھی شریک نہیں۔ اور نہ صرف اس قدر بلکہ وہ عملی طور پر دُنیا کو دکھا دیتا ہے کہ وہ ایسا ہی خدا کو سمجھتا ہے اور وحدتِ الٰہی کی عظمت ایسی اس کے دل میں سما جاتی ہے کہ وہ الٰہی ارادہ کے آگے تمام دُنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بلکہ مطلق لاشے اور سراسر کالعدم سمجھتا ہے۔

(حاشیہ: قرآن شریف میں برکت اور قوتِ جاذبہ۔ اس پر ایمان لانیوالے کو ذاتی بصیرت اور پاک رؤیت۔ وحدتِ الٰہی کی عظمت۔)

انسانی فطرت ایک ایسے درخت کی طرح واقع ہے جس کے ایک حصّہ کی شاخیں نجاست اور پیشاب کے گڑھے میں غرق ہیں اور دوسرے حصّہ کی شاخیں ایک ایسے حوض میں پڑتی ہیں جو کیوڑہ اور گلاب اور دوسری

(حاشیہ: انسانی فطرت کی دو شاخیں)

لطیف خوشبوؤں سے پُر ہے اور ہر ایک حصّے کی طرف سے جب کوئی ہوا چلتی ہے تو بدبو یا خوشبو کو جیسی کہ صورت ہو پھیلا دیتی ہے .... اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل دستگیر ہو اور نفحاتِ الٰہیہ اس کے صاف اور معطر کرنے کے لئے آسمان سے چلیں اور اس کی رُوح کو اپنی خاص تربیت سے دمبدم نورانیت اور تازگی اور پاک طاقت بخشیں تو وہ طاقتِ بالا سے قوت پاکر اس قدر اوپر کی طرف کھینچا جاتا ہے کہ فرشتوں کے مقام سے بھی اوپر گذر جاتا ہے۔

(براہین احمدیہ ص۱۶ رص۱۷ طبع اوّل)

وہ زندہ خُدا جو قادرانہ نشانوں کی شعاع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے۔ وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچی سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے اور استقامت اور دلی بہادری کو عطاء فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہوں کو جلا دیتا ہے اور پانی بن کر دُنیا پرستی کی خواہشوں کو دھو دیتا ہے۔ مذہب اسی کا نام ہے جو اس کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔

(حاشیہ: مذہب اسی کا نام ہے جو اس زندہ اور قادر خدا کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں اسکے پانے کا نتیجہ)

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۸ طبع اوّل)

اصل بدخواہ مذہب اور قوم کے وہی بدکردار لوگ ہوتے ہیں جو حقیقت اور سچی معرفت اور سچی پاکیزگی کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے

(حاشیہ: اصل بدخواہ مذہب اور قوم کون ہیں۔)

اور صرف نفسانی جوشوں کا نام مذہب رکھتے ہیں۔ تمام وقت فضول لڑائی جھگڑوں اور گندی باتوں میں صرف کرتے ہیں اور جو وقت خدا کے ساتھ خلوت میں خرچ کرنا چاہیئے وہ خواب میں بھی ان کو میسّر نہیں ہوتا۔

(براہین احمدیہ حصّہ صـ ۱۹ طبع اوّل)

خدادانی تمام اسی میں منحصر ہے کہ زندہ خدا سے ہم کلام ہو جائے

خدا دانی تمام اسی میں منحصر ہے کہ اس زندہ خدا تک رسائی ہو جائے کہ جو اپنے مقرب انسانوں کو نہایت صفائی سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اپنی پُرشوکت اور لذیذ کلام سے ان کو تسلّی اور سکینت بخشتا ہے۔ اور جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے بولتا ہے ایسا ہی یقینی طور پر جو بکلّی شک و شبہ سے پاک ہے ان سے باتیں کرتا ہے ان کی بات سُنتا ہے اور اس کا جواب دیتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کو سُن کر دُعاؤں کے قبول کرنے سے ان کو اطلاع بخشتا ہے۔ اور ایک طرف لذیذ اور پُرشوکت قول سے اور دوسری طرف معجزانہ فعل سے اور اپنے قوی اور زبردست نشانوں سے ان پر ثابت کر دیتا ہے کہ میں ہی خُدا ہوں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ ۲۱ طبع اوّل)

خدا کے مقبول سیدھے اور سادہ طبع ہوتے ہیں

خدا کے مقبول اور راستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالیٰ کے سامنے ان بچوں کی طرح ہوتے ہیں جو ماں کی گود میں ہوں۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ ۲۲ طبع اوّل)

مکالمات صحیحہ اور ان کو سچ کر کے دکھلانے والے معجزانہ افعال سے ان کے یقین کو نورٌ علیٰ نور کیا جاتا ہے

ایک طرف وہ مکالمات صحیحہ واضحہ یقینیہ سے مشرف کئے جاتے ہیں اور امورِ غیبیہ جن کا علم انسانوں کی طاقت سے باہر ہے ان پر خدائے کریم و قدیر اپنے صریح کلام کے ذریعہ سے منکشف کرتا رہتا ہے اور دوسری طرف معجزانہ افعال سے جو ان اقوال کو سچ کر کے دکھلاتے ہیں ان کے یقین کو نورٌ علیٰ نور کیا جاتا ہے اور جس قدر انسان کی طبیعت تقاضا کرتی ہے کہ خدا کی یقینی شناخت کے لئے اس قدر معرفت چاہیئے وہ معرفت قولی اور فعلی تجلی سے پُوری کی جاتی ہے یہاں تک کہ ایک ذرّہ کے برابر بھی تاریکی درمیان نہیں رہتی۔ یہ خدا ہے جسکے ان قولی فعلی تجلیات کے بعد جو ہزاروں انعامات اپنے اندر رکھتی ہیں اور نہایت قوی اثر دل پر کرتی ہیں انسان کو سچا اور زندہ ایمان نصیب ہوتا ہے اور ایک سچا اور پاک تعلق خدا سے ہو کر نفسانی غلاظتیں دُور ہو جاتی ہیں۔ اور تمام کمزوریاں دُور ہو کر آسمانی روشنی کی تیز شعاعوں سے اندرونی تاریکی الوداع ہوتی ہے۔ اور ایک عجیب تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ ۲۲ و صـ ۲۳ طبع اوّل)

یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسے ہمیں روشنی بخشنے کے لئے ہر روز تازہ طور پر آفتاب نکلتا ہے اور ہم اس قدر حصّہ سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور نہ کچھ تسلی پا سکتے ہیں کہ ہم اندھیرے میں ہوں اور روشنی کا نام و نشان نہ ہو اور یہ کہا جائے کہ آفتاب تو ہے مگر وہ کسی پہلے زمانہ میں طلوع کرتا تھا اور اب وہ ہمیشہ کے لئے پوشیدہ ہے۔ ایسا ہی وہ حقیقی آفتاب

جو دلوں کو روشن کرتا ہے ہر روز تازہ بتازہ طلوع کرتا ہے اور اپنی قولی فعلی تجلیات سے انسان کو حصّہ بخشتا ہے۔ وہی خدا سچا ہے اور وہی مذہب سچا ہے جو ایسے خدا کے وجود کی بشارت دیتا ہے اور ایسے خدا کو دکھلاتا ہے۔ اسی زندہ خدا سے نفس پاک ہوتا ہے۔

گناہ کی تاریکی کا علاج فقط وہ تجلیاتِ الٰہیہ قولی وفعلی ہیں جو معجزانہ رنگ میں کسی سعید دل پر نازل ہوتی ہیں۔

یہ مت اُمید رکھو کہ کوئی اور منصوبہ انسانی نفس کو پاک کر سکے۔ جس طرح تاریکی کو صرف روشنی ہی دُور کرتی ہے۔ اسی طرح گناہ کی تاریکی کا علاج فقط وہ تجلیاتِ الٰہیہ قولی وفعلی ہیں جو معجزانہ رنگ میں پُر زور شعاعوں کے ساتھ خدا کی طرف سے کسی سعید دل پر نازل ہوتی ہیں اور دکھا دیتی ہیں کہ خدا ہے۔ اور تمام شکوک کی غلاظت کو دُور کر دیتی ہیں اور تسلی اور اطمینان بخشتی ہیں۔ پس اس طاقت بالا کی زبردست کشش سے وہ سعید آسمان کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اس کے سوا جس قدر علاج پیش کئے جاتے ہیں سب فضول بناوٹ ہے۔ ہاں کامل طور پر پاک ہونے کے لئے صرف معرفت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ پُر درد دُعاؤں کا سلسلہ جاری رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ خدا تعالیٰ غنی بے نیاز ہے۔ اس کے فیوض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایسی دُعاؤں کی سخت ضرورت ہے جو گریہ اور بکا اور صدق وصفا اور دردِ دل سے پُر ہوں۔ تم دیکھتے ہو کہ بچہ شیر خوار اگرچہ اپنی ماں کو خوب شناخت کرتا ہے اور اس سے محبت بھی رکھتا ہے اور ماں بھی اس سے محبت رکھتی ہے مگر پھر بھی ماں کا دودھ اترنے کے لئے شیر خوار بچوں کا رونا بہت کچھ دخل رکھتا ہے۔ ایک طرف بچہ دردناک طور پر بھوک سے روتا ہے اور دوسری طرف اس کے رونے کا ماں کے دل پر اثر پڑتا ہے اور دودھ اُترتا ہے۔

ایسی دُعاؤں کی سخت ضرورت جو گریہ اور بکا اور صدق وصفا اور دردِ دل سے پُر ہوں۔

پس اس خدا تعالیٰ کے سامنے ہر ایک طالب کو اپنی گریہ وزاری سے اپنی روحانی بھوک پیاس کا ثبوت دینا چاہئے تا وہ روحانی دودھ اترے اور اسے سیراب کرے۔

پاک وصاف ہونے کیلئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دردناک گریہ وزاری بھی ضروری ہے۔ نفس میں قوتِ توبہ۔

غرض پاک وصاف ہونے کے لئے صرف معرفت کافی نہیں بلکہ بچوں کی طرح دردناک گریہ وزاری بھی ضروری ہے۔ اور نومید مت ہو اور خیال مت کرو کہ ہمارا نفس گناہوں سے بہت آلودہ ہے ہماری دعائیں کیا چیز ہیں اور کیا اثر رکھتی ہیں کیونکہ انسانی نفس جو دراصل محبت کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ اگرچہ گناہ کی آگ سے سخت مشتعل ہو جائے پھر بھی اس میں ایک ایسی قوتِ توبہ ہے کہ وہ اس آگ کو بُجھا سکتی ہے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ پانی کو کیسا ہی آگ سے گرم کیا جائے مگر تاہم جب آگ پر اس کو ڈالا جائے تو وہ آگ کو بُجھا دے گا۔

یہی ایک طریق ہے کہ جب سے خدا تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے اسی طریق سے ان کے دل پاک وصاف ہوتے رہے ہیں یعنی بغیر اس کے جو زندہ خدا خود اپنی تجلی قولی و فعلی سے اپنی ہستی اور طاقت اور اپنی خدائی ظاہر کرے اور اپنا رعب چمکتا ہوا دکھائے اور کسی طریق سے انسان گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۲۳ ، صـ۲۴ طبع اوّل)

سچی پاکیزگی بہت سے دکھ اور مجاہدات کو چاہتی ہے۔ پاک زندگی کے لئے موت کا پیالہ۔

اصل امر یہ ہے کہ انسان کا نفس کچھ ایسا واقع ہے کہ ایسے طریق کو زیادہ پسند کر لیتا ہے جس میں کوئی محنت اور مشقت نہیں۔ مگر سچی پاکیزگی بہت سے دُکھ اور مجاہدات کو چاہتی ہے اور وہ

پاک زندگی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک انسان موت کا پیالہ نہ پی لے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۲۵ طبع اوّل

یہ دروازہ بہت تنگ ہے۔ اسکی دہلیز موت ہے۔

ہر ایک شخص جو خدا تعالےٰ کی طرف آیا ہے اسی دروازہ سے داخل ہوا ہے۔ ہاں یہ دروازہ بہت تنگ ہے اور اس کے اندر داخل ہونے والے بہت تھوڑے ہیں کیونکہ اس دروازہ کی دہلیز موت ہے اور خدا کو دیکھ کو اس کی راہ میں اپنی ساری قوت اور سارے وجود سے کھڑے ہو جانا اس کی چوکھٹ ہے۔ پس بہت ہی تھوڑے ہیں جو اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۲۷ طبع اوّل)

خدا کے سچے پرستاروں کے نشان

یوں تو ہر ایک شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں ایسا ہی ہوں لیکن سچے پرستاروں کے یہ نشان ہیں کہ خدا تعالےٰ کی سچی محبّت کی وجہ سے ان میں ایک برکت پیدا ہوجاتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قولی اور فعلی تجلّی ان کے شامل حال ہو جاتی ہے یعنی وہ خدا تعالےٰ کے ہم کلام ہوجاتے ہیں اور خدا تعالےٰ کے معجزانہ افعال ان میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ بہت سے الہامات ایسے ان پر ظاہر کرتا ہے جن میں آئندہ نصرتوں کے وعدے ہوتے ہیں اور پھر دوسرے وقت میں وہ نصرتیں ظاہر ہوجاتی ہیں اور اس طرح پر وہ اپنے خدا کو پہچان لیتے ہیں اور خاص نشانوں کے ساتھ غیر سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک قوت جذب دی جاتی ہے جس سے لوگ اس کی طرف کھنچے جاتے ہیں اور عشقِ الہٰی ان کے مُنہ پر برستا ہے اور اگر یہ

مابہ الامتیاز نہ ہو تو پھر ایک بدمعاش جو پوشیدہ طور پر زانی۔ فاسق۔ فاجر۔ شراب خور اور پلید طبع ہو نیک کہلا سکتا ہے۔ پھر حقیقی نیک اور اس مصنوعی نیک میں فرق کیا ہو گا۔ پس فرق کرنے کے لئے ہمیشہ سے یہ عادتِ الہٰی ہے کہ راستبازوں کی معجزانہ زندگی ہوتی ہے اور خدا کی نصرت ان کے شامل حال رہتی ہے اور ایسے طور سے شامل حال ہوتی ہے کہ وہ سراسر معجزہ ہوتا ہے۔

ایک راستباز کی معجزانہ زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک راستباز کی معجزانہ زندگی زمین اور آسمان سے زیادہ تر خدا تعالےٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے .... لیکن راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ میں خدا تعالےٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے کیونکہ راستباز اپنی سب ابتدائی حالت میں ایک ذرّہ بے مقدار کی طرح ہوتا ہے یا ایک رائی کے بیج کی طرح جس کو ایک کسان نے بویا اور نہایت ذلیل حالت میں پڑا ہُوا ہوتا ہے۔ تب وحی کے ذریعے سے خدا دُنیا کو اطلاع دیتا ہے کہ دیکھو میں اس کو نیاؤں گا۔ میں ستاروں کی طرح اس میں چمک ڈالوں گا۔ اور آسمان کی طرح اس کو بلند کروں گا۔ اور ایک ذرّہ کو پہاڑ کی طرح دکھلاؤنگا۔ پھر بعد اس کے باوجود اسبات کے کہ دُنیا کے تمام شریر چاہتے ہیں کہ وہ ارادۂ الہٰی معرضِ التوا میں رہے اور ناخنوں تک زور لگاتے ہیں کہ وہ اَمر ہونے نہ پائے مگر رُک نہیں سکتا جب تک پورا نہ ہو اور خدا کا ہاتھ سب روکوں کو دُور کر کے اس کو پُورا کرتا ہے۔ وہ ایک گمنام کو اپنی پیشگوئی کے مطابق ایک عظیم الشان جماعت بنا دیتا ہے .... لوگوں نے زمین و آسمان کو بچشمِ خود خدا کے ہاتھ سے بنتے نہیں دیکھا لیکن

وہ بچشمِ خود دیکھ لیتے ہیں کہ خدا راستباز کے اقبال کی عمارت کو اپنے ہاتھ سے بناتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صہ۲۸ و صہ۲۹ و صہ۳۰ طبع اوّل)

سچی پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے ضرورت

انسان کو سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے اسباب کی بڑی ضرورت ہے کہ اس زندہ خدا کا اس کو پتہ لگ جائے جو نافرمان کو ایک دم میں ہلاک کرسکتا ہے اور جس کی رضا کے پیچھے چلنا ایک نقد بہشت ہے۔ ...... حقیقی راستبازی کے لئے خدا تعالےٰ کی شہادت ضروری ہے جو عالم الغیب ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صہ۴۸ طبع اوّل)

خدا برحق ہے لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ مُنہ ہیں جن پر اسکے عشق کی بارشیں ہوئیں۔ کامل توحید۔

سچ تو یہ ہے کہ خدا نے مقبول مذہب اور مقبول بندہ کو امتیازی نشان عطا کرنے میں کوئی بھی کسر اٹھا نہیں رکھی اور سورج سے زیادہ ان کو چمکا کر دکھلا دیا۔ اور وہ کام ان کی تائید میں دکھلائے کہ جن کی نظیر دُنیا میں دیکھنے سُننے میں نہیں آتی۔ خدا برحق ہے لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ مُنہ ہیں جن پر اس کے عشق کی بارشیں ہوئیں جن کے ساتھ خدا ایسا ہم کلام ہُوا کہ جیسے ایک دوست دوست سے۔ وہ غلبہ محبّت سے دوئی کے نقش کو مٹا کر توحید کی کامل حقیقت تک پہنچے۔ کیونکہ توحید صرف یہی نہیں ہے کہ الگ رہ کر خدا کو ایک جاننا۔ اس توحید کا تو شیطان بھی قائل ہے۔ بلکہ ساتھ اس کے یہ بھی ضروری ہے کہ عملی رنگ میں یعنی محبّت کے کامل جوش سے اپنی ہستی کو محو کرکے

خدا کی وحدت کو اپنے پر وارد کرلینا۔ یہی کامل توحید ہے جو مدارِ نجات ہے جس کو اہل اللہ پاتے ہیں۔ پس یہ کتنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا ان میں اترتا ہے کیونکہ خلا اپنے تئیں بالطبع پُر کرنا چاہتا ہے۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صہ۵ طبع اوّل)

گوشۂ تنہائی میں ابتدائی وحی ہونا۔

غرض اس زمانہ میں (براہین احمدیہ کی تالیف کے زمانہ میں) میں اکیلا انسان تھا جس کے ساتھ کسی دوسرے کو کچھ تعلق نہ تھا اور میری زندگی ایک گوشۂ تنہائی میں گزرتی تھی اور اسی پر میں راضی اور خوش تھا کہ ناگہاں عنایت ازلی سے مجھے یہ واقعہ پیش آیا کہ یکدفعہ شام کے قریب اسی مکان میں تھا اور ٹھیک اسی جگہ جہاں اب ان چند سطروں کے لکھنے کے وقت میرا قدم ہے مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے کچھ خفیف سی غنودگی ہو کر یہ وحی ہوئی یا احمد بارک اللہ فیک مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ الرحمٰن علّم القرآن لتنذر قومًا ما انذر آباءھم ولتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی جو کچھ تو نے چلایا تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔ وہ خدا ہے جس نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اس کے حقیقی معنوں پر تجھے اطلاع دی تاکہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تاکہ مجرموں کی راہ کُھل جائے اور تیرے انکار کی وجہ سے ان پر حجّت پوری ہوجائے۔ ان لوگوں کو کہدے کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہوں اور

میں وہ ہوں جو سب سے پہلے ایمان لایا۔

اس وحی کے نازل ہونے پر مجھے ایک طرف تو خدا تعالیٰ کی بے نہایت عنایت کا شکر ادا کرنا پڑا کہ ایک میرے جیسے کو جو کوئی بھی لیاقت اپنے اندر نہیں رکھتا اس عظیم الشان خدمت سے سرفراز فرمایا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۵۱، صـ۵۲ طبع اوّل)

اس وحی الٰہی کے وقت ہر ایک طرف سے بال و پر ٹوٹے ہوئے تھے۔

...... پس میرے جیسے بے کس تنہا کے لئے ان تمام امور کا جمع ہونا بظاہر ناکامی کی ایک علامت تھی بلکہ ایک سخت ناکامی کا سامنا تھا کیونکہ کوئی پہلو بھی درست نہ تھا۔ اوّل مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ سو اس وحی الٰہی کے وقت تمام ملکیت ہماری تباہ ہو چکی تھی اور ایک بھی ایسا آدمی ساتھ نہ تھا جو مالی مدد کر سکتا۔ دوسرے میں کسی ایسے ممتاز خاندان میں سے نہیں تھا جو کسی پر میرا اثر پڑ سکتا۔ ہر ایک طرف سے بال و پر ٹوٹے ہوئے تھے۔ پس جس قدر مجھے اس وحی الٰہی کے بعد سرگردانی ہوئی وہ میرے لئے ایک طبعی امر تھا اور میں اس بات کا محتاج تھا کہ میری زندگی کو قائم رکھنے کے لئے خدا تعالیٰ عظیم الشان وعدوں سے مجھے تسلی دیتا تا میں غموں کے ہجوم سے ہلاک نہ ہو جاتا۔ پس میں کس مُنہ سے خداوند کریم و رحیم کا شکر کروں کہ اس نے ایسا ہی کیا اور میری بیکسی اور نہایت بیقراری کے وقت میں مجھے مبشرانہ پیشگوئیوں کے ساتھ تھام لیا اور پھر بعد اس کے تمام وعدوں کو پورا کیا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۵۳، صـ۵۴ طبع اوّل)

جاہ و دولت پانے کا طریق۔

اگر خواہی کہ یابی در دو عالم جاہ و دولت را
خدا را باش و از دل پیشۂ خود گیر طاعت را

پرستارانِ حضرت کو غیر اللہ سے اُمید نہیں رہتی۔

غلامِ درگہش باش و بعالم بادشاہی کُن
نباشد بیم از غیرے پرستارانِ حضرت را

محبت محبت کو کھینچتی ہے

تو از دل سوئے یار خود بیا تا نیز یار آید
محبت مے کشد با جذبِ روحانی محبت را

....

عجز اور علوِ مرتبت۔

من از کارِ خود حیرانم و رازش نمے دانم
کہ من بے خدمتے دیدم چنیں نعماء و حشمت را
نہاں اندر نہاں اندر نہاں ہستم
کجا باشد خبر از ما گرفتارانِ نخوت را

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۵۹ طبع اوّل)

حفاظت اور نصرتِ الٰہی

ہر ایک پتھر جو میرے پر چلا گیا اس نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ ہر ایک تیر جو مجھے مارا گیا اس نے وہی تیر دشمنوں کی طرف لوٹا دیا۔ میں بے کس تھا اس نے مجھے پناہ دی۔ میں اکیلا تھا اس نے مجھے اپنے دامن میں لے لیا۔ میں کچھ چیز نہ تھا مجھے اس نے عزت کے ساتھ شہرت دی اور لاکھوں انسانوں کو میرا ارادت مند کر دیا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۶۱ طبع اوّل)

میرے اور میرے خدا کے درمیان

یہ خدا کا کلام ہے جو مجھ پر نازل ہُوا اور درحقیقت میرے اور میرے خدا کے درمیان ایسے باریک راز ہیں جن کو دُنیا نہیں جانتی

باریک راز ایک نہانی تعلق

اور مجھے خدا سے ایک نہانی تعلق ہے جو قابلِ بیان نہیں اور اس زمانہ کے لوگ اس سے بے خبر ہیں۔ پس یہی معنے ہیں اس وحی الٰہی کے کہ قال انی اعلم مالا تعلمون ۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۶۳ طبع اوّل)

مغفرت کے معنے۔

اور یاد رہے کہ مغفرت کے صرف یہی معنے نہیں کہ جو گناہ صادر ہو جائے اس کو بخش دینا بلکہ یہ بھی معنے ہیں کہ گناہ کو حیّز قوت سے حیّز فعل کی طرف نہ آنے دینا اور ایسا خیال دل میں پیدا ہی نہ کرنا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۷۱ طبع اوّل)

دلی پاکیزگی ظاہر کرنے سے کراہت۔

اگرچہ میں یہ عادت نہیں رکھتا اور طبعًا اس سے کراہت کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے اپنی دلی پاکیزگی ظاہر کروں بلکہ یوسف کی طرح میرا بھی یہی قول ہے کہ وما ابرّئ نفسی ان النفس لامّارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ مگر خدا کے لطف و کرم کو میں کہاں چھپاؤں اور کیونکر میں اس کو پوشیدہ کروں۔ اس کے تو اس قدر لطف و کرم ہیں کہ میں گن بھی نہیں سکتا۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۷۶ طبع اوّل)

خدا سے بیگانگت

ہر ایک جو مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ جلتی ہوئی آگ میں اپنا ہاتھ ڈالتا ہے کیونکہ وہ میرے پر حملہ نہیں بلکہ اس پر حملہ

ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۷۷ طبع اوّل)

آسمانی سلطنت

اور گو میں زمین کی سلطنت کے لئے نہیں آیا مگر میرے لئے آسمان پر سلطنت ہے جس کو دُنیا نہیں دیکھتی۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۷۹ طبع اوّل)

سچی اور صافی اور کامل محبت۔

سلامٌ علی ابراھیم۔ صافیناہٗ ونجّیناہ من الغمّ ۔ تفرّدنا بذالك۔

یعنی سچی اور صافی اور کامل محبت جو ہم کو اس بندہ سے ہے وہ دوسروں کو نہیں۔ ہم اس امر میں متفرد ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ محبت بقدر معرفت ہوتی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۸۰ حاشیہ طبع اوّل)

مخصوص محبت۔

سلامٌ علی ابراھیم۔ صافیناہ ونجّیناہ من الغمّ۔ تفردنا بذالك۔ یعنی اس ابراہیم پر سلام۔ ہماری اس سے محبّت صافی ہے جس میں کوئی کدورت نہیں اور ہم اس کو غم سے نجات دیں گے۔ یہ محبت ہم سے ہی مخصوص ہے کوئی دوسرا اس کا ایسا محبّ نہیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۸۸ طبع اوّل)

قال انفخوا حتّٰی اذا جعلہ نارا ..... (سورہ کہف)

اور سلوں میں آگ پھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں یعنی محبتِ الٰہی اس قدر اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الٰہی رنگ اختیار کرو۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالٰے کے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محب میں ظلی طور پر الٰہی صفات پیدا ہو جائیں اور جب تک ایسا ظہور میں نہ آوے تب تک دعوٰی محبّت جھوٹ ہے۔ محبت کاملہ کی مثال بعینہٖ لوہے کی وہ حالت ہے جب کہ وہ آگ میں ڈالا جائے اور اس قدر آگ اس میں اثر کرے کہ وہ خود آگ بن جائے۔ پس اگرچہ وہ اپنی اصلیت میں لوہا ہے آگ نہیں ہے مگر چونکہ آگ نہایت درجہ اس میں غلبہ کر گئی ہے اس لئے آگ کے صفات اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ آگ کی طرح جلا سکتا ہے آگ کی طرح اس میں روشنی ہے۔ پس محبّتِ الٰہیہ کی حقیقت یہی ہے کہ انسان اس رنگ سے رنگین ہو جائے۔ اور اگر اسلام اس حقیقت تک پہنچا نہ سکتا تو وہ کچھ چیز نہ تھا۔

کمالِ محبت کی علامت۔ محبتِ کاملہ کی مثال۔

لیکن اسلام اس حقیقت تک پہنچاتا ہے۔ اوّل انسان کو چاہیئے کہ لوہے کی طرح اپنی استقامت اور ایمانی مضبوطی میں بن جائے کیونکہ اگر ایمانی حالت خس و خاشاک کی طرح ہے تو آگ اس کو چھوتے ہی بھسم کر دے گی۔ پھر کیونکر وہ آگ کا مظہر بن سکتا ہے۔ افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے اس تعلق کو جو ربوبیّت کے ساتھ ہے جس سے ظلّی طور پر صفات الٰہیہ بندہ میں پیدا ہوتے ہیں نہ سمجھ کر میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ انّما امرک اذا اردت شیئًا ان تقول لہ کن فیکون یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ خدا تعالٰے کا کلام ہے جو مجھ پر نازل

سب سے پہلے استقامت کی ضرورت ہے۔

ہوًا۔ یہ میری طرف سے نہیں ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۴، صفحہ ۹۵ طبع اوّل)

لیکن انسان شیطانی حملے سے تب محفوظ ہوتا ہے کہ اوّل استقامت میں لوہے کی طرح ہو اور پھر وہ لوہا خدا تعالٰے کی محبّت کی آگ سے آگ کی صورت پکڑ لے اور پھر دل پگھل کر اس لوہے پر پڑے اور اس کو منتشر اور پراگندہ ہونے سے تھام لے۔ سلوک تمام ہونے کیلئے یہ تین ہی شرطیں ہیں جو شیطانی حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے سدِّ سکندری ہیں اور شیطانی روح اس دیوار پر چڑھ نہیں سکتی اور نہ اس میں سوراخ کر سکتی ہے۔

انسان شیطانی حملہ سے کب محفوظ ہوتا ہے۔ سدِ سکندری

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۹۶ طبع اوّل)

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس
وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
بدگمانوں سے بچایا مجھ کو خود بن کر گواہ
کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا
مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم
کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

خدا کے احسانوں کا ذکر۔

کرمِ خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند
ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے
پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار

اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ
بس ہے تو میرے لئے مجھ کو نہیں تجھ بن بکار

میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف
پھر خدا جانے کہاں یہ پھینک دی جاتی غبار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیر خوار

خدا کی وفا

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول
میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار

....

خدا جسکو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے۔

لوگ سو بک بک کریں پر تیرے مقصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں راز دار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خسران و نفع و عسر و یسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

....

دین کی حالت پر غم۔

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

میرے سقم و عیب سے اب کیجیے قطعِ نظر
تا نہ ہو خوش دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زار و نزار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

....

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے
وہ ہمارا ہو گیا اس کے ہوئے ہم جاں نثار

....

سر سے میرے پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے میرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار
کیا کروں تعریفِ حُسنِ یار کی اور کیا لکھوں
اک ادا سے ہوگیا میں سیلِ نفسِ دُوں سے پار

....

خدا اس وقت بھی کلام کرتا ہے۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار
گوہرِ وحیِ خدا کیوں توڑتا ہے ہوش کر
اک یہی دیں کے لئے ہے جائے عزّ و افتخار
یہ وہ گُل ہے جس کا ثانی باغ میں کوئی نہیں
یہ وہ خوشبو ہے کہ قرباں اس پہ ہو مشکِ تتار
یہ وہ مفتاح جس سے آسماں کے در کھلیں
یہ وہ آئینہ ہے جس سے دیکھ لیں رُوئے نگار
بس یہی ہتھیار ہے جس سے ہماری فتح ہے
بس یہی اک قصر ہے جو عافیت کا ہے حصار
ہے خدا دانی کا آلہ بھی یہی اسلام میں
محض قصوں سے نہ ہو کوئی بشر طوفاں سے پار
ہے یہی وحیِ خدا عرفانِ مولیٰ کا نشان
جس کو یہ کامل ہے اس کو ملے وہ دوستدار
واہ رے باغِ محبت موت جس کی رہگذر
وصلِ یار اس کا ثمر پر ارد گرد اس کے ہیں خار

ایسے دل پر داغِ لعنت ہے ازل سے تا ابد
جو نہیں اس کی طلب میں بے خود و دیوانہ وار
پر جو دنیا کے بنے کیڑے وہ کیا ڈھونڈیں اسے
دیں اسے ملتا ہے جو دیں کے لئے ہو بے قرار

....

اللہ قادر ہے۔

تیرے آگے محو یا اثبات ناممکن نہیں
جوڑنا یا توڑنا یہ کام تیرے اختیار
ٹوٹے کاموں کو بناوے جب نگاہِ فضل ہو
پھر بنا کر توڑ دے اک دم میں کر دے تار تار
تو ہی بگڑی کو بناوے توڑ دے جب بن چکا
تیرے بھیدوں کو نہ پاوے سَو کرے کوئی بچار
جب کوئی دل ظلمتِ عصیاں میں ہووے مبتلا
تیرے بن روشن نہ ہووے گو چڑھے سورج ہزار
اس جہاں میں خواہشِ آزادگی بے سُود ہے
اک تیری قیدِ محبت ہے جو کر دے رستگار
دل جو خالی ہو گدازِ عشق سے وہ دل ہے کیا
دل وہ ہے جس کو نہیں بے دلبرِ یکتا قرار

فقر کی منزل کا پہلا قدم۔

فقر کی منزل کا ہے اوّل قدم نفیِ وجود
پس کرو اس نفس کو زیر و زبر از بہرِ یار
تلخ ہوتا ہے ثمر جب تک کہ ہو وہ ناتمام
اس طرح ایماں بھی ہے جب تک نہ ہو کامل پیار

تیرے مُنہ کی بھُوک نے دل کو کیا زیر و زبر
اے میرے فردوسِ اعلیٰ اَب گِرا مجھ پر ثمار

اے خُدا اے چارہ سازِ درد ہم کو خود بچا
اے مرے زخموں کے مرہم دیکھ میرا دلفگار

باغِ محبت کے پھل۔

باغ میں تیری محبّت کے عجب دیکھے ہیں پھل
ملتے ہیں مشکل سے ایسے سیب اور ایسے انار

تیرے بن اے میری جاں یہ زندگی کیا خاک ہے
ایسے جینے سے تو بہتر مَر کے ہو جانا غبار

گر نہ ہو تیری عنایت سب عبادت ہیچ ہے
فضل پر تیرے ہے سب جہد و عمل کا انحصار

جن پہ ہے تیری عنایت وہ بدی سے دُور ہیں
رہ میں حق کی قوّتیں ان کی چلیں بن کر قطار

چُھٹ گئے شیطاں سے جو تھے تیری اُلفت کے اسیر
جو ہوئے تیرے لئے بے برگ و بر پائی بہار

سب پیاسوں سے نکو تر تیرے مُنہ کی ہے پیاس
جس کا دل اس سے ہے بریاں پا گیا وہ آبشار

جس کو تیری دھن لگی آخر وہ تجھ کو جا ملا
جس کو بے چینی ہے وہ پا گیا آخر قرار

عاشقی کی علامت۔

عاشقی کی ہے علامت گریہ و دامانِ دشت
کیا مبارک آنکھ جو تیرے لئے ہو اشکبار

تیری درگہ میں نہیں رہتا کوئی بھی بے نصیب
شرطِ رہ پر صبر ہے اور ترکِ نامِ اضطرار

مَیں تو تیرے حُکم سے آیا مگر افسوس ہے
چل رہی ہے وہ ہَوا جو رخنہ اندازِ بہار

جیفۂ دُنیا پہ یکسر گر گئے دُنیا کے لوگ
زندگی کیا خاک ان کی جو کہ ہیں مُردار خوار

دیں کو دے کر ہاتھ سے دُنیا بھی آخر جاتی ہے
کوئی آسودہ نہیں بن عاشق و شیدائے یار

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خُوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور ہے یہی دیں کا سنگار

سو چڑھے سورج نہیں بن روئے دلبر روشنی
یہ جہاں بے وصلِ دلبر ہے شبِ تاریک و تار

اے مرے پیارے جہاں میں تو ہی ہے اک بے نظیر
جو ترے مجنوں حقیقت میں وہی ہیں ہوشیار

اس جہاں کو چھوڑنا ہے تیرے دیوانوں کا کام
نقد پا لیتے ہیں وہ اور دوسرے امیدوار

عشق کے بغیر عمل پاک نہیں ہو سکتا۔

کون ہے جس کے عمل ہوں پاک بے انوارِ عشق
کون کرتا ہے وفا بن اس کے جس کا دلفگار

غیر ہو کر غیر پر مرنا کسی کو کیا غرض
کون دیوانہ بنے اس راہ میں لیل و نہار

کون چھوڑے خوابِ شیریں کون چھوڑے اکل و شرب
کون لے خارِ مغیلاں چھوڑ کر پھولوں کے ہار

عشق ہے جس سے ہوں طے یہ سارے جنگل پُرخطر
عشق ہے جو سر جھکا دے زیرِ تیغِ آبدار

....

لوگ کچھ باتیں کریں میری تو باتیں اور ہیں
مَیں فدائے یار ہوں گو تیغ کھینچے صد ہزار
اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا وہی جب تجھ پہ ہوویں ہم نثار

....

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوانِ یار
ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار
ملکِ روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دُنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار
داغِ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عزّ و جاہ
جس کا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

زمین کا عزّ و جاہ طلب کرنا داغِ لعنت ہے۔

کام کیا عزّت سے ہم کو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلّت سے ہو راضی اس پہ سو عزّت نثار
ہم اسی کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہوگیا
چھوڑ کر دُنیائے دُوں کو ہم نے پایا وہ نگار
دیکھتا ہوں اپنے دل کو عرشِ ربّ العالمین
قرب اتنا بڑھ گیا جس سے کہ اترا مجھ میں یار

دوستی بھی ہے عجب جس سے ہوں آخر دوستی
آملی اُلفت سے اُلفت ہو کے دو دل پر سوار
دیکھ لو میل و محبت میں عجب تاثیر ہے
ایک دل کرتا ہے جُھک کر دوسرے دل کو شکار

راہِ محبت

کوئی راہ نزدیک تر راہِ محبت سے نہیں
طے کریں اس راہ سے سالک ہزاروں دشتِ خار
اس کے پانے کا یہی اے دوستو اک راز ہے
کیمیا ہے جس سے ہاتھ آجائیگا زر بے شمار
تیر تاثیرِ محبّت کا خطا جاتا نہیں
تیر اندازو نہ ہونا سُست اس میں زینہار
ہے یہی اک آگ تا تم کو بچاوے آگ سے
ہے یہی پانی کہ نکلیں جس سے صدہا آبشار
اس سے خود آکر ملے گا تم سے وہ یارِ ازل
اس سے تم عرفانِ حق سے پہنو گے پھولوں کے ہار

....

جاودانی زندگی ہے موت کے اندر نہاں
گلشنِ دلبر کی رہ ہے وادیٔ غربت کے خار

....

ہے عجب خاصیّت تیرے جمال و حُسن میں
جس نے اک چمکار سے مجھ کو کیا دیوانہ وار

....

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کتنے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار

پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اسی سے آشکار

نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے
قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار

روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو
گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار

اے مرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دمار

جس نے نفسِ دُوں کو ہمت کر کے زیرِ پا کیا
چیز کیا ہیں اس کے آگے رستم و اسفند یار

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

....

کشتیٔ اسلام کا فکر۔

کشتیٔ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار

مجھ کو دے اک فوق عادت اے خدا جوش و تپش
جس سے ہو جاؤں میں غم میں دیں کے اک دیوانہ وار

وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملّت کے لئے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بیشمار

اے خدا تیرے لئے ہر ذرّہ ہو میرا فدا
مجھ کو دکھلا دے بہارِ دیں کہ میں ہوں اشکبار

....

ہمیشہ سے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ۹۷ تا صـ۱۲۰ طبع اوّل)

تعلق باللہ

اے یارِ ازل بس است روئے تو مرا ∴ بہتر ز ہزار خلد کوئے تو مرا
از مصلحتے دگر طرف بینم لیک ∴ ہر لحظہ نگاہ ہست سوئے تو مرا
بر عزتِ من اگر کسے حملہ کند ∴ صبر است طریق ہمچو خوئے تو مرا
من چیستم و چہ عز تم ہست مگر ∴ جنگ است ز بہر آبروئے تو مرا

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صـ۱ طبع اوّل)

روحانی مراتبِ ستّہ

اب ہم روحانی مراتبِ ستّہ کا ذیل میں ذکر کرتے ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ (۲) وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (۳) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ (۴) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ (۵) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ (۶) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ

اور ان کے مقابل جسمانی ترقیات کے مراتب بھی چھ قرار دیئے ہیں جیسا کہ وہ ان آیات کے بعد فرماتا ہے:۔

(۱) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ (۲) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ۔ (۳) فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ۔ (۴) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا ۔ (۵) فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ (۶) ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؕ

پہلا مرتبہ: نماز اور یادِ الٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ پہلا مرتبہ روحانی ترقی کا یہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔ یعنی وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نماز اور یادالٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں اور رقت اور گدازش سے ذکر الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں .... اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقت اور سوز وگداز کی حالت ہے جو نماز اور یادِ الٰہی میں مومن کو میسّر آتی ہے یعنی گدازش اور رقت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور رُوح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا اور ایک خوف کی حالت اپنے پر

وارد کر کے خدائے عزّ وجل کی طرف دل کو جھکانا........ روحانی وجود کی یہ ابتدائی حالت یعنی خشوع خضوع کی حالت اس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک کہ رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑ لے. .... بہت سے لوگ ابتدائی حالت میں اپنی نمازوں میں روتے اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور خدا کی محبت میں طرح طرح کی دیوانگی ظاہر کرتے ہیں اور طرح طرح کی عاشقانہ حالت دکھلاتے ہیں اور چونکہ اس ذات ذوالفضل سے جس کا نام رحیم ہے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کی خاص تجلی کے جذبہ سے اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں اس لئے وہ ان کا تمام سوز وگداز اور تمام وہ حالت خشوع بے بنیاد ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کا قدم پھسل جاتا ہے یہانتک کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت میں جا پڑتے ہیں.

پس یہ عجیب دلچسپ مطابقت ہے کہ جیسا کہ نطفہ جسمانی وجود کا اوّل مرتبہ ہے اور جب تک رحم کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ کچھ چیز ہی نہیں ایسا ہی حالت خشوع روحانی وجود کا اوّل مرتبہ ہے اور جب تک رحیم خدا کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ حالتِ خشوع کچھ بھی چیز نہیں۔ اسی لئے ہزارہا ایسے لوگوں کو پاؤ گے کہ اپنی عمر کے کسی حصّہ میں یادِ الٰہی اور نماز میں حالت خشوع سے لذت اٹھاتے اور وجد کرتے اور روتے تھے اور کسی ایسی لعنت نے ان کو پکڑ لیا کہ یکمرتبہ نفسانی امور کی طرف گر گئے اور دُنیا اور دُنیا کی خواہشوں کے جذبات سے وہ تمام حالت کھو بیٹھے۔ یہ نہایت خوف کا مقام ہے کہ اکثر وہ حالتِ خشوع رحیمیت کے تعلق سے پہلے ہی ضائع ہو جاتی ہے......

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ (۵) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ (۶) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۘ

اور ان کے مقابل جسمانی ترقیات کے مراتب بھی چھ قرار دیئے ہیں جیسا کہ وہ ان آیات کے بعد فرماتا ہے:۔

(۱) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۠ (۲) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ۔ (۳) فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ۔ (۴) فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا ۔
(۵) فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ (۶) ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۭ

پہلا مرتبہ:۔ نماز اور یادِ الٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں ظاہر ہے کہ پہلا مرتبہ روحانی ترقی کا یہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے یعنی قد افلح المومنون الّذین ھم فی صلاتھم خاشعون۔ یعنی وہ مومن نجات پا گئے جو اپنی نماز اور یادالٰہی میں خشوع اور فروتنی اختیار کرتے ہیں اور رقت اور گدازش سے ذکرالٰہی میں مشغول ہوتے ہیں .... اوّل مرتبہ مومن کے روحانی وجود کا وہ خشوع اور رقت اور سوز و گداز کی حالت ہے جو نماز اور یادِ الٰہی میں مومن کو میسر آتی ہے یعنی گدازش اور رقت اور فروتنی اور عجز و نیاز اور رُوح کا انکسار اور ایک تڑپ اور قلق اور تپش اپنے اندر پیدا کرنا اور ایک خوف کی حالت اپنے پر

وارد کر کے خدائے عزّ و جل کی طرف دل کو جھکانا...... روحانی وجود کی یہ ابتدائی حالت یعنی خشوع خضوع کی حالت اس وقت تک خطرہ سے خالی نہیں جب تک کہ رحیم خدا سے تعلق نہ پکڑ لے. .... بہت سے لوگ ابتدائی حالت میں اپنی نمازوں میں روتے اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور خدا کی محبت میں طرح طرح کی دیوانگی ظاہر کرتے ہیں اور طرح طرح کی عاشقانہ حالت دکھلاتے ہیں اور چونکہ اس ذات ذوالفضل سے جس کا نام رحیم ہے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کی خاص تجلی کے جذبہ سے اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں اس لئے وہ ان کا تمام سوز و گداز اور تمام وہ حالت خشوع بے بنیاد ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کا قدم پھسل جاتا ہے یہانتک کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت میں جا پڑتے ہیں. پس یہ عجیب دلچسپ مطابقت ہے کہ جیسا کہ نطفہ جسمانی وجود کا اوّل مرتبہ ہے اور جب تک رحم کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ کچھ چیز ہی نہیں ایسا ہی حالت خشوع روحانی وجود کا اوّل مرتبہ ہے اور جب تک رحیم خدا کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ حالتِ خشوع کچھ بھی چیز نہیں۔ اسی لئے ہزارہا ایسے لوگوں کو پاؤ گے کہ اپنی عمر کے کسی حصّہ میں یادِ الٰہی اور نماز میں حالت خشوع سے لذت اٹھاتے اور وجد کرتے اور روتے تھے اور کسی ایسی لعنت نے ان کو پکڑ لیا کہ یک مرتبہ نفسانی امور کی طرف گر گئے اور دُنیا اور دُنیا کی خواہشوں کے جذبات سے وہ تمام حالت کھو بیٹھے۔ یہ نہایت خوف کا مقام ہے کہ اکثر وہ حالتِ خشوع رحیمیت کے تعلق سے پہلے ہی ضائع ہو جاتی ہے......

.... ہزارہا جاہل اپنے چند روزہ خشوع اور وجد اور
گریہ وزاری پر خوش ہو کر خیال کرتے ہیں کہ ہم ولی ہو گئے غوث ہو گئے
قطب ہو گئے اور ابدال میں داخل ہو گئے اور خدا رسیدہ ہو گئے. حالانکہ
وہ کچھ بھی نہیں ہنوز ایک نطفہ ہے. ابھی تو نام خدا ہے غنچہ صبا تو
چھو بھی نہیں گئی ہے. افسوس کہ انہی خام خیالیوں سے ایک دنیا ہلاک
ہو گئی.

اور یاد رہے کہ یہ روحانی حالت کا پہلا مرتبہ جو حالت خشوع ہے
طرح طرح کے اسباب سے ضائع ہو سکتا ہے جیسا کہ نطفہ جو جسمانی حالت
کا پہلا مرتبہ ہے انواع اقسام کے حوادث سے تلف ہو سکتا ہے. منجملہ
ان کے ذاتی نقص بھی ہے مثلاً اس خشوع میں کوئی مشرکانہ ملونی ہے یا
کسی بدعت کی آمیزش ہے اور لغویات کا ساتھ اشتراک ہے مثلاً نفسانی
خواہشیں اور نفسانی ناپاک جذبات بجائے خود زور مار رہے ہیں یا
سفلی تعلقات نے دل کو پکڑ رکھا ہے یا جیفہ دنیا کی لغو خواہشوں نے
زیر کر دیا ہے. پس ان تمام ناپاک عوارض کے ساتھ حالت خشوع اس
لائق نہیں ٹھہرتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ جائے جیسا کہ اس نطفہ
سے رحم تعلق نہیں پکڑ سکتا جو اپنے اندر کسی قسم کا نقص رکھتا ہے.

...... اور جیسا کہ نطفہ محض اپنے ذاتی عوارض کے رو سے اس لائق نہیں
رہتا کہ رحم اس سے تعلق پکڑ سکے اور اس کو اپنی طرف کھینچ سکے ایسا ہی
حالت خشوع جو نطفہ کے درجہ پر ہے بعض اپنے عوارض ذاتیہ کی وجہ سے
جیسے تکبر اور عجب اور ریا یا اور قسم کی ضلالت کی وجہ سے یا شرک سے
اس لائق نہیں رہتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ سکے......

...... لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ
کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں. پس
یاد الٰہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالت خشوع کہتے ہیں
نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام
نہانی کے اندر گر جاتا ہے. اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں
ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم اس قطرہ منی کا اندر گرنا اس
بات کو مستلزم نہیں کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم
کی طرف کھینچا جائے...... خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا
جو بعض اغراض دنیویہ کی بناء پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس نطفہ سے
مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت
ہوتا ہے...... پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ
کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کے لئے کوئی لازمی
علامت نہیں ہے........

ابتدائی حالت میں خشوع اور خضوع اور رقت کے ساتھ ہر طرح
کے لغو کام جمع ہو سکتے ہیں جیسا کہ بچہ میں رونے کی عادت بہت ہوتی ہے
اور بات بات میں ڈر جاتا اور خشوع اور انکسار اختیار کرتا ہے مگر
بایں ہمہ بچپن کے زمانہ میں طبعاً انسان بہت سے لغویات میں مبتلا ہوتا
ہے..........

.... بہت سے لغو کام اور لغو باتیں اور لغو سیر و تماشے ان کے
گلے کا ہار ہو جاتے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ کچھ بھی ان کو خدا تعالیٰ
سے تعلق نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کچھ ان کے دلوں

.... ہزارہا جاہل اپنے چند روزہ خشوع اور وجد اور گریہ وزاری پر خوش ہو کر خیال کرتے ہیں کہ ہم ولی ہو گئے غوث ہو گئے قطب ہو گئے اور ابدال میں داخل ہو گئے اور خدا رسیدہ ہو گئے۔ حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں ہنوز ایک نطفہ ہے۔ ابھی تو نام خدا ہے غنچہ صبا تو چھو بھی نہیں گئی ہے۔ افسوس کہ انہی خام خیالیوں سے ایک دنیا ہلاک ہو گئی۔

اور یاد رہے کہ یہ روحانی حالت کا پہلا مرتبہ جو حالت خشوع ہے طرح طرح کے اسباب سے ضائع ہو سکتا ہے جیسا کہ نطفہ جو جسمانی حالت کا پہلا مرتبہ ہے۔ انواع اقسام کے حوادث سے تلف ہو سکتا ہے۔ منجملہ ان کے ذاتی نقص بھی ہے مثلاً اس خشوع میں کوئی مشرکانہ ملونی ہے یا کسی بدعت کی آمیزش ہے اور لغویات کا ساتھ اشتراک ہے بفتلاً نفسانی خواہشیں اور نفسانی ناپاک جذبات بجائے خود زور مار رہے ہیں یا سفلی تعلقات نے دل کو پکڑ رکھا ہے یا جیفہ دنیا کی لغو خواہشوں نے زیر کر دیا ہے۔ پس ان تمام ناپاک عوارض کے ساتھ حالت خشوع اس لائق نہیں ٹھہرتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ جائے جیسا کہ اس نطفہ سے رحم تعلق نہیں پکڑ سکتا جو اپنے اندر کسی قسم کا نقص رکھتا ہے۔

.... اور جیسا کہ نطفہ محض اپنے ذاتی عوارض کے رو سے اس لائق نہیں رہتا کہ رحم اس سے تعلق پکڑ سکے اور اس کو اپنی طرف کھینچ سکے ایسا ہی حالت خشوع جو نطفہ کے درجہ پر ہے بعض اپنے عوارض ذاتیہ کی وجہ سے جیسے تکبر اور عجب اور ریا یا اور قسم کی ضلالت کی وجہ سے یا شرک سے اس لائق نہیں رہتی کہ رحیم خدا اس سے تعلق پکڑ سکے........

.... لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے بلکہ تعلق کے لئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الٰہی میں ذوق شوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالتِ خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے۔ لیکن تاہم اس قطرہ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے........ خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو بعض اغراض دنیویہ کی بناء پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعثِ لذت ہوتا ہے...... پس ایسا ہی خشوع اور سوز و گداز کی حالت گو وہ کیسی ہی لذت اور سرور کے ساتھ ہو خدا سے تعلق پکڑنے کے لئے کوئی لازمی علامت نہیں ہے........

ابتدائی حالت میں خشوع اور خضوع اور رقت کے ساتھ ہر طرح کے لغو کام جمع ہو سکتے ہیں جیسا کہ بچہ میں رونے کی عادت بہت ہوتی ہے اور بات بات میں ڈر جاتا اور خشوع اور انکسار اختیار کرتا ہے مگر بایں ہمہ بچپن کے زمانہ میں طبعاً انسان بہت سے لغویات میں مبتلا ہوتا ہے...........

.... بہت سے لغو کام اور لغو باتیں اور لغو سیر و تماشے ان کے گلے کا ہار ہو جاتے ہیں جن سے سمجھا جاتا ہے کہ کچھ بھی ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں اور نہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کچھ ان کے دلوں

ہیں ہے ...... مجرد خشوع اور گریہ وزاری کہ جو بغیر ترک لغویات ہو کچھ فخر کرنے کی جگہ نہیں اور نہ یہ قربِ الٰہی اور تعلق باللہ کی کوئی علامت ہے..........

......غرض حالت خشوع جو روحانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے نطفہ ہونے کی حالت سے جو جسمانی وجود کا پہلا مرتبہ ہے ایک کُھلی کُھلی مشابہت رکھتا ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں اور یہ مشابہت کوئی معمولی امر نہیں ہے بلکہ صانع قدیم جل شانہٗ کے خاص ارادہ سے ان دونوں میں اکمل اور اتم مشابہت ہے یہاں تک کہ خدا تعالےٰ کی کتاب میں بھی لکھا گیا ہے کہ دوسرے جہان میں یہی دونوں لذتیں ہوں گی مگر مشابہت میں اس قدر ترقی کر جائیں گی کہ ایک ہی ہو جائیں گی۔ یعنی اُس جہان میں جو ایک شخص اپنی بیوی سے محبت اور اختلاط کرے گا وہ اسبات میں فرق نہیں کر سکے گا کہ وہ اپنی بیوی سے محبت اور اختلاط کرتا ہے یا محبتِ الٰہیہ کے دریائے بے پایاں میں غرق ہے۔ اور واصلان حضرت عزت پر اسی جہان میں یہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو اہلِ دُنیا اور محجوبوں کے لئے ایک امر فوق الفہم ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۳۱ تا صـ۱۴۱ طبع اوّل)

دوسرا مرتبہ۔ لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو تعلقات اور لغو جوشوں

اور اس علقہ کے مقابل پر جو جسمانی وجود کا دوسرا مرتبہ ہے روحانی وجود کا دوسرا مرتبہ وہ ہے جس کا ابھی ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں جسکی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے والذین ھم عن اللغو معرضون یعنی رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور

سے کنارہ کش ہونا۔

لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں ....

پس خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ والذین ھم عن اللغو معرضون اس کے یہی معنے ہیں کہ مومن وہی ہیں جو لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرتے ہیں اور لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالےٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا لغو باتوں سے دل کو چھڑانا خدا سے دل کو لگا لینا ہے۔ کیونکہ انسان تعبد ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور طبعی طور پر اس کے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت موجود ہے پس اسی وجہ سے انسان کی روح کو خدا تعالےٰ سے ایک تعلق ازلی ہے جیسا کہ آیت الست بربکم قالوا بلیٰ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ تعلق جو انسان کو رحیمیت کے پرتوہ کے نیچے آکر یعنی عبادات کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جس تعلق کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے وہ اسی ازلی تعلق کو ممکن قوّت سے حیّز فعل میں لانا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔

انسانی روح کو خدا تعالےٰ سے ایک تعلق ازلی

.........خشوع کی حالت کا کبھی کبھی دل پر وارد ہونا یا نماز میں ذوق اور سرور حاصل ہونا یہ اور چیز ہے اور طہارتِ نفس اور چیز۔ اور گو کسی سالک کا خشوع اور عجز و نیاز اور سوز و گداز بدعت اور شرک کی آمیزش سے پاک بھی ہو تاہم ایسا آدمی جس کا وجود روحانی ابھی مرتبہ دوم تک نہیں پہنچا ابھی صرف قبلۂ روحانی کا قصد کر رہا ہے اور راہ میں سرگردان ہے اور ہنوز اس کی راہ میں طرح طرح کے دشت و بیابان اور خارستان اور کوہستان اور بحرِ عظیم پُر طوفان اور درندگان

دشمنِ ایمان و دشمنِ جان قدم قدم پر بیٹھے ہیں تا وقتیکہ وجود روحانی کے دوسرے مرتبہ تک نہ پہنچ جائے۔

...... پس دنیا کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آجائے .... لیکن یہ تعلق جو صرف لغویات کے ترک کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے یہ ایک خفیف تعلق ہے کیونکہ اس مرتبہ پر مومن صرف لغویات سے تعلق توڑتا ہے لیکن نفس کی ضروری چیزوں سے اور ایسی باتوں سے جن پر معیشت کی آسودگی کا حصہ ہے ابھی اس کے دل کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اس لئے ہنوز ایک حصہ پلیدی کا اس کے اندر رہتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۴۳ تا ص۲۴۶ طبع اوّل)

تیسرا درجہ۔ بخل کی پلیدی کو دور کر کے زکاۃ دینا ہے۔

اور جسمانی وجود کے تیسرے درجہ کے مقابل پر روحانی وجود کا تیسرا درجہ واقع ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جسمانی وجود کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا فخلقنا العلقة مضغةً یعنی پھر بعد اس کے ہم نے علقہ کو بوٹی بنا دیا۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس میں وجود جسمانی انسان کا ناپاکی سے باہر آتا ہے اور پہلے سے اس میں کسی قدر شدت اور صلابت بھی پیدا ہو جاتی ہے .... یہی حالت روحانی وجود کے تیسرے درجہ کی ہے۔ اور روحانی وجود کا تیسرا درجہ وہ ہے جو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے والذین ھم للزکاۃ فاعلون۔

اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ وہ مومن کہ جو پہلی دو حالتوں سے بڑھ کر قدم رکھتا ہے وہ صرف بیہودہ اور لغو باتوں سے ہی کنارہ کش نہیں ہوتا بلکہ بخل کی پلیدی کو دور کرنے کے لئے جو طبعاً ہر انسان کے اندر ہوتی ہے زکوٰۃ بھی دیتا ہے یعنی خدا کی راہ میں ایک حصہ اپنے مال کا خرچ کرتا ہے۔ زکوٰۃ کا نام اسی لئے زکوٰۃ ہے کہ انسان اس کی بجا آوری سے یعنی اپنے مال کو جو اس کو بہت پیارا ہے للہ دینے سے بخل کی پلیدی سے پاک ہو جاتا ہے .... اپنا محنت سے کمایا ہوا مال محض خدا کی خوشنودی کے لئے دینا یہ کسبِ خیر ہے جس سے وہ نفس کی ناپاکی جو سب ناپاکیوں سے بدتر ہے یعنی بخل دور ہوتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۴۶ تا ص۲۴۸ طبع اوّل)

چوتھا درجہ نفسانی جذبات اور شہواتِ ممنوعہ سے بچانا

اب اس کے بعد روحانی وجود کا چوتھا درجہ وہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے والذین ھم لفروجھم حافظون یعنی تیسرے درجہ سے بڑھ کر مومن وہ ہیں جو اپنے تئیں نفسانی جذبات اور شہواتِ ممنوعہ سے بچاتے ہیں ...... پس معلوم ہوا کہ سیلابِ شہوت ایسا تند اور تیز ہے کہ بخل جیسی نجاست کو بھی بہالے جاتا ہے ...... بخل تو شہواتِ نفسانیہ کے پورا کرنے کے جوش میں اور زینتِ دنیا اور نمود کے وقتوں میں بھی دور ہو سکتا ہے۔ مگر یہ طوفان جو نفسانی شہوات کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے یہ نہایت سخت اور دیرپا طوفان ہے جو کسی طرح بجز رحم خداوندی کے دور ہو ہی نہیں سکتا۔ اور جس طرح جسمانی وجود کے تمام اعضاء میں سے ہڈی نہایت سخت ہے اور اس کی عمر بھی بہت لمبی ہے اسی طرح اس طوفان کے دور کرنے والی قوت ایمانی نہایت سخت اور عمر بھی لمبی رکھتی ہے تا ایسے دشمن کا دیر تک مقابلہ کر کے پامال کر سکے۔

اور وہ بھی خدا تعالےٰ کے رحم سے کیونکہ شہوات نفسانیہ کا طوفان ایک ایسا ہولناک اور پُر آشوب طوفان ہے کہ بجز خاص رحم حضرت احدیت کے فرو نہیں ہو سکتا۔ اسی وجہ سے حضرت یوسف کو کہنا پڑا وما ابرّئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا۔ نفس نہایت درجہ بدی کا حکم دینے والا ہے اور اس کے حملہ سے مخلصی غیر ممکن ہے مگر یہ کہ خود خدا تعالےٰ رحم فرماوے۔ اس آیت میں جیسا کہ فقرہ الّا مارحم ربّی ہے طوفانِ نوح کے ذکر کے وقت بھی اسی کے مشابہ الفاظ ہیں کیونکہ وہاں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لا عاصم الیوم من امر اللہ الّا من رحم۔ پس یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ طوفانِ شہوات نفسانیہ اپنی عظمت اور ہیبت میں نوح کے طوفان سے مشابہ ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۴۸ تا ص۵۰ طبع اوّل)

پانچواں درجہ۔ امانتوں اور عہدوں کو پُورا کرنا۔

پھر چہارم درجہ کے بعد پانچواں درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے والذین ھم لامانٰتھم وعھدھم راعون یعنی پانچویں درجہ کے مومن جو چوتھے درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو صرف اپنے نفس میں یہی کمال نہیں رکھتے جو نفس امارہ کی شہوات پر غالب آگئے ہیں اور اس کے جذبات پر ان کو فتح عظیم حاصل ہوگئی ہے بلکہ وہ حتی الوسع خدا اور اس کی مخلوق کی تمام امانتوں اور تمام عہدوں کے ہر ایک پہلو کا لحاظ رکھ کر تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مارنے کی کوشش کرتے ہیں

اور جہاں تک طاقت ہے اس راہ پر چلتے ہیں......... اور (وہ) اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ موٹے طور پر اپنے تئیں امین اور صادق العہد قرار دے دیں بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ در پردہ ان سے کوئی خیانت ظہور پذیر نہ ہو۔ پس طاقت کے موافق اپنے تمام معاملات میں توجہ سے غور کرتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ اندرونی طور پر ان میں کوئی نقص اور خرابی ہو۔ اور اسی رعایت کا نام دوسرے لفظوں میں تقویٰ ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ وہ مومن جو وجود روحانی پر پنجم درجہ پر ہیں وہ اپنے معاملات میں خواہ وہ خدا کے ساتھ ہیں خواہ مخلوق کے ساتھ بے قید اور خلیع الرسن نہیں ہوتے بلکہ اس خوف سے کہ خدا تعالےٰ کے نزدیک کسی اعتراض کے نیچے نہ آجاویں اپنی امانتوں اور عہدوں میں دور دور کا خیال رکھ لیتے ہیں اور ہمیشہ اپنی امانتوں اور عہدوں کی پڑتال کرتے رہتے ہیں اور تقویٰ کی دُور بین سے اس کی اندرونی کیفیّت کو دیکھتے رہتے ہیں تا ایسا نہ ہو کہ در پردہ ان کی امانتوں اور عہدوں میں کچھ فتور ہو۔ اور جو امانتیں خدا تعالےٰ کی اِن کے پاس ہیں جیسے تمام قویٰ اور تمام اعضاء اور جان اور مال اور عزت وغیرہ ان کو حتی الوسع اپنی بپابندی تقویٰ بہت احتیاط سے اپنے اپنے محل پر استعمال کرتے رہتے ہیں اور جو عہد ایمان لانے کے وقت خدا تعالےٰ سے کیا ہے کمال صدق سے حتی المقدور اس کے پُورا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ایسا ہی جو امانتیں مخلوق کی ان کے پاس ہوں یا ایسی چیز ہیں جو امانتوں کے حکم میں ہوں ان سب میں تا بمقدور تقویٰ کی پابندی سے کاربند ہوتے

ہیں۔ اگر کوئی تنازع واقعہ ہو تو تقویٰ کو مدِ نظر رکھ کر اس کا فیصلہ کرتے ہیں گو اس فیصلہ میں نقصان اٹھالیں۔

.... لیکن انسان کی تمام رُوحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط وخال ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محل ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا اور اس کے مقابل پر حقوق عباد کا بھی لحاظ رکھنا یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔ اور خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ لباس التقویٰ قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے۔

...... مگر اس درجہ پنجم میں خواہ درجہ پنجم وجود جسمانی کا ہے اور خواہ درجہ پنجم وجود روحانی کا ہے کامل خوبصورتی پیدا نہیں ہوتی کیونکہ ابھی رُوح کا اس پر فیضان نہیں ہُوا۔ یہ امر مشہود ومحسوس ہے کہ ایک

انسان گو کیسا ہی خوبصورت ہو جب وہ مرجاتا ہے تو اس کی رُوح اس کے اندر سے نکل جاتی ہے تو ساتھ ہی اس حُسن میں بھی فرق آجاتا ہے جو اس کو قدرتِ قادر نے عطاء کیا تھا حالانکہ تمام اعضاء اور تمام نقوش موجود ہوتے ہیں مگر صرف ایک روح کے نکلنے سے انسانی قالب کا گھر ایک ویران اور سنسان سا معلوم ہوتا ہے اور آب وتاب کا نشان نہیں رہتا۔ یہی حالت روحانی وجود کے پانچویں درجہ کی ہے کیونکہ یہ امر بھی مشہود ومحسوس ہے کہ جب تک کسی مومن میں خدا تعالےٰ کی طرف سے اس رُوح کا فیضان نہ ہو جو وجود روحانی کے چھٹے درجہ پر ملتی ہے اور ایک فوق العادت طاقت اور زندگی بخشتی ہے تب تک خدا کی امانتوں کے ادا کرنے اور ان کے ٹھیک طور پر استعمال کرنے اور صدق کے ساتھ اس کا ایمانی عہد پورا کرنے اور ایسا ہی مخلوق کے حقوق اور عہدوں کے ادا کرنے میں وہ آب وتاب تقویٰ پیدا نہیں ہوتی جس کا حُسن اور خُوبی دلوں کو اپنی طرف کھینچے اور جس کی ہر ایک ادا فوق العادت اور اعجاز کے رنگ میں معلوم ہو۔ بلکہ قبل اس رُوح کے تقویٰ کے ساتھ تکلّف اور بناوٹ کی ایک ملونی رہتی ہے کیونکہ اس میں وہ رُوح نہیں ہوتی جو حُسنِ روحانی کی آب وتاب دکھلا سکے۔ اور یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ ایسے مومن کا قدم جو ابھی اس رُوح سے خالی ہے پورے طور پر نیکی پر قائم نہیں رہ سکتا بلکہ جیسا کہ ایک ہوا کے دھکہ سے مُردہ کا کوئی عضو حرکت کر سکتا ہے اور جب ہوا دُور ہو جائے تو پھر مُردہ اپنی حالت پر آجاتا ہے ایسا ہی وجود روحانی کے پنجم درجہ کی حالت ہوتی ہے کیونکہ صرف عارضی طور پر خدا تعالےٰ کی نسیم رحمت اس کو نیک کاموں کی طرف جنبش دیتی رہتی ہے اور اس طرح تقویٰ کے

کام اس سے صادر ہوتے ہیں لیکن ابھی نیکی کی رُوح اس کے اندر آباد نہیں ہوتی اس لئے وہ حسن معاملہ اس میں پیدا نہیں ہوتا جو اس رُوح کے داخل ہونے کے بعد اپنا جلوہ دکھلاتا ہے۔

غرض پنجم مرتبہ وجود روحانی کا گو ایک ناقص مرتبہ حسنِ تقویٰ کا حاصل کر لیتا ہے مگر کمال اس حُسن کا وجود روحانی کے درجہ ششم پر ہی ظاہر ہوتا ہے جبکہ خدا تعالےٰ کی اپنی محبّت ذاتیہ روحانی وجود کے لئے ایک رُوح کی طرح ہو کر انسان کے دل پر نازل ہوتی ہے اور تمام نقصانوں کا تدراک کرتی ہے۔ اور انسان محض اپنی قوتوں کے ساتھ کبھی کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ رُوح خدا تعالےٰ کی طرف سے نازل نہ ہو جیسا کہ حافظ شیرازی نے فرمایا ہے۔

مابداں منزلِ عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطف تو چوں پیش نہد گامے چند

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۵۰ تا صفحہ ۵۴ طبع اوّل)

چھٹا درجہ۔ ہر دم یادِ الٰہی میں گذارنا۔ نمازوں کی محافظت۔

پھر درجہ پنجم کے بعد چھٹا درجہ وجود روحانی کا وہ ہے جس کو خدا تعالےٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون یعنی چھٹے درجہ کے مومن جو پانچویں درجہ سے بڑھ گئے ہیں وہ ہیں جو اپنی نمازوں پر آپ محافظ اور نگہبان ہیں۔ یعنی وہ کسی دوسرے کی تذکیر اور یاد دہانی کے محتاج نہیں رہے بلکہ کچھ ایسا تعلق ان کو خدا سے پیدا ہو گیا ہے اور خدا کی یاد کچھ اس قسم کی محبوب طبع اور مدار آرام اور مدار زندگی ان کے لئے ہو گئی ہے کہ وہ ہر وقت اس کی نگہبانی میں

لگے رہتے ہیں اور ہر دم ان کا یادِ الٰہی میں گذرتا ہے اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی خدا کے ذکر سے الگ ہوں۔

اب ظاہر ہے کہ انسان اسی چیز کی محافظت اور نگہبانی میں تمام تر کوشش کر کے ہر دم لگا رہتا ہے جس کے گُم ہونے میں اپنی ہلاکت اور تباہی دیکھتا ہے۔ جیسا کہ ایک مسافر جو ایک بیابان بے آب و دانہ میں سفر کر رہا ہے جس کے صد ہا کوس تک پانی اور روٹی ملنے کی کوئی اُمید نہیں وہ اپنے پانی اور روٹی کی جو ساتھ رکھتا ہے بہت محافظت کرتا ہے اور اپنی جان کے برابر اس کو سمجھتا ہے کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اس کے ضائع ہونے میں اس کی موت ہے۔ پس وہ لوگ جو اس مسافر کی طرح اپنی نمازوں کی محافظت کرتے ہیں اور گو مال کا نقصان ہو یا عزت کا نقصان ہو یا نماز کی وجہ سے کوئی ناراض ہو جائے نماز کو نہیں چھوڑتے اور اس کے ضائع ہونے کے اندیشہ میں سخت بیتاب ہوتے اور سخت پیچ و تاب کھاتے گویا مر ہی جاتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ایک دم بھی یادِ الٰہی سے الگ ہوں۔ وہ درحقیقت نماز اور یادِ الٰہی کو اپنی ایک ضروری غذا سمجھتے ہیں جس پر ان کی زندگی کا مدار ہے۔ اور یہ حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب خدا تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور اس کی محبتِ ذاتیہ کا ایک افروختہ شعلہ جس کو روحانی وجود کے لئے ایک رُوح کہنا چاہیئے ان کے دل پر نازل ہوتا ہے اور ان کو حیات ثانی بخش دیتا ہے۔ اور وہ رُوح ان کے تمام وجود رُوحانی کو روشنی اور زندگی بخشتی ہے۔ تب وہ نہ کسی تکلّف اور بناوٹ سے خدا کی یاد میں لگے رہتے ہیں بلکہ وہ خدا جس نے جسمانی طور پر انسان کی زندگی روٹی اور پانی پر موقوف رکھی ہے

وہ ان کی روحانی زندگی کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں اپنی یاد کی غذا سے
وابستہ کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس روٹی اور پانی کو جسمانی روٹی اور پانی سے
زیادہ چاہتے ہیں اور اس کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں، اور یہ اس روح
کا اثر ہوتا ہے جو ایک شعلہ کی طرح ان میں ڈالی جاتی ہے جس سے عشقِ الٰہی
کی کامل مستی ان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ یادِ الٰہی سے ایک دم
الگ ہونا نہیں چاہتے۔ وہ اس کے لئے دُکھ اٹھاتے اور مصائب دیکھتے ہیں
مگر اس سے ایک لحظہ بھی جدا ہونا نہیں چاہتے اور پاس انفاس کرتے ہیں
اور اپنی نمازوں کے محافظ اور نگہبان رہتے ہیں اور یہ امر ان کے لئے طبعی
ہے کیونکہ درحقیقت خدا نے اپنی محبت سے بھری ہوئی یاد کو جس کو دوسرے لفظوں
میں نماز کہتے ہیں ان کے لئے ایک ضروری غذا مقرر کر دیا ہے اور اپنی محبت
ذاتیہ سے ان پر تجلی فرما کر یاد الٰہی کی ایک دلکش لذت ان کو عطا کی ہے۔
پس اس وجہ سے یاد الٰہی جان کی طرح بلکہ جان سے بڑھ کر ان کو عزیز ہو
گئی ہے اور خدا کی ذاتی محبت ایک نئی روح ہے جو شعلہ کی طرح ان کے دلوں
پر پڑتی اور ان کی نماز اور یادِ الٰہی کو ایک غذا کی طرح ان کے لئے بنا دیتی
ہے۔ پس وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی زندگی روٹی اور پانی سے نہیں بلکہ
نماز اور یاد الٰہی سے جیتے ہیں۔

عشقِ الٰہی کی کامل مستی۔

خدا کی ذاتی محبت۔

غرض محبت سے بھری ہوئی یاد الٰہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت
ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت
اور نگہبانی بعینہٖ اس مسافر کی طرح وہ کرتے رہتے ہیں جو ایک دشتِ بے
آب و دانہ میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں
اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے۔

واہبِ مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا
ہوا ہے جو محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلاء کا آخری مرتبہ ہے اور
درحقیقت اس مرتبہ پر انسان کے لئے محبت سے بھری ہوئی یاد الٰہی جس کا
شرعی اصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے بلکہ وہ بار
بار جسمانی روح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے بغیر زندہ
نہیں رہ سکتا جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے
علیحدہ ایک دم بھی بسر کرنا اپنی موت سمجھتا ہے اور اس کی روح آستانۂ
الٰہی پر ہر وقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اس کا خدا میں ہی ہو
جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ میں اگر ایک طرفۃ العین بھی یادِ الٰہی
سے الگ ہوا تو بس میں مرا۔ اور جس طرح روٹی سے جسم میں تازگی اور آنکھ
اور کان وغیرہ اعضاء کی قوتوں میں توانائی آ جاتی ہے اسی طرح اس مرتبہ
پر یاد الٰہی جو عشق اور محبت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی روحانی قوتوں
کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوتِ کشف نہایت صاف اور لطیف طور
پر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کان خدا تعالےٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور زبان
پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلی اور اصفٰی طور پر جاری ہو جاتا ہے اور
رویاء صادقہ بکثرت ہوتے ہیں جو فلق صبح کی طرح ظہور میں آ جاتے ہیں
اور بباعث علاقہ صافیہ محبت جو حضرت عزت سے ہوتا ہے مبشّر
خوابوں سے بہت سا حصّہ ان کو ملتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس مرتبہ پر
مومن کو محسوس ہوتا ہے کہ خدا کی محبت اس کے لئے روٹی اور پانی کا کام دیتی
ہے۔ یہ نئی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام
تیار ہو چکتا ہے اور پھر وہ روح جو محبتِ ذاتیہ الٰہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے

محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلا کا آخری مرتبہ

خدا کی محبت اس کے لئے روٹی اور پانی کا کام دیتی ہے۔

عشقِ الٰہی کی کامل مستی۔

وہ ان کی روحانی زندگی کو جس سے وہ پیار کرتے ہیں اپنی یاد کی غذا سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اس لئے وہ اس روٹی اور پانی کو جسمانی روٹی اور پانی سے زیادہ چاہتے ہیں اور اس کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ اس روح کا اثر ہوتا ہے جو ایک شعلہ کی طرح ان میں ڈالی جاتی ہے جس سے عشقِ الٰہی کی کامل مستی ان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ یادِ الٰہی سے ایک دم الگ ہونا نہیں چاہتے۔ وہ اس کے لئے دُکھ اٹھاتے اور مصائب دیکھتے ہیں مگر اس سے ایک لحظ بھی جدا ہونا نہیں چاہتے اور پاس انفاس کرتے ہیں اور اپنی نمازوں کے محافظ اور نگہبان رہتے ہیں اور یہ امر ان کے لئے طبعی ہے کیونکہ درحقیقت خدا نے اپنی محبت سے بھری ہوئی یاد کو جس کو دوسرے لفظوں میں نماز کہتے ہیں ان کے لئے ایک ضروری غذا مقرر کر دیا ہے اور اپنی محبت ذاتیہ سے ان پر تجلی فرما کر یاد الٰہی کی ایک دلکش لذت ان کو عطا کی ہے۔

خدا کی ذاتی محبت۔

پس اس وجہ سے یاد الٰہی جان کی طرح بلکہ جان سے بڑھ کر ان کو عزیز ہو گئی ہے اور خدا کی ذاتی محبت ایک نئی روح ہے جو شعلہ کی طرح ان کے دلوں پر پڑتی اور ان کی نماز اور یادِ الٰہی کو ایک غذا کی طرح ان کے لئے بنا دیتی ہے۔ پس وہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کی زندگی روٹی اور پانی سے نہیں بلکہ نماز اور یاد الٰہی سے جیتے ہیں۔

غرض محبت سے بھری ہوئی یاد الٰہی جس کا نام نماز ہے وہ درحقیقت ان کی غذا ہو جاتی ہے جس کے بغیر وہ جی ہی نہیں سکتے اور جس کی محافظت اور نگہبانی بعینہٖ اس مسافر کی طرح وہ کرتے رہتے ہیں جو ایک دشتِ بے آب و دانہ میں اپنی چند روٹیوں کی محافظت کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں اور اپنے کسی قدر پانی کو جان کے ساتھ رکھتا ہے جو اس کی مشک میں ہے۔

محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلا کا آخری مرتبہ

واہبِ مطلق نے انسان کی روحانی ترقیات کے لئے یہ بھی ایک مرتبہ رکھا ہُوا ہے جو محبت ذاتی اور عشق کے غلبہ اور استیلاء کا آخری مرتبہ ہے اور درحقیقت اس مرتبہ پر انسان کے لئے محبّت سے بھری ہوئی یاد الٰہی جس کا شرعی اصطلاح میں نماز نام ہے غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے بلکہ وہ بار بار جسمانی روح کو بھی اس غذا پر فدا کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا جیسا کہ مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اور خدا سے علیحدہ ایک دم بھی بسر کرنا اپنی موت سمجھتا ہے اور اس کی رُوح آستانۂ الٰہی پر ہر وقت سجدہ میں رہتی ہے اور تمام آرام اس کا خدا میں ہی ہو جاتا ہے اور اس کو یقین ہوتا ہے کہ مَیں اگر ایک طرفۃ العین بھی یادِ الٰہی سے الگ ہُوا تو بس مَیں مَرا۔ اور جس طرح روٹی سے جسم میں تازگی اور آنکھ اور کان وغیرہ اعضاء کی قوتوں میں توانائی آ جاتی ہے اسی طرح اس مرتبہ پر یاد الٰہی جو عشق اور محبّت کے جوش سے ہوتی ہے مومن کی روحانی قوتوں کو ترقی دیتی ہے یعنی آنکھ میں قوّتِ کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کان خدا تعالےٰ کے کلام کو سُنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اجلیٰ اور اصفیٰ طور پر جاری ہو جاتا ہے اور رویاء صادقہ بکثرت ہوتے ہیں جو فلق صبح کی طرح ظہور میں آ جاتے ہیں اور بباعث علاقہ صافیہ محبت جو حضرت عزّت سے ہوتا ہے مبشّر خوابوں سے بہت سا حصّہ ان کو ملتا ہے۔ یہی وہ مرتبہ ہے جس مرتبہ پر مومن کو محسوس ہوتا ہے کہ خدا کی محبت اس کے لئے روٹی اور پانی کا کام دیتی ہے۔ یہ نئی پیدائش اس وقت ہوتی ہے جب پہلے روحانی قالب تمام تیار ہو چکتا ہے اور پھر وہ روح جو محبّتِ ذاتیہ الٰہیہ کا ایک شعلہ ہے ایسے

خدا کی محبت اس کے لئے روٹی اور پانی کا کام دیتی ہے۔

مومن کے دل پر آپڑتا ہے اور یک دفعہ طاقتِ بالانشیمن لبشریّت سے بلند تر اسکو لے جاتی ہے اور یہ مرتبہ وہ ہے جس کو روحانی طور پر خلقِ آخر کہتے ہیں۔ اس مرتبہ پر خدا تعالےٰ اپنی محبت ذاتی کا ایک افروختہ شعلہ جس کو دوسرے لفظوں میں روح کہتے ہیں مومن کے دل پر نازل کرتا ہے اور اس سے تمام تاریکیوں اور آلائشوں اور کمزوریوں کو دُور کر دیتا ہے اور اس رُوح کے پھونکنے کے ساتھ ہی وہ حسن جو ادنیٰ مرتبہ پر تھا کمال کو پہنچ جاتا اور ایک روحانی آب وتاب پیدا ہو جاتی ہے اور گندی زندگی کی کبودگی بکلی دور ہو جاتی ہے اور مومن اپنے اندر محسوس کر لیتا ہے کہ ایک نئی رُوح اس کے اندر داخل ہو گئی ہے جو پہلے نہیں تھی۔ اس روح کے ملنے سے ایک عجیب سکینت اور اطمینان مومن کو حاصل ہو جاتی ہے اور محبت ذاتیہ ایک فوارہ کی طرح جوش مارتی اور عبودیت کے پودہ کی آبپاشی کرتی ہے اور وہ آگ جو پہلے ایک معمولی گرمی کی حد تک تھی اس درجہ پر وہ تمام وکمال افروختہ ہو جاتی ہے اور انسانی وجود کے تمام خس وخاشاک کو جلا کر الوہیت کا قبضہ اس پر کر دیتی ہے اور وہ آگ تمام اعضاء پر احاطہ کر لیتی ہے تب اس لوہے کی مانند جو نہایت درجہ آگ میں تپایا جائے یہاں تک کہ سرخ ہو جائے اور آگ کے رنگ پر ہو جائے اس مومن سے الوہیت کے آثار اور افعال ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ لوہا بھی اس درجہ پر آگ کے آثار اور افعال ظاہر کرتا ہے مگر یہ نہیں کہ وہ مومن خدا ہو گیا ہے بلکہ محبت الٰہیہ کا کچھ ایسا ہی خاصہ ہے جو اپنے رنگ میں ظاہر وجود کو لے آتی ہے اور باطن میں عبودیت اور اس کا ضعف موجود ہوتا ہے۔ اس درجہ پر مومن کی روٹی خدا ہوتا ہے

محبتِ الٰہی کا افروختہ شعلہ۔

جس کے کھانے پر اس کی زندگی موقوف ہوتی ہے اور مومن کا پانی بھی خدا ہوتا ہے جس کے پینے سے وہ موت سے بچ جاتا ہے اور اس کی ٹھنڈی ہوا بھی خدا ہی ہوتا ہے جس سے اس کے دل کو راحت پہنچتی ہے۔ اور اس مقام پر استعارہ کے رنگ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا اس مرتبہ کے مومن کے اندر داخل ہوتا اور اس کے رگ وریشہ میں سرایت کرتا اور اس کے دل کو اپنا تخت گاہ بنا لیتا ہے۔ تب وہ اپنی رُوح سے نہیں بلکہ خدا کی رُوح سے دیکھتا اور خدا کی رُوح سے سُنتا اور خدا کی روح سے بولتا اور خدا کی رُوح سے چلتا اور خدا کی رُوح سے دشمنوں پر حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ اس مرتبہ پر نیستی اور استہلاک کے مقام میں ہوتا ہے اور خدا کی روح اس پر اپنی محبت ذاتیہ کے ساتھ تجلی فرما کر حیات ثانی اس کو بخشتی ہے پس اس وقت روحانی طور پر اس پر یہ آیت صادق آتی ہے ثُمَّ انشانا ہ خلقًا آخر فتبارکَ اللہ احسن الخالقین۔

. . . .

لیکن اس بات کو بہت جلد ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور خدا نے زمین کے تمام پرند وچرند پر اس کو بزرگی دے کر اور سب پر حکومت بخش کر اور عقل وفہم عنایت فرما کر اور اپنی معرفت کی ایک پیاس لگا کر اپنے ان تمام افعال سے جتلا دیا ہے کہ انسان خدا کی محبت اور عشق کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو پھر اس سے کیوں انکار کیا جائے کہ انسان محبت ذاتیہ کے مقام تک پہنچ کر اس درجہ تک پہنچ جائے کہ اس کی محبت پر خدا کی محبت ایک رُوح کی طرح وارد ہو کر تمام کمزوریاں اس کی دور کر دے اور جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے وجود روحانی کے ششم مرتبہ کے

بارے میں فرمایا ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلٰوتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ.
ایسا ہی دائمی حضور اور سوز و گداز اور عبودیت انسان سے سرزد ہو اور
اس طرح پر وہ اپنے وجود کی علّت غائی کو پُورا کرے جیسا کہ اللہ تعالےٰ
نے فرمایا ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون
یعنی مَیں نے پرستش کے لئے ہی جن و انس کو پیدا کیا ہے۔ ہاں یہ پرستش
اور حضرت عزت کے سامنے دائمی حضور کے ساتھ کھڑا ہونا بجز محبت ذاتیہ کے
ممکن نہیں اور محبت سے مراد یک طرفہ محبت نہیں ۔ خالق اور مخلوق کی
دونوں محبتیں مراد ہیں تا بجلی کی آگ کی طرح جو مرنے والے انسان پر گرتی
ہے اور جو اس وقت اس انسان کے اندر سے نکلتی ہے بشریت کی
کمزوریوں کو جلا دیں اور دونوں مل کر تمام روحانی وجود پر قبضہ کر لیں.
.... ظاہر ہے کہ مردہ خوبصورت اور زندہ خوبصورت یکساں
آب و تاب نہیں رکھتے ۔

روح القدس کی تائید

.... اور یاد رہے کہ مرتبہ ششم وجود روحانی میں روح سے
مراد وہ محبت ذاتیہ الٰہیہ ہے جو انسان کی محبت ذاتیہ پر ایک شعلہ کی طرح
پڑتی اور تمام اندرونی تاریکی دُور کرتی اور روحانی زندگی بخشتی ہے اور
اس کے لوازم میں سے رُوح القدس کی تائید بھی کامل طور پر ہے ۔
.... ایسا ہی روحانی وجود کی رُوح روحانی قالب تیار ہونے کے
بعد انسان کے روحانی وجود میں داخل ہوتی ہے یعنی اس وقت جبکہ انسان شریعت
کا تمام جوا اپنی گردن پر لے لیتا ہے اور مشقت اور مجاہدہ کے ساتھ تمام
حدود الٰہیہ کے قبول کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے اور ورزش شریعت
اور بجا آوری احکامِ کتاب اللہ سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ خدائی روحانیت

خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ برف کی طرح سفید اور شہد کی طرح شیریں ہیں

اس کی طرف توجہ فرمادے اور سب سے زیادہ یہ کہ اپنی محبّت ذاتیہ سے
اپنے تئیں خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مستحق ٹھہرا لیتا ہے جو برف کی طرح
سفید اور شہد کی طرح شیریں ہے۔

روحانی حُسن کی کشش.

.... لیکن وہ روحانی حُسن جس کو حسن معاملہ سے موسوم کیا گیا ہے وہ
اپنی کششوں میں ایسا سخت اور زبردست ہے کہ ایک دُنیا کو اپنی طرف کھینچ
لیتا ہے اور زمین و آسمان کا ذرہ ذرہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے اور قبولیتِ
دُعا کی بھی درحقیقت فلاسفی یہی ہے کہ جب ایسا روحانی حسن والا انسان جس میں محبت الٰہیہ
کی رُوح داخل ہو جاتی ہے جب کسی غیر ممکن اور نہایت مشکل امر کے لئے دُعا
کرتا ہے اور اس امر پر پُورا پُورا زور دیتا ہے تو چونکہ وہ اپنی ذات میں
حُسنِ رُوحانی رکھتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ کے اَمر اور اذن سے اس عالم کا
ذرّہ ذرّہ اس کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پس ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جو
اس کی کامیابی کے لئے کافی ہوں۔ تجربہ اور خدا تعالےٰ کی پاک کتاب سے ثابت
ہے کہ دُنیا کے ہر ایک ذرہ کو طبعًا ایسے شخص کے ساتھ ایک عشق ہوتا ہے اور
اس کی دعائیں ان تمام ذرات کو ایسا اپنی طرف کھینچتی ہیں جیسا کہ آہن رُبا لوہے
کو اپنی طرف کھینچتا ہے ...... اور ہر ایک ذرہ روحانی حُسن کا عاشق صادق
ہے اور ایسا ہی ہر ایک سعید رُوح بھی کیونکہ وہ حُسن تجلی گاہِ حق ہے۔ وہی
حُسن تھا جس کے لئے فرمایا گیا اسجدوا لآدم فسجدوا الّا
ابلیس اور اب بھی بہتیرے ابلیس ہیں جو اس حسن کو شناخت نہیں کرتے
مگر وہ حُسن بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے۔
نوح میں وہی حسن تھا جس کی پاس خاطر حضرت عزّت جلّشانہٗ کو
منظور ہوئی اور تمام منکروں کو پانی کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ پھر اس کے

بعد موسٰی بھی وہی حسن روحانی لے کر آیا جس نے چند روز تکلیفیں اُٹھا کر آخر فرعون کا بیڑا غرق کیا۔ پھر سب کے بعد سید الانبیاء و خیرالورٰی مولانا و سیدنا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم الشان روحانی حُسن لے کر آئے جس کی تعریف میں یہی آیت کریمہ کافی ہے۔ دنی فتدلٰی فکان قاب قوسین او ادنٰی ......

کامل لوگوں کی بعض دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں

اس جگہ بعض جاہل کہتے ہیں کہ کیوں کامل لوگوں کی بعض دُعائیں منظور نہیں ہوتیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی تجلی حُسن کو خدا تعالےٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہُوا ہے۔ پس جس جگہ یہ تجلی عظیم ظاہر ہو جاتی ہے اور کسی معاملہ میں ان کا حُسن جوش میں آتا ہے۔ اور اپنی چمک دکھلاتا ہے تب اس چمک کی طرف ذرات عالم کھنچے جاتے ہیں اور غیر ممکن باتیں وقوع میں آتی ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں معجزہ کہتے ہیں۔ مگر یہ جوش روحانی ہمیشہ اور ہر جگہ ظہور میں نہیں آتا اور تحریکات خارجیہ کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ اس لئے کہ جیسا کہ خدائے کریم بے نیاز ہے۔ اس نے اپنے برگزیدوں میں بھی بے نیازی کی صفت رکھ دی ہے۔ سو وہ خدا کی طرح سخت بے نیاز ہوتے ہیں اور جب تک کوئی پوری خاکساری اور اخلاص کے ساتھ ان کے رحم کیلئے ایک تحریک پیدا نہ کرے وہ قوت ان کی جوش نہیں کرتی اور عجیب تر یہ کہ وہ لوگ تمام دنیا سے زیادہ رحم کی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں مگر اس کی تحریک ان کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ گو وہ بارہا چاہتے بھی ہیں کہ وہ قوت ظہور میں آوے مگر بجز ارادۂ الٰہیہ کے ظاہر نہیں ہوتی۔ بالخصوص وہ منکروں اور منافقوں اور سُست اعتقاد لوگوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتے اور ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح ان کو سمجھتے ہیں۔ اور وہ بے نیازی ان

کی ایک ایسی شان رکھتی ہے جیسا کہ ایک معشوق نہایت خولصورت بُرقع میں اپنا چہرہ چھپائے رکھے۔ اور اسی بے نیازی کا ایک شعبہ یہ ہے کہ جب کوئی شریر انسان ان پر بدظنی کرے تو بسا اوقات بے نیازی کے جوش سے اس بدظنی کو اور بھی بڑھا دیتے ہیں کیونکہ تخلّق باخلاق اللہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا

جب خدا تعالےٰ چاہتا ہے کہ کوئی معجزہ ان سے ظاہر ہو تو ان کے دلوں میں ایک جوش پیدا کر دیتا ہے اور ایک امر کے حصول کے لئے سخت کرب اور قلق ان کے دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے۔ تب وہ بے نیازی کا بُرقع اپنے مُنہ پر سے اتار لیتے ہیں اور وہ حُسن ان کا جو بجز خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں دیکھتا وہ آسمان کے فرشتوں پر اور ذرہ ذرہ پر نمودار ہو جاتا ہے۔ اور ان کا مُنہ پر سے بُرقع اٹھانا یہ ہے کہ وہ اپنے کامل صدق اور صفا کے ساتھ اور اس روحانی حُسن کے ساتھ جس کی وجہ سے وہ خدا کے محبوب ہو گئے ہیں اس خدا کی طرف ایک ایسا خارق عادت رجوع کرتے ہیں اور ایک ایسے اقبال علی اللہ کی ان میں حالت پیدا ہو جاتی ہے جو خدا تعالےٰ کی فوق العادت رحمت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور ساتھ ہی ذرّہ ذرّہ اس عالم کا کھینچا چلا آتا ہے اور عاشقانہ حرارت کی گرمی آسمان پر جمع ہوتی اور بادلوں کی طرح فرشتوں کو بھی اپنا چہرہ دکھا دیتی اور ان کی دردیں جو رعد کی خاصیّت اپنے اندر رکھتی ہیں ایک سخت شور ملأ اعلیٰ میں ڈال دیتی ہیں۔ تب خدا تعالیٰ کی قدرت سے وہ بادل پیدا ہو جاتے ہیں جن سے رحمت الٰہی کا وہ مینہ برستا ہے جس کی وہ خواہش کرتے ہیں .... اس صورت

میں تمام چیزیں جو خدا تعالیٰ کے زیر حکم ہیں ان کے زیر حکم ہو جاتی ہیں اور آسمان کے ستارے اور سورج اور چاند سے لے کر زمین کے سمندروں اور آگ تک ان کی آواز کو سُنتے اور ان کو شناخت کرتے اور ان کی خدمت میں لگے رہتے ہیں اور ہر ایک چیز طبعًا ان سے پیار کرتی ہے اور عاشق صادق کی طرح ان کی طرف کھنچی جاتی ہے بجز شریر انسانوں کے جو شیطانوں کے اوتار ہیں۔

عشقِ مجازی

عشق مجازی تو ایک منحوس عشق ہے کہ ایک طرف پیدا ہوتا اور ایک طرف مر جاتا ہے اور نیز اس کی بنا اس حُسن پر ہے جو قابلِ زوال ہے اور نیز اس حُسن کے اثر کے نیچے آنے والے بہت ہی کم ہوتے ہیں مگر یہ کیا حیرت انگیز نظارہ ہے کہ وہ حُسن روحانی جو حسنِ معاملہ اور صدق وصفا اور محبت الٰہیہ کی تجلی کے بعد انسان میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایک عالمگیر کشش پائی جاتی ہے۔ وہ مستعد دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ جیسے شہد چیونٹیوں کو۔ اور نہ صرف انسان بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ اس کی کشش سے متاثر ہوتا ہے۔ صادق المحبت انسان جو سچی محبت خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے وہ وہ یوسف ہے جس کے لئے ذرہ ذرہ اس عالم کا زلیخا صفت ہے اور ابھی حُسن اس کا اس عالم میں ظاہر نہیں کیونکہ یہ عالم اس کی برداشت نہیں کرتا ......

...... جسمانی حسن کا ایک شخص یا دو شخص خریدار ہوتے ہیں مگر یہ عجیب حُسن ہے جس کے خریدار کروڑہا روحیں ہو جاتی ہیں ....

اب یہ بھی یاد رہے کہ بندہ تو حُسنِ معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے

اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین و آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی ان کی مخالفت پر کھڑا ہو تو ان کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا۔ اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے .... غرض پہلا خریدار اس کے روحانی حسن و جمال کا جو حسن معاملہ اور محبت ذاتیہ کے بعد پیدا ہوتا ہے خدا ہی ہے۔ پس کیا ہی بد قسمت وہ لوگ ہیں جو ایسا زمانہ پاویں اور ایسا سورج ان پر طلوع کرے اور وہ تاریکی میں بیٹھے رہیں۔

حسنِ روحانی کا پہلا خریدار خدا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۶۶ طبع اوّل)

دعا کی قبولیت کی شرائط

اس آیت میں (لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین) اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمایا ہے کہ اے نبی (علیہ السلام) جس قدر تو عقد ہمّت اور کامل توجہ اور سوز و گداز اور اپنی رُوح کو مشقت میں ڈالنے سے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے دُعا کرتا ہے تیری دعاؤں کے پُر تاثیر ہونے میں کچھ کمی نہیں ہے لیکن شرط قبولیت دُعا یہ ہے کہ جس کے حق میں دُعا کی جاتی ہے سخت متعصب اور لاپرواہ اور گندی فطرت کا انسان نہ ہو ورنہ دُعا قبول نہ ہو گی۔ اور جہاں تک مجھے خدا تعالیٰ نے دعاؤں کے بارے میں علم دیا ہے وہ یہ ہے کہ دُعا کے قبول ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں :-

اوّل دعا کرنے والا کامل درجہ پر متقی ہو کیونکہ خدا تعالیٰ کا مقبول وہی بندہ ہوتا ہے جس کا شعار تقویٰ ہو اور جس نے تقویٰ کی باریک راہوں کو مضبوط پکڑا ہو اور جو امین اور متقی اور صادق العہد ہونے کی وجہ سے منظور نظر الٰہی ہو اور محبت ذاتیہ الٰہیہ سے معمور اور پُر ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی عقد ہمّت اور توجہ اس قدر ہو

کہ گویا ایک شخص کے زندہ کرنے کے لئے ہلاک ہو جائے اور ایک شخص کو قبر سے باہر نکالنے کے لئے آپ گور میں داخل ہو۔ اس میں راز یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنے مقبول بندے اس سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں جیسا کہ ایک خوبصورت بچہ جو ایک ہی ہو اس کی ماں کو پیارا ہوتا ہے۔ پس جبکہ خدائے کریم و رحیم دیکھتا ہے کہ ایک مقبول و محبوب اس کا ایک شخص کی جان بچانے کے لئے روحانی مشقتوں اور تضرعات اور مجاہدات کی وجہ سے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی جان نکل جائے تو اس کو علاقہ محبت کی وجہ سے ناگوار گذرتا ہے کہ اسی حال میں اس کو ہلاک کر دے۔ تب اس کے لئے اس دوسرے شخص کا گناہ بخش دیتا ہے جس کے لئے وہ پکڑا گیا تھا.........

تیسری شرط استجابت دعا کے لئے ایک ایسی شرط ہے جو تمام شرطوں سے مشکل تر ہے کیونکہ اس کا پورا کرنا خدا کے مقبول بندوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ اس شخص کے ہاتھ میں ہے جو دعا کرانا چاہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نہایت صدق اور کامل اعتقاد اور کامل یقین اور کامل ارادت اور کامل غلامی کے ساتھ دعا کا خواہاں ہو اور یہ دل میں فیصلہ کر لے کہ اگر دعا قبول نہ بھی ہو تاہم اس کے اعتقاد اور ارادت میں فرق نہیں آئیگا۔ اور دعا کرانا آزمائش کے طور پر نہ ہو بلکہ سچے اعتقاد کے طور پر ہو اور نہایت نیازمندی سے اس کے دروازے پر گرے اور جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے مال سے، خدمت سے، ہر ایک طور کی اطاعت سے ایسا قرب پیدا کرے کہ اس کے دل کے اندر داخل ہو جائے۔ اور بایں ہمہ نہایت درجہ پر نیک ظن ہو اور اس کو نہایت درجہ کا متقی سمجھے اور اس کی مقدس

شان کے برخلاف ایک خیال بھی دل میں لانا کفر خیال کرے اور اس قسم کی طرح طرح کی جاں نثاری دکھلا کر سچے اعتقاد کو اس پر ثابت اور روشن کر دے اور اس کی مثل دنیا میں کسی کو بھی نہ سمجھے۔ اور جان سے مال سے آبرو سے اس پر فدا ہو جائے اور کوئی کلمہ کسر شان کا کسی پہلو سے اس کی نسبت زبان پر نہ لائے اور نہ دل میں، اور اس بات کو اس کی نظر میں بپایۂ ثبوت پہنچا دے کہ درحقیقت وہ ایسا ہی معتقد اور مرید ہے، اور بایں ہمہ صبر سے انتظار کرے اور اگر پچاس دفعہ بھی اپنے کام میں نامراد رہے پھر بھی اعتقاد اور یقین میں سست نہ ہو کیونکہ یہ قوم سخت نازک دل ہوتی ہے اور ان کی فراست چہرہ کو دیکھ کر پہچان سکتی ہے کہ یہ شخص کس درجہ کا اخلاص رکھتا ہے اور یہ قوم باوجود نرم دل ہونے کے نہایت بے نیاز ہوتی ہے۔ ان کے دل خدا نے ایسے بے نیاز پیدا کئے ہیں کہ متکبر اور خود غرض اور منافق طبع انسان کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ اس قوم سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس قدر غلامانہ اطاعت ان کی اختیار کرتے ہیں کہ گویا مر ہی جاتے ہیں۔ مگر وہ شخص جو قدم قدم پر بدظنی کرتا ہے اور دل میں کوئی اعتراض رکھتا ہے اور پوری محبت اور ارادت نہیں رکھتا وہ بجائے فائدہ کے ہلاک ہوتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۸ طبع اوّل)

چھٹا درجہ (بہ تسلسل)

اب یاد رہے کہ منتہا سلوک کا پنجم درجہ ہے اور جب پنجم درجہ کی حالت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد چھٹا درجہ ہے جو محض ایک موہبت کے طور پر ہے اور جو بغیر کسب اور کوشش کے مومن کو عطا ہوتا ہے

اس میں کسب کو ذرہ دخل نہیں

اور کسب کو اس میں ذرہ دخل نہیں اور وہ یہ ہے کہ جیسے مومن خدا کے راہ میں اپنی روح کھوتا ہے ایک روح اس کو عطا کی جاتی ہے کیونکہ ابتدا سے یہ وعدہ ہے کہ جو کوئی خدا تعالیٰ کی راہ میں کچھ کھوئے گا وہ اسے پائے گا اس لئے رُوح کو کھونے والے رُوح کو پاتے ہیں۔ پس چونکہ مومن اپنی محبت ذاتیہ سے خدا کی راہ میں اپنی جان وقف کرتا ہے۔ اس لئے خدا کی محبت ذاتیہ کی روح کو پاتا ہے جس کے ساتھ روح القدس شامل ہوتا ہے۔ خدا کی محبت ذاتیہ ایک روح ہے اور رُوح کا کام مومن کے اندر کرتی ہے اس لئے وہ خود رُوح ہے اور رُوح القدس اس سے جدا نہیں کیونکہ اس محبت میں اور روح القدس میں کبھی انفکاک ہو نہیں سکتا۔ اسی وجہ سے ہم نے اکثر جگہ صرف محبت ذاتیہ الٰہیہ کا ذکر کیا ہے اور رُوح القدس کا نام نہیں لیا کیونکہ ان کا باہم تلازم ہے اور جب رُوح کسی مومن پر نازل ہوتی ہے تو تمام بوجھ عبادات کا اس کے سر پر سے ساقط ہو جاتا ہے اور اس میں ایک ایسی قوت اور لذت آجاتی ہے جو وہ قوت تکلف سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے یادِ الٰہی اس سے کراتی ہے اور عاشقانہ جوش اس کو بخشتی ہے۔ پس ایسا مومن جبرئیل علیہ السلام کی طرح ہر وقت آستانہ الٰہی کے آگے حاضر رہتا ہے اور حضرت عزت کی دائمی ہمسائگی اس کے نصیب ہو جاتی ہے۔

روح کو کھونے والے روح کو پاتے ہیں۔

حضرت عزت کی دائمی ہمسائگی

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۳ تا ص۷۴ طبع اوّل)

تیسرا درجہ (دوبارہ) نور توکل کا دل میں پیدا ہونا۔

پھر جب عنایت الٰہیہ اس ورطۂ عظیمہ (مال کی محبت) سے اس کو نکالنا چاہتی ہے تو رازقیت الٰہیہ کا علم اس کو عطا کیا جاتا ہے اور توکل کا بیج اس میں بویا جاتا ہے اور ساتھ اس کے ہیبت الٰہیہ بھی کام کرتی ہے اور دونوں

تجلیات جمالی اور جلالی اس کے دل کو اپنے قابو میں لے آتی ہیں تب مال کی محبت بھی دل میں سے بھاگ جاتی ہے اور مال دینے والے کی محبت کا تخم دل میں بویا جاتا ہے اور ایمان قوی کیا جاتا ہے .... پس یہ قوت ایمانی نہ صرف لغو کاموں سے چھڑاتی ہے بلکہ خدا تعالیٰ کے رازق ہونے پر ایک قوی ایمان پیدا کر دیتی ہے اور نور توکل دل میں ڈال دیتی ہے ...... اب خدا تعالیٰ پر بہت سی امیدیں ہو کر وہ تمام ضعف جاتا رہتا ہے اور مال دینے والے کی محبت مال کی محبت سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶ طبع اوّل)

چوتھا درجہ (دوبارہ) عظمت اور ہیبت اور جبروت کی ایسی تجلی جس سے شہوات نفسانیہ محترقہ پارہ پارہ ہو جاتی ہیں اور پھر جمالی رنگ میں نہایت لطیف محبت کا ذوق اس کے دل میں ڈالتا ہے

پس ظاہر ہے کہ درجہ چہارم پر قوتِ ایمانی بہ نسبت درجہ سوئم کے بہت قوی اور زبردست ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت اور جبروت کا مشاہدہ بھی پہلے کی نسبت اس میں زیادہ ہوتا ہے اور نہ صرف اس قدر بلکہ یہ بھی اس میں نہایت ضروری ہے کہ جس لذتِ ممنوعہ کو دُور کیا گیا ہے اس کے عوض میں روحانی طور پر کوئی لذت بھی حاصل ہو اور جیسا کہ بخل کے دُور کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی رازقیت پر قوی ایمان درکار ہے اور خالی جیب ہونے کی حالت میں ایک قوی توکل کی ضرورت ہے تا بخل بھی دُور ہو اور غیبی فتوح پر امید بھی پیدا ہو جائے۔ ایسا ہی شہوات ناپاک نفسانیہ کے دُور کرنے کے لئے اور آتشِ شہوت سے مخلصی پانے کے لئے اس آگ کے وجود پر قوی ایمان ضروری ہے جو جسم اور رُوح دونوں کو عذاب شدید میں ڈالتی ہے اور نیز ساتھ اس کے اس روحانی لذت کی ضرورت ہے جو ان کثیف لذتوں سے بے نیاز اور مستغنی کر دیتی ہے....

اور جب خدا تعالیٰ کسی کو اس بلا سے نجات دینا چاہتا ہے تو اپنی عظمت اور ہیبت اور جبروت کی ایسی تجلی اس پر کرتا ہے جس سے شہوات نفسانیہ محترم پارہ پارہ ہو جاتی ہیں اور پھر جمالی رنگ میں اپنی لطیف محبت کا ذوق اس کے دل میں ڈالتا ہے۔ اور جس طرح شیر خوار بچہ دُودھ چھوڑنے کے بعد صرف ایک رات تلخی میں گزارتا ہے بعد اس کے اس دُودھ کو ایسا فراموش کر دیتا ہے کہ چھاتیوں کے سامنے بھی اگر اس کے مُنہ کو رکھا جائے تب بھی دُودھ پینے سے نفرت کرتا ہے۔ یہی نفرت شہوات محرّمہ نفسانیہ سے اس راستباز کو ہو جاتی ہے جس کو نفسانی دودھ چھڑا کر ایک روحانی غذا اس کے عوض میں دی جاتی ہے۔

پانچواں درجہ (دوبارہ)

نفس کو بھی ترک کردینا اور اسکو خداتعالیٰ کی امانت سمجھ کر خداتعالیٰ کی طرف واپس کرنا۔ یہ نہیں ہو سکتا جب تک ایک تیز آندھی عشقِ الٰہی کی چل کر کسی کو اس راہ میں دیوانہ نہ بنادے۔

پھر چوتھی حالت کے بعد پانچویں حالت ہے جس کے مفاسد سے نہایت سخت اور شدید محبت نفس امارہ کو ہے کیونکہ اس مرتبہ پر صرف ایک لڑائی باقی رہ جاتی ہے اور وہ وقت قریب آتا جاتا ہے کہ حضرت عزت جلشانہٗ کے فرشتے اس وجود کی تمام آبادی کو فتح کر لیں اور اس پر اپنا پورا تصرف اور دخل کر لیں اور تمام نفسانی سلسلہ کو درہم برہم کر دیں اور نفسانی قویٰ کے قریہ کو ویران کر دیں اور اس کے نمبرداروں کو ذلیل اور پست کر کے دکھلا دیں اور پہلی سلطنت پر ایک تباہی ڈال دیں اور انقلاب سلطنت پر ایسا ہی ہُوا کرتا ہے۔ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا و جعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ و کذالک یفعلون۔ اور یہ مومن کے لئے ایک آخری امتحان اور آخری جنگ ہے جس پر اس کے تمام مراتب سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور اس کا سلسلہ ترقیات جو کسب اور کوشش سے ہے انتہا تک پہنچ جاتا ہے اور انسانی کوششیں اپنے اخیر نقطہ تک

منزل طے کر لیتی ہیں۔ پھر بعد اس کے موہبت اور فضل کا کام باقی رہ جاتا ہے جو خلق آخر کے متعلق ہے۔ اور یہ پانچویں حالت چوتھی حالت سے مشکل تر ہے چوتھی حالت میں تو صرف مومن کا کام یہ ہے کہ شہوات محرّمہ نفسانیہ کو ترک کرے مگر پانچویں حالت کے مومن کا کام یہ ہے کہ نفس کو بھی ترک کر دے اور اس کو خدا تعالیٰ کی امانت سمجھ کر خدا تعالیٰ کی طرف واپس کرے اور خدا کے کاموں میں اپنے نفس کو وقف کر کے اس سے خدمت لے۔ اور خدا کی راہ میں بذل نفس کرنے کا ارادہ رکھے اور اپنے نفس کی نفی وجود کے لئے کوشش کرے کیونکہ جب تک نفس کا وجود باقی ہے گناہ کرنے کے لئے جذبات بھی باقی ہیں جو تقویٰ کے برخلاف ہیں۔ اور نیز جب تک وجود نفس باقی ہے ممکن نہیں کہ انسان تقویٰ کی باریک راہوں پر قدم مار سکے یا پورے طور پر خدا کی امانتوں اور عہدوں یا مخلوق کی امانتوں اور عہدوں کو ادا کر سکے۔ لیکن جیسا کہ بخل بغیر توکّل اور خدا کی رازقیت پر ایمان لانے کے ترک نہیں ہو سکتا اور شہوات نفسانیہ محرّمہ بغیر استیلاء ہیبت اور عظمت الٰہی اور لذاتِ روحانیہ کے چھوٹ نہیں سکتیں۔ ایسا ہی یہ مرتبہ عظمیٰ کہ ترک نفس کر کے تمام امانتیں خدا تعالیٰ کی اس کو واپس دی جائیں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ایک تیز آندھی عشق الٰہی کی چل کر کسی کو اس راہ میں دیوانہ نہ بنا دے۔ یہ تو درحقیقت عشق الٰہی کے مستوں اور دیوانوں کے کام ہیں دُنیا کے عقلمندوں کے کام نہیں.........

اور اس پانچویں مرتبہ کے لئے یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے والذین ھم لاماناتھم و عھدھم راعون یعنی مومن وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت رکھتے ہیں یعنی ادائے امانت اور ایفائے عہد

کے بارے میں کوئی دقیقہ تقویٰ اور احتیاط کا باقی نہیں چھوڑتے. یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کا نفس اور اس کے تمام قویٰ اور آنکھ کی بینائی اور کانوں کی شنوائی اور زبان کی گویائی اور ہاتھوں پیروں کی قوت یہ سب خدا تعالےٰ کی امانتیں ہیں جو اس نے دی ہیں اور جس وقت وہ چاہے اپنی امانتوں کو واپس لے سکتا ہے. پس ان تمام امانتوں کا رعایت رکھنا یہ ہے کہ باریک در باریک تقویٰ کی پابندی سے خدا تعالےٰ کی خدمت میں نفس اور اس کے تمام قویٰ اور جسم اور اس کے تمام قویٰ اور جوارح کو لگایا جاوے. اس طرح پر کہ گویا یہ تمام چیزیں اس کی نہیں بلکہ خدا کی ہوجائیں اور اس کی مرضی سے نہیں بلکہ خدا کی مرضی کے موافق ان تمام قویٰ اور اعضاء کا حرکت اور سکون ہو اور اس کا ارادہ کچھ بھی نہ رہے بلکہ خدا کا ارادہ ان میں کام کرے اور خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں اس کا نفس ایسا ہو جیسا کہ مُردہ زندہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے. اور یہ خود رائی سے بے دخل ہو اور خدا تعالےٰ کا پورا تصرف اس کے وجود پر ہو جائے یہانتک کہ اسی سے دیکھے اور اسی سے سُنے اور اسی سے بولے اور اسی سے حرکت یا سکون کرے اور نفس کی دقیق در دقیق آلائشیں جو کسی خوردبین سے نظر نہیں آسکتیں دُور ہو کر فقط رُوح رہ جائے. غرض ہیمنت خدا کی اس پر احاطہ کرے اور اپنے وجود سے اس کو کھودے اور اس کی حکومت اپنے وجود پر کچھ نہ رہے اور سب حکومت خدا کی ہو جائے. اور نفسانی جوش سب مفقود ہو جائیں اور الوہیت کے ارادے اس کے وجود میں جوش زن ہو جائیں. پہلی حکومت بالکل اٹھ جائے اور دوسری حکومت دل میں قائم ہو اور نفسانیت کا گھر ویران ہو اور اس جگہ پر حضرت عزّت کے خیمے لگائے جائیں اور ہیبت اور جبروت الٰہی تمام ان پودوں کو جن

نفس کی دقیق در دقیق آلائشیں دُور ہو کر فقط رُوح رہ جائے.

نفسانیت کا گھر ویران ہو اور اسجگہ پہ حضرت عزّت

کی آبپاشی گندے چشمۂ نفس سے ہوتی تھی اس پلید جگہ سے اکھیڑ کر ضاجوئیِ حضرت عزّت کی پاک زمین میں لگا دیئے جائیں اور تمام آرزوئیں اور تمام ارادے اور تمام خواہشیں خدا میں ہو جائیں اور نفس امارہ کی تمام عمارتیں منہدم ہو کر خاک میں ملا دی جائیں اور ایک ایسا پاک محل تقدس اور تطہیر کا دل میں تیار کیا جاوے جس میں حضرت عزّت نازل ہو سکے اور اس کی روح اس میں آباد ہو سکے۔ اس قدر تکمیل کے بعد کہا جائے گا کہ وہ امانتیں جو منعم حقیقی نے انسان کو دی تھیں وہ واپس کی گئیں .... اور اگرچہ یہ سب کچھ رُوح کے اثر سے ہی ہوتا ہے لیکن ہنوز روح مومن سے صرف ایک تعلق رکھتی ہے اور ابھی مومن کے دل کے اندر آباد نہیں ہوتی۔

کے خیمے لگائے جائیں۔

پھر بعد اس کے وجود روحانی کا مرتبہ ششم ہے۔ یہ وہی مرتبہ ہے جس میں مومن کی محبت ذاتیہ اپنے کمال کو پہنچ کر اللہ جلشانہ کی محبت ذاتیہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تب خدا تعالےٰ کی وہ محبتِ ذاتی مومن کے اندر داخل ہوتی ہے اور اس پر احاطہ کرتی ہے جس سے ایک نئی اور فوق العادت طاقت مومن کو ملتی ہے اور وہ ایمانی طاقت ایمان میں ایک ایسی زندگی پیدا کرتی ہے جیسے ایک قالب بیجان میں رُوح داخل ہو جاتی ہے۔ بلکہ وہ مومن میں داخل ہو کر درحقیقت ایک رُوح کا کام کرتی ہے. تمام قویٰ میں اس سے ایک نور پیدا ہوتا ہے اور رُوح القدس کی تائید ایسے مومن کے شاملِ حال ہوتی ہے کہ وہ باتیں اور وہ علوم جو انسانی طاقت سے برتر ہیں وہ اس درجہ کے مومن پر کھولے جاتے ہیں۔ اور اس درجہ کا مومن ایمانی ترقیات کے تمام مراتب طے کر کے ان مخفی کمالات کی وجہ سے جو حضرت عزّت کے کمالات سے اس کو ملتے ہیں آسمان پر خلیفۃ اللہ کا لقب پاتا

چھٹا درجہ (دوبارہ) مومن کی محبت ذاتیہ اپنے کمال کو پہنچ کر اللہ جلشانہ کی محبت ذاتیہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

ہے ...... اور ظلّی طور پر الٰہی صورت کا مظہر ہوجاتا ہے اور جیسا کہ خدا غیب الغیب ہے اور اپنی ذات میں وراء الوراء ہے ایسا ہی یہ مومن کامل اپنی ذات میں غیب الغیب اور وراء الوراء ہوتا ہے۔ دُنیا اس کی حقیقت تک پہنچ نہیں سکتی کیونکہ وہ دُنیا کے دائرہ سے بہت ہی دور چلا جاتا ہے...
...... (خدا) اس کو اپنے ملکوت اور اسرار کا وہ سیر کراتا ہے جو دوسرے کو ہرگز نہیں دکھلاتا اور اس کے لئے وہ کام اپنے ظاہر کرتا ہے جو دوسروں کے لئے ایسے کام کبھی ظاہر نہیں کرتا اور اس قدر اس کی نصرت اور مدد کرتا ہے کہ لوگوں کو تعجب میں ڈالتا ہے۔ اس کے لئے خوارق دکھلاتا ہے اور معجزات ظاہر کرتا اور ہر ایک پہلو سے اس کو غالب کر دیتا ہے اور اس کی ذات میں ایک قوّتِ کشش رکھ دیتا ہے جس سے ایک جہان اس کی طرف کھینچا چلا جاتا ہے اور وہی باقی رہ جاتے ہیں جن پر شقاوتِ ازلی غالب ہے۔

پس ان تمام باتوں سے ظاہر ہے کہ مومن کامل کی پاک تبدیلی کے ساتھ خدا تعالےٰ بھی ایک نئی صورت کی تجلی سے اس پر ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اس نے انسان کو اپنے لئے پیدا کیا ہے کیونکہ جب انسان خدا تعالےٰ کی طرف رجوع کرنا شروع کرے تو اسی دن سے بلکہ اسی گھڑی سے بلکہ اسی دم سے خدا تعالےٰ کا رجوع اس کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور وہ اس کا متولی اور متکفل اور حامی اور ناصر بن جاتا ہے۔ اور اگر ایک طرف تمام دُنیا ہو اور ایک طرف مومن کامل تو آخر غلبہ اسی کو ہوتا ہے کیونکہ خدا اپنی محبت میں صادق ہے اور اپنے وعدوں میں پورا۔ وہ اس کو جو درحقیقت اس کا ہو جاتا ہے ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ ایسا مومن آگ میں ڈالا جاتا ہے اور

وہ اسکو جو درحقیقت اسکا ہوجاتا ہے ہرگز

ضائع نہیں کرتا۔

گلزار میں سے نکلتا ہے۔ وہ ایک گرداب میں دھکیل دیا جاتا ہے اور ایک خوشنما باغ میں سے نمودار ہوجاتا ہے۔ دشمن اس کے لئے بہت منصوبے کرتے اور اس کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا ان کے تمام مکروں اور منصوبوں کو پاش پاش کر دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے ہر قدم کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے آخر اس کے ذلّت چاہنے والے ذلّت کی مار سے مرتے ہیں اور نامرادی ان کا انجام ہوتا ہے لیکن وہ جو اپنے تمام دل اور تمام جان اور تمام ہمّت کے ساتھ خدا کا ہو گیا ہے وہ نامراد ہرگز نہیں مرتا اور اس کی عمر میں برکت دی جاتی ہے اور ضرور ہے کہ وہ جیتا رہے جبتک اپنے کاموں کو پُورا کر لے۔ تمام برکتیں اخلاص میں ہیں اور تمام اخلاص خدا کی رضاجوئی میں اور تمام خدا کی رضاجوئی اپنی رضا کے چھوڑنے میں۔ یہی موت ہے جس کے بعد زندگی ہے۔ مبارک وہ جو اس زندگی میں سے حصّہ لے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صے۷۷ تا صے۸۳ طبع اوّل)

انسان کا کمالِ معرفت ہر وقت اپنے رب جلیل کے آگے اپنے تئیں قصوروار ٹھہرانا۔

انسان کا کمالِ معرفت اسی میں ہے کہ انسان اپنے رب جلیل کے آگے ہر ایک وقت اپنے تئیں قصوروار ٹھہراوے۔ یہ نبیوں کی سنّت ہے۔ وہ شیطان ہے جو خدا تعالےٰ کے آگے انکسار اختیار نہ کرے نبی جو روتے چلاتے یا نعرے مارتے رہے یہ سوز و گداز اسی وجہ سے تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے گناہ کیا کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا تھا ہم سے ادا نہ ہوسکا۔ اپنے آقا اور مولا کے سامنے تمام سعادت اسی میں ہے کہ اس قصور کا اقرار کرے چنانچہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام استغفار اسی بنا پر ہے کہ آپ بہت ہی

نبی کریمؐ کا استغفار۔

ڈرتے تھے کہ جو خدمت مجھے سپرد کی گئی ہے یعنی تبلیغ کی خدمت اور خدا کی راہ میں جانفشانی کی خدمت اس کو جیسا حق تھا میں ادا نہیں کر سکا۔ اور اس خدمت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی نے ادا نہیں کیا مگر خوف عظمت اور ہیبت الٰہی آپ کے دل میں حد سے زیادہ تھا اسی لئے دوام استغفار آپ کا شغل تھا۔ توریت میں بھی ہے تب موسیٰؑ نے جلدی سے زمین پر سر جھکایا اور بولا کہ اے خداوند ہمارے گناہ اور خطائیں معاف کر (خروج ۳۴ - ۹)

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صـ۱۰۵ طبع اوّل)

نبی دائم الاستغفار رہتے ہیں۔

جو لوگ خدا تعالےٰ سے ڈرتے ہیں وہ باوجود نبی اور رسول ہونے کے اقرار رکھتے ہیں کہ جیسا کہ حق تبلیغ کا تھا ادا نہ کر سکے اور اسی کو وہ گناہ عظیم خیال کرتے ہیں۔ اور اسی خیال سے وہ نعرے مارتے اور روتے اور درد سے بھر جاتے ہیں اور دائم الاستغفار رہتے ہیں۔ مگر خشک مولوی جن کے دامن میں بجز ہڈیوں کے کچھ نہیں وہ اس روحانیت کو کیا جانتے ہیں۔ بے گناہ ہونے کی اطمینان کسی نبی نے بھی ظاہر نہیں کی۔ جو دنیا میں افضل الرسل اور خاتم الرسل گزرا ہے اس کے مُنہ سے بھی یہی نکلا ربنا اغفرلنا ذنوبنا وباعد بیننا وبین خطایانا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فرماتے تھے سورہ ہُود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ اور آپ سب سے زیادہ استغفار پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں دن میں ستّر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صـ۱۰۷ طبع اوّل)

میرا توکل صرف ایک ہی ذات پر ہے۔ اسکی مدد اور قوتوں پر انتہائی یقین۔ مخالفت کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ سلسلہ کی ترقی کی بشارت۔ زبردست چیلنج۔

اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ خدا تعالےٰ کا میرے پر احسان ہے کہ ایسی گورنمنٹ کے زیر سایہ مجھے مبعوث فرمایا ہے جس کا مسلک دلآزاری نہیں اور اپنی رعایا کو امن دیتی ہے۔ مگر میں باوجود اس کے صرف ایک ہی ذات پر توکل رکھتا ہوں اور اسی کے پوشیدہ تصرفات میں سے جانتا ہوں کہ اس نے اس گورنمنٹ کو میری نسبت مہربان بنا رکھا ہے اور کسی شریر مخبر کی پیش چلنے نہیں دی اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو میں اس دُنیا سے گذر جاؤں میں اپنے اس حقیقی آقا کے سوا دوسرے کا محتاج نہیں ہونگا اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ فالحمد للّٰہِ اوّلاً وآخرًا وظاھرًا وباطنًا ھو ولیّ فِی الدنیا والآخرۃ وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اگر تمام دُنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کریگا میں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اترونگا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور مَیں اس کے ساتھ ہوں۔ میرے اندرون کا جو اس کو علم ہے کسی کو بھی علم نہیں۔ اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہوں گے۔ نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی اور سلسلہ درہم برہم ہو جائیگا۔ مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو محو کر سکے میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔ خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اور ضروری ہے کہ وہ اس

سلسلہ کو چلا دے اور بڑھا دے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلا دے۔ ہر ایک مخالف کو چاہیئے کہ جہانتک ممکن ہو اس سلسلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگا دے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہؤا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسٰے کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بدقسمت وہ جو اس کو شناخت نہ کرے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۲۸ طبع اوّل)

دُنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کرینگے تا میں انکے لئے اس یارِعزیز کو چھوڑ دوں

یہ دُنیا کی زندگی کب تک اور یہ دُنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کریں گے تا میں ان کے لئے اس یارِ عزیز کو چھوڑ دوں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میرے مخالفوں کے ہاتھ میں محض ایک پوست ہے جس میں کیڑا لگ گیا ہے۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں مغز کو چھوڑ دُوں اور ایسے پوست کو میں بھی اختیار کر لوں۔ مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں لیکن مجھے اس عزیز کی قسم ہے جس کو میں نے شناخت کر لیا ہے کہ میں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ چیز بھی نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو۔ مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۳۰ طبع اوّل)

خدا تعالےٰ کی

یہ نادان نہیں جانتے کہ شیطان سب پر غالب نہیں مگر وہ خدا جو اپنے

قدرتوں پر کامل یقین۔

کلام اور کام کے ساتھ میرے پر ظاہر ہؤا وہ سب پر غالب ہے۔ کوئی ہے جو اس کا مقابلہ کرے۔ مخالف مردے ہیں اور دشمن مَرے ہوئے کیڑے ہیں۔ کوئی نہیں جو ان قدرتوں کا مقابلہ کر سکے جو اس کے کلام اور کام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ تمام صفتوں اور کامل قدرتوں کے ساتھ موصوف ہے۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔ وہ جو ہر روز میرے پر ظاہر ہوتا اور اپنی قدرتیں مجھے دکھلاتا اور اپنے عمیق در عمیق بھید میرے پر ظاہر فرماتا ہے اگر اس کے سوا زمین میں یا آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہے تو تم اس کا ثبوت دو۔ مگر تم ہرگز ثبوت نہیں دے سکتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہی ایک ہے جس نے زمین و آسمان بنائے جبکہ وہ میرے پر آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور اس نے مجھے کامل بصیرت بخشی اور اپنی قدرتیں دکھلا کر اور مجھے سچا علم عطا فرما کر اپنے وجود پر مجھے علم دے دیا ہے تو میں کیونکر اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ میرے لئے جان کا چھوڑنا اس سے زیادہ آسان ہے کہ اس خدا کو چھوڑ دوں جس نے مجھ پر تجلی فرمائی۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم ص۱۳۱، ص۱۳۲ طبع اوّل)

مخالف نامراد رہیں گے۔

مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابُود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مرینگے اور بہتیرے ان میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کریگا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا

سِلسِلہ کو چلا دے اور بڑھا دے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلا دے۔ ہر ایک مخالف کو چاہئیے کہ جہانتک ممکن ہو اس سِلسِلہ کے نابود کرنے کے لئے کوشش کرے اور ناخنوں تک زور لگا دے اور پھر دیکھے کہ انجام کار وہ غالب ہوا یا خدا۔ پہلے اس سے ابوجہل اور ابولہب اور ان کے رفیقوں نے حق کے نابود کرنے کے لئے کیا کیا زور لگائے تھے مگر اب وہ کہاں ہیں۔ وہ فرعون جو موسےٰ کو ہلاک کرنا چاہتا تھا اب اس کا کچھ پتہ ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ صادق ضائع نہیں ہو سکتا۔ وہ فرشتوں کی فوج کے اندر پھرتا ہے۔ بدقسمت وہ جو اس کو شناخت نہ کرے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۲۸ طبع اوّل)

دُنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کرینگے تا میں انکے لئے اس یارِ عزیز کو چھوڑ دوں

یہ دُنیا کی زندگی کب تک اور یہ دُنیا کے لوگ مجھ سے کیا وفاداری کریں گے تا میں ان کے لئے اس یارِ عزیز کو چھوڑ دوں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ میرے مخالفوں کے ہاتھ میں محض ایک پوست ہے جس میں کیڑا لگ گیا ہے۔ وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں مغز کو چھوڑ دوں اور ایسے پوست کو میں بھی اختیار کر لوں۔ مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں لیکن مجھے اس عزیز کی قسم ہے جس کو میں نے شناخت کر لیا ہے کہ میں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ چیز بھی نہیں سمجھتا۔ مجھے اس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی ہو۔ مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۳۰ طبع اوّل)

خدا تعالےٰ کی

یہ نادان نہیں جانتے کہ شیطان سب پر غالب نہیں مگر وہ خدا جو اپنے

قدرتوں پر کامل یقین۔

کلام اور کام کے ساتھ میرے پر ظاہر ہوا وہ سب پر غالب ہے۔ کوئی ہے جو اس کا مقابلہ کرے۔ مخالف مردے ہیں اور دشمن مرے ہوئے کیڑے ہیں۔ کوئی نہیں جو ان قدرتوں کا مقابلہ کر سکے جو اس کے کلام اور کام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ تمام صفتوں اور کامل قدرتوں کے ساتھ موصوف ہے۔ نہ زمین میں نہ آسمان میں کوئی اس کا ثانی نہیں۔ وہ جو ہر روز میرے پر ظاہر ہوتا اور اپنی قدرتیں مجھے دکھلاتا اور اپنے عمیق در عمیق بھید میرے پر ظاہر فرماتا ہے اگر اس کے سوا زمین میں یا آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہے تو تم اس کا ثبوت دو۔ مگر تم ہرگز ثبوت نہیں دے سکتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہی ایک ہے جس نے زمین و آسمان بنائے جبکہ وہ میرے پر آفتاب کی طرح چمک رہا ہے اور اس نے مجھے کامل بصیرت بخشی اور اپنی قدرتیں دکھلا کر اور مجھے سچا علم عطا فرما کر اپنے وجود پر مجھے علم دے دیا ہے تو میں کیونکر اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ میرے لئے جان کا چھوڑنا اس سے زیادہ آسان ہے کہ اس خدا کو چھوڑوں جس نے مجھ پر تجلی فرمائی۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۱۳۱، صفحہ ۱۳۲ طبع اوّل)

مخالف نامراد رہیں گے۔

مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مرینگے اور بہتیرے ان میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کریگا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا

سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اس کو بھی اس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸ طبع اول)

اصل دین وہ ہے جو مکالمات الٰہیہ سے مشرف کر سکے۔ اسی نعمت سے انبیاء علیہم السلام کی معرفت حق الیقین تک پہنچی۔

وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالےٰ سے اس قدر نزدیک نہیں ہو سکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہو سکے۔ وہ دین لعنتی اور قابلِ نفرت ہے جو یہ سکھلاتا ہے کہ صرف چند منقولی باتوں پر انسانی ترقی کا انحصار ہے اور وحی الٰہی آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہے اور خدائے حیّ وقیوم کی آواز سُننے اور اس کے مکالمات سے قطعی نومیدی ہے ...... دین وہ ہے جو تاریکی سے نکالتا اور نور میں داخل کرتا ہے اور انسان کی خداشناسی کو صرف قصّوں تک محدود نہیں رکھتا بلکہ ایک معرفت کی روشنی اس کو عطا کرتا ہے سو سچے دین کا متبع اگر خود نفس امارہ کے حجاب میں نہ ہو خدا تعالےٰ کے کلام کو سُن سکتا ہے ...... اور خدا تعالیٰ کو اپنے اولیاء سے مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں بلکہ اس نعمت کے حاصل کرنے کے لئے سورۃ فاتحہ میں جو پنج وقت فریضہ نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دُعا سکھلائی گئی ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو کسی امتی کو اس نعمت کے حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے؟ کیا سورۃ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالےٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں؟ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے ان کی معرفت حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی اور گفتار کی تجلی دیدار کے

قائم مقام ہو گئی تھی۔ پس یہ جو دُعا کی جاتی ہے کہ اے خداوند وہ راہ ہمیں دکھا جس سے ہم بھی اس نعمت کے وارث ہو جائیں اس کے بجز اس کے اور کیا معنے ہیں کہ ہمیں بھی شرف مکالمہ اور مخاطبہ بخش۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸ تا ص۱۴۰ طبع اوّل)

اعلےٰ درجہ کی معرفت کیلئے مکالمہ مخاطبہ کی ضرورت

اب چونکہ تمام مدار خوف اور محبت کا معرفت پر ہے اس لئے خدا تعالےٰ کی طرف بھی پورے طور پر اس وقت انسان جھک سکتا ہے جب کہ اس کی معرفت ہو۔ اوّل اس کے وجود کا پتہ لگے اور پھر اس کی خوبیاں اور اس کی کامل قدرتیں ظاہر ہوں۔ اور اس قسم کی معرفت کب میسّر آسکتی ہے بجز اس کے کہ کسی کو خدا تعالےٰ کا شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور پھر الہام الٰہی سے اس بات پر یقین آجائے کہ وہ عالم الغیب ہے اور ایسا قادر ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ سو اصلی نعمت (جس پر قوتِ ایمان اور اعمال صالحہ موقوف ہیں) خدا تعالےٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کے ذریعے سے اوّل اس کا پتہ لگتا ہے اور پھر اس کی قدرتوں سے اطلاع ملتی ہے اور پھر اس اطلاع کے موافق انسان ان قدرتوں کو بچشمِ خود دیکھ لیتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھی اور پھر اس امت کو حکم ہُوا کہ اس نعمت کو تم مجھ سے مانگو کہ میں تمہیں بھی دُونگا۔ پس جس کے دل میں یہ پیاس لگا دی گئی ہے کہ اس نعمت کو پا دے بیشک اس کو وہ نعمت ملے گی۔

جسکے دل میں پیاس لگادی گئی اس کو یہ نعمت ضرور ملے گی۔

لیکن وہ لوگ جو خدا تعالےٰ سے لاپرواہ ہیں خدا تعالےٰ ان سے لاپرواہ ہے۔ خدا تعالےٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ یہی تو ایک جڑ ہے معرفت

کی اور تمام برکات کا سرچشمہ ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۴۰ تا ص۱۴۱ طبع اوّل)

خدا تعالےٰ کا رحم۔

خدا تعالےٰ ایسا نہیں کہ اپنے ان بندوں کو جو تعلقات نفس امارہ سے الگ ہو کر محض اسی کے ہو جاتے ہیں اور اسی کی محبت کی آگ سے تمام ماسوا اللہ کو جلا دیتے ہیں وہ اپنے ایسے بندوں کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار کرے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۴۳ طبع اوّل)

طہارتِ نفس میں کمال کے ساتھ وحی ضرور ملتی ہے۔

اب اگر اس امت کا ایک شخص اس قدر طہارت نفس میں کامل ہو کہ یہ ابراہیم کا دل پیدا کرے اور اتنا خدا تعالےٰ کا تابعدار ہو جو تمام نفسانی چولہ پھینک دے اور اتنا خدا تعالےٰ کی محبت میں محو ہو کہ اپنے وجود سے فنا ہو جائے تب بھی وہ باوجود اس قدر تبدیلی کے موسےٰ کی ماں کی طرح وحی الٰہی نہیں پا سکتا۔ کیا کوئی عقلمند خدا تعالےٰ کی طرف ایسا بخل منسوب کر سکتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۴۳ طبع اوّل)

مسیح موعودؑ کی سچائی کا نور۔

ہائے افسوس ان نادانوں پر جنہوں نے مجھے شناخت نہ کیا۔ وہ کیسی تیرہ و تاریک آنکھیں تھیں جو سچائی کے نور کو دیکھ نہ سکیں۔ میں ان کو نظر نہیں آ سکتا کیونکہ تعصّب نے ان کی آنکھوں کو تاریک کر دیا۔ دلوں پر زنگ ہے اور آنکھوں پر پردے۔ اگر وہ سچی تلاش میں لگ

جائیں اور اپنے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیں، دن کو روزے رکھیں اور راتوں کو اٹھ کر نماز میں دُعائیں کریں اور روئیں اور نعرے ماریں تو امید ہے کہ خدائے کریم ان پر ظاہر کر دے کہ میں کون ہوں۔ چاہیئے کہ خدا کے استغناءِ ذاتی سے ڈریں۔

...... ہر ایک جو اپنی کسی خیانت کو چھپاتا ہے وہ اس کی عمیق نظر سے چُھپا نہیں سکتا۔ متقی وہی ہے جو خدا کی شہادتوں سے متقی ثابت ہو کیونکہ متقی خدا کی کنارِ عاطفت میں ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک پیارا بچہ اپنی ماں کی گود میں۔ دُنیا اس کو ہلاک کرنے کے لئے اس پر لوٹ پڑتی ہے اور در و دیوار اس پر نیش زنی کرتے ہیں لیکن خدا اس کو بچا لیتا ہے۔ اور جیسا کہ سورج جب نکلتا ہے تو کھلی کھلی کرنیں اس کی زمین پر گرتی ہیں ایسا ہی خدا تعالےٰ کی تائیدیں اور نصرتیں کھلے طور پر متقی کے شامل ہوتی ہیں۔ وہ اس کے دشمنوں کا دشمن ہو جاتا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے متقی کو عزت دیتا ہے جس کی ذلت وہ چاہتے تھے۔ وہ نہ ضائع ہوتا اور نہ برباد ہوتا ہے جب تک کہ اپنے کام کو پُورا نہ کر لے اور اس کی مخالفت ایک تیز تلوار کی دھار پر ہاتھ مارنا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۴۶، ص۱۴۷ طبع اوّل)

جماعت کو نصیحت۔

اور چاہیئے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسوں کے پاک کرنے سے رُوح القدس سے حِصّہ لو کہ بجز رُوح القدس کے حقیقی تقویٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور نفسانی جذبات کو بکلّی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی اور راہ تنگ نہ ہو۔ دُنیا کی لذّتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو

ایسے ہیں۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جس کو دل میں لگانا چاہیئے۔ وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے۔ تقویٰ ایک ایسی جڑھ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے۔ انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خدا طلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدمِ صدق نہیں رکھتا۔ دیکھو میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کے ساتھ کچھ دُنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جس کے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دُنیا کے لئے۔ پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ ملونی بھی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں۔ اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کرے گا بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دِنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں۔ اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا۔ لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے۔ اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہو گے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا۔ اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائے گی اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ

کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے۔ تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے۔ پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو۔ اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشا کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے۔ خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے۔ کینہ وری سے پرہیز کرو اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ۔ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے قبول کئے جاؤ۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دُنیا کو توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں۔ یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دیگا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے۔ کیونکہ ابتلاؤں کا آنا بھی ضروری ہے تا خُدا تمہاری آزمائش کرے کہ کون اپنے دعوٰے بیعت میں صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائیگا وہ کچھ بھی خدا کا نقصان نہیں کرے گا۔ اور بدبختی اس کو جہنم تک پہنچائے گی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے اچھا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کریں گے اور ان

پر مصائب کے زلزلے آئیں گے اور حوادث کی آندھیاں چلیں گی اور قومیں ہنسی اور ٹھٹھا کریں گی اور دُنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی وہ آخر فتح یاب ہوں گے اور برکتوں کے دروازے ان پر کھولے جائیں گے۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دُوں کہ جو لوگ ایمان لائے۔ ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سُننے والو سُنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا ...... نادان ہے وہ جو اس کی قدرتوں سے انکار کرے۔ اندھا ہے وہ جو اس کی عمیق طاقتوں سے بے خبر ہے۔ وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان اُمور کے جو اس کی شان کے مخالف ہیں یا اس کے مواعید کے برخلاف ہیں۔

(الوصیت ص۷ تا ص۱۱)

بہشتی مقبرہ کن کیلئے ہے۔ دعا۔

اور مَیں دُعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بناوے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدّم کر لیا اور دُنیا کی محبت

چھوڑ دی اور خدا کیلئے ہوگئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کرلی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا۔ آمین یارب العالمین۔

پھر میں دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاک دلوں کی قبریں بنا جو فی الواقعہ تیرے لئے ہوچکے اور دُنیا کی اغراض کی ملونی ان کے کاروبار میں نہیں۔ آمین یارب العالمین

پھر میں تیسری دفعہ دُعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے میرے خدائے غفور ورحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجالاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں۔ جن سے تو راضی ہے اور جن کو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراح ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یارب العالمین۔

(الوصیت صفحہ ۱۷، صفحہ ۱۸)

مذہب سے غرض کیا ہے؟ بس یہی کہ خدا تعالےٰ کے وجود اور اس کی صفاتِ کاملہ پر یقینی طور پر ایمان حاصل ہو کر نفسانی جذبات سے انسان نجات پاوے۔ اور خدا تعالےٰ سے ذاتی محبت پیدا ہو کیونکہ درحقیقت وہی بہشت ہے جو عالم آخرت میں طرح طرح کے پیرایوں میں ظاہر ہوگا۔

مذہب کی غرض۔ ذاتی محبت۔

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۱۴، صفحہ ۱۵)

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اپنے خدائے پاک کے یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرف ہوں اور قریباً ہر روز مشرف ہوتا ہوں اور وہ خدا جس کو یسوع مسیح کہتا ہے کہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا میں دیکھتا ہوں کہ اس نے مجھے نہیں چھوڑا۔

میں یقینی اور قطعی مکالمہ سے مشرف ہوں۔

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۶)

دراصل نجات اس دائمی خوشحالی کے حصول کا نام ہے جس کی بھوک اور پیاس انسانی فطرت کو لگادی گئی ہے جو محض خدا تعالےٰ کی ذاتی محبت

نجات کیا چیز ہے۔ دائمی خوشحالی کا حصول۔

یہ کس طرح حاصل ہوتی ہے۔

اور اس کی پوری معرفت اور اس کے پورے تعلق کے بعد حاصل ہوتی ہے جس میں شرط ہے کہ دونوں طرف سے محبّت جوش مارے۔ لیکن بسا اوقات انسان اپنی غلط کاریوں سے ایسی چیزوں میں اپنی اس خوشحالی کو طلب کرتا ہے کہ جن سے آخر کار تکلیف اور ناخوشی اور بھی بڑھتی ہے چنانچہ اکثر لوگ دُنیا کی نفسانی عیاشیوں میں اس خوشحالی کو طلب کرتے ہیں اور دن رات میخواری اور شہوات نفسانیہ کا شغل رکھ کر انجام کار طرح طرح کی مہلک امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں .... سو طالب حق کے لئے جو قابلِ غور سوال ہے وہ یہی سوال ہے کہ سچی خوشحالی کیونکر حاصل ہو جو دائمی مسرت اور خوشی کا موجب ہو۔ اور درحقیقت سچے مذہب کی یہی نشانی ہے کہ وہ اس خوشحالی تک پہنچاوے۔ سو ہم قرآن شریف کی ہدایت سے اس دقیق در دقیق نکتہ تک پہنچے ہیں کہ وہ ابدی خوشحالی خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پھر اس یگانہ کی پاک اور کامل اور ذاتی محبّت اور کامل ایمان میں ہے جو دل میں عاشقانہ بے قراری پیدا کرے۔ یہ چند لفظ کہنے کو تو بہت تھوڑے ہیں لیکن ان کی کیفیّت کو بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔

(چشمۂ مسیحی صـ۲۱، صـ۲۲)

نجات کا تمام مدار خدا کی محبتِ ذاتیہ پر ہے۔

(کیونکہ) نجات کا تمام مدار خدا تعالیٰ کی محبت ذاتیہ پر ہے اور محبت ذاتیہ اس محبت کا نام ہے جو روحوں کی فطرت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مخلوق ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۲۵)

اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے۔

اصل حقیقت اور اصل سرچشمہ نجات کا محبت ذاتی ہے جو وصال الٰہی تک پہنچاتی ہے۔ وجہ یہ کہ کوئی محبّ اپنے محبوب سے جدا نہیں رہ سکتا۔ اور چونکہ خدا خود نور ہے اس لئے اس کی محبت سے نورِ نجات پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ محبت جو انسان کی فطرت میں ہے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کی محبّت ذاتی انسان کی محبتِ ذاتی میں ایک خارق عادت جوش بخشتی ہے اور ان دونوں محبتوں کے ملنے سے ایک فنا کی صورت پیدا ہو کر بقا باللہ کا نور پیدا ہو جاتا ہے۔

دو محبتوں کا ملنا۔

اور یہ بات کہ دونوں محبتوں کا باہم ملنا ضروری طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہے کہ ایسے انسان کا انجام فنا فی اللہ ہو اور خاکستر کی طرح یہ وجود ہو کر (جو حجاب ہے) سراسر عشقِ الٰہی میں رُوح غرق ہو جائے اس کی مثال وہ حالت ہے کہ جب انسان پر آسمان سے صاعقہ پڑتی ہے جو اس آگ کی کشش سے انسان کے بدن کی اندرونی آگ یک دفعہ باہر آجاتی ہے تو اس کا نتیجہ جسمانی فنا ہوتا ہے۔ پس دراصل یہ روحانی موت بھی اسی طرح دو قسم کی آگ کو چاہتی ہے، ایک آسمانی آگ اور ایک اندرونی آگ، اور دونوں کے ملنے سے وہ فنا پیدا ہو جاتی ہے جس کے بغیر سلوک تمام نہیں ہو سکتا۔ یہی فنا وہ چیز ہے جس پر سالکوں کا سلوک ختم ہو جاتا ہے اور جو انسانی مجاہدات کی آخری حد ہے۔

فنا کے بعد فضل اور موہبت۔

اسی فنا کے بعد فضل اور موہبت کے طور پر مرتبہ بقا کا انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے صراط الذین انعمت علیہم۔ اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کو یہ مرتبہ ملا انعام کے طور پر ملا یعنی محض فضل سے نہ کسی عمل کا اجر[*]۔ اور یہ عشقِ

[*] انسان چونکہ بوجہ اپنی بشریت کی کمزوری کے ایسے اعمال بجا نہیں لا سکتا جن سے بے انتہا

الٰہی کا آخری نتیجہ ہے جس سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے اور موت سے نجات ہوتی ہے۔ ہمیشہ کی زندگی بجز خدا تعالیٰ کے کسی کا حق نہیں۔ وہی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ پس انسانوں میں سے اسی انسان کو یہ جاودانی زندگی ملتی ہے جو غیروں کی محبت سے اپنا تعلق توڑ کر اور اپنی محبت ذاتی کے ساتھ خدا تعالیٰ میں فنا ہو کر ظلی طور پر اس سے حیات جاودانی کا حصّہ لیتا ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۲۶ و صـ۲۷)

چشمۂ نجاتِ ابدی کا وصالِ الٰہی ہے۔

اب ہم پھر اصل مضمون کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ چشمۂ نجات ابدی کا وصال الٰہی ہے اور وہی نجات پاتا ہے کہ جو اس چشمہ سے زندگی کا پانی پیتا ہے۔ اور وہ وصال الٰہی میسّر نہیں آسکتا جب تک کہ کامل معرفت اور کامل محبت اور کامل صدق اور کامل ایمان نہ ہو اور کمال معرفت کی پہلی نشانی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے علم کامل پر کوئی داغ نہ لگایا جائے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۲۷)

محبت اور رحم کی صفت ام الصفات ہے۔

بلکہ حقیقی صفت خدا تعالیٰ کی محبت اور رحم ہے اور وہی ام الصفات

(بقیہ حاشیہ)۔ اور غیر محدود نعمتوں کا حقدار ہو جائے اور بغیر حصول ان نعمتوں کے سچی اور حقیقی نجات پا ہی نہیں سکتا اسلئے انسان جب اپنی قوت اور طاقت کی حد تک مجاہدہ اور جب تپ کر لیتا ہے تب عنایتِ الٰہی اس کی کمزوری پر رحم کر کے محض فضل سے اس کی دستگیری کرتی ہے اور رحمت کے طور پر وصال الٰہی کا وہ انعام اس کو دیتی ہے جو پہلے اس سے راستبازوں کو دیا گیا تھا۔ منہ

ہے اور وہی کبھی انسانی اصلاح کے لئے صفات جلالیہ اور غضبیہ کے رنگ میں جوش مارتی ہے اور جب اصلاح ہو جاتی ہے تو محبت اپنے رنگ میں ظاہر ہو جاتی ہے اور پھر بطور موہبت ہمیشہ کے لئے رہتی ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۳۰)

خاص طور پر کامل زندگی کن کو بخشی جاتی ہے۔

انسانی روح اس کی موہبت اور فضل سے ابدی حیات پاتی ہے نہ اپنی ذاتی قوت سے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنے خدا کی پوری محبت اور پوری اطاعت اختیار کرتے ہیں اور پورے صدق اور وفاداری سے اس کے آستانہ پر جھکتے ہیں ان کو خاص طور پر ایک کامل زندگی بخشی جاتی ہے اور ان کے فطرتی حواس میں بھی بہت تیزی عطا کی جاتی ہے اور ان کی فطرت کو ایک نور بخشا جاتا ہے جس نور کی وجہ سے ایک فوق العادت روحانیت ان میں جوش مارتی ہے۔ اور تمام روحانی طاقتیں جو دنیا میں وہ رکھتے تھے موت کے بعد بہت وسیع کی جاتی ہیں اور نیز مرنے کے بعد وہ اپنی خداداد مناسبت کی وجہ سے جو حضرت عزت سے رکھتے ہیں آسمان پر اٹھائے جاتے ہیں جس کو شریعت کی اصطلاح میں رفع کہتے ہیں۔

(چشمۂ مسیحی صـ۳۲ حاشیہ)

نجات کیلئے محبتِ الٰہی کی ضرورت۔

معرفت کے بعد بڑی ضروری نجات کیلئے محبت الٰہی ہے۔ یہ بات نہایت واضح اور بدیہی ہے کہ کوئی شخص اپنے محبت کرنے والے کو عذاب دینا نہیں چاہتا بلکہ محبت محبت کو جذب کرتی اور اپنی طرف کھینچتی ہے۔ جس شخص سے کوئی سچے دل سے محبت کرتا ہے اس کو یقین کرنا چاہیئے کہ وہ دوسرا شخص بھی

جس سے محبت کی گئی ہے اس سے دشمنی نہیں کرسکتا۔ اگر ایک شخص ایک شخص کو جس سے وہ اپنے دل سے محبت رکھتا ہے اپنی اس محبت سے اطلاع بھی نہ دے تب بھی اس قدر اثر تو ضرور ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سے دشمنی نہیں کرسکتا۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتا ہے۔ اور خدا کے نبیوں اور رسولوں میں جو ایک قوتِ جذب اور کشش پائی جاتی ہے اور ہزارہا لوگ ان کی طرف کھینچے جاتے اور ان سے محبت کرتے ہیں یہانتک کہ اپنی جان بھی ان پر فدا کرنا چاہتے ہیں اس کا سبب یہی ہے کہ بنی نوع کی بھلائی اور ہمدردی ان کے دل میں ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ ماں سے بھی زیادہ انسانوں سے پیار کرتے ہیں اور اپنے تئیں دکھ اور درد میں ڈال کر بھی ان کے آرام کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ آخر ان کی سچی کشش سعید دلوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔ پھر جبکہ انسان باوجودیکہ وہ عالم الغیب نہیں دوسرے شخص کی مخفی محبت پر اطلاع پالیتا ہے تو پھر کیونکر خدا تعالےٰ جو عالم الغیب ہے کسی کی خالص محبت سے بے خبر رہ سکتا ہے۔ محبت عجیب چیز ہے۔ اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلہ کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا۔ اور سچی محبت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بے تاب رہتا ہے اور بُعد اور دُوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے۔ اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ

محبت عجیب چیز ہے۔

نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر۔ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کی جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے۔ اس لئے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے۔ اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خدا تعالےٰ سے الگ رہے اس لئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ خدا تعالےٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں۔ کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے۔ اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خدا تعالےٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر پر صبر نہیں کرسکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دَور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالےٰ کی رضا حاصل ہو۔ پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور استغفار کے حقیقی معنے یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہو سکتی ہے اس کی امکانی کمزوری کو دُور کرنے

اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اسکا ورد ہوتا ہے۔

محبت کے چشمے کے جوش کا تقاضا۔

استغفار کے حقیقی معنے۔

کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور و مخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنے عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خدا تعالیٰ اس کے بدنتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزوجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یک دفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جو خدا تعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدائے حیّ و قیوم کی پاکیزگی کا رنگ اس کے نفس پر چڑھ جاتا ہے بلکہ تمام صفات الٰہیہ سے ظلی طور پر اس کو حصہ ملتا ہے تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۳۷ تا صـ۳۹)

محبت کے جوش مارنے کا باعث حسن و احسان۔

اب ہم پھر پہلے کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ نجات کا سرچشمہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں محبت اور معرفت ہے اور معرفت ایک ایسی چیز ہے کہ جس قدر معرفت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ محبت کے جوش مارنے کا باعث حُسن یا احسان ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہیں جن کی وجہ سے محبت جوش مارتی ہے۔ پس جبکہ انسان کو خدا تعالیٰ کے حسن اور احسان کا علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کا مشاہدہ

کر لیتا ہے کہ وہ ہمارا خدا اپنی لامحدود ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کیسا حسین ہے اور پھر کس طرح پر اس کے نا متنا ہی احسان ہم پر احاطہ کر رہے ہیں تو اس علم کے بعد بالطبع انسان کی وہ محبت جو ازل سے اس کی فطرت میں مرکوز ہے جوش مارتی ہے۔ ...... اور گو محبتِ الٰہی کا تخم ازلی سے انسان کی سرشت میں رکھا گیا تھا مگر اس تخم کی آبپاشی معرفت ہی کرتی ہے کیونکہ کوئی محبوب بجز معرفت کے اور بجز تجلیات حسن و جمال اور اخلاق اور وصال کے کسی عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اور جب معرفتِ تامہ حاصل ہو جاتی ہے۔ تبھی وہ وقت آتا ہے کہ محبتِ الٰہی کا ایک چمکتا ہوا شعلہ انسان کے دل پر گرتا ہے اور یک دفعہ اس کو خدا تعالیٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تب انسانی رُوح محبوب ازلی کے آستانہ پر عاشقانہ انکسار کے ساتھ گرتی ہے اور حضرت احدیت کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگا کر ایسی پاک و صاف ہو جاتی ہے کہ تمام سفلی کثافتیں دُور ہو جاتی ہیں اور ایک نورانی تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تب وہ رُوح ناپاک باتوں سے ایسی نفرت کرتی ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ کو نفرت ہے۔ اور خدا کی رضا اس کی رضا ہو جاتی ہے اور خدا کی خوشنودی اس کی خوشنودی ہو جاتی ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۴۲ و صـ۴۳)

کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے اور مستور ومخفی رہے۔ پھر بعد اس کے استغفار کے معنے عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خدا تعالےٰ اس کے بد نتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزوجل کی ہے جو عجز ونیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یک دفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالےٰ کی محبت جو خدا تعالےٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدائے حیّ وقیوم کی پاکیزگی کا رنگ اس کے نفس پر چڑھ جاتا ہے بلکہ تمام صفات الٰہیہ سے ظلی طور پر اس کو حصہ ملتا ہے تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۳۷ تا صـ۳۹)

محبت کے جوش مارنے کا باعث حسن و احسان۔

اب ہم پھر پہلے کلام کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ نجات کا سرچشمہ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں محبت اور معرفت ہے اور معرفت ایک ایسی چیز ہے کہ جس قدر معرفت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ محبت کے جوش مارنے کا باعث حُسن یا احسان ہے۔ یہ دونوں چیزیں ہیں جن کی وجہ سے محبت جوش مارتی ہے۔ پس جبکہ انسان کو خدا تعالےٰ کے حسن اور احسان کا علم ہوتا ہے اور وہ اس بات کا مشاہدہ

کر لیتا ہے کہ وہ ہمارا خدا اپنی لامحدود ذاتی خوبیوں کی وجہ سے کیسا حسین ہے اور پھر کس طرح پر اس کے نامتناہی احسان ہم پر احاطہ کر رہے ہیں تو اس علم کے بعد بالطبع انسان کی وہ محبت جو ازل سے اس کی فطرت میں مرکوز ہے جوش مارتی ہے...... اور گو محبتِ الٰہی کا تخم ازلی سے انسان کی سرشت میں رکھا گیا تھا مگر اس تخم کی آبپاشی معرفت ہی کرتی ہے کیونکہ کوئی محبوب بجز معرفت کے اور بجز تجلیات حسن وجمال اور اخلاق اور وصال کے کسی عاشق کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اور جب معرفتِ تامہ حاصل ہو جاتی ہے۔ تبھی وہ وقت آتا ہے کہ محبتِ الٰہی کا ایک چمکتا ہوا شعلہ انسان کے دل پر گرتا ہے اور یک دفعہ اس کو خدا تعالےٰ کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تب انسانی رُوح محبوب ازلی کے آستانہ پر عاشقانہ انکسار کے ساتھ گرتی ہے اور حضرت احدیت کے دریائے ناپیدا کنار میں غوطہ لگا کر ایسی پاک وصاف ہو جاتی ہے کہ تمام سفلی کثافتیں دُور ہو جاتی ہیں اور ایک نورانی تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ تب وہ رُوح ناپاک باتوں سے ایسی نفرت کرتی ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ کو نفرت ہے۔ اور خدا کی رضا اس کی رضا ہو جاتی ہے اور خدا کی خوشنودی اس کی خوشنودی ہو جاتی ہے۔

(چشمۂ مسیحی صـ۴۲ و صـ۴۳)

جماعت کو نصیحت۔

سو ہماری جماعت کو چاہیئے جو ٹھوکر نہ کھاویں اور ان غیروں کو جو میرے مقابل پر ہیں اور میری بیعت کرنے والوں میں داخل نہیں ہیں کچھ بھی چیز نہ سمجھیں ورنہ خدا کے غضب کے نیچے آئیں گے۔ ہر ایک بیہودہ گو جو پیشگوئی کرتا ہے خدا ایسے لوگوں سے سچے ایمانداروں کو آزماتا ہے کہ کیا وہ غیر کو وہ وقعت اور عزّت دیتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول کو دینی چاہیئے اور دیکھتا ہے کہ کیا وہ اس سچائی پر قائم ہیں یا نہیں جو ان کو دی گئی۔

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ٦)

خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے عظمت دیگا۔ میں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔

یسوع مریم کا بیٹا اس عظمت کو پہنچا کہ اب چالیس کروڑ انسان اس کو سجدہ کرتے ہیں اور بادشاہوں کی گردنیں اس کے نام کے آگے جھکتی ہیں۔ سو میں نے اگرچہ یہ دعا کی ہے کہ یسوع ابن مریم کی طرح شرک کی ترقی کا میں ذریعہ نہ ٹھہرایا جاؤں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایسا ہی کرے گا لیکن خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھا دے گا اور میرے سلسلہ کو تمام

زمین پر پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلا آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔ میں اپنے نفس میں کوئی نیکی نہیں دیکھتا اور میں نے وہ کام نہیں کیا جو مجھے کرنا چاہیئے تھا اور میں اپنے تئیں صرف ایک نالائق مزدور سمجھتا ہوں۔ یہ محض خدا کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہوا۔ پس اس خدائے قادر و کریم کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس مشت خاک کو اس نے باوجود ان تمام بے ہنریوں کے قبول کیا۔

عجب دارم از لطفت اے کردگار ؎ پذیرفتۂ چوں منِ خاکسار
پسندیدگانے بجائے رسند ؎ زما کہتراں تاچہ آمد پسند
چو از قطرہ خلق پیدا کنی ؎ ہمیں عادت اینجا ہویدا کنی

(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۰ تا ۲۲)

مجھ پر نازل ہونیوالا کلام

اور میں اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جیسا اس نے ابراہیمؑ سے

قطعی اور یقینی ہے اگر رسول کریمؐ کی پیروی نہ کرتا تو گو پہاڑ کے برابر بھی اعمال ہوتے تو بھی یہ شرف حاصل نہ ہوتا۔

مکالمہ مخاطبہ کیا اور پھر اسحاق سے اور اسماعیل سے اور یعقوب سے اور یوسف سے اور موسےٰ سے اور مسیح ابن مریم سے اور سب کے بعد ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہم کلام ہوُا کہ آپ پر سب سے زیادہ روشن اور پاک وحی نازل کی ایسا ہی اس نے مجھے بھی اپنے مکالمہ مخاطبہ کا شرف بخشا۔ مگر یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوُا۔ اگر مَیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امّت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دُنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجُز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امّتی ہو۔ پس اسی بنا پر مَیں اُمّتی بھی ہوں اور نبی بھی......... اور یہ مکالمہ الٰہیہ جو مجھ سے ہوتا ہے یقینی ہے۔ اگر مَیں ایک دم کے لئے بھی اس میں شک کروں تو کافر ہو جاؤں اور میری آخرت تباہ ہو جائے۔ وہ کلام جو میرے پر نازل ہوُا اور قطعی ہے اور جیسا کہ آفتاب اور اس کی روشنی کو دیکھ کر کوئی شک نہیں کر سکتا کہ یہ آفتاب اور یہ اس کی روشنی ہے ایسا ہی میں اس کلام میں بھی شک نہیں کر سکتا جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوتا ہے اور مَیں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر........... پس وہ خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوتا ہے ایک خارق عادت کیفیّت اپنے اندر رکھتا ہے اور اپنی نورانی شعاعوں سے اپنا چہرہ دکھلاتا ہے۔ وہ فولادی

میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتا ہے اور اپنی روحانی قوتوں کے ساتھ مجھے پُر کر دیتا ہے۔ وہ لذیذ اور فصیح اور راحت بخش ہے اور ایک الٰہی ہیبت اپنے اندر رکھتا ہے اور غیب کے بیان کرنے میں بخیل نہیں بلکہ غیب کی نہریں اس میں چل رہی ہیں۔

(تجلیات الٰہیہ ص۲۴ تا ص۲۶)

قادیان کے آریہ اور ہم

پاکیزگی آہستہ آہستہ حاصل ہوتی ہے۔

اور یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ کیا جسمانی پہلو کے رُو سے اور کیا روحانی پہلو کے رُو سے ابتدا میں کمزوری میں پیدا ہوتا ہے اور پھر اگر خدا کا فضل شامل حال ہو تو آہستہ آہستہ پاکیزگی کی طرف ترقی کرتا ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۴۶)

خدا کی صفتِ مغفرت کے بغیر انسان نجات نہیں پاسکتا۔ سچی توبہ ایک موت ہے۔

اور یاد رہے کہ انسان جو سراسر کمزوری میں بھرا ہوا ہے بغیر خدا کی صفت مغفرت کے ہرگز نجات نہیں پاسکتا۔ اور اگر خدا میں صفت مغفرت نہیں تو پھر انسان میں کہاں سے پیدا ہوگئی۔ یاد رہے کہ نجات نہ پانا ایک موت ہے۔ ایسا ہی سچی توبہ کرنا بھی ایک موت ہے۔ پس موت کا علاج موت ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۴۸)

سچی توبہ درحقیقت ایک موت ہے۔

سچی توبہ درحقیقت ایک موت ہے جو انسان کے ناپاک جذبات پر آتی ہے۔ اور ایک سچی قربانی ہے جو انسان اپنے پورے صدق سے حضرتِ احدیت میں ادا کرتا ہے۔ اور تمام قربانیاں جو رسم کے طور پر ہوتی ہیں اسی کا نمونہ ہے .... اس کا کرم اور رحم اس بخل سے پاک ہے جو کسی انسان پر دو موتیں وارد کرے۔ سو انسان توبہ کی موت سے ہمیشہ کی زندگی کو خریدتا ہے اور ہم اس زندگی کے حاصل کرنے کے لئے کسی دوسرے کو پھانسی پر چڑھانے کے محتاج نہیں ہیں۔ ہمارے لئے وہ صلیب کافی ہے جو اپنی قربانی دینے کی صلیب ہے۔

توبہ کے معنے۔

یاد رہے کہ توبہ کا لفظ نہایت لطیف اور روحانی معنے اپنے اندر رکھتا ہے جس کی غیر قوموں کو خبر نہیں۔ یعنی توبہ کہتے ہیں اس رجوع کو کہ جب انسان تمام نفسانی جذبات کا مقابلہ کرکے اور اپنے پر ایک موت کو اختیار کرکے خدا تعالےٰ کی طرف چلا آتا ہے۔ سو یہ کچھ سہل بات نہیں ہے اور ایک انسان کو اسی وقت "تائب" کہا جاتا ہے جب وہ بکلی نفس امارہ کی پیروی سے دست بردار ہوکر اور ہر ایک تلخی اور ہر ایک موت خدا کی راہ میں اپنے لئے گوارا کرکے آستانۂ حضرت احدیت پر گِر جاتا ہے۔ تب وہ اس لائق ہوجاتا ہے کہ اس موت کی عوض میں خدا تعالےٰ اس کو زندگی بخشے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۵۲، صفحہ ۵۳)

محبت ایک آگ ہے۔

انسان جب خدا تعالےٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے تو وہی محبت کی موت اس کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ محبت بھی ایک آگ ہے اور گناہ بھی ایک آگ ہے۔ پس یہ آگ جو محبت الٰہی کی آگ ہے گناہ کی آگ کو معدوم

کر دیتی ہے۔ یہی نجات کی جڑ ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم ص۵۴)

دل کا پارہ پارہ ہونا۔ شرطِ وفا

دیں کے غموں نے مارا اب دل ہے پارہ پارہ

دلبر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے

ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے

اس یار کی نظر میں شرطِ وفا یہی ہے

برباد جائیں گے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم

رونے سے لائیں گے ہم دل میں رچا یہی ہے

وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کر کے باتیں

اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے

جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی

دے شربتِ تلاقی حرص و ہوا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم ص۶۲، ۶۳)

نبی کریمؐ کی تعریف

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا

نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم ص۶۵)

محبت عشق وفا۔

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر

جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے

دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا

معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے

مشتِ غبار اپنا تیرے لئے اڑایا

جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے

دلبر کا درد آیا حرفِ خودی مٹایا

جب میں مرا جلایا جامِ بقا یہی ہے

اس عشق میں مصائب سو سو ہیں ہر قدم میں

پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے

حرفِ وفا نہ چھوڑوں اِس عہد کو نہ توڑوں

اُس دلبرِ ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے

جب سے مِلا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر

دل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے

مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے

تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو ہوا یہی ہے

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے

ہشیار ساری دُنیا اک باؤلا یہی ہے

اس رہ میں اپنے قصے تم کو میں کیا سناؤں

دکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے

دل کر کے پارہ پارہ چاہوں میں اک نظارہ

دیوانہ مت کہو تم عقلِ رسا یہی ہے

کردیتی ہے۔ یہی نجات کی جڑ ہے۔

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۵۴)

دل کا پارہ پارہ ہونا۔ شرطِ وفا

دیں کے غموں نے مارا اب دل ہے پارہ پارہ
دلبر کا ہے سہارا ورنہ فنا یہی ہے
ہم مر چکے ہیں غم سے کیا پوچھتے ہو ہم سے
اس یار کی نظر میں شرطِ وفا یہی ہے
برباد جائیں گے ہم گر وہ نہ پائیں گے ہم
رونے سے لائیں گے ہم دل میں رچا یہی ہے
وہ دن گئے کہ راتیں کٹتی تھیں کر کے باتیں
اب موت کی ہیں گھاتیں غم کی کتھا یہی ہے
جلد آ پیارے ساقی اب کچھ نہیں ہے باقی
دے شربتِ تلافی حرص و ہوا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۶۲، ۶۳)

نبی کریمؐ کی تعریف

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۶۵)

محبت عشق وفا۔

ہم خاک میں ملے ہیں شاید ملے وہ دلبر
جیتا ہوں اس ہوس سے میری غذا یہی ہے

دنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا
معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے
مشتِ غبار اپنا تیرے لئے اڑایا
جب سے سُنا کہ شرطِ مہر و وفا یہی ہے
دلبر کا درد آیا حرفِ خودی مٹایا
جب مَیں مرا جِلایا جامِ بقا یہی ہے
اس عشق میں مصائب سو سو ہیں ہر قدم میں
پر کیا کروں کہ اس نے مجھ کو دیا یہی ہے
حرفِ وفا نہ چھوڑوں اِس عہد کو نہ توڑوں
اُس دلبرِ ازل نے مجھ کو کہا یہی ہے
جب سے مِلا وہ دلبر دشمن ہیں میرے گھر گھر
دل ہو گئے ہیں پتھر قدر و قضا یہی ہے
مجھ کو ہیں وہ ڈراتے پھر پھر کے در پہ آتے
تیغ و تبر دکھاتے ہر سُو ہوا یہی ہے
دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے
ہشیار ساری دُنیا اک باؤلا یہی ہے
اس رہ میں اپنے قِصّے تم کو مَیں کیا سناؤں
دکھ درد کے ہیں جھگڑے سب ماجرا یہی ہے
دل کر کے پارہ پارہ چاہوں مَیں اک نظارہ
دیوانہ مت کہو تم عقلِ رسا یہی ہے

اے میرے یار جانی کر خود ہی مہربانی
مت کہو کہ لن ترانی تجھ سے رجا یہی ہے

فرقت بھی کیا بنی ہے ہر دم میں جاں کنی ہے
عاشق جہاں پہ مرتے وہ کربلا یہی ہے

تیری وفا ہے پوری ہم میں ہے عیب دوری
طاعت بھی ہے ادھوری ہم پر بلا یہی ہے

تجھ میں وفا ہے پیارے سچے ہیں عہد سارے
ہم جا پڑے کنارے جائے بکا یہی ہے

ہم نے نہ عہد پالا یاری میں رخنہ ڈالا
پر تو ہے فضل والا ہم پر کھلا یہی ہے

اے میرے دل کے درماں ہجراں ہے تیرا سوزاں
کہتے ہیں جس کو دوزخ وہ جاں گزا یہی ہے

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۶۶ تا صفحہ ۶۸)

حقیقۃ الوحی

یاد رہے کہ انسان اس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اپنے تئیں اپنے نشانوں سے شناخت نہ کراوے۔ اور خدا تعالےٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خدا تعالےٰ کے ذریعہ سے پیدا نہ ہو۔ اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس میں سے نکل نہیں سکتیں جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو۔ اور دیکھو کہ میں اس شہادت رویت کو پیش کرتا ہوں کہ وہ تعلق محض قرآن کریم کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسری کتابوں میں اب کوئی زندگی کی روح نہیں اور آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اس محبوب حقیقی کا چہرہ دکھلاتی ہے یعنی قرآن شریف۔

نفسانی آلائشیں ہرگز نفس میں سے نکل نہیں سکتیں جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو۔ قرآن کریم کی پیروی کی ضرورت

(حقیقۃ الوحی۔ ٹائیٹل)

ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض سچی خوابیں آتی ہیں یا بعض سچے الہام ہوتے ہیں لیکن ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ بھی تعلق نہیں اور اس روشنی سے ان کو ایک ذرہ

حِصّہ نہیں ملتا جو اہل تعلق پاتے ہیں اور نفسانی قالب ان کا تعلق نور سے ہزار ہا کوس دُور ہوتا ہے۔

ہاں عنایت ازلی نے جو انسانی فطرت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی تخم ریزی کے طور پر اکثر انسانی افراد میں یہ عادت اپنی جاری کر رکھی ہے کہ کبھی کبھی سچی خوابیں یا سچے الہام ہو جاتے ہیں تا وہ معلوم کر سکیں کہ ان کے لئے آگے قدم رکھنے کے لئے ایک راہ کُھلی ہے۔ لیکن ان کی خوابوں اور الہاموں میں خدا کی قبولیت اور محبت اور فضل کے کچھ آثار نہیں ہوتے اور نہ ایسے لوگ نفسانی نجاستوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خوابیں محض اس لئے آتی ہیں کہ تا ان پر خدا کے پاک نبیوں پر ایمان لانے کے لئے ایک حجت ہو۔

(حقیقۃ الوحی ص۷)

یاد رہے کہ جسمانی خواہشیں اور شہوات انبیاء اور رسل میں بھی ہوتی ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ وہ پاک لوگ پہلے خدا تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے تمام خواہشوں اور جذبات نفسانیہ سے الگ ہو جاتے ہیں اور اپنے نفس کو خدا کے آگے ذبح کر دیتے ہیں اور پھر جو خدا کے لئے کھوتے ہیں فضل کے طور پر ان کو واپس دیا جاتا ہے۔ اور سب کچھ ان پر وارد ہوتا ہے اور وہ درماندہ نہیں رہتے۔ مگر جو لوگ خدا تعالےٰ کے لئے اپنا نفس ذبح نہیں کرتے ان کے شہوات ان کے لئے بطور پردہ کے ہو جاتے ہیں۔ آخر نجاست کے کیڑے کی طرح گند میں مرتے ہیں۔ پس ان کی اور خدا کے پاک لوگوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک ہی جیل خانہ

خواہشات اور شہوات کے معاملہ میں انبیاء اور دوسرے لوگوں کا فرق۔

میں داروغہ جیل بھی رہتا ہے اور قیدی بھی رہتے ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ داروغہ ان قیدیوں کی طرح ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۷ حاشیہ)

اور حکیم مطلق نے اس مدعا کے پُورا کرنے کے لئے انسانی دماغ کی بناوٹ ہی ایسی رکھی ہے اور ایسے روحانی قویٰ اس کو دیئے ہیں کہ وہ بعض سچی خوابیں دیکھ سکتا ہے اور بعض سچے الہام پا سکتا ہے۔ مگر وہ سچی خوابیں اور سچے الہام کسی وجاہت اور بزرگی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ وہ محض نمونہ کے طور پر ترقی کے لئے ایک راہیں ہوتی ہیں۔ اور اگر ایسی خوابوں اور ایسے الہاموں کو کسی بات پر کچھ دلالت ہے تو صرف اس بات پر کہ ایسے انسان کی فطرت صحیح ہے بشرطیکہ جذبات نفسانیہ کی وجہ سے انجام بد نہ ہو۔ اور ایسی فطرت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر درمیان میں روکیں اور حجاب پیش نہ آجائیں تو وہ ترقی کر سکتا ہے۔

بعض سچی خوابیں آجانی اور سچے الہام ہو جانے کسی بزرگی پر دلالت نہیں کرتے۔

(حقیقۃ الوحی ص۸)

اور جس طرح محض دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کو سچی خوابیں آ جاتی ہیں یا الہام کے رنگ میں کچھ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کی طبیعت معارف اور حقائق سے مناسبت رکھتی ہے اور لطیف لطیف باتیں ان کو سوجھتی ہیں لیکن دراصل وہ لوگ اس حدیث صحیح کا مصداق ہوتے ہیں کہ اٰمن شعرہ

دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کی طبیعت معارف اور حقائق سے مناسبت رکھتی ہے۔

حصہ نہیں ملتا جو اہل تعلق پاتے ہیں اور نفسانی قالب
ان کا تعلق نور سے ہزار ہا کوس دُور ہوتا ہے۔

ہاں عنایت ازلی نے جو انسانی فطرت کو ضائع کرنا نہیں چاہتی تخم ریزی کے طور پر اکثر انسانی افراد میں یہ عادت اپنی جاری کر رکھی ہے کہ کبھی کبھی سچی خوابیں یا سچے الہام ہو جاتے ہیں تا وہ معلوم کر سکیں کہ ان کے لئے آگے قدم رکھنے کے لئے ایک راہ کھُلی ہے۔ لیکن ان کی خوابوں اور الہاموں میں خدا کی قبولیت اور محبت اور فضل کے کچھ آثار نہیں ہوتے اور نہ ایسے لوگ نفسانی نجاستوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور خوابیں محض اس لئے آتی ہیں کہ تا ان پر خدا کے پاک نبیوں پر ایمان لانے کے لئے ایک حجت ہو۔

(حقیقۃ الوحی ص ۷)

خواہشات اور شہوات کے معاملہ میں انبیاء اور دوسرے لوگوں کا فرق۔

یاد رہے کہ جسمانی خواہشیں اور شہوات انبیاء اور رسل میں بھی ہوتی ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ وہ پاک لوگ پہلے خدا تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے تمام خواہشوں اور جذبات نفسانیہ سے الگ ہو جاتے ہیں اور اپنے نفس کو خدا کے آگے ذبح کر دیتے ہیں اور پھر جو خدا کے لئے کھوتے ہیں فضل کے طور پر ان کو واپس دیا جاتا ہے۔ اور سب کچھ ان پر وارد ہوتا ہے اور وہ درماندہ نہیں رہتے۔ مگر جو لوگ خدا تعالےٰ کے لئے اپنا نفس ذبح نہیں کرتے ان کے شہوات ان کے لئے بطور پردہ کے ہو جاتے ہیں۔ آخر نجاست کے کیڑے کی طرح گند میں مرتے ہیں۔ پس ان کی اور خدا کے پاک لوگوں کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک ہی جیل خانہ

میں داروغہ جیل بھی رہتا ہے اور قیدی بھی رہتے ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ داروغہ ان قیدیوں کی طرح ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۷ حاشیہ)

بعض سچی خوابیں آجانی اور سچے الہام ہو جانے کسی بزرگی پر دلالت نہیں کرتے۔

اور حکیم مطلق نے اس مدعا کے پُورا کرنے کے لئے انسانی دماغ کی بناوٹ ہی ایسی رکھی ہے اور ایسے روحانی قویٰ اس کو دیئے ہیں کہ وہ بعض سچی خوابیں دیکھ سکتا ہے اور بعض سچے الہام پا سکتا ہے۔ مگر وہ سچی خوابیں اور سچے الہام کسی وجاہت اور بزرگی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ وہ محض نمونہ کے طور پر ترقی کے لئے ایک راہیں ہوتی ہیں۔ اور اگر ایسی خوابوں اور ایسے الہاموں کو کسی بات پر کچھ دلالت ہے تو صرف اس بات پر کہ ایسے انسان کی فطرت صحیح ہے بشرطیکہ جذبات نفسانیہ کی وجہ سے انجام بد نہ ہو۔ اور ایسی فطرت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر درمیان میں روکیں اور حجاب پیش نہ آجائیں تو وہ ترقی کر سکتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۸)

دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کی طبیعت معارف اور حقائق سے مناسبت رکھتی ہے۔

اور جس طرح محض دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کو سچی خوابیں آ جاتی ہیں یا الہام کے رنگ میں کچھ معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح دماغی بناوٹ کی وجہ سے بعض کی طبیعت معارف اور حقائق سے مناسبت رکھتی ہے اور لطیف لطیف باتیں ان کو سوجھتی ہیں لیکن دراصل وہ لوگ اس حدیث صحیح کا مصداق ہوتے ہیں کہ اُمنَ شعرہ

وکفر قلبہ۔ یعنی اس کا شعر ایمان لایا مگر اس کا دل کافر ہے۔ اس لئے صادق کو شناخت کرنا ہر ایک سادہ لوح کا کام نہیں۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اور پھر ساتھ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اس درجہ کے لوگوں کی جو خوابیں یا الہامات ہوتے ہیں وہ بہت سی تاریکی کے اندر ہوتے ہیں اور ایک شاذ و نادر کے طور پر سچائی کی چمک ان میں ہوتی ہے اور خدا کی محبت اور قبولیت کا کوئی ان کے ساتھ نشان نہیں ہوتا۔ اور اگر غیب کی بات ہو تو صرف ایسی ہوتی ہے جس میں کروڑ ہا انسان شریک ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰)

[ان لوگوں کے بیان میں جن کو بعض اوقات سچی خوابیں آتی ہیں یا سچے الہام ہوتے ہیں۔ اور ان کو خدا تعالےٰ سے کچھ تعلق بھی ہے لیکن کچھ بڑا تعلق نہیں اور نفسانی قالب ان کا شعلۂ نور سے مل کر نیست و نابود نہیں ہوتا اگرچہ کسی قدر اس کے نزدیک آجاتا ہے۔]

دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ کسی حد تک زہد اور عفت کو اختیار کرتے ہیں اور علاوہ اسباب کے کہ ان میں رؤیا اور کشف کے حصول کے لئے ایک فطرتی استعداد ہوتی ہے اور دماغی بناوٹ اس قسم کی واقع ہوتی ہے کہ خواب و کشف کا کسی قدر نمونہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اصلاح نفس کے لئے بھی کسی قدر کوشش کرتے ہیں

اور ایک سطحی نیکی اور راستبازی ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی آمد سے ایک محدود دائرہ تک رؤیا صادقہ اور کشوف صحیحہ کے انوار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں مگر تاریکی سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان کی بعض دعائیں بھی منظور ہو جاتی ہیں مگر عظیم الشان کاموں میں نہیں کیونکہ ان کی راستبازی کامل نہیں ہوتی بلکہ اس شفاف پانی کی طرح ہوتی ہے جو اوپر سے شفاف نظر آتا ہو مگر نیچے اس کے گوبر اور گند ہو۔ اور چونکہ ان کا تزکیہ نفس پورا نہیں ہوتا اور ان کے صدق و صفا میں بہت کچھ نقصان ہوتا ہے اس لئے کسی ابتلاء کے وقت وہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ اور اگر خدا تعالےٰ کا رحم ان کے شامل حال ہو جائے اور اس کی ستاری ان کا پردہ محفوظ رکھے تب تو بغیر کسی ٹھوکر کے دنیا سے گذر جاتے ہیں اور اگر کوئی ابتلا پیش آجاوے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ بلعم کی طرح ان کا انجام بد نہ ہو اور ملہم بننے کے بعد کتے سے تشبیہ نہ دیئے جائیں کیونکہ ان کی علمی اور عملی اور ایمانی حالت کے نقصان کی وجہ سے شیطان ان کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱ و صفحہ ۱۲)

تعلق باللہ کی حالت ناقصہ۔

اگرچہ راہ راست کی بعض علامات اس میں پائی جاتی ہیں لیکن خاص فضل کی کوئی علامت اس میں پائی نہیں جاتی اور اس کی قبض جو کمی توکل اور نفسانی خواہشوں کی وجہ سے ہے دُور نہیں ہوتی اور اس کا نفسانی قالب جل کر خاک نہیں ہوتا کیونکہ شعلۂ نور سے بہت دُور ہے۔ اور وہ رسولوں اور نبیوں کا کامل طور پر وارث نہیں ہوتا اور اس کی بعض اندرونی

آلائشیں اس کے اندر مخفی ہوتی ہیں اور اس کا تعلق جو خدا تعالےٰ سے ہے کدورت اور خامی سے خالی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دُور سے خدا تعالےٰ کو اپنی دھندلی نظر کے ساتھ دیکھتا ہے مگر اس کی گود میں نہیں ہے۔ ایسے آدمی جو نفسانی جذبات ان کے اندر ہیں بعض اوقات ان کے نفسانی جذبات ان کی خوابوں میں اپنا جوش اور طوفان دکھاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جوش ان کا خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ جوش نفس امّارہ کی طرف سے ہوتا ہے...... اور چونکہ اس نے خدا تعالےٰ کی طرف پوری حرکت نہیں کی اور اپنی تمام طاقت اور تمام صدق اور تمام وفاداری کے ساتھ اس کو اختیار نہیں کیا اس لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی پورے طور پر تجلی رحمت اس پر نہیں ہوتی ...... ہاں ایسے لوگوں کو بھی کسی قدر کچھ معارف اور حقائق معلوم ہو جاتے ہیں مگر اس دُودھ کی طرح جس میں کچھ پیشاب بھی پڑا ہو اور اس پانی کی طرح جس میں کچھ نجاست بھی ہو..... اصل بات یہ ہے کہ وحی اور الہام کی کمال صفائی صفائیٔ نفس پر موقوف ہے۔ جس کے نفس میں ابھی کچھ گند باقی ہے ان کی وحی اور الہام میں بھی گند باقی ہے۔

(حقیقۃ الوحی صـ ۱۳)

ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالےٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ ان کو حاصل ہے اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں اور خدا تعالےٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں اور محبتِ الٰہی کی آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور

نفسانی قالب ان کا شعلہ نور سے جل کر بالکل خاک ہو جاتا ہے۔

خدا کی طرف صدق دل سے قدم اٹھانے والا ہرگز ضائع نہیں ہوتا۔

جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نہایت کریم و رحیم ہے۔ جو شخص اس کی طرف صدق و صفا سے رجوع کرتا ہے وہ اس سے بڑھ کر اپنا صدق و صفا اس سے ظاہر کرتا ہے۔ اس کی طرف صدق دل سے قدم اٹھانے والا ہرگز ضائع نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ میں بڑے بڑے محبت اور وفاداری اور فیض اور احسان اور کرشمۂ خدائی دکھلانے کے اخلاق ہیں مگر وہی ان کو پورے طور پر مشاہدہ کرتا ہے جو پورے طور پر اس کی محبت میں محو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے مگر غنی اور بے نیاز ہے اس لئے جو شخص اس کی راہ میں مرتا ہے وہی اس سے زندگی پاتا ہے اور جو اس کے لئے سب کچھ کھوتا ہے اسی کو آسمانی انعام ملتا ہے۔

خدا سے کامل تعلق والے کی حالت

خدا تعالےٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والے اس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اوّل دُور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اس سے نزدیک ہو جائے یہانتک کہ اس آگ میں اپنے تئیں داخل کر دے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے۔ اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالےٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اس کا پڑ جاتا ہے اور شعلہ نور سے قالب نفسانی جل کر خاک ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ آگ لے لیتی ہے۔ یہ انتہاء اس مبارک محبت کا ہے جو خدا سے ہوتی ہے...... اور اس آگ کے

آلائشیں اس کے اندر مخفی ہوتی ہیں اور اس کا تعلق جو خدا تعالےٰ سے ہے کدورت اور خامی سے خالی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ دُور سے خدا تعالےٰ کو اپنی دھندلی نظر کے ساتھ دیکھتا ہے مگر اس کی گود میں نہیں ہے۔ ایسے آدمی جو نفسانی جذبات ان کے اندر ہیں بعض اوقات ان کے نفسانی جذبات ان کی خوابوں میں اپنا جوش اور طوفان دکھاتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ جوش ان کا خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ جوش نفس اَمّارہ کی طرف سے ہوتا ہے ...... اور چونکہ اس نے خدا تعالےٰ کی طرف پوری حرکت نہیں کی اور اپنی تمام طاقت اور تمام صدق اور تمام وفاداری کے ساتھ اس کو اختیار نہیں کیا اس لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے بھی پورے طور پر تجلی رحمت اس پر نہیں ہوتی ...... ہاں ایسے لوگوں کو بھی کسی قدر کچھ معارف اور حقائق معلوم ہو جاتے ہیں مگر اس دُودھ کی طرح جس میں کچھ پیشاب بھی پڑا ہو اور اس پانی کی طرح جس میں کچھ نجاست بھی ہو..... اصل بات یہ ہے کہ وحی اور الہام کی کمال صفائی صفائیٔ نفس پر موقوف ہے۔ جس کے نفس میں ابھی کچھ گند باقی ہے ان کی وحی اور الہام میں بھی گند باقی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۳)

ان لوگوں کے بیان میں جو خدا تعالےٰ سے اکمل اور اصفیٰ طور پر وحی پاتے ہیں اور کامل طور پر شرف مکالمہ اور مخاطبہ ان کو حاصل ہے اور خوابیں بھی ان کو فلق الصبح کی طرح سچی آتی ہیں اور خدا تعالےٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں اور محبتِ الٰہی کی آگ میں داخل ہو جاتے ہیں اور

نفسانی قالب ان کا شعلہ نور سے جل کر بالکل خاک ہو جاتا ہے۔

خدا کی طرف صدق دل سے قدم اٹھانے والا ہرگز ضائع نہیں ہوتا۔

جاننا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ نہایت کریم و رحیم ہے۔ جو شخص اس کی طرف صدق و صفا سے رجوع کرتا ہے وہ اس سے بڑھ کر اپنا صدق و صفا اس سے ظاہر کرتا ہے۔ اس کی طرف صدق دل سے قدم اٹھانے والا ہرگز ضائع نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ میں بڑے بڑے محبت اور وفاداری اور فیض اور احسان اور کرشمۂ خدائی دکھلانے کے اخلاق ہیں مگر وہی ان کو پورے طور پر مشاہدہ کرتا ہے جو پورے طور پر اس کی محبت میں محو ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ بڑا کریم و رحیم ہے مگر غنی اور بے نیاز ہے اس لئے جو شخص اس کی راہ میں مرتا ہے وہی اس سے زندگی پاتا ہے اور جو اس کے لئے سب کچھ کھوتا ہے اسی کو آسمانی انعام ملتا ہے۔

خدا سے کامل تعلق والے کی حالت

خدا تعالےٰ سے کامل تعلق پیدا کرنے والے اس شخص سے مشابہت رکھتے ہیں جو اوّل دُور سے آگ کی روشنی دیکھے اور پھر اس سے نزدیک ہو جائے یہانتک کہ اس آگ میں اپنے تئیں داخل کر دے اور تمام جسم جل جائے اور صرف آگ ہی باقی رہ جائے۔ اسی طرح کامل تعلق والا دن بدن خدا تعالےٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے یہانتک کہ محبت الٰہی کی آگ میں تمام وجود اس کا پڑ جاتا ہے اور شعلہ نور سے قالب نفسانی جل کر خاک ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ آگ لے لیتی ہے۔ یہ انتہاء اس مبارک محبت کا ہے جو خدا سے ہوتی ہے ...... اور اس آگ کے

کامل محبت کی ہزاروں علامتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

غلبہ کے بعد ہزاروں علامتیں کامل محبت کی پیدا ہو جاتی ہیں کوئی ایک علامت نہیں ہے تا وہ ایک زیرک اور طالب حق پر مشتبہ ہو سکے بلکہ وہ تعلق صدہا علامتوں کے ساتھ شناخت کیا جاتا ہے۔ منجملہ ان علامات کے یہ بھی ہے کہ خدائے کریم اپنا فصیح اور لذیذ کلام وقتاً فوقتاً اس کی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے جو الٰہی شوکت اور برکت اور غیب گوئی کی کامل طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ایک نور اس کے ساتھ ہوتا ہے جو بتلاتا ہے کہ یہ یقینی امر ہے ظنی نہیں ہے۔ اور ایک ربانی چمک اس کے اندر ہوتی ہے اور کدورتوں سے پاک ہوتا ہے اور بسا اوقات اور اکثر اور اغلب طور پر وہ کلام کسی زبردست پیشگوئی پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور اس کی پیشگوئیوں کا حلقہ نہایت وسیع اور عالمگیر ہوتا ہے اور وہ پیشگوئیاں کیا باعتبار کمیّت اور باعتبار کیفیّت بے نظیر ہوتی ہیں کوئی ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ اور ہیبتِ الٰہی ان میں بھری ہوئی ہوتی ہے اور قدرت تامہ کی وجہ سے خدا کا چہرہ ان میں نظر آتا ہے۔ اور اس کی پیشگوئیاں نجومیوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ ان میں محبوبیت اور قبولیت کے آثار ہوتے ہیں اور ربانی تائید اور نصرت سے بھری ہوئی ہوتی ہیں .... اور اس کی آنکھ کو کشفی قوت عطاء کی جاتی ہے جس سے وہ مخفی در مخفی خبروں کو دیکھ لیتا ہے اور بسا اوقات لکھی ہوئی تحریریں اس کی نظر کے سامنے پیش کی جاتی ہیں اور مُردوں سے زندوں کی طرح ملاقات کر لیتا ہے اور بسا اوقات ہزاروں کوس کی چیزیں اس کی نظر کے سامنے ایسی آ جاتی ہیں گویا وہ پیروں کے نیچے پڑی ہیں۔

ایسا ہی اس کے کان کو بھی مغیبات کے سُننے کی قوت دی جاتی ہے اور اکثر اوقات وہ فرشتوں کی آواز کو سُن لیتا ہے اور بیقراریوں کے وقت ان کی آواز سے تسلّی پاتا ہے اور عجیب تر یہ کہ بعض اوقات جمادات اور نباتات اور حیوانات کی آواز بھی اس کو پہنچ جاتی ہے

فلسفی کو منکر حنانہ است ؎ از حواس انبیاء بیگانہ است

اسی طرح اس کی ناک کو بھی غیبی خوشبو سونگھنے کی ایک قوت دی جاتی ہے اور بسا اوقات وہ بشارت کے اُمور کو سونگھ لیتا ہے اور مکروہات کی بدبو اس کو آ جاتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس کے دِل کو قوت فراست عطاء کی جاتی ہے اور بہت سی باتیں اس کے دل میں پڑ جاتی ہیں اور وہ صحیح ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس شیطان اس پر تصرف کرنے سے محروم ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں شیطان کا کوئی حِصّہ نہیں رہتا اور بباعث نہایت درجہ فنا فی اللہ ہونے کے اس کی زبان ہر وقت خدا کی زبان ہوتی ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور اگرچہ اس کو خاص طور پر الہام بھی نہ ہو تب بھی جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے کیونکہ نفسانی ہستی اس کی بکلی جل جاتی ہے اور سفلی ہستی پر ایک موت طاری ہو کر ایک نئی اور پاک زندگی اس کو ملتی ہے جس پر ہر وقت انوارِ الٰہیہ منعکس ہوتے رہتے ہیں۔

اسی طرح اس کی پیشانی کو ایک نور عطا کیا جاتا ہے جو بجز عشّاقِ الٰہی کے اور کسی کو نہیں دیا جاتا ....

ایسا ہی ان کے ہاتھوں میں اور پیروں میں اور تمام بدن میں ایک

برکت دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اس کو ہاتھ لگانا اس کے امراضِ روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔

اسی طرح ان کے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عزّ و جل ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ خدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اسی طرح ان کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیّت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر ان کا قدم پڑتا ہے۔

اسی طرح اس درجہ کے لوگوں کی تمام خواہشیں بھی اکثر اوقات پیشگوئی کا رنگ پیدا کر لیتی ہیں ۔......

اسی طرح ان کی رضا مندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے ....

اسی طرح ان کی دُعا اور ان کی توجہ بھی معمولی دُعاؤں اور توجّہات کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر ایک شدید اثر رکھتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اگر قضا مبرم اور اٹل نہ ہو اور ان کی توجہ اپنی تمام شرائط کے ساتھ اس بَلا کے دُور کرنے کے لئے مصروف ہو جائے تو خدا تعالےٰ اس بَلا کو دُور کر دیتا ہے .... اور کبھی ان کی عبودیت ثابت کرنے کے لئے دُعا سُنی نہیں جاتی تا جاہلوں کی نظر میں خدا کے شریک نہ ٹھہر جائیں۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ بَلا وارد ہو جائے جس سے موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اکثر عادت اللہ یہی ہے کہ اس بلا میں تاخیر نہیں

ہوتی اور ایسے وقت میں مقبولوں کا ادب یہی ہے کہ دُعا کو ترک کر دیں اور صبر سے کام لیں۔ بہتر وقت دُعا کا یہی ہے کہ ایسے وقت میں دُعا ہو جب اسبابِ یاس اور نومیدی بکلی ظاہر نہ ہوں .....

یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دُعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دُعا ہی ہے .... جب اس کے مقبول بندے ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے۔ جو دل و جان سے اس کے ہو جاتے ہیں وہ ان کے لئے عجائب کام دکھلاتا ہے اور ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اٹھتا ہے۔ خدا مخفی ہے اور اس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اس کا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے۔

یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کریگا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۴ تا ص۱۹)

(لیکن) آسمانی نشانوں کے رو سے ایک عظیم الشان یہ فرق ہے کہ خدا کے مقبول بندے جو انوار سبحانی میں غرق کئے جاتے اور آتشِ محبت سے ان کی ساری نفسانیت جلائی جاتی ہے وہ اپنی ہر شان میں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت غیروں پر غالب ہوتے ہیں۔

ایسے لوگوں کا غیروں سے امتیاز۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۹، ص۲۰)

برکت دی جاتی ہے جس کی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہوجاتا ہے اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اس کو ہاتھ لگانا اس کے امراضِ روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ٹھہرتا ہے۔

اسی طرح ان کے رہنے کے مکانات میں بھی خدائے عز و جل ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ مکان بلاؤں سے محفوظ رہتا ہے۔ خدا کے فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

اسی طرح ان کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس خاک کو بھی کچھ برکت دی جاتی ہے جس پر ان کا قدم پڑتا ہے۔

اسی طرح اس درجہ کے لوگوں کی تمام خواہشیں بھی اکثر اوقات پیشگوئی کا رنگ پیدا کر لیتی ہیں ۔ ......

اسی طرح ان کی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے ....

اسی طرح ان کی دُعا اور ان کی توجہ بھی معمولی دُعاؤں اور توجّہات کی طرح نہیں ہوتی بلکہ اپنے اندر ایک شدید اثر رکھتی ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اگر قضا مبرم اور اٹل نہ ہو اور ان کی توجہ اپنی تمام شرائط کے ساتھ اس بَلا کے دُور کرنے کے لئے مصروف ہوجائے تو خدا تعالےٰ اس بَلا کو دُور کر دیتا ہے .... اور کبھی ان کی عبودیت ثابت کرنے کے لئے دُعا سُنی نہیں جاتی تا جاہلوں کی نظر میں خدا کے شریک نہ ٹھہر جائیں۔ اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ بَلا وارد ہوجائے جس سے موت کے آثار ظاہر ہوجائیں تو اکثر عادت اللہ یہی ہے کہ اس بلا میں تاخیر نہیں

ہوتی اور ایسے وقت میں مقبولوں کا ادب یہی ہے کہ دُعا کو ترک کر دیں اور صبر سے کام لیں۔ بہتر وقت دُعا کا یہی ہے کہ ایسے وقت میں دُعا ہو جب اسبابِ یاس اور نومیدی بکلی ظاہر نہ ہوں ......

یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دُعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دُعا ہی ہے ...... جب اس کے مقبول بندے ستائے جاتے ہیں اور جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھو کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر کیونکہ یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کرے گا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے۔ جو دل و جان سے اس کے ہوجاتے ہیں وہ ان کے لئے عجائب کام دکھلاتا ہے اور ایسی اپنی قوت دکھلاتا ہے کہ جیسا ایک سوتا ہوا شیر جاگ اٹھتا ہے۔ خدا مخفی ہے اور اس کے ظاہر کرنے والے یہی لوگ ہیں۔ وہ ہزاروں پردوں کے اندر ہے اور اس کا چہرہ دکھلانے والی یہی قوم ہے۔

یہ وہ قوم ہے کہ کوئی اپنے پیارے بیٹے سے ایسی محبت نہیں کریگا جیسا کہ خدا ان لوگوں سے کرتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۴ تا ص۱۹)

(لیکن) آسمانی نشانوں کے رو سے ایک عظیم الشان یہ فرق ہے کہ خدا کے مقبول بندے جو انوار سبحانی میں غرق کئے جاتے اور آتشِ محبت سے ان کی ساری نفسانیت جلائی جاتی ہے وہ اپنی ہر شان میں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت غیروں پر غالب ہوتے ہیں۔

ایسے لوگوں کا غیروں سے امتیاز۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۹، ص۲۰)

اس مرتبہ تک کون لوگ پہنچتے ہیں۔

پھر تیسری قسم کے ملہم اور خواب بین وہ لوگ ہیں جن کی خوابوں اور الہاموں کی حالت اس جسمانی نظارہ سے مشابہ ہے جب کہ ایک شخص اندھیری اور شدید البرد رات میں نہ صرف آگ کی کامل روشنی ہی پاتا ہے اور اس میں چلتا ہے بلکہ اس کے گرم حلقہ میں داخل ہو کر بکلی سردی کے ضرر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ تک وہ لوگ پہنچتے ہیں جو شہوات نفسانیہ کا چولہ آتش محبت الٰہیہ میں جلا دیتے ہیں اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں جو آگے موت ہے اور دوڑ کر اس موت کو اپنے لئے پسند کر لیتے ہیں۔ وہ ہر ایک درد کو خدا کی راہ میں قبول کرتے ہیں اور خدا کے لئے اپنے نفس کے دشمن ہو کر اور اس کے برخلاف قدم رکھ کر ایسی طاقت ایمانی دکھلاتے ہیں کہ فرشتے بھی ان کے اس ایمان سے حیرت اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ روحانی پہلوان ہوتے ہیں اور شیطان کے تمام حملے ان کی روحانی قوت کے آگے ہیچ ٹھہرتے ہیں۔ وہ سچے وفادار اور صادق مرد ہوتے ہیں کہ نہ دنیا کی لذات کے نظارے انہیں گمراہ کر سکتے ہیں اور نہ اولاد کی محبت اور نہ بیوی کا تعلق ان کو اپنے محبوب حقیقی سے برگشتہ کر سکتا ہے۔ غرض کوئی سختی ان کو ڈرا نہیں سکتی اور کوئی نفسانی لذت ان کو خدا سے روک نہیں سکتی اور کوئی تعلق خدا کے تعلق میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتا۔

انسانی معرفت کامل نہیں ہو سکتی جب تک حق الیقین

یہ تین روحانی مراتب کی حالتیں ہیں جن میں سے پہلی حالت علم الیقین کے نام سے موسوم ہے اور دوسری حالت عین الیقین کے نام سے نامزد ہے اور تیسری مبارک اور کامل حالت حق الیقین کہلاتی ہے۔ اور انسانی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ کدورتوں سے پاک ہو سکتی ہے جب تک حق الیقین تک نہیں پہنچتی کیونکہ حق الیقین کی حالت صرف مشاہدات پر موقوف نہیں

تک نہیں پہنچتی۔

بلکہ بطور حال کے انسان کے دل پر وارد ہو جاتی ہے اور انسان محبت الٰہی کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑ کر اپنے نفسانی وجود سے بالکل نیست ہو جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ پر انسانی معرفت پہنچ کر قال سے حال کی طرف انتقال کرتی ہے اور سفلی زندگی بالکل جل کر خاک ہو جاتی ہے اور ایسا انسان گویا خدا تعالے کی گود میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور جیسا کہ ایک لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کی رنگ میں آجاتا ہے اور آگ کی صفات اس سے ظاہر ہونی شروع ہو جاتی ہیں ایسا ہی اس درجہ کا آدمی صفات الٰہیہ سے ظلّی طور پر متصف ہو جاتا ہے اور اس قدر طبعاً مرضات الٰہیہ میں فنا ہو جاتا ہے کہ خدا میں ہو کر بولتا ہے اور خدا میں ہو کر دیکھتا ہے اور خدا میں ہو کر سنتا ہے اور خدا میں ہو کر چلتا ہے گویا اس کے جبّہ میں خدا ہی ہوتا ہے اور انسانیت اس کی تجلیات الٰہیہ کے نیچے مغلوب ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ مضمون نازک ہے اور عام فہم نہیں اس لئے ہم اس کو اسی جگہ چھوڑتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صـ۲۱ تا صـ۲۳)

مصفّیٰ اور شفاف دلوں پر وہ نور عاشق ہے۔

مصفّیٰ اور شفاف دلوں پر وہ نور عاشق ہے۔

(حقیقۃ الوحی صـ۲۴)

خدا سے کامل تعلق والے لوگوں کی استعداد میں بھی برابر نہیں

اور پھر اس جگہ ایک اور نکتہ قابلِ یادداشت ہے اور وہ یہ کہ تیسری قسم کے لوگ بھی جن کا خدا تعالے سے کامل تعلق ہوتا ہے اور کامل اور مصفا الہام پاتے ہیں قبول فیوض الٰہیہ میں برابر نہیں ہوتے اور ان

ہونیں۔

سب کا دائرہِ استعدادِ فطرت باہم برابر نہیں ہوتا بلکہ کسی کا دائرہ استعدادِ فطرت کم درجہ پر وسعت رکھتا ہے اور کسی کا زیادہ وسیع ہوتا ہے اور کسی کا بہت زیادہ اور کسی کا اس قدر جو خیال و گمان سے بدتر ہے۔ اور کسی کا خدا تعالیٰ سے رابطۂ محبت قوی ہوتا ہے اور کسی کا اقوی اور کسی کا اس قدر کہ دنیا اس کو شناخت نہیں کر سکتی اور کوئی عقل اس کے انتہا تک نہیں پہنچ سکتی۔ اور وہ اپنے محبوبِ ازلی کی محبّت میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ کوئی رگ و ریشہ ان کی ہستی اور وجود کا باقی نہیں رہتا۔ اور یہ تمام مراتب کے لوگ بموجب آیت کلٌ فی فلکٍ یسبحون اپنے دائرۂ استعدادِ فطرت سے زیادہ ترقی نہیں کر سکتے۔ اور کوئی ان میں سے اپنے دائرۂ فطرت سے بڑھ کر کوئی نور حاصل نہیں کر سکتا اور نہ کوئی روحانی تصویرِ آفتابِ نورانی کی اپنی فطرت کے دائرہ سے بڑھ کر اپنے اندر لے سکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ ہر ایک کی استعدادِ فطرت کے موافق اپنا چہرہ اس کو دکھا دیتا ہے اور فطرتوں کی کمی بیشی کی وجہ سے وہ چہرہ کہیں چھوٹا ہو جاتا ہے اور کہیں بڑا۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۵ رص ۲۶)

ان کے دل کو خدا سے ایک ذاتی تعلق ہوتا ہے۔

اور ان کے دل کو خدا سے ایک ذاتی تعلق ہوتا ہے اسی لئے جس طرح خدا تعالیٰ اپنے لئے یہ امر چاہتا ہے کہ وہ شناخت کیا جائے ایسا ہی ان کے لئے بھی یہی چاہتا ہے کہ اس کے بندے ان کو شناخت کر لیں ....

ماسوا اس کے جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے صفاتِ اخلاقیہ

ہیں اس قدر معجزانہ تاثیر رکھ دیتا ہے کہ دل ان کی طرف کھنچے جاتے ہیں۔ وہ ایک عجیب قوم ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہوتے ہیں اور کھونے کے بعد پاتے ہیں اور اس قدر زور سے صدق اور وفا کی راہوں پر چلتے ہیں کہ ان کے ساتھ خدا کی ایک الگ عادت ہو جاتی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۴۹)

پرستش کس حالت کا نام ہے۔ اس کے حاصل ہونے کی نشانی۔

انسان خدا کی پرستش کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر کیا پرستش صرف بہت سے سجدوں اور رکوع اور قیام سے ہو سکتی ہے یا بہت مرتبہ تسبیح کے دانے پھیرنے والے پرستارِ الٰہی کہلا سکتے ہیں۔ بلکہ پرستش اس سے ہو سکتی ہے جس کو خدا کی محبت اس درجہ پر اپنی طرف کھینچے کہ اس کا اپنا وجود درمیان سے اٹھ جائے۔ اوّل خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو۔ اور پھر خدا کے حسن و احسان پر پوری اطلاع ہو۔ اور پھر اس سے محبت کا تعلق ایسا ہو کہ سوزشِ محبت ہر وقت سینہ میں موجود ہو۔ اور یہ حالت ہر ایک دم چہرہ پر ظاہر ہو۔ اور خدا کی عظمت دل میں ایسی ہو کہ تمام دُنیا اس کی ہستی کے آگے مُردہ تصوّر ہو۔ اور ہر ایک خوف اسی کی ذات سے وابستہ ہو اور اسی کی درد میں لذت ہو اور اسی کی خلوت میں راحت ہو اور اس کے بغیر دل کو کسی کے ساتھ قرار نہ ہو۔ اگر ایسی حالت ہو جائے تو اس کا نام پرستش ہے مگر یہ حالت بجز خدا تعالیٰ کی خاص مدد کے کیونکر پیدا ہو۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے یہ دُعا سکھلائی ایاک نعبد و ایاک نستعین یعنی ہم تیری پرستش تو کرتے ہیں مگر کہاں حق پرستش ادا کر سکتے ہیں جب تک تیری طرف سے خاص مدد نہ ہو۔ خدا کو اپنا حقیقی محبوب قرار

دے کر اس کی پرستش کرنا یہی ولایت ہے جس سے آگے کوئی درجہ نہیں۔ مگر یہ درجہ بغیر اس کی مدد کے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے حاصل ہونے کی یہ نشانی ہے کہ خدا کی عظمت دل میں بیٹھ جائے۔ خدا کی محبت دل میں بیٹھ جائے۔ اور دل اس پر توکل کرے۔ اور اس کو پسند کرے۔ اور ہر ایک چیز پر اسی کو اختیار کرے۔ اور اپنی زندگی کا مقصد اسی کی یاد کو سمجھے۔ اور اگر ابراہیم کی طرح اپنے ہاتھ سے اپنی عزیز اولاد کے ذبح کرنے کا حکم ہو یا اپنے تئیں آگ میں ڈالنے کیلئے اشارہ ہو تو ایسے سخت احکام کو بھی محبت کے جوش سے بجا لائے۔ اور رضا جوئی اپنے آقائے کریم میں اس حد تک کوشش کرے کہ اس کی اطاعت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ یہ بہت تنگ دروازہ ہے اور یہ شربت بہت ہی تلخ شربت ہے۔ تھوڑے لوگ ہیں جو اس دروازہ میں سے داخل ہوتے اور اس شربت کو پیتے ہیں۔ زنا سے بچنا کوئی بڑی بات نہیں اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنا بڑا کام نہیں۔ اور جھوٹی گواہی نہ دینا کوئی بڑا ہنر نہیں۔ مگر ہر ایک چیز پر خدا کو اختیار کر لینا اور اس کے لئے سچی محبت اور سچے جوش سے تمام تلخیوں کو اختیار کرنا بلکہ اپنے ہاتھ سے تلخیاں پیدا کر لینا یہ وہ مرتبہ ہے کہ بجز صدیقوں کے کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے ادا کرنے کے لئے انسان مامور ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۵۱، ص۵۲)

کیوں خدا ان سے ایسا تعلق پکڑ لیتا ہے۔

اور یہ سوال کہ کیوں خدا ان سے ایسا تعلق پکڑ لیتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا نے انسان کی ایسی فطرت رکھی ہے کہ وہ ایک ایسے

ظرف کی طرح ہے جو کسی قسم کی محبت سے خالی نہیں رہ سکتا اور خلا یعنی خالی رہنا اس میں محال ہے۔ پس جب کوئی ایسا دل ہو جاتا ہے کہ نفس کی محبت اور اس کی آرزوؤں اور دنیا کی محبت اور اس کی تمناؤں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور سفلی محبتوں کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے تو ایسے دل کو جو غیر کی محبت سے خالی ہو چکا ہے خدا تعالے تجلیات حسن و جمال کے ساتھ اپنی محبت سے پُر کر دیتا ہے۔

.... اور ان کے معارف حال کے چشمہ میں سے نکلتے ہیں نہ محض قال کے گندہ کیچڑ سے۔ اور انسانی فطرت کی تمام عمدہ شاخیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ اور اس کے مقابل پر تمام قسم کی نصرت بھی ان کو عطاء ہوتی ہے۔ ان کے سینے کھولے جاتے ہیں اور ان کو خدا کی راہ میں ایک غیر معمولی شجاعت بخشی جاتی ہے۔ وہ خدا کے لئے موت سے نہیں ڈرتے اور آگ میں جل جانے سے خوف نہیں کرتے۔ ان کے دودھ سے ایک دنیا سیراب ہوتی ہے اور کمزور دل قوت پکڑتے ہیں۔ خدا کی رضا جوئی کے لئے ان کے دل قربان ہوتے ہیں۔ وہ اسی کے ہو جاتے ہیں اسی لئے خدا ان کا ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ اپنے سارے دل سے خدا کی طرف جھکتے ہیں تو خدا اسی طرح ان کی طرف جھکتا ہے کہ ہر ایک کو پتہ لگ جاتا ہے کہ ہر میدان میں خدا ان کی پاس داری کرتا ہے۔ درحقیقت خدا کے لوگوں کو کوئی شناخت نہیں کر سکتا مگر وہی قادر خدا جس کی دلوں پر نظر ہے۔

جس دل کو وہ دیکھتا ہے کہ سچ مچ اسکی طرف آگیا اسکے لئے عجیب عجیب

پس جس دل کو وہ دیکھتا ہے کہ سچ مچ اس کی طرف آگیا اس کے لئے عجیب عجیب کام دکھلاتا ہے اور اس کی مدد کے لئے ہر ایک راہ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ وہ اس کے لئے وہ قدرتیں دکھلاتا ہے جو دنیا پر مخفی ہیں اور اس کے لئے ایسا غیرت مند

کام دکھلاتا ہے۔

ہو جاتا ہے کہ کوئی خویش اپنے خویش کے لئے ایسی غیرت دکھلا نہیں سکتا۔ اپنے علم میں سے اس کو علم دیتا ہے اور اپنی عقل میں سے اس کو عقل بخشتا ہے اور اس کو اپنے لئے ایسا محو کر دیتا ہے کہ دوسرے تمام لوگوں سے اس کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا کی محبت میں مر کر ایک نیا تولد پاتے ہیں اور فنا ہو کر ایک نئے وجود کے وارث بنتے ہیں۔ خدا ان کو غیروں کی آنکھ سے ایسا ہی پوشیدہ رکھتا ہے جیسا کہ وہ آپ پوشیدہ ہے۔ مگر پھر بھی اپنے چہرہ کی چمک ان کے منہ پر ڈالتا ہے اور اپنا نور ان کی پیشانی پر برساتا ہے جس سے وہ پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ اور ان پر جب کوئی مصیبت آوے تو وہ اس سے پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ آگے قدم بڑھاتے ہیں۔ اور ان کا آج کا دن کل کے دن سے جو گذر گیا معرفت اور محبت میں زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک دم محبّانہ تعلق ان کا ترقی میں ہوا کرتا ہے اور ان کی شدت محبت اور توکل اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی دعائیں ردّ نہیں ہوتیں اور وہ ضائع نہیں کی جاتیں کیونکہ وہ خدا کی رضا جوئی میں گم ہو جاتے ہیں اور اپنی رضا ترک کر دیتے ہیں اس لئے خدا بھی ان کی رضا جوئی کرتا ہے۔ وہ نہاں در نہاں ہوتے ہیں دُنیا ان کو شناخت نہیں کر سکتی کیونکہ وہ دُنیا سے بہت دور چلے جاتے ہیں اور ان کے بارے میں سرسری رائے نکالنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ نہ دوست ان کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے نہ کوئی دشمن کیونکہ وہ احدیت کی چادر کے اندر مخفی ہوتے ہیں۔ کون ان کی پوری حقیقت جانتا ہے مگر وہی جن کے جذبات محبت میں وہ سرمست ہیں۔ وہ ایک قوم ہے جو خدا نہیں مگر خدا سے ایک دم بھی الگ نہیں۔ وہ سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے سب سے زیادہ خدا سے وفا کرنے والے سب

وہ احدیت کی چادر کے اندر مخفی ہوتے ہیں ان کی بعض خصوصیات

سے زیادہ خدا کی راہ میں صدق اور استقامت دکھلانے والے سب سے زیادہ خدا پر توکل کرنے والے۔ سب سے زیادہ خدا کی رضا ڈھونڈتے والے۔ سب سے زیادہ خدا کا ساتھ اختیار کرنے والے۔ سب سے زیادہ اپنے ربِ عزیز سے محبت کرنے والے ہیں۔ اور تعلق باللہ میں ان کا اس جگہ تک قدم ہے جہاں تک انسانی نظریں نہیں پہنچتیں۔ اس لئے خدا ایک ایسی خارق عادت نصرت کے ساتھ ان کی طرف دوڑتا ہے کہ گویا وہ اور ہی خدا ہے۔ اور وہ کام ان کے لئے دکھلاتا ہے کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی کسی غیر کے لئے اس نے دکھلائے نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۵۴ تا صفحہ ۵۶)

اپنے حالات کے بیان میں یعنی اس بات کے بیان میں کہ خدا تعالےٰ کے فضل اور کرم نے مجھے ان اقسام ثلاثہ میں سے کس قسم میں داخل فرمایا ہے

قلب سلیم۔ اللہ کے سوا کسی کے ساتھ حقیقی تعلق نہ پانا۔

خدا تعالےٰ اس بات کو جانتا ہے اور وہ ہر ایک امر پر بہتر گواہ ہے کہ وہ چیز جو اس کے راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلب سلیم تھا یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بجز خدائے عزّوجل کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا۔ میں کسی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوا مگر میں نے کسی حصّہ عمر میں بجز خدائے عزوجل کسی کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا گویا رومی مولوی صاحب نے میرے لئے ہی یہ دو شعر بنائے تھے:۔

من زہر جمعیتے نالاں شدم ٭ جُفتِ خوشحالاں و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظنّ خود شد یار من ٭ واز درونِ من نجست اسرار من

اگرچہ خدا نے کسی چیز میں میرے ساتھ کمی نہیں رکھی اور اس درجہ تک ہر ایک نعمت اور راحت مجھے عطا کی کہ میرے دل اور زبان کو یہ طاقت ہرگز نہیں کہ میں اس کا شکر ادا کر سکوں تاہم میری فطرت کو اس نے ایسا بنایا ہے کہ میں دُنیا کی فانی چیزوں سے ہمیشہ دل برداشتہ رہا ہوں۔ اور اس زمانہ میں بھی جب کہ مَیں اس دنیا میں ایک نیا مسافر تھا اور میرے بالغ ہونے کے ایام بہت تھوڑے تھے میں اس تپشِ محبت سے خالی نہیں تھا جو خدائے عزوجل سے ہونی چاہیئے۔

تپشِ محبت

(حقیقۃ الوحی ص۵۷)

آنحضرت صلعم کی پیروی کی ضرورت اس کا سب سے پہلا نتیجہ قلب سلیم۔

سو مَیں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حِصّہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر مَیں اپنے سیّد و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور مَیں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حِصّہ پا سکتا ہے۔ اور مَیں اس جگہ یہ بھی بتلاتا ہوں کہ وہ کیا چیز ہے کہ سچی اور کامل پیروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب باتوں سے پہلے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ سو یاد رہے کہ وہ قلبِ سلیم ہے یعنی دل سے دُنیا کی

محبت نکل جاتی ہے اور دل ایک ابدی اور لازوال لذت کا طالب ہو جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے ایک مصفیٰ اور کامل محبت الٰہی بباعث اس قلب سلیم کے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ سب نعمتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بطور وراثت ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ .... جب ایک انسان سچے دل سے خدا سے محبت کرتا ہے اور تمام دنیا پر اس کو اختیار کر لیتا ہے اور غیر اللہ کی عظمت اور وجاہت اس کے دل میں باقی نہیں رہتی بلکہ سب کو ایک مرے ہوئے کیڑوں سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔ تب خدا جو اس کے دل کو دیکھتا ہے ایک پیاری تجلی کے ساتھ اس پر نازل ہوتا ہے..... یہی وہ امر ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۶۲، ص۶۳)

خدا کا پیارا بننے کا طریق۔

اب اس تمام بیان سے ہماری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے اس طرح پر کہ خود اس کے دل میں محبتِ الٰہی کی ایک سوزش پیدا کر دیتا ہے۔ تب ایسا شخص ہر ایک چیز سے دل برداشتہ ہو کر خدا کی طرف جھک جاتا ہے اور اس کا انس و شوق صرف خدا تعالےٰ سے باقی رہ جاتا ہے۔ تب محبتِ الٰہی کی ایک خاص تجلی اس پر پڑتی ہے اور اس کو ایک پورا رنگ عشق اور محبت کا دے کر قوی

جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے ۔تب جذبات نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارق عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اشخاص کے مدارج میں کسب اور سلوک اور مجاہدہ کا کچھ دخل نہیں۔

یہ تو کسب اور سلوک کی ہم نے ایک مثال بیان کی ہے لیکن بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے مدارج میں کسب اور سلوک اور مجاہدہ کا کچھ دخل نہیں بلکہ ان کی شکم مادر میں ہی ایک ایسی بناوٹ ہوتی ہے کہ فطرتاً بغیر ذریعہ کسب اور سعی اور مجاہدہ کے وہ خدا سے محبت کرتے ہیں اور اس کے رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ان کو روحانی تعلق ہو جاتا ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور پھر جیسا جیسا ان پر زمانہ گذرتا ہے وہ اندرونی آگ عشق اور محبت الٰہی کی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی محبت رسول کی آگ ترقی پکڑتی ہے اور ان تمام امور میں خدا ان کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اور جب وہ محبت اور عشق کی آگ انتہا تک پہنچ جاتی ہے تب وہ نہایت بے قراری اور دردمندی سے چاہتے ہیں کہ خدا کا جلال زمین پر ظاہر ہو اور اسی میں ان کی لذت اور یہی ان کا آخری مقصد ہوتا ہے۔ تب ان کے لئے زمین پر خدا تعالےٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

بعض کی خوابیں تکبر پیدا کرتی ہیں۔ اس کی جڑ کاٹنے کا طریق۔

مگر جن کا خدا سے کامل تعلق نہیں ان میں یہ بات پائی نہیں جاتی بلکہ ان کی بعض خوابوں یا الہاموں کی سچائی ان کے لئے ایک ابتلا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے دلوں میں تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے وہ مرتے

ہیں اور اس جڑھ سے مخالفت پیدا کرتے ہیں جو شاخ کی سرسبزی کا موجب ہوتی ہے۔ اے شاخ یہ مانا کہ تو سرسبز ہے اور یہ بھی قبول کیا کہ تجھے پھول اور پھل آتے ہیں مگر جڑھ سے الگ مت ہو کہ اس سے تو خشک ہو جائے گی اور تمام برکتوں سے محروم کی جائے گی کیونکہ تو جُزو ہے کُل نہیں ہے۔ اور جو کچھ تجھ میں ہے وہ تیرا نہیں بلکہ وہ سب جڑھ کا فیضان ہے۔

اب میں بموجب آیت کریمہ واما بنعمت ربك فحدث اپنی نسبت بیان کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اس تیسرے درجہ میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکم مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۶۶ و ص ۶۷)

چند الہامات۔

اشجع الناس .... یا شمس یا قمر انت منی وانا منك۔

(ترجمہ) وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہے.... اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۷۴)

انك باعيننا. سميتك المتوكل. يرفع الله ذكرك. ويتم نعمته عليك فى الدنيا والآخرة. بورکت یا احمد وکان ما بارك الله

جذبہ کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ تب جذباتِ نفسانیہ پر وہ غالب آجاتا ہے اور اس کی تائید اور نصرت میں ہر ایک پہلو سے خدا تعالیٰ کے خارقِ عادت افعال نشانوں کے رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں۔

بعض اشخاص کے مدارج میں کسب اور سلوک اور مجاہدہ کا کچھ دخل نہیں۔

یہ تو کسب اور سلوک کی ہم نے ایک مثال بیان کی ہے لیکن بعض اشخاص ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے مدارج میں کسب اور سلوک اور مجاہدہ کا کچھ دخل نہیں بلکہ ان کی شکمِ مادر میں ہی ایک ایسی بناوٹ ہوتی ہے کہ فطرتاً بغیر ذریعہ کسب اور سعی اور مجاہدہ کے وہ خدا سے محبت کرتے ہیں اور اس کے رسول یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ان کو روحانی تعلق ہو جاتا ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ اور پھر جیسا جیسا ان پر زمانہ گذرتا ہے وہ اندرونی آگ عشق اور محبتِ الٰہی کی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی محبت رسول کی آگ ترقی پکڑتی ہے اور ان تمام امور میں خدا ان کا متولی اور متکفل ہوتا ہے۔ اور جب وہ محبت اور عشق کی آگ انتہا تک پہنچ جاتی ہے تب وہ نہایت بے قراری اور دردمندی سے چاہتے ہیں کہ خدا کا جلال زمین پر ظاہر ہو اور اسی میں ان کی لذت اور یہی ان کا آخری مقصد ہوتا ہے۔ تب ان کے لئے زمین پر خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص ۶۵)

بعض کی خوابیں تکبر پیدا کرتی ہیں۔ اس کی جڑ کاٹنے کا طریق۔

مگر جن کا خدا سے کامل تعلق نہیں ان میں یہ بات پائی نہیں جاتی بلکہ ان کی بعض خوابوں یا الہاموں کی سچائی ان کے لئے ایک ابتلا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے ان کے دلوں میں تکبر پیدا ہوتا ہے اور تکبر سے وہ مرتے

ہیں اور اس جڑھ سے مخالفت پیدا کرتے ہیں جو شاخ کی سرسبزی کا موجب ہوتی ہے۔ اے شاخ یہ مانا کہ تو سرسبز ہے اور یہ بھی قبول کیا کہ تجھے پھول اور پھل آتے ہیں مگر جڑھ سے الگ مت ہو کہ اس سے تو خشک ہو جائے گی اور تمام برکتوں سے محروم کی جائے گی کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے۔ اور جو کچھ تجھ میں ہے وہ تیرا نہیں بلکہ وہ سب جڑھ کا فیضان ہے۔

اب میں بموجب آیت کریمہ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنی نسبت بیان کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے اس تیسرے درجہ میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے کہ جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکمِ مادر میں ہی مجھے عطا کی گئی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۶۶ و ص ۶۷)

چند الہامات۔

اشجع الناس .... یا شمس یا قمر انت منی وانا منک۔

(ترجمہ) وہ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہے....
اے چاند اور اے سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۷۴)

انک باعیننا۔ سمیتک المتوکل۔ یرفع اللہ ذکرک۔ و یتم نعمتہ علیک فی الدنیا والآخرۃ۔ بورکت یا احمد وکان ما بارک اللہ

فيك حقا فيك. شانك عجيب واجرك قريب
الارض والسماء معك كما هو معي. انت وجيه
في حضرتي اخترتك لنفسي.

(ترجمہ) :- تو میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے
تیرا نام متوکل رکھا۔ خدا تیرا ذکر بلند کرے گا اور اپنی نعمت
دنیا اور آخرت میں تیرے پر پوری کرے گا۔ اے احمد تو برکت دیا
گیا اور جو کچھ تجھے برکت دی گئی وہ تیرا ہی حق تھا۔ تیری شان عجیب ہے
اور تیرا اجر قریب ہے۔ آسمان اور زمین تیرے ساتھ ہیں جیسے کہ وہ
میرے ساتھ ہیں۔ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے میں نے تجھے اپنے لئے
چنا۔ (حقیقۃ الوحی ص۷۵)

انك اليوم لدينا مكين امين وان عليك
رحمتي في الدنيا والدين وانك من المنصورين.
يحمدك الله ويمشي اليك ...... بشرى لك
يا احمدي انت مرادي ومعي. سرك سري. اني
ناصرك اني حافظك. اني جاعلك للناس اماما.
اكان للناس عجبا. قل هو الله عجيب ......
ولا راد لفضله.

(ترجمہ) :- تو ہمارے نزدیک آج صاحب مرتبہ امین
ہے۔ اور تیرے پر میری رحمت دنیا اور دین میں ہے اور تو ان لوگوں
میں سے ہے جن کے شامل نصرت الٰہی ہوتی ہے۔ خدا تیری تعریف کرتا

ہے اور تیری طرف چل رہا ہے .... تجھے بشارت ہو اے میرے احمد۔
تو میری مراد اور میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ میں تیری
مدد کرونگا۔ میں تیرا نگہبان رہوں گا۔ میں لوگوں کے لئے تجھے امام
بناؤں گا تو ان کا رہبر ہوگا اور وہ تیرے پیرو ہوں گے۔ کیا ان لوگوں
کو تعجب آیا کہ خدا ذوالعجائب ہے .... اور اس کے فضل
کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔

(حقیقۃ الوحی ص۷۸، ص۷۹)

الا انها فتنة من الله ليحب حبا جما.
حبًّا من الله العزيز الاكرم ...... اليس الله
بكاف عبده.

(ترجمہ) :- وہ فتنہ خدا کی طرف سے ہوگا تا وہ
تجھ سے محبت کرے۔ وہ اس خدا کی محبت ہے جو بہت غالب اور
بزرگ ہے .... کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۸۱)

الخير كله في القرآن. لا يمسه الا المطهرون
...... لا يُتقبل عملٌ مثقال ذرة من غير التقوى.
ان الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون
...... سلامٌ عليك جُعِلتَ مباركا. انت مبارك
في الدنيا والآخرة .... خدا تیرے سب کام درست

کردے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔

(ترجمہ): اور تمام بھلائی اور نیکی قرآن میں ہے کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ اس کے اسرار تک وہی پہنچتے ہیں جو پاک دل ہیں ...... کوئی عمل بغیر تقویٰ کے ایک ذرہ قبول نہیں ہو سکتا۔ خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ان کے ساتھ جو نیک کاموں میں مشغول ہیں ..... تیرے پر سلام تو مبارک کیا گیا۔ تو دنیا اور آخرت میں مبارک ہے ....

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۲، ۸۳)

انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ انت منّی بمنزلۃ ولدی۔ انت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ نحن اولیاءکم فی الحیوٰۃ الدنیا والآخرۃ۔ اذا غضبتَ غضبتُ وکلما احببتَ احببتُ۔ من عادی ولیًّا لی فقد آذنتہ للحرب۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم واُعطیک ما یدوم۔ یاتیک الفرج۔ سلامٌ علیٰ ابراھیم۔ صافیناہ ونجیناہ من الغمّ تفردنا بذالک۔ فاتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی

(ترجمہ): تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید پس وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا اور دنیا میں

مشہور کیا جائے گا۔ تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔ تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی۔ ہم تمہارے متولی اور متکفل دنیا اور آخرت میں ہیں۔ جس پر تو غضبناک ہو میں غضبناک ہوتا ہوں اور جن سے تو محبت کرے میں بھی محبت کرتا ہوں۔ اور جو شخص میرے ولی سے دشمنی کرے میں لڑنے کے لئے اس کو متنبہ کرتا ہوں۔ میں اس رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا اور اس شخص کو ملامت کروں گا جو اس کو ملامت کرے اور تجھے وہ چیز دوں گا جو ہمیشہ رہے گی۔ کشائش تجھے ملے گی۔ اس ابراہیم پر سلام۔ ہم نے اس سے صاف دوستی کی اور غم سے نجات دی۔ ہم اس امر میں اکیلے ہیں۔ سو تم اس ابراہیم کے مقام سے عبادت کی جگہ بناؤ یعنی اس نمونہ پر چلو۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ تا صفحہ ۸۸)

مقابلہ شفاء الامراض کیلئے چیلنج۔

میں یقیناً کہتا ہوں کہ اس معجزہ شفاء الامراض کے بارے میں کوئی شخص روئے زمین پر میرا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اگر مقابلہ کا ارادہ کرے تو خدا اس کو شرمندہ کرے گا ...... مگر اس کے یہ معنے نہیں کہ ہر ایک بیمار اچھا ہو جائے گا بلکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ اکثر بیماروں کو میرے ہاتھ پر شفا ہوگی۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۸ حاشیہ)

آثرک اللّٰہ علی کل شیئٍ (ترجمہ: خدا نے تجھے ہر ایک چیز سے چن لیا ...) آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر

بچھایا گیا .... نُنَزِّلُ علیکَ اسرارًا من السماء و
نمزق الاعداء کل ممزق (ترجمہ:۔ ہم آسمان سے تیرے پر
کئی پوشیدہ باتیں نازل کریں گے اور دشمنوں کے منصوبوں کو ٹکڑے
ٹکڑے کر دیں گے۔

(حقیقۃ الوحی صـ ۸۹)

سننجیک . سنُعلیک . سا کرمک اکرامًا عجبًا .
اربحک ولا اجیحک و اخرج منک قومًا ۔ و لک نری
آیات و نهدم ما یعمرون ...... کمثلک درٌّ لا
یضاع ۔ لک درجة فی السماء و فی الذین هم
یبصرون .

(ترجمہ) :۔ ہم تجھے نجات دیں گے ۔ ہم تجھے غالب
کریں گے ۔ اور میں تجھے ایسی بزرگی دوں گا جس سے لوگ تعجب میں پڑینگے۔
میں تجھے آرام دوں گا اور تیرا نام نہیں مٹاؤں گا اور تجھ سے ایک بڑی
قوم پیدا کروں گا اور تیرے لئے ہم بڑے بڑے نشان دکھلاوینگے اور
ہم ان عمارتوں کو ڈھادیں گے جو بنائی جاتی ہیں ...... تیرے جیسا موتی
ضائع نہیں ہو سکتا۔ آسمان پر تیرا بڑا درجہ ہے اور نیز ان لوگوں کی
نگاہ میں جن کو آنکھیں دی گئی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صـ ۹۰)

انی انا التواب . من جاءک جاءنی . سلام علیکم

طبتم . نحمدک و نصلی . صلوٰۃ العرش الی الفرش ...... امن
است در مکان محبت سرائے ما .... انہ کریم تمشّی امامک
و عادیٰ لک من عادی ...... کل برکۃٍ من محمّد
صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علّم و تعلّم .

(ترجمہ) :۔ میں توبہ قبول کرنے والا ہوں. جو شخص تیرے
پاس آئے گا وہ گویا میرے پاس آئے گا. تم پر سلام ہو تم پاک ہو.
ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں. عرش سے
فرش تک تیرے پر درود ہے ...... ہماری محبت کا گھر امن کا گھر ہے...
..... وہ کریم ہے وہ تیرے آگے آگے چلا اور تیرے دشمنوں کا وہ دشمن
ہوا ...... اور یہ تو تمام برکت محمد صلعم سے ہے پس بہت برکتوں والا
ہے جس نے اس بندہ کو تعلیم دی اور بہت برکتوں والا جس نے تعلیم پائی۔

(حقیقۃ الوحی صـ ۹۴ تا صـ ۹۶)

انی معک و مع اهلک و مع کل من احبک

(ترجمہ :۔ میں تیرے ساتھ ہوں اور تیرے اہل کے ساتھ اور ہر ایک کے
ساتھ جو تجھ سے پیار کرتا ہے۔) تیرے لئے میرا نام چمکا ۔ روحانی
عالم تیرے پر کھولا گیا ...... میں تجھے بہت برکت دونگا یہانتک کہ
بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے ...... خدا کے مقبول بندوں
میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں ۔

(حقیقۃ الوحی صـ ۹۶)

رب کل شیٔ خادمك رب فاحفظنی وانصرنی وارحمنی ...... لولاك ما خلقت الافلاك۔ ادعونی استجب لکم۔ دست تو دعائے تو ترحّم زخدا۔

(ترجمہ) اے میرے خدا ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے خدا شریر کی شرارت سے مجھے نگہ رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر ...... اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ مجھ سے مانگو میں تمہیں دونگا۔ تیرا ہاتھ ہے اور تیری دعا اور خدا کی طرف سے رحم ہے۔

(حقیقۃ الوحی صـ۹۸ ، صـ۹۹)

آنحضرتؐ کی قوتِ قدسی سے صحابہؓ میں انقلاب۔ اسلام میں داخل ہونے کا سبب تلوار نہیں تھی۔

یا تو جاہلیت کے زمانہ میں وہ حالت ان کی (صحابہ کی) تھی کہ وہ دنیا کے کیڑے تھے اور کوئی معصیت اور ظلم کی قسم نہیں تھی جو ان سے ظہور میں نہیں آئی تھی اور یا اس نبی کی پیروی کے بعد ایسے خدا کی طرف کھینچے گئے کہ گویا خدا ان کے اندر سکونت پذیر ہو گیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ وہی توجہ اس پاک نبی کی تھی جو ان لوگوں کو سفلی زندگی سے ایک پاک زندگی کی طرف کھینچ کر لے آئی۔ اور جو لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اس کا سبب تلوار نہیں تھی بلکہ وہ اس تیرہ سال کی آہ و زاری اور دعا اور تضرع کا اثر تھا جو مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے اور مکّہ کی زمین بول اٹھی کہ میں اس مبارک قدم کے نیچے ہوں جس کے دل نے اس قدر توحید کا شور ڈالا جو آسمان اس کی آہ زاری سے بھر گیا۔ خدا بے نیاز ہے اس کو کسی ہدایت یا

ضلالت کی پرواہ نہیں۔ پس یہ نورِ ہدایت جو خارق عادت طور پر عرب کے جزیرہ میں ظہور میں آیا اور پھر دنیا میں پھیل گیا یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلی سوزش کی تاثیر تھی۔

(حقیقۃ الوحی صـ۹۹ ، صـ۱۰۰ حاشیہ)

آسمان سے بہت دودھ اترا ہے محفوظ رکھو۔ انی انرتك واخترتك (میں نے تجھے روشن کیا اور چن لیا)۔ تیری خوشی زندگی کا سامان ہو گیا ہے۔ واللہ خیر من کلّ شیٔ۔ عندی حسنۃ ھی خیر من جبل (خدا ہر چیز سے بہتر ہے۔ میرے قرب میں ایک نیکی ہے جو وہ ایک پہاڑ سے زیادہ ہے۔) بہت سے سلام میرے تیرے پر ہوں۔ انا اعطینٰك الکوثر ...... رب علمنی ما ھو خیر عندك ...... انا النّا لك الحدید ...... انی مع الرسول اقوم .... (ہم نے کثرت سے تجھے دیا ہے ...... اے میرے خدا مجھے وہ سکھلا جو تیرے نزدیک بہتر ہے ...... ہم نے تیرے لئے لوہے کو نرم کر دیا ...... میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا۔

(حقیقۃ الوحی صـ۱۰۱ تا صـ۱۰۳)

ان ربی قوی قدیر۔ انّہ قوی عزیز ...... تو در منزل ما چو بار بار آئی۔ خدا ابرِ رحمت ببارید یانے ...... انی حمی الرحمان۔

(ترجمہ) :- میرا رب زبردست قدرت والا ہے اور وہ قوی اور غالب ہے ..... اے میرے بندے چونکہ تو میری فرودگاہ میں بار بار آتا ہے اس لئے اب تو خود دیکھ لے کہ تیرے پر رحمت کی بارش ہوئی یا نہ ۔ میں خدا کا چراگاہ ہوں ۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۴ ، ۱۰۷)

توحید کا موجب اور اس کا باپ نبی ہوتا ہے ۔

وہی ایک قوم ہے جو خدا نما ہے (یعنی انبیاء کی قوم) جن کے ذریعہ سے وہ خدا جس کا وجود دقیق در دقیق اور مخفی در مخفی اور غیب الغیب ہے ظاہر ہوتا ہے اور ہمیشہ سے وہ کنزِ مخفی جس کا نام خدا ہے نبیوں کے ذریعہ سے ہی شناخت کیا گیا ہے ۔ ورنہ وہ توحید جو خدا کے نزدیک توحید کہلاتی ہے جس پر عملی رنگ کامل طور پر چڑھا ہؤا ہوتا ہے اس کا حاصل ہونا بغیر ذریعہ نبی کے جیسا کہ خلافِ عقل ہے ویسا ہی خلاف تجارب سالکین ہے ۔

........توحید کا موجب اور توحید کا پیدا کرنے والا اور توحید کا باپ اور توحید کا سرچشمہ اور توحید کا مظہرِ اتم صرف نبی ہی ہوتا ہے ۔ اس کے ذریعہ سے خدا کا مخفی چہرہ نظر آتا ہے اور پتہ لگتا ہے کہ خدا ہے ۔ بات یہ ہے کہ ایک طرف تو حضرت احدیت جلّشانہ کی ذات نہایت درجہ استغناء اور بے نیازی میں پڑی ہے ، اس کو کسی کی ہدایت اور ضلالت کی پرواہ نہیں ، اور دوسری طرف وہ بالطبع یہ بھی تقاضا فرماتا ہے کہ وہ شناخت کیا جائے اور اس کی رحمت ازلی سے لوگ فائدہ اٹھا دیں ۔ پس وہ ایسے دل پر جو اہلِ زمین کے تمام

خدا تعالےٰ دنیا میں کسطرح ظاہر ہوتا ہے نبی کا دائمی غم اور حزن اور کرب اور قلق اور تذلل اور نیستی اور صدق و صفا ۔

دلوں میں سے محبت اور قرب او سبحانہٗ کا حاصل کرنے کے لئے کمال درجہ پر فطرتی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور نیز کمال درجہ کی ہمدردی بنی نوع کی اس کی فطرت میں ہے تجلی فرماتا ہے اور اس پر اپنی ہستی اور صفات ازلیہ ابدیہ کے انوار ظاہر کرتا ہے ۔ اور اس طرح وہ خاص اور اعلیٰ فطرت کا آدمی جس کو دوسرے لفظوں میں نبی کہتے ہیں اس کی طرف کھینچا جاتا ہے ۔ پھر وہ نبی بوجہ اس کے کہ ہمدردی بنی نوع کا اس کے دل میں کمال درجہ پر جوش ہوتا ہے اپنی روحانی توجہات اور تضرع اور انکسار سے یہ چاہتا ہے کہ وہ خدا جو اس پر ظاہر ہؤا ہے دوسرے لوگ بھی اس کو شناخت کریں اور نجات پاویں ۔ اور وہ دلی خواہش سے اپنے وجود کی قربانی خدا تعالےٰ کے سامنے پیش کرتا ہے اور اس تمنا سے کہ لوگ زندہ ہو جائیں کئی موتیں اپنے لئے قبول کر لیتا ہے اور بڑے مجاہدات میں اپنے تئیں ڈالتا ہے جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین (یعنی کیا تو اس غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ کافر لوگ کیوں ایمان نہیں لاتے) تب اگرچہ خدا مخلوق سے بے نیاز اور مستغنی ہے مگر اس کے دائمی غم اور حزن اور کرب و قلق اور تذلل اور نیستی اور نہایت درجہ کے صدق اور صفا پر نظر کر کے مخلوق کے مستعد دلوں پر اپنے نشانوں کے ساتھ اپنا چہرہ ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی پُرجوش دعاؤں کی تحریک سے جو آسمان پر ایک صعبناک شور ڈالتی ہیں خدا تعالےٰ کے نشان زمین پر بارش کی طرح برستے ہیں اور عظیم الشان خوارق دنیا کے لوگوں کو دکھلائے جاتے ہیں جن سے دنیا دیکھ لیتی ہے کہ خدا ہے اور خدا کا چہرہ نظر آ جاتا ہے ۔ لیکن اگر وہ پاک

اس کی پرجوش دعاؤں کا صعبناک شور ۔

نبی اس قدر دُعا اور تضرع اور ابتہال سے خدا تعالےٰ کی طرف توجہ نہ کرتا اور خدا کے چہرہ کی چمک دُنیا پر ظاہر کرنے کے لئے اپنی قربانی نہ دیتا اور ہر ایک قوم میں صدہا مونہیں قبول نہ کرتا تو خدا کا چہرہ دُنیا پر ہرگز ظاہر نہ ہوتا کیونکہ خدا تعالےٰ بوجہ استغنائے ذاتی کے بے نیاز ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے واللہ غنی عن العالمین. اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی خدا تو تمام دنیا سے بے نیاز ہے اور جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور ہماری طلب میں کوشش کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں انہیں کے لئے ہمارا یہ قانون قدرت ہے کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھلا دیا کرتے ہیں. سو خدا کی راہ میں سب سے اوّل قربانی دینے والے نبی ہیں. ہر ایک اپنے لئے کوشش کرتا ہے مگر انبیاء علیہم السّلام دوسروں کیلئے کوشش کرتے ہیں. لوگ سوتے ہیں اور وہ ان کے لئے جاگتے ہیں اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ ان کے لئے روتے ہیں اور دُنیا کی رہائی کے لئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کر لیتے ہیں. یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ تا خدا تعالےٰ کچھ ایسی تجلی فرماوے کہ لوگوں پر ثابت ہو جاوے کہ خدا موجود ہے اور مستعد دلوں پر اس کی ہستی اور اس کی توحید منکشف ہو جاوے تاکہ وہ نجات پائیں. پس وہ جانی دشمنوں کی ہمدردی میں مَر رہتے ہیں اور جب انتہا درجہ پر ان کا درد پہنچتا ہے اور ان کی دردناک آہوں سے (جو مخلوق کی رہائی کے لئے ہوتی ہیں) آسمان پُر ہو جاتا ہے. تب خدا تعالےٰ اپنے چہرہ کی چمک دکھلاتا ہے اور زبردست نشانوں کے ساتھ اپنی ہستی اور اپنی توحید لوگوں پر ظاہر کرتا ہے. پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کے متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے

انبیاءؑ کا مخلوق الٰہی کیلئے درد وغم۔

توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی ملتی ہے۔

بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی .... پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں. افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا. وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا. اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین وآخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں. وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے. ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے. ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اس بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے. اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور

نبی کریمؐ کا عالی مرتبہ. تمام اولین وآخرین پر فضیلت۔

آنحضرتؐ کو ہر ایک فضیلت کی کنجی دی گئی۔

اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے۔

رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۱۳ تا ص۱۱۶)

نجات دو امر پر موقوف ہے ایمان اور کامل محبت۔

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ یوں تو شیطان بھی خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک سمجھتا ہے مگر صرف واحد سمجھنے سے نجات نہیں ہو سکتی بلکہ نجات تو دو امر پر موقوف ہے۔

(۱) ایک یہ کہ یقین کامل کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت پر ایمان لاوے۔

(۲) دوسرے یہ کہ ایسی کامل محبت حضرت احدیت جلشانہ کی اس کے دل میں جاگزیں ہو کہ جس کے استیلا اور غلبہ کا یہ نتیجہ ہو کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت عین اس کی راحت جاں ہو جس کے بغیر وہ جی ہی نہ سکے اور اس کی محبت تمام اغیار کی محبتوں کو پامال اور معدوم کر دے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۱۶)

اور جب ان نشانوں سے جن کی جڑھ زبردست اور اقتداری پیشگوئیاں ہیں خدا تعالیٰ کی ہستی اور وحدانیت اور اس کے صفات جمالیہ اور جلالیہ پر یقین آجاتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو اس کی ذات اور جمیع صفات میں واحد لاشریک جانتا ہے اور اس کی خوبیوں اور روحانی حسن و جمال پر نظر ڈال کر اس کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور پھر اس کی عظمت اور جلال اور بے نیازی پر نظر ڈال کر اس سے ڈرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ دن بدن خدا تعالیٰ

انسان روح محض کس طرح ہو جاتا ہے

کی طرف کھنچا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام سفلی تعلقات توڑ کر روح محض رہ جاتا ہے اور تمام صحن سینہ اس کا محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے اور خدا کے وجود کے مشاہدہ سے اس کے وجود پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ موت کے بعد ایک نئی زندگی پاتا ہے تب اس فنا کی حالت میں کہا جاتا ہے کہ اس کو توحید حاصل ہو گئی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۱۸)

بغیر رسول کی چقماق کے توحید کی آگ پیدا نہیں ہو سکتی۔

انسان میں توحید قبول کرنے کی استعداد اس آگ کی طرح رکھی گئی ہے جو پتھر میں مخفی ہوتی ہے اور رسول کا وجود چقماق کی طرح ہے جو اس پتھر پر ضرب توجہ لگا کر اس آگ کو باہر نکالتا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں کہ بغیر رسول کی چقماق کے توحید کی آگ کسی دل میں پیدا ہو سکے۔ توحید کو صرف رسول زمین پر لاتا ہے اور اسی کی معرفت یہ حاصل ہوتی ہے۔ خدا مخفی ہے اور وہ اپنا چہرہ رسول کے ذریعہ دکھلاتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۲۸)

درود شریف کی برکات۔

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ درود شریف کے پڑھنے میں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ایک زمانہ تک مجھے بہت استغراق رہا کیونکہ میرا یقین تھا کہ خدا تعالیٰ کی راہیں نہایت دقیق راہیں ہیں۔ وہ بجز وسیلہ نبی کریمؐ کے مل نہیں سکتیں جیسا کہ خدا بھی فرماتا ہے وابتغوا الیہ الوسیلۃ تب ایک مدت کے بعد کشفی حالت میں

میں نے دیکھا کہ دو سقے یعنی ماشکی آئے اور ایک اندرونی راستے
سے اور ایک بیرونی راہ سے میرے گھر میں داخل ہوئے اور ان کے کاندھوں
پر نور کی مشکیں ہیں اور کہتے ہیں ھذا بما صلیت علی محمدؐ۔
(حقیقۃ الوحی ص۱۲۸ حاشیہ)

نماز کے متعلق انسانی کوشش اور خدا کی طرف سے زاید ہدایت۔

اسی طرح انسانی سعی اور کوشش نماز کے ادا کرنے میں اس سے زیادہ
کیا کر سکتی ہے کہ جہاں تک ہو سکے پاک اور صاف ہو کر اور نفی خطرات کر کے
نماز ادا کریں اور کوشش کریں کہ نماز ایک گری ہوئی حالت میں نہ رہے
اور اس کے جس قدر ارکان حمد و ثنا حضرت عزت اور توبہ و استغفار
اور دعا اور درود ہیں وہ دلی جوش سے صادر ہوں لیکن یہ تو انسان کے
اختیار میں نہیں ہے کہ ایک فوق العادت محبت ذاتی اور خشوع ذاتی اور
محویت سے بھرا ہوا ذوق و شوق اور ہر ایک کدورت سے خالی حضور
اس کی نماز میں پیدا ہو جائے گویا وہ خدا کو دیکھ لے۔ اور ظاہر ہے کہ
جب تک نماز میں یہ کیفیت پیدا نہ ہو وہ نقصان سے خالی نہیں ......
غرض نماز کے متعلق جس زاید ہدایت کا وعدہ ہے وہ یہی ہے کہ اس قدر
طبعی جوش اور ذاتی محبت اور خشوع اور کامل حضور میسر آجائے کہ انسان
کی آنکھ اپنے محبوب حقیقی کے دیکھنے کے لئے کھل جائے اور ایک خارق عادت
کیفیت مشاہدہ جمال باری کی میسر آجائے جو لذات روحانیہ سے سراسر معمور
ہو اور دنیوی رذائل اور انواع و اقسام کے معاصی قولی اور فعلی اور بصری
اور سماعی سے دل کو متنفر کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان
الحسنات یذھبن السیّات۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۳۵، ص۱۳۶)

رحمانی الہام اور وحی کے لئے اول شرط

خدا کا کلام کہتا ہے کہ اگر تو میرے پر کامل ایمان لاوے تو میں
تیرے پر بھی نازل ہونگا۔ اسی بنا پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے اس اخلاص اور محبت اور شوق سے خدا کے کلام کو پڑھا
کہ وہ الہامی رنگ میں میری زبان پر بھی جاری ہو گیا ...... پس یاد رہے کہ
رحمانی الہام اور وحی کے لئے اول شرط یہ ہے کہ انسان محض خدا کا ہو جائے
اور شیطان کا کوئی حصہ اس میں نہ رہے کیونکہ جہاں مردار ہے ضرور ہے
کہ وہاں کتے بھی جمع ہو جائیں ......

خدا کے مکالمات میں ایک خاص برکت اور شوکت اور لذت۔

اور نیز یاد رہے کہ خدا کے مکالمات ایک خاص برکت اور شوکت
اور لذت اپنے اندر رکھتے ہیں اور چونکہ خدا سمیع و علیم و رحیم ہے اس
لئے وہ اپنے حقیقی اور راستباز اور وفادار بندوں کو ان کے معروضات
کا جواب دیتا ہے اور یہ سوال و جواب کئی گھنٹوں تک طول پکڑ سکتے ہیں۔
.... اور خدا ایسا کریم اور رحیم اور علیم ہے کہ اگر ہزار دفعہ بھی ایک
بندہ کچھ سوالات کرے تو جواب مل جاتا ہے۔"
(حقیقۃ الوحی ص۱۳۸، ص۱۳۹)

خدا اور شیطان کے کلام میں فرق۔

لیکن خدا تعالیٰ گونگے اور بہرے اور عاجز کی طرح نہیں۔ وہ سنتا
ہے اور برابر جواب دیتا ہے اور اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت اور
بلندئ آواز ہوتی ہے اور کلام پُر اثر اور لذیذ ہوتا ہے اور شیطان کا
کلام دھیما اور زنانہ اور مشتبہ رنگ میں ہوتا ہے۔ اس میں ہیبت اور
شوکت اور بلندی نہیں ہوتی اور نہ وہ بہت دیر تک چل سکتا ہے گویا
جلدی تھک جاتا ہے اور اس میں بھی کمزوری اور بزدلی ٹپکتی ہے۔ مگر خدا کا

کلام تھکنے والا نہیں ہوتا اور ہر ایک قسم کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے اور بڑے بڑے غیبی امور و اقتداری وعدوں پر مشتمل ہوتا ہے اور خدائی جلال اور عظمت اور قدرت اور قدوسی کی اس سے بو آتی ہے۔ اور شیطان کے کلام میں یہ خاصیت نہیں ہوتی۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا کلام ایک قوی تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک میخ فولادی کی طرح دل میں دھنس جاتا ہے اور دل پر ایک پاک اثر کرتا ہے اور دل کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور جس پر نازل ہوتا ہے اس کو مردِ میدان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اگر اس کو تیز تلوار کے ساتھ ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا جاوے یا اس کو پھانسی دیا جاوے یا ہر ایک قسم کا دکھ جو دنیا میں ممکن ہے پہنچایا جاوے اور ہر ایک قسم کی بے عزتی اور توہین کی جائے یا آتش سوزاں میں بٹھایا جاوے یا جلایا جاوے وہ کبھی نہیں کہے گا کہ یہ خدا کا کلام نہیں جو میرے پر نازل ہوتا ہے کیونکہ خدا اس کو یقین کامل بخش دیتا ہے اور اپنے چہرہ کا عاشق کر دیتا ہے اور جان اور عزت اور مال اس کے نزدیک ایسا ہوتا ہے جیسا کہ ایک تنکا۔ وہ خدا کا دامن نہیں چھوڑتا اگرچہ تمام دنیا اس کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے اور توکّل اور شجاعت اور استقامت میں بے مثل ہوتا ہے۔ مگر شیطان کے الہام پانے والے یہ قوت نہیں پاتے۔ وہ بزدل ہوتے ہیں کیونکہ شیطان بزدل ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۰)

رحمانی الہام کی کثرت کن

اور نیز یاد رہے کہ شیطانی الہام فاسق اور ناپاک آدمی سے

کو ہوتی ہے۔

مناسبت رکھتا ہے مگر رحمانی الہامات کی کثرت صرف ان کو ہوتی ہے جو پاک دل ہوتے اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۰ حاشیہ)

توحید کی حقیقت۔ آفاقی اور انفسی معبودوں کی نفی۔

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ انسان آفاقی باطل معبودوں سے کنارہ کرتا ہے یعنی بتوں، انسانوں یا سورج چاند وغیرہ کی پرستش سے دستکش ہوتا ہے ایسا ہی انفسی باطل معبودوں سے پرہیز کرے۔ یعنی اپنی روحانی۔ جسمانی طاقتوں پر بھروسہ کرنے سے اور ان کے ذریعہ سے عُجب کی بلا میں گرفتار ہونے سے اپنے تئیں بچاوے......

بڑی غلطی اس نادان کی یہ ہے کہ اس نے توحید کی حقیقت کو بالکل نہیں سمجھا۔ توحید ایک نور ہے جو آفاقی و انفسی معبودوں کی نفی کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے اور وجود کے ذرہ ذرہ میں سرایت کر جاتا ہے۔ پس وہ بجز خدا اور اس کے رسول کے ذریعہ کے محض اپنی طاقت سے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان کا فقط یہ کام ہے کہ اپنی خودی پر موت وارد کرے اور اس شیطانی نخوت کو چھوڑ دے کہ میں علوم میں پرورش یافتہ ہوں اور ایک جاہل کی طرح اپنے تئیں تصور کرے اور دعا میں لگا رہے تب توحید کا نور خدا کی طرف سے اس پر نازل ہوگا۔ اور ایک نئی زندگی اس کو بخشے گا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳ و صفحہ ۱۴۴)

گوشۂ تنہائی سے جبراً نکالا جانا۔

میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ مجھے اس بات کی

کلام تھکنے والا نہیں ہوتا اور ہر ایک قسم کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے
اور بڑے بڑے غیبی امور و اقتداری وعدوں پر مشتمل ہوتا ہے اور خدائی
جلال اور عظمت اور قدرت اور قدوسی کی اس سے بو آتی ہے۔ اور شیطان
کے کلام میں یہ خاصیت نہیں ہوتی۔ اور نیز خدا تعالیٰ کا کلام ایک قوی
تاثیر اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک میخ فولادی کی طرح دل میں دھنس
جاتا ہے اور دل پر ایک پاک اثر کرتا ہے اور دل کو اپنی طرف کھینچتا
ہے اور جس پر نازل ہوتا ہے اس کو مرد میدان کر دیتا ہے یہاں تک کہ اگر
اس کو تیز تلوار کے ساتھ ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا جاوے یا اس کو پھانسی دیا
جاوے یا ہر ایک قسم کا دکھ جو دنیا میں ممکن ہے پہنچایا جاوے اور ہر
ایک قسم کی بے عزتی اور توہین کی جائے یا آتش سوزاں میں بٹھایا جاوے
یا جلایا جاوے وہ کبھی نہیں کہے گا کہ یہ خدا کا کلام نہیں جو میرے پر
نازل ہوتا ہے کیونکہ خدا اس کو یقین کامل بخش دیتا ہے اور اپنے چہرہ
کا عاشق کر دیتا ہے اور جان اور عزت اور مال اس کے نزدیک ایسا
ہوتا ہے جیسا کہ ایک تنکا۔ وہ خدا کا دامن نہیں چھوڑتا اگرچہ تمام
دنیا اس کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے اور توکل اور شجاعت
اور استقامت میں بے مثل ہوتا ہے۔ مگر شیطان کے الہام پانے
والے یہ قوت نہیں پاتے۔ وہ بزدل ہوتے ہیں کیونکہ شیطان
بزدل ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۰)

رحمانی الہام کی کثرت کس کو ہوتی ہے۔

اور نیز یاد رہے کہ شیطانی الہام فاسق اور ناپاک آدمی سے

مناسبت رکھتا ہے مگر رحمانی الہامات کی کثرت صرف ان کو ہوتی ہے
جو پاک دل ہوتے اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۰ حاشیہ)

توحید کی حقیقت۔ آفاقی اور انفسی معبودوں کی نفی۔

توحید کی حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ انسان آفاقی باطل معبودوں
سے کنارہ کرتا ہے یعنی بتوں، انسانوں یا سورج چاند وغیرہ کی پرستش
سے دستکش ہوتا ہے ایسا ہی انفسی باطل معبودوں سے پرہیز کرے۔
یعنی اپنی روحانی۔ جسمانی طاقتوں پر بھروسہ کرنے سے اور ان کے ذریعہ
سے عُجب کی بلا میں گرفتار ہونے سے اپنے تئیں بچاوے......
بڑی غلطی اس نادان کی یہ ہے کہ اس نے توحید کی حقیقت
کو بالکل نہیں سمجھا۔ توحید ایک نور ہے جو آفاقی و انفسی معبودوں کی
نفی کے بعد دل میں پیدا ہوتا ہے اور وجود کے ذرہ ذرہ میں سرایت
کر جاتا ہے۔ پس وہ بجز خدا اور اس کے رسول کے ذریعہ کے محض
اپنی طاقت سے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان کا فقط یہ کام ہے
کہ اپنی خودی پر موت وارد کرے اور اس شیطانی نخوت کو چھوڑ دے
کہ میں علوم میں پرورش یافتہ ہوں اور ایک جاہل کی طرح اپنے تئیں
تصور کرے اور دعا میں لگا رہے تب توحید کا نور خدا کی
طرف سے اس پر نازل ہوگا۔ اور ایک نئی زندگی اس کو بخشے گا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

گوشۂ تنہائی سے جبراً نکالا جانا۔

میرے لئے یہ کافی تھا کہ وہ میرے پر خوش ہو۔ مجھے اس بات کی

ہرگز تمنا نہ تھی۔ میں پوشیدگی کے حجرہ میں تھا اور کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور نہ مجھے یہ خواہش تھی کہ کوئی مجھے شناخت کرے۔ اس نے گوشۂ تنہائی سے مجھے جبراً نکالا۔ مَیں نے چاہا کہ میں پوشیدہ رہوں اور پوشیدہ مروں مگر اس نے کہا کہ مَیں تجھے تمام دُنیا میں عزّت کے ساتھ شہرت دُوں گا۔ پس یہ اس خدا سے پوچھو کہ ایسا تو نے کیوں کیا۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۹)

اس امت مرحومہ کی فطرتِ عالیہ۔

اور ہمیں حکم ہے کہ تمام احکام میں۔ اخلاق میں عبادات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ پس اگر ہماری فطرت کو وہ قوتیں نہ دی جاتیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کو ظلی طور پر حاصل کر سکتیں تو یہ حکم ہمیں ہرگز نہ ہوتا کہ اس بزرگ نبی کی پیروی کرو کیونکہ خدا تعالے فوق الطاقت کوئی تکلیف نہیں دیتا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا۔ اور چونکہ وہ جانتا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جامع کمالات تمام انبیاء کے ہیں اس لئے اس نے ہماری پنج وقتہ نماز میں ہمیں یہ دُعا پڑھنے کا حکم دیا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم یعنی اے ہمارے خدا ہم سے پہلے جس قدر نبی اور رسول اور صدیق اور شہید گذر چکے ہیں ان سب کے کمالات ہم میں جمع کر۔ پس اس امت مرحومہ کی فطرت عالیہ کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کو حکم ہُوا ہے کہ تمام گذشتہ متفرق کمالات کو اپنے اندر جمع کرو۔ یہ تو عام طور

پر حکم ہے اور خواص کے مدارج خاصہ اسی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس امت کے باکمال صوفی اس پوشیدہ حقیقت تک پہنچ گئے ہیں کہ انسانی فطرتوں کے کمال کا دائرہ اسی امت نے پورا کیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۲)

عاشق ہو تو یار اس پر ضرور نظر کرتا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۳)

توحید بغیر پیروی نبی کریمؐ کے کامل طور پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس میں شرک کی آلائش ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ اوّل تو توحید بغیر پیروی نبی کریمؐ کے کامل طور پر حاصل نہیں ہو سکتی جیسا کہ ابھی ہم بیان کر آئے ہیں کہ خدا تعالے کی صفات جو اس کی ذات سے الگ نہیں ہو سکتیں بغیر آئینہ وحی نبوت کے مشاہدہ میں آ نہیں سکتیں۔ ان صفات کو مشاہدہ کے رنگ میں دکھلانے والا محض نبی ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے اگر بفرض محال حصول ان کا ناقص طور پر ہو جائے تو وہ شرک کی آلائش سے خالی نہیں۔ جب تک کہ خدا اسی مغشوش متاع کو قبول کرکے اسلام میں داخل نہ کرے۔ کیونکہ جو کچھ انسان کو خدا تعالے سے اس کے رسول کی معرفت ملتا ہے وہ ایک آسمانی پانی ہے۔ اس میں اپنے فخر اور عُجب کو کچھ دخل نہیں۔ لیکن انسان اپنی کوشش سے جو کچھ حاصل کرتا ہے اس میں ضرور کوئی شرک کی آلائش پیدا ہو جاتی ہے۔ پس یہی حکمت تھی کہ توحید کو سکھلانے کے لئے رسول بھیجے گئے اور انسانوں کی محض عقل پر نہیں چھوڑا گیا تا توحید خالص رہے

اور انسانی عُجب کا شرک اس میں مخلوط نہ ہو جائے۔ اور اسی وجہ
سے فلاسفہ ضالّہ کو توحید خالص نصیب نہیں ہوئی کیونکہ وہ رعونت
اور تکبّر اور عُجب میں گرفتار ہے اور توحید خالص نیستی کو چاہتی ہے
اور وہ نیستی جب تک انسان سچے دل سے نہ سمجھے کہ میری کوشش کا
کچھ دخل نہیں یہ محض انعام الٰہی ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔

توحید خالص نیستی کو چاہتی ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۳ ر صفحہ ۱۷۴)

خدا تعالےٰ اس زمانہ میں بھی اسلام کی تائید میں بڑے بڑے نشان
ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ اس بارے میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں اور
مَیں دیکھتا ہوں کہ اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں
اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے
اور کس کی دُعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے اور کس کے لئے بڑے
بڑے نشان دکھاتا ہے تو مَیں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی غالب
رہوں گا۔ کیا کوئی ہے کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان
خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دین اسلام سچا
ہے۔ مَیں اپنی کوئی عزت نہیں چاہتا بلکہ اس کی عزت چاہتا ہوں جس کے لئے
مَیں بھیجا گیا ہوں۔

میں تمام دنیا پر غالب رہونگا

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۶)

میں جانتا ہوں کہ اب اس فیصلہ میں دیر نہیں۔ آسمان
کے نیچے یہ بڑا ظلم ہوا کہ ایک خدا کے مامور سے جو چاہا ان لوگوں

آسمان کے نیچے ایک بڑا ظلم۔

نے کیا اور جو چاہا لکھا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۳)

تمام نبیوں کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ۔ خیرات اور توبہ و
استغفار سے ردّ بلا ہوتا ہے۔

صدقہ خیرات اور توبہ و استغفار سے ردّ بلاء

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۸)

کس بہر کسے سر ندہد جاں نفشاند
عشق است کہ ایں کار بصد صدق کناند
عشق است کہ در آتش سوزاں بنشاند
عشق است کہ بر خاک مذلت غلطاند
بے عشق دلے پاک شود من نپذیرم
عشق است کہ زیں دام بیکدم برہاند

عشق کے کرشمے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۳ ر صفحہ ۲۰۴)

(الیس اللہ بکافٍ عبدہٗ کے الہام کے متعلق ذکر کرتے ہوئے
فرماتے ہیں۔) مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی
کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالےٰ جو غریبوں کو خاک میں سے
اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ
میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔
اور شاید اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی کو اس سے خیال کر لینا

خدا تعالےٰ کی دستگیری روپے کی شکل میں۔

چاہیئے کہ سال با سال سے صرف لنگر خانہ کا ڈیڑھ ہزار ماہوار تک خرچ ہو جاتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی صـ۲۱۱)

نصف حصہ جسم کا بے حس ہو جانا۔ خارق عادت شفاء۔

۲۵ راگست ۱۹۰۶ء کو یک دفعہ نصف حصہ اسفل بدن کا میرا بے حس ہو گیا اور ایک قدم چلنے کی طاقت نہ رہی اور چونکہ میں نے یونانی طبابت کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں اس لئے مجھے خیال گذرا کہ یہ فالج کی علامات ہیں۔ ساتھ ہی سخت درد تھی۔ دل میں گھبراہٹ تھی۔ کروٹ بدلنا مشکل تھا۔ رات کو جب میں بہت تکلیف میں تھا تو مجھے شماتتِ اعدا کا خیال آیا مگر محض دین کے لئے نہ کسی اور امر کے لئے۔ تب میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ موت تو ایک امر ضروری ہے مگر تو جانتا ہے کہ ایسی موت اور بے وقت موت میں شماتتِ اعدا ہے۔ تب مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ الہام ہوا ان اللّٰہ علیٰ کل شئ قدیر۔ ان اللّٰہ لا یخزی المومنین۔ یعنی خدا ہر چیز پر قادر ہے اور خدا مومنوں کو رسوا نہیں کیا کرتا۔ پس اس خدائے کریم کی مجھے قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جو اس وقت بھی دیکھ رہا ہے کہ میں اس پر افترا کرتا ہوں یا سچ بولتا ہوں کہ اس الہام کے ساتھ ہی شاید آدھ گھنٹہ تک مجھے نیند آگئی اور پھر یکدفعہ جب آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ مرض کا نام و نشان نہیں رہا۔ تمام لوگ سوئے ہوئے تھے اور میں اٹھا اور امتحان کے لئے چلنا شروع کیا تو ثابت ہوا کہ میں بالکل تندرست ہوں۔ تب مجھے اپنے قادر خدا کی قدرت عظیم کو دیکھ کر رونا آیا کہ کیسا قادر ہمارا خدا ہے اور ہم کیسے خوش نصیب

ہیں کہ اس کی کلام قرآن شریف پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی پیروی کی۔ اور کیا بدنصیب وہ لوگ ہیں جو اس ذوالعجائب خدا پر ایمان نہیں لائے۔

(حقیقۃ الوحی صـ۲۳۴)

مسیح موعودؑ کی خارق عادت ترقی۔

کون جانتا تھا اور کس کے علم میں یہ بات تھی کہ جب میں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح بویا گیا اور بعد اس کے ہزاروں پیروں کے نیچے کچلا گیا اور آندھیاں چلیں اور طوفان آئے اور ایک سیلاب کی طرح شور بغاوت میرے اس چھوٹے سے تخم پر پھر گیا پھر بھی میں ان صدمات سے بچ جاؤنگا۔ سو وہ تخم خدا کے فضل سے ضائع نہ ہوا بلکہ بڑھا اور پھولا اور آج وہ ایک بڑا درخت ہے جس کے سایہ کے نیچے تین لاکھ انسان آرام کر رہا ہے۔ یہ خدائی کام ہیں جن کے ادراک سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں۔ وہ کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ اے لوگو کبھی تو خدا سے شرم کرو۔ کیا اس کی نظیر کسی مفتری کے سوانح میں پیش کر سکتے ہو۔ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو کچھ بھی ضرورت نہ تھی کہ تم مخالفت کرتے اور میرے ہلاک کرنے کے لئے اس قدر تکلیف اٹھاتے بلکہ میرے مارنے کے لئے خدا ہی کافی تھا۔

(حقیقۃ الوحی صـ۲۵۱)

مرزا غلام قادر صاحب کی شدید بیماری۔ حضرت مسیح

ایک دفعہ میرے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی نسبت مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ ان کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہیں۔ بعد میں وہ یک دفعہ سخت بیمار ہو گئے یہانتک

موعودؑ میں جوانی کی قوت۔ خدا کو ہر بات پر قادر جاننا۔ دعا سے شفا۔

کہ صرف استخوان باقی رہ گئیں۔ اور اس قدر دُبلے ہوگئے کہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے تھے کہ کوئی اس پر بیٹھا ہُوا ہے یا خالی چارپائی ہے۔ پاخانہ اور پیشاب اوپر ہی نکل جاتا تھا اور بیہوشی کا عالم رہتا تھا۔ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم بڑے حاذق طبیب تھے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ اب یہ حالت یاس اور نومیدی کی ہے۔ صرف چند روز کی بات ہے۔ مجھ میں اس وقت جوانی کی قوّت موجود تھی اور مجاہدات کی طاقت تھی۔ اور میری فطرت ایسی واقع ہے کہ میں ہر ایک بات پر خدا کو قادر جانتا ہوں اور درحقیقت اس کی قدرتوں کا کون انتہا پا سکتا ہے اور اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں بجز ان امور کے جو اس کے وعدہ کے برخلاف یا اس کی پاک شان کے منافی اور اس کی توحید کے ضد ہیں اس لئے مَیں نے اس حالت میں بھی ان کے لئے دُعا کرنی شروع کی اور مَیں نے دل میں یہ مقرر کر لیا کہ اس دُعا میں میں تین باتوں میں اپنی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایکؔ یہ کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں حضرت عزت میں اس لائق ہوں کہ میری دُعا قبول ہو جائے۔ دوسریؔ یہ کہ کیا خواب اور الہام جو وعید کے رنگ میں آتے ہیں ان کی تاخیر بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ تیسریؔ یہ کہ کیا اس درجہ کا بیمار جس کے صرف استخوان باقی ہیں دُعا کے ذریعہ سے اچھا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ غرض مَیں نے اس بنا پر دُعا کرنی شروع کی۔ پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دُعا کے ساتھ ہی تغیّر شروع ہو گیا۔ اور اس اثناء میں ایک دوسرے خواب میں مَیں نے دیکھا کہ وہ گویا اپنے دالان میں اپنے قدموں سے چل رہے ہیں اور حالت یہ تھی کہ دوسرا شخص

کروٹ بدلتا تھا۔ جب دُعا کرتے کرتے پندرہ دن گذرے تو ان میں صحت کے ایک ظاہری آثار پیدا ہوگئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند قدم چلوں۔ چنانچہ وہ کسی قدر سہارے سے اٹھے اور سوٹے کے سہارے سے چلنا شروع کیا اور پھر سوٹا بھی چھوڑ دیا۔ چند روز تک پورے تندرست ہوگئے اور بعد اس کے پندرہ برس تک زندہ رہے اور پھر فوت ہوگئے جس سے معلوم ہُوا کہ خدا نے ان کی زندگی کے پندرہ دن پندرہ سال سے بدل دیئے ہیں۔ یہ ہے ہمارا خدا جو اپنی پیشگوئیوں کے بدلانے پر بھی قادر ہے مگر ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ خدا قادر نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ تا صفحہ ۲۵۵)

عام طور پر زلزلوں کی خبر۔ تمام دنیا پر سخت مصائب۔

یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیاء کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہُوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی

موعودؑ میں جوانی کی قوت۔ خدا کو ہر بات پر قادر جاننا۔ دُعا سے شفا

کہ صرف استخوان باقی رہ گئیں۔ اور اس قدر دُبلے ہوگئے کہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے تھے کہ کوئی اس پر بیٹھا ہُوا ہے یا خالی چارپائی ہے۔ پاخانہ اور پیشاب اوپر ہی نکل جاتا تھا اور بیہوشی کا عالم رہتا تھا۔ میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ مرحوم بڑے حاذق طبیب تھے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ اب یہ حالت یاس اور نومیدی کی ہے۔ صرف چند روز کی بات ہے۔ مجھ میں اس وقت جوانی کی قوت موجود تھی اور مجاہدات کی طاقت تھی۔ اور میری فطرت ایسی واقع ہے کہ میں ہر ایک بات پر خدا کو قادر جانتا ہوں اور درحقیقت اس کی قدرتوں کا کون انتہا پا سکتا ہے اور اس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں بجز ان امور کے جو اس کے وعدہ کے برخلاف یا اس کی پاک شان کے منافی اور اس کی توحید کے ضد ہیں اس لئے مَیں نے اس حالت میں بھی ان کے لئے دُعا کرنی شروع کی اور مَیں نے دل میں یہ مقرر کر لیا کہ اس دُعا میں تین باتوں میں اپنی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہوں۔ ایک[1] یہ کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا میں حضرت عزت میں اس لائق ہوں کہ میری دُعا قبول ہوجائے۔ دوسری[2] یہ کہ کیا خواب اور الہام جو وعید کے رنگ میں آتے ہیں ان کی تاخیر بھی ہوسکتی ہے یا نہیں۔ تیسری[3] یہ کہ کیا اس درجہ کا بیمار جس کے صرف استخوان باقی ہیں دُعا کے ذریعہ سے اچھا ہوسکتا ہے یا نہیں۔ غرض مَیں نے اس بنا پر دُعا کرنی شروع کی۔ پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دُعا کے ساتھ ہی تغیّر شروع ہوگیا۔ اور اسی اثناء میں ایک دوسرے خواب میں مَیں نے دیکھا کہ وہ گویا اپنے دالان میں اپنے قدموں سے چل رہے ہیں اور حالت یہ تھی کہ دوسرا شخص

کروٹ بدلتا تھا۔ جب دُعا کرتے کرتے پندرہ دن گذرے تو ان میں صحت کے ایک ظاہری آثار پیدا ہوگئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند قدم چلوں۔ چنانچہ وہ کسی قدر سہارے سے اٹھے اور سوٹے کے سہارے سے چلنا شروع کیا اور پھر سوٹا بھی چھوڑ دیا۔ چند روز تک پورے تندرست ہوگئے اور بعد اس کے پندرہ برس تک زندہ رہے اور پھر فوت ہوگئے جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے ان کی زندگی کے پندرہ دن پندرہ سال سے بدل دیئے ہیں۔ یہ ہے ہمارا خدا جو اپنی پیشگوئیوں کے بدلانے پر بھی قادر ہے مگر ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ خدا قادر نہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۳ تا صفحہ ۲۵۵)

عام طور پر زلزلوں کی خبر۔ تمام دنیا پر سخت مصائب۔

یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیاء کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہوجائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہوجائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی

صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا
کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک
ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر
ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ
اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔
یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام
دل اور تمام ہمّت اور تمام خیالات سے دُنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں
نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ
خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر
ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وما کنا معذبین حتی نبعث
رسولا اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے
ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن
میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔
انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں
سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں
کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن
میں نہیں اور اے ایشیاء تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے
والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا
ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک
خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ
رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سُننے

کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دُور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان
کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔
میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس مُلک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا
زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم
خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا
جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی اور جو اس سے
نہیں ڈرتا وہ مُردہ ہے نہ کہ زندہ۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶، صفحہ ۲۵۷)

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔

چند الہامات معہ ترجمہ۔

لا الٰہ الا ھو۔ یعلم کل شیءٍ و یری۔ ان
اللّٰہ مع الذین اتقوا و الذین ھم یحسنون الحسنٰی
...... ان حِبّی قریب۔ انہ قریب مستتر۔

وہی خدا حقیقی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ انسان
کو نہیں چاہیئے کہ کسی دوسرے پر توکل کرے کہ گویا وہ اس کا معبود ہے۔
ایک خدا ہی ہے جو یہ صفت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہی ہے جس کو ہر ایک
چیز کا علم ہے اور جو ہر ایک چیز کو دیکھ رہا ہے۔ اور وہ خدا ان لوگوں
کے ساتھ ہوتا ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور
جب کوئی نیکی کرتے ہیں تو نیکی کے تمام باریک لوازم کو ادا کرتے ہیں
سطحی طور پر نیکی نہیں کرتے اور نہ ناقص طور پر بلکہ اس کی عمیق در عمیق
شاخوں کو بجا لاتے ہیں اور کمال خوبی سے اس کو انجام دیتے ہیں۔ سو
انہی کی خدا مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کی پسندیدہ راہوں کے خادم

ہوتے ہیں اور ان پر چلتے ہیں اور چلاتے ہیں .... وہ کہتا ہے میرا پیارا مجھ سے بہت قریب ہے۔ وہ قریب تو ہے مگر مخالفوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱)

پادریوں کو چیلنج۔ میں فرودت کے وقت آیا ہوں۔

اَب کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں۔ میں بے وقت نہیں آیا۔ میں اس وقت آیا جب اسلام عیسائیوں کے پیروں کے نیچے کچلا گیا۔ اے آنکھوں کے اندھو تمہیں سچائی کا مخالف بننا کس نے سکھلایا۔ دین تباہ ہوگیا اور بیرونی حملوں اور اندرونی بدعات نے تمام اعضاء دین کے زخمی کر دیئے اور صدی میں سے بھی تیئس برس گذر گئے اور کئی لاکھ مسلمان مرتد ہوکر خدا اور رسول کے دشمن ہو گئے مگر تم کہتے ہو کہ اس وقت کوئی خدا کی طرف سے تو نہیں مگر دجال آیا۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا۔ اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربیؐ جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو تم کفر کہو یا کچھ کہو تمہاری

خدا تعالے نبی کریمؐ کی سچائی ظاہر کرنا چاہتا ہے

تکفیر کی اس شخص کو کیا پرواہ ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر اترا تھا وہی میرے دل پر بھی اترا ہے مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ۔ وہ بھی بشر تھا اور میں بھی بشر ہوں اور جس طرح دھوپ دیوار پر پڑتی ہے اور دیوار نہیں کہہ سکتی کہ میں سورج ہوں، اس لئے ہم دونوں ان تجلیات سے اپنے نفس کی کوئی ذاتی عزت نہیں نکال سکتے کیونکہ وہ حقیقی آفتاب کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے الگ ہوکر پھر دیکھ کہ تجھ میں کونسی عزت ہے۔

حقیقی عجز۔

(حقیقۃ الوحی ص۲۷۳، ص۲۷۴)

ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام یاد نہیں رہا* اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ÷ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ میں نے عذر کیا پھر اس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں، میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ

جلسہ اعظم مذاہب میں مضمون کے بالا رہنے کی پیشگوئی۔

---

* یاد آیا اس کا نام سوامی شوگن چندر تھا۔ منہ

÷ اس جلسہ کا نام دھرم مہوتسو جلسہ اعظم مذاہب مشہور کیا گیا تھا۔ منہ۔

ہوتے ہیں اور ان پر چلتے ہیں اور چلاتے ہیں ...... وہ کہتا ہے میرا پیارا مجھ سے بہت قریب ہے۔ وہ قریب تو ہے مگر مخالفوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱)

پادریوں کو چیلنج۔ میں فرودت کے وقت آیا ہوں۔

اب کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں۔ میں بے وقت نہیں آیا۔ میں اس وقت آیا جب اسلام عیسائیوں کے پیروں کے نیچے کچلا گیا۔ اے آنکھوں کے اندھو تمہیں سچائی کا مخالف بننا کس نے سکھلایا۔ دین تباہ ہو گیا اور بیرونی حملوں اور اندرونی بدعات نے تمام اعضاء دین کے زخمی کر دیئے اور صدی میں سے بھی تیئس برس گذر گئے اور کئی لاکھ مسلمان مرتد ہو کر خدا اور رسول کے دشمن ہو گئے مگر تم کہتے ہو کہ اس وقت کوئی خدا کی طرف سے تو نہیں مگر دجال آیا۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔

خدا تعالے نبی کریم کی سچائی ظاہر کرنا چاہتا ہے

یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا۔ اب وہ زمانہ آ گیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربیؐ جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو تم کفر کہو یا کچھ کہو تمہاری

تکفیر کی اس شخص کو کیا پرواہ ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر اترا تھا وہی میرے دل پر بھی اترا ہے مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ۔ وہ بھی بشر تھا اور میں بھی بشر ہوں اور جس طرح دھوپ دیوار پر پڑتی ہے اور دیوار نہیں کہہ سکتی کہ میں سورج ہوں، اس لئے ہم دونوں ان تجلیات سے اپنے نفس کی کوئی ذاتی عزت نہیں نکال سکتے کیونکہ وہ حقیقی آفتاب کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے الگ ہو کر پھر دیکھ کہ تجھ میں کونسی عزت ہے۔

حقیقی عجز۔

(حقیقۃ الوحی ص ۲۷۳، ص ۲۷۴)

جلسہ اعظم مذاہب میں مضمون کے بالا رہنے کی پیشگوئی۔

ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام یاد نہیں رہا* اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ÷ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ میں نے عذر کیا پھر اس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں، میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ

---

* یاد آیا اس کا نام سوامی شوگن چندر تھا۔ منہ

÷ اس جلسہ کا نام دھرم مہوتسو جلسہ اعظم مذاہب مشہور کیا گیا تھا۔ منہ۔

ہوتے ہیں اور ان پر چلتے ہیں اور چلاتے ہیں .... وہ کہتا ہے میرا پیارا مجھ سے بہت قریب ہے۔ وہ قریب تو ہے مگر مخالفوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۱)

پادریوں کو چیلنج۔ میں فروت کے وقت آیا ہوں۔

اَب کہاں ہیں پادری تا میرے مقابل پر آویں۔ مَیں بے وقت نہیں آیا۔ میں اس وقت آیا جب اسلام عیسائیوں کے پیروں کے نیچے کچلا گیا۔ اے آنکھوں کے اندھو تمہیں سچائی کا مخالف بننا کس نے سکھلایا۔ دین تباہ ہوگیا اور بیرونی حملوں اور اندرونی بدعات نے تمام اعضاءِ دین کے زخمی کر دیئے اور صدی میں سے بھی تئیس برس گذر گئے اور کئی لاکھ مسلمان مرتد ہوکر خدا اور رسول کے دشمن ہوگئے مگر تم کہتے ہو کہ اس وقت کوئی خدا کی طرف سے تو نہیں مگر دجال آیا۔ بھلا اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔

خدا تعالےٰ نبی کریمؐ کی سچائی ظاہر کرنا چاہتا ہے۔

یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا۔ اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربیؐ جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانہ میں لکھ کر شائع کر دیں۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ اے نادانو تم کفر کہو یا کچھ کہو تمہاری

حقیقی عجز۔

تکفیر کی اس شخص کو کیا پرواہ ہے جو خدا کے حکم کے موافق دین کی خدمت میں مشغول ہے اور اپنے پر خدا کی عنایات کو بارش کی طرح دیکھتا ہے۔ وہ خدا جو مریم کے بیٹے کے دل پر اترا تھا وہی میرے دل پر بھی اترا ہے مگر اپنی تجلی میں اس سے زیادہ۔ وہ بھی بشر تھا اور میں بھی بشر ہوں اور جس طرح دھوپ دیوار پر پڑتی ہے اور دیوار نہیں کہہ سکتی کہ میں سورج ہوں، اس لئے ہم دونوں ان تجلیات سے اپنے نفس کی کوئی ذاتی عزت نہیں نکال سکتے کیونکہ وہ حقیقی آفتاب کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے الگ ہوکر پھر دیکھ کہ تجھ میں کونسی عزت ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۳، صفحہ ۲۷۴)

جلسہ اعظم مذاہب میں مضمون کے بالا رہنے کی پیشگوئی۔

ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام یاد نہیں رہا* اور کہا کہ میں ایک مذہبی جلسہ÷ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ مَیں نے عذر کیا پھر اس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں، میں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا۔ اس لئے میں نے جنابِ الٰہی میں دعا کی کہ

---

* یاد آیا اس کا نام سوامی شوگن چندر تھا۔ منہ

÷ اس جلسہ کا نام دھرم مہوتسو جلسہ اعظم مذاہب مشہور کیا گیا تھا۔ منہ۔

وہ مجھے ایسے مضمون کا القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ مَیں نے دُعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوّت میرے اندر پھونک دی گئی۔ مَیں نے اس آسمانی قوّت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ مَیں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے ہی لکھا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی سے اس کی نقل لکھے۔ جب مَیں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین کے لئے ایک عالم وجد تھا اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی یہانتک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے ان کے منہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی میں ایک اخبار نکلتا ہے اس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا اور شاید بیسؔ کے قریب ایسے اردو اخبار بھی ہوں گے جنہوں نے یہی شہادت دی ....

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۸، صفحہ ۲۷۹)

اس پاک دامن کو پکڑنے کا راہ۔

روئے دلبر از طلبگاراں نمی دارد حجاب
می درخشد در خور و می تابد اندر ماہتاب
لیکن آں روئے حسین از غافلاں ماند نہاں
عاشقے باید کہ بردارند از بہرش نقاب

دامن پاکش ز نخوت ہا نمی آید بدست
ہیچ راہے نیست غیر از عجز و درد و اضطراب
بس خطرناک است راہِ کوچۂ یارِ قدیم
جاں سلامت بایدت از خود رویہا سرتاب
تا کلامش عقل و فہمِ ناسزایاں کم رسد
ہر کہ از خود گم شود او یابد آں راہِ صواب
مشکل قرآن نہ از ابنائے دنیا حل شود
ذوق آں می داند آں مستے کہ نوشد آں شراب

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۶)

سچے دل سے رجوع کرنیوالے کی طرف خدا کا رجوع۔

جو شخص اس کی (خدا کی) طرف دل اور جان سے رجوع کرے وہ بھی اس کی طرف رجوع برحمت کرتا ہے۔ خواہ ہندی ہو اور خواہ عربی وہ کسی کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۰)

دو الہام

I LOVE YOU. I AM WITH YOU.

میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۲)

الہام ترد الیک انوار الشباب

مجھے دماغی کمزوری اور دورانِ سر کی وجہ سے بہت سی ناطاقتی ہو گئی تھی یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف و

تصنیف کے لائق نہیں رہی اور الیسی کمزوری ہو گئی تھی کہ گویا بدن میں روح نہیں تھی۔ اس حالت میں مجھے الہام ہوا تَرُدُّ اِلَیْکَ اَنْوَارُ الشَّبَاب۔ یعنی جوانی کے نور تیری طرف واپس کئے۔ بعد اس کے چند روز میں ہی مجھے محسوس ہوا کہ میری گم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہو گئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نئی تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا بلکہ سوچنا اور فکر کرنا جو نئی تالیف کے لئے ضروری ہے پورے طور پر میسّر آگیا۔ ......

(حقیقۃ الوحی صہ ۳۰۶)

مسیح موعودؑ کے سر سے قطرے ٹپکنے کی تعبیر۔

اور مسیح موعودؑ کا ایسا دکھائی دینا (یعنی نبی کریمؐ کو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ از مؤلف) کہ گویا وہ حمام سے غسل کر کے نکلا ہے اور موتیوں کے دانوں کی طرح آب غسل کے قطرے اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں اس کشف کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود اپنی بار بار کی توبہ اور تضرع سے اپنے اس تعلق کو جو اس کو خدا کے ساتھ ہے تازہ کرتا رہے گا۔ گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے اور اس پاک غسل کے پاک قطرے موتیوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں ...... اس کے یہی معنے ہیں کہ وہ بہت توبہ کرنے والا اور رجوع کرنے والا ہوگا اور ہمیشہ اس کا تعلق خدا تعالےٰ سے تازہ بتازہ رہے گا گویا وہ ہر وقت غسل کرتا ہے۔ اور پاک رجوع کے پاک قطرے موتیوں کے دانوں کی طرح اس کے سر پر سے ٹپکتے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۳۰۸، صہ ۳۰۹)

مسیح موعود کی ہمدردی۔ اپنے نعرے آسمان تک پہنچائیگا۔

اور مسیح موعود بھی اسلام کی ہمدردی میں اپنے نعرے آسمان تک پہنچائے گا اور تمام فرشتے اس کے ساتھ ہو جائیں گے تا اس آخری جنگ میں اس کی فتح ہو۔ وہ نہ تھکے گا اور نہ درماندہ ہو گا اور نہ سست ہو گا اور ناخنوں تک زور لگائے گا کہ تا اس چور (یعنی دجال۔ از مؤلف) کو پکڑے۔ اور جب اس کی تضرعات انتہا تک پہنچ جائیں گی تب خدا اس کے دل کو دیکھے گا کہ کہاں تک وہ اسلام کے لئے پگھل گیا تب وہ کام جو زمین نہیں کر سکتی آسمان کرے گا اور وہ فتح جو انسانی ہاتھوں سے نہیں ہو سکتی وہ فرشتوں کے ہاتھوں سے میسر آجائے گی۔

...... آج کون خیال کر سکتا ہے کہ یہ دجالی فتنہ جس سے مراد آخری زمانہ کے خلاف ہمیشہ پادریوں کے منصوبے ہیں انسانی کوششوں سے فرو ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ آسمان کا خدا خود اس فتنہ کو فرو کرے گا۔ وہ بجلی کی طرح گرے گا۔ اور طوفان کی طرح آئے گا اور ایک سخت آندھی کی طرح دنیا کو ہلا دے گا کیونکہ اس کے غضب کا وقت آگیا۔ مگر وہ بے نیاز ہے۔ قدرت کی پتھر کی آگ انسانی تضرعات کی ضرب کی محتاج ہے۔ آہ کیا مشکل کام ہے۔ آہ کیا مشکل کام ہے۔ ہم نے ایک قربانی دینا ہے۔ جب تک ہم وہ قربانی ادا نہ کریں کسر صلیب نہیں ہو گا۔ ایسی قربانی کو جب تک کسی نبی نے ادا نہیں کیا اس کی فتح نہیں ہوئی اور اسی قربانی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ یعنی نبیوں نے اپنے تئیں مجاہدہ کی آگ میں ڈال کر فتح چاہی پھر کیا تھا ہر ایک ظالم سرکش تباہ ہو گیا۔ (حقیقۃ الوحی صہ ۳۱۰، صہ ۳۱۱)

قدرت کی پتھر کی آگ انسانی تضرعات کی ضرب کی محتاج ہے کسر صلیب کے لئے کس قدر قربانی کی ضرورت ہے۔

مسیح موعود کے آنحضرتؐ کی قبر میں داخل ہونے سے مراد۔

اور یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود بعد وفات کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر میں داخل ہوگا اس کے یہ معنے کرنا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودی جائیگی یہ جسمانی خیال کے لوگوں کی غلطیاں ہیں جو گستاخی اور بے ادبی سے بھری ہوئی ہیں بلکہ اس کے معنے یہ ہیں کہ مسیح موعود مقام قرب میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر ہوگا کہ موت کے بعد وہ اس رتبہ کو پائے گا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قرب کا رتبہ اس کو ملے گا اور اس کی روح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روح سے جاملیگی گویا ایک ہی قبر میں ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۱۳)

انسانی فطرت میں خدا کے اخلاق۔

صاف طور پر ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ انسانی فطرت میں خدا کے پاک اخلاق مخفی ہیں جو تزکیہ نفس سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۱۸ حاشیہ)

مقبولیت پہچاننے کا ذریعہ استجابتِ دعا۔

یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے بلکہ استجابت دعا کی مانند اور کوئی بھی نشان نہیں ...... اور میں خدا تعالےٰ کی قسم کھاکر یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہزارہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۲۱)

آخر دل نے ان کے لئے (سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کیلئے۔ از مؤلف)

دن اور رات دعا کرنا۔ خدا کی صفت حیا۔

نہایت درجہ جوش مارا جو خارق عادت تھا اور کیا رات اور کیا دن میں نہایت توجہ سے دعا میں لگا رہا تب خدا تعالےٰ نے بھی خارق عادت نتیجہ دکھلایا اور ایسی مہلک مرض (ذیابیطس کا کاربنکل۔ از مؤلف) سے سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب کو نجات بخشی گویا ان کو نئے سرے سے زندہ کیا...... ہمارا خدا بڑا کریم و رحیم ہے اور اس کی صفات میں سے ایک حیا کی صفت بھی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۲۶)

خدا کا کرم اور رحم قبولیت دعا میں۔

میرا صدہا مرتبہ تجربہ ہے کہ خدا ایسا کریم و رحیم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۲۷)

روپیہ اور تحائف کے آنے کا اکثر دفعہ قبل از وقت بتایا جانا۔

یاد رہے کہ خدا تعالےٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۳۳)

عجز۔

سچ تو یہ ہے کہ میں کچھ بھی نہ تھا۔ بعد میں خدا نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے چن لیا...... میں نہیں جانتا تھا کہ اس نے میرے لئے یہ کیوں کیا کیونکہ میں اپنے نفس میں کوئی خوبی

نہیں پاتا اور مَیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کو حضرت عزت میں پڑھنا اپنے مناسب حال پاتا ہوں۔

پسندیدگانے بجائے رسند ٭ زما کہترانت چہ آمد پسند

(حقیقۃ الوحی ص۳۳۴)

خدا کی طرف سے رُعب کا دیا جانا۔

یہ تو اندرونی نصرت الٰہی ہے۔ بیرونی طور پر خدا تعالےٰ نے وہ رُعب مجھے بخشا ہے کہ کوئی پادری میرے مقابل پر نہیں آسکتا۔ یا تو وہ زمانہ تھا کہ وہ لوگ بازاروں میں چِلّا چِلّا کر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہؤا اور قرآن شریف میں کوئی پیشگوئی نہیں اور یا خدا تعالےٰ نے ایسا ان پر رُعب ڈالا کہ اس طرف منہ نہیں کرتے گویا وہ سب اس جہان سے رخصت ہو گئے۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر کوئی پادری اس مقابلہ کے لئے میری طرف منہ کرے تو خدا اس کو سخت ذلیل کرے گا اور اس عذاب میں مبتلا کرے گا جس کی نظیر نہیں ہو گی۔ اور اس کو طاقت نہیں ہو گی کہ جو کچھ میں دکھلاتا ہوں وہ اپنے فرضی خدا کی طاقت اور قوت سے دکھلا سکے۔ اور میرے لئے خدا آسمان سے بھی نشان برسائے گا اور زمین سے بھی۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ برکت غیر قوموں کو نہیں دی گئی۔ پس کیا روئے زمین میں مشرق سے لے کر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھلا سکے۔ ہم نے میدان فتح کر لیا ہے کسی کی مجال نہیں جو ہمارے مقابل پر آوے۔ پس یہ وہی بات ہے جو خدا تعالےٰ نے آج سے پچیس برس پہلے بطور پیشگوئی فرمائی ہے۔ بخرام کہ

وقتِ تو نزدیک رسید و پائے محمدیان برمنار بلند تر محکم افتاد۔ بخدا کہ ہم محمدی آج بلند منار پر ہیں اور ہر ایک شخص ہمارے پیروں کے نیچے ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۳۵، ص۳۳۶)

خدا نہیں چاہتا کہ اس کا محب ضائع ہو۔ انقطاع الی اللہ۔ محبت الٰہی۔

اس میں کیا بھید ہے کہ وہ قادر اس قدر میری حمایت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا محب ضائع ہو۔

چہ شیریں منظری اے دلستانم ٭ چہ شیریں خصلتی اے جانِ جانم

چو دیدم روئے تو دل در تو بستم ٭ نماندہ غیر تو اندر جہانم

تواں برداشتن دست از دو عالم ٭ مگر ہجرت بسوزد استخوانم

در آتش تن بآسانی تواں داد ٭ ز ہجرت جاں رود با صد فغانم

(حقیقۃ الوحی ص۳۴۲، ص۳۴۳)

میری رُوح خدا کی تقدیس کے لئے ایک کبوتری ہے۔

روحی لتقدیس العلیّ حمامۃ

او عندلیب غارد مترنم

....

ربٌّ کریم غافر لمن اتقٰی

طوبٰی لمن بعد المعاصی یندم

یا ایھا النّاس اذکروا آجالکم

ان المنایا لا تُردّ و تھجم

....

فی وجھنا نور المھیمن لا ئحٌ
ان کان فیکم ناظر متوسّم

....

تب من کلام قلت واحفد تائباً
والعفو خلقی ایّھا المتوھم

(ترجمہ)

میری روح خدا کی تقدیس کے لئے ایک کبوتری ہے۔ یا ایک بلبل ہے جو خوش آواز سے بول رہی ہے۔

....

رب کریم ہے وہ ڈرنے والے کو بخش دیتا ہے۔ کیا خوش نصیب وہ شخص ہے جو گناہ کے بعد پچھتاتا ہے۔

اے لوگو اپنی موتوں کو یاد کرو۔ جب موتیں آتی ہیں تو واپس نہیں ہوتیں اور ناگاہ پکڑ لیتی ہیں۔

....

ہمارے منہ پر خدا کا نور روشن ہے۔ اگر تم میں کوئی دیکھنے والا ہو۔

....

جو کچھ تو نے کیا ہے اس سے توبہ کر اور میری طرف دوڑ۔ اور بخشنا میرا خلق ہے اے وہموں میں گرفتار۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۴۸ تا ص۳۵۰)

خطبہ الہامیہ والی تقریر

۱۱/اپریل ۱۹۰۰ء کو عید اضحٰی کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو۔ تمہیں قوت دی گئی۔ اور نیز یہ الہام ہوا کلام افصحت من لدن رب کریم یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ چنانچہ اس الہام کو اسی وقت اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور اخویم حکیم مولوی نوردین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب اور ماسٹر شیر علی صاحب بی۔ اے اور حافظ عبدالعلی صاحب اور بہت سے دوستوں کو اطلاع دی گئی۔ تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلم بند کی جائے کوئی شخص دنیا میں بغیر خاص الہام الٰہی کے بیان کر سکے۔ جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شائد دو سو کے قریب ہو گی۔ سبحان اللہ اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔

فی وجهنا نور المهیمن لا ئحٌ
ان کان فیکم ناظر متوسّم

....

تب من کلام قلت واحفد تائبًا
والعفو خلقی ایّها المتوهم

(ترجمہ)
میری روح خدا کی تقدیس کے لئے ایک کبوتری ہے۔ یا ایک بلبل ہے جو خوش آواز سے بول رہی ہے۔

....

رب کریم ہے وہ ڈرنے والے کو بخشش دیتا ہے۔ کیا خوش نصیب وہ شخص ہے جو گناہ کے بعد پچھتاتا ہے۔
اے لوگو اپنی موتوں کو یاد کرو۔ جب موتیں آتی ہیں تو واپس نہیں ہوتیں اور ناگاہ پکڑ لیتی ہیں۔

....

ہمارے منہ پر خدا کا نور روشن ہے۔ اگر تم میں کوئی دیکھنے والا ہو۔

....

جو کچھ تو نے کیا ہے اس سے توبہ کر اور میری طرف دوڑ۔ اور بخشنا میرا خلق ہے اے وہموں میں گرفتار۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۸ تا صفحہ ۳۵۰)

خطبہ الہامیہ والی تقریر

۱۱؍ اپریل ۱۹۰۰ء کو عید اضحٰی کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو۔ تمہیں قوت دی گئی۔ اور نیز یہ الہام ہوا کلام افصحت من لدن رب کریم یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ چنانچہ اس الہام کو اسی وقت اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور اخویم حکیم مولوی نوردین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب اور ماسٹر شیر علی صاحب بی۔ اے اور حافظ عبدالعلی صاحب اور بہت سے دوستوں کو اطلاع دی گئی۔ تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہوگیا اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلم بند کی جائے کوئی شخص دنیا میں بغیر خاص الہام الٰہی کے بیان کر سکے۔ جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شائد دو سو کے قریب ہوگی۔ سبحان اللہ اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔

چنانچہ تمام فقرات چھپے ہوئے موجود ہیں جن کا نام خطبہ الہامیہ ہے۔
اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ کیا انسان کی طاقت میں ہے کہ
اتنی لمبی تقریر بغیر سوچے اور فکر کے عربی زبان میں کھڑے ہو کر محض
زبانی طور پر فی البدیہہ بیان کر سکے۔ یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے
دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۲، ۳۶۳)

میرا خدا ایک دن بھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوا۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس
زمانہ میں میں جوان تھا اب میں بوڑھا ہوا اور ستر سال کے قریب عمر
پہنچ گئی اور اس زمانہ پر قریباً پینتیس سال گذر گئے مگر میرا خدا ایک
دن بھی مجھ سے علیحدہ نہیں ہوا۔ اس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق ایک
دنیا کو میری طرف جھکا دیا۔ میں مفلس نادار تھا اس نے لاکھوں روپے مجھے
عطا کئے اور ایک زمانہ دراز فتوحات مالی سے پہلے مجھے خبر دی اور
ہر ایک مباہلہ میں مجھ کو فتح دی اور صدہا میری دعائیں منظور کیں
اور مجھ کو وہ نعمتیں دیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹)

عبدالکریم کے متعلق دعا کا قبول ہونا

پانچواں نشان جو ان دنوں میں ظاہر ہوا وہ ایک دعا کا قبول ہونا
ہے جو درحقیقت احیائے موتے میں داخل ہے۔ تفصیل اس اجمال کی
یہ ہے کہ عبدالکریم نام ولد عبدالرحمان ساکن حیدر آباد دکن ہمارے
مدرسہ میں ایک لڑکا طالب العلم ہے۔ قضاء و قدر سے اس کو سگ دیوانہ

کاٹ گیا۔ ہم نے اس کو معالجہ کے لئے کسولی بھیج دیا۔ چند روز تک اس
کا کسولی میں علاج ہوتا رہا۔ پھر وہ قادیان میں واپس آیا۔ تھوڑے دن
گذرنے کے بعد اس میں آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے
کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں اور پانی سے ڈرنے لگا اور خوفناک حالت پیدا
ہوگئی۔ تب اس غریب الوطن عاجز کے لئے میرا دل سخت بے قرار ہوا اور
دعا کے لئے ایک خاص توجہ پیدا ہوگئی۔ ہر ایک شخص سمجھتا تھا کہ وہ غریب
چند گھنٹہ کے بعد مر جائے گا۔ ناچار اس کو بورڈنگ سے باہر نکال
کر ایک الگ مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا
اور کسولی کے انگریز ڈاکٹروں کی طرف تار بھیج دی اور پوچھا گیا کہ اس
حالت میں اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اس طرف سے بذریعہ تار جواب آیا کہ
اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کے لئے میرے
دل میں بہت توجہ پیدا ہوگئی اور میرے دوستوں نے بھی اس کے لئے دعا
کرنے کے لئے بہت ہی اصرار کیا کیونکہ اس غربت کی حالت میں وہ لڑکا
قابل رحم تھا اور نیز دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ مر گیا تو ایک
برے رنگ میں اس کی موت شماتت اعدا کا موجب ہوگی۔ تب میرا
دل اس کے لئے سخت درد اور بے قراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت
توجہ پیدا ہوئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض خدا تعالیٰ
کی طرف سے پیدا ہوتی ہے اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن
سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جائے۔
غرض اس کے لئے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آگئی اور جب وہ انتہاء
تک پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کر لیا تب اس

بیمار پر جو درحقیقت مُردہ تھا اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور روشنی سے بھاگتا تھا اور یا یک دفعہ طبیعت نے صحت کی طرف رُخ کیا اور اس نے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا بلکہ پانی سے وضو کر کے نماز بھی پڑھ لی اور تمام رات سوتا رہا اور خوفناک اور وحشیانہ حالت جاتی رہی یہاں تک کہ چند روز تک بکلی صحت یاب ہو گیا ....

(تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۴۶ و صہ ۴۷)

اے ناظرین اَب ہم نمونہ کے طور پر وہ تمام نشان اپنے دعویٰ کے متعلق لکھ چکے ہیں جن کے لکھنے کے لئے ہم نے قصد کیا تھا اور ہزار ہزار خدائے ذوالجلال کا شکر ہے کہ محض اس نے اپنے فضل و کرم سے میری تائید میں یہ نشان دکھلائے اور مجھے طاقت نہیں تھی کہ ایک ذرّہ بھی زمین سے یا آسمان سے اپنی شہادت میں کچھ پیش کر سکتا۔ مگر اس نے جو زمین و آسمان کا مالک ہے جس کی اطاعت کا ذرہ ذرہ اس عالم کا جُوا اٹھا رہا ہے میری تائید میں ایک دریا نشانوں کا بہا دیا۔ اور وہ تائید دکھلائی جو میرے خیال اور گمان میں بھی نہیں تھی۔ مَیں اقرار کرتا ہوں کہ مَیں اس لائق نہ تھا کہ میری یہ عزت کی جائے مگر خدائے عزّوجل نے محض اپنی ناپیدا کنار رحمت سے میرے لئے یہ معجزات ظاہر فرمائے۔

مجھے افسوس ہے کہ مَیں اس کی راہ میں وہ طاقت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لا سکا جو میری مراد تھی اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو

مجھے افسوس ہے کہ میں اس کی راہ میں وہ طاقت اور تقویٰ کا حق بجا نہیں لاسکا جو میری مراد تھی۔ اور اس کے دین کی وہ خدمت نہیں کر سکا جو میری تمنا تھی۔

میری تمنا تھی۔ مَیں اس درد کو ساتھ لے جاؤنگا کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہیئے تھا مَیں کر نہیں سکا۔ لیکن اس خدائے کریم نے میرے لئے اور میری تصدیق کے لئے وہ عجائب کام اپنی قدرت کے دکھلائے جو اپنے خاص برگزیدوں کے لئے دکھلاتا ہے۔ اور مَیں خوب جانتا ہوں کہ میں اس عزت اور اکرام کے لائق نہ تھا جو میرے خداوند نے میرے ساتھ معاملہ کیا۔ جب مجھے اپنے نقصان حالت کی طرف خیال آتا ہے تو مجھے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مَیں کیڑا ہوں نہ آدمی اور مُردہ ہوں نہ زندہ۔ مگر اس کی کیا عجیب قدرت ہے کہ میرے جیسا ہیچ اور ناچیز اس کو پسند آگیا۔ اور پسندیدہ لوگ تو اپنے اعمال سے کسی درجہ تک پہنچتے ہیں مگر مَیں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ کیا شانِ رحمت ہے کہ میرے جیسے کو اس نے قبول کیا۔ مَیں اس رحمت کا شکر ادا نہیں کر سکتا ....

عجز کی انتہا

افسوس اس زمانہ میں جا بجا ایسے لوگ بہت ہو گئے ہیں جن کو ملہم کہلانے کا شوق ہے اور بغیر اس کے کہ وہ اپنے نفس کو جانچیں اور اپنی حالت کو دیکھیں جو کچھ ان کی زبان پر جاری ہو اس کو کلام الٰہی یقین کر لیتے ہیں .... صرف اس حالت میں کسی کو ملہم من اللہ کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ درحقیقت خدا کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے اپنی رضامندی چھوڑ دیتا ہے اور اس کے پورے خوش کرنے کے لئے ایک تلخ موت اپنے لئے اختیار کر لیتا ہے اور اس کو سب چیز پر مقدّم کر لیتا ہے اور خدا تعالےٰ اس کے دل کی طرف دیکھتا ہے تو اس کو تمام دُنیا سے الگ اور اپنی رضا میں محو پاتا ہے اور سچ مچ ہر ایک ذرہ اس کے وجود کا خدا تعالےٰ کے راہ میں قربان ہو جاتا ہے

کس حالت میں کسی کو ملہم من اللہ کہہ سکتے ہیں۔ ایسے شخص کی کیفیتِ تقرب۔

اور اگر امتحان کیا جاوے تو کوئی چیز اس کو خدا تعالےٰ سے نہیں روک
سکتی۔ نہ دولت نہ مال نہ زن نہ فرزند نہ آبرو۔ بلکہ وہ درحقیقت
اپنی ہستی کا نقش مٹا دیتا ہے اور خدا تعالےٰ کی ایسی محبت اس پر غالب
آجاتی ہے کہ اگر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جاوے یا اس کی اولاد کو ذبح کیا
جاوے یا اس کو آگ میں ڈالا جاوے اور ہر ایک تلخی اس پر وارد کی
جائے تب بھی وہ اپنے خدا کو نہیں چھوڑتا اور مصیبت کے کسی حملہ سے
وہ اپنے خدا سے الگ نہیں ہوتا۔ اور صادق اور وفادار ہوتا ہے۔ اور
تمام دُنیا اور دنیا کے بادشاہوں کو ایک مُردہ کیڑے کی طرح سمجھتا ہے۔
اور اگر اس کو یہ بھی سُنایا جائے کہ تو جہنم میں داخل ہوگا تب بھی
وہ اپنے محبوب حقیقی کا دامن نہیں چھوڑتا کیونکہ محبت الٰہی اس کا بہشت
ہوجاتا ہے اور وہ خود نہیں سمجھ سکتا کہ مجھ کو خدا سے کیوں ایسا تعلق ہے
کیونکہ کوئی نامرادی اور کوئی امتحان اس تعلق کو کم نہیں کرسکتا۔ پس اس
حالت میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا سے نزدیک ہے نہ شیطان سے۔
ایسے لوگ اولیاء الرحمٰن ہیں اور خدا ان سے محبت کرتا ہے اور وہ
خدا سے۔ اور انہیں پر خدا تعالےٰ کا کلام نازل ہوتا ہے اور وہ لوگ
ان عبادی لیس لک علیھم سلطان میں داخل ہیں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۵۸ تا ص۶۱)

خدا کے کلام میں تین علامتیں پائی جانی ضروری ہیں

پس جس پر کوئی کلام نازل ہو جب تک تین علامتیں اس میں نہ
پائی جائیں اس کو خدا کا کلام کہنا اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہے۔
اوّل۔ وہ کلام قرآن شریف سے مخالف اور معارض نہ ہو۔

مگر یہ علامت بغیر تیسری علامت کے جو ذیل میں لکھی جائے گی ناقص ہے۔
بلکہ اگر تیسری علامت نہ ہو تو محض اس علامت سے کچھ بھی ثابت نہیں
ہوسکتا۔

تزکیہ نفس۔

دوم۔ وہ کلام ایسے شخص پر نازل ہو جس کا تزکیہ نفس بخوبی ہو
چکا ہو اور وہ ان فانیوں کی جماعت میں داخل ہو جو بکلی جذبات نفسانیہ
سے الگ ہوگئے ہیں اور ان کے نفس پر ایک ایسی موت وارد ہوگئی ہے
جس کے ذریعہ سے وہ خدا کے قریب اور شیطان سے دُور جا پڑے ہیں کیونکہ
جو شخص جس کے قریب ہے اس کی آواز سُنتا ہے۔ پس جو شیطان کے قریب
ہے وہ شیطان کی آواز سُنتا ہے اور جو خدا سے قریب ہے وہ خدا کی آواز
سُنتا ہے۔ اور انتہائی کوشش انسان کی تزکیہ نفس ہے اور اس پر تمام سلوک
ختم ہوجاتا ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ ایک موت ہے جو تمام اندرونی
آلائشوں کو جلا دیتی ہے۔ پھر جب انسان اپنا سلوک ختم کرچکتا ہے تو تصرفاتِ
الٰہیہ کی نوبت آتی ہے۔ تب خدا اُس بندہ کو جو سلب جذبات نفسانیہ
سے فنا کے درجہ تک پہنچ چکا ہے معرفت اور محبت کی زندگی سے دوبارہ
زندہ کرتا ہے۔ اور اپنے فوق العادت نشانوں سے عجائبات روحانیہ
کی اس کو سیر کراتا ہے اور محبت ذاتیہ کی وراء الوراء کشش اس کے دل
میں بھر دیتا ہے جس کو دُنیا سمجھ نہیں سکتی۔ اس حالت میں کہا جاتا ہے کہ
اس کو نئی حیات مل گئی جس کے بعد موت نہیں۔

پس یہ نئی حیات کامل معرفت اور کامل محبت سے ملتی ہے اور کامل
معرفت خدا کی فوق العادت نشانوں سے حاصل ہوتی ہے اور جب انسان
اس حد تک پہنچ جاتا ہے تب اس کو خدا کا سچا مکالمہ مخاطبہ نصیب

ہوتا ہے۔ مگر یہ علامت بھی بغیر تیسرے درجہ کی علامت کے قابل اطمینان نہیں کیونکہ کامل تزکیہ ایک امر پوشیدہ ہے اس لئے ہر ایک فضول گو ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔

خدا کے متواتر افضال اس پر گواہی دیں۔

تیسری علامت ملہم صادق کی یہ ہے کہ جس کلام کو وہ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے خدا کے متواتر افضال اس پر گواہی دیں یعنی اس قدر اس کی تائید میں نشانات ظاہر ہوں کہ عقل سلیم اس بات کو ممتنع سمجھے کہ باوجود اس قدر نشانوں کے پھر بھی وہ خدا کا کلام نہیں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۹۹، صـ۱۰۰)

خاکساری اور تذلل کی ضرورت۔

تکبّر سے نہیں ملتا وہ دلدار ٭ ملے جو خاک سے اس کو ملے یار
کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے ٭ کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے
پسند آتی ہے اس کو خاک ساری ٭ تذلل ہے رہِ درگاہِ باری

(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۱۵)

خدا کا مکالمہ فانیوں کیلئے ایک انعام ہے۔

اور خدا کا مکالمہ فانیوں کے لئے ایک انعام ہوتا ہے۔ ہر ایک مدعی کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ درحقیقت وہ فانی ہو چکا ہے یا ابھی جذبات نفسانیہ سے پُر ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۲۹)

آنحضرتؐ کی احتیاط۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبرائیل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے بلکہ حضرت خدیجہ کے پاس ڈرتے ڈرتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی

نفسی یعنی مجھے اپنے نفس کی نسبت بڑا اندیشہ ہوا ہے کہ کوئی شیطانی مکر نہ ہو۔ لیکن جو لوگ بغیر تزکیہ نفس کے جلدی سے ولی بننے کی خواہش کرتے ہیں وہ جلدی سے شیطان کے فریب میں آجاتے ہیں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۴۰)

اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کر سکتا۔

اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو جس قدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہوتا ہے اسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی ظلمت انسانی ترقیات کا نتیجہ ہے۔ اسی بنا پر صوفیاء کا قول ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کر سکتا۔ آدم کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا۔ اسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کر کے استغفار میں مشغول رہا ہے اور وہی خوف ترقیات کا موجب ہوتا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان اللّٰہ یحب التوابین و یحب المطھّرین .... ایسا ہی خدا تعالیٰ کے پیارے بندے خدا کی محبّت کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور ایک گندی فطرت سے ایک پاک جسم انہیں ملتا ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صـ۱۴۳، صـ۱۴۴)

الاستفتا

(ضمیمہ حقیقۃ الوحی)

مسیح موعود کا نشان۔

(آیۃ لہ ان اللہ یسمع دعائہ ولایضیع بکائہ۔

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور اس کا (یعنی مسیح موعود کا از مؤلف) نشان یہ ہے کہ اللہ اس کی دُعا کو سُنتا ہے اور اس کے رونے کو ضائع نہیں کرتا۔

(الاستفتاء صؔ)

اللہ نے مسیح موعود کو ابتہال اور اقبال علی اللہ دیا ہے۔

ورزقہ اللہ الابتہال والاقبال علیہ عند کل مصیبۃ فاستجاب اذا دعا۔ وجعل اثراً فی دعوتہ ومن دعا علیہ فقد ھوی۔

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور اللہ نے اس کو (یعنی مسیح موعود کو از مؤلف) ابتہال اور اقبال علی اللہ دیا ہے ہر مصیبت کے وقت۔ پس وہ اس کی سُنتا ہے جب وہ پکارتا ہے۔ اور اس نے اس کے پکارنے میں ایک تاثیر رکھی ہے اور جو اس کی تباہی کے لئے دُعا کرتا ہے وہ خود تباہ ہُوا۔

(الاستفتاء، ص۱۸)

مسیح موعود کی پاکیزگی۔

وجعلہ مصطفیٰ مُبرّأً من کل دنسٍ و زکّی

وقرّبہ نجیا واوحی الیہ ما اوحی وعلّمہ من لدنہ طریق الرشد والھُدی.

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور اللہ نے اس کو چُن لیا اور ہر ایک میل سے علیحدہ کر دیا اور پاک کیا اور اس کو اپنے قریب کیا اور اس کی طرف وحی کی جو وحی کی اور اس کو اپنی طرف سے رشد اور ہدایت کا طریق سکھلایا۔

(الاستفتاء، ص۱۹، ص۲۰)

نبی کریمؐ کی اتباع کے بعد وحی ہمارا حق اور مِلک ہے۔

وان نبینا خاتم الانبیاء، لا نبیّ بعدہٗ الّا الذی ینوّر بنورہ ویکون ظھورہ ظل ظھورہ۔ فالوحی لنا حق و ملک بعد الاتباع وھو ضالۃ فطرتنا وجدناہ من ھذا النبی المطاع۔ فاعطینا مجّانا من غیر الاشتراء۔ والمومن الکامل ھو الذی رزق من ھذہ النعمۃ علی سبیل الموھبۃ۔ والذی لم یرزق منہ شیئاً یخاف علیہ سوء الخاتمۃ۔

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور بے شک ہمارا نبیؐ خاتم الانبیاء ہے۔ اس کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہ جو اس کے نور کے ساتھ منوّر کیا جائے اور اس کا ظہور نبی کریمؐ کے ظہور کا ظل ہو۔ پس اتباع کے بعد وحی ہمارا حق اور مِلک ہے۔ اور وہ ہماری فطرت کی گم شدہ چیز ہے جو ہم نے اس نبی مطاع سے پائی۔ پس ہم کو وہ صفت بغیر خریدنے کے دی گئی۔ اور مومن کامل وہی ہوتا ہے جس کو یہ نعمت دی گئی بخشش کے طور پر۔ اور جس کو اس سے

حِصّہ نہ دیا گیا اس کے انجام کے بد ہونے کا خوف ہے۔

(الاستفتاء صـ۲۲)

اللہ کی طلب اور اس کا ملنا

وانی واللہ من الرحمان. یکلّمنی ربّی و یُوحی الیّ بالفضل والاحسان. وانی نشدتُہ حتی وجدتُہ وطلبتہ حتی اصبتُہ. وانی اعطیت حیاناً بعد الممات و وجدت الحق بعد ترك الفانیات. وان ربنا لا یضیع قوماً طالبین ولا یترك فی الشبہات من طلب الیقین۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ اور خدا کی قسم میں رحمان کی طرف سے ہوں میرے ساتھ میرا رب بولتا ہے اور میری طرف وحی کرتا ہے فضل اور احسان کے طور پر۔ اور میں نے اس کے متعلق پکارا اور سوال کیا یہانتک کہ میں نے اس کو پایا۔ اور میں نے اسے تلاش کیا یہانتک کہ وہ مجھے مل گیا۔ اور مجھے موت کے بعد زندگی دی گئی اور فانی چیزوں کو ترک کرکے میں نے حق کو پایا۔ اور تحقیق ہمارا رب تلاش کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا اور جو یقین طلب کرتا ہے اس کو شبہات میں نہیں چھوڑتا۔ (الاستفتاء صـ۲۴)

اللہ نے مجھے قطرے سے سمندر بنا دیا اور ذرہ سے پہاڑ۔

ثم اذا تمّت کلمۃ ربی و ملأ اللہ جوابی تبادر القوم بابی و صرت من القطرۃ کالبحار ومن الذرۃ کالجبال الکبار ومن زرع صغیر

کالاشجار المملوۃ من الثمار و من دودۃ ککماۃ المضمار۔ ان فی ذالك لآیۃ لاولی الابصار۔

(ترجمہ از خاکسار)۔ پھر میرے رب کی بات پوری ہوئی اور اللہ نے میرے حوض کو بھر دیا تو لوگ جلد جلد میرے دروازے پر آئے اور میں قطرہ سے سمندر بن گیا اور ذرہ سے بڑا پہاڑ اور چھوٹے سے پودے سے بڑے درختوں کی طرح جو پھلوں سے لدے ہوئے ہوں اور کیڑے سے ایک بہادر انسان۔ اس میں عقلمندوں کے لئے نشان ہے۔

(الاستفتا صـ۲۸)

اولیاء اللہ کی حالت انقطاع الی اللہ اور محبت الٰہی۔

والذین صدقوا عند ربہم قد ثنی اللہ تعالیٰ عن الدنیا عنانہم و عطف الیہ جنانہم فاختاروا لہ الیوم الاسود والموت الاحمر واعطوہ الظاہر والمضمر و سعوا الیہ بوجدہم وقضوا مناسك عشقہم واتمّوا طواف محبتہم اولئِكَ لا یُحْزون فی ہذہ وفی یوم الدین. و سیَسْکنون فی مقاصی عزّ ورفعۃٍ ...... یتراءیٰ نور جَبْہَتِہِمْ للناظرین. انہم سرّحوا امراءۃَ الدنیا وزینتہا واختاروا الآخرۃ وذاقوا سکینتہا واستراحوا مع اللہِ بعد ترك اھواءھم و خرّوا علی حضرۃ اللہ وخرّوا الیہ منقطعین وقنعوا من الدنیا بثوب کثیف وبقل قطیفٍ فاعطی ارواحہم حلاۃً

كبرقٍ مع غذاءٍ لطيف ورُدَّ اليهم ما تركوا وكذالك
يفعل الله بالمخلصين. ونظر الله اليهم فوجدهم
الطيّبين الطاهرين ورأى انهم يوثرونه على غيرهم
فآثرهم على الاغيار. ورأى انهم كانوا له فكان
لهم وجعلهم مهبطًا للانوار وكذالك جرت
سنّته من الاوّلين الى الآخرين. وكم برٍّ تُخفى لهم
فيخرجهم الله بايديه ولا تصيبهم مصيبة
يُهلَكوا بل يرى الله بها كراماتهم ولا تنزل عليهم
آفة ليدمروا بل ليثبّت الله بها انهم من المويّدين.
اولئك رجال صافاهم حِبُّهم ولا يخزى الله قومًا الّا
بعد ان يتالّم قلوبهم بايذاء تلك الخبيثين.
كذالك جرت سنة الله فى المخلوقين. واذا اقبلوا
على الله سُمع لهم واذا استفتحوا فخاب كل
ظلّام ضنين. يعيشون تحت رداءِ الله تراهم
احياءً وهم من الفانين .... لولا وجودهم
لفسدت الارض ومن فيها...... وما جئتكم من
هوى النفس وما كنت مشتاق الظهور. بل كنت
اُحبّ ان اعيش مكتومًا كاهل القبور. فاخرجنى
ربي على كراهتى من الخروج واضاء اسمى فى العالم
مع هربي من الشهرة والعروج. ولبثت عمرًا
كالسرّ المستور او لقُنفُذِ المذعور. او كرميم

وہ اللہ کی چادر کے نیچے رہتے ہیں تو ان کو زندہ سمجھتا ہے اور وہ فانیوں میں سے ہیں

فى التراب او كفتيل خارج من الحساب. ثم اعطانى
ربي ما يحفظ العداء ومنّ علىّ بوحى اجلى.

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور جو لوگ اپنے رب کے نزدیک صادق ہیں اللہ ان
کی باگ دُنیا سے پھیر لیتا ہے اور ان کے دل اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔
پس وہ اس کے لئے مصیبت کے دن اختیار کرتے ہیں۔ اور سختی کی موت۔
اور وہ اس کو ظاہر اور پوشیدہ سب دے دیتے ہیں اور اس کی طرف
وجد کے ساتھ دوڑتے ہیں اور اپنے عشق کے مناسک
اور اپنی محبت کا طواف پورا کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن کو
ذلیل نہیں کیا جاتا اس دنیا میں اور آخرت میں۔ اور وہ عزت اور بلندی
کے محلوں میں رہیں گے .... ان کی پیشانیوں کا نور دیکھنے والوں کیلئے
چمکتا ہے۔ انہوں نے دنیا کی عورت اور اس کی زینت کو رخصت کر دیا
اور آخرت کو پسند کر لیا اور اس کی سکینت کو چکھ لیا۔ اور اللہ کے ساتھ
آرام یافتہ ہو گئے اپنی خواہشات کو ترک کر کے۔ اور اللہ کے حضور گر گئے۔
اور اس کی طرف منقطع ہو کر بھاگے۔ انہوں نے دنیا کے موٹے کپڑے اور
تھوڑی سی سبزی کے ساتھ قناعت کی پس ان کی روحوں کو برق کی طرح
کپڑے اور لطیف غذا دی گئی اور ان کی طرف لوٹایا گیا جو انہوں نے خدا
کے لئے ترک کیا تھا۔ اللہ مخلصین کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ اور اللہ نے
ان کی طرف نظر کی اور ان کو طیب اور پاک پایا اور دیکھا کہ وہ اس کو باقی سب
پر مقدم کرتے ہیں پس اس نے بھی ان کو باقیوں سے چن لیا۔ اور اس نے دیکھا کہ
وہ اس کے لئے ہو گئے ہیں۔ پس وہ بھی ان کے لئے ہو گیا۔ اور ان کو انوار کا
مہبط بنا دیا۔ اس کی سنت اوّلین سے آخرین تک اسی طرح سے جاری ہے۔

اور کتنے گڑھے ہیں جو ان کے لئے کھودے جاتے ہیں پس اللہ ان کو اپنے ہاتھ سے نکالتا ہے۔ اور ان کو کوئی مصیبت اس لئے نہیں آتی کہ وہ ہلاک کئے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا اللہ اس سے ان کی کرامت ظاہر کرے۔ اور ان پر کوئی آفت اس لئے نازل نہیں ہوتی کہ ان کو تباہ کیا جائے بلکہ اس لئے کہ تا ان کا مؤید من اللہ ہونا ثابت کرے۔ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے محبوب نے خالص کر لیا ہے اور اللہ کسی قوم کو ذلیل نہیں کرتا مگر بعد اس کے کہ ان کے دل ان خبیثوں کی طرف سے تکلیف دیئے جائیں۔ اسی طرح سے اللہ کی سنت مخلوق میں جاری ہے۔ جب وہ اللہ کی طرف پورے زور سے رجوع کرتے ہیں تو ان کی دعا سنی جاتی ہے اور جب وہ فتح مانگتے ہیں تو ہر ایک ظالم اور بخیل تباہ ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ کی چادر کے نیچے رہتے ہیں۔ تو ان کو زندہ سمجھتا ہے اور وہ فانیوں میں سے ہیں ..... اگر ان کا وجود نہ ہوتا تو زمین بگڑ جاتی اور اس کے تمام لوگ۔ اور میں تمہاری طرف اپنی خواہش سے نہیں آیا اور نہ ہی میں باہر نکلنے کا خواہشمند تھا۔ بلکہ میں اہل قبور کی طرح چھپا ہوا رہنا چاہتا تھا۔ مگر میرے رب نے باوجود میری کراہت کے مجھے نکالا اور میرے نام کو تمام جہان میں روشن کیا باوجود اس کے کہ میں شہرت اور عروج سے بھاگتا تھا اور میں نے چھپے ہوئے بھید کی طرح زندگی بسر کی تھی۔ یا ڈرنے والی چڑیا کی طرح یا مٹی میں ملی ہوئی بوسیدہ ہڈی کی طرح یا گٹھلی کے دھاگے کی طرح جو کسی حساب میں شمار نہیں کیا جاتا۔ پھر میرے رب نے مجھے وہ کچھ دیا جس نے دشمنوں کو غصہ دلا دیا اور مجھ پر نہایت روشن وحی کے ساتھ احسان فرمایا۔

(الاستفتاء صفحہ ۳۰، ۳۱)

مسلمانوں سے خطاب۔ ان پر مصائب کی وجہ۔

وما کان لکافر ان یعزمکم ولکن ذنوبکم ھزمتکم وترکتم الحضرۃ وکذالک تترکون۔ وان اللہ نظر الی قلوبکم فما آنس فیھا تقاۃً فسلّط علیکم قومًا عُصاۃً واعطاھم لتعذیبکم قناۃ فھل انتم منتھون۔ ان اللہ لا یغیّر بقومٍ حتی یغیروا ما بانفسھم فھل انتم مغیّرون۔ وما یفعل اللہ بعذابکم ان شکرتم وآمنتم فھل انتم مومنون۔

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور کسی کافر کی مجال نہ تھی کہ تمہیں شکست دیتا مگر تمہارے گناہوں نے تمہیں ہزیمت دی۔ اور تم نے اللہ کو چھوڑ دیا اور اس طرح سے خود بھی چھوڑے گئے۔ اور اللہ نے تمہارے دلوں پر نگاہ کی اور ان میں پرہیزگاری نہ دیکھی پس اس نے تم پر ایک گندی قوم کو مسلّط کیا اور انہیں تمہاری تعذیب کے لئے نیزے دیئے۔ پس کیا تم باز نہیں آتے۔ اللہ کسی قوم سے اپنے سلوک کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدل لیں پس کیا تم تبدیلی پیدا کرو گے۔ اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لاؤ پس کیا تم ایماندار بنو گے۔

(الاستفتاء صفحہ ۴۰)

میں کعبہ اور حجر اسود ہوں۔ ہم دنیا سے دور ہیں۔

وانی واللہ فی ھذا الامر کعبۃ المحتاج کما انّ فی مکۃ کعبۃ الحجاج۔ وانی انا الحجر الاسود الذی وضع لہ القبول فی الارض والناس بمسّہ یتبرکون۔ لعن اللہ قومًا یقولون انہ یرید الدنیا

وانّا من الدنیا مُبعَدون. وجئتُ لاُقیم الناس
علی التوحید والصلوٰۃ۔

(ترجمہ از خاکسار) ۔ اور خدا کی قسم میں اس معاملہ (یعنی اصلاح کے معاملہ میں)
میں محتاجوں کا کعبہ ہوں جیسا کہ مکّہ میں حاجیوں کا کعبہ ہے ۔ اور میں حجر اسود
ہوں جس کی قبولیّت زمین میں پھیلائی گئی اور لوگ اس کو چھو کر برکت حاصل
کرتے ہیں۔ اللہ لعنت کرے ان لوگوں پر جو کہتے ہیں کہ یہ دنیا چاہتا ہے
حالانکہ ہم دُنیا سے دُور کئے گئے ہیں ۔ اور میں آیا ہوں تا لوگوں کو توحید
اور صلوٰۃ پر قائم کروں۔

(الاستفتاء صا۴۱)

ایجوّز العقل ان نجاھد حق الجہاد لمعرفة
اللہِ ثم لا نوافی دروبها ونموت لِنَسیم الرحمة
ثمّ لا نرزق حبوبها ....
وایّ موتٍ ھو اکبر من موت الحجاب وایّ
عمیً اشدّ اذیً من عدم رویة وجہ اللہ الوھاب۔
ولو کانت ھذہ الامة کالابکم والاصمّ لمات
الحشّاق من ھذا الھمّ . الذین یُذیبون وجودھم
لوصال المحبوب وما کانت منیّتھم فی الدنیا
الّا وصول ھذا المطلوب ۔ فمع ذالك کیف یترکھم
حبّھم فی لظی الاضطرار وفی نار الانتظار ولو کانت
کذالك لکانت ھذا القوم اشقی الاقوام لاتسفر

متلاشی کو معرفتِ الٰہی دی جاتی ہے وصالِ محبوب کیلئے اپنے وجودوں کو پگھلا دینے والوں پر اس کا رحم۔

صباحھم ولا تُسمع صیاحھم ویموتون فی بکاءٍ
وانین ۔ کلّا بل اللہ ارحم الراحمین وانه ما خلق
جوعًا الّا خلق معه طعامًا للجوعان وما خلق
غلیلًا الّا خلق معه ماءً للعطشان وکذالك
جرت سنّته لطلباء العرفان وانی عاینتھا
فکیف انکرھا بعد المعاینة وجرّبتھا
فکیف اشكّ فیھا بعد التجربة ۔
ولابدّ لنا ان ندعو الناس الی ما وجدناہ علی
وجه البصیرة۔ فوجب علی کل من یومن باللہ الوحید
ولا یانف من کلمة التوحید ان لا یقنع بالاَطْمار
ویطلب السابغات من حلل الدین ویرغب فی
تکمیل الدثار والشعار ویقرع باب الکریم بکمال
الصدق والاضطرار۔ وانه جوّاد لا یسئم من سؤال
الناس وان خزائنه خارجة من الحدّ والقیاس۔
فمن زاد سُؤالًا زاد نوالًا۔ فمن حُسْن الایمان
ان لا ییئس العبد من عطائه ولا یحسب بابه
مسدودًا علی احبّاءہ۔ وانکم ایھا الناس تحتاجون
الی نعم اللہ وآلائه .... فاعلموا ایھا الاخوان
رحمکم اللہ الرحمٰن انی جئتکم بطعام من السماء
.... وانّی اعطیت آیات وبرکات وانواع النصرة
وتائیدات وان الکاذبین لا یفتح لھم ھذا الباب

وہ بے انتہا بخشش کرنے والا ہے۔ وہ لوگوں کے سوالوں سے نہیں اکتاتا۔

ولولم يبق منهم بالمجاهدة الّا الاعصاب -

اتظنون ان الله يحب خوانًا اثيما -

(ترجمہ از خاکسار) ۔ کیا عقل یہ جائز قرار دیتی ہے کہ ہم اللہ کی معرفت کے لئے انتہائی کوشش کریں اور پھر ہم اس کے راستوں کو پورا پورا نہ پائیں، اور نسیم رحمت کے لئے مرجائیں اور پھر بھی وہ ہمارے لئے نہ چلے۔

اور حجاب کی موت سے بڑھ کر اور کونسی موت ہے اور اس وہاب کے چہرہ کو نہ دیکھ سکنے سے زیادہ اور کونسی نابینائی ہے۔ اور اگر یہ امّت گونگے اور بہروں کی طرح ہوتی تو عشاق اس غم سے مرجاتے۔ وہ لوگ جو اپنے وجود کو محبوب کے وصال کے لئے پگھلا دیتے ہیں اور اس دنیا میں ان کی آرزو سوائے اس مقصد کے حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں ہوتی پس باوجود اس کے ان کا محبوب کس طرح ان کو چھوڑ دے اضطرار کے شعلے میں اور انتظار کی آگ میں۔ اور اگر اسی طرح سے ہوتا تو ان لوگوں سے زیادہ شقی (بدقسمت) کوئی نہ ہوتا کہ جن کی صبح روشن نہ ہوئی اور جن کی چیخیں سُنی نہ گئیں اور وہ رونے اور چلّانے میں ہی مر گئے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ اللہ ارحم الراحمین ہے۔ اور اس نے کوئی بھوک پیدا نہیں کی مگر اس کے ساتھ بھوکوں کیلئے کھانا بھی پیدا کیا اور اس نے کوئی پیاس پیدا نہیں کی مگر اس کے ساتھ پیاسوں کے لئے پانی بھی پیدا کیا۔ اور عرفان کے چاہنے والوں کے لئے اس کی سنت اسی طرح سے جاری ہے۔ اور میں نے تو اس کا مشاہدہ کیا ہے پس میں مشاہدہ کے بعد کس طرح سے اس کا انکار کر دوں اور میں نے تو اس کو آزما لیا ہے پس میں تجربے کے بعد اس میں کس طرح شک کرسکتا ہوں۔

اور ضرور ہے کہ ہم لوگوں کو اس کی طرف بلائیں جو ہم نے علیٰ وجہ البصیرت

حاصل کیا۔ پس ہر اس شخص پر جو ایک اللہ پر ایمان لاتا ہے اور توحید کے کلمہ کو بُرا نہیں مناتا لازم ہے کہ وہ پھٹے ہوئے کپڑوں پر قناعت نہ کرے اور دین کے کامل کپڑوں کی طلب کرے اور باہر کے اور اندر کے کپڑے کے کامل کرنے کے لئے رغبت کرے اور اس کریم کا دروازہ کمال صدق اور اضطرار سے کھٹکھٹائے۔ وہ بے انتہا بخشش کرنے والا ہے۔ وہ لوگوں کے سوالوں سے نہیں اکتاتا اور اس کے خزانے حدوحساب سے باہر ہیں۔ پس جو سوال میں زیادتی کرے اس کو بخشش میں زیادتی کرتا ہے۔ پس حُسنِ ایمان سے یہ ہے کہ بندہ اس کی عطا سے مایوس نہ ہو اور اس کے دروازے کو اس کے دوستوں پر بند نہ سمجھے۔ اور تم اے لوگو اللہ کی نعمتوں اور اس کے احسانوں کے محتاج ہو۔ پس جان لو اے بھائیو اللہ تم پر رحم کرے کہ میں تمہارے پاس آسمان سے ایک کھانا لے کر آیا ہوں....... اور مجھے آیات اور برکات اور قسم قسم کی نصرتیں اور تائیدیں دی گئی ہیں۔ اور کاذبوں کے لئے یہ دروازہ نہیں کھولا جاتا اگرچہ مجاہدہ کرتے کرتے ان کے اعصاب کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ ایک حد درجے کے خائن اور گنہگار سے پیار کرتا ہے۔

(الاستفتاء ص۵۲ تا ص۵۴)

قد حان ان يفتح الباب فمن القارع المتاب وقد جرت العين لمن كانت له العين والله غفور رحيم۔ لا يردّ من جاء بقلب سليم۔ ومن زاد سؤالا يزده نوالاً۔

جو سوال میں زیادتی کرے اسکو عطا میں زیادتی کرتا ہے۔

(ترجمہ از خاکسار) قریب ہے کہ دروازہ کھولا جائے پس کون ہے جو اس کو بار بار کھٹکھٹائے۔ اور جس کی بصیرت کی آنکھ ہو اس کیلئے چشمہ جاری ہوتا ہے۔ اللہ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے جو قلب سلیم کے ساتھ آئے اس کو ردّ نہیں کیا جاتا۔ اور جو سوال میں زیادتی کرے اس کو عطا میں زیادتی کرتا ہے۔ (الاستفتاء صفحہ ۵۸)

دنیا کے متعلق انتہائی بے رغبتی کا پیدا ہونا۔

ولما رئیتُ ما رئیتُ اخذتنی الرّقّۃ فبکیتُ. وناجیتُ نفسی بانّ ھذہ الدنیا لیست الا کغدّار ولیس مآلھا الّا مرارۃُ خیبۃٍ وتبارٍ۔ وارھقتنی دار الدنیا بضیقھا والقی فی قلبی ان اعاف بریقھا. فصرف اللہ عنّی حبّ الدنیا رؤیۃَ زینتھا والتمایل علی شجرتھا وثمرتھا. وکنت احب الخمول واوثر زاویۃ الاختفاء وافرّ من المجالس ومواقع العجب والریاء. فاخرجنی اللہ من حجرتی وعرّفنی فی الناس وانا کارہٌ من شھرتی وجعلنی خلیفۃ آخر الزمان وامام ھذا الاوان۔

(ترجمہ از خاکسار۔ اور جب میں نے وہ کچھ دیکھا جو میں نے دیکھا (یعنی اپنے آباء کی ناکامی) تو مجھے رقّت آئی پس میں رویا اور میں نے اپنے نفس میں سوچا کہ یہ دُنیا تو غدّار ہے اور اس کا انجام ناکامی اور ہلاکت کی تلخی ہے۔ اور اس دُنیا کے گھر کی تنگی نے مجھے مصیبت میں ڈال دیا (یا اس دُنیا کے گھر کی تنگی مجھے سخت مصیبت معلوم ہوئی) اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ

میں اس کی چمکار سے نفرت کروں۔ پس اللہ نے دنیا کی محبت اور اس کی زینت کو دیکھنا اور اس کے شجر سے اور اس کے پھل پر مائل ہونا مجھ سے پھیر دیا۔ اور میں گمنامی اور گوشۂ تنہائی کو پسند کرتا تھا اور مجلسوں اور عجب اور ریاء کے موقعوں سے میں بھاگتا تھا۔ پس اللہ نے مجھے میرے حجرہ سے نکالا اور مجھے لوگوں میں شہرت دی حالانکہ میں اس سے کراہت کرتا تھا اور اس نے مجھے خلیفہ آخر الزمان اور اس وقت کا امام بنایا۔ (الاستفتاء صفحہ ۷۹)

خدا کے مالک ہونے کے معنے۔ عارف باوجود انتہائی مجاہدات کے اپنے تئیں اس کے رحم پر چھوڑتے ہیں۔

یاد رہے کہ مالک ایک ایسا لفظ ہے جس کے مقابل پر تمام حقوق مسلوب ہو جاتے ہیں اور کامل طور پر اطلاق اس لفظ کا صرف خدا پر ہی آتا ہے کیونکہ کامل مالک وہی ہے۔ جو شخص کسی کو اپنی جان وغیرہ کا مالک ٹھہراتا ہے تو وہ اقرار کرتا ہے کہ اپنی جان اور مال وغیرہ پر میرا کوئی حق نہیں اور میرا کچھ بھی نہیں سب مالک کا ہے۔ اس صورت میں اپنے مالک کو یہ کہنا اس کے لئے ناجائز ہو جاتا ہے کہ فلاں مالی یا جانی معاملہ میں میرے ساتھ انصاف کر کیونکہ انصاف حق کو چاہتا ہے اور وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہو چکا ہے۔ اسی طرح انسان نے جو اپنے حقیقی مالک کے مقابل پر اپنا نام بندہ رکھایا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کا اقرار کیا یعنی ہمارا مال۔ جان۔ بدن۔ اولاد سب خدا کی مِلک ہے تو اس اقرار کے بعد اس کا کوئی حق نہ رہا جس کا وہ خدا سے مطالبہ کرے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ جو درحقیقت عارف ہیں باوجود صدہا مجاہدات اور عبادات اور خیرات کے اپنے تئیں خدا تعالےٰ کے رحم پر چھوڑتے ہیں اور اپنے اعمال کو کچھ چیز نہیں سمجھتے اور کوئی دعویٰ نہیں کرتے کہ ہمارا کوئی حق ہے یا ہم کوئی حق بجا لائے ہیں کیونکہ درحقیقت نیک وہی ہے جس کی توفیق سے کوئی انسان نیکی کر سکتا ہے اور وہ صرف خدا ہے۔ پس انسان کسی اپنی ذاتی لیاقت اور ہنر کی وجہ سے خدا تعالےٰ

سے انصاف کا مطالبہ ہرگز نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف کی رُو سے خدا کے کام سب مالکانہ ہیں۔ جس طرح کبھی وہ گناہ کی سزا دیتا ہے۔ ایسا ہی وہ کبھی گناہ کو بخشش بھی دیتا ہے یعنی دونوں پہلوؤں پر اس کی قدرت نافذ ہے جیسا کہ مقتضائے ملکیت ہونا چاہیئے۔ اور اگر وہ ہمیشہ گناہ کی سزا دے تو پھر انسان کا کیا ٹھکانہ ہے بلکہ اکثر وہ گناہ بخش دیتا ہے اور تنبیہ کی غرض سے کسی گناہ کی سزا بھی دیتا ہے تا غافل انسان متنبہ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جیسا کہ قرآن شریف میں یہ آیت ہے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۵)

خدا قادر اور کریم ہے۔

وہ تو قادر اور کریم خدا ہے جس کو قرآن شریف نے ہم پر ظاہر کیا اور اس کے کرم اور عفو کی صفتیں ہمیں سُنائیں۔

(چشمۂ معرفت صفحہ ۱۹)

بندہ بطور حق کوئی چیز نہیں مانگ سکتا۔

ہم بھی اگر کسی مال کے مالک ہو کر سوالیوں کو کچھ دینا چاہیں تو کسی سوالی کا حق نہیں کہ یہ شکایت کرے کہ فلاں شخص کو زیادہ دیا اور مجھے کم دیا۔ اسی طرح کسی بندہ کا خدا تعالےٰ کے مقابل پر حق نہیں کہ اس سے انصاف کا مطالبہ کرے کیونکہ جس حالت میں جو کچھ بندہ کا ہے وہ سب کچھ خدا کا ہے تو نہ تو یہ بندہ کا حق ہے کہ انصاف کی رُو سے اس سے فیصلہ چاہے اور نہ خدا کی یہ شان ہے کہ اپنی مخلوق کا یہ مرتبہ تسلیم کرے کہ وہ لوگ اس سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے کے لئے

مجاز ہیں۔ پس درحقیقت جو کچھ خدا تعالےٰ بندہ کو اس کے اعمال کی جزائیں دیتا ہے وہ اس کا محض انعام اکرام ہے ورنہ اعمال کچھ چیز نہیں بغیر خدا کی تائید اور فضل کے اعمال کب ہو سکتے۔

(چشمۂ معرفت ص۱۹)

خدا کی فیاضانہ مالکیت کا تقاضا۔

پس جس خدا نے اپنی فیاضانہ مالکیت کا وہ نمونہ دکھلایا کہ عاجز بندوں کے لئے زمین و آسمان اور چاند اور سورج وغیرہ بنا دیئے اس وقت میں جب کہ بندوں اور ان کے اعمال کا نام و نشان نہ تھا کیا اس کی نسبت یہ گمان کر سکتے ہیں کہ وہ بندوں کا مرہون ہو کر صرف ان کے حقوق ادا کرتا ہے، اس سے بڑھ کر نہیں۔ کیا بندوں کا کوئی حق تھا کہ وہ ان کے لئے زمین و آسمان بناتا اور ہزاروں چمکتے ہوئے اجرام آسمان پر اور ہزارہا آرام اور راحت کی چیزیں زمین پر مہیا کرتا۔ پس اس فیاض مطلق کو محض ایک جج کی طرح فقط انصاف کرنے والا قرار دینا اور اس کے مالکانہ مرتبہ اور شان سے انکار کرنا کس قدر کفرانِ نعمت ہے۔
.... مالک کے مقابل پر مملوک کا کوئی حق نہیں ہوتا۔

(چشمۂ معرفت ص۲۰)

اعمال محدود نہیں۔

اور پھر یہ بھی سراسر دھوکہ دہی ہے کہ اعمال محدود ہیں کیونکہ راستباز لوگ کسی محدود زمانہ تک خدا کو یاد کرنا نہیں چاہتے بلکہ ہمیشہ کی اطاعت کے لئے دل میں عہد رکھتے ہیں اور یہ تو ان کے اختیار میں نہیں کہ موت آجائے۔ موت کا بھیجنا تو خدا کا کام ہے ان کا اس میں کیا قصور۔
(چشمہ معرفت ص۲۴)

بندوں کا حق۔ تضرع اور انکسار سے رحم کی درخواست

کوئی شخص مملوک ہو کر مالک سے انصاف کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ ہاں تضرع اور انکسار سے رحم کی درخواست کر سکتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۲۵)

اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا سخت بے ایمانی اور جہالت ہے۔ خدا سے انصاف کا تقاضا نہیں ہو سکتا۔

بندہ خدا کی ملک ہے اور اس کو اختیار ہے کہ اپنی ملک کے ساتھ جس طرح چاہے معاملہ کرے۔ جس کو چاہے بادشاہ بنا دے اور جس کو چاہے فقیر بنا دے اور جس کو چاہے چھوٹی عمر میں وفات دے اور جس کو چاہے لمبی عمر عطا کرے۔ اور ہم بھی تو جب کسی مال کے مالک ہوتے ہیں تو اس کی نسبت پوری آزادی رکھتے ہیں۔ ہاں خدا رحیم ہے بلکہ ارحم الراحمین ہے۔ وہ اپنے رحم کے تقاضا سے نہ کسی انصاف کی پابندی سے اپنی مخلوقات کی پرورش کرتا ہے کیونکہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ مالک کا مفہوم منصف کے مفہوم سے بالکل ضد پڑا ہوا ہے۔ جب کہ ہم اس کے پیدا کردہ ہیں تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ہم اس سے انصاف کا مطالبہ کریں۔ ہاں نہایت عاجزی سے اس کے رحم کی ضرور درخواست کر سکتے ہیں۔ اور اس بندہ کی نہایت بدذاتی ہے جو خدا سے اس کے کاروبار کے متعلق جو اس بندہ کی نسبت خدا تعالیٰ کرتا ہے انصاف کا مطالبہ کرے جبکہ انسانی فطرت کا سب تار و پود خدا تعالےٰ کی طرف سے ہے اور تمام قویٰ روحانی جسمانی اسی کے عطا کردہ ہیں اور اسی کی توفیق اور تائید سے ہر ایک اچھا عمل ظہور میں آسکتا ہے تو اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے اس سے انصاف کا مطالبہ کرنا سخت بے ایمانی اور جہالت ہے .... مبارک وہ جو اپنی کمزوریوں کا اقرار کر کے خدا سے رحم چاہتا ہے اور نہایت شوخ اور شریر اور بدبخت

وہ شخص ہے جو اپنے اعمال کو اپنی طاقتوں کا ثمرہ سمجھ کر خدا سے انصاف چاہتا ہے۔

(چشمۂ معرفت ص۲۶ و ص۲۷)

انسان شکر اور اطاعت میں پورا نہیں اُتر سکتا۔

اور ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت صاف یہ شہادت دے رہا ہے اور انسان کا صحیفۂ فطرت اس شہادت پر اپنے دستخط کر رہا ہے اور بزبانِ حال بیان کر رہا ہے کہ انسان کسی مرتبہ ترقی اور کمال میں اس قصور سے مبرا نہیں ہو سکتا کہ وہ بمقابل خدا کی نعمتوں اور اس کے حقوق کے شکر نہیں کر سکا اور اس کے احکام کی کامل پیروی اور پوری بجاآوری میں بہت قاصر رہا۔ (چشمۂ معرفت ص۴۳)

خدا تعالیٰ نے جو اپنے رحم اور بخشش کے متعلق قرآن شریف میں فرمایا ہے اس کا خلاصہ۔

قرآن شریف میں جو خدا نے فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اے بندو مجھ سے نومید مت ہو۔ میں رحیم و کریم اور ستار و غفار ہوں اور سب سے زیادہ تم پر رحم کرنے والا ہوں۔ اور اس طرح کوئی بھی تم پر رحم نہیں کرے گا جو میں کرتا ہوں۔ اپنے باپوں سے زیادہ میرے ساتھ محبت کرو کہ درحقیقت میں محبت میں ان سے زیادہ ہوں۔ اگر تم میری طرف آؤ تو میں سارے گناہ بخش دوں گا اور اگر تم توبہ کرو تو میں قبول کروں گا۔ اور اگر تم میری طرف آہستہ قدم سے بھی آؤ تو میں دوڑ کر آؤں گا۔ جو شخص مجھے ڈھونڈے گا وہ مجھے پائے گا۔ اور جو شخص میری طرف رجوع کرے گا وہ میرے دروازہ کو کھلا پائے گا۔ میں توبہ کرنے والے کے گناہ بخشتا ہوں خواہ پہاڑوں سے زیادہ گناہ ہوں۔ میرا رحم تم پر بہت زیادہ ہے

اور غضب کم ہے کیونکہ تم میری مخلوق ہو۔ میں نے تمہیں پیدا کیا اس لئے میرا رحم تم سب پر محیط ہے۔

(چشمۂ معرفت ص۴۸)

دوزخ کیا چیز ہے۔

خدا تعالیٰ سزا دہی کی کیفیت کے بارہ میں ایک جگہ قرآن شریف میں فرماتا ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ۔ یعنی دوزخ کیا چیز ہے۔ دوزخ وہ آگ ہے جو دلوں پر بھڑکائی جاتی ہے۔ یعنی انسان جب فاسد خیال اپنے دل میں پیدا کرتا ہے اور وہ ایسا خیال ہوتا ہے کہ جس کمال کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے مخالف ہوتا ہے تو جیسا کہ ایک بھوکا یا پیاسا بوجہ نہ ملنے غذا اور پانی کے آخر مر جاتا ہے ایسا ہی وہ شخص بھی جو فساد میں مشغول رہا اور خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کی غذا اور پانی کو نہ پایا وہ بھی مر جاتا ہے۔

(چشمۂ معرفت ص۵۴)

خدا کے غضب کے معنے۔

اس کے (یعنی خدا کے۔ناقل) غضب کے یہ معنے ہیں کہ وہ چونکہ پاک اور قدوس ہے اس لئے نہیں چاہتا کہ لوگ اس کے بندے ہو کر ناپاکی کی راہیں اختیار کریں اور تقاضا فرماتا ہے کہ ناپاکی کو درمیان سے اٹھایا جاوے۔ پس جو شخص ناپاکی پر اصرار کرتا ہے آخر کار وہ خدائے قدوس اپنے فیض کو جو مدارِ حیات اور راحت اور آرام ہے اس سے منقطع کر لیتا ہے اور یہی حالت اس نافرمان کے لئے موجب عذاب ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک باغ ہے جو ایک نہر کے پانی سے سرسبز اور شاداب ہوتا تھا اور جب

باغ والوں نے نہر کے مالک کی اطاعت چھوڑ دی تو مالک نہر نے اس باغ کو اپنے نہر کے پانی سے محروم کر دیا اور بند لگا دیا۔ تب باغ خشک ہو گیا۔ (چشمۂ معرفت ص۵۵)

الہام کا فائدہ۔

الہام ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو خدا کو نزدیک کر کے ہمیں دکھلا دیتا ہے۔ اور ہمارا رشتہ خدا سے محکم کر دیتا ہے اور ہم جیسے پہلے آسمان سے آئے تھے الہام دوبارہ ہمیں آسمان کی طرف لے جاتا ہے۔

(چشمۂ معرفت ص۵۵)

رُوح کی پاک خواہشوں کے سامان۔ وحی الٰہی۔

پس اب سوچنا چاہیئے کہ جبکہ انسانی جسم کو باوجود اس کے فانی ہونے کے تمام اس کی خواہشوں کا سامان دیا گیا ہے تو انسان کی روح کو جو دائمی اور ابدی محبت اور معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کی گئی ہے کس قدر اس کی پاک خواہشوں کے سامان دیئے ہوں گے۔ سو وہی سامان خدا کی وحی ہے۔ اور اس کے تازہ نشان ہیں جو ناقص العلم انسان کو یقین تام تک پہنچاتے ہیں۔ خدا نے جیسا کہ جسم کو اس کی خواہشوں کا سامان دیا ایسا ہی روح کو بھی اس کی خواہشوں کا سامان دیا تا جسمانی اور روحانی نظام دونوں باہم مطابق ہوں۔

روحانی زندگی کیا چیز ہے۔

جن کو روحانی حس دی گئی ہے وہ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ روح اپنی تکمیل کے لئے ایک روحانی غذا اور پانی کی محتاج ہے جس سے روحانی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ روحانی زندگی کیا چیز ہے؟ وہ اپنے محبوب حقیقی کی محبت اور اس سے قطع تعلق ہو جانے کا خوف ہے۔ اور محبت سے مراد

وہ حالت ہے کہ بکلی دل اس کی طرف کھینچا جائے اور اس کے مقابل پر کوئی دوسرا باقی نہ رہے۔ اور روحانی خوف سے یہ مراد ہے کہ قطع تعلق کے اندیشہ سے گناہ کا مادہ جل جائے اور روح میں ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اور دُنیا میں کوئی ایسی انسانی رُوح نہیں جو روحانی زندگی کی طالب نہیں۔ ہاں جو لوگ محض دُنیا کے کیڑے ہیں ان کی روح کی بصارت قریباً مردار پڑ جاتی ہے۔

(چشمۂ معرفت ص۵۶،۵۷)

اللہ نور السمٰوٰت والارض کے معنے۔

اللہ نور السمٰوٰت والارض یعنی خدا وہ ہے جو زمین اور آسمان میں اسی کے چہرہ کی چمک ہے اور اس کے بغیر سب تاریکی ہے۔ (چشمۂ معرفت ص۸۹)

عبادت کی دو قسمیں۔ تذلّل اور محبت۔

اصل بات یہ ہے کہ انسان عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور عبادت دو قسم کی ہے (۱) تذلّل اور انکسار۔ (۲) محبت اور ایثار۔ تذلّل اور انکسار کے لئے اس کو نماز کا حکم ہوا جو جسمانی رنگ میں انسان کے ہر ایک عضو کو خشوع اور خضوع کی حالت میں ڈالتی ہے یہانتک کہ دلی سجدہ کے مقابل پر اس نماز میں جسم کا بھی سجدہ رکھا گیا تا جسم اور روح دونوں اس عبادت میں شامل ہوں۔ .... پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا کہ عبادت کی اس قسم میں جو تذلّل اور انکسار ہے جسمانی افعال کا روح پر اثر پڑتا ہے اور روحانی افعال کا جسم پر اثر پڑتا ہے۔ پس ایسا ہی عبادت کی دوسری قسم میں بھی جو محبت اور ایثار ہے انہیں تاثیرات کا

کا جسم اور رُوح میں عوض معاوضہ ہے۔ محبت کے عالم میں انسانی روح ہر وقت اپنے محبوب کے گرد گھومتی ہے اور اس کے آستانہ کو بوسہ دیتی ہے۔ ایسا ہی خانہ کعبہ جسمانی طور پر محبان صادق کے لئے ایک نمونہ دیا گیا ہے اور خدا نے فرمایا کہ دیکھو یہ میرا گھر ہے اور یہ حجر اسود میرے آستانہ کا پتھر ہے...... جس طرح ہم زمین پر سجدہ کرتے ہیں مگر وہ سجدہ زمین کے لئے نہیں ایسا ہی ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں مگر وہ بوسہ اس پتھر کے لئے نہیں۔ پتھر تو پتھر ہے جو نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے نہ نقصان مگر اس محبوب کے ہاتھ کا ہے جس نے اس کو اپنے آستانہ کا نمونہ ٹھہرایا۔

(چشمۂ معرفت ص۹۱ تا ص۹۳)

تقویٰ کا کمال کیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماءھا و لکن ینالہ التقویٰ منکم یعنی خدا کو تمہاری قربانیوں کا گوشت نہیں پہنچتا اور نہ خون پہنچتا ہے مگر تمہاری تقویٰ اس کو پہنچتی ہے یعنی اس سے اتنا ڈرو کہ گویا اس کی راہ میں مر ہی جاؤ اور جیسے تم اپنے ہاتھ سے قربانیاں ذبح کرتے ہو اسی طرح تم بھی خدا کی راہ میں ذبح ہو جاؤ۔ جب کوئی تقویٰ اس درجہ سے کم ہے تو ابھی وہ ناقص ہے۔

(چشمہ معرفت ص۹۱)

تبدیل شدہ انسان کیلئے خدا بھی بدل جاتا ہے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس کی عمیق در عمیق اور بے حد قدرتوں کی انتہاء تک پہنچ گیا ہے بلکہ اس کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے

عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور وہ اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اسی کے قانون میں داخل ہے۔ جب ایک شخص اس کے آستانہ پر ایک نئی رُوح لے کر حاضر ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محض اس کی رضامندی کے لئے پیدا کرتا ہے تب خدا بھی اس کے لئے ایک تبدیلی پیدا کر لیتا ہے کہ گویا اس بندے پر جو خدا ظاہر ہوا ہے وہ اور ہی خدا ہے نہ وہ خدا جس کو عام لوگ جانتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی کے مقابل پر جس کا ایمان کمزور ہے کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے لیکن جو اس کی جناب میں ایک نہایت قوی ایمان کے ساتھ آتا ہے وہ اس کو دکھلا دیتا ہے کہ تیری مدد کے لئے میں بھی قوی ہوں۔

(چشمۂ معرفت ص۹۶)

انسان کا علم خدا کے علم کے مقابلہ میں۔

واضح ہو کہ بڑے بڑے فلاسفر جو دُنیا میں گذرے ہیں وہ یہ اقرار کر چکے ہیں کہ انسان کا علم خدا کے نامتناہی علم کے مقابل پر اس قدر بھی نہیں جیسا کہ ایک سوئی کو سمندر میں ڈبو کر اس کی کچھ تری سوئی میں رہ جاتی ہے۔

(چشمہ معرفت ص۱۰۲)

مکالمہ الٰہیہ کے وقت انسان کی حالت۔ بسلسلہ سوال و جواب۔

مگر مکالمہ الٰہیہ کے وقت میں جو انسان کو ایک قسم کی نیند اور غنودگی کی حالت میں خدا کا کلام دل پر نازل ہوتا ہے وہ غنودگی اسباب مادیہ کی حکومت اور تاثیر سے بالکل باہر ہے اور اس جگہ طبعی کے تمام اسباب اور علل معطل اور بے کار رہ جاتے ہیں۔ مثلاً جب ایک صادق انسان جس کا در حقیقت خدا تعالےٰ سے محبت اور وفا کا تعلق ہے اپنے اس

جوشِ تعلق میں اپنے رب کریم سے کسی حاجت کے متعلق کوئی سوال کرتا ہے تو ایسا ہوتا ہے کہ وہ ابھی اسی دُعا میں مشغول ہوتا ہے کہ ناگاہ ایک غنودگی اس پر طاری ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی آنکھ کھل جاتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اس سوال کا جواب اس غنودگی کے پردہ میں نہایت فصیح بلیغ الفاظ میں اس کو مل جاتا ہے۔ وہ الفاظ اپنے اندر ایک شوکت اور لذت رکھتے ہیں اور ان میں الوہیت کی طاقت اور قوت چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور میخ آہن کی طرح دل کے اندر دھنس جاتے ہیں اور وہ الہامات اکثر غیب پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب ایک سوال کے بعد وہ صادق بندہ اسی پہلے سوال کے متعلق کچھ اور عرض کرنا چاہتا ہے یا کوئی نیا سوال کرتا ہے تو پھر غنودگی اس پر طاری ہوجاتی ہے اور ایک سیکنڈ تک یا اس سے بھی کمتر حالت میں وہ غنودگی کھل جاتی ہے اور اس میں سے پھر ایک پاک کلام نکلتا ہے جیسے ایک میوہ کے غلاف میں سے اس کا مغز نکلتا ہے جو نہایت لذید اور پُر شوکت ہوتا ہے اسی طرح وہ خدا جو نہایت کریم اور رحیم اور اخلاق میں سب سے بڑھا ہُوا ہے ہر ایک سوال کا جواب دیتا ہے اور جواب دینے میں نفرت اور بیزاری ظاہر نہیں کرتا یہاں تک کہ اگر ساٹھ یا ستر یا سو دفعہ سوال کیا جائے تو اس کا جواب اسی صورت اور اسی پیرایہ میں دیتا ہے یعنی ہر ایک سوال کے وقت ایک خفیف سی غنودگی وارد ہوجاتی ہے اور کبھی ایک بھاری غنودگی اور ربودگی طاری حال ہوجاتی ہے کہ گویا انسان ایک غشی کی حالت میں پڑ گیا ہے۔ اور اکثر عظیم الشان امور میں اسی قسم کی وحی ہوتی ہے اور یہ وحی کی تمام قسموں میں سے برتر و اعلیٰ ہے .... یہ تو صحیح بات ہے جس سے انکار نہیں ہو

سکتا کہ ایک کمزور درجہ پر اور نہایت ضعیف مرتبہ پر اکثر آدمی خوابیں بھی دیکھتے ہیں اور الہام بھی ہوتا ہے مگر وہ خوابیں اور الہام کسی راستبازی اور تزکیہ نفس کا نتیجہ نہیں ہوتے اور کوئی فوق العادت امر ان میں نہیں ہوتا اور نہ وہ اس طرز سے الہام ہوتے ہیں کہ الہام پانے والوں کو ایک لمبے سلسلہ وحی سے جو دُعا کے بعد ایک ہی وقت میں سوال کے طور پر ہو عزّت دی جائے اور نہ ایسی عظیم الشان پیشگوئیاں ان الہاموں کے اندر ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ کھلے کھلے طور پر دنیا میں ممتاز کئے جائیں۔

(چشمہ معرفت ص۱۰۳ تا ۱۰۵)

خدا کی عظمت۔

وہ (خدا۔ از مؤلف) نہایت بلند ہے کوئی عقل اس کی کنہ تک پہنچ نہیں سکتی اور نہایت بڑا ہے اس کی عظمت کے آگے سب چیزیں ہیچ ہیں۔

(دھو العلیّ العظیم۔)۔

(چشمہ معرفت ص۱۱۰ حاشیہ)

خدا کے تنزہ اور تقدس کے مقام کا تقاضا۔

(خدا کے۔ از مؤلف) تنزہ اور تقدس کا مقام ماسوی اللہ کے فنا کو چاہتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۱۱۱)

خدا کی محبت میں مر رہنے والوں کو ان کا مطلوب دیا جاتا ہے

اور ایک وہ لوگ ہیں کہ جو خدا کی اطاعت اور محبت میں مر ہی رہتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کے لئے آگے سے آگے قدم رکھتے جاتے ہیں گو اس راہ میں بکلّی نیست و نابود ہو جائیں۔ اور معمولی اور رسمی عقیدہ پر خوش نہ ہو کر یہ چاہتے ہیں کہ پورے اور کامل طور پر خدا تعالےٰ کی معرفت

ان کو حاصل ہو اور چمکتے ہوئے نشانوں کی روشنی کے ساتھ وہ خدا کو دیکھ لیں۔ اور یہ بھوک اور پیاس بشدّت ان میں بڑھ جاتی ہے اور اس خواہش کے لئے وہ سب کچھ فدا کرتے ہیں اور موت کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھتے۔ پس وہ خدا جو ان کی اس حالت کو دیکھتا ہے ان کا مطلوب ان کو عطا کرتا ہے۔ اور یہ کیونکر ہو کہ اس کی کامل معرفت ڈھونڈنے والے محروم رہ جائیں۔

(چشمہ معرفت ص۱۲۹، ۱۳۰)

محبت اور اخلاص کے بڑھنے سے خدا کا نیا معاملہ۔

اس کے اسرار بے پایاں ہیں۔ جیسی جیسی کسی کی محبت بڑھتی ہے اور قوت اخلاص ترقی پکڑتی ہے ایسا ہی خدا بھی ایک نئے طور پر اس سے معاملہ کرتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۱۳۰)

حیات ثانی

لیکن قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ابرار اور اخیار اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں کوئی تین دن کے بعد، کوئی ہفتہ کے بعد، کوئی چالیس دن کے بعد۔ اور یہ حیات ثانی نہایت آرام اور آسائش اور لذت کی ان کو ملتی ہے۔ یہی حیات ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے نیک بندے اپنی پوری قوت اور پوری کوشش اور پورے صدق وصفا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور نفسانی تاریکیوں سے باہر آنے کیلئے پورا زور لگاتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کے لئے تلخ زندگی اختیار کرتے ہیں گویا مر ہی جاتے ہیں۔

(چشمہ معرفت ص۱۵۵)

روح کے تغیرات۔

رُوح کے تغیرات خاص کر مجاہدات کے وقت میں اور عالم کشف کی حالت میں ایسے عجیب ہیں کہ انسان کو گویا خدا تعالیٰ کا چہرہ دکھا دیتے ہیں اور معرفت کی منازل کو طے کرنے والے ہر ایک اپنے مرتبہ ترقی کے وقت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پہلی حالت رُوح کی گویا ایک موت تھی۔

(چشمہ معرفت ص۱۵۸ حاشیہ)

روحوں میں محبت اور عشق کی قوتیں محبتِ الٰہی کا دریا۔

پھر اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اس کی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت پر چھڑک دیا ہے اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پردۂ غفلت دُور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے۔ آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو ان کو محبت الٰہی میں دیوانہ کی طرح بنا دیا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے۔ ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالیٰ کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کنجی ہے۔

(چشمہ معرفت ص۱۵۸، ص۱۵۹)

رُوح کے تغیرات۔

رُوح کے تغیرات غیر متناہی ہیں۔

(چشمہ معرفت ص۱۵۹)

ان کو حاصل ہو اور چمکتے ہوئے نشانوں کی روشنی کے ساتھ وہ خدا کو دیکھ لیں۔ اور یہ بھوک اور پیاس بشدّت ان میں بڑھ جاتی ہے اور اس خواہش کے لئے وہ سب کچھ فدا کرتے ہیں اور موت کو بھی کچھ چیز نہیں سمجھتے۔ پس وہ خدا جو ان کی اس حالت کو دیکھتا ہے ان کا مطلوب ان کو عطا کرتا ہے۔ اور یہ کیونکر ہو کہ اس کی کامل معرفت ڈھونڈنے والے محروم رہ جائیں۔

(چشمہ معرفت ص ۱۲۹، ۱۳۰)

محبت اور اخلاص کے بڑھنے سے خدا کا نیا معاملہ۔

اس کے اسرار بے پایاں ہیں۔ جیسی جیسی کسی کی محبت بڑھتی ہے اور قوت اخلاص ترقی پکڑتی ہے ایسا ہی خدا بھی ایک نئے طور پر اس سے معاملہ کرتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص ۱۳۰)

حیات ثانی

لیکن قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ابرار اور اخیار اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں کوئی تین دن کے بعد، کوئی ہفتہ کے بعد، کوئی چالیس دن کے بعد۔ اور یہ حیات ثانی نہایت آرام اور آسائش اور لذت کی ان کو ملتی ہے۔ یہی حیات ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے نیک بندے اپنی پوری قوت اور پوری کوشش اور پورے صدق وصفا کے ساتھ خدا تعالے کی طرف جھکتے ہیں اور نفسانی تاریکیوں سے باہر آنے کیلئے پورا زور لگاتے ہیں اور خدا کی رضا جوئی کے لئے تلخ زندگی اختیار کرتے ہیں گویا مر ہی جاتے ہیں۔

(چشمہ معرفت ص ۱۵۵)

روح کے تغیرات۔

رُوح کے تغیرات خاص کر مجاہدات کے وقت میں اور عالم کشف کی حالت میں ایسے عجیب ہیں کہ انسان کو گویا خدا تعالے کا چہرہ دکھا دیتے ہیں اور معرفت کی منازل کو طے کرنے والے ہر ایک اپنے مرتبہ ترقی کے وقت محسوس کرتے ہیں کہ ان کی پہلی حالت رُوح کی گویا ایک موت تھی۔

(چشمہ معرفت ص ۱۵۸ حاشیہ)

روحوں میں محبت اور عشق کی قوتیں محبت الٰہی کا دریا۔

پھر اگر انسانی روحیں خدا کے ہاتھ سے نہیں نکلیں اور اس کی پیدا کردہ نہیں تو خدا کی محبت کا نمک کس نے ان کی فطرت پر چھڑک دیا ہے اور کیوں انسان جب اس کی آنکھ کھلتی ہے اور پردۂ غفلت دُور ہوتا ہے تو دل اس کا خدا کی طرف کھینچا جاتا ہے اور محبت الٰہی کا دریا اس کے صحن سینہ میں بہنے لگتا ہے۔ آخر ان روحوں کا خدا سے کوئی رشتہ تو ہوتا ہے جو ان کو محبت الٰہی میں دیوانہ کی طرح بنا دیا ہے۔ وہ خدا کی محبت میں ایسے کھوئے جاتے ہیں کہ تمام چیزیں اس کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ وہ عجیب تعلق ہے۔ ایسا تعلق نہ ماں کا ہوتا ہے نہ باپ کا۔ پس اگر بقول آریوں کے روحیں خود بخود ہیں تو یہ تعلق کیوں پیدا ہو گیا اور کس نے یہ محبت اور عشق کی قوتیں خدا تعالے کے ساتھ روحوں میں رکھ دیں۔ یہ مقام سوچنے کا مقام ہے اور یہی مقام ایک سچی معرفت کی کنجی ہے۔

(چشمہ معرفت ص ۱۵۸، ص ۱۵۹)

رُوح کے تغیرات۔

رُوح کے تغیرات غیر متناہی ہیں۔

(چشمہ معرفت ص ۱۵۹)

کوئی کیمیا ایسی نہیں جیسا کہ خدا کی محبت۔

مگر کوئی کیمیا ایسی نہیں جیسا کہ خدا کی محبت اور خدا کی طرف ایسا جھکنا جیسا کہ شیر خوار بچہ اپنی ماں کی طرف جھکتا ہے۔

(چشمہ معرفت صـ۱۶۴)

عبادت کی دو قسمیں۔ توبہ و استغفار۔ حمد و ثناء۔

خدائے عزوجل کی عبادت دو قسم کی ہے (۱) ایک توبہ و استغفار یعنی اس کے آستانہ پر جھک کر اپنے گناہوں کا اقرار کرنا اور نہایت تذلل اور انکسار اور فنا کی حالت بنا کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہنا اور طہارت و تقویٰ کے حصول کے لئے اس کی مدد کی درخواست کرنا اور سچے دل سے اس کی جناب میں عہد کرنا کہ پھر ایسا گناہ نہ کریں گے۔ (۲) دوسری قسم کی عبادت یہ ہے کہ اس کی تمام خوبیوں اور کمالات کا ذکر کر کے اس کو یاد کرنا اور اس کی صفات ذاتیہ اور اضافیہ کا اقرار کر کے اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہنا۔ صفاتِ ذاتیہ یہ کہ وہ اپنے کمال ذات اور ابدیت اور ازلیت اور تمام قدرتوں اور طاقتوں اور علم میں واحد لاشریک ہے۔ اور صفات اضافیہ یہ کہ اس نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا ہے تا اپنی خالقیت ثابت کرے اور اس نے بغیر کسی عمل کے زمین و آسمان کی ہزاروں نعمتیں انسانوں کے لئے مہیا کی ہیں تا اپنی رازقیت ثابت کرے اور وہ اسی دنیا میں عبادت اور مجاہدہ کرنے والوں کو ایک خاص عزت بخشتا اور خاص تائید کے ساتھ ان میں اور ان کے غیروں میں فرق کر کے دکھلا دیتا ہے اور اپنے قرب اور مکالمہ مخاطبہ کا شرف ان کو بخشتا ہے تا اپنی رحیمیت ثابت کرے اور قیامت کو ہر ایک فرمانبردار اور نافرمان کو اپنی مرضی کے موافق جزا سزا دے گا تا اپنا مالک جزا و سزا ہونا ثابت کرے۔

(چشمہ معرفت صـ۱۶۴ و صـ۱۶۵)

یہ بات ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ انسان کی پاکی یا پلیدی ہزاروں پردوں کے اندر ہوتی ہے اور اس کو کوئی نہیں جانتا مگر محض خدا۔ اور جیسا کہ ایک ناپاک طبع آدمی اپنی ناپاکی کو پوشیدہ رکھتا ہے تا ایسا نہ ہو کہ کوئی اس پر اطلاع پاوے ایسا ہی وہ آدمی جو پاک سرشت ہے اور خدا کے ساتھ ایک گہرا تعلق رکھتا ہے وہ اپنے ان مخفی تعلقات کو ظاہر نہیں کرتا جو خدا کے ساتھ ہیں۔ اور ایسا چھپاتا ہے جیسا کہ گنہگار اپنے گناہ کو۔ اور اگر کوئی اس کے ان پوشیدہ اسرار پر اطلاع پاوے جو خدا کے ساتھ وہ رکھتا ہے تو وہ ایسا شرمندہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ ایک بدکار عین بدکاری میں پکڑا جائے۔

خالص محبتِ الٰہی اور خالص عشقِ الٰہی اخفاء کو چاہتا ہے۔

خالص محبت الٰہی اور خالص عشق الٰہی اخفاء کو چاہتا ہے اس لئے پاک لوگوں کے اندرونی اسرار پر کوئی واقف نہیں ہوسکتا۔ ہاں خدا نہیں چاہتا کہ وہ مخفی رہیں اور وہ اپنے دوستوں کے لئے اس قدر غیرت مند ہے کہ کوئی دنیا میں ایسا غیرت مند نہیں ہوگا۔

خدا کی غیرت اپنے دوستوں کے لئے۔

وہ ان کے لئے بڑے بڑے کام دکھاتا ہے اور ان کی عزت کو تمام دنیا میں شہرت دیتا ہے۔ نادان دشمن چاہتا ہے کہ وہ معدوم ہو جائیں ان کا نام و نشان نہ رہے وہ ذلیل اور بدنام ہو جائیں اور ان کی زندگی ناپاک اور ملوّث ثابت ہو اور ہزاروں تہمتوں کا انبار لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے مگر وہ جو ان کے دل کو دیکھتا ہے۔ اور ان کے پاک تعلق پر اطلاع رکھتا ہے وہ اس شریر دشمن کے مقابل پر آپ کھڑا ہو جاتا ہے اور اس کی غیرت اپنے اس پیارے کے لئے جوش مارتی ہے تب وہ لاکھوں تہمتوں کو ایک ہی کرشمۂ قدرت سے کالعدم کر دیتا ہے۔

(چشمہ معرفت صـ۱۶۷)

صادق محبوں کے لئے عجائبات کا اظہار۔

ہاں اس کی عجائب قدرتیں ہر ایک کے ساتھ یکساں نہیں۔ جیسے جیسے انسان اس سے تعلق محبت اور اخلاص پیدا کرتا ہے اسی قدر اس پر قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں اور جو اس کے کام عوام کے لئے محال ہیں اور ظاہر نہیں ہوتے وہ خواص کے لئے بباعث ان کے تعلق کے ظاہر کئے جاتے ہیں۔ غرض اس کی ذات میں بے شمار عجائب قدرتیں ہیں مگر اس پر ظاہر ہوتی ہیں جو اس کی محبت میں گم ہو جاتا ہے اور ان کے لئے وہ کام دکھاتا ہے جو ایک اندھا فلسفی اس کام کو محال سمجھتا ہے۔ وہ اپنے صادق محبوں کے لئے وہ عجائبات ظاہر کرتا ہے جو دنیا کے عقلمند اس کو فوق العادت سمجھتے ہیں۔ اس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں اور صرف ایسی بات وہ نہیں کرتا جو اس کا عہد یا اس کے صفات روکتے ہوں۔ مبارک وہ جو اس کی قدرتوں کی نسبت اپنے ایمان کو ترقی دیں ورنہ بے ایمان کی دعا بھی قبول نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اپنی شیطانی نیچریت کی وجہ سے اس کو قادر نہیں جانتا۔

(چشمہ معرفت صـ۲۱۲ و ۲۱۳)

تقویٰ کی راہوں کی تلاش۔ خدا خود کن کیلئے آرام تجویز کرتا ہے۔

وہ لوگ جو تقویٰ کی تلاش میں لگے نہیں رہتے کہ کیونکر حاصل ہو اور تقویٰ کے حصول کے لئے کوئی تدبیر نہیں کرتے اور نہ دعا کرتے ہیں۔ ان کی حالتیں اس پھوڑے کی مانند ہیں جو اوپر سے بہت چمکتا ہے مگر اس کے اندر بجز پیپ کے اور کچھ نہیں۔ اور خدا کی طرف جھکنے والے جو کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے وہ تقویٰ کی راہوں کو یوں ڈھونڈتے پھرتے ہیں جیسا کہ ایک گدا روٹی کو۔ اور جو لوگ خدا کی راہ میں مصیبتوں کی آگ میں پڑتے ہیں جن کا دل ہر وقت مغموم رہتا ہے اور خدا کی راہ میں بڑے

مقاصد مگر دشوار گذار ان کی رُوح کو تحلیل کرتے اور کمر کو توڑتے رہتے ہیں ان کے لئے خدا خود بخود تجویز کرتا ہے کہ وہ اپنے دن یا رات میں سے چند منٹ اپنی مانوس بیویوں کے ساتھ بسر کریں اور اس طرح پر اپنے کوفتہ اور شکستہ نفس کو آرام پہنچا دیں اور پھر سرگرمی سے اپنے دینی کام میں مشغول ہو جاویں۔ ان باتوں کو کوئی نہیں سمجھتا مگر وہ جو اس راہ میں مذاق رکھتے ہیں۔

(چشمہ معرفت صـ۲۳۹)

مردانِ راہ کی حالت۔

تو مردانِ آں راہ چوں بنگری ٭ کہ از کینہ و بغض کور و کری
چہ دانی کہ ایشاں چساں می زیند ٭ ز دنیا نہاں در نہاں می زیند
خدا گشتہ در راہ آں جاں پناہ ٭ ز کف دل ز سر اوفتادہ کلاہ
دلے ریش رفتہ بکوئے دِگر ٭ ز تحسین و لعنِ جہاں بے خبر
چو بیت المقدس دروں پر ز تاب ٭ رہا کردہ دیوار بیروں خراب

(چشمہ معرفت صـ۲۴۰)

قرآن شریف کی بعض خاصیات۔

غرض قرآن شریف معارف و حقائق کا ایک دریا ہے اور پیشگوئیوں کا ایک سمندر ہے اور ممکن نہیں کہ کوئی انسان بجز ذریعہ قرآن شریف کے پورے طور پر خدا تعالےٰ پر یقین لا سکے کیونکہ یہ خاصیت خاص طور پر قرآن شریف میں ہی ہے کہ اس کی کامل پیروی سے وہ پردے جو خدا میں اور انسان میں حائل ہیں سب دور ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک مذہب والا محض قصہ کے طور پر خدا کا نام لیتا ہے مگر قرآن شریف اس محبوبِ حقیقی کا

چہرہ دکھلا دیتا ہے اور یقین کا نور انسان کے دل میں داخل کر دیتا ہے اور وہ خدا جو تمام دُنیا پر پوشیدہ ہے وہ محض قرآن شریف کے ذریعہ سے دکھائی دیتا ہے۔

(چشمہ معرفت صـ۲۵۹ ، صـ۲۶۰)

خدا قادر ہے اس کی قدرتیں عجیب درعجیب اور عمیق در عمیق اور وراء الوراء اور لایدرک ہیں۔

اور درحقیقت کوئی شخص خدا کو شناخت نہیں کر سکتا جب تک اس حد تک اس کی معرفت نہ پہنچ جائے کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ خدا کے بے شمار کام ایسے ہیں کہ جو انسانی طاقت اور عقل اور فہم سے بالا تر اور بلند تر ہیں۔ اور اس مرتبہ معرفت سے پہلے یا تو انسان محض دہریہ ہوتا ہے اور خدا کے وجود پر ایمان ہی نہیں رکھتا اور یا اگر خدا کو مانتا ہے تو صرف اس خدا کو مانتا ہے کہ جو اس کے خود تراشیدہ دلائل کا ایک نتیجہ ہے نہ اس خدا کو جو اپنی تجلی سے اپنے تئیں آپ ظاہر کرتا ہے اور جس کی قدرتوں کے اسرار اس قدر ہیں کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ جب سے خدا نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ خدا کی قدرتیں عجیب درعجیب اور عمیق در عمیق اور وراء الوراء اور لا یدرک ہیں تب سے میں ان لوگوں کو جو فلسفی کہلاتے ہیں پکے کافر سمجھتا ہوں اور چھپے ہوئے دہریہ خیال کرتا ہوں۔ میرا خود ذاتی مشاہدہ ہے کہ کئی عجائب قدرتیں خدا تعالیٰ کی ایسے طور پر میرے دیکھنے میں آئی ہیں کہ بجز اس کے کہ ان کو نیستی سے ہستی کہیں اور کوئی نام ان کا ہم رکھ نہیں سکتے جب کہ ان نشانوں کی بعض مثالیں بعض موقعہ پر میں نے لکھ دی ہیں۔ جس نے یہ کرشمۂ قدرت نہیں دیکھا اس نے کیا دیکھا۔

(چشمہ معرفت صـ۲۶۸ ، صـ۲۶۹)

انسانی علم کی حقیقت۔

جس قدر انسان اس کی باریک حکمتوں پر اطلاع پاتا ہے وہ انسانی علم اس قدر بھی نہیں کہ جیسے ایک سوئی کو سمندر میں ڈبویا جائے اور اس میں کچھ سمندر کی پانی کی تری باقی رہ جائے۔

(چشمہ معرفت صـ۲۷۰)

انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے۔ الہام کس طرح ہوتا ہے۔

جیسا کہ فلسفی لوگ تمام مدار ادراک معقولات اور تدبر اور تفکر کا دماغ پر رکھتے ہیں۔ مگر اہل کشف نے اپنی صحیح رویت اور روحانی تجارب کے ساتھ معلوم کیا ہے کہ انسانی عقل اور معرفت کا سرچشمہ دل ہے جیسا کہ میں پنتیس برس سے اسبات کا مشاہدہ کر رہا ہوں کہ خدا کا الہام جو معارف روحانیہ اور علوم غیبیہ کا ذخیرہ ہے دل پر ہی نازل ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک ایسی آواز سے دل کا سرچشمۂ علوم ہونا کھل جاتا ہے کہ وہ آواز دل پر اس طور سے بشدت پڑتی ہے کہ جیسے ایک ڈول زور کے ساتھ ایک ایسے کوئیں میں پھینکا جاتا ہے جو پانی سے بھرا ہوا ہے۔ تب وہ دل کا پانی جوش مار کر ایک غنچہ کی شکل میں سربستہ اوپر کو آتا ہے اور دماغ کے قریب ہو کر پھول کی طرح کھل جاتا ہے اور اس میں سے ایک کلام پیدا ہوتا ہے۔ وہی خدا کا کلام ہے۔ پس ان تجارب صحیحہ روحانیہ سے ثابت ہے کہ دماغ کو علوم اور معارف سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں اگر دماغ صحیح واقعہ ہو اور اس میں کوئی آفت نہ ہو تو وہ دل کے علوم مخفیہ سے مستفیض ہوتا ہے۔ اور دماغ چونکہ مُنبتِ اعصاب ہے اس لئے وہ ایسی کل کی طرح ہے جو پانی کو کوئیں سے کھینچ سکتی ہے اور دل وہ کنواں ہے جو علوم مخفیہ کا سرچشمہ ہے۔

(چشمہ معرفت صـ۲۷۰ ، صـ۲۷۱)

بجز خدا کی گواہی کے کسی کو پاک نہیں کہا جا سکتا۔

پوتر یعنی پاک ہونا یا ناپاک ہونا یہ ایک پوشیدہ امر ہے اور بجز خدا کی گواہی کے کسی کی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ پاک ہے ......
خدا کے نبیوں کی زندگی سادہ ہوتی ہے وہ اس نیت سے کوئی کام نہیں کرتے کہ ان کو بزرگ سمجھا جائے۔ وہ خاص طور پر کوئی رنگدار کپڑا نہیں پہنتے کوئی مالا اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتے اور کوئی ایسی خاص وضع نہیں بناتے جس سے یہ مقصود ہو کہ لوگ ان کو بزرگ سمجھیں اور نہ ان کو اس بات کی کچھ پرواہ ہوتی ہے کہ لوگ ان کو خدا رسیدہ خیال کریں بلکہ وہ دنیا کے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی طرح بھی تصوّر نہیں کرتے۔

خدا کی محبت کا دلوں پر کام۔

خدا کی محبت ان کے دلوں پر ایسا کام کرتی ہے کہ ان کے دل خدا کی عظمت قبول کرنے کے بعد کسی کی پرواہ نہیں رکھتے۔ سب پر رحم کرتے ہیں مگر اس طور پر کسی کی عظمت نہیں مانتے کہ بعد خدا کے وہ بھی کچھ چیز ہے۔ اور وہ نہیں چاہتے کہ اپنے تئیں لوگوں پر ظاہر کریں اور اپنی اندرونی پاکیزگی لوگوں کو دکھا دیں بلکہ وہ انگشت نما ہونے سے کراہت کرتے ہیں۔ ان کی فطرت ہی ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ شہرت سے ہزار کوس دُور بھاگتے ہیں اور گمنام رہنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ خدا جو ان کے دلوں کو دیکھتا ہے اور ان کو اس کام کے لئے لائق سمجھتا ہے کہ وہ اپنے گوشوں اور حجروں سے باہر نکلیں اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ کی دعوت کریں وہ جبراً ان کو خلوت سے جلوت کی طرف لے آتا ہے اور زمین پر اپنے قائم مقام بنا کر ان کے ذریعہ سے دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتا ہے اور ان کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے اور دُنیا پر ان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ان کی تائید میں وہ قدرت کے نمونے ظاہر کرتا ہے کہ آخر ہر ایک عقلمند کو ماننا پڑتا ہے کہ وہ خدا

کی طرف سے ہیں۔ (چشمہ معرفت صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۳)

خدا کا ولی بننے کا مقام کن کو میسر آتا ہے۔

کیا خدا تک پہنچنے کے لئے یہی راہ ہے کہ کوئی شخص بیوی نہ کرے۔ اگر یہی بات ہے تو یہ نسخہ بہت سہل ہے۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ جن کو بیوی میسر نہیں آتی یا ان امور پر قادر نہیں ہو سکتے وہ سب خدا کے ولی اور دوست سمجھے جائیں۔ نہیں بلکہ وہ راہ بہت دُور ہے اور وہ مقام انہیں کو میسر آتا ہے جو خدا کی راہ میں کھوئے جاتے ہیں اور صدق اور وفا کے مرحلہ کو اس منزل تک طے کر لیتے ہیں جو سچ مچ اور درحقیقت خدا کے لئے اپنے وجود سے مَر ہی جاتے ہیں۔ ان کو خدا سے کوئی چیز نہیں روکتی۔ نہ وہ بیویاں جو ان کی پیاری اور عزیز ہوتی ہیں اور نہ وہ اولاد جو ان کے جگر گوشہ کہلاتے ہیں۔ عجیب قسم کے یہ پاک دل لوگ ہیں جو باوجود ہزار ہا تعلقات کے پھر بھی کسی سے تعلق نہیں رکھتے۔ وہ ایسے ماسوی اللہ سے بے تعلق ہوتے ہیں کہ اگر ان کی ہزار ہا بیوی ہو اور ہزار لڑکا ہو پھر بھی ہم قسم کھا کر کہہ سکتے ہیں کہ ان کی ایک بھی بیوی نہیں اور نہ ان کا کوئی لڑکا ہے۔ ان کو یہ اندھی دنیا نہیں جانتی کہ وہ کس مقام پر ہیں۔ اور کون ان کو جانتا ہے مگر وہی جس نے ان کو یہ پاک فطرت عطاء کی ہے یا وہ جس کو اسی کی طرف سے آنکھیں دی جائیں۔ دُنیا میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت گذرے ہیں اور آگے ہوں گے لیکن ہم نے

نبی کریمؐ کی سب پر فضیلت۔

سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے قریب تر اس مردِ خدا کو پایا ہے جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸)

آسمانی کتاب کی غرض۔

اصل غرض آسمانی کتاب کی یہی ہونی چاہیئے کہ اپنے پیروی کرنے والے کو اپنی تعلیم اور تاثیر اور قوّت اصلاح اور اپنی روحانی خاصیت سے ہر ایک گناہ اور گندی زندگی سے چھوڑا کر ایک پاک زندگی عطاء فرماوے اور پھر پاک کرنے کے بعد خدا کی شناخت کیلئے ایک کامل بصیرت عطا کرے اور اس ذات بے مثل کے ساتھ جو تمام خوشیوں کا سرچشمہ ہے محبت اور عشق کا تعلق بخشے کیونکہ درحقیقت یہی محبت نجات کی جڑھ ہے اور یہی وہ بہشت ہے جس میں داخل ہونے کے بعد تمام کوفت اور تلخی اور رنج وعذاب دُور ہو جاتا ہے۔

(چشمہ معرفت صـــ۲۹۱)

نجات کی جڑھ محبت ہے۔

گناہ کی رغبت کا جذام کب دُور ہوتا ہے۔

یاد رہے کہ گناہ کی رغبت کا جذام نہایت خطرناک جذام ہے اور یہ جذام کسی طرح دُور ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا کی زندہ معرفت کی تجلیات اور اس کی ہیبت اور عظمت اور قدرت کے نشان بارش کی طرح وارد نہ ہوں اور جب تک کہ انسان خدا کو اس کی ہیبت طاقتوں کے ساتھ ایسا نزدیک نہ دیکھے جیسے وہ بکری کہ جب شیر کو دیکھتی ہے کہ صرف وہ اس سے دو قدم کے فاصلہ پر ہے۔

(چشمہ معرفت صـــ۲۹۲)

خدا کی عظمت اور ہیبت کیلئے کس

خدا کی عظمت اور ہیبت کا وہ یقین چاہیئے جو غفلت کے پردوں کو پاش پاش کردے اور بدن پر ایک لرزہ ڈال دے اور موت کو قریب کرکے دکھلا دے اور ایسا خوف دل پر غالب کرے جس سے تمام تار و پود

قسم کے یقین کی ضرورت ہے۔

نفس امّارہ کے ٹوٹ جائیں اور انسان ایک غیبی ہاتھ سے خدا کی طرف کھینچا جائے۔ اور اس کا دل اس یقین سے بھر جائے کہ درحقیقت خدا موجود ہے جو بے باک مجرم کو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ پس ایک حقیقی پاکیزگی کا طالب ایسی کتاب کو کیا کرے جس کے ذریعہ سے یہ ضرورت رفع نہ ہوسکے۔

(چشمہ معرفت صـــ۲۹۳)

قرآن شریف کی روحانی خاصیت

ہمارا مشاہدہ اور تجربہ اور ان سب کا جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن شریف اپنی روحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پَیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندہ چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے۔

(چشمہ معرفت صـــ۲۹۴)

خدا کو بجز خدا کی تجلی کے نہیں پا سکتے۔

تمام راستبازوں کے تجربہ سے یہ فیصلہ شدہ بات ہے کہ خدا کو بجز خدا کی ہی تجلی اور توجہ کے پا نہیں سکتے۔

(چشمہ معرفت صـــ۲۹۴)

خدا تعالیٰ کی قدرتیں۔

اس پوشیدہ طاقت سے وہ لوگ بے خبر ہیں جس کے قبضہ قدرت میں یہ بات داخل ہے کہ اگر چاہے تو ایک دم میں ہزار مسیح ابن مریم بلکہ اس

نبی کریمؐ کے دائمی فیوض

سے بہتر پیدا کر دے۔ چنانچہ اس نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے ایسا ہی کیا مگر یہ اندھی دُنیا اس کو شناخت نہ کر سکی۔ وہ ایک نور تھا جو دُنیا میں آیا اور تمام نوروں پر غالب آ گیا۔ اس کے نور نے ہزاروں دلوں کو منور کیا اور اسی کی برکت کا یہ راز ہے کہ روحانی مدد اسلام سے منقطع نہیں ہوئی بلکہ قدم بقدم اسلام کے ساتھ چلی آئی ہے۔ ہم ایسی تازہ بتازہ برکتیں اس نبی کے دائمی فیض سے پاتے ہیں کہ گویا اس زمانہ میں بھی وہ نبی ہم میں موجود ہے اور اس وقت بھی اس کے فیوض ہماری ایسی ہی رہنمائی کرتے ہیں کہ جیسا اس پہلے زمانہ میں کرتے تھے۔

(چشمہ معرفت ص۲۹۸، ص۲۹۹)

مکالماتِ الٰہیہ کس طرح حاصل ہوتے ہیں۔

مَیں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا مگر مَیں اپنے ابتدائی زمانہ سے ہی اس بات کا گواہ ہوں کہ وہ خدا جو ہمیشہ پوشیدہ چلا آیا ہے وہ اسلام کی پیروی سے اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔ اگر کوئی قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور کتاب اللہ کے منشاء کے موافق اپنی اصلاح کی طرف مشغول ہو اور اپنی زندگی نہ دنیا داروں کے رنگ میں بلکہ خادمِ دین کے طور پر بناوے اور اپنے تئیں خدا کی راہ میں وقف کر دے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے اور اپنی خود نمائی اور تکبر اور عجب سے پاک ہو اور خدا کے جلال اور عظمت کا ظہور چاہے نہ یہ کہ اپنا ظہور چاہے اور اس راہ میں خاک میں مل جائے تو آخری نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ مکالماتِ الٰہیہ عربی فصیح بلیغ میں اس سے شروع ہو جاتے ہیں۔

(چشمہ معرفت ص۳۰۰)

خدا کا کلام کس طرح نازل ہوتا ہے۔

اس راہ میں یعنی الہام کے بارے میں ہمارا تجربہ ہے کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر اور بعض اوقات بغیر غنودگی کے خدا کا کلام ٹکڑہ ٹکڑہ ہو کر زبان پر جاری ہوتا ہے۔ جب ایک ٹکڑہ ختم ہو چکتا ہے تو حالتِ غنودگی جاتی رہتی ہے۔ پھر ملہم کے کسی سوال سے یا خود بخود خدا تعالےٰ کی طرف سے دوسرا ٹکڑہ الہام ہوتا ہے اور وہ بھی اسی طرح کہ تھوڑی غنودگی وارد ہو کر زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات ایک ہی وقت تسبیح کے دانوں کی طرح نہایت بلیغ فصیح لذیذ فقرے غنودگی کی حالت میں زبان پر جاری ہوتے جاتے ہیں اور ہر ایک فقرہ کے بعد غنودگی دور ہو جاتی ہے اور وہ فقرے یا تو قرآن شریف کی بعض آیات ہوتی ہیں اور یا اس کے مشابہ ہوتے ہیں اور اکثر علومِ غیبیہ پر مشتمل ہوتے ہیں اور ان میں ایک شوکت ہوتی ہے اور دل پر اثر کرتے ہیں اور ایک لذت محسوس ہوتی ہے۔ اس وقت دل نور میں غرق ہوتا ہے گویا خدا اس میں نازل ہے اور دراصل اس کو الہام نہیں کہنا چاہیئے بلکہ یہ خدا کا کلام ہے۔

(چشمہ معرفت ص۳۰۰ حاشیہ)

روحانی بادشاہوں یعنی انبیاء سے برابری کی گستاخی کرنے والا ہلاک ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جیسا ایک درہم سے کوئی بادشاہ نہیں کہلا سکتا اور یہ نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ بادشاہ کے خزانوں میں ہے وہ میرے پاس بھی ہے۔ ایسا ہی کسی خواب یا الہام کے سچا ہونے سے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ میں ان روحانی بادشاہوں کے برابر ہوں جو نبی اور رسول ہیں اور اگر ایسا کرے تو وہ ہلاک کیا جائے گا کیونکہ اس نے گستاخی کی …… یہ لوگ آسمانی سلطنت کے مقرب ہوتے ہیں اور خدا کی غیرت نہیں چاہتی کہ جو

شخص ان میں سے نہیں ہے وہ ان کے ساتھ برابری کرے اور ان کی کرسی پر بیٹھے۔ (چشمہ معرفت صہ ۳۰۱)

مسیح موعودؑ کی ترقی کا راز۔

لیکن یہ سب کچھ جو ظہور میں آیا یہ اس لئے ظہور میں نہیں آیا کہ اصل منقصود میری عظمت ظاہر کرنا تھا بلکہ اس لئے ظہور میں آیا کہ تا خدا تعالےٰ دینِ اسلام کی حجت دُنیا پر قائم کرے۔ میں تو خود حیران ہوں کہ میں خود کچھ چیز نہ تھا لیکن میں خدا کے فضل اور نعمت کو کیونکر ردّ کروں۔

(چشمہ معرفت صہ ۳۱۵)

خدا کس سے پیار کرتا ہے اس کے پیار کا نتیجہ۔

خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے۔ مگر خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالےٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمے مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظلی نبوت اس کو عطاء کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظلّ ہے۔

(چشمہ معرفت صہ ۳۲۴ صہ ۳۲۵)

عبادالرحمٰن کے علامات۔

مگر مشکل تو یہی ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں تدبّر نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف نے عبادالرحمٰن کے کیا کیا علامات لکھے ہیں۔

یہ علامات قرآن شریف میں دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ بعض وہ علامات ہیں جو بندہ کے کمال تقویٰ اور کمال اخلاص اور حُسنِ اعتقاد اور حسن اقتدار اور حُسنِ عمل کے متعلق ہیں۔ اور بعض وہ علامات ہیں جو خدا تعالےٰ کے فضل اور اکرام اور انعام کے متعلق ہیں۔ یہ دونوں قسم کے علامات جس بندہ میں صحیح اور واقعی طور پر پائے جائیں گے وہ بلا شبہ عبادالرحمٰن میں سے ہو گا۔ اور سب سے زیادہ جو خدا نے علامت رکھی ہے وہ یہ ہے جو مومن اور غیر مومن میں خدا نے ایک فرقان رکھا ہے اور مومن کامل مقابلہ کے وقت اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے اور اس کی نصرت اور مدد کی جاتی ہے۔ اور نیز یہ کہ مومن کامل کو بصیرت کاملہ بخشی جاتی ہے اور سب سے زیادہ معرفت کا حصہ بخشا جاتا ہے اور نیز یہ کہ اس کا تقویٰ معمولی انسانوں کے تقویٰ کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس کے تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کے مقابل پر اپنے وجود کو بھی گناہ میں داخل سمجھتا ہے اور نیستی کے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا کچھ بھی نہیں رہتا بلکہ سب خدا کا ہو جاتا ہے اور اس کی راہ میں فدا ہونے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔

مومن کامل کے تقویٰ سے مراد

اور چونکہ خدا کی غیرت عام طور پر اپنے بندوں کو انگشت نما نہیں کرنا چاہتی اس لئے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے خدا اپنے خاص اور پیارے بندوں کو بیگانہ آدمیوں کی نظر سے کسی نہ کسی ظاہری اعتراض کے نیچے لا کر محجوب اور مستور کر دیتا ہے تا اجنبی لوگوں کی ان پر نظر نہ پڑ سکے اور

محبوبوں کو ظاہری اعتراضات کے نیچے لانے کی وجہ۔

شخص ان میں سے نہیں ہے وہ ان کے ساتھ برابری کرے اور ان کی کرسی پر بیٹھے۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۰۱)

مسیح موعود کی ترقی کا راز۔

لیکن یہ سب کچھ جو ظہور میں آیا یہ اس لئے ظہور میں نہیں آیا کہ اصل مقصود میری عظمت ظاہر کرنا تھا بلکہ اس لئے ظہور میں آیا کہ تا خدا تعالیٰ دینِ اسلام کی حجت دُنیا پر قائم کرے۔ میں تو خود حیران ہوں کہ میں خود کچھ چیز نہ تھا لیکن میں خدا کے فضل اور نعمت کو کیونکر ردّ کروں۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۵)

خدا کس سے پیار کرتا ہے اس کے پیار کا نتیجہ۔

خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہیں کرتا بلکہ آپ کچھ بننا چاہتا ہے۔ مگر خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے۔ پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمے مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے اور جب اس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک ظلّی نبوت اس کو عطاء کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظلّ ہے۔

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵)

عباد الرحمٰن کے علامات۔

مگر مشکل تو یہی ہے کہ اس زمانہ میں اکثر لوگ خدا کے پاک کلام قرآن شریف میں تدبّر نہیں کرتے اور نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف نے عباد الرحمٰن کے کیا کیا علامات لکھے ہیں۔

یہ علامات قرآن شریف میں دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ بعض وہ علامات ہیں جو بندہ کے کمال تقویٰ اور کمال اخلاص اور حسنِ اعتقاد اور حسن اقتدار اور حسنِ عمل کے متعلق ہیں۔ اور بعض وہ علامات ہیں جو خدا تعالیٰ کے فضل اور اکرام اور انعام کے متعلق ہیں۔ یہ دونوں قسم کے علامات جس بندہ میں صحیح اور واقعی طور پر پائے جائیں گے وہ بلاشبہ عباد الرحمٰن میں سے ہوگا۔ اور سب سے زیادہ جو خدا نے علامت رکھی ہے وہ یہ ہے جو مومن اور غیر مومن میں خدا نے ایک فرقان رکھا ہے اور مومن کامل مقابلہ کے وقت اپنے دشمن پر فتح پاتا ہے اور اس کی نصرت اور مدد کی جاتی ہے۔ اور نیز یہ کہ مومن کامل کو بصیرت کامل بخشی جاتی ہے اور سب سے زیادہ معرفت کا حصہ بخشا جاتا ہے اور نیز یہ کہ اس کا تقویٰ معمولی انسانوں کے تقویٰ کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اس کے تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا کے مقابل پر اپنے وجود کو بھی گناہ میں داخل سمجھتا ہے اور نیستی کے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا کچھ بھی نہیں رہتا بلکہ سب خدا کا ہو جاتا ہے اور اس کی راہ میں فدا ہونے کو ہر وقت تیار رہتا ہے۔

مومن کامل کے تقویٰ سے مراد

محبوبوں کو ظاہری اعتراضات کے نیچے لانے کی وجہ۔

اور چونکہ خدا کی غیرت عام طور پر اپنے بندوں کو انگشت نما نہیں کرنا چاہتی اس لئے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے خدا اپنے خاص اور پیارے بندوں کو بیگانہ آدمیوں کی نظر سے کسی نہ کسی ظاہری اعتراض کے نیچے لا کر محجوب اور مستور کر دیتا ہے تا اجنبی لوگوں کی ان پر نظر نہ پڑ سکے اور

تا وہ خدا کی غیرت کی چادر کے نیچے پوشیدہ رہیں۔

(چشمہ معرفت صـ۳۳۰ رصـ۳۳۱)

دائرۂ استعداد کا اختلاف

انسانی نفس تزکیہ کے بعد ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے جس میں ربوبیت الٰہیہ کا چہرہ منعکس ہوتا ہے مگر گو کسی کے لئے تزکیہ نفس حاصل ہوگیا ہو مگر فطرت کے لحاظ سے تمام نفوس انسانیہ برابر نہیں ہیں۔ کسی کا دائرہ استعداد بڑا ہے اور کسی کا چھوٹا جس طرح اجرام سماویہ چھوٹے بڑے ہیں۔ پس جو چھوٹی استعداد کا نفس ہے گو اس کا تزکیہ بھی ہوگیا مگر چونکہ استعداد کے رُو سے اس نفس کا ظرف چھوٹا ہے اس لئے ربوبیت الٰہیہ اور تجلیات ربانیہ کا عکس بھی اس میں چھوٹا ہوگا۔ پس اس لحاظ سے اگرچہ ربّ ایک ہے لیکن ظروف نفسانیہ میں منعکس ہوتے کے وقت بہت سے ربّ نظر آئیں گے۔ یہی بھید ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں یہی کہتے تھے کہ سبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی العظیم یعنی میرا رب سب سے بڑا اور بزرگ ہے۔ پس اگرچہ رب تو ایک ہے مگر تجلیات عظیمہ اور ربوبیت عالیہ کی وجہ سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا رب سب سے اعلیٰ ہے۔

تکبّر اور مشیخت خوف کا مقام ہے۔

پھر اس جگہ ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ مدارج قرب اور تعلق حضرت احدیت کے مختلف ہیں اس لئے ایک شخص باوجود خدا کا مقرب ہونے کے جب ایسے شخص سے مقابلہ کرتا ہے جو قرب اور محبت کے مقام میں اس سے بہت بڑھ کر ہے تو آخر نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص جو ادنیٰ درجہ کا قرب الٰہی رکھتا ہے نہ صرف ہلاک ہوتا ہے بلکہ بے ایمان ہوکر مرتا ہے جیسا کہ موسیٰ کے مقابل پر بلعم باعور کا حال ہوا ...... پس سوچنا چاہیئے کہ تکبّر

اور مشیخت کس قدر خوف کا مقام ہے اور اس درگاہ میں بجز عاجزی کے اور کچھ منظور نہیں۔

(چشمہ معرفت صـ۳۳۳ رصـ۳۳۴)

رسول کریمؐ کا احسان۔

ہم کیا چیز ہیں جو اس شکر کو ادا کرسکیں کہ وہ خدا جو دوسروں پر مخفی ہے اور وہ پوشیدہ طاقت جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے وہ ذوالجلال خدا محض اس نبی کریمؐ کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہوگیا۔

(چشمہ معرفت صـ۱۰ آخر)

قرآن شریف کی زبردست طاقتوں کا ثبوت اپنی ذات۔

غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اس کی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دُنیا ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ چنانچہ میں یہی دعویٰ رکھتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اگر دُنیا کے تمام مخالف کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے ایک میدان میں جمع ہوجائیں اور نشانوں اور خوارق میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو میں خدا تعالےٰ کے فضل سے اور توفیق سے سب پر غالب رہوں گا اور یہ غلبہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ میری رُوح میں کچھ زیادہ طاقت ہے بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس کے کلام قرآن شریف کی زبردست طاقت اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اور اعلیٰ مرتبت کا میں ثبوت دُوں۔ اور اس نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہُنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں اس کے عظیم الشّان نبی اور اس کے فوق الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں اور اس سے

محبت رکھتا ہوں۔ (چشمہ معرفت صفحہ آخر)

گناہ توبہ کے بعد ترقیات کا موجب ہوجاتا ہے۔

گناہ بے شک ایک زہر ہے مگر توبہ اور استغفار کی آگ اس کو تریاق بنا دیتی ہے۔ پس یہی گناہ توبہ اور پشیمانی کے بعد ترقیات کا موجب ہو جاتا ہے اور اس جڑھ کو انسان کے اندر سے کھو دیتا ہے کہ وہ کچھ چیز ہے اور عجب اور تکبّر اور خود نمائی کی عادتوں کا استیصال کرتا ہے۔

خدا تعالےٰ کا حسن۔ نجات کی حقیقی فلاسفی۔

اے دوستو یاد رکھو کہ صرف اپنے اعمال سے کوئی نجات نہیں پا سکتا۔ محض فضل سے نجات ملتی ہے۔ اور وہ خدا جس پر ہم ایمان لاتے ہیں وہ نہایت رحیم وکریم خدا ہے۔ وہ قادر مطلق اور سرب سکتی مان ہے جس میں کسی طرح کی کمزوری اور نقص نہیں۔ وہ مبداء ہے تمام ظہورات کا اور سر چشمہ ہے تمام فیضوں کا۔ اور خالق ہے تمام مخلوقات کا۔ اور مالک ہے تمام جود وفضل کا۔ اور جامع ہے تمام اخلاق حمیدہ اور اوصاف کاملہ کا۔ اور منبع ہے تمام نوروں کا۔ اور جان ہے تمام جانوں کی۔ اور قیوم ہے ہر ایک چیز کا۔ سب چیزوں سے نزدیک ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ وہ عین اشیاء ہے۔ اور سب سے بلند تر ہے۔ مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں اور ہم میں کوئی اور چیز بھی حائل ہے۔ اس کی ذات دقیق در دقیق اور نہاں در نہاں ہے مگر پھر بھی سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے۔ سچی لذت اور سچی راحت اسی میں ہے۔ اور یہی نجات کی حقیقی فلاسفی ہے۔

اسی نجات کے بارہ میں قرآن شریف نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ نجات ایک ایسا امر ہے جو اسی دنیا میں ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی۔ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا یعنی خدا کے دیکھنے کے

حواس اور نجات ابدی کا سامان اسی دنیا سے انسان ساتھ لے جاتا ہے۔ اور بار بار اس نے ظاہر فرمایا ہے کہ جس ذریعہ سے انسان نجات پا سکتا ہے وہ ذریعہ بھی جیسا کہ خدا قدیم ہے قدیم سے چلا آتا ہے یہ نہیں کہ ایک مدت کے بعد اس کو یاد آیا کہ اگر اور کسی طرح بنی آدم نجات نہیں پا سکتے تو

انسان کو نجات یافتہ کس وقت کہہ سکتے ہیں۔

مَیں خود ہی ہلاک ہو کر ان کو نجات دُوں۔ انسان کو حقیقی طور پر اس وقت نجات یافتہ کہہ سکتے ہیں کہ جب اس کے تمام نفسانی جذبات جل جائیں اور اس کی رضا خدا کی رضا ہو جائے۔ اور وہ خدا کی محبت میں ایسا محو ہو جائے کہ اس کا کچھ بھی نہ رہے سب خدا کا ہو جائے۔ اور تمام قول اور فعل اور حرکات اور سکنات اور ارادات اس کے خدا کے لئے ہو جائیں۔ اور وہ دل میں محسوس کرے کہ اب تمام لذات اس کی خدا میں ہیں اور خدا سے ایک لمحہ علیحدہ ہونا

محبت الٰہی کا نشہ۔

اس کے لئے موت ہے اور ایک نشہ اور سکر محبت الٰہی کا ایسے طور سے اس میں پیدا ہو جائے کہ جس قدر چیزیں اس کے ماسوا ہیں سب اس کی نظر میں معدوم نظر آویں۔ اور اگر تمام دُنیا تلوار پکڑ کر اس پر حملہ کرے اور اس کو ڈرا کر حق سے علیحدہ کرنا چاہے تو وہ ایک مستحکم پہاڑ کی طرح اسی استقامت پر قائم رہے۔ اور کامل محبت کی ایک آگ اس میں بھڑک اٹھے۔ اور گناہ سے نفرت پیدا ہو جائے۔ اور جس طور سے اور لوگ اپنے بچوں اور اپنی بیویوں اور اپنے عزیز دوستوں سے محبت رکھتے ہیں اور وہ محبت ان کے دلوں میں دھنس جاتی ہے کہ ان کے مرنے کے ساتھ ایسے بیقرار ہو جاتے ہیں کہ گویا آپ ہی مر جاتے ہیں۔ یہی محبت بلکہ اس سے بہت بڑھ کر اپنے خدا سے پیدا

محبت کے غلبہ میں دیوانگی۔

ہو جائے یہاں تک کہ اس محبت کے غلبہ میں دیوانہ کی طرح ہو جائے۔ اور کامل محبّت کی سخت تحریک سے ہر ایک دُکھ اور ہر ایک زخم اپنے لئے گوارا کرے

تاکسی طرح خدا تعالےٰ راضی ہو جائے۔ جب انسان پر اس مرتبہ تک محبت الٰہی غلبہ کرتی ہے تب تمام نفسانی آلائشیں اس آتشِ محبت سے خس وخاشاک کی طرح جل جاتی ہیں۔ اور انسان کی فطرت میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کو وہ دل عطا ہوتا ہے جو پہلے نہیں تھا اور وہ آنکھیں عطا ہوتی ہیں جو پہلے نہیں تھیں۔ اور اس قدر یقین اس پر غالب آجاتا ہے کہ اسی دُنیا میں وہ خدا کو دیکھنے لگتا ہے۔ اور وہ جلن اور سوزش جو دنیاداروں کی فطرت کو دُنیا کے لئے جہنم کی طرح لگی ہوئی ہوتی ہے وہ سب دُور ہو کر ایک آرام اور راحت اور لذت کی زندگی اس کو مل جاتی ہے۔ تب اس کیفیّت

روح کا عاشقانہ تپش کیساتھ خدا کے آستانہ پر گر کر لازوال آرام پانا۔

کا نام جو اس کو ملتی ہے نجات رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی رُوح خدا کے آستانہ پر نہایت محبت اور عاشقانہ تپش کے ساتھ گر کر لازوال آرام پا لیتی ہے۔ اور اس کی محبت کے ساتھ خدا کی محبّت تعلق پکڑ کر اس کو اس مقام محویت پر پہنچا دیتی ہے کہ جو بیان کرنے سے بلند اور برتر ہے انسان کی ایک ایسی فطرت ہے کہ وہ خدا کی محبت اپنے اندر مخفی رکھتی ہے۔ پس جب وہ محبت تزکیۂ نفس سے بہت صاف ہو جاتی ہے اور مجاہدات کا صیقل اس کی کدورت کو دُور کر دیتا ہے تو وہ محبت خدا کے نور کا پرتو حاصل کرنے کے لئے ایک مصفا آئینہ کا حکم رکھتی ہے۔

(چشمہ معرفت ص۲۶۷ تا ص۲۶۸ آخر)

نجات کی فلاسفی۔

غرض نجات کی فلاسفی یہی ہے کہ خدا سے پاک اور کامل تعلق پیدا کرنے والے اس لازوال نور کا مظہر ہو جاتے ہیں اور اس کی محبت کی آگ میں پڑ کر ایسی اپنی ہستی سے دُور ہو جاتے ہیں کہ جیسا کہ لوہا آگ میں پڑ کر

آگ کی صورت بھی اختیار کر لیتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ آگ نہیں ہے لوہا ہے۔ اور جیسا کہ خدا کی تجلیات سے اس کے عاشقوں میں ایک حیرت نما تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے ایسا ہی خدا بھی ان کے لئے ایک تبدیلی پیدا کرتا ہے۔......

سچی محبت کا تقاضا۔

یہ بالکل غیر ممکن اور خدا کی کریمانہ عادت کے برخلاف ہے کہ خدا تعالےٰ ایسے بندہ کو جہنم میں ڈالے کہ جو اپنے سارے دل اور ساری جان اور کامل اخلاص سے اس کی محبت میں محو ہے اور ایسا محو ہے کہ جیسا کہ سچی محبّت کا تقاضا ہونا چاہیئے۔ کسی کو اس کے برابر نہیں جانتا بلکہ ہر ایک کو اس کے مقابل پر کالعدم سمجھتا ہے۔ اور اپنے وجود کو اس کی راہ میں فنا کرنے کو تیار ہے۔ پھر ایسا شخص کیونکر مورد عذاب ہو سکتا ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ کامل محبت میں نجات ہے۔ بھلا تم سچ کہو کہ کیا تم اپنے ایک بچّے کو

خدا سراسر محبت ہے۔

جس سے تم بہت ہی محبت رکھتے ہو دانستہ آگ میں ڈال سکتے ہو؟ پھر خدا جو سراسر محبت ہے ان لوگوں کو جو اس سے پیار کرتے ہیں اور ذرّہ ذرّہ ان کا اس کی محبت میں مستغرق ہے کیونکہ آگ میں ڈالے گا۔ پس کوئی قربانی اس سے بہتر قربانی نہیں ہے کہ انسان اس محبوب حقیقی سے اس قدر محبت کرے کہ خود وہ اس بات کو محسوس کرے کہ درحقیقت اس کے سوا کوئی اس کا محبوب اور پیارا نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ اس کے لئے خود اپنے نفس کی محبت بھی چھوڑ دے۔ اور اس کے لئے تلخ زندگی اختیار کرے جب اس

خدا کا اپنے پیاروں سے معاملہ۔

نکتہ کمال تک پہنچ جائے تو بلاشبہ وہ نجات یافتہ ہے۔...... پھر خدا کی محبت اس کے شاملِ حال ہو کر ایک سکینت اور شانتی اس کے دل پر نازل کرتی ہے اور خدا وہ معاملات اس سے شروع کر دیتا ہے جو خاص اپنے پیاروں اور مقبولوں سے کرتا آیا ہے یعنی اس کی اکثر دُعائیں قبول

کر لیتا ہے اور معرفت کی باریک باتیں اس کو سکھلاتا ہے اور بہت سی غیب کی باتوں پر اس کو اطلاع دیتا ہے اور اس کے منشاء کے مطابق دنیا میں تصرفات کرتا ہے اور عزت اور قبولیت کے ساتھ دنیا میں اس کو شہرت دیتا ہے. اور جو شخص اس کی دشمنی سے باز نہ آوے اور اس کے ذلیل کرنے کے درپے رہے آخر اس کو ذلیل کر دیتا ہے. اور اس کی خارق عادت طور پر تائید کرتا ہے اور لاکھوں انسانوں کے دلوں میں اس کی الفت ڈال دیتا ہے اور عجیب وغریب کرامتیں اس سے ظہور میں لاتا ہے اور محض خدا کے الہام سے لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف کشش ہو جاتی ہے. تب وہ انواع واقسام کے تحائف اور نقد اور جنس کے ساتھ اس کی خدمت کے لئے دوڑتے ہیں اور خدا اس سے نہایت لذیذ اور پرشوکت کلام کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے جیسا کہ ایک دوست ایک دوست سے کرتا ہے. وہ خدا جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہے وہ اس پر ظاہر ہو جاتا ہے اور ہر ایک غم کے وقت اپنی کلام سے اس کو تسلی دیتا ہے......... غرض اسی طرح وہ اپنے کلام اور کام کے ساتھ اپنا وجود اس پر ظاہر کر دیتا ہے تب وہ ہر ایک گناہ سے پاک ہو کر اس کمال تک پہنچ جاتا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۵۰ تا ص۵۲ آخر)

صحابہ کے مجاہدات کی شدت

تب انہوں نے (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم) خدا کے راضی کرنے کیلئے ان مجاہدات کو اختیار کیا کہ جن سے بڑھ کر انسان کے لئے متصور نہیں۔ انہوں نے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کا خس وخاشاک کی طرح بھی قدر نہ کیا۔ آخر وہ قبول

کئے گئے. اور خدا نے ان کے دلوں کو گناہ سے بکلی بیزار کر دیا۔ اور نیکی کی محبت ڈال دی۔

(چشمہ معرفت ص۵۷ آخر)

صادق اور کمزور کے ساتھ خدا کے معاملہ میں فرق۔

درحقیقت خدا ایک ہی ہے صرف یہ فرق ہے کہ جو شخص بڑا صدق لے کر اس کی طرف دوڑتا ہے وہ بھی اس کے لئے بڑے بڑے کام دکھاتا ہے یہانتک کہ اپنے زمین وآسمان کو اس کے لئے غلاموں کی طرح کر دیتا ہے. مگر جو شخص اپنے صدق اور وفا اور استقامت اور اپنے ایمان میں کمزور ہے خدا بھی اس کے لئے کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور اس کو طرح طرح کی ذلت اور ناکامی میں چھوڑ دیتا ہے اور وہ مصیبت کے ساتھ رزق حاصل کرتا ہے اور اسباب کے شکنجوں میں پھنسا رہتا ہے۔

...... جو شخص اس خدا کی طرف سچے دل سے رجوع کرتا ہے اور وفاداری اور صدق قدم سے اس کی طرف آتا ہے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جیسا کہ خدا بے مثل ہے وہ بھی بے مثل ہو جاتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۵۸، ص۵۹ آخر)

آنحضرتؐ کی پیروی میں خاصیت۔ ایمان کی بلندی۔

میں اس جگہ کچھ گذشتہ قصوں کو بیان نہیں کرتا بلکہ میں وہی باتیں کرتا ہوں جن کا مجھے ذاتی علم ہے. میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے جو کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں. اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقامات ولایت تک پہنچ جاتا ہے. خدا اس کو نہ صرف اپنے

قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا۔ تب اس کا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۶۰)

نجات محبت تامہ پر موقوف ہے۔

نجات محبت تامہ پر موقوف ہے کیونکہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو تمام مجازی تعلقات کو کالعدم کر کے سب کے قائم مقام خدا کو کر دیتی ہے۔ انسان کسی کے لئے اپنی جان نہیں دیتا۔ کسی کے لئے دکھ نہیں اٹھاتا۔ کسی کے لئے تلخ زندگی اختیار نہیں کرتا مگر جس سے محبت ہے اس کے لئے مرنا بھی اپنے لئے ایک زندگی دیکھتا ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ کمال محبت کی وجہ سے اس کی راہ میں موت کو بھی اپنی راحت سمجھتا ہے اور اس کی طرف دل ایسا کھینچا جاتا ہے کہ ان اغراض سے اس کو یاد نہیں کرتا کہ وہ بہشت میں اس کو داخل کرے گا یا دوزخ سے اس کو نجات دے گا بلکہ ایک نامعلوم کشش اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خود سمجھ نہیں سکتا کہ وہ کشش کیوں ہے اور کیا چیز ہے۔

(چشمہ معرفت ص۶۱)

پیغامِ صلح

نبی کریمؐ کے ذریعہ اصلاح صحابہ کی حالت۔

پھر جب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کیلئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو ان میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے باخدا انسان اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع و اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بیدردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سولی دیئے گئے۔ اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی کہ جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی

قول سے مشرف کرتا ہے بلکہ اپنے فعل سے اس کو دکھلاتا ہے کہ میں وہی خدا ہوں جس نے زمین و آسمان پیدا کیا۔ تب اس کا ایمان بلندی میں دور دور کے ستاروں سے بھی آگے گذر جاتا ہے۔

(چشمہ معرفت ص۶۰)

نجات محبت تامہ پر موقوف ہے

نجات محبت تامہ پر موقوف ہے کیونکہ محبت ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو تمام مجازی تعلقات کو کالعدم کر کے سب کے قائم مقام خدا کو کر دیتی ہے۔ انسان کسی کے لئے اپنی جان نہیں دیتا۔ کسی کے لئے دکھ نہیں اٹھاتا کسی کے لئے تلخ زندگی اختیار نہیں کرتا مگر جس سے محبت ہے اس کے لئے مرنا بھی اپنے لئے ایک زندگی دیکھتا ہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ کمال محبت کی وجہ سے اس کی راہ میں موت کو بھی اپنی راحت سمجھتا ہے اور اس کی طرف دل ایسا کھینچا جاتا ہے کہ ان اغراض سے اس کو یاد نہیں کرتا کہ وہ بہشت میں اس کو داخل کرے گا یا دوزخ سے اس کو نجات دے گا بلکہ ایک نامعلوم کشش اس کے اندر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خود سمجھ نہیں سکتا کہ وہ کشش کیوں ہے اور کیا چیز ہے۔

(چشمہ معرفت ص۶۱)

پیغامِ صلح

نبی کریمؐ کے ذریعہ اصلاحِ صحابہ کی حالت۔

پھر جب ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان کی اصلاح کیلئے کھڑے ہوئے اور اپنی باطنی توجہ سے ان کے دلوں کو صاف کرنا چاہا تو ان میں تھوڑے ہی دنوں میں ایسی تبدیلی پیدا ہو گئی کہ وہ وحشیانہ حالت سے انسان بنے اور پھر انسان سے مہذب انسان اور مہذب انسان سے با خدا انسان اور آخر خدا تعالیٰ کی محبت میں ایسے محو ہو گئے کہ انہوں نے ایک بے حس عضو کی طرح ہر ایک دکھ کو برداشت کیا۔ وہ انواع و اقسام کی تکالیف سے عذاب دیئے گئے اور سخت بیدردی سے تازیانوں سے مارے گئے اور جلتی ہوئی ریت میں لٹائے گئے اور قید کئے گئے اور بھوکے اور پیاسے رکھ کر ہلاکت تک پہنچائے گئے مگر انہوں نے ہر ایک مصیبت کے وقت آگے قدم رکھا اور بہتیرے ان میں ایسے تھے کہ ان کے سامنے ان کے بچے قتل کئے گئے اور بہتیرے ایسے تھے کہ بچوں کے سامنے وہ سولی دیئے گئے۔ اور جس صدق سے انہوں نے خدا کی راہ میں جانیں دیں اس کا تصور کر کے رونا آتا ہے۔ اگر ان کے دلوں پر یہ خدا کا تصرف اور اس کے نبی کی توجہ کا اثر نہ تھا تو پھر وہ کیا چیز تھی جس نے ان کو اسلام کی طرف کھینچ لیا اور ایک فوق العادت تبدیلی پیدا کر کے ان کو ایسے شخص کے آستانہ پر گرنے کی رغبت دی کہ جو بیکس اور مسکین اور بے زری کی

حالت میں مکّہ کی گلیوں میں اکیلا اور تنہا پھرتا تھا ...... پس میں تو اس سے بڑھ کر کوئی معجزہ نہیں سمجھتا کہ کیونکر ایک غریب مفلس تنہا بیکس نے ان کے دلوں کو ہر ایک کینہ سے پاک کر کے اپنی طرف کھینچ لیا یہاں تک کہ وہ فخریہ لباس پھینک کو ٹاٹ پہن کر خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(پیغام صلح ص۱۸ ، ص۱۹)

آنحضرتؐ کی بیکسی خدا کی طرف کشش

تاریخ کو دیکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔ تب وہ بچہ جس کے ساتھ خدا کا ہاتھ تھا بغیر کسی کے سہارے کے خدا کی پناہ میں پرورش پاتا رہا اور اس مصیبت اور یتیمی کے ایام میں بعض لوگوں کی بکریاں بھی چرائیں اور بجز خدا کے کوئی متکفل نہ تھا اور پچیس برس تک پہنچ کر بھی کسی چچا نے آپ کو اپنی لڑکی نہ دی کیونکہ جیسا کہ بظاہر نظر آتا تھا آپ اس لائق نہ تھے کہ خانہ داری کے اخراجات کے متحمل ہو سکیں اور نیز محض اُمّی تھے اور کوئی حرفہ اور پیشہ نہیں جانتے تھے۔ پھر جب آپ چالیس برس کے سن تک پہنچے تو یک دفعہ آپ کا دل خدا کی طرف کھینچا گیا۔ ایک غار مکّہ سے چند میل کے فاصلہ پہ ہے جس کا نام حرا ہے۔ آپ اکیلے وہاں جاتے اور غار کے اندر چھپ جاتے اور اپنے خدا کو یاد کرتے۔ ایک دن اسی غار میں آپ پوشیدہ طور پر عبادت کر رہے تھے تب خدا تعالےٰ آپ پر ظاہر ہوا اور آپ کو حکم ہوا کہ دنیا نے خدا کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور زمین گناہ سے آلودہ ہو گئی ہے۔ اسلئے میں تجھے اپنا رسول کر کے بھیجتا ہوں۔ اب تو اور لوگوں کو متنبہ کر وہ عذاب سے پہلے خدا کی طرف رجوع کریں۔ اس حکم کے سننے سے آپ ڈر ے تب خدا نے آپکے سینہ میں تمام روحانی علوم بھر دیئے اور آپکے دل کو روشن کیا۔ (پیغام صلح ص۱۹ ، ص۲۰)

اشتہارات

اشتہار بغرض تبلیغ و انذار

عورتوں کو نصائح۔

چونکہ قرآن شریف و احادیث نبویہ سے ظاہر و ثابت ہے کہ ہر ایک شخص اپنے کنبہ کی عورتوں وغیرہ کی نسبت جن پر کسی قدر اختیار رکھتا ہے سوال کیا جائے گا کہ آیا بے راہ چلنے کی حالت میں اس نے ان کو سمجھایا اور راہ راست کی ہدایت کی یا نہیں اس لئے مَیں نے قیامت کی باز پرس سے ڈر کر مناسب سمجھا کہ ان مستورات و دیگر متعلقین کو (جو ہمارے رشتہ دار و اقارب و واسطہ دار ہیں) ان کی بے راہیوں و بدعتوں پر بذریعہ اشتہار کے انہیں خبردار کروں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں قسم قسم کی خراب رسمیں اور نالائق عادتیں جن سے ایمان جاتا رہتا ہے گلے کا ہار ہو رہی ہیں اور ان بُری رسموں اور خلاف شرع کاموں سے یہ لوگ ایسا پیار کرتے ہیں جو نیک اور دینداری کے کاموں سے کرنا چاہیئے۔ ہر چند سمجھایا گیا کچھ سُنتے نہیں۔ ہر چند ڈرایا گیا کچھ ڈرتے نہیں۔ اب چونکہ موت کا کچھ اعتبار نہیں اور خدا تعالےٰ کے عذاب سے بڑھ کر اور کوئی عذاب نہیں اس لئے ہم نے ان لوگوں کے بُرا ماننے اور بُرا کہنے اور ستانے اور دکھ دینے سے بالکل لاپرواہ ہو کر محض

ہمدردی کی راہ سے حق نعمت پورا کرنے کے لئے بذریعہ اس اشتہار کے ان سب کو اور دوسری مسلمان بہنوں اور بھائیوں کو خبردار کرنا چاہا تا ہماری گردن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے اور قیامت کو کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم کو کسی نے نہیں سمجھایا اور سیدھا راہ نہیں بتایا۔ سو آج ہم کھول کر بآواز بلند کہہ دیتے ہیں کہ سیدھا راہ جس سے انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے یہی ہے کہ شرک اور رسم پرستی کے طریقوں کو چھوڑ کر دین اسلام کی راہ اختیار کی جائے اور جو کچھ اللہ جلشانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے اس راہ سے نہ بائیں طرف منہ پھیریں نہ دائیں اور ٹھیک ٹھیک اسی راہ پر قدم ماریں اور اس کے برخلاف کسی راہ کو اختیار نہ کریں۔ لیکن ہمارے گھروں میں جو بد رسمیں پڑ گئی ہیں اگرچہ وہ بہت ہیں مگر چند موٹی موٹی رسمیں بیان کی جاتی ہیں تا نیک بخت عورتیں خداتعالےٰ سے ڈر کر ان کو چھوڑ دیں اور وہ یہ ہیں:-

ماتم میں جزع فزع

(۱) ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات منہ پر لانا۔ یہ سب ایسی باتیں ہیں جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں پکڑ لیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف انا للہ و انا الیہ راجعون کہیں یعنی ہم خدا کا مال اور ملک ہیں اسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے۔ اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ ہے وہ شیطان سے ہے۔

ایک سال تک سوگ۔

(۲) دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یعنی خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلّا کر رونا اور کچھ کچھ منہ سے بھی بکواس کرنا۔ اور پھر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہوگیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

سیاپا کے دنوں میں بے جا خرچ

(۳) سوم سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت ہوتے ہیں۔ حرام خور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کیلئے آتی ہیں اور مکر اور فریب سے مُنہ ڈھانک کر اور بہنوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں۔ اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتانے کے لئے صدہا روپیہ کا پلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے اس غرض سے تا لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

نکاح ثانی کو بُرا جاننا۔

(۴) اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے اور پاک دامن بیوی ہوگئی ہوں حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور

نابکار عورتوں کے طعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں خود لعنتی اور شیطان کی چیلیاں ہیں جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو اللہ اور رسول پیارا ہے اس کو چاہیئے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کرے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

مردوں کی نافرمانی۔

(۵) یہ بھی عورتوں میں خراب عادت ہے کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بھلا ان کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ اور رسول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالےٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک پوری پوری اپنے خاوند کی فرانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پس پشت یعنی اس کے پیچھے خیر خواہ نہ ہو۔ اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں۔ اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکم ربانی سن کر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ بغیر خاوند اور ایسے لوگوں کے جن کے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں ان سے پردہ کرنا

ضروری ہے۔ جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان ان کے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور ان کو اپنی خدمت میں نہ رکھیں کیونکہ یہ سخت گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صحبت ہو۔

خاوند کے نکاح ثانی پر ناراضگی۔

(۶) عورتوں میں یہ بھی ایک بد عادت ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے کوئی دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے ہیں اور شور مچاتے ہیں اور اس بندۂ خدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ ایسی عورتیں اور ایسے ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں کیونکہ اللہ جلشانہٗ نے اپنی حکمت کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضروریات یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کر لیں۔ پھر جو شخص اللہ کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جائے۔ ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے جو خدا اور اس کے رسول کے حکموں کا مقابلہ کرتی ہیں نہایت مردود اور شیطان کی بہنیں اور بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے رب کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

دوسری بیوی کے طور پر اپنی لڑکی نہ دینی۔

(۷) بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔ پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے

وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالےٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

دوسری قوم کو لڑکی نہ دینی۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالےٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عنداللّٰہ اتقاکم یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

شادیوں میں فضول خرچ۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ شادیوں میں صدہا طرح کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں۔ اور آتشبازی چلوانا اور کنجروں ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع ہوجاتا ہے۔ گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

شریعت کی پابندی میں سستی۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں جیسے چیچک کی پوجا۔ بعض فرضی دیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں

کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حُقّہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالےٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذلت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہوجاؤ گے جس کا انتہا نہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان۔

(منقول از الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم ۲)

(تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۸۴ تا صفحہ ۸۵)

خدا اور بندہ کا محب اور محبوب کا جوڑ ہونے کیلئے ایمانی روح کی ضرورت۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جورواں کرکے اور پھر روحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جاکر تمام دُنیا پر یہ ثابت کردیا ہے کہ دوستِ الٰہی بننے کے لئے یہ راہ نہیں کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے کہ جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بے تعلق ہو۔ خدا تعالےٰ کا بندہ سے محبّ اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایمانی روح جو مومن میں پیدا ہوکر نئے حواس اس کو بخشتی ہے۔ اس رُوح کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ کا کلام مومن سُنتا ہے اور اس کے ذریعہ سے سچّی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ (اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

(تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۱۸)۔

وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔ سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے۔

دوسری قوم کو لڑکی نہ دینی۔

(۸) ہماری قوم میں یہ بھی ایک نہایت بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریق ہے جو سراسر احکام شریعت کے برخلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم میں سے خدا کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

شادیوں میں فضول خرچ۔

(۹) ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عند الشرع حرام ہیں۔ اور آتشبازی چلوانا اور کنجروں ڈوموں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ ناحق روپیہ ضائع ہوجاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔ صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

شریعت کی پابندی میں سستی۔

(۱۰) ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی کی بہت سستی ہے۔ بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق اور بہت سا زیور ان کے پاس ہے وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔ بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی رکھتی ہیں۔ بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں جیسے چیچک کی پوجا۔ بعض فرضی دیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔ بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں

کوئی مرد نہ کھاوے یا کوئی حقہ نوش نہ کھاوے۔ بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ سب شیطانی طریق ہیں۔ ہم صرف خالص اللہ کے لئے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذلت اور رسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضب الٰہی میں مبتلا ہوجاؤ گے جس کا انتہا نہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان۔

(منقول از الحکم جلد ۶ نمبر ۲۴ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶ کالم ۲)

(تبلیغ رسالت جلد اوّل ص ۴۸ تا ص ۵۰)

خدا اور بندہ کا محب اور محبوب کا جوڑ ہونے کیلئے ایمانی روح کی ضرورت۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیوں اور تمام برگزیدوں نے بہت سی جدوجہد کرکے اور پھر روحانی طاقتوں اور قبولیتوں میں سب سے سبقت لے جاکر تمام دُنیا پر یہ ثابت کر دیا ہے کہ دوستِ الٰہی بننے کے لئے یہ راہ نہیں کہ انسان دنیا میں مخنثوں اور نامردوں کی طرح رہے بلکہ ایمان میں قوی الطاقت وہ ہے کہ جو بیویوں اور بچوں کا سب سے بڑھ کر بوجھ اٹھا کر پھر باوجود ان سب تعلقات کے بےتعلق ہو۔ خدا تعالیٰ کا بندہ سے محب اور محبوب ہونے کا جوڑ ہونا ایک تیسری چیز کے وجود کو چاہتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ ایمانی روح جو مومن میں پیدا ہو کر نئے حواس اس کو بخشتی ہے۔ اس رُوح کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا کلام مومن سُنتا ہے اور اس کے ذریعہ سے سچی اور دائمی پاکیزگی حاصل کرتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے نئی زندگی کی خارق عادت طاقتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ (اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

(تبلیغ رسالت جلد اوّل ص ۱۱۸)

مقربین پر ابتلاؤں کی وجہ۔ ان کی کامل وفاداری اور جانفشانی پر مُہر۔

عشق اوّل سرکش و خونی بود۔ تا گریزد ہر کہ بیرونی بود

ابتلاء جو اوائل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلّت کی صورت میں ان کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سے کر کے ان کو دکھاتا ہے۔ یہ ابتلا اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ ان کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صفحۂ عالم سے ان کا نام و نشان مٹا دیوے۔ کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزّ و جلّ اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلّت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے۔ بلکہ حقیقت میں وہ ابتلا جو شیر ببر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الٰہی معارف کے باریک دقیقے ان کو سکھا دے۔ یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تضرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں۔ اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پا سکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پا لئے۔ ابتلا نے ان کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی۔ اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ ان پر آندھیاں چلیں اور سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے ان پر وارد ہوئے اور

وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور مکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے اور اکیلے اور تنہا چھوڑے گئے یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جن کا ان کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدّت تک مُنہ چھپا لیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مربیانہ عادت کو بیکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ ان پر ذرا مہربان نہیں بلکہ ان کے دشمنوں پر مہربان ہے۔ اور ان کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک کے ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت تاریک رات میں نہایت شدّت و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں ان پر ہوئیں پھر وہ اپنے پکے اور مضبوط ارادہ سے باز نہ آئے سُست اور دل شکستہ نہ ہوئے بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار ان پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا اور جس قدر وہ توڑے گئے اسی قدر وہ مضبوط ہوتے گئے اور جس قدر انہیں مشکلاتِ راہ کا خوف دلایا گیا اسی قدر ان کی ہمّت بلند ان کی شجاعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ ان تمام امتحانات سے اوّل درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے کامل صدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے اور عزت اور حرمت کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے حباب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلا سے خالی نہیں ہوتے بلکہ سب سے بڑھ کر انہیں پر ابتلا نازل ہوتے ہیں اور انہیں کی قوت ایمانی ان آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے ان کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔

بالخصوص ان محبوبان الٰہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں گویا ڈوب ہی جاتے ہیں اور اتنا صبر نہیں کر سکتے کہ ان کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جلشانہٗ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اس کو نابود کر دیوے بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودہ پھول اور پھل زیادہ لاوے اور اس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ

ابتلا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے۔

انبیاء اور اولیاء کی تربیّت باطنی اور تکمیل روحانی کے لئے ابتلا کا ان پر وارد ہونا ضروریات سے ہے اور ابتلا اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا ان ربانی سپاہیوں کی ایک روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت کئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس سنّت کے برخلاف کوئی کامیابی ہو وہ استدراج ہے نہ کامیابی۔

(اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۳۱ تا ص ۱۳۴)

نبی کریمؐ پر تکالیف اور حضورؐ کی بیچارگی۔

پھر دیکھنا چاہیئے کہ سیّدنا و امامنا حضرت فخر الرسل و خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابتلا کی حالت میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں اور ایک دعا میں مناجات کی کہ اے میرے ربّ میں اپنی کمزوری کی تیری جناب میں شکایت کرتا ہوں اور اپنی بیچارگی کا تیرے آستانہ پر گلہ گزار ہوں۔ میری ذلت تیری نظر سے پوشیدہ نہیں جس قدر چاہے سختی کر کہ میں راضی ہوں جب تک تو راضی ہو جائے۔ مجھ میں بجز تیرے کوئی قوت نہیں۔

(حاشیہ اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۳۳)

انزال رحمت کے دو طریق۔

خدا تعالیٰ کی انزال رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشّان دو طریقے ہیں:-

(۱) اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبة قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اولیٰک علیہم صلوٰة من ربہم ورحمة و اولیٰک ہم المہتدون۔ الجزو نمبر ۲۔ یعنی ہمارا یہی قانون قدرت ہے کہ ہم مومنوں پر طرح طرح کی مصیبتیں ڈالا کرتے ہیں اور صبر کرنے والوں پر ہماری رحمت نازل ہوتی ہے اور کامیابی کی راہیں انہیں پر کھولی جاتی ہیں جو صبر کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و آئمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتدا و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔

(حاشیہ اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۳۵)

سات ہزار مکاشفات و الہامات۔

ماسوا اس کے یہ عاجز اب تک قریب سات ہزار مکاشفات صادقہ اور الہامات صحیحہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے مشرف ہوا ہے اور آئندہ عجائبات روحانیہ کا ایسا بے انتہاء سلسلہ جاری ہے کہ جو بارش کی طرح شب و روز نازل ہوتے رہتے ہیں۔

(حاشیہ اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت ص ۱۴۰ و ص ۱۴۱)

اسلام کی حقیقی فتح۔ مکالماتِ الٰہیہ۔

اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اسی طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کردیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلی خالی ہوجائیں اور کوئی بُت ہَوا اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے اور بکلی مرضیات الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس کے وہ بقا ہم کو حاصل ہوجائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہوجائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہوجائے یہی فتح حقیقی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالماتِ الٰہیہ بھی ہیں۔ اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف بندوں کا آموزگار ہوگا۔

(اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۵)

تکمیل تبلیغ

شرائطِ بیعت۔

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع کیا ہے جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا ہے اس

کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے:-

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہوجائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنالے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بَلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہَوا و ہوس سے باز آجائے

اسلام کی حقیقی فتح۔ مکالماتِ الٰہیہ۔

اسلام کی فتح حقیقی اس میں ہے کہ جیسے اسلام کے لفظ کا مفہوم ہے اسی طرح ہم اپنا تمام وجود خدا تعالیٰ کے حوالہ کردیں اور اپنے نفس اور اس کے جذبات سے بکلی خالی ہو جائیں اور کوئی بُت ہوا اور ارادہ اور مخلوق پرستی کا ہماری راہ میں نہ رہے اور بکلی مرضیاتِ الٰہیہ میں محو ہو جائیں اور بعد اس کے وہ بقا ہم کو حاصل ہو جائے جو ہماری بصیرت کو ایک دوسرا رنگ بخشے اور ہماری معرفت کو ایک نئی نورانیت عطا کرے اور ہماری محبت میں ایک جدید جوش پیدا کرے اور ہم ایک نئے آدمی ہو جائیں اور ہمارا وہ قدیم خدا بھی ہمارے لئے ایک نیا خدا ہو جائے یہی فتح حقیقی ہے جس کے کئی شعبوں میں سے ایک شعبہ مکالماتِ الٰہیہ بھی ہیں۔ اگر یہ فتح اس زمانہ میں مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تو مجرد عقلی فتح انہیں کسی منزل تک پہنچا نہیں سکتی۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس فتح کے دن نزدیک ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے یہ روشنی پیدا کرے گا اور اپنے ضعیف بندوں کا آموزگار ہو گا۔

(اشتہار مورخہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل ۱۴۲ تا ۱۴۵)

تکمیل تبلیغ

شرائطِ بیعت۔

مضمون تبلیغ جو اس عاجز نے اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں شائع کیا ہے جس میں بیعت کے لئے حق کے طالبوں کو بلایا ہے اس کی مجمل شرائط کی تشریح یہ ہے:۔

اوّل۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم۔ یہ کہ بلا ناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلت اور دُکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے مُنہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم۔ یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے

گا اور قرآن شریف کی حکومت بکلّی اپنے سر پر قبول کرلے گا۔ اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم۔ یہ کہ تکبّر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردیٔ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جاتی ہو۔

یہ وہ شرائط ہیں کہ جو بیعت کرنے والوں کے لئے ضروری ہیں جن کی تفصیل یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں نہیں لکھی گئی۔ اور واضح رہے کہ اس دعوت بیعت کا حکم تخمیناً مدت دس ماہ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے لیکن اس کی تاخیر اشاعت کی یہ وجہ ہوئی ہے کہ اس عاجز کی طبیعت اس بات سے کراہت کرتی رہی کہ ہر قسم کے رطب و یابس لوگ اس بیعت میں داخل ہو جائیں اور دل یہ چاہتا رہا کہ اس مبارک سلسلہ میں وہی مبارک لوگ داخل ہوں جن کی فطرت میں وفاداری کا مادہ ہے اور جو کچے اور سریع التغیّر

اور مغلوب شک نہیں ہیں ....

(اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۴۶ و صفحہ ۱۴۷)

اولاد کے متعلق کوئی ذاتی غرض اور نفسانی راحت نہیں۔

اور ہمارے بعض حاسدین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری کوئی ذاتی غرض اولاد کے متعلق نہیں اور نہ کوئی نفسانی راحت ان کی زندگی سے وابستہ ہے۔ پس یہ ان کی بڑی غلطی ہے کہ جو انہوں نے بشیر احمد کی وفات پر خوشی ظاہر کی اور بغلیں بجائیں۔ انہیں یقیناً یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر ہماری اولاد اتنی ہو جس قدر درختوں کے تمام دنیا میں پتّے ہیں اور وہ سب فوت ہو جائیں تو ان کا مرنا ہماری سچی اور حقیقی لذت اور راحت میں کچھ خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ ممیت کی محبّت میّت کی محبت سے اس قدر زیادہ تر ہمارے دل پر غالب ہے کہ اگر وہ محبوب حقیقی خوش ہو تو ہم خلیل اللہ کی طرح اپنے کسی پیارے بیٹے کو بدستِ خود ذبح کرنے کو تیار ہیں کیونکہ واقعی طور پر بجز اس ایک کے ہمارا کوئی پیارا نہیں۔ جل شانہ وعز اسمہ فالحمد للہ علی احسانہ۔

(حاشیہ اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۴۹)

بیعت کی غرض تا تقویٰ دوسرا رنگ پکڑے۔

(بلکہ) یاد رکھنا چاہیئے کہ بیعت اس غرض سے ہے کہ تا وہ تقویٰ جو اوّل حالت میں تکلف اور تصنع سے اختیار کی جاتی ہے دوسرا رنگ پکڑے اور ببرکت توجہ صادقین وجذبہ کاملین طبیعت میں داخل ہو جائے اور اس کا جزو بن جائے۔ اور وہ مشکوٰتی نور دل میں پیدا ہو جائے کہ جو عبودیت اور

ربوبیت کے باہم تعلق شدید سے پیدا ہوتا ہے جس کو متصوفین دوسرے لفظوں میں روح قدس بھی کہتے ہیں جس کے پیدا ہونے کے بعد خدا تعالےٰ کی نافرمانی ایسی بالطبع بری معلوم ہوتی ہے جیسے وہ خود خدا تعالےٰ کی نظر میں بری و مکروہ ہے۔ اور نہ صرف خلق اللہ سے انقطاع میسّر آتا ہے بلکہ بجز خالق و مالک حقیقی ہر ایک موجود کو کالعدم سمجھ کر فنا نظری کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ سو اس نور کے پیدا ہونے کے لئے ابتدائی اتقا جس کو طالب صادق اپنے ساتھ لاتا ہے شرط ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن شریف کی علّت غائی بیان کرنے میں فرمایا ہے ھدی للمتقین۔ یہ نہیں فرمایا کہ ھدی للفاسقین یا ھدی للکافرین۔ ابتدائی تقویٰ جس کے حصول سے متقی کا لفظ انسان پر صادق آسکتا ہے وہ ایک فطرتی حصّہ ہے کہ جو سعیدوں کی خلقت میں رکھا گیا ہے اور ربوبیت اولی اسکی مربّی اور وجود بخش ہے جس سے متقی کا پہلا تولد ہے۔ مگر وہ اندرونی نور جو روح القدس سے تعبیر کیا گیا ہے وہ عبودیت خالصہ تامہ اور ربوبیّت کاملہ مستجمعہ کے پورے جوڑ و اتصال سے بطرز ثم انشاناہ خلقاً آخر کے پیدا ہوتا ہے اور یہ ربوبیت ثانیہ ہے جس سے متقی تولد ثانی پاتا ہے اور ملکوتی مقام پر پہنچتا ہے۔ اور اس کے بعد ربوبیت ثالثہ کا درجہ ہے جو خلق جدید سے موسوم ہے جس سے متقی لاہوتی مقام پر پہنچتا ہے اور تولد ثالث پاتا ہے۔ فتدبّر۔

(حاشیہ اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۵۱)

ربوبیت اولی سے متقی کا پہلا تولد۔
ربوبیت ثانیہ سے تولد ثانی۔
ربوبیت ثالثہ سے تولد ثالث۔

اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزون معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے اور حقیقی بھائیوں سے

احمدیوں کے لئے وصیت۔

بڑھ کر ان کا قدر کرے۔ ان سے جلد صلح کرلیوے اور دلی غبار کو دور کر دیوے اور صاف باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرہ کینہ اور بغض ان سے نہ رکھے۔ لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے جو اشتہار ۱۲ / جنوری ۱۸۸۹ء میں مندرج ہیں اور اپنی بیباکانہ حرکت سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جاوے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے تا ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائج خیر کا موجب ہو۔ اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں۔ اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے۔ اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں۔ اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں۔ بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر ایک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا تعالےٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے

جماعت قائم کرنے سے غرض۔

یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین ہے۔

آپ کی دعائیں پاک استعدادوں کے ظہور کا وسیلہ ہیں۔

فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالےٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روحِ خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہ تعالےٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہونگا۔ بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا۔ اور ان کے لئے خدا تعالےٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کیلئے جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلاوے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک

میں ان کی زندگی کیلئے موت تک سے دریغ نہیں کروں گا۔

پیشینگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہانتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے فالحمدلہ اوّلاً وآخراً و ظاہراً و باطناً اسلمنالہ ھو مولانا علی الدنیا والآخرۃ نعم المولی ونعم النصیر۔

(اشتہار ۴ مارچ ۸۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵)

فقراء کی دعا۔ علماء کی علمیت۔ اور اغنیاء کی دولت کے زور شور سے خرچ کرنے کی ضرورت۔

اگرچہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں جان دینے کو بھی حاضر ہیں اور اگر ہماری جانفشانی سے کچھ بن سکتا ہے تو ہم اپنا خون بہانے کو بھی تیار ہیں۔ ہر کہ نہ در پائے عزیزش رود ؎ بار گران است کشیدن بدوش
مگر اس وقت مال کا کام ہے جو ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ جمہوری کام جمہور کی توجہ سے ہوتے ہیں۔ بھائیو! تم دیکھتے ہو کہ اسلام کے باغ پر کس قدر ہر طرف سے تیشے رکھے گئے ہیں اور اسلام کی نسبت کیا ارادہ کیا گیا ہے اور ہمارے پیارے نبی ہمارے محبوب رسول افضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کچھ افترا کئے جاتے ہیں اور کس قدر ذریعے خلق اللہ کے بہکانے کے لئے

آپ کی دعائیں پاک استعدادوں کے ظہور کا وسیلہ ہیں۔

فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے۔ اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور ان کے لئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اس روحِ خبیث کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہونگا۔ بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا۔ اور ان کے لئے خدا تعالیٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کیلئے جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک

میں ان کی زندگی کیلئے موت تک سے دریغ نہیں کروں گا۔

پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے۔ اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاںتک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے۔ وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے فالحمدلہ اوّلاً وآخراً و ظاہراً و باطناً اسلمنا لہ ھو مولانا علی الدنیا والآخرۃ نعم المولیٰ ونعم النصیر۔

(اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵)

فقراء کی دعا۔ علماء کی علمیت۔ اور اغنیاء کی دولت کے زور شور سے خرچ کرنے کی ضرورت۔

اگرچہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں جان دینے کو بھی حاضر ہیں اور اگر ہماری جانفشانی سے کچھ بن سکتا ہے تو ہم اپنا خون بہانے کو بھی تیار ہیں۔ سرکہ نہ در پائے عزیزش رود ؛ بار گراں است کشیدن بدوش
مگر اس وقت مال کا کام ہے جو ہمارے ہاتھ میں نہیں۔ جمہوری کام جمہور کی توجہ سے ہوتے ہیں۔ بھائیو! تم دیکھتے ہو کہ اسلام کے باغ پر کس قدر ہر طرف سے تیشے رکھے گئے ہیں اور اسلام کی نسبت کیا ارادہ کیا گیا ہے اور ہمارے پیارے نبی ہمارے محبوب رسول افضل الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کچھ افترا کئے جاتے ہیں اور کس قدر ذریعے خلق اللہ کے بہکانے کے لئے

استعمال کئے گئے ہیں۔ بھائیو آج وہ دن ہے کہ فقراء کی دُعا اور علماء کی علمیّت اور اغنیاء کی دولت اسلام کی عزت اور نبی کریمؐ کے جلال اور شوکت ظاہر کرنے کے لئے اس زور وشور سے خرچ ہو کہ جیسے ایک سفلہ دنیا پرست کورباطن اپنے کسی عزیز فرزند کی شادی کے لئے دل کھول کر اپنا مال عزیز خرچ کرتا ہے۔ یا ایک جاہل امیر اپنی شان وشوکت کی عمارت بنانے کے لئے ایک خزانہ کھول دیتا ہے۔ سو اٹھو اور کچھ خدمت کرلو کہ دنیا روزے چند اور آخر کار باخداوند۔ اگرچہ اس عاجز کا ذرہ ذرہ اس جوش میں ہے کہ اس پُرظلمت زمانہ میں اللہ جلشانہ اور اس کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور صداقت ظاہر کرے تا اسلام کی روشنی کے دن دوبارہ آویں لیکن جو باتیں مصارف مالی پر موقوف ہیں وہاں کیا ہو سکتا ہے خدا تعالےٰ آپ رحم کرے۔

اگر اس وقت اور اس زمانہ میں کوئی دولت مند خواب غفلت سے بیدار ہو جائے تو مولا کریم اور اس کے رسول سیدالرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کے لئے کیسا عمدہ اور مبارک وقت ہے۔

(اشتہار ۱۰ اگست ۹۲ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۱۱۵)

براہین احمدیہ میں نور اور برکت۔

اور مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ جو نور اور برکت اس کتاب (براہین احمدیہ پہلے چار حصے۔ از مؤلف) کی نثر اور نظم میں مجھے معلوم ہوتی ہے اگر اس کا مؤلف کوئی اور ہوتا اور میں اس کے اسی قدر کو ہزار روپیہ کی قیمت پر بھی خریدتا تو بھی میں اپنی قیمت کو اس کے ان معارف کے مقابل پر جو دلوں کی تاریکی کو دُور کرتے ہیں ناچیز اور حقیر سمجھتا۔ اس بیان سے اس

وقت صرف مطلب یہ ہے کہ اگرچہ یہ سچ ہے کہ بقیہ کتاب کے دینے میں معمول سے زیادہ توقف ہوا لیکن بعض خریداروں کی طرف سے بھی یہ ظلم صریح ہے کہ انہوں نے اس عجیب کتاب کو قدر کی نگاہ سے نہیں دیکھا اور ذرہ خیال نہیں کیا کہ ایسی اعلیٰ درجہ کی تالیفات میں کیا کچھ مؤلفین کو خون جگر کھانا پڑتا ہے اور کس طرح موت کے بعد وہ زندگی حاصل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک لطیف اور آبدار شعر کے بنانے میں جو معرفت کے نور سے بھرا ہوا ہو اور گرے ہوئے دلوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوپر کو اٹھا لیتا ہو کس قدر فضل الٰہی درکار ہے اور کس قدر وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر اگر ایسے آبدار اور پُر معارف اشعار کا ایک مجموعہ ہو تو ان کے لئے کس قدر زمانہ درکار ہوگا۔ ایسا ہی نثر کا بھی حال ہے۔ جاندار کتابیں بغیر جانفشانی کے تیار نہیں ہوتیں اور بعض متقدمین ایک ایک کتاب کی تالیف میں عمریں بسر کرتے رہے ہیں۔

اعلیٰ درجہ کی تالیفات میں خون جگر کھانا پڑتا ہے۔

(اشتہار یکم مئی ۹۳ء تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۳۲)

دعا بہشت ہے نہ کہ عذاب۔

دُعا کرنا ہمیشہ نبیوں کا طریق اور علماء کی سنّت ہے اور عین عبادت ہے۔ اس کا نام عذاب رکھنا انہی لوگوں کا کام ہے جو دنیا کے کیڑے ہیں اور روحانی جہان سے بے خبر ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ مومن صادق پر اس وقت دکھ اور عذاب کی حالت وارد ہوتی ہے کہ جب نماز کی رقّت اور پُر رقّت دُعا اس سے فوت ہو جاتی ہے۔ اے غافلو یہ تو دینداروں اور راستبازوں کا بہشت ہے نہ کہ عذاب۔

ہردم براہ جاناں سوزلیست عاشقاں را ٭ زجہاں چہ دید آنکس کہ ندید ایں جہاں را

(اشتہار ۵ اکتوبر ۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۵۰)

اخلاقی نصائح گورنمنٹ کی شکرگذاری۔

ہماری تعلیم یہی ہے کہ جو شخص ہم سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے تئیں ہر ایک شرارت اور جذبات نفسانی سے پاک کرے اور اپنی نیک چلنی اور صبر اور حلم کا لوگوں کو نمونہ دکھاوے۔ اور کوشش کرے کہ تا ایک راستباز اور بے شر انسان ثابت ہو۔ اور جہانتک ممکن ہو ہر ایک دشمن اور یاوہ گو کی بدگوئی پر صبر کرے۔ اور ہر ایک اشتعال اور جذبہ نفسانیہ سے اپنے تئیں بچاوے اور اپنی موت یاد رکھے۔ اور ایک غریب مزاج آدمی کی طرح اپنے تئیں بنائے رکھے اور بندگانِ خدا کا سچا خیر خواہ اور تعصب سے دُور رہے۔ یہ تو اخلاقی تعمت ہے۔ اور ساتھ اس کے سولہ برس سے میں اپنی جماعت کو یہی سمجھا رہا ہوں کہ گورنمنٹ انگریزی کے سچے خیر خواہ بنے رہو اور دل سے اس کا شکر کرو کیونکہ اس گورنمنٹ کی برکت اور توجہ سے ہماری تمام تکلیفیں دُور ہوئیں۔ ہم مظلوم تھے ہمارے لئے عدالت کے دروازے کھلے۔ ہم قید میں تھے ہمارے لئے آزادی حاصل ہوئی اور ہمارے حقوق زائل کئے گئے تھے اور پھر وہ قائم کئے گئے۔ کیا کوئی شریف انسان ایسی بد ذاتی کرے گا کہ اپنے محسن سے دل میں کینہ رکھے اور نیکی کی جگہ بدی کرنے کے لئے تاکنا رہے۔ ہرگز نہیں۔ پس جو شخص ہم میں سے اور ہماری جماعت میں سے ہے چاہیئے کہ وہ اس تعمت کو ہماری آخری نعمت سمجھے اور ہمیشہ مرتے دم تک اسی کا پابند رہے اور جو شخص اس احوال کو اپنا دستور العمل نہ بناوے وہ ایک ناپاک طبع اور ہم سے خارج ہے۔ اور ہم میں سے وہی ہے اور وہی ہوگا جو اس تعمت کا پابند رہے۔

(اشتہار ۲۷ فروری ۹۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد چہارم ص۱ و ص۲)

خدا کو وہی پاتے ہیں جو آپ خدا کے ہوجاتے ہیں۔

خدا ہر ایک جان سے اسی جان کی قربانی چاہتا ہے نہ کسی غیر کی۔ زید کی خودکشی بکر کے کام نہیں آتی۔ بات یہی سچ ہے کہ خدا کو وہی پاتے ہیں جو آپ خدا کے ہوجاتے ہیں۔ جو لوگ ہر ایک ناپاکی کے دروازے اپنے پر بند کرتے ہیں انہیں پر اس پاک کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور درحقیقت مرد بھی وہی ہیں کہ آپ نیک کام کرکے اس کا پھل کھاویں۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است ۔ رفتن بہ پائے مردئے ہمسایہ در بہشت

(اشتہار ۲۵ نومبر ۹۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد چہارم ص۵۷)

جمعہ توبہ اور استغفار کا دن ہے۔ جمعیتِ باطنی

چونکہ جمعہ مسلمانوں کے لئے دو قسم کے غسل کا دن ہے ایک جسم کا غسل جس کے بعد سفید پوشاک پہنی جاتی ہے اور ایک دل کا غسل یعنی توبہ اور استغفار جس کے بعد لباس التقویٰ پہنایا جاتا ہے۔ اس لئے جمعہ میں یہ خاصیت ہے کہ جو شخص اخلاص اور سچی ایمانداری سے جمعہ کی نماز میں حاضر ہوتا ہے اور ہدایتوں کو سنتا رہے اور گھر میں توبہ نصوح کا تحفہ لاتا رہے اس کو دوسرے دنوں میں بھی نماز کی توفیق دی جاتی ہے اور جمعیت باطنی اس کو عطا کی جاتی ہے جس کی طرف جمعہ کے لفظ میں ایک لطیف اشارہ ہے۔

(اشتہار یکم جنوری ۹۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد پنجم ص۵)

دعاؤں کی قبولیت کیلئے کس روحانی حالت کی ضرورت ہے۔ محبت کی

ہاں دعاؤں کی قبولیت کے لئے اس روحانی حالت کی ضرورت ہے جس میں انسان نفسانی جذبات اور میل غیر اللہ کا چولہ اتار کر اور بالکل روح ہو کر خدا تعالیٰ سے جا ملتا ہے۔ ایسا شخص مظہر العجائب ہوتا ہے اور اس کی محبت کی موجیں خدا کی محبت کی موجوں سے یوں ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ دو شفاف پانی دو متقارب

چشموں سے جوش مار کر آپس میں مل کر بہنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسا آدمی گویا خدا کی شکل دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہوتا ہے اور غیب الغیب خدا کا اس کے عجائب کاموں سے پتہ ملتا ہے۔ اس کی دعائیں اس کثرت سے منظور ہوتی ہیں کہ گویا دنیا کو پوشیدہ خدا دکھا دیتا ہے۔

موجیں۔

(اشتہار ۱۲ر مارچ ۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۳۹)

رسول کریمؐ کے متعلق غیرت اور حضورؐ کی تعریف۔

خدا کا وہ مقدس پیارا (یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم۔ از مؤلف) جس نے اس کی عزت اور جلال کے لئے اپنی جان کو ایک کیڑے کی جان کے برابر بھی عزت نہیں دی اور اس کے لئے ہزاروں موتوں کو قبول کیا اس کو آپ نے گندی گالیاں دیں اور اس کی پاک شہرت میں طرح طرح کی بے باکیاں اور شوخیاں کیں۔ میرا خیال اب تک نہ تھا کہ سکھ صاحبوں میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ آفتاب آپ کی نظر میں ایک ناچیز خس وخاشاک دکھائی دیا۔ اے غافل! وہی ایک نور ہے جس نے دنیا کو تاریکی میں پایا اور روشن کیا اور مُردہ پایا اور جان بخشی۔ تمام نبوتیں اس سے ثابت ہوئیں اور وہ اپنی ذات میں ثابت ہے۔ بھلا بتاؤ کہ اس کے سوا آج اس موجودہ دنیا میں کون ہے جس کا کوئی پیرو دم مار سکتا ہو کہ میں دُعا اور خدا کی نصرت میں اپنے مخالف پر غالب آسکتا ہوں۔

(اشتہار ۱۸ر اپریل ۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۹۳)

رسول کریمؐ سے تازہ بتازہ روشنی۔

کیا ہی بزرگ قدر وہ رسول ہے جس سے ہم ہمیشہ تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے جس کی محبت سے روح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے۔ تب ہماری دُعائیں قبول ہوتی ہیں اور عجائب کام ہم سے

صادر ہوتے ہیں۔ زندہ خدا کا مزہ ہم اسی راہ میں دیکھتے ہیں۔ باقی سب مُردہ پرستیاں ہیں۔

(اشتہار ۱۸ر اپریل ۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۹۴)

دنیاداروں اور منافقوں کی ملاقات سے شدید نفرت۔ غیر اللہ سے استغنا۔

اللہ تعالےٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دنیا داروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ کچھ سلطان روم کی طرف حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔ میرے لئے ایک سلطان کافی ہے جو آسمان اور زمین کا حقیقی بادشاہ ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے کہ کسی دوسرے کی طرف مجھے حاجت پڑے اس عالم سے گذر جاؤں۔ آسمان کی بادشاہت کے آگے دنیا کی بادشاہت اس قدر بھی مرتبہ نہیں رکھتی جیسا کہ آدمی کے مقابل پر ایک کیڑا مرا ہوا۔ پھر جب کہ ہمارے بادشاہ کے آگے سلطان روم ہیچ ہے تو اس کا سفیر کیا چیز۔

(اشتہار ۲۴ر مئی ۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۱۱۴)

گورنمنٹ کی شکرگزاری دنیاداری اور خوشامد نہیں۔

اگر کسی کے دل میں یہ وسوسہ گذرے کہ یہ تمام امور دنیا داری اور خوشامد میں داخل ہیں اور الٰہی سلسلہ سے مناسبت نہیں رکھتے تو اس کو یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ ہم اس شکر گزاری کے جلسہ میں سرکار انگریزی سے کسی جاگیر کی درخواست نہیں کرتے اور نہ کوئی لقب چاہتے ہیں اور نہ کسی انعام کے خواستگار ہیں اور نہ یہ خیال ہے کہ وہ ہمیں اچھا کہیں۔ بلکہ یہ جلسہ محض اس بار سے سبکدوش ہونے کے لئے ہے جو ملکہ معظمہ قیصرہ ہند کے

احسانات کا بار ہمارے سر پر ہے۔ خوب یاد رکھو کہ جو شخص انسان کا شکر ادا نہیں کرتا اس نے خدا کا بھی شکر نہیں کیا۔ ہمارے کسی کام میں نفاق نہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ نیکی کرنے والوں کی نیکی کو ضائع کرنا بد ذاتی ہے۔

(اشتہار ۷ر جون ۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۱۲۵)

اسلام کی ترقی تقویٰ سے ہوگی۔

اسلام کی تمام ترقی تقویٰ سے شروع ہوئی ہے اور پھر جب اسلام ترقی کرے گا تقویٰ سے کرے گا۔

(اشتہار ۷ر جون ۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۱۲۶)

اس دنیا میں عذاب کب آتا ہے مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت خدا کی طرف سے تنبیہ۔

مگر وہ نادان نہیں سمجھتے کہ سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ کفار کے فسق و فجور اور بت پرستی اور انسان پرستی کی سزا دینے کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک دوسرا عالم رکھا ہوا ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا اور ایسی قوموں کو جو خدا پر ایمان نہیں رکھتیں اسی دنیا میں مورد عذاب کرنا خدا تعالےٰ کی عادت نہیں ہے۔ بجز اس صورت کے کہ وہ لوگ اپنے گناہ میں حد سے زیادہ تجاوز کریں اور خدا کی نظر میں سخت ظالم اور موذی اور مفسد ٹھہر جائیں جیسا کہ قوم نوح اور قوم لوط اور قوم فرعون وغیرہ مفسد قومیں متواتر بیباکیاں کر کے مستوجب سزا ہو گئی تھیں۔ لیکن خدا تعالےٰ مسلمانوں کو بیباکی کی سزا کو دوسرے جہان پر نہیں چھوڑتا بلکہ مسلمانوں کو ادنیٰ ادنیٰ قصور کے وقت اسی دنیا میں تنبیہ کی جاتی ہے کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے آگے ان بچوں کی طرح ہیں جن کی والدہ ہر دم جھڑکیاں دے کر انہیں ادب سکھاتی ہے اور خدا تعالےٰ

اپنی محبت سے چاہتا ہے کہ وہ اس ناپائدار دنیا سے پاک ہو کر جائیں۔

(اشتہار ۲۵ر جون ۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۱۳۵)

کسی کے اہل اللہ ہونے میں اس کی دعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ دعا کی قبولیت کی ایک علامت

مَیں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ کسی کے اہل اللہ ہونے میں اس کی دُعا کا قبول ہونا شرط ہے۔ ہر ایک ولی مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور اس کو وہ حالت میسر آجاتی ہے جو استجابت دُعا کے لئے ضروری ہے۔ ہاں جب کبھی وہ حالت میسر نہ ہو تب دُعا کا قبول ہونا ضروری نہیں۔ وہ حالت یہ ہے کہ کسی کی نسبت نیک دُعا یا بد دُعا کے لئے اہل اللہ کا دل چشمہ کی طرح یکدفعہ پھوٹتا ہے اور فی الفور ایک شعلۂ نور آسمان سے گرتا اور اس سے اتصال پاتا ہے اور ایسے وقت میں جب دُعا کی جاتی ہے تو ضرور قبول ہو جاتی ہے۔ سو یہی وقت مجھے اس بزرگ کے لئے میسّر آیا۔ میں ان لوگوں کی روز کی تکذیبوں اور لعنت اور ٹھٹھے اور ہنسی کے دیکھنے سے تھک گیا۔ میری روح اب رب العرش کی جناب میں رو رو کر فیصلہ چاہتی ہے۔ اگر میں درحقیقت خدا تعالےٰ کی نظر میں مردود اور مخذول ہوں جیسا کہ ان لوگوں نے سمجھا تو میں خود ایسی زندگی نہیں چاہتا جو لعنتی زندگی ہو۔ اگر میرے پر آسمان سے بھی لعنت ہے جیسا کہ زمین سے لعنت ہے تو میری روح اوپر کی لعنت کی برداشت نہیں کر سکتی۔

(اشتہار ۲۵ر جون ۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

دنیا خدا کے نزدیک مُردار کی طرح ہے۔

بے شک دُنیا خدا کے نزدیک مُردار کی طرح ہے اور خدا کو ڈھونڈنے والے ہرگز دُنیا کو عزّت نہیں دیتے۔ یہ ایک لاعلاج بات ہے جو روحانی لوگوں کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے کہ وہ سچی بادشاہت آسمان کی بادشاہت سمجھتے ہیں

ہر ایک منعم کا شکر مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو بُت نہ بنانا بادشاہوں پر بھی محض رحم باقی رہ جانا۔

اور کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کر سکتے۔ البتہ ہم ہر ایک منعم کا شکر کرینگے۔ ہمدردی کے عوض ہمدردی دکھلائیں گے۔ اپنے محسن کے حق میں دُعا کریں گے۔ عادل بادشاہ کی خدا تعالےٰ سے سلامتی چاہیں گے گو وہ غیر قوم کا ہو۔ مگر کسی سفلی عظمت اور بادشاہت کو اپنے لئے بُت نہیں بنائیں گے۔ ہمارے رسول سیّد الکائنات صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اذا وقع العبد فی الھانیۃ الرب ومھیمنیۃ الصدیقین و رھبانیۃ الابرار لم یجد احداً یاخذ بقلبہ یعنی جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدیقوں پر محیط ہوتا ہے اور اپنی رحمت اور خاص عنایت کے اندر اس کو لے لیتا ہے اور ابرار کی طرح اس کو غیروں کے تعلقات سے چھڑا دیتا ہے تو ایسا بندہ کسی کو ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے دل کو پکڑ لے۔ کیونکہ اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت اور خوبی خدا میں ہے۔ پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اس کو تعجب میں نہیں ڈالتی اور نہ اپنی طرف جُھکا سکتی ہے۔ سو اس کو دوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ ہوں۔ کیونکہ اس کو ان چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ جس نے اس حقیقی بادشاہ کے دربار میں بار پایا جس کے ہاتھ میں ملکوت السمٰوٰت والارض ہے پھر فانی اور چھوٹی بادشاہی کی عظمت اس کے دل میں کیونکر بیٹھ سکے۔ میں جو اس ملیک مقتدر کو پہچانتا ہوں تو اب میری روح اس کو چھوڑ کر کہاں اور کدھر جائے۔ یہ رُوح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہِ ذوالجلال ابدی سلطنت کے مالک سب ملک اور ملکوت تیرے لئے ہی مسلّم ہے۔ تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں بلکہ کچھ بھی نہیں۔

آں کس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند ۔ با فرِ تو فرِ خسرواں را چہ کند

چوں بندہ شناختت بداں عزّ و جلال ۔ بعد از تو جلالِ دیگراں را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی ۔ دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

(اشتہار ۲۵ رجون ۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۱۴۲ تا ۱۴۴)

مباحثات کے بارے میں اپنے مریدوں کو تاکیدی نصیحت۔

اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہوں نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے اس سے شرائط بیعت کی دفعہ چہارم میں سمجھایا ہے سرکار انگریزی کی سچی خیر خواہی اور بنی نوع کی سچی ہمدردی کریں اور اشتعال دینے والے طریقوں سے اجتناب رکھیں اور پرہیزگار اور صالح اور بے شر انسان بن کر پاک زندگی کا نمونہ دکھلائیں۔ اور اگر کوئی ان میں سے ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو یا بے جا جوش اور وحشیانہ حرکت اور بدزبانی سے کام لے تو اس کو یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ ان صورتوں میں ہماری جماعت کے سلسلہ سے باہر متصور ہو گا اور مجھ سے اس کا کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔ دیکھو آج میں کُھلے کُھلے لفظوں سے آپ لوگوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ لوگ ہر ایک مفسدہ اور فتنہ کے طریق سے مجتنب رہیں اور صبر اور برداشت کی عادت کو اور بھی ترقی دیں اور بدی کی تمام راہوں سے اپنے تئیں دُور رکھیں اور ایسا نمونہ دکھلائیں جس سے آپ لوگوں کی ہر ایک نیک خلق میں زیادت ثابت ہو۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جو اہل علم اور فاضل اور

تربیت یافتہ اور نیک مزاج ہی ایسا ہی کریں گے۔ مگر یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ جو شخص ان وصیتوں پر کاربند نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔

ہماری تمام نصیحتوں کا خلاصہ تین امر ہیں۔ اوّل۔ یہ کہ خدا تعالےٰ کے حقوق کو یاد کرکے اس کی عبادت اور اطاعت میں مشغول رہنا۔ اس کی عظمت کو دل میں بیٹھاتا اور اس سے سب سے زیادہ محبت رکھنا اور اس سے ڈر کر نفسانی جذبات کو چھوڑنا اور اس کو واحد لاشریک جاننا اور اس کے لئے پاک زندگی رکھنا اور کسی انسان یا دوسری مخلوق کو اس کا مرتبہ نہ دینا۔ اور درحقیقت اس کو تمام روحوں اور جسموں کا پیدا کرنے والا اور مالک یقین کرنا۔ دوّم یہ کہ تمام بنی نوع سے ہمدردی کے ساتھ پیش آنا اور حتی المقدور ہر ایک سے بھلائی کرنا اور کم سے کم یہ کہ بھلائی کا ارادہ رکھنا۔ سوّم یہ کہ جس گورنمنٹ کے زیر سایہ خدا نے ہم کو کر دیا ہے یعنی گورنمنٹ برطانیہ جو ہماری آبرو اور جان اور مال کی محافظ ہے اس کی سچی خیر خواہی کرنا اور ایسے مخالف امن امور سے دُور رہنا جو اس کو تشویش میں ڈالیں۔ یہ احوال ثلاثہ ہیں جن کی محافظت ہماری جماعت کو کرنی چاہیئے اور جن میں اعلیٰ سے اعلیٰ نمونے دکھانے چاہئیں۔

(اشتہار ۲۰ ستمبر ۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۶۷، صفحہ ۱۶۸)

نرمی اور بُردباری کی تاکید۔

سو اے دوستو اس احوال کو محکم پکڑو۔ ہر ایک قوم کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔ نرمی سے عقل بڑھتی ہے اور بردباری سے گہرے خیال پیدا ہوتے ہیں اور جو شخص یہ طریق اختیار نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر کوئی ہماری جماعت میں سے مخالفوں کی گالیوں اور سخت گوئی پر صبر نہ کرسکے تو اس کا اختیار ہے کہ عدالت کے رو سے چارہ جوئی کرے۔ مگر یہ مناسب نہیں ہے کہ سختی کے

مقابل سختی کرکے کسی مفسدہ کو پیدا کریں۔ یہ تو وہ وصیت ہے جو ہم نے اپنی جماعت کو کر دی۔ اور ہم ایسے شخص سے بیزار ہیں اور اس کو اپنی جماعت سے خارج کرتے ہیں جو اس پر عمل نہ کرے۔

(اشتہار ۲۰ ستمبر ۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱۷۰)

طاعون سے بچاؤ کیلئے توبہ و استغفار و نیک چلنی کی ضرورت۔

اب چونکہ اس الہام سے جو الٰہی میں نے لکھا ہے (اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ۔ از مؤلف) معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دُور ہوسکتی ہے۔ لہٰذا تمام بندگان خدا کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سچے دل سے نیک چلنی اختیار کریں اور بھلائی میں مشغول ہوں اور ظلم اور بدکاری کے تمام طریقوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے سچے دل سے خدا تعالےٰ کے احکام بجا لاویں۔ نماز کے پابند ہوں۔ ہر ایک فسق و فجور سے پرہیز کریں۔ توبہ کریں اور نیک بختی اور خدا ترسی اور اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول ہوں۔ غریبوں اور ہمسائیوں اور یتیموں اور بیواؤں اور مسافروں اور درماندوں کے ساتھ نیک سلوک کریں اور صدقہ و خیرات دیں اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھیں اور نماز میں اس بلا (طاعون) سے محفوظ رہنے کیلئے رو رو کر دُعا کریں۔ پچھلی رات اٹھیں اور نماز میں دُعائیں کریں۔ غرض ہر قسم کے نیک کام بجا لائیں اور ہر قسم کے ظلم سے بچیں اور اس خدا سے ڈریں جو اپنے غضب سے ایک دم میں ہی دُنیا کو ہلاک کرسکتا ہے۔

(اشتہار ۶ فروری ۹۸ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵، صفحہ ۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؁ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے
ایک ضروری اشتہار

اپنی جماعت کیلئے نصائح۔

میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سُنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقت نماز جماعت کے پابند ہوں. وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بےجا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالےٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلہ خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے زیر سایہ ان کے مال اور جانیں اور آبروئیں محفوظ ہیں بصدق دل اس کے وفادار تابعدار رہیں۔ اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالےٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچا دیں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور

ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصُحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے یا اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں ہے یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے۔ اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالےٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دُور کرو۔ اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہیئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کیلئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہیئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو۔ اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔

یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں۔ اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو۔ اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے ایک ضروری اشتہار

اپنی جماعت کیلئے نصائح۔

میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہیں یا اپنے مقامات میں بود و باش رکھتے ہیں اس وصیت کو توجہ سے سُنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک بختی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں۔ وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں۔ وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ جس کے زیر سایہ ان کے مال اور جانیں اور آبروئیں محفوظ ہیں بصدق دل اس کے وفادار تابعدار رہیں۔ اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں اور پنج وقتہ نماز کو نہایت التزام سے قائم رکھیں اور

ظلم اور تعدّی اور غبن اور رشوت اور اتلاف حقوق اور بیجا طرفداری سے باز رہیں۔ اور کسی بدصُحبت میں نہ بیٹھیں۔ اور اگر بعد میں ثابت ہو کہ ایک شخص جو ان کے ساتھ آمد و رفت رکھتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے احکام کا پابند نہیں ہے یا اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں ہے یا حقوق عباد کی کچھ پرواہ نہیں رکھتا اور یا ظالم طبع اور شریر مزاج اور بدچلن آدمی ہے۔ اور یا یہ کہ جس شخص سے تمہیں تعلق بیعت اور ارادت ہے اس کی نسبت ناحق اور بے وجہ بدگوئی اور زبان درازی اور بدزبانی اور بہتان اور افترا کی عادت جاری رکھ کر خدا تعالیٰ کے بندوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے تو تم پر لازم ہوگا کہ اس بدی کو اپنے درمیان سے دُور کرو۔ اور ایسے انسان سے پرہیز کرو جو خطرناک ہے۔ اور چاہیئے کہ کسی مذہب اور کسی قوم اور کسی گروہ کے آدمی کو نقصان رسانی کا ارادہ مت کرو۔ اور ہر ایک کیلئے سچے ناصح بنو۔ اور چاہیئے کہ شریروں اور بدمعاشوں اور مفسدوں اور بدچلنوں کو ہرگز تمہاری مجلس میں گذر نہ ہو۔ اور نہ تمہارے مکانوں میں رہ سکیں کہ وہ کسی وقت تمہاری ٹھوکر کا موجب ہوں گے۔

یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتدا سے کہتا چلا آیا ہوں۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں۔ اور چاہیئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگذر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو۔ اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذباتِ نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو

سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اُٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دُنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیزگاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ اور واقعی نیک دل اور غریب مزاج اور راستباز بن جاؤ۔ تم پنج وقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے۔ اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا۔

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے راستبازی کا نمونہ ٹھہرو۔

چاہیئے کہ تمہارے دل فریب سے پاک اور تمہارے ہاتھ ظلم سے بری اور تمہاری آنکھیں ناپاکی سے منزہ ہوں۔ اور تمہارے اندر بجز راستی اور ہمدردیٔ خلائق کے اور کچھ نہ ہو۔ میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونہ دکھائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے۔ یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسدہ پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے

کہ وہ خدا تعالےٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے یا بیہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔

ابھی مَیں نے چند ایسے آدمیوں کی شکایت سُنی تھی کہ وہ پنج وقت نماز میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور بعض ایسے تھے کہ ان کی مجلسوں میں ٹھٹھے اور ہنسی اور حقّہ نوشی اور فضول گوئی کا شغل رہتا تھا۔ اور بعض کی نسبت شک کیا گیا تھا کہ وہ پرہیزگاری کے پاک اصول پر قائم نہیں ہیں اس لئے میں نے بلاتوقف ان سب کو یہاں سے نکال دیا ہے کہ تا دوسروں کے ٹھوکر کھانے کا موجب نہ ہوں۔ اگرچہ شرعی طور پر ان پر کچھ ثابت نہ ہوا لیکن اس کارروائی کے لئے اسی قدر کافی تھا کہ شکی طور پر ان کی نسبت شکایت ہوئی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر وہ راستبازی میں ایک روشن نمونہ دکھاتے تو ممکن نہ تھا کہ کوئی شخص ان کے حق میں بول سکتا۔ میں یہ بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ درحقیقت ان لوگوں میں سے نہ تھے جنہوں نے راستبازی کی تلاش میں ہماری ہمسائیگی اختیار کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک کھیت جو محنت سے تیار کیا جاتا اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانون قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی۔ اور مَیں جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں ان کے دل خدا تعالےٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کیلئے ظاہر کریں گے۔ والسلام۔

۲۹ مئی ۱۸۹۸ء

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد۔ از قادیان۔ ضلع گورداسپور

(تبلیغ رسالت جلد ۷ ص۴۲ تا ص۴۵)

پنج وقتہ نماز میں حاضر نہ ہونے والوں کو قادیان سے نکال دیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی جماعت کیلئے ضروری اشتہار

مکفرین سے نکاحوں کے معاملہ میں علیحدگی۔

چونکہ خدا تعالےٰ کے فضل اور کرم اور اس کی بزرگ عنایات سے ہماری جماعت کی تعداد میں بہت ترقی ہو رہی ہے اور اب ہزاروں تک اس کی نوبت پہنچ گئی اور عنقریب بفضلہ تعالےٰ لاکھوں تک پہنچنے والی ہے اس لئے قرینِ مصلحت معلوم ہُوا کہ ان کے باہمی اتحاد کے بڑھانے کیلئے اور نیز ان کو اہل اقارب کے بداثر اور بدنتائج سے بچانے کے لئے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جائے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیرِ سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہنچ گئے ہیں ان سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہ ہوں۔ اور اب یہ جماعت کسی بات میں ان کی محتاج نہیں۔ مال میں دولت میں علم میں فضیلت میں خاندان میں پرہیز گاری میں خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔ اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجّال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثناخوان اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی

بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔ سو تمام جماعت توجہ سے سُن لے کہ راستباز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے ......

(اشتہار ۷ رجون ۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۷ صـ۴۵ ، صـ۴۶)

اسلام تلوار کا محتاج نہیں۔

دلوں کو صاف کرو اور نفسانی جوشوں کے تابعدار مت ہو اور سچائی کے ساتھ اور علمی طاقت کے ساتھ اور روحانی برکتوں کے ساتھ اسلام کی مدد کرو نہ یہ کہ تلوار کے زمانہ کی انتظار کرو۔ اس دین میں کیا خوبی ہو سکتی ہے جو اپنی ترقی میں تلوار کا محتاج ہے۔ سو یقیناً سمجھو کہ اسلام تلوار کا محتاج نہیں۔ اسلام اسی خدا کی طرف ہدایت کرتا ہے جو زمین و آسمان کے دیکھنے سے بھی اس کا موجود ہونا ثابت ہوتا ہے۔

بغیر حقیقی پاکیزگی کے خدا نظر نہیں آ سکتا۔

سو ایسے خیالات سے توبہ کرو اور روحانیت کے طالب ہو تا تمہارے دل روشن اور پاک ہوں اور تا ہر ایک قسم کا فساد اور فتنہ تم سے دُور ہو اور تا تم پاک دل ہو کر اس خدا کو دیکھ سکو جو بغیر حقیقی پاکیزگی کے نظر نہیں آسکتا۔

یہی راہ خدا کے ملنے کی راہ ہے۔ خدا ہر ایک کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

(اشتہار ۶ رجنوری ۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۸ صـ۱۴ ، صـ۱۵)

نشان نمائی میں تمام دنیا پر

غرض جیسا کہ اس نبی نے سچائی کے لئے صلیب کو قبول کیا ایسا ہی میں

غلبے کی تحدّی۔

بھی قبول کرتا ہوں۔ اگر اس جلسہ کے بعد جس کی گورنمنٹ محسنہ کو ترغیب دیتا ہوں ایک سال کے اندر میرے نشان تمام دُنیا پر غالب نہ ہوں تو مَیں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ میں راضی ہوں کہ اس جُرم کی سزا میں سولی دیا جاؤں اور میری ہڈیاں توڑی جائیں۔ لیکن وہ خدا جو آسمان پر ہے جو دل کے خیالات کو جانتا ہے جس کے الہام سے مَیں نے اس عریضہ کو لکھا ہے وہ میرے ساتھ ہوگا اور میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے اس گورنمنٹ عالیہ اور قوموں کے سامنے شرمندہ نہیں کرے گا۔ اسی کی روح ہے جو میرے اندر بولتی ہے۔ میں نہ اپنی طرف سے بلکہ اس کی طرف سے یہ پیغام پہنچا رہا ہوں تا سب کچھ جو اتمامِ حجت کے لئے چاہیئے پورا ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ اس کی طرف سے کہتا ہوں۔ اور وہی ہے جو میرا مددگار ہوگا۔

(اشتہار ۲۷ ستمبر ۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۶۰)

من انصاری الی اللہ

من انصاری الی اللہ۔

اے دوستو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے حالات پر رحم فرمائے اور آپ کے دل میں الہام کرے کہ ہماری تمام ضرورتوں کے لئے آپ صاحبوں کے دلوں میں سچے جوش پیدا ہوں۔ حال یہ ہے کہ بہت سا حصّہ عمر کا ہم طے کر چکے ہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ معمولی قانونِ قدرت کے سہارے پر نہیں بلکہ محض اسی کے ان وعدوں پر نظر ہے جن میں سے کسی قدر براہین احمدیہ اور ازالہ اوہام میں بھی درج ہیں۔ کیونکہ اس نے محض اپنے فضل سے وعدہ دیا ہے کہ وہ مجھے نہیں چھوڑے گا اور نہ مجھ سے الگ ہوگا جب تک پاک اور خبیث میں فرق کر کے

نہ دکھلا وے۔ اور تیس برس کے قریب اس الہام کو ہو گیا کہ اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میں ان کاموں کے لئے تجھے اسّی برس تک یا کچھ تھوڑا کم یا چند سال اسّی برس سے زیادہ عمر دُوں گا۔ اب جب میں خدا تعالےٰ کے اس پاک الہام پر نظر کرتا ہوں تو بے اختیار ایک زلزلہ میرے دل پر پڑتا ہے اور بسا اوقات میرے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور ایک موت کی سی حالت نمودار ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصّہ اس میعاد کا گذر گیا اور اب میں بہ نسبت اس دُنیا کی ہمسائگی کے قبر سے زیادہ نزدیک ہوں۔

کاموں کے ناتمام رہنے کا غم۔

میرے اکثر کام ابھی ناتمام ہیں۔ اور مَیں خدا تعالےٰ کے ان تمام الہامات پر جو مجھے ہو رہے ہیں ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسا کہ تورات اور انجیل اور قرآن مقدس پر ایمان رکھتا ہوں اور مَیں اس خدا تعالےٰ کو جانتا اور پہچانتا ہوں جس نے مجھے بھیجا ہے۔ اندھا ہے وہ دل جو خدا کو نہیں جانتا اور مردہ ہے وہ جسم جو یقینی الہام اور وحی سے منوّر نہیں اور نہ منوّر ہونے والوں کے ساتھ ہم صحبت اور ہم نشین ہے۔ سو مَیں اس پاک وحی سے ایسا ہی کامل حصّہ رکھتا ہوں جیسا کہ خدا تعالےٰ کے کامل قرب کی حالت میں انسان رکھ سکتا ہے۔ جب انسان ایک پُرجوش محبت کی آگ میں ڈالا جاتا ہے جیسا کہ تمام نبی ڈالے گئے تو پھر اس کی وحی کے ساتھ اضغاث احلام نہیں رہتے بلکہ جیسا کہ خشک گھاس تنور میں جل جاتا ہے ویسا ہی وہ تمام اوہام اور نفسانی خیالات جل جاتے ہیں اور خالص خدا کی وحی رہ جاتی ہے۔ اور یہ وحی صرف انہی کو ملتی ہے جو دنیا میں کمال صفاء محبت اور محبوبیت کی وجہ سے نبیوں کے رنگ میں ہو جاتے ہیں جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۴ اٹھارویں سطر میں یہ الہام میری نسبت ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلّہ میں۔ سو مَیں شکّی اور ظنّی الہام کے ساتھ نہیں بھیجا گیا

اندھا ہے وہ دل جو خدا کو نہیں جانتا۔ اور مُردہ ہے وہ جسم جو یقینی الہام اور وحی سے منوّر نہیں۔

پُرجوش محبت کی آگ میں ڈالا جانا۔

بلکہ یقینی اور قطعی وحی کے ساتھ بھیجا گیا ہوں۔ اور میرے نزدیک سب بدبختوں سے زیادہ تر وہ بدبخت ہے جو شکی اور ظنی الہامات کے ابتلاء میں بلعم کی طرح چھوڑا گیا ہے کیونکہ شک اور ظن علم میں داخل نہیں۔ اور ممکن ہے کہ ایسا شخص کسی صادق کی تکذیب سے جلد تر جہنم میں گرے کیونکہ شک ہمیشہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔ مگر مجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے دلائل قاطعہ سے یہ علم دیا گیا ہے اور ہر ایک وقت میں دیا جاتا ہے کہ جو کچھ مجھے القا ہوتا ہے اور جو وحی میرے پر نازل ہوتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے نہ شیطان کی طرف سے۔ میں اس پر ایسا ہی یقین رکھتا ہوں جیسا کہ آفتاب اور ماہتاب کے وجود پر یا جیسا کہ اس بات پر کہ دو اور دو چار ہوتے ہیں۔ ہاں جب میں اپنی طرف سے کوئی اجتہاد کروں یا اپنی طرف سے کسی الہام کے معنے کروں تو ممکن ہے کہ کبھی اس معنی میں غلطی بھی کھاؤں مگر میں اس غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا اور خدا کی رحمت جلد تر مجھے حقیقی انکشاف کی راہ دکھا دیتی ہے اور میری رُوح خدا کے فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے۔

میری رُوح خدا کے فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے

.......شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر پھر اپنی خست اور بخل کو نہ چھوڑے۔ یہ خدا تعالےٰ کی سنت ہے کہ ہر ایک اہل اللہ کے گروہ کو اپنی ابتدائی حالت میں چندوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ صحابہ پر چندے لگائے جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے بڑھ کر رہے۔ سو مردانہ ہمت سے امداد کے لئے بلا توقف قدم اٹھانا چاہیئے.........

شرم کی بات ہے کہ کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر اپنی خست اور بخل کو نہ چھوڑے۔

(اشتہار ۴ ر اکتوبر ۹۹ء۔ تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۶۴ تا صفحہ ۶۶)

اور تحریر میں مجھے وہ طاقت دی گئی ہے کہ گویا میں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے جاتے ہیں گو بظاہر میرے ہاتھ ہیں۔

دوسری شاخ اخراجات کی جس کے لئے ہر وقت میری جان گدازش میں ہے سلسلہ تالیفات ہے۔ اگر یہ سلسلہ سرمایہ کے نہ ہونے سے بند ہو جائے تو ہزارہا حقائق اور معارف پوشیدہ رہیں گے۔ اس کا مجھے کس قدر غم ہے اس سے آسمان بھر سکتا ہے۔ اسی میں میرا سرور اور اسی میں میرے دل کی ٹھنڈک ہے کہ جو کچھ علوم اور معارف سے میرے دل میں ڈالا گیا ہے میں خدا کے بندوں کے دلوں میں ڈالوں۔ دور رہنے والے کیا جانتے ہیں مگر وہ جو ہمیشہ آتے جاتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ کیونکر میں دن رات تالیفات میں مستغرق ہوں اور کس قدر میں اپنے وقت اور جان کے آرام کو اس راہ میں فدا کر رہا ہوں۔ میں ہر دم اس خدمت میں لگا ہُوا ہوں لیکن اگر کتابوں کے چھپنے کا سامان نہ ہو اور عملہ مطبع کے خرچ کا روپیہ موجود نہ ہو تو میں کیا کروں۔ جس طرح ایک عزیز بیٹا کسی کا مر جاتا ہے اور اس کو سخت غم ہوتا ہے اسی طرح مجھے کسی ایسی کتاب کے نہ چھپنے سے غم دامن گیر ہوتا ہے جو وہ کتاب بندگانِ خدا کو نفع رساں اور اسلام کی سچائی کے لئے ایک چراغ روشن ہو۔

تالیفات میں بندگانِ خدا کیلئے نفع اور ان میں مشقت برداشت کرنا۔

تیسری شاخ اخراجات کی جس کی ضرورت مجھے حال میں پیش آئی ہے جو نہایت ضروری بلکہ اشد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ میں تثلیث کی خرابیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں اس کے لئے یہ دردناک نظارہ کہ ایسے لوگ دُنیا میں چالیس کروڑ سے بھی کچھ زیادہ پائے جاتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو خدا سمجھ رکھا ہے میرے دل پر اس قدر صدمہ پہنچاتا رہا ہے کہ میں گمان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر میری تمام زندگی میں اس سے بڑھ

تثلیث کی خرابیوں پر غم۔

کر کوئی غم گذرا ہو۔ بلکہ اگر ہم وغم سے مرنا میرے لئے ممکن ہوتا تو یہ غم مجھے ہلاک کر دیتا کہ کیوں یہ لوگ خدائے واحد لاشریک کو چھوڑ کر ایک عاجز انسان کی پرستش کر رہے ہیں۔ اور کیوں یہ لوگ اس نبی پر ایمان نہیں لاتے جو سچی ہدایت اور راہِ راست لے کر دُنیا میں آیا ہے۔ ہر ایک وقت مجھے اندیشہ رہا ہے کہ اس غم کے صدمات سے مَیں ہلاک نہ ہو جاؤں۔

(اشتہار ۴ر اکتوبر ۹۹ء۔ تبلیغ رسالت جلد ۸ ص ۷۰، ص ۷۱)

ہم نماز میں یہ دُعا کرتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنے ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال۔ صدیقوں کا کمال۔ شہیدوں کا کمال۔ صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو۔ اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کے صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دُور ہو جائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال

نبی کا خاص کمال

صدیق کا کمال

شہید کا کمال۔

صالح کا کمال۔

جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے۔ اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا۔ دیکھو متی باب ۸ آیت ۹۔ پس تم اسی طرح دُعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔

(اشتہار ۵ر نومبر ۹۹ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۸ ص ۹۰، ص ۹۱)

ہماری نماز کی حقیقت یہی چار چیزوں کی طلب ہے۔ خدا کی تقدیس کے لئے ان کے مانگنے کی ضرورت

اور ایک بڑی دلیل اسبات پر کہ صرف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم روحانی طور پر اعلیٰ زندگی رکھتے ہیں دوسرا کوئی نہیں رکھتا۔ آپ کے تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ سچے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیروی کر کے خدا تعالیٰ کے مکالمات سے شرف پاتے ہیں اور فوق العادت خوارق ان سے صادر ہوتے ہیں اور فرشتے ان سے باتیں کرتے ہیں۔ دُعائیں ان کی قبول ہوتی ہیں۔ اس کا نمونہ ایک میں ہی موجود ہوں کہ کوئی قوم اس بات میں ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(اشتہار ۲۵ر مئی ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم ص ۱۶، ص ۱۷)

رسول کریمؐ کی تاثیرات اور برکات کا زندہ سلسلہ۔

ایمانی دولت سے حصّہ کا نتیجہ مالی مشکلات میں بھی کار خیر کی توفیق پانا۔

اگر انسان کو ایمانی دولت سے حصّہ ہو تو گو کیسے ہی مالی مشکلات کے شکنجہ میں آجائے تاہم وہ کار خیر کی توفیق پالیتا ہے۔

(اشتہار یکم جولائی سنہ ۱۹۰۰ء۔ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم صـ۵۳)

مال سے محبت مت کرو کیونکہ وہ تمہیں چھوڑ دیگا۔

مال سے محبت مت کرو کیونکہ وہ وقت آتا ہے کہ اگر تم مال کو نہیں چھوڑتے تو وہ تمہیں چھوڑ دے گا۔

(اشتہار یکم جولائی سنہ ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم صـ۵۷)

خدا کے پیاروں پر ایک مرتبہ موت کا خوف یا موت کے مشابہ واقعہ وارد ہونے کی سنت۔

کوئی نبیوں میں سے خدا کا پیارا نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ولی ولیوں میں سے اس کا محبوب ٹھہر سکتا ہے جب تک کہ ایک مرتبہ موت کا خوف یا موت کے مشابہ اس پر ایک واقعہ وارد نہ ہو لے اور اس پر سنت اللہ قدیم سے جاری ہے۔

(اشتہار ۴ر نومبر سنہ ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۹ صـ۸۵ حاشیہ)

تعلیم کا خلاصہ۔

اور میری تعلیم وہی ہے جو میں اشتہار ۱۲ر جنوری سنہ ۱۸۸۹ء میں ملک میں شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ کہ اسی خدا کو مانو جس کے وجود پر توریت اور انجیل اور قرآن تینوں متفق ہیں. کوئی ایسا خدا اپنی طرف سے مت بناؤ جس کا وجود ان تینوں کتابوں کی متفق علیہ شہادت سے ثابت نہیں ہوتا. وہ بات مانو جس پر عقل اور کانشنس کی گواہی ہے اور خدا کی کتابیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں۔ خدا کو ایسے طور سے نہ مانو جس سے خدا کی کتابوں میں پھوٹ پڑ جائے۔

زنا نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ اور بدنظری نہ کرو۔ اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کی راہوں سے بچو اور نفسانی جوشوں کے مغلوب مت ہو۔ پنج وقت نماز ادا کرو کہ انسانی فطرت پر پنج طور پر ہی انقلاب آتے ہیں اور اپنے نبی کریم کے شکر گزار رہو اور اس پر درود بھیجو کیونکہ وہی ہے کہ جس نے تاریکی کے زمانہ نئے سرے خدا شناسی کی راہ سکھلائی۔

ہمدردی مخلوق۔

(۴) عام خلق اللہ کی ہمدردی کرو اور اپنے نفسانی جوشوں میں سے کسی کو مسلمان ہو یا غیر مسلمان تکلیف مت دو۔ نہ زبان نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

خدا سے وفاداری۔

(۵) بہر حال رنج و راحت میں خدا تعالےٰ کے وفادار بندے بنے رہو اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہ پھیرو بلکہ آگے قدم بڑھاؤ۔

رسول اللہ اور قرآن کی متابعت۔

(۶) اپنے رسول کی متابعت کرو اور قرآن کی حکومت اپنے سر پر لے لو کہ وہ خدا کا کلام اور تمہارا سچا شفیع ہے۔

اسلام کی ہمدردی۔

(۷) اسلام کی ہمدردی اپنے تمام قوتوں سے کرو۔ اور زمین پر خدا کے جلال اور توحید کو پھیلاؤ۔

میرے درخت وجود کی شاخ بن جاؤ۔

(۸) مجھ سے اس غرض سے بیعت کرو کہ تا تمہیں مجھ سے روحانی تعلق پیدا ہو۔ اور میرے درختِ وجود کی ایک شاخ بن جاؤ اور بیعت کے عہد پر موت کے وقت تک قائم رہو۔

(اشتہار ۴ر نومبر سنہ ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۹ صـ۸۸ و صـ۸۹)

استغفار کی نصیحت۔

سو اپنے نفسوں اور اپنے بچوں اور اپنی بیویوں پر رحم کرو۔ چاہیئے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اور توبہ اور استغفار سے بھر جائیں اور تمہارے دل

نرم ہو جائیں۔ بالخصوص میں اپنی جماعت کو نصیحتاً کہتا ہوں کہ یہی وقت توبہ اور استغفار کا ہے۔ جب بلا نازل ہوگئی تو پھر توبہ سے بھی فائدہ کم پہنچتا ہے۔ اب اس سخت سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔ باہمی ہمدردی اختیار کرو۔ ایک دوسرے کو تکبر اور کینہ سے نہ دیکھو۔ خدا کے حقوق ادا کرو اور مخلوق کے بھی۔ تا تم دوسروں کے بھی شفیع ہو جاؤ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہو ایک بھی کامل راستباز ہوگا تب بھی یہ بلا اس شہر سے دفع کی جائے گی۔ پس اگر تم دیکھو کہ یہ بلا ایک شہر کو کھاتی جاتی اور تباہ کرتی جاتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی کامل راستباز نہیں معمولی درجہ کے طاعون یا کسی وبا کا آنا ایک معمولی بات ہے لیکن جب یہ بلا ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہر کامل راستبازوں کے وجود سے خالی ہے۔ تب اس شہر سے جلد نکلو یا کامل توبہ اختیار کرو۔

(اشتہار ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱)

جماعت کو نصیحت

وقد قلت من قبل فما اصغیتم دھدیت فما اھتدیتم واریت فما رئیتم والیوم القی فی روعی ان اکرر تلک الوصیة واستخلص باتمام الحجة لنفسی البریة فاسمعوا ولا تعرضوا واتقوا ولا تفسقوا وقوموا للہ ولا تقعدوا واطیعوا ولا تمرّدوا۔ واذکروا اللہ ولا تغفلوا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تتفرقوا۔ وزکوا نفوسکم ولا تتدنسوا وطھروا بواطنکم ولا تلطخوا واعبدوا ربکم مخلصین ولا تشرکوا وتصدقوا ولا تبخلوا۔ واصعدوا الی السماء والی

الارض لا تخلدوا۔ وارحموا ضعفاءکم فی الارض ترحموا فی السماء وتنصروا۔ واطیعوا للہ وملوککم ولا تفسدوا ولا تخالفوا الحکام فی احکامھم وقضاءھم وفصلھم وامضاءھم ولا تقدموا القدم ولا تؤخروا خلاف رضاءھم۔ واذا اُمِرتم فاحضروا ولا تقوموا کسالٰی عند دعاءھم ولا تجاوزوا قوانینھم ولا تقربوا توھینھم۔ واذا امرتم الی خدمة فسارعوا الی الامتثال واسعوا ولو علی قنن الجبال ولا تنحتوا معاذیر کالجھال ولا تابوا کالقوم الارذال۔ واعلموا ان السلامة کلھا فی قبول الاحکام والملامة کلھا فی الاباء والخصام۔

(ترجمہ از خاکسار) اور میں نے اس سے پہلے بھی کہا اور تم نے کان نہ دھرے اور میں نے راہ بتائی پر تم نے ہدایت نہ پائی۔ اور میں نے تم کو دکھایا پر تم نے نہ دیکھا۔ آج میرے دل میں آیا ہے کہ پھر ایک دفعہ تمہیں وصیت کر دوں اور اپنی بریت کے لئے حجت پیدا کرلوں۔ سنو اور منہ نہ پھیرو اور خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو نہ توڑو اور خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور سست مت بیٹھو اور کہا مانو اور سرکشی نہ کرو اور خدا کو یاد کرو اور غفلت چھوڑ دو اور سب مل کر خدا کی رسی کو پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو اور اپنے نفسوں کو پاک کرو اور میلے کچیلے نہ رہو اور اپنے باطنوں کو پاک کرو اور آلودگی سے بچو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو اور صدقے دو اور بخیل نہ بنو۔ اور آسمان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اور زمین کی طرف نہ جھکو اور ضعیفوں پر رحم کرو تاکہ تم پر بھی آسمان میں رحم کیا جاوے اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اور فساد نہ کرو۔

اورحکام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ کرو۔ اوران کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ رکھو اور جب کوئی ان کی طرف سے حکم آوے تو حاضر ہو جاؤ اور ان کے بلانے پر سُست اور ہار کھائے ہوئے نہ بنو اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو اور ان کی توہین نہ کرو۔ اور جب کوئی خدمت تمہارے سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا پڑے۔ اور جاہلوں کی مانند عذر نہ تراشو اور خوب سمجھ لو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں ہے اور ملامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہے۔

(اشتہار ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نمبر ۱ صفحہ ۳۴ تا صفحہ ۳۷)

ماہواری چندہ کیلئے تحریک

اگرچہ ہمارے ساتھ مدرسہ کا بھی تعلق ہے اور اس کا انتظام خرچ بھی ابھی ناقص اور بالکل ناقابل اطمینان ہی ہے اور میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ جو لڑکے اس مدرسہ میں پڑھیں گے وہ نسبتاً کچھ نہ کچھ سچائی اور دینداری اور پرہیزگاری اور نیک چلنی کی راہ سیکھیں گے لیکن ان میں اور ہم میں بڑے پہاڑ اور کانٹے اور شور دریا ہیں۔ بہت تھوڑے ہیں جو ان سب کو چیر کر ہم تک پہنچ سکتے ہیں ورنہ عموماً سب پڑھنے والے اپنی دُنیا کے لئے مَر رہے ہیں اور اس کُتا کی مانند ہیں جو ایک دفن کئے ہوئے مردار کی مٹی اپنے پَیروں سے کھودتا ہے اور جب وہ مردار ننگا ہو جاتا ہے تو اسے کھاتا ہے۔ اسی طرح ان پڑھنے والوں میں بڑا گروہ تو ایسا ہی ہے کہ اس مردار کی تلاش میں ہیں اور جب وہ مُردار انہیں مل گیا تو پھر ہم کہاں اور وہ کہاں۔ آخر انہی باپوں کے وہ فرزند ہیں جنہوں نے دُنیا کو قبول کر رکھا ہے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دُنیا کو تین طلاق بھیج کر ہماری راہ پر چلیں گے اور ہمارے سلسلہ کے لئے اپنی

تعلیم پانیوالوں کا بڑا گروہ مُردار کی تلاش میں رہتا ہے۔

عمریں وقف کر دینگے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارا کانشنس ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتا۔ بلکہ اکثر لڑکے اپنی دُنیا کے لئے ہی مرتے ہیں اور جب اس قدر کوئی ڈگری حاصل کر لیں گے کہ جس سے وہ نوکر ہو سکیں تب وہ فی الفور روحانی تناسخ کو قبول کر کے ایک اور جُون میں آ جائیں گے۔ بھلا جوشِ جوانی کی ہزاروں ظلمتوں اور جذبات سے باہر آنا سہل بات ہے یا ہر ایک کا کام ہے۔ نہیں بلکہ نہایت ہی مشکل ہے۔ لیکن میری امیدیں ان غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔اے بننا چاہتے ہیں اور نہ ایم۔اے بلکہ بقدر کفایت معاش دُنیا اختیار کرتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں ہر دم یہ خلش ہے کہ کسی طرح ہم نیک انسان بن جائیں اور خدا ہم سے راضی ہو۔ سو وہ ہدایت پانے سے بہت قریب ہیں کیونکہ ان کے خیالات میں تفرقہ نہیں ہے وہ میرے پاس رَہ کر ہر روز تازہ بتازہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ سو انہیں کا سب سے زیادہ مجھے فکر ہے۔ کیونکہ ہم عمر کا بہت سلسلہ طے کر چکے ہیں اور تھوڑا باقی ہے اسی اطمینان کے حاصل کرنے کے لئے میں یہ اشتہار شائع کرتا ہوں۔ یہ اشتہار کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرضِ حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیئے کہ اس میں لاف گزاف نہ ہو جیسا کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے۔ سو انہوں نے خدا کا گناہ کیا جو عہد کو توڑا۔

غریبوں پر اُمیدیں۔

(اشتہار ۵ مارچ ۱۹۰۲ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۴۸ تا صفحہ ۵۰)

رسالہ انگریزی ریویو کی خریداری کے لئے پرزور تحریک۔

چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل غرض خدا تعالےٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دُور کرکے دُنیا کے تمام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسرِ صلیب کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہی اغراض کے پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے۔ جس کا شیوع یعنی شائع ہونا امریکہ اور یورپ کے اکثر حصّوں میں بخوبی ثابت ہوچکا ہے اور بہت سے دلوں پر اثر ہونا شروع ہوگیا ہے بلکہ اُمید سے زیادہ اس رسالہ کی شہرت ہوچکی ہے اور لوگ نہایت سرگرم شوق سے اس رسالہ کے منتظر پائے جاتے ہیں۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے لئے مستقل سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں زور کے ساتھ اپنی جماعت کے مخلص جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی اعانت اور مالی امداد میں جہاں تک ان سے ممکن ہے اپنی ہمت دکھلاویں۔ دُنیا جائے گذشتنی گذاشتنی ہے اور جب انسان ایک ضروری وقت میں ایک نیک کام کے بجالانے میں پوری کوشش نہیں کرتا تو پھر وہ گیا ہُوا وقت ہاتھ نہیں آتا۔ اور میں خود دیکھتا ہوں کہ بہت سا حصّہ عمر کا گذار چکا ہوں اور الہامِ الٰہی اور قیاس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باقی ماندہ تھوڑا سا حصّہ ہے۔ پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دیگا میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا۔ مَیں اُمید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی۔ بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہیئے کہ خدا تعالےٰ پر توکّل کرکے پورے اخلاص اور جوش اور ہمّت

قیامت کے دن حضور کے ساتھ کون ہوگا۔

سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت پیسہ کے برابر نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے کہ تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے آنکھیں انتظار کر رہی تھیں۔ اور ہر روز خدا تعالےٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے اور خدا تعالےٰ نے متواتر ظاہر کردیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔

ایک وقت آئیگا کہ سونے کا پہاڑ بھی پیسے کے برابر نہیں ہوگا۔

یہ ظاہر ہے کہ تم دو چیز سے محبت نہیں کر سکتے اور تمہارے لئے ممکن نہیں کہ مال سے بھی محبت کرو اور خدا سے بھی۔ صرف ایک سے محبت کر سکتے ہو۔ پس خوش قسمت وہ شخص ہے کہ خدا سے محبت کرے اور اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کرکے اس کی راہ میں مال خرچ کریگا تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خودبخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کے لئے بعض حصّہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کرکے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہیئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصّہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لاکر خدا تعالےٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت اور امداد سے پہلو تہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کردے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کیلئے

تم مال اور خدا دونوں سے محبت نہیں کرسکتے۔

خدمت کیلئے بلانے میں خدا کے فرستادہ کا احسان۔

ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبّر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ مَیں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرا محتاج نہیں۔ ہاں تم پر اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقعہ دیتا ہے بتھوڑے دن ہوئے کہ بمقام گورداسپور مجھ کو الہام ہُوا تھا کہ لا الٰہ الا انا فاتخذنی وکیلا یعنی میں ہی ہوں کہ ہر ایک کام میں کارساز ہوں۔ پس تو مجھ کو ہی وکیل یعنی کارساز سمجھ لے اور دوسروں کا اپنے کاموں میں کچھ بھی دخل مت سمجھ۔ جب یہ الہام مجھ کو ہُوا تو میرے دل پر ایک لرزہ پڑا اور مجھے خیال آیا کہ میری جماعت ابھی اس لائق نہیں کہ خدا تعالےٰ ان کا نام بھی لے۔ اور مجھے اس سے زیادہ کوئی حسرت نہیں کہ مَیں فوت ہو جاؤں اور جماعت کو ایسی ناتمام اور خام حالت میں چھوڑ جاؤں۔

بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔

مَیں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالےٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالےٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دُور ہو جاتا ہے جیسا کہ روشنی سے تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ مَیں ایک کام کے لئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے بلکہ خدا تعالےٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ مَیں نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم کوئی نیکی کا کام بجا لاؤ گے اور اس وقت کوئی خدمت کرو گے تو اپنی ایمانداری پر مہر لگا دو گے اور تمہاری عمریں زیادہ ہوں گی اور تمہارے مالوں میں برکت دی جائے گی۔

مجھے اس بات کی تصریح کی ضرورت نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا خدمت بجا لاتے تھے۔ اب تم سوچ کر دیکھو کہ یہ

خدمات ان خدمات کے مقابل پر کیا چیز ہیں۔ مَیں تم میں بہت دیر تک نہیں رہوں گا اور وہ وقت چلا آتا ہے کہ تم پھر مجھے نہیں دیکھو گے اور بہتوں کو حسرت ہو گی کہ کاش ہم نے نظر کے سامنے کوئی قابل قدر کام کیا ہوتا۔ سو اس وقت ان حسرات کا جلد تدارک کرو۔ جس طرح پہلے نبی رسول اپنی امّت میں نہیں رہے مَیں بھی نہیں رہوں گا سو اس وقت کا قدر کرو اور اگر تم اس قدر خدمت بجا لاؤ کہ اپنی غیر منقولہ جائدادوں کو اس راہ میں بیچ دو پھر بھی ادب سے دُور ہو گا کہ تم خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت رحمت الٰہی اس دین کی تائید میں جوش میں ہے اور اس کے فرشتے دلوں پر نازل ہو رہے ہیں۔ ہر ایک عقل اور فہم کی بات جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ آسمان سے عجیب سلسلہ انوار جاری اور نازل ہو رہا ہے۔ پس میں بار بار کہتا ہوں کہ خدمت میں جان توڑ کر کوشش کرو مگر دل میں مت لاؤ کہ ہم نے کچھ کیا ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے ہلاک ہو جاؤ گے۔ یہ تمام خیالات ادب سے دُور ہیں اور جس قدر بے ادب جلد تر ہلاک ہو جاتا ہے ایسا جلد کوئی ہلاک نہیں ہوتا۔ اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس خدمت کے ساتھ دوسری خدمات میں بھی سُست مت ہو۔ بہت نادان وہ شخص ہے کہ وہ اگر کوئی نیکی کرتا ہے تو اس طرح پر کہ ایک نیکی میں فتور ڈال کر دوسری نیکی بجا لاتا ہے۔ وہ خدا کے نزدیک کچھ چیز نہیں بلکہ تم ان نیکیوں اور خدمتوں کو بھی اپنے دستور کے مطابق بجا لاؤ اور یہ نئی خدمت جو بتائی جاتی ہے اس میں بھی پوری کوشش کا نمونہ دکھاؤ۔ اگر اس رسالہ کی اعانت کے لئے دس ہزار خریدار اردو یا انگریزی کا پیدا ہو جائے تو رسالہ خاطر خواہ چل نکلے گا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنے والے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ

تم جائیدادیں دے کر بھی مت خیال کرو کہ ہم نے کوئی خدمت کی ہے۔ ادب کے خلاف ہے۔

تعداد بہت کم ہے۔

سو اے جماعت کے سچے مخلصو خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کیلئے ہمت کرو۔ خدا تعالےٰ آپ تمہارے دلوں میں القا کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔ اب اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ خدا تعالےٰ آپ لوگوں کو توفیق دیوے۔ آمین ثم آمین۔

الراقم خاکسار۔ میرزا غلام احمد۔

(اشتہار ستمبر ۱۹۰۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صـ۵۳ تا صـ۵۷)

کرم دین کے بیجا الزاموں پر تکلیف۔

مناسب تھا کہ یہ شخص خاموش رہتا مگر اس نے ایسا نہ کیا اور میرے پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش کر دی۔ اگر مولوی کرم دین بجائے ان بیجا تہمتوں اور الزاموں کے جو اس نے اپنے مضمون مندرجہ سراج الاخبار میں میرے پر لگائے اور خلاف واقعہ واقعات مجھ پر چسپاں کر کے مجھے جعلساز اور دھوکہ باز ٹھہرایا۔ میرے پر تلوار چلا کر کوئی عضو میرا کاٹ دیتا تو مجھے اس خدا کی قسم ہے جو میرے دل کو دیکھتا ہے کہ مَیں پھر بھی اسے معاف کر دیتا اور کسی کے کہنے کی مجھے حاجت نہ ہوتی کہ میں اس سے صلح کر لوں اور اس کا گناہ بخش دُوں لیکن اے ناظرین جو لوگ مصلح قوم بن کر خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں وہی ان کی مشکلات کو جانتے ہیں کہ ایسے بیجا الزام جو پبلک پر برا اثر ڈالنے والے ہیں وہ ان کے نزدیک تصفیہ کے لائق ہوتے ہیں۔ اور جب تک وہ الزام ان کے سر پر سے پبلک کی نظر میں معدوم نہ ہولیں تب تک وہ اس بات کو پسند نہیں کر سکتے کہ ایک گول مول مصالحت کر کے وہ داغ ہمیشہ کے لئے اپنے سر پر رکھیں۔

(اشتہار ۱۴ رجون ۱۹۰۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صـ۶۶، صـ۶۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم   نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

الوصیّۃ

قال اللہ عزوجل قل ما یعبؤ بکم ربّی لولا دعاءکم

یعنی ان کو کہہ دے کہ میرا خدا تمہاری پرواہ کیا رکھتا ہے اگر تم بندگی نہ کرو اور دُعاؤں میں مشغول نہ رہو۔

مصیبت کے وقت تقوٰی کی تاکید۔ خدا بڑا رحیم و کریم ہے ہونے والوں پر اس کا غصہ تھم جاتا ہے۔

دوستو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے۔ آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ مَیں نے آج سے قریباً ۹ ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخبار یں نکلتی ہیں خدا تعالےٰ کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفتِ الدیار محلھا و مقامھا۔ یعنی یہ مُلک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی سکونت امن کی جگہ۔ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ دیکھو اخبار الحکم مورخہ ۳۰ رمئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰، ۲۱ مورخہ ۲۴ رمئی و یکم جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵ کالم ۲۔ اَب مَیں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت بہت قریب آگیا ہے۔ مَیں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شورِ قیامت برپا ہے۔ میرے مُنہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ مَیں بیدار ہو گیا۔ اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے مَیں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو اٹھو اور ہشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی

نسل کیلئے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے۔ اَب اس دریا سے پار ہونے کیلئے بجز تقویٰ کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ آب دُکھ اٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو اور راستی میں محو ہو کر اپنی قربانی آپ ادا کرو۔ اور تقویٰ کی راہ میں پورے زور سے کام لے کر اپنا بوجھ آپ اٹھاؤ کہ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے کہ رونے والوں پر اس کا غصہ تھم جاتا ہے۔ مگر وہی جو قبل از وقت روتے ہیں۔ نہ مردوں کی لاشوں کو دیکھ کر۔ وہ خوف کرنے والوں کے سر پر سے عذاب کی پیشگوئی ٹال سکتا ہے۔ جاہل کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی کیوں ٹل گئی لیکن اگر خدا میں یہ عادت نہ ہوتی کہ دُعا اور صدقہ اور خیرات اور گریہ اور بکا سے ان بلاؤں کو دُور کر دیتا جن کا اس نے ارادہ کیا ہے یا جن بلاؤں اور عذابوں کو نبیوں کی معرفت ظاہر کر چکا ہے تو دُنیا کبھی کی ہلاک ہو جاتی۔ سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو۔ اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح افتاں خیزاں اس کی رضا کے دروازہ تک اپنے تئیں پہنچاؤ۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو مُردہ کی طرح اپنے اٹھائے جانے کا ذریعہ صدقہ و خیرات کے راہ سے پیدا کرو۔ نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ آج محض زبانی لاف و گزاف سے تم پار نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقویٰ کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ۔ اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دور کرو۔ بیجا کینوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اس کے کہ وہ وقت آوے کہ انسان کو دیوانہ سا بنا دے۔ بیقراری کی دُعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ۔ عجیب بدبخت وہ لوگ ہیں کہ جو مذہب صرف اس بات کا نام رکھتے ہیں کہ محض زبان

خدا تعالیٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو۔

ایسی حالت بناؤ کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے

کی چالاکیوں پر سارا دار و مدار ہو اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو۔ پس اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو تو ایسے مت بنو۔ عجیب بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفس امارہ کی طرف ایک نظر بھی اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور بدبودار تعصب سے دوسروں کو بدزبانی سے پکارتا ہے۔ پس ایسے شخص پر ہلاکت کی راہ کھُلی ہے۔ سو تقویٰ سے پورا حِصّہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دُعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔ تم میں سے کون ہے کہ جو بھوک کے وقت صرف روٹی کے نام سے سیر ہو سکتا ہے یا صرف ایک دانہ سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ ایسا ہی تم خدا کو راضی نہیں کر سکتے جب تک پورے طور پر متقی نہ بن جاؤ۔ اپنے دشمنوں کے نفسانی جوشوں کا مقابلہ مت کرو تا تم بھی ایسے ہی نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہل کا مقابلہ صرف جہالت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس اگر وہ تمہیں ستادیں اور دُکھ دیں یا تمہیں جوش دلانے کے لئے میری نسبت سب و شتم اور دشنام دہی اور ہتک کا طریق اختیار کریں تو تم صبر کرو اور چپ رہو تا وہ خدا جو تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو آسمان پر دیکھتا ہے تمہیں بدلہ دے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ وہ دن آرہے ہیں کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ایسی سختی کے دن کبھی عام طور پر دُنیا پر نہیں آئے۔ ایسا ہوا تا وہ پیشگوئیاں پوری ہو جائیں جو ابتداء سے نبیوں کی تھیں۔ خدا نے آج سے پچیس برس پہلے طاعون کی خبر مجھ کو دی تھی جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی تھی۔ پھر اس وقت خبر دی جب یہ ملک بیماری سے پاک تھا۔ وہ خبر بھی شائع ہو چکی۔ اور پھر طاعون کے اس سخت حملہ کی خبر جو عنقریب ہونے والا ہے۔ یہ اس لئے ہوئی کہ تا لوگ متنبہ ہو جائیں۔ ان چالاک لوگوں کی پیروی مت کرو جن کے دل گندے اور نجاست سے بھرے ہیں جو دوسروں کو خدا کی طرف بلاتے اور آپ اس سے دور ہیں۔ خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کس کی زندگی لعنتی اور کس کی زندگی پاک ہے۔ پس تم ایسی دردناک

دُعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔

صبر کی تاکید

دردناک دعاؤں میں

نسل کیلئے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہے۔ اَب اس دریا سے پار ہونے کیلئے بجز تقوٰی کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ آب دُکھ اٹھا کر اور سوز و گداز اختیار کر کے اپنا کفارہ آپ دو اور راستی میں محو ہو کر اپنی قربانی آپ ادا کرو۔ اور تقوٰی کی راہ میں پورے زور سے کام لے کر اپنا بوجھ آپ اٹھاؤ کہ ہمارا خدا بڑا رحیم و کریم ہے کہ رونے والوں پر اس کا غصہ تھم جاتا ہے۔ مگر وہی جو قبل از وقت روتے ہیں۔ نہ مردوں کی لاشوں کو دیکھ کر۔ وہ خوف کرنے والوں کے سر پر سے عذاب کی پیشگوئی ٹال سکتا ہے۔ جاہل کہتا ہے کہ یہ پیشگوئی کیوں ٹل گئی لیکن اگر خدا میں یہ عادت نہ ہوتی کہ دُعا اور صدقہ اور خیرات اور گریہ اور بکا سے ان بلاؤں کو دُور کر دیتا جن کا اس نے ارادہ کیا ہے یا جن بلاؤں اور عذابوں کو نبیوں کی معرفت ظاہر کر چکا ہے تو دُنیا کبھی کی ہلاک ہو جاتی۔ سو نیکی کرو اور خدا کے رحم کے امیدوار ہو جاؤ۔ خدا تعالےٰ کی طرف پوری قوّت کے ساتھ حرکت کرو۔ اور اگر یہ نہیں تو بیمار کی طرح افتاں خیزاں اس کی رضا کے دروازہ تک اپنے تئیں پہنچاؤ۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو مُردہ کی طرح اپنے اٹھائے جانے کا ذریعہ صدقہ و خیرات کے راہ سے پیدا کرو۔ نہایت تنگی کے دن ہیں اور آسمان پر خدا کا غضب بھڑک رہا ہے۔ آج محض زبانی لاف و گزاف سے تم پار نہیں ہو سکتے۔ ایسی حالت بناؤ اور ایسی تبدیلی اپنے اندر پیدا کرو اور ایسے تقوٰی کی راہ پر قدم مارو کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے۔ اپنی خلوت گاہوں کو ذکر الٰہی کی جگہ بناؤ۔ اپنے دلوں پر سے ناپاکیوں کے زنگ دور کرو۔ بیجا کینوں اور بخلوں اور بدزبانیوں سے پرہیز کرو اور قبل اس کے کہ وہ وقت آوے کہ انسان کو دیوانہ سا بنا دے بیقراری کی دُعاؤں سے خود دیوانے بن جاؤ۔ عجیب بدبخت وہ لوگ ہیں کہ جو مذہب صرف اس بات کا نام رکھتے ہیں کہ محض زبان

خدا تعالےٰ کی طرف پوری قوت کے ساتھ حرکت کرو۔

ایسی حالت بناؤ کہ وہ رحیم و کریم خوش ہو جائے

کی چالاکیوں پر سارا دار و مدار ہو اور دل سیاہ اور ناپاک اور دنیا کا کیڑا ہو۔ پس اگر تم اپنی خیر چاہتے ہو تو ایسے مت بنو۔ عجیب بدقسمت وہ شخص ہے کہ جو اپنے نفس امارہ کی طرف ایک نظر بھی اُٹھا کر نہیں دیکھتا اور بدبو دار تعصب سے دوسروں کو بدزبانی سے پکارتا ہے۔ پس ایسے شخص پر ہلاکت کی راہ کھُلی ہے۔ سو تقوٰی سے پورا حِصّہ لو اور خدا ترسی کا کامل وزن اختیار کرو اور دُعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔ تم میں سے کون ہے کہ جو بھوک کے وقت صرف روٹی کے نام سے سیر ہو سکتا ہے یا صرف ایک دانہ سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ ایسا ہی تم خدا کو راضی نہیں کر سکتے جب تک پورے طور پر متقی نہ بن جاؤ۔ اپنے دشمنوں کے نفسانی جوشوں کا مقابلہ مت کرو تا تم بھی ایسے ہی نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہل کا مقابلہ صرف جہالت کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ پس اگر وہ تمہیں ستا دیں اور دُکھ دیں یا تمہیں جوش دلانے کے لئے میری نسبت سب و شتم اور دشنام دہی اور ہتک کا طریق اختیار کریں تو تم صبر کرو اور چپ رہو تا وہ خدا جو تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کو آسمان پر دیکھتا ہے تمہیں بدلہ دے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ وہ دن آ رہے ہیں کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ایسی سختی کے دن کبھی عام طور پر دُنیا پر نہیں آئے۔ ایسا ہوا تا وہ پیشگوئیاں پوری ہو جائیں جو ابتداء سے نبیوں کی تھیں۔ خدا نے آج سے پچیس برس پہلے طاعون کی خبر مجھ کو دی تھی جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی تھی۔ پھر اس وقت خبر دی جب یہ ملک بیماری سے پاک تھا۔ وہ خبر بھی شائع ہو چکی۔ اور پھر طاعون کے اس سخت حملہ کی خبر جو عنقریب ہونے والا ہے۔ یہ اس لئے ہوئی کہ تا لوگ متنبہ ہو جائیں۔ ان چالاک لوگوں کی پیروی مت کرو جن کے دل گندے اور نجاست سے بھرے ہیں جو دوسروں کو خدا کی طرف بلاتے اور آپ اس سے دور ہیں۔ خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ کس کی زندگی لعنتی اور کس کی زندگی پاک ہے۔ پس تم ایسی دردناک

دُعاؤں میں لگے رہو تا تم پر رحم ہو۔

صبر کی تاکید۔

دردناک دعاؤں میں

لگ جاؤ کہ گویا مرہی جاؤ۔

دعاؤں میں لگ جاؤ کہ گویا مر ہی جاؤ تا دوسری موت سے خدا تمہیں بچاوے۔ دُنیا کیلئے بڑی گھبراہٹ کے دن ہیں مگر دُنیا نہیں سمجھتی لیکن کسی دن سمجھے گی۔ دیکھو میں اس وقت اپنا فرض ادا کرچکا ہوں اور قبل اس کے کہ تنگی کے دن آویں میں نے اطلاع دے دی ہے۔ اَب مَیں ختم کرتا ہوں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

اطلاع :۔ اور مَیں نے ان دنوں میں خدا تعالیٰ کے بعض نشانوں اور خاص ہدایتوں کے ظاہر کرنے کے لئے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام نصرۃ الحق ہے۔ وہ قادیان میں چھپ رہی ہے اور صاحبزادہ پیر منظور محمد کو دے دی ہے تا وہی چھاپ کر شائع کریں۔ ہر ایک طالب حق کو دیکھنا ضروری ہے۔ چاہئیے کہ ان سے قیمتاً طلب کریں والسلام

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی۔

(نوٹ :۔ ۲۶ر فروری کی رات جس کی صبح ۲۷ر فروری ہے مراد ہے)

(تبلیغ رسالت جلد دہم ص۷۲ تا ص۷۵)

جماعت کو نصائح۔

پس اے عزیزو جلد ہر ایک بدی سے پرہیز کرو کہ پکڑے جانے کا دن نزدیک ہے۔ ہر ایک جو شرک کو نہیں چھوڑتا وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ پکڑا جاوے گا۔ ہر ایک جو دُنیا پرستی میں حد سے گذر گیا ہے اور دُنیا کے غموں میں مبتلا ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے وجود سے منکر ہے وہ پکڑا جائے گا۔ ہر ایک جو خدا کے مقدّس نبیوں اور رسولوں اور مرسلوں کو بدزبانی سے یاد کرتا ہے اور باز نہیں آتا وہ پکڑا جائے گا۔ دیکھو آج میں نے بتلا دیا زمین بھی سُنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر ایک جو زمین کو اپنی بدیوں سے ناپاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا

فرماتا ہے کہ قریب ہے جو میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی ہے۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے بھی خبر دی تھی۔ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا کہ یہ سب باتیں اس کی طرف سے ہیں۔ میری طرف سے نہیں ہیں۔ کاش یہ باتیں نیک ظنی سے دیکھی جاویں۔ کاش مَیں ان کی نظر میں کاذب نہ ٹھہرتا تا دُنیا ہلاکت سے بچ جاتی۔ یہ میری تحریر معمولی تحریر نہیں، دلی ہمدردی سے بھرے ہوئے نعرے ہیں۔ اگر اپنے اندر تبدیلی کرو گے اور ہر ایک بدی سے اپنے تئیں بچالو گے تو بچ جاؤ گے کیونکہ خدا حلیم ہے جیسا کہ وہ قہار بھی ہے۔ اور تم سے اگر ایک حصّہ بھی اصلاح پذیر ہوگا تب بھی رحم کیا جائے گا۔ ورنہ وہ دن آتا ہے کہ انسانوں کو دیوانہ کر دے گا۔ نادان بدقسمت کہے گا کہ یہ باتیں جھوٹ ہیں۔ ہائے وہ کیوں اس قدر سوتا ہے۔ آفتاب تو نکلنے کو ہے۔ جب خدا تعالےٰ اس وحی کے الفاظ میرے پر نازل کرچکا تو ایک روح کی آواز میرے کان میں پڑی جو کوئی ناپاک رُوح تھی اور مَیں نے اس کو یہ کہتے سُنا کہ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ انسان کا کیا حرج ہے کہ اگر وہ فسق و فجور کو چھوڑ دے۔ کونسا اس میں اس کا نقصان ہے اگر وہ مخلوق پرستی نہ کرے۔ آگ لگ چکی ہے۔ اٹھو اور اس آگ کو اپنے آنسوؤں سے بجھاؤ۔ بنی اسرائیل میں جو شخص گناہ کرتا تھا اس کو حکم ہوتا تھا کہ اپنے تئیں قتل کر دے۔ پس گو یہ حکم تمہارے لئے نہیں ہے مگر یہ تو ضرور چاہیئے کہ اس قدر توبہ استغفار کرو کہ گویا مر ہی جاؤ تا وہ حلیم خدا تم پہ رحم کرے۔ آمین۔

اس قدر توبہ و استغفار کرو کہ گویا مرہی جاؤ۔

(اشتہار ۸ر اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم ص۸۱، ص۸۲)

جو شخص میری دی ہوئی روحانی غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔

اور جیسا کہ یوسف نے اناج کے ذخیرے سے لوگوں کی جان بچائی اسی طرح جان بچانے کیلئے خدا نے اس جگہ بھی مجھے ایک روحانی غذا کا مہتمم بنایا ہے جو شخص اس غذا کو سچے دل سے پورے وزن کے ساتھ کھائے گا میں یقین رکھتا ہوں کہ ضرور اس پر رحم کیا جائے گا۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ پھر کئی لوگ احمدی جماعت میں سے طاعون سے کیوں مر گئے۔ پس یاد رہے کہ اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون یا زلزلہ سے نہیں مرا جس نے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق اور صفا اور دین کو مقدم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو میں نے ان علامات کے ساتھ شناخت کر لیا ہو یا مجھ کو اس کے مرتبہ کی خبر دی گئی ہو۔ ہاں چونکہ لاکھوں انسان اس جماعت میں داخل ہو چکے ہیں اور اکثر وہ ہیں جو ایک بچے کی طرح کمزور ہیں اور ایسے بھی ہیں جو کسی ابتلا کے وقت ثابت قدم بھی نہیں رہ سکتے اور ایسے بھی ہیں جو تھوڑے سے امتحان میں پڑ کر مرتد ہونے کو تیار ہوتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو یہ اقرار کر کے جھوٹ بولتے ہیں جو ہم نے دین کو دُنیا پر مقدم کر لیا ہے حالانکہ ابھی تک وہ دُنیا کے گند میں پڑے ہیں ہرگز دین کو دُنیا پر مقدم نہیں کیا۔ دن رات مردار دُنیا میں مبتلا اور اسی ہم و غم میں گرفتار ہیں اور ان کی عملی حالت اس پر گواہی دے رہی ہے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم نہیں کیا۔ ہرگز نہیں کیا۔ لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ آہستہ آہستہ بڑی روحانی ترقی کر لیں گے۔ غرض ممکن نہیں اور بالکل ممکن نہیں کہ جس شرط پر میں لوگوں کو بیعت میں داخل کرتا ہوں اور جس راہ پر میں چلانا چاہتا ہوں اس پر مضبوط پنجے مار کر پھر بھی کوئی شخص موردِ عذابِ الٰہی ہو ہاں کمزوری کی حالت میں ان کیلئے طاعون سے فوت ہونا ایک شہادت ہے جو گناہ سے صاف کر کے ان کو بہشت میں پہنچائے گی۔

(اشتہار ۲۱ر اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۸۴، صفحہ ۸۵)

غافل اور بے قید انسان سے ایک بکری بہتر ہے۔

اور سچ ہے کہ جب انسان غافلانہ زندگی بسر کرے اور اس کے دل پر خدا کی عظمت کا کوئی رعب نہ ہو اور بے قیدی اور دلیری کے ساتھ اس کے تمام اعمال ہوں تو ایسے انسان سے ایک بکری بہتر ہے جس کا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے اور کھال بھی بہت سے کاموں میں آ جاتی ہے۔

(اشتہار ۱۱ر مئی ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۰۱)

مومن کون لوگ ہوتے ہیں۔

مومن بننا کوئی امر سہل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں (یزید کی قسم۔ از مؤلف) کی نسبت فرماتا ہے قالت الاعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا۔ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اعمال ان کے ایمان پر گواہی دیتے ہیں۔ جن کے دل پر ایمان لکھا جاتا ہے اور جو اپنے خدا اور اس کی رضا کو ہر ایک چیز پر مقدم کر لیتے ہیں اور تقویٰ کی باریک اور تنگ راہوں کو خدا کے لئے اختیار کرتے اور اس کی محبت میں محو ہو جاتے ہیں اور ہر ایک چیز جو بت کی طرح خدا سے روکتی ہے وہ اخلاقی حالت ہو یا اعمال فاسقانہ ہوں یا غفلت اور کسل ہو سب سے اپنے تئیں دُور تر لے جاتے ہیں۔ لیکن بدنصیب یزید کو یہ باتیں کہاں حاصل تھیں۔ دُنیا کی محبت نے اسے اندھا کر دیا تھا۔

(اشتہار ۸ر اکتوبر ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۰۳)

دوسروں کے ساتھ نرمی کرو اور دُعا میں لگے رہو تقویٰ طہارت اور

پس جبکہ خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ وہ زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا تو اس صورت میں کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص میری جماعت میں سے خدا کا کام اپنے گلے ڈال کر میرے مخالفوں پر ناجائز حملے شروع کرے۔ نرمی کرو اور دُعا میں لگے رہو اور سچی توبہ کو اپنا شفیع ٹھہراؤ اور زمین پر آہستگی سے چلو۔ خدا

خشیت ۔ خدا کا استغفار

میرے آنے کی اصل غرض

کسی قوم کا رشتہ دار نہیں ہے۔ اگر تم نے اس کی جماعت کہلا کر تقویٰ اور طہارت
کو اختیار نہ کیا اور تمہارے دلوں میں خوف اور خشیت پیدا نہ ہوا تو یقیناً سمجھو
کہ خدا تمہیں مخالفوں سے پہلے ہلاک کرے گا کیونکہ تمہاری آنکھ کھولی گئی اور
پھر بھی تم سو گئے۔ اور یہ مت خیال کرو کہ خدا کو تمہاری کچھ حاجت ہے۔ اگر تم اس
کے حکموں پر نہیں چلو گے، اگر تم اس کے حدود کی عزت نہیں کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک
کرے گا۔ اور ایک قوم تمہارے عوض لائے گا جو اس کے حکموں پر چلے گی اور میرے
آنے کی غرض صرف یہی نہیں کہ میں ظاہر کروں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت
ہو گئے ہیں۔ یہ تو مسلمانوں کے دلوں پر سے ایک روک کا اٹھانا اور سچا واقعہ ان
پر ظاہر کرنا ہے۔ بلکہ میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ تا مسلمان خالص توحید پر
قائم ہو جائیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی نمازیں اور
عبادتیں ذوقی اور احسان سے ظاہر ہوں اور ان کے اندر سے ہر ایک قسم کا گند
نکل جائے۔

(اشتہار ۸ر اکتوبر ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵)

سو یہ زلزلہ تھا جس کا موسم بہار میں آنا خدا تعالیٰ کی وحی کے مطابق
ضروری تھا سو آ گیا۔ اور ممکن ہے کہ وہ موعود زلزلہ قیامت کا نمونہ بھی موسم
بہار میں ہی آوے۔ اس لئے میں مکرر اطلاع دیتا ہوں اور متنبہ کرتا ہوں کہ
جہاں تک میرا خیال ہے وہ دن دور نہیں ہے۔ توبہ کرو۔ اور پاک اور کامل
ایمان اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ اور ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں میں مت بیٹھو
تا تم پر رحم ہو۔ یہ مت خیال کرو کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں۔ میں تمہیں سچ
سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک جو بچایا جائے گا اپنے کامل ایمان سے بچایا جائے گا۔

محض سلسلہ میں داخل ہونا کافی نہیں۔

کامل ایمان کی ضرورت۔

کیا تم ایک دانہ سے سیر ہو سکتے ہو یا ایک قطرہ پانی کا تمہاری پیاس بجھا سکتا
ہے۔ اسی طرح ناقص ایمان تمہاری رُوح کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ آسمان پر وہی
مومن لکھے جاتے ہیں جو وفاداری سے اور صدق سے اور کامل استقامت سے اور
فی الحقیقت خدا کو سب چیز پر مقدم رکھنے سے اپنے ایمان پر مہر لگاتے ہیں۔ میں
سخت دردمند ہوں کہ میں کیا کروں اور کس طرح ان باتوں کو تمہارے دل میں
داخل کر دوں اور کس طرح تمہارے دلوں میں ہاتھ ڈال کر گند نکال دوں۔ ہمارا خدا
نہایت کریم و رحیم اور وفادار خدا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کوئی حصہ خباثت کا
اپنے دل میں رکھتا ہے اور عملی طور پر اپنا پورا صدق نہیں دکھلاتا تو وہ خدا کے
غضب سے بچ نہیں سکتا۔ سو تم اگر پوشیدہ بیج خیانت کا اپنے اندر رکھتے
ہو تو تمہاری خوشی عبث ہے اور میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم بھی ان
لوگوں کے ساتھ ہی پکڑے جاؤ گے جو خدا تعالیٰ کی نظر کے سامنے نفرتی کام کرتے
ہیں۔ بلکہ خدا تمہیں پہلے ہلاک کرے گا اور بعد میں ان کو۔ تمہیں آرام کی زندگی دھوکہ
نہ دے کہ بے آرامی کے دن نزدیک ہیں اور ابتدا سے جو کچھ خدا تعالیٰ کے
پاک نبی کہتے آئے ہیں وہ سب ان دنوں میں پورا ہو گا۔ کیا خوش نصیب
وہ شخص ہے جو میری بات پر ایمان لاوے اور اپنے اندر تبدیلی پیدا کرے
اور کیا بدنصیب وہ شخص ہے جو بڑھ بڑھ کے دعویٰ کرتا ہے کہ میں اس جماعت
میں داخل ہوں مگر خدا اس کے دل کو ناپاک اور دنیا سے آلودہ اور خباثتوں
سے پُر دیکھتا ہے۔ اور اس کے بعد تم لوگوں سے جھگڑا مت کرو اور دعا میں
مشغول رہو۔ ٹھٹھے اور ہنسی سے پرہیز کرو اور کسی کو دکھ مت دو۔ اور ڈرتے
رہو جب تک کہ وہ خوفناک دن آوے جس کا وعدہ دیا گیا ہے تمہیں یہ
بھی ضروری نہیں کہ اس خوفناک دن سے پہلے کسی اخبار یا اشتہار کا جو اس

نہایت دردمندانہ نصائح

پیشگوئی کی تکذیب کے بارے میں لکھا گیا ہو ردّ کرو کیونکہ اب خدا ان تکذیبوں کا آپ جواب دے گا۔ نیکی کرو۔ بھلائی کرو۔ صدقہ دو۔ راتوں کو اُٹھ کر اپنے یگانہ خدا کو یاد کرو۔ اور اگر گالیوں کا پہاڑ بھی تم پر ٹوٹ پڑے تو ان کی طرف نظر اٹھا کر مت دیکھو۔ خدا کے غضب کے دن سے فرشتے بھی کانپتے ہیں۔ سو تم ڈرتے رہو۔ ان اللّٰہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ والسلام علی من اتبع الھدٰی۔

(اشتہار ۲ مارچ ۱۹۰۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۰۶ تا ۱۰۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

رُوح العرفان میں مذکور فارسی اشعار کا ترجمہ

ص۴

تیرا خوف ہر ڈر اور خطرہ سے محفوظ کر دیتا ہے۔ جو تیری معرفت زیادہ رکھتا ہے وہی تجھ سے زیادہ ڈرتا ہے
مخلوق کسی کی پناہ اور سایہ ڈھونڈتی ہے۔ مگر سب کی پناہ صرف تیری ذات ہے۔
تیری یاد ہر مشکل کی کلید ہے۔ تیرے بغیر ہر خیال دل کا دُکھ ہے۔
جو تیرے حضور میں عاجزی سے روتا ہے۔ وہ اپنی گم گشتہ قسمت کو دوبارہ پاتا ہے۔
تیری مہربانیاں طالبوں کو نہیں چھوڑتیں۔ کوئی تیرے معاملہ میں نقصان نہیں اُٹھاتا۔
جو شخص صرف تجھ سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ دوسرے کی طرف سے بیٹھ پھیر لیتا ہے۔
تیری ذات پاک کا ہمارے لئے دوست ہونا کافی ہے۔ دل بھی ایک ہے جان بھی ایک ہے محبوب بھی ایک ہونا چاہیئے۔
اے میرے خدا میرے گناہ بخش دے۔ اور اپنی درگاہ کی طرف مجھے راستہ دکھا۔
میرے دل اور میری جان کو روشنی بخش۔ مجھے میرے مخفی گناہوں سے پاک کر۔
دلستانی اور دل ربائی دکھا۔ اپنی ایک نظر کرم سے میری مشکل کشائی کر۔
دونوں جہانوں میں تو ہی مجھے پیارا ہے۔ تجھ سے مَیں تجھی کو چاہتا ہوں۔

ص۵-۶

میرے دل میں اس سردار کی تعریف جوش مار رہی ہے۔ جو خوبی میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔
وہ جس کی جان اس یارِ ازل (یعنی خدا) کی عاشق ہے۔ وہ جس کی رُوح اس دلبر سے وصل رکھتی ہے۔

وہ جو خدا کی عنایات سے اس کی طرف کھینچا گیا ۔ وہ جس نے خدا کی گود میں بچہ کی طرح پرورش پائی ۔
وہ روشن چہرہ کہ اس کو ایک دفعہ دیکھ لینا ۔ بدصورت کو حسین بنا دیتا ہے ۔
وہ روشن دل کہ جس نے روشن کر دیئے ۔ سینکڑوں سیاہ دل ستاروں کی طرح ۔
وہ مبارک قدموں والا جس کی ذات اس پروردگار عالم کی طرف سے رحمت بن کر آئی ۔
وہ احمد آخر زمان (یعنی آنحضرتؐ) کہ اُس کے نور سے لوگوں کے دل آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو گئے
وہ تمام بنی آدم سے جمال میں بڑھ کر ہے ۔ اور آب و تاب میں موتیوں سے بھی زیادہ روشن ہے ۔
اُس نے خدا کی خاطر ہر غیر اللہ سے اپنا دامن جھاڑ دیا ۔ بحر و بر میں اس کا کوئی ثانی نہیں ۔
وہ ربِّ جلیل کی درگاہ کا پہلوان ہے ۔ اس نے بڑی شان سے کمر میں خنجر باندھ رکھا ہے ۔

. . . .

وہ اگرچہ آقا ہے مگر کمزوروں کا خادم ہے ۔ وہ بادشاہ ہے لیکن بےکسوں کا چاکر ہے ۔
وہ مہربانیاں جو خلق خدا نے اس سے دیکھیں ۔ وہ کسی نے اس دنیا میں اپنی ماں سے بھی نہیں دیکھیں ۔
وہ محبوب کے عشق کی شراب میں مدہوش ہے ۔ اسکی محبت میں اس نے اپنا سر خاک پر رکھا ہوا ہے ۔
وہ اپنی رحمت سے کمزوروں کا ہاتھ پکڑنے والا ہے ۔ اور ٹوٹے ہوئے دلوں کا شفقت سے غم خوار ہے ۔
اس کے چہرہ کا حُسن چاند اور سورج سے بھی زیادہ ہے ۔ اس کے کوچہ کی خاک مشک اور عنبر سے بھی اچھی ہے ۔
سورج اور چاند اسکی برابری کہاں کر سکتے ہیں ۔ اس کے دل میں تو خدائی نور سے سو سورج روشن ہیں ۔
ایک نظر ہمیشہ کی زندگی سے بہتر ہے ۔ اگر اس پیکر حُسن پر پڑ جائے ۔
مَیں جو اس کے حُسن کو جانتا ہوں ۔ اس پر اپنی جان قربان کرتا ہوں جبکہ کوئی اور اسے صرف دل دیتا ہے
اس کی یاد مجھے بےخود بنا دیتی ہے ۔ وہ ہر وقت مجھے ایک ساغر سے مست رکھتا ہے ۔
مَیں ہمیشہ اس کے کوچہ کی طرف اُڑتا رہتا اگر میرے پَر و بال ہوتے ۔
لالہ و ریحان میرے کس کام کے ہیں ۔ مَیں تو اس چہرہ کی محبت میں محو رہتا ہوں ۔
اسکی خوبی میرے دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ ایک طاقتور ہستی مجھے کھینچ کر اپنی طرف لے جا رہی ہے ۔

. . . .

سالکوں کے لئے اس کے سوا کوئی امام نہیں ۔ حق کے متلاشیوں کے لئے اس کے سوا کوئی رہبر نہیں ۔
اس کا مقام وہ ہے کہ جہاں انوارِ الٰہی سے جبریل کے بال و پَر بھی جلتے ہیں ۔

. . . .

اسے کسی کی تعریف کی کیا حاجت ہے ۔ اس کی تعریف کرنا تو ہر تعریف کرنیوالے کیلئے باعثِ فخر ہے ۔

. . . .

اے میرے خدا مصطفٰےؐ کے طفیل جس کا تو ہر مقام میں مددگار رہا ۔
میرا ہاتھ اپنے لطف و کرم سے پکڑ ۔ اور میرے کاموں میں میرا دوست اور مددگار بن جا ۔
تیری طاقت و قوت پر ہی مجھے بھروسہ ہے ۔ اگرچہ مَیں خاک کی طرح ہوں بلکہ اس سے بھی کم تر ۔

ص۷

وہ درد جو مَیں طالبانِ حق کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہوں ۔ اسے مَیں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا ۔
میری جان و مال ان لوگوں کی فکر میں اسقدر مستغرق ہے کہ مجھے نہ اپنے دل کی خبر ہے نہ اپنی جان کی ہوش ہے

. . . .

صرف زبان سے خلق خدا کے غم کھانے کا کیا فائدہ ۔ اگر اس کے لئے سو جانیں بھی فدا کردوں تب بھی معذرت خواہ ہوں
جب مَیں دنیا کی تاریکی کو دیکھتا ہوں تو چاہتا ہوں کہ خدا اسے دُور کرنے کیلئے میری پچھلی رات کی دعاؤں کو نازل کرے

ص۱۱،۱۲

درحقیقت محبوب ایک ہی کافی ہے کیونکہ دل بھی ایک ہوتا ہے اور جان بھی ایک اسلئے محبوب بھی ایک ہونا چاہیئے ۔
جو ایک ہی ہستی کا عاشق ہوگا جان دینا اس کے لئے معمولی بات ہوگی ۔
اس کا کوچہ اسے باغ سے زیادہ اچھا لگتا ہے ۔ اور اس کا منہ اسے پھول سے زیادہ پسند ہوتا ہے ۔
محبوب جو بھی سلوک اسکے ساتھ کرے وہی اسے اچھا لگتا ہے ۔ اپنے دلبر کا دیکھنا اسے سو جان سے بڑھکر ہوتا ہے

اپنے دلدار کے سامنے پابزنجیر ہونا اس کے لئے اس جدائی سے بہتر ہے جس میں گلزار کی سیر ہو
جس شخص کا ایک ہی دلآرام ہے تو اُسے سوائے اس کے وصل کے آرام ہی نہیں آتا۔
رات بھر وہ دوست کی جدائی میں بستر پر تڑپتا ہے۔ سب دنیا سوئی ہوئی ہوتی ہے اور وہ جاگ رہا ہوتا ہے
جب تک اسے دیکھ نہ لے اسے صبر نہیں آتا۔ ہر لحظہ محبت کا سیلاب اسے بہائے لئے جاتا ہے۔
عاشقوں کے دل کو بھلا آرام کہاں۔ یار کے دیدار سے وہ کس طرح توبہ کر سکتے ہیں۔
محبوب کے حُسن نے ان کے دل کے کان میں ایک راز کہہ دیا ہے جو بتایا نہیں جا سکتا۔

- - - - - - - - - -

یہی درحقیقت کامیاب ہیں۔ بڑے دانا ہیں اڑ کر جال سے بہت دُور چلے گئے ہیں۔

. . . .

ان کا شیشہ (یعنی شیشۂ دل) چُور چُور ہو گیا ہے اور انکے سینہ سے دلبر کی خوشبو جوش مار کر نکل رہی ہے۔
اگر اپنے اندرونی شعلوں کو باہر نکالیں تو مجنوں کی قبر سے دھواں نکلنے لگے۔
انہیں نہ اپنے سر کی ہوش ہے نہ پاؤں کی معشوق کے خیال میں سر خاک پر رکھے ہوئے ہیں۔
خدا کے کوچہ کو چھوڑ دینا وفاداری کے خلاف ہے۔ غیر سے دل نہ لگا کہ وہ بہت غیرت مند ہے۔

ص۱۵

عشقِ الٰہی الہام کی وجہ سے ہی دنیا میں آیا۔ درد بھی الہام کی وجہ سے ہی آتش فشاں ہوا۔
شوق، اُنس، اُلفت اور مہر و وفا۔ سب کی رونق الہام ہی کی وجہ سے ہے۔

- - - - - - - - - - -

جب تک تو خُدا کے سامنے چھوٹے بچے کی طرح نہیں آئیگا۔ تب تک جام تلچھٹ سے ہی بھرا ہوا ہے
خُدا کے فیضان کے لئے عجز و نیاز شرط ہے۔ کسی نے اُونچی جگہ پانی ٹھہرتے نہیں دیکھا۔
خُدا کو عاجزی پسند ہے۔ وہاں فخر کام نہیں آتا۔ اپنے پروں سے اس تک اڑ کر نہیں پہنچ سکتے۔
وہ بزرگ ذات عاجزوں کی پرورش کرتی ہے۔ اور سرکش ہمیشہ مردُود و محروم رہتے ہیں۔

. . . .

تکبر سے دُور رہ تا اسے رحم آئے۔ بندگی کر کیونکہ اسے بندگی ہی درکار ہے۔
زندگی تو مَر جانے اور عاجزی اور رونے میں ہے۔ جو اُس کے آگے گر گیا وہ نجات پا گیا۔
عقلمند وہ ہے جو اس یار کو تلاش کرتا ہے اور اپنا سارا کام عجز اور نیاز سے نکالتا ہے۔

. . . .

ان لوگوں کو دیکھ جو فانی ہیں اور خدا کی بات پر جان چھڑکتے ہیں۔
نام، عزّت اور وجاہت سے فارغ ہو گئے۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا اور ٹوپی سر سے گر گئی۔
اپنے آپ سے دُور ہو گئے اور یار سے مل گئے۔ عزّت اس چہرہ کی خاطر چھوڑ دی۔
جب تک تو کمزور، عاجز اور مضطر نہیں ہو جاتا۔ اس رہبر کے فیضان کے لائق نہیں بنتا۔

ص۲۶

قرآن کے پاک نُور سے روشن صبح نمودار ہو گئی۔ اور دلوں کے غنچوں پر بادِ صبا چلنے لگی۔
ایسی روشنی و چمک تو دوپہر کے سورج میں بھی نہیں۔ اور ایسی کشش اور حسن تو کسی چاندنی میں بھی نہیں۔
یوسف تو ایک کنوئیں کی تہہ میں اکیلا پڑا۔ مگر اس یوسف (یعنی قرآن کریم) نے تو بہت لوگوں کو کنوئیں سے نکالا۔
منبعِ حقائق سے یہ سینکڑوں حقائق اپنے ہمراہ لایا ہے۔ ہلالِ نازک کی کمر ان حقائق سے جھک گئی ہے۔
تجھے کیا پتہ کہ اسکے علوم کس شان کے ہیں۔ وہ آسمانی شہد ہے جو خدا کی وحی سے ٹپکا ہے۔
یہ سچائی کا سورج جب اس دنیا میں ظاہر ہوا تو رات کے پُجاری اُلّو اپنے اپنے کونوں میں جا گھُسے۔
اے کانِ حُسن میں جانتا ہوں تو کہاں سے آئی ہے تو تو اس خدا کا نُور ہے جس نے یہ مخلوقات پیدا کی ہے۔
میرا اب کسی سے تعلق نہیں رہا۔ اب تو ہی میرا محبوب ہے کیونکہ اس خدائے فریاد رس کی طرف سے تیرا نور ہم کو پہنچا ہے

ص۳۷ ۳۸

عاشقوں کی عادت تو عجز و نیاز ہے۔ ہم نے کبھی عشق اور تکبّر کو ساتھ ساتھ نہیں پایا۔

اگر تو اس سیدھے راستے کے سوار کو تلاش کرنا چاہتا ہے۔ تو وہاں ڈھونڈھ جہاں گرد اُڑ رہی ہے۔
وہاں ڈھونڈھ جہاں زور باقی نہیں رہا۔ نہ ہی شیخی اور تکبر اور شور باقی رہا۔
اس دنیا کے لوگ خدا میں فنا لوگوں کو نہیں پہنچ سکتے۔ زبانی باتیں کرنیوالے سچے عاشقوں کو نہیں پہنچ سکتے
تمام مخلوق اور یہ جہان شور و شر میں مبتلا ہے۔ عاشق ایک اور ہی جہان میں ہوتے ہیں۔
جب تک تیرے دل کی حالت موت تک نہیں پہنچ جاتی۔ تب تک اس دلبر کا پیغام تجھ تک کیونکر پہنچے۔
جب تک تُو خودروی سے جُدا نہیں ہو جاتا۔ جب تک تو اُس دوست پر فدا نہیں ہو جاتا۔
جب تک تو اُپنے نفس میں سے نکل نہیں آتا۔ جب تک تو اُس خدا کے لئے دیوانہ نہیں ہو جاتا
جب تک تیری خاک غبار کی طرح نہیں ہو جاتی۔ جب تک تیرے غبار سے خون نہیں ٹپکتا۔
جب تک تیرا خون کسی کے لئے بہہ نہیں جاتا۔ جب تک تیری جان کسی پر قربان نہیں ہو جاتی۔
اُس وقت تک تجھے اس محبوب کی طرف کس طرح راستہ دیں گے۔ تو آپ ہی صدق و سوز سے غور کر۔

ص۴۲

ص۵۵ عشق ہی ہے جو انسان کو ذلّت کی خاک پر تڑپا دیتا ہے عشق ہی ہے جو جلتی ہوئی آگ پر بٹھا دیتا ہے۔
کوئی کسی کے لئے سر نہیں دیتا اور جان قربان نہیں کرتا عشق ہی ہے جو یہ کام کمال وفاداری سے کروا دیتا ہے

ص۶۰ تیرا حُسن ہر حُسن سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ تیری محبت ہر دوست کو چھڑا کر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے
وہ شخص جو تیری قیدِ محبّت میں گرفتار ہو گیا۔ پھر وہ دوسروں کی نصیحت نہیں سنتا۔
ہم نے نقد جان دے کر تیرا عشق خریدا ہے۔ تا پھر اور کوئی خریدار دم نہ مار سکے۔

ص۷۸ ننگ و نام اور عزّت ہم نے اپنے دامن سے پھینک دی۔ ہم خاک میں مل گئے تا ہمارا یار مل جائے۔
دل ہاتھ سے دیدیا اور جان اس کے راستہ میں ڈالدی۔ اس محبوب کے ملنے کے لئے ہم نے طرح طرح
کی تدبیریں کیں۔

ص۸۱ احمدؐ کی شان کو خداوند کریم کے سوا کون جان سکتا ہے۔ وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گر گئی۔
وہ اپنے معشوق میں اسطرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل ربّ رحیم کی صورت بن گئی۔
محبوب حقیقی کی خوشبو اسکے پاک چہرہ سے آرہی ہے۔ اسکی حقّانی ذات خدائے قدیم کی ذات کی مظہر ہے
خواہ کوئی مجھے الحاد اور گمراہی کی طرف ہی منسوب کرے۔ مگر میں تو احمدؐ کے دل جیسا اور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا۔
خُدا کا شکر ہے کہ میں دنیاداروں کے برخلاف اس سرچشمہ نعمت کی وجہ سے سینکڑوں دکھ برداشت کر رہا ہوں
خُدا کی مہربانیوں اور اس ذات اقدس کے فضل و کرم سے میں بھی اس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں۔
اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا ہے میں اسکا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں کوئی سلیم فطرت والا پاتا۔
محمدؐ کے عشق میں میرا سر اور میری جان قربان ہو۔ یہی میری خواہش۔ یہی میری دُعا اور میرا پختہ ارادہ ہے

ص۸۹ اے وہ جو میری طرف سینکڑوں کلہاڑے لیکر دوڑا آرہا ہے اس باغبان سے ڈر کیونکہ میں ایک پھلدار شاخ ہوں۔
اس کا عشق میرے دل کے رگ و ریشہ میں داخل ہو گیا ہے۔ اسکی محبّت دین کے راستہ میں میرے لئے
چمکتا ہوا سورج بن گئی ہے۔
اگر میری اور اسکی محبت کا راز فاش ہو جائے تو بہت سے لوگ میرے دروازہ پر اپنی جانیں قربان کر دیتے۔
دنیادار لوگ میرے بھید کو نہیں جانتے۔ میں نے اپنے نور کو چمگادڑوں کی آنکھوں سے چھپا رکھا ہے۔

ہم تو ہر گھڑی دوست کے وصال کا جام پیتے ہیں اور میں ہر دم اپنے منکر کے خلاف اپنے یار کا ہم صحبت ہوں۔
جنت کی ہوائیں میرے پُرسوز دل پر چل رہی ہیں۔ اور میری انگیٹھی کا دھواں سینکڑوں قسم کی اعلیٰ خوشبوئیں پیدا کرتا ہے۔

حاسدوں کی بدبو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ میں ہر وقت یادِ خدا کے نافہ سے معطر رہتا ہوں
یار کے قرب میں میرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ میں غیروں کی عقل و فہم سے بہت بالا ہو گیا ہوں۔
خدا کی مہربانی سے میرا قدم جنت میں داخل ہو گیا ہے اور اس دوست کی عنایت سے میرے ہاتھ میں جامِ وصل ہے۔
اسکی قبولیت کا جوش جو میری دُعا کے وقت ظاہر ہوتا ہے! اتنی گریہ وزاری میری ماں نے بھی نہیں سُنی ہوگی۔
میں ہر طرف اور ہر جانب اس یار کا چہرہ دیکھتا ہوں۔ کوئی اور کہاں ہے جو میرے خیال میں آئے۔
آج میری قوم میرا درجہ نہیں پہچانتی لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ رو رو کر میرے اس مبارک وقت کو یاد کرے گی۔
یہ اس کا فضل اور اسکی مہربانی ہے کہ وہ نوازتا ہے ورنہ میں تو ایک کیڑا ہوں نہ کہ آدمی۔ سیپ ہوں نہ کہ موتی۔
اسکے ہاتھ نے اس طرح میرے دل کو غیروں کی طرف سے کھینچ لیا ہے کہ اس کے سوا کوئی بھی میرے تصور میں نہیں رہا۔
خُدا کی قسم میں اپنے پروردگار کی طرف سے نوح کی کشتی کی طرح ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو میرے لنگر سے دور رہتا ہے

ص ۱۴۰

اگر خدا بندہ سے خوش نہیں ہے تو اس جیسا کوئی حیوان بھی مردود نہیں۔
اگر ہم اپنے ذلیل نفس کو پالنے میں لگے رہیں تو ہم گلیوں کے کتوں سے بھی بدتر ہیں۔

ص ۱۱۲

تیری محبت ہزار بیماریوں کی دوا ہے۔ تیرے مُنہ کی قسم کہ اس گرفتاری میں ہی اصل آزادی ہے۔
تیری پناہ ڈھونڈنا دیوانوں کا طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ تیری پناہ میں آنا ہی کمال درجہ کی عقلمندی ہے۔
تیری محبت کی دولت کو میں چھُپا نہیں سکتا۔ کہ تیرے عشق کا مخفی رکھنا بھی ایک غداری ہے۔
میں تیار ہوں کہ جان و دل تجھ پر فدا کر دوں کیونکہ جان کو محبوب کے سپرد کر دینا ہی دوستی کی حقیقت ہے۔

ص ۱۱۹

ننگ و نام اور دنیا کی عزت ہم نے دامن سے جھاڑ دی ہے۔ ہم خاک میں مل گئے ہیں تا وہ یار مل جائے۔
دل کو اپنے ہاتھ سے دے دیا ہے اور جان کو اسکی راستہ میں پھینک دیا ہے۔ اس یار کے ملنے کے لئے ہم نے یہ حیلے اختیار کئے ہیں۔

ص ۱۲۰ تا ص ۱۲۲

مجھ سے اس عالی قدر سردار کی تعریف کس طرح ہو سکے جس کی مدح سے زمین و آسمان اور دونوں جہان عاجز ہیں۔
وہ مقامِ قرب جو آپ کو اس دلدارِ قدیم کے ساتھ حاصل ہے۔ اسکی شان و اصلانِ الٰہی میں سے کوئی بھی نہیں جانتا۔
وہ مہربانیاں جو اس محبوبِ ازلی نے اس پر فرمائی ہیں۔ وہ کسی نے اس دنیا میں خواب میں بھی نہیں دیکھیں۔
وہ خدا کے خاص مقربوں کا سردار ہے اور عاشقوں کے گروہ کا بادشاہ۔ اس کی رُوح نے محبوب کے وصل کی ہر منزل کو طے کر لیا۔

- - - - - - - - - - - -

وہ ہر قسم کے کمالات میں ہر ایک سے بڑھ کر ہے۔ اسکی بلندیٔ ہمت کے آگے آسمان بھی ایک ذرہ کی طرح ہیں۔
وہ اس نور کا مظہر تھا جو روزِ ازل سے مخفی تھا۔ وہ اس سورج کے نکلنے کی جگہ ہے جو ابتدا سے نہاں تھا۔

- - - - - - - - - - - -

اسکے وجود کا ہر رگ و ریشہ خداوندِ ازلی کا گھر ہے۔ اسکا ہر سانس اور ہر ذرہ دوست کے جمال سے منوّر ہے۔
اس کے چہرہ کا حسن سینکڑوں چاند اور سورج سے بہتر ہے۔ اس کے کوچہ کی خاک تاتاری مشک کے سینکڑوں نافوں سے زیادہ خوشبودار ہے۔
مخلوقِ الٰہی کیلئے جان دے دینا اسکی فطرت میں ہے۔ وہ شکستہ دلوں کا جاں نثار اور بیکسوں کا ہمدرد ہے۔
کون جانتا ہے اور کسے اس آہ و زاری کی خبر ہے جو اس شفاعت کرنیوالے نے غارِ حرا میں کی۔

میں نہیں جانتا کہ کیا درد و غم اور تکلیف تھی جو اسے غمزدہ کر کے اس غار میں لاتی تھی۔
اسے نہ اندھیرے کا خوف تھا نہ تنہائی کا ڈر۔ نہ مرنے کا غم نہ سانپ بچھو کا خطرہ۔
وہ گُشتۂ قوم اور مخلوق پر فدا اور جہان پر قربان تھا۔ نہ اسے اپنے تن بدن سے کوئی تعلق تھا نہ اپنی جان سے کوئی کام۔

وہ مخلوقِ خُدا کیلئے دردناک آہیں بھرتا تھا۔ اور خدا کے سامنے رات دن گریہ و زاری اس کا کام تھا۔
اسکے عجز و دعا کی وجہ سے آسمان پر سخت شور برپا ہو گیا اور اسکے غم کی وجہ سے فرشتوں کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔
آخر کار اسکی عاجزی، مناجات اور گریہ و زاری کی وجہ سے خدا نے تاریک و تار دنیا پر مہربانی کی نظر فرمائی۔

. . . .

وہ شخص زندہ ہے جو تیرے چشمہ سے پانی کے گھونٹ پیتا ہے۔ اور وہی انسان عقلمند ہے جس نے تیری پیروی اختیار کی۔

- - - - - - - - - - - - - -

تیرے بغیر کوئی عرفان کی دولت کو نہیں پا سکتا۔ اگرچہ وہ ریاضتیں اور جدوجہد کر تا مر بھی جائے۔
تیرے عشق کے بغیر صرف اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا بے وقوفی ہے۔ جو تجھ سے غافل ہے وہ ہرگز نیکی کا مُنہ نہیں دیکھے گا۔
تیرے عشق کی وجہ سے ایک دم میں وہ نور حاصل ہو جاتا ہے جو سالکوں کو ایک لمبے زمانہ میں بھی حاصل نہیں ہوتا۔
تیرے عشق کے زمانہ سے اور کوئی زمانہ زیادہ اچھا نہیں۔ تیری مدح اور ثناء سے بہتر اور کوئی کام نہیں۔
دل اگر تیری محبت میں خون نہیں، تو وہ دل کیا چیز ہے۔ جان تجھ پر قربان نہ ہو تو وہ جان کس کام کی۔
اے نبی اللہ میں تیرے پیارے مکھڑے پر نثار ہوں۔ اس سر کو جو کندھوں پر بار ہے تیری راہ میں وقف کر دیا ہے۔
جب سے مجھے رسولِ پاکؐ کا نور دکھایا گیا تب سے اس کا عشق میرے دل میں یوں جوش مارتا ہے جیسے آبشار سے پانی۔
میرے دل سے اسکے عشق کی آگ بجلی کی طرح نکلتی ہے۔ اے خام طبع رفیقو میرے آس پاس سے ہٹ جاؤ
میرا دل وجد میں ہے جب سے اُس نور کو خواب میں دیکھا ہے! اس چہرے اور سر پر میری جان۔ سر اور منہ قربان ہوں۔

اس چاہِ ذقن میں ہزاروں یوسف دیکھتا ہوں! اور اس کے دَم سے بے شمار مسیح ناصری پیدا ہوئے۔
اے میرے دلبر میں تیری ذات میں انوارِ الٰہی دیکھتا ہوں! اور ہر عقلمند دل کو تیرے عشق میں سرشار پاتا ہوں۔
ہر شخص دنیا میں کوئی نہ کوئی محبوب رکھتا ہے مگر میں تو تیرا فدائی ہوں اے پھول سے رخساروں والے محبوب۔
زندگانی کیا ہے؟ یہی کہ تیری راہ میں جان قربان کر دی جائے۔ آزادی کیا ہے؟ یہی کہ تیری قید میں شکار بن کر رہے۔
یا رسُول اللہ میں تجھ سے مضبوط تعلق رکھتا ہوں۔ اور اس دن سے کہ میں شیر خوار تھا مجھے تجھ سے محبت ہے۔
دونوں جہانوں میں میں تجھ سے بے انتہا تعلق رکھتا ہوں۔ تُو نے خود بچے کی طرح اپنی گود میں میری پرورش فرمائی۔
مجھ سے نہ تو جنت کا ذکر کر نہ دوزخ کا۔ میں تو محمدؐ کے دین کے غم میں دیوانوں کی سی زندگی بسر کرتا ہوں۔

---

۱۲۴ ص ۱۲۵

محبت کے درختوں کو اپنی آنکھوں کے پانی سے سیراب کر تاکہ ایک دن وہ تجھے شیریں پھل دیں۔
اس کا مقدس دامن تکبّر سے ہاتھ نہیں آتا۔ اسکے ہاں اسی کو عزّت ملتی ہے جو عزّت کے لباس کو جلا دیتا ہے
اگر مولا کی راہ چاہتا ہے تو علم کی شیخی ترک کر۔ کہ کبر اور نخوت میں گرفتار کو اس کے کوچہ میں گھسنے نہیں دیتے
اگر خدا کا طلبگار رہے تو دنیوی نعمتوں سے دل نہ لگا۔ میرا محبوب ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو عیش کے تارک ہوں۔
پانی کا مصفّا قطرہ چاہیئے تاکہ اس سے موتی پیدا ہو۔ ناپاک دل خدا کے چہرہ کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔
مجھے دنیا کی عزّت ذرّہ بھر بھی درکار نہیں۔ ہمارے لئے کرسی نہ بچھا کہ ہم تو خدمت کیلئے مقرر کئے گئے ہیں۔
سب لوگ اور سارا جہان اپنے لئے عزّت چاہتا ہے۔ برخلاف اسکے میں یار کی راہ میں ذلت مانگتا ہوں۔
سب لوگ اس زمانہ میں امان و عافیت کے خواستگار ہیں۔ میرے سر کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ مصیبت کا خواہشمند ہے
مجھے تو میں جدھر دیکھتا ہوں محبوب کا چہرہ ہی نظر آتا ہے۔ سورج میں بھی وہی چمکتا ہے۔ چاند میں بھی وہی ملاحت دکھاتا ہے۔
میں اُس روز سے غربت اور عجز کا حریص ہوں جب سے میں نے جانا کہ اسکے حضور میں زخمی مسکین دل کی عزت ہے

اگر میری جان و دل کے چمن سے پردہ اٹھایا جائے تو تُو اس میں اس پاکیزہ طلعت معشوق کا چہرہ ہی دیکھے گا۔
اس کے نورِ عشق کی تجلّی سے ہمارے بام و قصر روشن ہیں۔ لیکن اسے وہی دیکھتا ہے جو بصیرت رکھتا ہو۔
محبوب کی نگاہ رحمت نے مجھ پر بڑی عنایتیں کی ہیں ورنہ مجھ جیسا انسان کس طرح رشد و ہدایت پاتا۔

صـ ۲۴۸ / ۲۴۹

تُو اس ذلیل دُنیا سے کیوں دل لگاتا ہے۔ یہاں سے تُو یکدم باہر چلا جائے گا۔
دُنیا کی خاطر خدا سے تعلق توڑنا۔ یہی بدبختوں کی علامت ہے۔
جب کسی پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے تو اس کا دل دنیا میں کچھ زیادہ نہیں لگتا۔
تو کسی مخلوق کو اپنا خدا نہ بنا۔ ایک کیڑا کیونکر اس قدیر کی طرح ہو سکتا ہے۔
اس کے آگے زمین و آسمان لرزتے ہیں۔ پس تُو ایک مُشتِ خاک کو اس کی طرح نہ سمجھ۔
وہ اہلِ حق جو فانی ہیں وہ فرقانی چشمہ سے پانی پینے والے ہیں۔
وہ نام و نمود اور جاہ و عزت سے بے پرواہ ہیں۔ ان کے ہاتھ سے دل اور سر سے ٹوپی گر گئی ہے۔
خودی سے بہت دُور اور یار سے واصل ہو گئے ہیں۔ وہ اسکی خاطر اپنی آبرو اور عزت سے دستبردار ہو گئے ہیں۔
ظاہری طور پر اجنبی دکھائی دیتے ہیں مگر دل یار کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔ خدا کے سوا انکا بھید کوئی نہیں جانتا۔
ان کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ خدا کے لئے انہوں نے صدق و وفا اختیار کی ہے۔
ان سب لوگوں کا رہنما قرآن ہی تھا اور اسی دروازہ کی برکت سے ان میں سے ہر ایک موتی کی طرح ہو گیا۔
ان سب نے اس محبوب سے زندگی حاصل کی۔ زندگی کیا خود اس محبُوب کو پا لیا۔
ان کی نظر شرک اور فساد سے پاک ہو گئی۔ ان کا دل ربّ العالمین کا گھر بن گیا۔
ان لوگوں کا سردار وہ ہے جس کا نام مصطفٰے ہے۔ تمام اہلِ صدق و صفا کا رہنما وہی ہے۔
اس کے چہرہ میں خدا کا چہرہ چمکتا نظر آتا ہے۔ اسکے در و دیوار سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔
رہبری کے تمام کمالات اسی پر ختم ہیں۔ خود بھی مقدس ہے اور سب مقدسوں کا امام ہے۔

اے خُدا! اے ہماری تکلیفوں کی دوا۔ ہمارے معاملہ میں اس کی شفاعت ہمیں نصیب کر۔
جس کی جان و دل میں اس کی محبت داخل ہو جاتی ہے۔ یکدم اس کے ایمان میں ایک جان پڑ جاتی ہے۔

صـ ۳۰۲ تا صـ ۳۰۶

وہ (خُدا) جب کسی پر مہربانی کرتا ہے تو اسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے۔
اپنے فضل اور لطف اور کرم سے اسے عزّت بخشتا ہے۔ سورج اور چاند کو اس کے سامنے سجدہ میں گرا دیتا ہے۔
مَیں نے اپنے پاس سے یہ دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ خُدا کے حکم کی پیروی کی ہے۔
یہ خُدا کا کام ہے نہ کہ انسان کا مکر۔ اس کا دشمن اس عادل خدا کا دشمن ہے۔
وہ خدا جس نے اس عاجز کو منتخب کیا ہے۔ اس کی رحمت ہمارے کوچہ میں برسی ہے۔
جب مَیں مر گیا تو مرنے کے بعد میرا محبوب آگیا۔ جب مَیں فنا ہو گیا تو اس کا چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا۔
دلبر کے عشق کا سیلاب زوروں پر تھا۔ وہ غالب آگیا اور ہمارا سارا سامان بہا کرلے گیا۔
میرے پاس اعمال کا کوئی ذخیرہ نہیں۔ عشق جوش میں آیا اور اس سے یہ سب کام ہو گئے۔
میرے لئے نیستی ہی خُدا کا طُور بن گئی۔ جب خودی جاتی رہی تو خدا کا نُور آگیا۔
مَیں نے اکی طرف اپنا رُخ پھیر لیا کیونکہ دیکھنے کے لائق وہی چہرہ ہے۔ اور ہر مبارک دل اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔
دونوں جہانوں میں اس جیسا چہرہ کہاں ہے۔ اس کے کوچہ کے سوا اور کوئی کوچہ کہاں ہے۔
وہ لوگ جو اس کے کوچہ سے غافل ہیں۔ وہ گلیوں کے کتّوں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔
مخلوقات اور دنیا سب شور و شر میں مبتلا ہے۔ مگر اس کے عاشق اور ہی عالم میں ہیں۔
وہ عالم جس شخص سے پوشیدہ رہا۔ اس بدبخت نے دنیا میں آکر دیکھا ہی کیا۔
صادقوں پر خدا کا راستہ پانا آسان ہے۔ جو خدا کو ڈھونڈتا ہے اس کا دامن اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔

جو بھی صدق و صفا کے ساتھ اس کا وصل چاہتا ہے اس کے آسمانوں کا خدا وصل کا راستہ کھول دیتا ہے۔
یار کی نظر صادقوں کو پہچان لیتی ہے۔ مکر اور چالاکی یہاں کام نہیں دیتی۔
دوست کے وصل کے لئے صدق درکار ہے۔ جو بغیر صدق کے اسے ڈھونڈتا ہے وہ بیوقوف ہے۔
خدا کے حضور صدق اختیار کرنے والا آخر کار اپنی وفا کی برکت سے اسے پا لیتا ہے۔
سینکڑوں بند دروازے صدق کی وجہ سے کھل جاتے ہیں۔ کھویا ہؤا دوست صدق کی وجہ سے واپس آجاتا ہے۔
سچوں کی یہی علامت ہے کہ محبوب کی خاطر ان کی جان ہتھیلی پر ہوتی ہے۔
دلبر کی صورت پر ان کی ٹکٹکی لگی ہوتی ہے۔ اور لوگوں کی تعریف اور مذمت سے وہ بے خبر ہوتے ہیں۔
ان کے سب عمل آخرت کے لئے ہوتے ہیں۔ وہ دل نجات یافتہ ہیں جو خدا کیلئے زخمی اور شکستہ ہیں۔
باتیں بنانے سے یہ کام نہیں چلتا۔ کامیابی کے لئے وفاداری کی ضرورت ہے۔

- - - - - - - - - - -

وہ درگاہ نہایت اونچی اور عالی شان ہے۔ اس کے وصل کے لئے بہت آہ و زاری کرنی چاہیئے۔
زندگی مرنے اور انکسار اور گریہ و زاری میں ہے۔ جو گر پڑا وہی آخر زندہ ہو کر اُٹھے گا۔
جو خودی کو ترک کرتا ہے وہ خدا کو پا لیتا ہے۔ وصل کیا ہے؟ اپنے نفس سے الگ ہو جانا۔
لیکن نفس کو مارنا آسان کام نہیں۔ مرنا اور خودی کو چھوڑنا ایک جیسا ہے۔
جب تک ہماری جان پر وہ ہوا نہ چلے جو ہماری ہستی کے ذرّہ ذرّہ کو اڑا لے جائے۔
تب تک اس مصنوعی گرد و غبار میں وہ حسین چہرہ کس طرح دیکھا جا سکتا ہے۔
جب تک ہم خدا پر قربان نہ ہو جائیں۔ جب تک اپنے دوست کے اندر محو نہ ہو جائیں۔
جب تک ہم اپنے وجود سے علیحدہ نہ ہو جائیں۔ جب تک سینہ اُس کی محبت سے نہ بھر جائے۔
جب تک ہم پر لاکھوں موتیں نہ وارد ہوں تب تک ہمیں اس محبوب کی طرف سے نئی زندگی کیسے مل سکتی ہے۔
جب تک اپنے سب پر و بال نہ جھاڑ دے اس وقت تک اس راہ کے پرندے کیلئے اڑنا مشکل ہے۔
بدبخت ہے وہ شخص جس کا وقت برباد ہو گیا۔ یار ناراض ہو گیا اور دشمنوں کا دل خوش ہؤا۔

مجھے داناؤں کی عقلمندی سے انکار نہیں۔ مگر یہ یار کے وصل کا راستہ نہیں۔
جب تک عشق و سوداء و جنون نہ ہو۔ تب تک وہ بے مثال محبوب اپنا جلوہ نہیں دکھاتا۔
ہم لوگ جنہوں نے اس کے دیدار سے اپنا چہرہ روشن کیا ہے۔ ہم نے تو اُسے عشق اور فنا کے راستہ میں سے پایا ہے۔
اس خدا کے لئے جب ہم نے اپنی خودی ترک کر دی۔ تو ہماری فنا کے نتیجہ میں بقا ظاہر ہو گئی۔
اس راستہ میں زیادہ تکلیف اٹھانی نہیں پڑتی۔ وہ صرف جان مانگتا ہے اور اس کا دینا مشکل نہیں ہے
اس نے ایک نظر سے اس فقیر کو بادشاہ بنا دیا ہے۔ ہمارے لئے لمبے راستہ کو مختصر کر دیا۔
اس محبوب نے خود اپنا راستہ میرے لئے کھولا۔ مَیں یہ بات اسی طرح جانتا ہوں جیسے باغبان پھول کو۔
ہر ایک جو میرے زمانہ میں مجھ سے جدا رہتا ہے وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔
محبوب کے نوُر سے میرا سینہ بھر گیا۔ میرے آئینہ کا صیقل اسی کے ہاتھ نے کیا۔
میرا وجود اس یار ازلی کا وجود بن گیا۔ میرا کام اس دلدارِ قدیم کا کام ہو گیا۔
چونکہ میری جان میرے یار کے اندر مخفی ہو گئی اس لئے یار کی خوشبو میرے گلزار سے آنے لگی
ہماری چادر کے اندر خدا کا نوُر ہے۔ وہ دلبر میرے گریبان میں سے ظاہر ہؤا۔
احمد آخر زماں میرا نام ہے۔ میرا جام ہی دنیا کے لئے آخری جام ہے۔
راہِ خدا کے طالب کو خوشخبری ہو کہ اسے خدا نے مراد پانے کا زمانہ دکھایا۔
جب کسی کا دوست اس کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو وہ کسی واقف سے اس کی خبر پوچھتا ہے۔
جو کسی محبوب کا طلبگار ہوتا ہے۔ اسے ایک جگہ چین کب آتا ہے۔
وہ ہر طرف دیوانہ وار دوڑتا ہے تاکہ شاید کہیں یار کا چہرہ نظر آجائے۔
جس کی جان میں یار کا عشق سما گیا ہے۔ دوست کے فراق میں اس کا دل ہاتھ سے نکل نکل جاتا ہے
عاشقوں کے لئے صبر اور آرام کہاں۔ معشوق کے چہرے سے رو گردانی کہاں۔
جسے معشوق کے چہرہ سے محبّت ہوتی ہے۔ اسے دن رات اس کے چہرہ کا ہی خیال رہتا ہے

اگر اتفاق سے اس سے جدائی ہو جائے۔ تو گویا جسم اور جان میں جدائی ہو جاتی ہے۔
یار کے بغیر اس کی زندگی کا ایک لمحہ بھی اس پہ زندگانی کو تلخ کر دیتا ہے۔
پھر جب وہ اس کا جمال اور اس کا چہرہ دیکھتا ہے تو بدحواسوں کی طرح اسکی طرف دوڑتا ہے۔
اور یہ کہکر دیوانہ وار اسکے دامن کو پکڑ لیتا ہے کہ اے دوست میرا دل تیری جدائی میں خون ہو گیا۔
اگر ایسا صدق کسی کے دل میں ہو تو وہ بلبل کی طرح پھول کو اپنا ٹھکانا بنا لیتا ہے۔
اگر تُو دو سَو درد اور ریخوں کے ساتھ گر پڑے تو پھر ضرور کوئی مدد کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے
پیاسے کو پانی کی طرف دَوڑنا چاہیئے۔ جسنے صدق دل سے تلاش کی اُس نے آخر کار مقصود کو پا لیا
وہ آدمی عقل مند ہے جو یار کا کوچہ ڈھونڈتا ہے اور یار کے چہرہ کی خاطر اپنی عزّت برباد کر دیتا ہے
وہ خاک بن جاتا ہے تا ہَوا اُسے لے اُڑے اور فنا ہو جاتا ہے تا کوئی اسے راستہ دکھائے۔
خدا کی مہربانی کے بغیر کام ادھورا رہتا ہے۔ عقل مند ہی اس بات کو جانتا ہے۔

- - - - - - - - - -

وہ رسول جس کا نام محمدؐ ہے اس کا مقدس دامن ہر وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔
اس کی محبت ماں کے دودھ کے ساتھ ہمارے بدن میں داخل ہوئی۔ وہ جان بن گئی اور جان کے ساتھ ہی باہر نکلے گی۔

- - - - - - - - - -

مجھے مصطفیٰؐ کے ساتھ ایسا عشق ہے کہ میرا دل ایک پرندہ کی طرح مصطفیٰؐ کی طرف اُڑ کر جا رہا ہے۔
جب سے مجھے اُس کے حسن کی خبر دی گئی ہے۔ میرا دل اُس کے عشق میں بے قرار رہتا ہے۔
مَیں اس دلبر کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر کوئی اسے دل دے تو مَیں اس کے مقابلہ میں اس پہ جان نثار کرتا ہوں۔
میرا ساقی وہی روح پرور ہے۔ وہ ہمیشہ مجھے جام شراب سے سرشار رکھتا ہے۔
میرا یہ چہرہ اس کے چہرہ میں محو اور گم ہو گیا ہے۔ اسکی خوشبو میرے مکان اور کوچہ سے آ رہی ہے۔
از بس کہ مَیں اس کے عشق میں غائب ہوں۔ مَیں وہی ہوں۔ مَیں وہی ہوں۔ مَیں وہی ہوں۔

میری روح اس کی روح سے غذا حاصل کرتی ہے۔ اور میرے گریبان سے وہی سورج ظاہر ہو گیا ہے
احمد کی جان کے اندر احمد ظاہر ہو گیا۔ اس لئے میرا وہی نام ہو گیا جو اس لاثانی انسان کا نام ہے
اسکے عشق میں مَیں عزّت وجاہ سے مستغنی ہو گیا ہوں۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا اور ٹوپی سر سے گر پڑی۔
مَیں وہ ہوں کہ اس سردار کی راہ میں تُو میرا سر خاک اور خون میں لتھڑا ہوا دیکھے گا۔
اگر اس محبوب کی گلی میں تلوار چلے تو مَیں پہلا شخص ہوں گا جو اپنی جان قربان کرے گا۔
اگر دشمن کے نزدیک یہی کفر ہے تو وہ بڑا خوش نصیب ہے جو میری طرح کا کافر ہو۔

ص۳۱۰

میرے سامنے کسی بادشاہ کا ذکر نہ کر۔ مَیں تو ایک اور دروازہ پر اُمیدوار پڑا ہوں۔
وہ خدا جو دنیا کو زندگی بخشنے والا ہے اور بدیع اور خالق اور پروردگار ہے۔
کریم و قادر ہے اور مشکل کشا ہے اور رحیم ہے۔ محسن ہے اور حاجت روا ہے۔
مَیں اس کے دروازہ پر پڑا ہُوا ہوں۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ دنیا میں ایک کام سے دوسرا کام نکل آتا ہے
جب وہ وفادار مجھے یاد آتا ہے تو ہر رشتہ دار اور دوست مجھے بھول جاتا ہے۔
مَیں اس کے سوا کسی اور سے کس طرح دل لگاؤں کہ بغیر اس کے مجھے چین نہیں آتا۔
میرے دل کو میرے زخمی سینے میں نہ ڈھونڈھ کہ ہم نے اسے ایک محبوب کے دامن سے باندھ دیا ہے
میرا دل دلبر کا تخت گاہ ہے۔ میرا سر یار کی راہ میں قربان ہے۔
مَیں کیا بتاؤں کہ اس کا مجھ پہ کیا فضل ہے کیونکہ اس کا فضل تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے۔
مَیں اس کی مہربانیوں کو کس طرح گنوں کہ اسکی مہربانیاں تو حدِ شمار سے باہر ہیں۔
مجھے اس دلبر سے ایسا تعلق ہے کہ کسی کو بھی اس معاملہ کی خبر نہیں۔
مَیں اس کے دروازہ پہ اس طرح روتا ہوں جس طرح بچے کی پیدائش کے وقت عورت روتی ہے۔
میرا وقت اس کے عشق سے بھرا ہُوا ہے۔ کیا ہی اچھا وقت ہے اور کیا ہی اچھا کام ہے۔

اے یار کے گلشن میں تیری تعریفیں کرتا ہوں۔ تُو نے تو مجھے ہر قسم کے باغ و بہار سے فارغ کر دیا ہے

صـ ۲۳۵

اے لوگو بے نیاز اور قہار خُدا سے ڈرو۔ مَیں نہیں سمجھتا کہ متقی اور نیک آدمی کبھی نقصان اٹھاتا ہے۔
میں باور نہیں کرتا کہ وہ شخص کبھی رُسوا ہوا ہو جو اس یار سے ڈرتا ہے جو غفّار اور ستّار ہے۔
اگر وہ چیز جسے مَیں دیکھ رہا ہوں دوست بھی دیکھتے۔ تو حصول دنیا سے رو رو کر توبہ کرتے۔
اس بارگاہِ عالی سے سرکشی نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر وہ چاہے ایک دم میں ایک نکمے کیڑے کی طرح
تجھے فنا کر دے۔
مَیں نے ہمدردی سے یہ بات کہی ہے۔ اب تُو خود غور کر لے۔ اے سمجھدار انسان عقل اسی دن کیلئے ہوا کرتی ہے

صـ ۳۸۵ / ۳۸۶

اے قادر اور زمین و آسمان پیدا کرنیوالے۔ اے رحیم، مہربان اور رستہ دکھانے والے۔
اے وہ جو کہ دلوں پر نظر رکھتا ہے۔ اے وہ کہ تجھ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔
اگر تُو مجھے نافرمانی اور شرارت سے پُر دیکھتا ہے۔ اور اگر تُو نے دیکھ لیا ہے کہ مَیں بدگہر ہُوں۔
تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور میرے ان دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے۔
ان کے دلوں پر اپنی رحمت کا بادل برسا۔ اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کر۔
میرے در و دیوار پر آگ برسا۔ میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کر دے۔
لیکن اگر تُو نے مجھے اپنا فرمانبردار پایا ہے اور میرا قبلہ مقصود اپنی بارگاہ کو پایا ہے۔
اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے جس کا بھید تُو نے دنیا سے پوشیدہ رکھا ہے۔
تو محبت والا مجھ سے معاملہ فرما۔ اور ان اسرار کو تھوڑا سا ظاہر کر دے۔
اے وہ کہ تُو ہر متلاشی کے پاس آتا ہے اور ہر (اپنی محبت میں) جلنے والے کے سوز سے واقف ہے۔

تو اس تعلق کے باعث جو مَیں تجھ سے رکھتا ہوں اور اس محبت کی وجہ سے جو مَیں نے اپنے دل میں پائی ہے
تُو آپ میری بریت کے لئے باہر نکل۔ تُو ہی میرا حصار اور جائے پناہ اور ٹھکانا ہے۔
وہ آگ جو میرے دل میں تُو نے بھڑکائی ہے اور اس کے شعلوں سے تُو نے غیر اللہ کو جلا دیا ہے
اس آگ سے میرے چہرہ کو بھی روشن کر دے! اور میری اس اندھیری رات کو روشنی سے بدل دے
اس اندھی دُنیا کی آنکھیں کھول۔ اور اے سخت گیر خُدا تُو اپنا نور دکھا۔
آسمان سے اپنے نشان کا نُور ظاہر کر۔ اور اپنے باغ سے ایک پھول دکھا۔
مَیں اس جہان کو فسق و فجور سے پُر دیکھتا ہوں۔ غافلوں کو موت کا وقت یاد نہیں رہا۔
وہ حقائق سے غافل اور ناواقف ہیں۔ اور بچوں کی طرح کہانیوں کے شائق ہیں۔
ان کے دل خُدا کی محبت سے سرد ہیں۔ اور دلوں کے رُخ خُدا کی طرف سے پھر گئے ہیں۔
سیلاب جوش میں ہے اور رات سخت اندھیری۔ مہربانی فرما کر سورج چڑھا دے۔

صـ ۳۹۳ تا صـ ۳۹۵

انسانوں میں وہی خدا کی طرف سے کامل ہوتا ہے۔ جو روشن نشانوں کے ساتھ خدا نما ہوتا ہے۔
اسکی ساری صفات خدا کی صفات کا پرتو ہوتی ہیں اور اس کا استقلال بھی انبیاء کے استقلال کی طرح
ہوتا ہے۔
اسکی پرواز ہر وقت آسمان کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس کا وجود مصطفیٰ کی طرح سراسر رحمت ہوتا ہے
وہ اپنے معشوق کی راہ میں کبھی اخلاص میں کمی نہیں آنے دیتا۔ خواہ مصیبتوں کا طوفان کتنے ہی زوروں پر ہو۔
وہ نیند اور عیش کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔ جبکہ سب نیک و بد اس عیش و عشرت کی بلاہیں گرفتار ہوتے ہیں
اسکا اصول صرف خلق پر رحم اور لطف ہوتا ہے۔ اور اس کا طریقہ سارے کا سارا ہمدردی اور سخاوت ہوتا ہے۔
وہ ہمیشہ شریروں کی صحبت سے مجتنب رہتا ہے۔ اور دین کے لئے اولیاء اللہ کی طرح غیرتمند ہوتا ہے۔
تُو ہزار ٹکریں مارتا رہ مگر تیری مشکل حل نہیں ہو گی لیکن جب تو اسکے پاس جاتا ہے تو اس کی ایک دعا کافی ہو جاتی ہے

اس یارازلی کی محبت کا نور اسکے چہرے سے برستا ہے۔ اور اس عالی جناب کی شان کی اسمیں چمک ہوتی ہے۔
خدا کرے وہ جل جائے جو دوست کی راہ میں نہیں جلتا۔ خدا کرے وہ مرجائے جو فنا سے بھاگتا ہے
کسی شخص کو نشان ہائے سماوی نہیں ملتے۔ مگر اس کو جو خدا کی خاطر فنا ہو جائے۔
اسکے چہرہ سے عشق اور صدق اور صفا کا نور چمکتا ہے۔ کرم، انکسار اور حیا اس کے اخلاق ہوتے ہیں۔
اسکے سرچشمہ سے بدی فیضان کا سمندر جاری ہوتا ہے۔ اسکے چہرہ میں خدائے بزرگ کا چہرہ نظر آتا ہے۔
اس عزت والے دوست کی راہ میں وہ کسی بلا سے نہیں ڈرتا۔ خواہ اس یار کے راہ میں اژدہا بیٹھا ہو۔
اس کا دل ہاتھ سے اور ٹوپی سر سے گری ہوئی ہوتی ہے۔ وہ ہر قسم کی خود بینی اور ریاء سے پاک ہوتا ہے
اس ساری دولت کی کنجی محبت اور وفا ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جسے ایسی دولت مل جائے۔
راہ راست کی مشکلات کی تفصیل میں کیا بیان کردوں کہ ہر قدم کے لئے گریہ و زاری شرط ہے۔
پاک لوگوں کی خلوت میں اگر تیرا گذر ہو تو تجھے معلوم ہو کہ وہاں کیسے کیسے انوار برستے ہیں۔
میرا گذر خدا کی رضامندی کے باغ میں ہے۔ میرا مقام قدس اور اصطفاء کا چمن ہے۔
میرے لئے یہی کافی ہے کہ آسمانی بادشاہت ہاتھ آجائے کیونکہ زمینی ملکوں اور جائیدادوں کو بقا نہیں
جبکہ میرا مسکن و ماویٰ جنت الفردوس ہے، تو میرا ٹھکانا اس گڑھے کی گندگی میں کیوں ہو۔
میں مسیح وقت ہوں اور میں کلیم خدا ہوں۔ میں ہی محمد و احمد ہوں جو مجتبیٰ ہے۔
میں اس پنجرہ سے نکل کر اُڑ چکا ہوں جسکا نام دنیا ہے۔ اب تو عرش کے کنگرہ پر ہماری جگہ ہے۔
اسکے چہرہ کے عشق کی قید کے سوا کوئی آزادی نہیں۔ اس کا درد ہی سب بیماریوں کا علاج ہے۔
ان کے نزدیک دنیا اور دنیا کی عزت ایسی حقیر چیز ہے جیسے تیری نظر میں بوریے کا ایک تنکا۔
یہ لوگ بارگاہِ خداوندی میں صاحب عزت ہیں اور ان کی آہ و زاری کی دُعا آسمان کو چیر دیتی ہے۔
میرے مربی نے مجھے اس گروہ میں خود داخل کیا ہے۔ اس طور سے کھینچ کر جس کی کوئی حد و انتہا نہیں
روحانی لوگوں کی منزل میں قدم رکھ کہ بغیر اس کے دنیا اور دنیا کے سب کام ابتلا ہی ابتلا ہیں۔
محبوب سے دل لگانے میں سب کامیابی ہے۔ کیا حسین چہرہ ہے کہ جس کا قیدی ہی درحقیقت آزاد ہے

ہزار شکر کہ میں نے اپنے محبوب کا منہ دیکھ لیا۔ اور وہ سب مزے چکھ لئے جن میں لقا کی لذت ہے۔
ہماری آنکھ کے سیلاب کی طرح اور کوئی سیلاب نہیں۔ اس بات سے ڈر کر کہیں یہ سیلاب تیرے
پاؤں کے سامنے ہی نہ آجائے۔
تجھے ابدالوں کی جماعت کی آہوں سے ڈرنا چاہیئے خصوصًا اگر مرزا (غلام احمد) کی آہ ہو۔

ص ۴۲۲/۴۲۳

جس شخص کا دل پرہیزگار ہے۔ وہ خدا کے کام پر کیوں تعجب کرے۔
وہ خدا جو ایک قطرہ سے انسان پیدا کر دیتا ہے اور دو مٹھی بیجوں سے ایک باغ بنا دیتا ہے۔
اگر وہ مجھ جیسے کو مسیح بنا دیتا ہے یا ایک فقیر کو شہنشاہ کر دیتا ہے۔
تو اس کے فضل سے یہ بات بعید نہیں۔ وہ اندھا ہے جس نے اس بات کو انکار کی نظر سے دیکھا۔
خبردار تو اس عالی بارگاہ سے نا اُمید نہ ہو۔ بندہ بن جا۔ پھر جو تو چاہتا ہے لے لے۔
وہ قادر، خالق اور بزرگ رب ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کس نے اس کی لاچاری دیکھی ہے۔
ایک قطرہ منی سے چمکدار چہرہ بنا دیتا ہے۔ اور پتھر سے لعل بدخشاں پیدا کر دیتا ہے۔
جب وہ کسی پر مہربانی کرتا ہے تو اُسے زمینی سے آسمانی بنا دیتا ہے۔
اسی طرح مجھ پر بھی اس نے مہربانی فرمائی ہے اور بے انتہا فضل کئے ہیں۔
میں اس لاثانی ذات کا مظہر بن گیا اور حقائق و معارف میں سب سے بڑھ گیا۔
میرا خُدا مجھ پر بے حد مہربانی رکھتا ہے۔ میرے پاس سینکڑوں نشان ہیں اگر کوئی دیکھنے کو آئے۔
اے مُردو سُن لو کہ میں زندہ ہوں۔ اے اندھیری رات تم بھی سُن لو کہ میں روشن ہوں۔
میری یہ دونوں آنکھیں جو میرے سر کی رونق ہیں۔ اس یار کو دیکھتی ہیں جو میرا دلبر ہے۔
میرا یہ قدم خُدا کے عرش تک گذر رکھتا ہے۔ اور میرے ان دونوں کانوں کو خدا کی طرف
سے خبریں ملتی ہیں۔

مَیں انسانوں کی آنکھوں سے دُور ہوں ۔ کسی کو میرے مقام کی خبر نہیں ہے ۔
جس شخص کا اندرون خدا کے حضور سے روشن ہو گیا ۔ اس کی صحبت میں تو ایک لمحہ گذارنا بھی کیمیا ہے ۔
وہ خدا اپنے دوست کے ساتھ دوستی کرتا ہے ۔ اور وفاداروں کے ساتھ وفا کرتا ہے ۔
جس کی جان اور دل میں اس کا عشق داخل ہو جاتا ہے ۔ یکدم اس کے ایمان میں جان پڑ جاتی ہے ۔
خدا کا عشق اس کے چہرہ سے ظاہر ہو جاتا ہے ۔ اور اس کی خوشبو اس کے مکان اور کوچہ سے آتی ہے
میرے یار کی مجھ پر کامل مہربانی ہے ۔ وہ میرا ہو گیا اور مَیں اس کا ہو گیا ۔
میرا دلبر میری جان ، مغز اور پوست میں رچ گیا ۔ میری جان کی خوشی اسی کے منہ کی یاد میں ہے ۔
میرے محبوب اور میرے درمیان بہت سے راز ہیں ۔ میرے وجود سے اس کی شان ظاہر ہوتی ہے ۔
ہر شخص کسی نہ کسی کے دامن کو پکڑتا ہے ۔ ہم نے اس حیّ و قیوّم اور یکتا خدا کے دامن کو پکڑا ہے ۔
جب میں ایک ذرّہ تھا تو ان (اندھے) لوگوں نے میری عزّت کی ۔ مگر جب مَیں سورج بن گیا تو انہوں نے مجھے اپنی نظروں سے گرا دیا ۔

ص۵۱۳ تا ص۵۱۸

تُو کسی دوست کے چہرہ کا عاشق کس طرح ہو سکتا ہے ۔ جب تک اس کا چہرہ تیرے دل پر کام نہ کر جائے ۔
اسی طرح ان ہونٹوں کے دو بول وہی کام کر جاتے ہیں جو دیدار ۔
بے شک اعلیٰ خصلتوں والے دوست کا عشق گفتگو سے بھی اسی طرح پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دیکھنے سے
کلام میں بھی بڑی کشش ہوا کرتی ہے ۔ کلام کے بغیر چہرہ بھی کم اثر کرتا ہے ۔
جس کو ذوقِ گفتار نصیب ہو گیا ۔ اس نے عشق کے راستہ کا سارا راز معلوم کر لیا ۔
محبوب کی شیریں کلامی پل بھر میں تجھے زندگی عطا کر دے گی ۔

وہ دوزخ جو خُم کی طرح عذاب سے پُر ہے ۔ اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ خدا اُن سے کلام نہیں کرے گا ۔
نہ دل صاف ہوتا ہے نہ خوف دُور ہوتا ہے ۔ جب تک موسیٰؑ کی طرح کلیم نہ بن جائے ۔
دل کی دوا خدا کا کلام ہے ۔ خدا کے جام کے بغیر مست کس طرح ہو سکتا ہے ۔
جب تک وہ خود یہ نہیں کہتا کہ مَیں موجود ہوں ۔ تب تک اس کی ہستی کا عقدہ نہیں کھلتا ۔
(یہ شعر مَیں نہیں درج کر سکا) ۔
جب تک غیب سے مشعل ظاہر نہیں ہوتی اس وقت تک جہالت کی اندھیری رات سے رہائی نہیں ملتی ۔

- - - - - - - - - - - - - - -

عشق نے گھوڑے کو اتنا تیز دوڑایا کہ اس مُشتِ خاک کا کچھ بھی باقی نہ رہا ۔
محبوب اور دلآرام پر قربان ہو جانے والا ننگ و ناموس سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے ۔
عشق سے بھرا ہُوا ہر قسم کی حرص سے خالی ہو جاتا ہے ۔ ایک ہی آواز نے اسکا کام تمام کر دیا ہوتا ہے ۔
اس یقینی آواز نے جو اس کے کان میں پڑی بڑا کام کیا اور اسے غیر اللہ سے منقطع کر دیا ۔
وہ غیروں کے دائرہ سے باہر نکل گیا اور غیر اللہ سے بے تعلق ہو گیا ۔
وہ اپنی ہستی کی آلودگی سے پاک ہو گیا اور خود پرستی سے آزاد ۔
یار نے اس کو اس طرح اپنی کمند میں لے لیا کہ دوسروں سے اس کا واسطہ ہی نہ رہا ۔
فنا کے راستے پر چل پڑا اور اس کی یاد میں سر سے پاؤں تک گم ہو گیا ۔
دلبر کا ذکر اس کی غذا ہو گیا ۔ دلبر سارا اس کا ہو گیا ۔
اس نے دلدار کے سوا اپنی ہر خواہش کو جلا دیا ۔ محبُوب کے سوا ہر چیز سے آنکھ بند کر لی ۔
دل و جان اس کے چہرے پر فدا کر دئے ۔ اس کے وصل کو اپنا مقصود بنا لیا ۔
وہ مر گیا اور اپنے آپ کو فنا کر لیا ۔ عشق نے جوش مارا اور سب کام کر دئے ۔
اپنی خودی سے جُدا ہو گیا ۔ سیلاب بڑا زوردار تھا بہا کر لے گیا ۔
جب جسم کمزور ہو گیا تو محبُوب آ گیا ۔ دل جب ہاتھ سے چلا گیا تو محبوب آ گیا ۔

مَیں انسانوں کی آنکھوں سے دُور ہوں ۔ کسی کو میرے مقام کی خبر نہیں ہے ۔
جس شخص کا اندرون خدا کے حضور سے روشن ہوگیا ۔ اس کی صحبت میں تو ایک لمحہ گذارنا بھی کیمیا ہے ۔
وہ خدا اپنے دوست کے ساتھ دوستی کرتا ہے ۔ اور وفاداروں کے ساتھ وفا کرتا ہے ۔
جس کی جان اور دل میں اس کا عشق داخل ہوجاتا ہے ۔ یکدم اس کے ایمان میں جان پڑجاتی ہے
خدا کا عشق اس کے چہرہ سے ظاہر ہوجاتا ہے ۔ اور اس کی خوشبو اس کے مکان اور کوچہ سے آتی ہے
میرے یار کی مجھ پر کامل مہربانی ہے ۔ وہ میرا ہوگیا اور مَیں اس کا ہوگیا ۔
میرا دلبر میری جان ۔ مغز اور پوست میں رچ گیا ۔ میری جان کی خوشی اسی کے منہ کی یاد میں ہے ۔
میرے محبوب اور میرے درمیان بہت سے راز ہیں ۔ میرے وجود سے اس کی شان ظاہر ہوتی ہے ۔
ہر شخص کسی نہ کسی کے دامن کو پکڑتا ہے ۔ ہم نے اس حیّ و قیوّم اور یکتا خدا کے دامن کو پکڑا ہے ۔
جب میں ایک ذرّہ تھا تو ان (اندھے) لوگوں نے میری عزّت کی ۔ مگر جب مَیں سورج بن گیا تو انہوں نے مجھے اپنی نظروں سے گرا دیا ۔

ص۱۳ تا ص۱۵

تُو کسی دوست کے چہرہ کا عاشق کس طرح ہوسکتا ہے ۔ جب تک اس کا چہرہ تیرے دل پر کام نہ کر جائے ۔
اسی طرح ان ہونٹوں کے دو بول وہی کام کر جاتے ہیں جو دیدار ۔
بے شک اعلیٰ خصلتوں والے دوست کا عشق گفتگو سے بھی اسی طرح پیدا ہوتا ہے جیسا کہ دیکھنے سے
کلام میں بھی بڑی کشش ہوا کرتی ہے ۔ کلام کے بغیر چہرہ بھی کم اثر کرتا ہے ۔
جس کو ذوقِ گفتار نصیب ہوگیا ۔ اس نے عشق کے راستہ کا سارا راز معلوم کرلیا ۔
محبوب کی شیریں کلامی پل بھر میں تجھے زندگی عطا کر دے گی ۔

وہ دوزخ جو خُم کی طرح عذاب سے پُر ہے ۔ اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ خدا اُن سے کلام نہیں کرے گا ۔
نہ دل صاف ہوتا ہے نہ خوف دُور ہوتا ہے ۔ جب تک موسیٰؑ کی طرح کلیم نہ بن جائے ۔
دل کی دوا خدا کا کلام ہے ۔ خدا کے جام کے بغیر مست کس طرح ہوسکتا ہے ۔
جب تک وہ خود یہ نہیں کہتا کہ مَیں موجود ہوں ۔ تب تک اس کی ہستی کا عقدہ نہیں کھلتا ۔
(یہ شعر مَیں نہیں درج کرسکا) ۔
جب تک غیب سے مشعل ظاہر نہیں ہوتی اس وقت تک جہالت کی اندھیری رات سے رہائی نہیں ملتی ۔

- - - - - - - - - - - - - - -

عشق نے گھوڑے کو اتنا تیز دوڑایا کہ اس مُشتِ خاک کا کچھ بھی باقی نہ رہا ۔
محبوب اور دلآرام پر قربان ہوجانے والا ننگ و ناموس سے بالکل بے پرواہ ہوجاتا ہے ۔
عشق سے بھرا ہُوا ہر قسم کی حرص سے خالی ہوجاتا ہے ۔ ایک ہی آواز نے اسکا کام تمام کردیا ہوتا ہے ۔
اس یقینی آواز نے جو اس کے کان میں پڑی بڑا کام کیا اور اسے غیر اللہ سے منقطع کردیا ۔
وہ غیروں کے دائرہ سے باہر نکل گیا اور غیر اللہ سے بے تعلق ہوگیا ۔
وہ اپنی ہستی کی آلودگی سے پاک ہوگیا اور خود پرستی سے آزاد ۔
یار نے اس کو اس طرح اپنی کمند میں لے لیا کہ دوسروں سے اس کا واسطہ ہی نہ رہا ۔
فنا کے راستے پر چل پڑا اور اس کی یاد میں سر سے پاؤں تک گم ہوگیا ۔
دلبر کا ذکر اس کی غذا ہوگیا ۔ دلبر سارا اس کا ہوگیا ۔
اس نے دلدار کے سوا اپنی ہر خواہش کو جلادیا ۔ محبُوب کے سوا ہر چیز سے آنکھ بند کرلی ۔
دل و جان اس کے چہرے پر فدا کردئے ۔ اس کے وصل کو اپنا مقصود بنالیا ۔
وہ مرگیا اور اپنے آپ کو فنا کرلیا ۔ عشق نے جوش مارا اور سب کام کر دئے ۔
اپنی خودی سے جُدا ہوگیا ۔ سیلاب بڑا زوردار تھا بہا کر لے گیا ۔
جب جسم کمزور ہوگیا تو محبُوب آگیا ۔ دل جب ہاتھ سے چلا گیا تو محبوب آگیا ۔

محبوب کا عشق اس کے چہرہ سے برسنے لگا۔ ابرِ رحمت اس کے کوچہ میں برسنے لگا۔
ہر نئی بات کا ایک سبب ہوا کرتا ہے۔ اس کو وہی سمجھتا ہے جس کے دل کو طلب لگی ہوئی ہو۔
پس دوست کی محبت کی ایسی شورش جو خودی کے آثار تک مٹا ڈالے۔ ہرگز میسّر نہیں آسکتی
سوائے دلبر اور دلدار کی باتوں کے۔ (یہ شعر کتاب میں درج نہیں ہو سکا)

خاص کر دلدار کی وہ باتیں جو اسرار کے طور پر عشق پیدا کرنے والی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں۔
ہر وقت وہ ایک نیا قتیل چاہتا ہے۔ اس کے چہرہ کا غازہ شہیدوں کا خون ہوتا ہے۔
کربلا میری ہر آن کی سیرگاہ ہے۔ سینکڑوں حسین میرے گریبان کے اندر ہیں۔
وہ کام جو خدا نے میرے ساتھ کئے۔ وہ اتنے زیادہ ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔
وہ میرا دل لے گیا اور اپنی محبت مجھے دے دی۔ وہ وحی کے ذریعہ آپ میرا استاد بن گیا۔
مَیں نے مخلوق سے جو رنج اور تکلیفیں دیکھیں وہ ان لذتوں کے آگے کیا چیز ہیں۔
جو کچھ خدا کی وحی سے مَیں سُنتا ہوں۔ خدا کی قسم مَیں اسے غلطی سے پاک سمجھتا ہوں۔
مَیں نے خدا کو اسکی ذریعہ سے پہچانا ہے۔ خدا کی اس آگ سے ہی مَیں نے اپنے دل کو گداز
کیا ہے۔
جو کچھ مجھ پر خدا کی طرف سے ظاہر ہوا ہے وہ ایک آفتاب ہے جو سینکڑوں انوار اپنے ساتھ رکھتا ہے۔

- - - - - - - - - - - - -

جب تک تیرے دل کا معاملہ جان تک نہ پہنچ جائے محبوب کا پیغام کس طرح تجھ تک پہنچے۔
جبتک تو خود روی سے جدا نہ ہو۔ جب تک تُو اپنے دوست پر فدا نہ ہو۔
جب تک تُو اپنی نفسانیت سے باہر نہ آئے۔ جب تک تُو اس کے چہرہ کا دیوانہ نہ بن جائے۔
جب تک تیری خاک غبار کی طرح نہ ہو جائے۔ جب تک تیرے غبار میں سے خون نہ ٹپکے۔
جب تک تیرا خون کسی کی خاطر بہہ نہ جائے اور جب تک تیری جان کسی پر قربان نہ ہو جائے۔

تب تک تجھے کوئے جاناں کا راستہ کیونکر ملے۔ اور اس درگاہ کی طرف سے تجھے آواز کیونکر آئے۔
تُو تو روپے پیسے کا لالچی ہے اور دن رات اس مُردار پر کتوں کی طرح گرا ہوا ہے۔
اس قدر لالچ، حرص، تکبّر اور غرور کے ساتھ کیوں تُو کوئے جاناں سے دُور نہ رہے۔
اگر تو اس سیدھے راستہ کے سوار کو ڈھونڈتا ہے تو اسے وہاں ڈھونڈ جہاں سے گرد اُٹھتی ہے۔
(یعنی خاکساروں میں)۔
وہاں ڈھونڈ جہاں زور باقی نہیں رہا۔ خودنمائی، تکبّر اور شور باقی نہیں رہا۔

- - - - - - - - - - - -

جب تک تو فنا نہیں ہو جاتا۔ تب تک تُو مُردار سے بھی بَدتر ہے۔
جب تک تیرا سر عاجزی کے ساتھ نیچا نہ ہو جائے۔ تب تک تیرے نفس کے سامنے سے
پردہ نہیں ہٹے گا۔
جب تک تیرے سب بال و پَر نہ جھڑ جائیں تب تک اس راہ میں تیرا اڑنا محال ہے۔
دلبر کے چہرہ پر تو کوئی پردہ نہیں۔ مگر تُو اپنے آگے سے خودی کا پردہ ہٹا۔
وہ یار جس کے لئے دولت ازل ہو جاتا ہے۔ اس کا کام ہر بات میں عجز اور انکسار ہوتا ہے
ان خوش قسمتوں نے اس کے چہرہ کو دیکھ لیا۔ جنہوں نے اس کی راہ میں مصیبتیں اٹھائیں۔
اس بادشاہ کے لئے انہوں نے اپنی عزّت قربان کردی۔ دل ہاتھ سے گر گیا اور ٹوپی سر سے اُتر گئی۔
اگر ان کو محبوب کی طرف جانے نہ دیا جائے تو اس کے غم میں اپنی جان زیر و زبر کر دیتے ہیں۔
انہوں نے اپنی ہستی کی بنیاد سب اکھیڑ دی یہاں تک کہ فرشتے بھی انکی وفاداری پر حیران ہیں۔
پس ضرور اس طرح کا وفادار اس دوست کے ہاتھ سے عزّت کا جام پیتا ہے۔
ایک جہان دیوانوں کی طرح اُٹھ کھڑا ہوتا ہے تاکہ ایک لحظہ میں اس کا کام تمام کر دے۔

- - - - - - - - - - - -

وہ جو دل سے اسکی محبت رکھتا ہے۔ اس کو اس کی محبت کے بغیر صبر نہیں آتا۔

اگر اتفاقاً اسے کبھی اس کی جدائی ہو جائے تو تیری جان تیرے جسم سے جدا ہونے لگتی ہے۔
تیرا دل اس کے ہجر سے کباب ہوتا ہے۔ اور اس کے چلے جانے سے تیری آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں
تُو نے کس کی بابت سُنا ہے کہ وہ دوست سے قانع (صابر) ہو جائے۔ عشق اور پھر صبر یہ دو کام بہت مشکل ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

تُو اپنے تئیں عالم سمجھتا ہے۔ اسی لئے غدّاری سے ایسی فضول باتیں کرتا ہے۔
جب تک تُو اپنی ہستی (خودی) سے نکل نہیں جاتا۔ تب تک یہ شرک کی رگ تجھ سے دُور نہیں ہوگی۔
تیری کوشش بلند نہیں ہوگی جب تک تیرے دل کا دھواں سر تک نہ پہنچے گا۔
یار اُس وقت ظاہر ہوگا جب تو اپنی ہستی سے پورے طور پر علیحدہ ہو جائے گا۔
جب تک جل نہیں جاتا تب تک تُو سوز و غم سے رہائی نہیں پائے گا۔ جب تک تُو مر نہیں جاتا موت سے نہیں بچے گا۔
وہ کیسی بے ہودہ جان اور بدن ہے جو جل نہیں جاتا۔ ایسے دل کو آگ لگا دے جو عشق میں کباب نہ ہو۔
تو اپنے جسم کے گھر کو برباد کر دے۔ اگر یہ خدا کے ساتھ آباد نہیں ہوتا۔
اپنے پاؤں کو اپنے جسم سے الگ کر دے۔ اگر وہ صداقت کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔
اگر تجھے (یار کے) دیکھنے کی آرزو ہے تو پاک دل ہو جا اور یہ مشکل کام نہیں ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

وہ چیز جس نے ہمارے دل کے ہر بُت کو توڑ دیا وہ خدائے لاثانی کی وحی ہی تو ہے۔
وہ جس نے ہمیں معشوق کا چہرہ دکھایا۔ وہ خدائے مہربان کا الہام ہی تو ہے۔
وہ چیز جس نے دلی یقین کا جام پلایا۔ وہ اس محبوب کی گفتار ہی تو ہے۔
محبوب کا وصل اور اس کے جامِ شراب کی مستی۔ سب اس کے الہام ہی سے حاصل ہوئی۔

ہر شخص جو ایک محبوب رکھتا ہے۔ اسے بغیر اس کے وصل کے آرام نہیں آتا۔
جب تک وہ اسے دیکھ نہیں لیتا اسے صبر نہیں آتا۔ عشق کا سیلاب اسے بہائے لئے جاتا ہے۔
عاشقوں کے دل کو قرار کہاں۔ دوست کے مُنہ سے روگردانی کس طرح ممکن ہے۔
محبُوب کے حُسن نے ان کے دل کے کانوں میں وہ راز پھونک دیا ہے جو بتایا نہیں جا سکتا۔
وہ کامیاب ہیں مگر اس جہان سے ناکام۔ یہی عقلمند ہیں جو اُڑ کر جال سے دُور چلے گئے ہیں
وہ اپنی خودی اور نفسانیت سے آزاد ہو گئے۔ اور انوارِ الٰہی کے فیضان کی جگہ بن گئے۔
انہوں نے اپنے خدا سے دل لگا لیا۔ اور غیر اللہ سے اپنا دل توڑ لیا۔
غیر کے دخل سے ان کے دل کا خانہ پاک ہے۔ دوست نے ان کی جان و دل میں گھر بنا لیا ہے۔
ان (کے ننگ و ناموس) کا شیشہ چکنا چُور ہو گیا۔ دلبر کی خوشبو ان کے سینہ میں سے مہک رہی ہے۔
یار کی تجلّی نے ان کے نقش ہستی کو دھو ڈالا۔ ان کے دل کے گریبان سے یار نمودار ہو گیا۔
وہ فانی ہیں مگر خدائے واحد سے بھرے ہوئے۔ وہ پاک ہیں اور خدائے بزرگ کے رنگ میں رنگین۔
خدا کی ذات الگ ہے اور انسان کی الگ۔ مگر یہ لوگ تو گویا خدا کے اندر چھُپ گئے ہیں۔
نہ سر کا ہوش۔ نہ پیر کی خبر۔ محبُوب کے خیال میں ان کا سر خاک پر ہے۔
ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ مگر عاشقوں کا کام صرف محبوب کے ساتھ ہے۔
ان کا جہان ایک اور ہی جہان ہے۔ ان کا عالَم غیر اللہ سے دُور ہے۔
وہ سوئے ہوئے ہیں اگرچہ تیری نظر میں بیدار ہیں۔ خدا کے سوا کوئی ان کا محرمِ اسرار نہیں۔
وہ مذمت اور تعریف کے خیال سے بے پرواہ ہیں۔ نہ انہیں تعریف کی خبر ہے، نہ پھٹکار کی۔
جو شخص خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اوروں کی طرف سے پیٹھ پھیر لیتا ہے۔
جو شخص اس کے دروازہ کو صدق اور اخلاص کے ساتھ اختیار کرتا ہے اس کے دروازہ اور چھت سے نُور برستا ہے۔

اگر اتفاقاً اسے کبھی اس کی جدائی ہو جائے تو تیری جان تیرے جسم سے جدا ہونے لگتی ہے۔
تیرا دل اس کے ہجر سے کباب ہوتا ہے۔ اور اس کے چلے جانے سے تیری آنکھیں آنسو بہانے لگتی ہیں
تُو نے کس کی بابت سُنا ہے کہ وہ دوست سے قانع (صابر) ہو جائے۔ عشق اور پھر صبر۔ یہ دو کام بہت
مشکل ہیں۔

- - - - - - - - - - - - - - -

تُو اپنے تئیں عالم سمجھتا ہے۔ اسی لئے غدّاری سے ایسی فضول باتیں کرتا ہے۔
جب تک تو اپنی ہستی (خودی) سے نکل نہیں جاتا۔ تب تک یہ شرک کی رگ تجھ سے دُور
نہیں ہوگی۔
تیری کوشش بلند نہیں ہوگی جب تک تیرے دل کا دھواں سر تک نہ پہنچے گا۔
یار اُس وقت ظاہر ہوگا جب تو اپنی ہستی سے پورے طور پر علیٰحدہ ہو جائے گا۔
جب تک جل نہیں جاتا تب تک تو سوز و غم سے رہائی نہیں پائے گا۔ جب تک تُو مر نہیں
جاتا موت سے نہیں بچے گا۔
وہ کیسی بے ہودہ جان اور بدن ہے جو جَل نہیں جاتا۔ ایسے دل کو آگ لگا دے جو عشق میں کباب ہو۔
تو اپنے جسم کے گھر کو برباد کر دے۔ اگر یہ خدا کے ساتھ آباد نہیں ہوتا۔
اپنے پاؤں کو اپنے جسم سے الگ کر دے۔ اگر وہ صداقت کا راستہ اختیار نہیں کرتا۔
اگر تجھے (یار کے) دیکھنے کی آرزو ہے تو پاک دل ہو جا اور یہ مشکل کام نہیں ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - -

وہ چیز جس نے ہمارے دل کے ہر بُت کو توڑ دیا وہ خدائے لاثانی کی وحی ہی تو ہے۔
وہ جس نے ہمیں معشوق کا چہرہ دکھایا۔ وہ خدائے مہربان کا الہام ہی تو ہے۔
وہ چیز جس نے دلی یقین کا جام پلایا۔ وہ اس محبوب کی گفتار ہی تو ہے۔
محبوب کا وصل اور اس کے جام شراب کی مستی۔ سب اس کے الہام ہی سے حاصل ہوئی۔

ہر شخص جو ایک محبوب رکھتا ہے۔ اسے بغیر اس کے وصل کے آرام نہیں آتا۔
جب تک وہ اسے دیکھ نہیں لیتا اسے صبر نہیں آتا۔ عشق کا سیلاب اسے بہائے لئے جاتا ہے۔
عاشقوں کے دل کو قرار کہاں۔ دوست کے مُنہ سے روگردانی کس طرح ممکن ہے۔
محبُوب کے حُسن نے ان کے دل کے کانوں میں وہ راز پھونک دیا ہے جو بتایا نہیں جا سکتا۔
وہ کامیاب ہیں مگر اس جہان سے ناکام۔ یہی عقلمند ہیں جو اُڑ کر جال سے دُور چلے گئے ہیں
وہ اپنی خودی اور نفسانیت سے آزاد ہو گئے۔ اور انوارِ الٰہی کے فیضان کی جگہ بن گئے۔
انہوں نے اپنے خدا سے دل لگا لیا۔ اور غیراللہ سے اپنا دل توڑ لیا۔
غیر کے دخل سے ان کے دل کا خانہ پاک ہے۔ دوست نے ان کی جان و دل میں گھر بنا لیا ہے۔
ان (کے ننگ و ناموس) کا شیشہ چکنا چُور ہو گیا۔ دلبر کی خوشبو ان کے سینہ میں سے مہک رہی ہے۔
یار کی تجلّی نے ان کے نقش ہستی کو دھو ڈالا۔ ان کے دل کے گریبان سے یار نمودار ہو گیا۔
وہ فانی ہیں مگر خدائے واحد سے بھرے ہوئے۔ وہ پاک ہیں اور خدائے بزرگ کے رنگ
میں رنگین۔
خدا کی ذات الگ ہے اور انسان کی الگ۔ مگر یہ لوگ تو گویا خدا کے اندر چھُپ گئے ہیں۔
نہ سر کا ہوش۔ نہ پَیر کی خبر۔ محبُوب کے خیال میں ان کا سر خاک پر ہے۔
ہر شخص اپنے کام سے کام رکھتا ہے۔ مگر عاشقوں کا کام صرف محبوب کے ساتھ ہے۔
ان کا جہان ایک اور ہی جہان ہے۔ ان کا عالَم غیراللہ سے دُور ہے۔
وہ سوئے ہوئے ہیں اگرچہ تیری نظر میں بیدار ہیں۔ خدا کے سوا کوئی ان کا محرم اسرار نہیں۔
وہ مذمت اور تعریف کے خیال سے بے پرواہ ہیں۔ نہ انہیں تعریف کی خبر ہے نہ پھٹکار کی۔
جو شخص خدا کی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ اوروں کی طرف سے پیٹھ پھیر لیتا ہے۔
جو شخص اس کے دروازہ کو صدق اور اخلاص کے ساتھ اختیار کرتا ہے اس کے دروازہ
اور چھت سے نور برستا ہے۔

اُس کی پیشانی سے چاند کی طرح نور چمکتا ہے۔ عشقِ الٰہی سے سارا چہرہ روشن ہو جاتا ہے۔
اس دوست کا عشق اس کا مدعا بن جاتا ہے۔ غیر اللہ سے اس کا دل جدا ہو جاتا ہے۔
خدا کا لطف ہمیشہ اپنے طالبوں کے شاملِ حال رہتا ہے۔ وہ اسکی راہ میں گھاٹے میں نہیں رہتے۔
جس نے وہ دروازہ اختیار کر لیا اس کا کام بن گیا۔ اسکی روزگار کی کامیابی پر سینکڑوں اُمیدیں بندھ گئیں۔
تُو اس جیسا اور محبوب کہاں دیکھے گا۔ بس کیوں اس کی جدائی کو پسند کر لیا۔

- - - - - - - - - - - - - -

یہ جہان مُردار کی طرح ہے۔ ہر طرف اس کے طالب کتوں کی طرح کھڑے ہیں۔
وہ شخص آزاد ہو گیا جس نے اس مُردار سے رہائی پائی۔ وہ خاک ہو گیا تاکہ دوست راضی ہو جائے
خدا کا لطف اپنے طالبوں کے شامل حال رہتا ہے۔ اسکی راہ میں کوئی بھی نقصان نہیں اُٹھاتا۔
جو اپنی ہستی سے جدا ہو گیا خدا اُسے اپنی طرف بلا لیتا ہے۔ یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے اگر کسی کی سمجھ میں آجائے۔

۶۰۲/۶۰۳ ص

اس شیخ عجم (حضرت عبداللطیف) کی یہ شوخی دیکھ کر اُس نے بیابان کو ایک ہی قدم میں طے کر لیا۔
خدا کا بندہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جو دلبر کی خاطر اپنا سر جھکا دے۔
وہ اپنے محبوب کے لئے اپنی خودی کو فنا کر چکا تھا۔ تریاق حاصل کرنے کے لئے اس نے زہر کھایا۔
جب تک کوئی اس زہر کا پیالہ نہیں پیتا تب تک ایک حشر نسان موت سے کیونکر نجات حاصل کر سکتا ہے۔
اس موت کے نیچے سینکڑوں زندگیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو موت کا پیالہ پی۔

- - - - - - - - - - - - - -

وہ دلبر محض باتوں سے خوش نہیں ہوتا۔ جب تک تُو موت قبول نہیں کرے گا زندگی ملنی محال ہے۔

اے بدخصلت انسان تکبّر اور کینہ کو چھوڑ تا تجھ پر خدائے ذوالجلال کا نور پڑے۔

- - - - - - - - - - - - - - -

جب کسی پر خدا کی مہربانی ہوتی ہے تو پھر اس کا دل دنیا میں نہیں لگتا۔
اس کو تپتا ہوا صحرا پسند آتا ہے تاکہ وہاں اپنے محبوب کے حضور گریہ وزاری کرے۔
عارف انسان تو مرنے سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ کیونکہ دنیا کی بنیاد مضبوط نہیں ہے۔
خبردار رہو کہ یہ مقام فانی ہے۔ باخدا ہو جا کیونکہ خدا سے ہی واسطہ پڑتا ہے۔
اگر تُو خود ہی مہلک زہر کھا لے تو مَیں کیونکر خیال کروں کہ تُو عقلمند ہے۔
دیکھ کہ اس پاک انسان عبداللطیف نے کس طرح اپنے آپ کو خدا کے لئے فنا کر دیا۔
اُس نے صدق کے ساتھ اپنی جان محبوب کو دیدی۔ اب تک وہ پتھروں کے نیچے دبا پڑا ہے۔
راہ صدق و وفا کا یہی طریق ہے۔ یہی مردانِ خدا کا آخری درجہ ہے۔
اس زندہ خدا کی خاطر اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں۔ الٰہی طریقہ پر جان نثار کرنیوالے بن جاتے ہیں۔
ننگ و ناموس اور جاہ و عزّت سے لاپرواہ ہو جاتے ہیں۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا اور ٹوپی سر سے گر پڑی۔

خودی سے دُور اور یار سے وابستہ ہو گئے۔ کسی حسین چہرہ کے لئے عزّت قربان کر دی۔

- - - - - - - - - - - - - -

اے دنیا کے کتے جب تک تجھ پر موت نہ آجائے۔ اس یار کا دامن کس طرح ہاتھ آسکتا ہے۔
اپنے آپ کو فنا کر دے تا تجھ پر فیضانِ الٰہی نازل ہو۔ جان قربان کر دے تا تجھے دوسری زندگی ملے۔
دین کیا ہے فنا کا بیج بونا اور زندگی کو ترک کر دینا۔

اگر تُو دونوں جہانوں میں حقیقی عزّت اور دولت چاہتا ہے تو خدا کا ہو جا اور اپنا پیشہ اسکی اطاعت بنا لے۔ ص ۶۱۵

اس درگاہ کا غلام ہو جا اور دنیا میں بادشاہی کر۔ اللہ کے پرستاروں کو اور کسی سے امید نہیں ہوتی۔
تُو سچے دل سے خود یار کی طرف آتا کہ یار آئے۔ محبّت محبّت کو کھینچتی ہے۔

- - - - - - - - - - - - - - -

مَیں اپنے بارے میں حیران ہوں اور اس کا بھید نہیں جانتا کہ مَیں نے بغیر خدمت کرنے کے بھی اتنی
نعمتیں اور حشمت پالیں۔
مَیں مخفی در مخفی ہوں۔ جو کبر میں مبتلا ہوں ان کو میری خبر کیسے ہو سکتی ہے۔

ص ۸۲۹ اے یارِ ازل تیرا چہرہ ہی میرے لئے کافی ہے۔ ہزار بہشت سے بہتر میرے لئے تیرا چہرہ ہے۔
مَیں مصلحت کی وجہ سے کسی اور طرف دیکھتا ہوں۔ لیکن ہر دم میری نگاہ تیری طرف ہی رہتی ہے۔
میری عزّت پہ اگر کوئی حملہ کرتا ہے۔ تو تیری طرح میرا طریق صبر ہوتا ہے۔
میں کیا چیز ہوں اور میری عزّت کیا ہے۔ میری جنگ تو تیری عزّت کے لئے ہے۔

ص ۸۳۹ کوئی کسی کے لئے سر نہیں دیتا اور جان قربان نہیں کرتا عِشق ہے جو یہ کام سو صدق کے ساتھ کروا دیتا ہے
عشق ہے جو جلتی ہوئی آگ میں بٹھا دیتا ہے۔ عِشق ہے جو ذلت کی خاک پر لِٹا دیتا ہے۔
عِشق کے بغیر دل پاک ہو جائے مَیں یہ نہیں مانتا۔ عشق ہی ہے جو اس جال سے یکدم رہا کرا دیتا ہے

ص ۸۲۸/۸۲۹ طلبگاروں سے اس دلبر کا چہرہ پردہ میں نہیں رہتا۔ وہ سورج میں بھی چمکتا ہے اور چاند میں بھی۔
لیکن غافلوں سے وہ خوبصورت چہرہ چھپا رہتا ہے۔ عاشق چاہیئے جس کی خاطر وہ چہرہ سے پردہ ہٹائیں۔

اس کا دامن نخوت و کبر سے ہاتھ نہیں آتا۔ عاجزی، درد اور اضطراب کے سوا اس کا کوئی راستہ نہیں۔
اس یارِ قدیم کے کوچہ کا راستہ بڑا خطرناک ہے۔ خود روی سے جان سلامت چاہیئے۔
نامناسب لوگوں کی عقل و فہم اس کے کلام تک نہیں پہنچتی۔ جو اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے اس کو
سیدھا راستہ ملتا ہے۔
قرآن کے مشکل مقامات کو دنیا داروں کی عقل حل نہیں کر سکتی۔ اس کا ذوق اسی میں پیدا ہوتا
ہے جو اس شراب کو پیتا ہے۔

ص ۱۵۵ اے میرے محبوب تو کیسا خوبصورت ہے۔ اے میری جان کی جان تو کیسا شیریں خصلت ہے۔
جب مَیں نے تیرا مُنہ دیکھا تو تجھ سے دل لگا لیا۔ دنیا میں تیرے سوا میرا کوئی باقی نہ رہا۔
دونوں جہانوں سے دستبردار ہو جانا آسان ہے۔ مگر تیرا فراق میری ہڈیوں کو گلا دیتا ہے۔
آگ کے اندر بدن آسانی سے ڈالا جا سکتا ہے۔ مگر تیری جدائی سے میری جان آہ و فغاں کرتی ہوئی نکلتی ہے

ص ۸۹۷ تُو مردانِ خُدا کو کِس طرح دیکھ سکتا ہے۔ تُو تو کینہ اور بُغض سے اندھا ہے۔
تجھے کیا پتہ ہے کہ وہ کس طرح زندگی گذارتے ہیں۔ وہ دنیا سے بالکل پوشیدہ رہ کر زندہ رہتے ہیں۔
اس جاں پناہ کے راہ میں فدا ہو چکے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے دل دیدیا ہے اور سر سے ٹوپی گر پڑی ہے
زخمی دل ایک اور طرف چلا گیا ہے۔ جہان کی تعریف اور لعنت سے بے خبر ہے۔